اسلام کا علمی و ثقافتی ورثہ

# مصادرِ سیرت نبوی ﷺ

حصہ دوم



ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

# مصادرِ سیرتِ نبوی

اسلام کا علمی و ثقافتی ورثہ

# مصادرِ سیرتِ نبوی

## حصہ دوم

مؤلف

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

۲۰۱۶ء

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب: | ..................... | مصادرِ سیرت نبوی (اسلام کا علمی وثقافتی ورثہ) |
| مؤلف: | ..................... | ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی |
| اہتمام: | ..................... | دار النوادر |
| مطبع: | ..................... | |
| صفحات: | ..................... | ٦٦٦ |
| سن اشاعت: | ..................... | ۲۰۱۶ء |
| جلد ساز: | ..................... | بنیامین |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دیباچہ

قرآنیات، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، عمرانیات، طبیعیات، کیمیا، حیوانیات، نباتیات، ریاضیات، طب، فنون لطیفہ اور فن تعمیر پر مشتمل اسلام کے علمی وثقافتی ورثے کو انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نے ایک باضابطہ منصوبے کی شکل اس لیے دی تاکہ ہماری نئی نسل اس سے استفادہ کر سکے۔ اس لیے کہ ملت اسلامیہ خصوصاً اس کے نوجوان اور خواتین اپنے اس عظیم حقیقی ورثے سے واقف نہیں ہیں۔ حتی کہ ہمارے علماء میں معدودے چند ہی لوگ اس سے واقف ہیں۔

اسلام کی ترقی، اس کے تحفظ اور اس کو سربلند کرنے کی مبارک کوششوں کا آغاز نبی کریم ﷺ کے مثالی عہد سے شروع ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک طرف زمانے کے تغیرات اور اس کے حالات اور مختلف نظریات کے پروان چڑھنے اور اسلامی سرچشموں پر ان کے حملہ آور ہونے کی جدوجہد بھی جاری ہے اور دوسری طرف اس کے تحفظ، اس کی ترقی، اس کے ورثے اور اصطلاحات سے گردوغبار کو ہٹانے اور اس کے اصل سرمایے کو صاف وشفاف شیشے کی طرح برقرار رکھنے کی مساعی بھی۔ ملت کے بعض بیدار مغز اور صاحب عزم و حوصلہ افراد برابر اس طرف متوجہ ہیں۔ اس لیے کہ انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ قوموں کے عروج وزوال میں ان کے ورثے کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ قوم دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ تو ہو سکتی ہے، جسے دولت وآسایش مل جائے، بڑی بڑی فلک بوس عمارتیں تعمیر کر لے، روابط اور مواصلات کی سہولتوں میں ریکارڈ قائم کر لے؛ لیکن اسلام کا وہ ورثہ جس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے اور جو انسان کو انسانیت کا درس اس بنیاد پر دیتا ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی کی اور کسی بھی طرح کی غلامی کے طوق کو برداشت نہیں کرتا، اس لیے کہ اسے وہ شرف انسانی کی ضد سمجھتا ہے، فی الواقع یہ عدل کا سبق دیتا ہے اور عدل قائم کرنے کو وہ اہل ایمان کا فریضہ منصبی قرار دیتا ہے، انسان اور انسان کے درمیان ہر طرح کے امتیاز کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے، زبان، رنگ ونسل، جغرافیائی فرق واختلاف کو اپنے پاؤں کے نیچے روندنے کی تعلیم دیتا ہے اور صرف

تقوے کو معیارِ عزت وشرف قرار دیتا ہے اور سوچ اور فکر کی آزادی کو فروغ دینے کے لیے تدبر و تفکر کی حکمت بیان کرتا ہے، لازم ہے کہ اس شاندار ورثے کا نہ صرف پوری ملت کو ادراک ہو، بلکہ اس کا عمیق مطالعہ بھی ہو اور اس کی حفاظت اور ترقی کا اہتمام بھی کیا جائے۔

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نے مستقبل کے ان خطرات کے پیشِ نظر، جو نظریات کی بنیاد پر پیدا ہو رہے ہیں، جہاں انسان محض ایک دنیوی ترقی کا ایک وسیلہ بن رہا ہے یا اس کے لیے کل پرزہ بن رہا ہے اور اشرف المخلوقات ہونے کے بجائے حیوانیت کی خصلت اختیار کر کے ارذل المخلوقات کے زمرے میں داخل ہو رہا ہے، اس ثقافتی ورثے کے عظیم الشان منصوبے کو روبہ عمل لانے کا فیصلہ کیا۔ منصوبے میں اس بات کا بھی بدرجۂ اتم خیال رکھا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم کی حقیقت کو اجاگر کیا جائے۔ یہ کتاب ہدایت پوری نوع انسانی کی مکمل رہنمائی بھی کرتی ہے اور حق وباطل میں فرق وامتیاز کا شعور بھی عطا کرتی ہے۔ چوں کہ اس کتابِ عظیم کا نزول اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اس لیے آپ کی پاک ومنزہ شخصیت کو آپ ﷺ کے خلاف بہتان تراشی، مختلف مذاہب اور ان کے رہنماؤں اور دانش وری کا لبادہ اوڑھنے والوں کے ذریعے سے معروضی مطالعے کے نام پر اتہامات والزامات اور تحقیق کے نام پر غلط بیانی اور کذب وافتراء کا جو سلسلہ جاری ہے اس کے خلاف جدوجہد بھی اس منصوبے میں شامل ہے۔ اس منصوبے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اسلامی اسکالرز، جن میں علماء، مسلم دانشور، غیر مسلم دانشور سب شامل ہیں، اُنھیں اپنے اسلاف کے عظیم الشان ورثے سے واقف کرایا جائے۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی یہ ایک اہم کڑی ہے۔ اللہ ادارے کی اس کوشش کو شرفِ قبول بخشے اور اپنے مقاصد کے لیے اسے بارآور کرے۔

ہم شکر گزار ہیں محترم مولانا ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی زید لطفہ کے جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس مہتم بالشان کام کا بیڑا اٹھایا اور اسے تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ محترم کو اجرِ جزیل سے نوازے۔ آمین

**ڈاکٹر محمد منظور عالم**

چیئرمین

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی

# امام محب الدین الطبری

(۶۱۵-۶۹۴ھ/۱۲۱۸-۱۲۹۴ء)

سیرت نبوی کے بنیادی مآخذ کی تلخیص کا ایک رجحان بعد کی صدیوں میں یہ ابھرا کہ متعدد سیرت/خلاصہ نگاروں نے کسی ایک کتاب سیرت کی تلخیص نہیں کی بلکہ متعدد مآخذ ومصادر کو سامنے رکھ کر ایک مختصر سار سالہ سیرت نبوی میں تالیف کر دیا تا کہ عوام، طلبہ اور دوسرے ضرورت مند ایک نظر میں پوری سیرت نبوی کے اجمالی خاکہ سے واقف ہو جائیں اور بعد میں موقعہ ملے تو بڑی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ایسی مختصر سیرت کی کتابیں درسی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی تالیف کی گئی ہوں گی۔ ابن حزم اور ابن عبدالبر وغیرہ تلخیص نگاروں کی کتب سیرت خلاصہ ومختصر ہونے کے باوجود کافی ضخیم یا مفصل ہیں اور ایک طرح سے وہ اپنی جگہ مستقل سیرتی ادب کا حصہ ہیں لیکن جن خلاصوں کا ذکر یہاں مدنظر ہے وہ سچ مچ کے مختصرات اور خلاصے ہیں اور کتاب کی بجائے کتابچے اور رسالے کی ضمن میں آتے ہیں۔ ایسے خلاصہ نگاروں میں ایک اہم نام حافظ وامام محبّ الدین طبری کا بہت ممتاز نظر آتا ہے جن کی کتاب "خلاصة السیر فی احوال سید البشر" اپنی قد وقامت کی کوتاہی کے باوجود بقدر قیمت بہتر ہے۔

## نام ونسب

محب الدین لقب، طبری نسبت وطن مالوف، ابوالعباس کنیت، شیخ الحرم لقب علم، احمد نام تھا، لیکن ابن تغری بردی نے المنهل الصافي میں ان کی کنیت ابوجعفر بتائی ہے اور "قیل" کے لفظ تضعیف کے ذریعہ ابوالعباس لکھی ہے۔ والد ماجد کا نام ونسب تھا: عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم الطبری۔ طبری ان کے آباء واجداد کی نسبت وطنی تھی، ورنہ امام موصوف کی مکی نسبت تھی کہ وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔

## ولادت

ان کی تاریخ ولادت عام طور سے ۶۱۵ھ دی گئی ہے اور ابن تغری بردی نے امام برزالی کے حوالہ سے، جو ان کے ایک شاگرد رشید تھے، نقل کیا ہے کہ وہ مکہ میں بروز جمعرات ۲۷؍جمادی الآخرہ ۶۱۵ھ/ ۱۲۱۸ء کو پیدا ہوئے تھے اور یہی سنہ حافظ ذہبی اور یافعی اور کحالہ وغیرہ نے بھی دیا ہے اگرچہ دن، تاریخ اور ماہ کی صراحت نہیں کی ہے جبکہ ابن تغری بردی نے النجوم الزاھرہ اور المنھل الصافی میں ان کا مذکورہ بالا سنہ ولادت بیان کرکے ابوحیان وغیرہ کے حوالہ سے بعض اور سنین ولادت دیے ہیں خاص کر النجوم الزاھرۃ میں اپنی روایات میں ان کا سنہ ولادت ۶۱۴ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ کیونکہ امام موصوف کے شاگرد کا بیان زیادہ قوی ہے کہ انہوں نے امام موصوف سے خود سنا ہوگا یا دوسرے ذرائع سے معلوم کیا ہوگا۔ مزید برآں وہ دن، تاریخ وماہ سے مقید ہونے کے سبب زیادہ قابل اعتماد ہے۔ پھر امام برزالی کی تاریخ کی تصدیق مزید بہاء الدین عبداللہ بن خلیل مکی عثمانی عسقلانی المعروف ابن خلیل (۷۷۷-۶۹۴ھ) نے اپنے دوسرے ذریعہ سے کی ہے۔ شیخ اثیر الدین ابوحیان محمد بن یوسف (م۷۴۵ھ) نے پندرہ جمادی الآخرہ اور بعض دوسری مختلف تاریخیں دی ہیں جو سب غلط ہیں۔

## تعلیم وتربیت

سوانح نگاروں کا بالعموم اور ابن تغری بردی کا بالخصوص بیان ہے کہ ان کی نشو ونما اور تعلیم وتربیت مکہ مکرمہ میں ہوئی اگرچہ بعد میں انھوں نے قرون وسطی کی اسلامی روایات کے مطابق طلب علم میں مختلف علاقوں کا سفر کیا اور متعدد علمی مراکز میں بہت سے شیوخ واہل علم سے سماعت کی۔ ابن تغری بردی نے ان کی تمام سماعات ومشائخ اور مصنفات کا مفصل ذکر اپنی کتاب "المنھل الصافی" میں کیا ہے اور بعض کا اپنی دوسری کتاب "النجوم الزاھرہ" میں کیا ہے۔ جس طرح امام ذہبی نے اور یافعی وغیرہ نے ان کے بعض شیوخ کا حوالہ دیا ہے۔ ان کے شیوخ میں حسب ذیل اہم محدثین اکابر اور علماء شامل تھے:

۱۔ ابوالحسن علی بن المقیر (علی بن الحسین بن منصور الحنبلی م۶۴۳ھ) جو مصر کے محدث تھے اور جن سے محب طبری نے "سنن ابی داؤد" اس کے علاوہ "سنن نسائی"، واحدی کی

"وسیط" اور حمیدی کی "الجمع بین الصحیحین" کے بعض حصے، ابوعبیدہ کی "غریب القرآن" وغیرہ پڑھی تھی۔

۲۔ ابوالحسن ابن الجمیزی (بہاء الدین علی بن ہبۃ اللہ بن سلامۃ بن مسلم بن احمد بن علی لخمی مصری شافعی (۶۴۹-۵۵۹ھ) محدث وخطیب ومدرس مصر سے حافظ القاسم بن الفضل الثقفی (م۴۸۹ھ) کی "الاربعین الثقفیة" اور امام ابوطاہر احمد بن محمد السّلفی (م۵۷۶ھ) کی الاربعین البلدانیه کی تعلیم پائی تھی۔

۳۔ شعیب الزعفرانی (ابوشعیب بن یحیٰی ابن احمد الاسکندری (م اواخر ۶۴۵ھ) سے بھی انھیں دونوں اربعین کا سبق لیا تھا۔

۴۔ عبدالرحمٰن بن ابی حری (ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی الحرم مکی بن عبدالرحمٰن طرابلسی مغربی (۶۵۱-۵۷۰ھ) سے صحیح بخاری کے بعض یا کامل اجزاء کی تعلیم پائی تھی۔

۵۔ شیخ مجدالدین علی بن وہب بن مطیع بن دقیق العید القشیری (م۶۶۸ھ) سے انھوں نے بقول شیخ جمال الدین عبدالرحیم بن حسن الاسنائی ۷۷۲ھ کے شہر قوص میں فقہ کی تعلیم پائی تھی، یہی بات شیخ قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن منیر الحلبی (م۷۳۵ھ) نے بھی اپنی تاریخ مصر میں لکھی ہے۔

۶۔ تقی الدین علی بن ابی بکر طبری، جو ان کے والد کے چچا تھے، سے صحیح بخاری پڑھی تھی۔

۷۔ یعقوب بن ابی بکر طبری: بھی ان کے والد کے چچا تھے اور ان سے صحیح بخاری کے علاوہ جامع ترمذی کی تعلیم حاصل کی تھی۔

۸۔ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل المرسی السلمی الاندلسی (۶۵۵-۵۷۰ھ)، جو عظیم محدث ومفسر تھے اور اندلس سے خراسان تک ان کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کا شہرہ تھا، سے امام محب طبری نے صحیح مسلم اور صحیح ابن حبان پڑھی تھی۔

۹۔ محی الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابی جراوۃ، جو ابن العدیم کی نسبت سے زیادہ معروف تھے، سے جزء الانصاری پڑھی تھی۔

۱۰۔ ریحان بن عبداللہ الشرقی السکینی سے بھی جزء الانصاری کی تعلیم پائی تھی۔

۱۱۔ شیخ الحرم نجم الدین بشیر بن حامد التبریزی سے امام ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی الشافعی (م۴۷۶ھ) کی "کتاب التنبیة فی الفقه" پڑھی تھی اور فنی تبحر حاصل کیا تھا اور جزء الانصاری بھی پڑھی تھی۔

۱۲۔ ابن تغری بردی کے بقول امام محب طبری نے متعدد شیوخ مکہ مکرمہ سے مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اس کی زیارت کو آنے والے شیوخ، اکابر واساتذہ سے بھی برابر استفادہ کیا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ مشرقی روایات علم کے مطابق امام محب طبری کو متعدد شیوخ ومحدثین اور اہل علم نے اجازہ سے بھی نوازا تھا۔ ان میں بغداد کے ابن الخازن اور شام ومصر اور عراق کے متعدد دوسرے اہل علم شامل تھے۔

### تلامذہ

جس طرح امام محبّ طبری نے اکابر علم وحدیث سے تعلیم پائی تھی اسی طرح جب وہ مسند درس پر تشریف فرما ہوئے تو ان سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا جن میں بزرگ محدثین اور اہل علم شامل تھے جیسے (۱) قاضی جمال الدین محمد طبری (م۶۹۵ھ)، جو ان کے اپنے فرزند دلبند تھے اور جو مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔ (۲) محدث عبیداللہ بن عبدالعزیز المہدوی (۳) قطب الدین ابوبکر محمد بن احمد بن علی القسطلانی المصری (۸۶-۶۱۴ھ) جنھوں نے مصر وشام اور جزیرہ وبغداد میں سماعت کی تھی اور جو علم وعمل اور تقویٰ وطہارت کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب ہیبت وجبروت بھی تھے۔ (۴) نجم الدین بن عبدالحمید (۵) شیخ علاء الدین علی بن ابراہیم العطار (م۷۲۴ھ) جو ابن العطار الشافعی کے نام سے ساتھ معروف تھے۔ (۶) قاضی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مسلم الزینی الصالحی (۶۶۲-۷۲۶ھ) جو حنبلی فقیہ تھے اور مدینہ منورہ کے قاضی القضاۃ، (۷) حافظ ومیاطی (شرف الدین عبدالمؤمن بن خلف م۷۰۵ھ) (۸) علم الدین القاسم بن محمد بن یوسف البرزالی (م۷۳۹ھ) (۹) قاضی نجم الدین محمد بن محمد بن محبّ الدین احمد (۶۸۵-۷۳۰ھ) جو مکہ مکرمہ کے قاضی تھے اور مفتی، ادیب اور شاعر تھے، (۱۰) قطب الدین عبدالکریم بن محمد بن عبدالنور بن منیر حلبی (م۷۳۵ھ) (۱۱) اثیر الدین ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (م۷۳۵ھ) وغیرہ کے علاوہ عثمان بن الصفی الطبری اور شہاب حنفی وغیرہ تھے جنھوں نے ان سے فقہ وحدیث کی تعلیم پائی تھی۔

## علمی جلالت اور مشغلہ

امام محب الدین طبری نے تعلیم و تدریس کا مشغلہ اپنایا اور مکہ مکرمہ میں ساری زندگی مختلف علوم وفنون کی تدریس میں گذاردی۔ ان کے علم وفضل، شہامت وکرامت اور بزرگی وتقویٰ کی شہادت حافظ ذہبی، یافعی اور ابن تغری بردی سبھی نے دی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کو ''امام صالح زاہد کبیر الشان'' اور امام، محدث، مفتی اور فقیہ حرم کہا ہے۔ یافعی نے شیخ الحرم، الامام، العلامۃ، فقیہ بارع، محدث الحافظ الروایۃ اور صاحب تصانیف کثیرہ اور فضائل شہیرہ قرار دیا ہے۔ کحالہ نے فقیہ اور محدث، کے علاوہ ان کو بعض علوم کا جامع و ماہر قرار دیا ہے جبکہ ابن تغری بردی نے ان کی علمی فضیلت اور شخصی جلالت کا زوردار الفاظ میں ذکر کیا ہے جن میں شیخ الحرم، حافظ الحجاز اور علَم حجاز جیسے القاب کے علاوہ یہ بھی صراحت ہے کہ ان کا انتہائی اعزاز واکرام کیا جاتا تھا اور شاہ یمن ملک مظفر شمس الدین ابوالمحاسن یوسف بن السلطان نورالدین عمر بن علی ابن رسول (عہد ۹۶-۶۴۷ھ) کے ہاں ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی اور وہ ان کی زیارت سے برابر مستفید ہوتے رہتے تھے اور ان کو یمن بلا کر ان کی کتابوں اور روایتوں کی سماعت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

امام محب الدین طبری فقہ وحدیث اور دوسرے اسلامی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ ادب وشعر سے بھی حصہ وافر رکھتے تھے۔ ابن تغری بردی نے یمن میں ان کے قیام کے دوران ان کی بعض نظموں کا ذکر کیا ہے جن میں مکہ مکرمہ کے اشتیاق کا حال بہت واضح طور سے مذکور ہے۔ اس کے علاوہ بعض قصیدوں کا ذکر **المنهل الصافي** کے مرتبین نے بھی حاشیہ میں کیا ہے۔

## وفات

امام محب طبری کی وفات کے بارے میں شیخ تقی الدین ابوالطیب محمد بن احمد الفاسی (۷۷۵-۸۳۲ھ)، مؤلف ''**العقدالثمين في تاريخ البلد الأمين**'' وغیرہ کے حوالہ سے اختلاف تاریخ کا ذکر کرکے ابن تغری بردی نے چار اقوال کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک منگل کی رات، دوم جمادی الآخرۃ ۶۹۴ھ ہے۔ ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور معلاۃ کے قبرستان میں مدفون

ہوئے۔ لیکن النجوم الزاھرہ میں اسی مؤلف نے ماہ ذی القعدہ دیا ہے۔ لیکن برزالی کی 'معجم' اور ذہبی کی 'تاریخ' اور قطب حلبی کی تاریخ کی حوالہ سے اول الذکر کی تائید کی ہے۔

## تصانیف

امام محب الدین طبری نے علوم قرآن کریم، حدیث وفقہ، تاریخ وتذکرہ، سیرت وسوانح، تصوف وکلام اور بعض دوسرے علوم وفنون میں اپنی قیمتی تالیفات چھوڑیں جن میں سے متعدد اپنے موضوعات پر وقیع ونادر ہیں اور آج بھی متداول ہیں۔ ذیل میں ان کی مختصر تفصیل دی جاتی ہے:

۱۔ کتاب الکافی فی غریب القرآن.

۲۔ کتاب ترتیب القرآن: اس کتاب میں قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب سے بحث کی تھی۔

۳۔ کتاب التحفة المدنية.

۴۔ کتاب تفسیر جامع: جو قرآن مجید کی مکمل تفسیر ہوتی لیکن اسے مکمل نہیں کر سکے۔

۵۔ کتاب مرسوم المصحف العثمانی المدنی: جو بڑی ضخامت کی کتاب تھی اور قرآن مجید کی کتابت اور مصحف عثمانی سے متعلق تھی۔

۶۔ کتاب الاحکام الکبریٰ: جس میں صحاح اور حسان کو جمع کیا تھا لیکن بعض ضعیف احادیث بھی بلا تصریح نقل کر دی تھیں، مقالہ نگار اردو دائرۃ المعارف نے اس کا نام **غاية الإحكام في الحديث والأحكام** لکھا ہے۔

۷۔ کتاب الاحکام الوسطیٰ: جو کافی بڑی کتاب حدیث تھی۔

۸۔ کتاب الاحکام الصغریٰ: ایک ہزار پندرہ احادیث پر مشتمل مجموعہ حدیث تھا۔

۹۔ کتاب المحرر: ملک مظفر شاہ یمن کے لئے لکھی تھی اور اس میں صحیحین کے احکام جمع کر دیے تھے۔

۱۰۔ کتاب العمدة: کتاب المحرر کا اختصار تھا۔

۱۱۔ کتاب تقریب المرام فی غریب القاسم بن سلام: کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کر کے لکھا تھا، وہ مختصر کتاب تھی اور حاجی خلیفہ کے مطابق امام ابوعبید القاسم بن سلام

(م۲۲۴ھ) کی غریب الحدیث کا مختصر و مستدرک تھی۔

۱۲۔ کتاب المنثور للملک المنصور: رسولی شاہ یمن عمر بن علی والد شاہ مظفر (م۶۴۷ھ) کیلئے لکھی تھی۔ مقالہ نگار معارف اسلامیہ نے اس کا نام 'ش' سے "المنشور" لکھا ہے۔

۱۳۔ کتاب غریب جامع الاصول: دراصل امام ابن الاثیر جزری (م۶۰۶ھ) کی "جامع الاصول لاحادیث الرسول" کی غریب حدیثوں سے بحث کرتی تھی۔

۱۴۔ کتاب وجوہ المعانی فی قولہ ﷺ: "من رآنی فی المنام فقد رآنی حقا"، مختصر کتاب تھی جو اس حدیث نبوی کی تشریح کرتی ہے کہ "جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے سچ مچ دیکھا" مقالہ نگار اردو دائرۃ المعارف نے اس کا نام "وجیزۃ المعانی فی قولہ من رآنی فی المنام فقد رآنی" لکھا ہے۔

۱۵۔ کتاب فی الفقہ.

۱۶۔ مجموع فی الخلاف علی طریق المتاخرین.

۱۷۔ شرح التنبیہ: جو شافعی امام ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی (م۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ کی شرح تھی اور دس بڑے دفاتر میں تھی۔

۱۸۔ نکت کبری: چار بڑے دفتر میں سمائی تھی اور جس میں عمدہ مباحث تھے۔

۱۹۔ نکت صغریٰ: صرف ایک جلد میں نامکمل رہ گئی۔ بحث صرف کتاب الوکالۃ تک ہو سکی تھی۔

۲۰۔ کتاب مختصر التنبیہ الاکبر: ایک جلد میں کتاب التنبیہ کی تلخیص تھی۔

۲۱۔ کتاب مختصر الاصغر: جو صرف چار کاپیوں (کراریس) میں تھی۔

۲۲۔ کتاب المسلک النبیہ فی تلخیص التنبیہ: کتاب التنبیہ کی تلخیص تھی۔

۲۳۔ کتاب تحریر التنبیہ لکل طالب بنیہ: درسی کتاب تھی اور کتاب تنبیہ کی تلخیص تھی۔ غالباً ۲۳-۲۲ دونوں ۲۱-۲۰ ہی تھیں جیسا کہ ابن تغری بردی نے اشارہ اور حاجی خلیفہ اور المنہل الصافی کے مرتبین نے تصریح کی ہے۔

۲۴۔ کتاب مختصر المہذب: امام شافعیہ ابواسحاق شیرازی مذکور کی دوسری کتاب کی تلخیص تھی اور دو جلدوں میں تھی۔

۲۵۔ کتاب الطراز المذهب فی تلخیص المهذب: بھی تلخیص ہے اور فقہ شافعی کی بہت اہم کتاب ہے۔

۲۶۔ کتاب السیرة النبویه: ابن تغری بردی نے یہی نام دیا ہے مگر ان کی مطبوعہ کتاب بلکہ رسالہ کا نام ”خلاصة الاثر فی احوال سید البشر“ ہے۔

۲۷۔ کتاب صفة حج النبی ﷺ علی اختلاف طرقها و جمیع طبقاتها: جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کی تفصیل دی ہے۔

۲۸۔ کتاب السمط الثمین فی مناقب امهات المومنین: ایک جلد میں تھی۔

۲۹۔ کتاب ذخائر العقبیٰ فی فضائل ذوی القربیٰ: ایک جلد میں اہل بیت کی فضیلت پر تھی۔

۳۰۔ کتاب الریاض النضرة فی فضائل العشرة: دو جلدوں میں عشرۂ مبشرہ صحابہ کرام کے فضائل وسوانح پر ہے، مصر سے یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

۳۱۔ مختصر عوارف المعارف: شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی (م ۶۳۲ھ) کی مشہور عالم کتاب تصوف کی تلخیص ہے۔

ابن تغری بردی نے مذکورہ بالا کتابوں کا ذکر کر کے کہا ہے کہ ان کے علاوہ بھی ان کی بعض تالیفات تھیں۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ نے ان کی بعض تالیفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ مذکورہ بالا سے مشترک ہیں لیکن ان کے نام مختلف بھی ہیں جیسے (۱) المختصر فی الحدیث (۲) کتاب فی فضل مكة (۳) استقصاء البیان فی مسئلة شاذروان (۴) خیر القریٰ فی زیارة ام القریٰ (۵) الاربعین فی الحج (۶) عواطف النصرة فی تفضیل الطواف علی العمرة (۷) صفة حج النبی ﷺ (۸) ان کے علاوہ امهات المومنین ابن سلام کی تلخیص، جامع الاصول پر ایک رسالہ۔ عوارف کی تلخیص اور طراز المذهب کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی باقی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا خاص کر ان کی مطبوعہ کتابوں کا اشارہ مفقود ہے۔

## طریقۂ تالیف

علامہ محب الدین طبری نے تلخیص نگاری میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ ان کا اپنا پسندیدہ ہے اور

اس کا کسی اصول و قاعدہ پر انحصار نہیں ہے۔ انھوں نے یہ ضرور کیا ہے کہ سیرت نبوی کے مختلف مراحل اور واقعات کو چوبیس فصول میں تقسیم کر دیا ہے اور ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ بارہ مآخذ سے انھوں نے اپنا مواد جمع کیا ہے۔ وہ اکثر و بیشتر اپنے مآخذ کا ذکر نہیں کرتے اگر چہ انھوں نے مختلف مقامات پر ابن اسحاق، ابو معشر، موسیٰ بن عقبہ اور الامین العاصمی کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ تمام مآخذ کا حوالہ نہیں ہے۔

بیان واقعات سیرت میں محب طبری نے توازن قائم نہیں رکھا ہے۔ انھوں نے نسب وولادت کے لئے دو فصلیں اور پھر بقیہ احوال کے لئے تیسری فصل قائم کی ہے جس میں مکی واقعات و امور کا زیادہ ذکر ہے اور مدنی واقعات کا سرے سے ذکر نہیں۔ پھر مدنی واقعات کے بیان کے لئے غزوات کی چوتھی فصل قائم کی ہے جو نہ صرف مختصر ہے بلکہ رسالہ کی کمزور ترین فصل بھی ہے۔ انھوں نے غزوات کی صحیح تعداد بھی نہیں بیان کی اور صحیح ترین روایت کو ضعیف بتایا ہے۔ مدنی واقعات میں صرف حج کی اور وفات کی فصول ہیں۔ بقیہ متعلقات سیرت پر فصول ہیں جن میں آپ سے زیادہ دوسروں کا ذکر ہے گر چہ ان کا ذکر آپ کی نسبت مبارکہ سے ہے۔

محب طبری کے رسالہ کی ایک خاص بات یہ ہے اور وہ بھی مکی واقعات کے ضمن میں کہ آپ کی عمر مبارک کے حوالہ سے واقعات و حالات کی توقیت کی ہے۔ توقیت کے ضمن میں ان کا ایک طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ حیات نبوی میں دوشنبہ کے دن کی اہمیت کو خوب اجاگر کرتے ہیں اور وہ بھی احادیث وروایات کے حوالہ سے۔ انھوں نے تقویم قمری کی تاریخیں بھی دی ہیں لیکن ان میں سے بعض میں انھوں نے مشہور عام اور مقبول روایات/تاریخوں سے اختلاف کیا ہے جیسے ولادت نبوی کی صحیح تاریخ آٹھ ربیع الاول قرار دی ہے، بعض دوسری تاریخوں کا بھی انھوں نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

محب طبری اگر چہ محدث اور فقیہ تھے لیکن جوش عقیدت و محبت میں وہ بعض موضوع یا ضعیف روایات بھی قبول کر لیتے ہیں اور قبول ہی نہیں کرتے بلکہ ان کو اپنے مختصر رسالہ میں نسبتاً زیادہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں جیسے والدہ ماجدہ کے زندہ کر کے ایمان لانے کی روایت وغیرہ۔

شمائل، خصائص اور معجزات کی فصول دوسری فصول کے مقابلہ میں بہت زیادہ مفصل اور طویل ہیں۔ ان کے مقابلہ میں سیرت نبوی پر جو فصل لگا کھاتی ہے وہ احوال قبل ہجرت پر ہے۔

حافظ محب الدین طبری نے بعض فصول میں نئی معلومات بھی دی ہیں یا کم از کم زیادہ جمع کر دی ہیں مثلاً ازواج مطہرات کی تعداد ان کے ہاں سب سے زیادہ مذکور ہوئی ہے۔ اس فصل میں طلاق دینے کی روایاتِ محل نظر ہیں اور بعض دوسری ازواج محرمات کا ذکر بھی کمزور روایات کی بنا پر کیا ہے۔ اسی طرح فرزند اکبر حضرت قاسم کے جاہلی نام عبدمناف کا ذکر اگرچہ نیا لگتا ہے مگر ہے صریحاً غلط۔

اس میں شک نہیں کہ انتہائی اختصار کے باوجود ان کا رسالہ قیمتی ہے اور وہ کوزے میں دریا بند کرنے کے مانند ہے، انھوں نے تمام ضروری معلومات کو پچاس صفحہ میں جمع کر دیا ہے۔ یہ ان کے طریقۂ کار کا نتیجہ ہے اور اسلوب کا بھی۔ بایں ہمہ یہ خواہش ابھرتی ہے کہ کاش علامہ موصوف نے متعلقات سیرت سے زیادہ سیرت نبوی کا اصل، واقعات پر اور خاص کر مدنی واقعات پر زور دیا ہوتا ہے۔

# مصادر و مآخذ

ابن تغری بردی (۸۱۲-۷۴ھ) النجوم الزاهرة، ہشتم ۷۴-۵

تحقیق احمد یوسف نجاتی المنهل الصافی، اول ۲۹-۳۲

مطبعہ دار الکتب المصریہ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء

ابن العماد حنبلی شذرات الذهب، پنجم ۶-۴۲۵

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور مقالہ "الطبری (۲)" از ہیفننگ (Heffning)

حاجی خلیفہ، کشف الظنون ۲۰، ۵۵، ۷۹، ۴۶۵، ۴۹۱، ۵۳۷، ۵۷۳، ۷۱۸، ۷۲۷، ۸۲۱، ۱۰۰۲، ۱۰۱۵، ۱۰۷۹، ۱۱۷۸، ۱۲۰۴، ۱۳۱۷، ۱۴۴۵: ۱۴۴۸، ۱۶۱۳، ۱۸۴۳، ۱۸۵۸-۹، ۱۹۱۳، ۲۰۰۰۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| الخزرجی | عقود | گب سیریز | ۳/۴: ۲۷۷ |
| الذہبی | تذكرة الحفاظ | چہارم | ۲۵۵ |
| | مختصر دول الاسلام | دوم | ۱۵۳ |
| سبکی | طبقات الشافعية | پنجم | ۹-۸ |
| الصفدی | الوافي بالوفيات | ششم | ۸-۶۷ |
| کحالہ عمر رضا | معجم المؤلفين | اول | ۹-۲۹۸ |
| یافعی | مرآة الجنان | چہارم | ۵-۲۲۴ |

# محب طبری کی کتاب

## خلاصة السير في احوال سيد البشر

تلخیص نگار امام محب الدین طبری نے سیرت نبوی سے متعلق کم از کم تین کتابیں لکھی تھیں جن میں سے ایک کامل سیرت کا زیر بحث خلاصہ ہے اور باقی دو کا تعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے ہے۔ اس بنا پر وہ نرے تلخیص نگار نہیں رہ جاتے بلکہ سیرت نگاروں کے زمرے میں آجاتے ہیں۔ ان کے شرف کی مزید بات یہ ہے کہ انھوں نے سیرت نبوی سے متعلق مختلف مواد پر بھی قلم اٹھایا تھا جن میں مذکورہ بالا پہلوؤں کے علاوہ عہد نبوی کے بعض اہم افراد و شخصیات کی سوانح و فضائل بھی شامل کیے جا سکتے ہیں کہ وہ سوانح و تذکرہ ہونے کے باوجود بہر حال متعلقات سیرت تھے اور اس لحاظ سے فن سیرت نگاری کو مالا مال کرتے ہیں۔

"خلاصة السير في احوال سيد البشر" ایک مختصر سا رسالہ ہے اور غالباً سب سے پہلے دہلی سے اس کے مدرسہ محمدیہ کے مدرس اور رسالہ محمدیہ کے مدیر مولوی ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم کی مساعی سے دہلی پرنٹنگ پریس ۱۳۴۳ھ میں چھپ کر شائع ہوا۔ یہ نسخہ صرف ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اطلاع ہے کہ اس کے بعض عمدہ محقق و مرتب ایڈیشن عالم اسلام سے شائع ہو چکے ہیں لیکن وہ سر دست دستیاب نہیں ہیں۔

خلاصہ کی دہلی طباعت میں مدیر و ناشر کا ایک مختصر سا دیباچہ ہے جس میں انھوں نے اس کے نسخہ کی فراہمی کے بارے میں بتایا ہے اور دعائے قبولیت کے بعد "ترجمۃ المؤلف" کے عنوان سے علامہ محب الدین طبری کا ایک صفحہ کا سوانحی خاکہ ذہبی کی "تذكرة الحفاظ" اور سبکی کی "طبقات الشافعيه" سے مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ آخری صفحہ پر نسخہ کی طباعت کی تاریخ اور ملنے کا پتہ ہے اور اسی میں یہ حوالہ ہے کہ اس کا ترجمہ بھی کیا گیا تھا جو اس کے معاً بعد شروع ہوتا ہے مگر وہ ہمارے نسخہ میں نہیں ہے۔ مدیر ناشر

نے کتاب کے متن پر کہیں کہیں حواشی بھی لکھے ہیں جو الفاظ کے معانی، تعبیرات کی تشریح، نحوی صرفی تصریح، احادیث کی تخریج، نئی معلومات یا دوسری روایات وغیرہ سے متعلق ہیں اور کافی مختصر ہیں۔

متن کتاب مختصر مقدمۂ مؤلف سے شروع ہوتا ہے جس میں حمد وثنا کے بعد ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر طبری مکی شافعی نے اپنے مختصر کی تاریخ و مقام تالیف یوں لکھی ہے کہ مسجد حرام میں کعبہ معظمہ کے سامنے اپنے راوی کو محرم ۶۸۰ھ میں یہ کتاب بذریعہ قراءت عطا کی اور کتاب مختصر کے موضوعات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب وولادت اور بعض حالات غزوات وسوانح، حج، عمروں، اسماء وصفات، مکارم اخلاق ومعجزات اور تذکرۂ ازواج مطہرات واولاد ذکور واناث اور ذکر اعمام وعمات، خدام، مویشی واسلحہ اور اثاث ولباس اور وفات کو مختصر مختصر بارہ مآخذ سے جمع کر دیا ہے اور اس کا نام لکھا ہے اور اس کو چوبیس فصول پر مشتمل بتایا ہے (۵)۔

فصل اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک پر ہے جو آپ کی کنیت گرامی اور نام سامی سے شروع ہو کر آدم علیہ السلام تک لے جایا گیا ہے اور صراحت کی گئی ہے کہ عدنان تک اس پر اتفاق علماء ہے اور اس کے بعد اختلاف ہے تاہم یہ سب کے نزدیک متفق ہے کہ وہ نسل اسماعیلی میں ہے اور پھر قریش کو اولاد نضر کہہ کر بقیہ روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر والدہ ماجدہ کا نسب کلاب تک بیان کر کے اپنی روایات وسند سے یہ عجیب وغریب حدیث بیان کی ہے کہ حضرت آمنہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر وفات کے بعد زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائیں لیکن اس روایت کا خاتمہ ''واللہ اعلم'' کے سکہ بند فقرے پر کیا ہے جس سے اس کی ''کمزوری'' یا ''موضوعیت'' کا اظہار ہوتا ہے (۶-۵)۔

فصل دوم آپ کی ولادت کی تاریخوں کے بارے میں ہے کہ مکہ میں عام الفیل والی روایت صحیح ہے اور اسی طرح دوشنبہ ماہ ربیع الاول پر اتفاق بیان کر کے دو، آٹھ، بارہ، اور بلا تعیین وغیرہ تاریخیں بیان کر کے رمضان کی تاریخوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن آٹھ شوال کو زیادہ تر علماء کے نزدیک صحیح قرار دے کر آپ کے حمل مبارک کے وقت ومقام اور وقت ولادت ایوان کسریٰ وغیرہ سے متعلق معجزات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (۷-۶) اس میں بارہ رمضان کے سلسلہ میں ایک روایت کا حوالہ اہم ہے۔

فصل سوم میں آپ کے احوال وسوانح کا ذکر مختصر ہے جس میں دادا کی کفالت، حضرت حلیمہ کی رضاعت اور اس سے متعلق معجزات، معجزۂ شق صدر، وقت ولادت کے معجزات بزبان والدہ ماجدہ کا

بہت مفصل ذکر ہے (۸-۷)۔ پھر ثُوبیہ کی رضاعت اور ان کے ذریعہ حضرات حمزہ وابوسلمہ مخزومی کی رضائی اخوت نبوی، حضرت ام ایمن حبشیہ کی دایہ گیری اور حضرت زید بن حارثہ سے ان کی شادی اور حضرت اسامہ کی ولادت، وفات عبداللہ در سفر مدینہ قبل ولادت اور اس کی دوسری تاریخیں، چھ سال کی عمر میں وفات والدہ اور آٹھ سال دو ماہ اور دس ایام کی عمر میں وفات جدامجد، بارہ سال کی عمر میں سفر شام چچا ابوطالب کے ساتھ اور واقعہ بحیرا راہب، دوسرا سفر شام درمعیت میسرہ برائے تجارت حضرت خدیجہ، راہب سے ملاقات اور معجزات سفر، میسرہ کی تعریف پر حضرت خدیجہ کا پیغام اور شادی، خویلد بن اسد کی موجودگی میں اور ابوطالب کا خطبہ نکاح کا متن، نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال دو ماہ اور دس دن، اور حضرت خدیجہ کی اٹھائیس سال، بارہ اوقیہ سونا مہر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ کی ازدواجی زندگی کی مدت، ان کی وفات کے وقت آپ کی عمر انچاس سال اور آٹھ ماہ اور ان کی مہر ووفا کا ذکر ہے۔ پھر اولین چار مسلمانوں کا ذکر ہے ان کے طبقات کے لحاظ سے۔ پینتیس سال کی عمر میں تعمیر کعبہ میں آپ کی شرکت، چالیس سال میں بعثت، تنزیل قرآن کا واقعہ، حضرت خدیجہ کی تسلی اور اس کے الفاظ، حضرت ورقہ بن نوفل سے ملاقات اور ان کی تصدیق اور جلد وفات، فترۂ وحی اور اس کے سبب ارادۂ نبوی، امر نبوت کی تکمیل کے بعد حجر وشجر کی تسلیم، تاریخ نبوت دو شنبہ آٹھ ربیع الاول، تبلیغ ورسالت، قریش کی مخالفت اور محاصرۂ شعب ابی طالب، محاصرہ کے خاتمہ پر عمر شریف، وفات ابوطالب وخدیجہ اور ان کی تاریخ، پچاس سال تین ماہ کی عمر میں نصیبین کے جنات کی آمد اور قبول اسلام، اکیاون سال اور نو ماہ میں اسرا، شق صدر اور معراج میں ملاقات انبیاء، نماز پنجگانہ کی فرضیت، ترپن سال میں ہجرت مدینہ اور تاریخ ہجرت دوشنبہ آٹھ ربیع الاول اور دوشنبہ کو قدوم مدینہ، مکہ میں تیرہ سالہ قیام نبوی، اور عکاظ ومجنہ میں مواسم حج میں قبائل عرب سے ملاقات، مدینہ میں اسلام کی اشاعت، قبلہ اور تحویل قبلہ، ہجرت نبوی کے سفر میں حضرت ابوبکر صدیق وغیرہ کی معیت وخدمت، سراقہ کا تعاقب، ام معبد خزاعیہ سے ملاقات کا واقعہ اور چھ شعر وغیرہ، جس میں سفر ہجرت کے واقعات زیادہ مفصل ہیں، بیان ہوئے ہیں (۱۴-۷)۔

فصل چہارم غزوات کے لئے ہے جن میں سے بائیس کو مشہور کہا ہے اور وہ ان ۱۔ ابواء، ۲۔ بواط (کا بغیر نام لئے) ۳۔ عسفان یا بدر اول (بلا نام) ۴۔ غزوۂ بدر، ۵۔ بنی قینقاع، ۶۔ سویق، ۷۔ بنی

سلیم، کدر، ۸۔ذی امر، ۹۔احد، ۱۰۔بنی النضیر، ۱۱۔ذات الرقاع، ۱۲۔دومۃ الجندل، ۱۳۔بنی المصطلق، ۱۴۔خندق، ۱۵۔بنی قریظہ، ۱۶۔بنی لحیان، ۱۷۔غابہ، ۱۸۔خیبر، ۱۹۔فتح مکہ، ۲۰۔حنین، ۲۱۔طائف اور ۲۲۔تبوک اور غزوات کے سلسلہ میں حضرت زید بن ارقم کی روایت جس سے انیس غزوات کی تعداد معلوم ہوتی ہے، ابن اسحٰق، ابو معشر اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کے حوالہ سے پچیس کی تعداد اور ستائیس کا ذکر "قیل" کے ذریعہ اور سرایا کی پچاس یا اس کے قریب۔تعداد اور سات غزوات کا حوالہ جن میں قتال ہوا۔ یہ بیان خاصا مختصر ہے البتہ اس میں بعض دوسرے واقعات کا حوالہ بھی ہے (۱۵-۱۴) جیسے صلح حدیبیہ، حج درامارت عتاب بن اسید، حج درامارت ابی بکر صدیق۔

پانچویں فصل آپ کے ایک حج - حجۃ الوداع - حج کی فرضیت کی تاریخ ۶ھ، حج امارت عتاب بن اسید، حج ابی بکر صدیق، اعلان براءت از حضرت علی، حجۃ الوداع کا مفصل بیان معہ مناسک اور آپ کے چار عمروں کے نسبتاً مفصل ذکر کے لئے خاص ہے (۱۸-۱۵)۔

چھٹی فصل آپ کے اسماء مبارکہ: محمد، احمد، ماحی، حاشر، عاقب، مقفّی، نبی التوبہ وغیرہ اور ان کی مختصر تشریح کے لئے وقف ہے (۱۸)۔

ساتویں فصل میں آپ کا حلیۂ مبارک اور جسمانی شمائل کا ذکر معہ بعض احادیث وروایات اور اشعار کے ہے (۲۰-۱۸)۔

آٹھویں فصل میں آپ کی معنوی صفات، اخلاق، حسن معاشرت، اصحاب کرام کے ساتھ معاشرت، جلوس وقیام، نیندو بیداری، کلام ومذاق، ہنسنے بولنے، کھانے پینے، لباس، طب وعلاج، زیب وآرائش، مسواک وفصد اور مزاح کا ذکر ہے۔ اس میں حضرت عائشہ حضرت علی کے بیانات، احادیث نبوی، روایات وآثار، حضرات انس وغیرہ خدام کے مشاہدات اور خود محب طبری کے بیانات کے ذریعہ آپ کی زندگی اور معاشرت کے مختلف پہلوؤں کو خوبی کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے اور خاتمہ الامین العاصمی کے اشعار وصلوٰۃ پر کیا ہے (۲۹-۲۰)۔

نویں فصل آپ کے معجزات کے بارے میں ہے جن کی کثرت کا حوالہ دے کر قرآن کو عظیم ترین معجزہ قرار دیا ہے پھر اس کی تفصیل بیان کرکے آپ کے خصائص، اخبار غیب، شق قمر، غزوۂ حنین میں رمی تراب، معجزۂ غار ثور، ام معبد کی بکری کے تھنوں میں دودھ اترنے، حضرت عمر کے اسلام کی دعائے نبوی

اور مختلف صحابہ کرام کے لئے دعائیں، قحط و وباء کی دوری، شجر و حجر کی تسلیم و تائید نبوت اور متعدد دوسرے معجزات کا بہت مفصل ذکر ہے (۳۶-۲۹)۔

دسویں فصل آپ کی ازواج مطہرات کے لئے وقف ہے جس میں حضرت خدیجہ کا مفصل ذکر ہے، پھر دوسری ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ، حضرت فاطمہ بنت ضحاک، حضرت اساف ہمشیرۂ حضرت دحیہ کلبی وغیرہ دوسری تمام ازواج کا بالترتیب ذکر ہے۔ ان کی کل تعداد اکیس بتائی ہے جن میں سے چھ کو طلاق دی، پانچ نے آپ کے پاس وفات پائی اور گیارہ بیوہ ہوئیں لیکن ایک سے مباشرت نہیں کی، نو کے لئے باری مقرر تھی، خاتمہ ازواج کے مہر پر کیا ہے (۴۰-۳۶)۔

گیارہویں فصل آپ کی اولاد امجاد کے لئے وقف ہے اور بہت مختصر ہے اور اس میں آپ کے فرزند اکبر کا عبد مناف (جاہلی نام) اور اسلامی نام القاسم بتایا ہے، دوسرے عبداللہ تھے جن کے القاب طیب و طاہر تھے۔ پھر بنات اربعہ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ کا نام لے کر ابن اسحاق کے حوالہ سے کہا ہے کہ ان کی ولادت اسلام سے پہلے ہوئی اور فرزندوں کی وفات رضاعت کے زمانے میں اسلام سے قبل ہو گئی۔ بنات مطہرات اور حضرت ابراہیم کے بارے میں مختصر معلومات دی ہیں (۴۱-۴۰)۔

بارہویں فصل آپ کی بنات طاہرات کی شادی، ان کے شوہروں اور اولادوں کے بارے میں ہے اور ترتیب وار حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع عبدشمسی اور ان کی شادی کے واقعہ اور ان کی اولاد -علی اور امامہ- حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور ان کی شادی اور ان کی اولاد امجاد- حضرات حسن حسین اور محسن اور رقیہ، زینب اور ام کلثوم- اور ان کی وفات اور شادی وغیرہ کا مختصراً ذکر کر کے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم سے حضرت عثمان کی شادی اور ان کی اولاد وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۴۲-۴۱)۔

تیرہویں فصل میں آپ کے گیارہ چچاؤں کا ترتیب وار ذکر ہے اور ان میں سے صرف دو حضرات حمزہ و عباس کے اسلام لانے کی تصریح ہے۔ چچاؤں میں ترتیب یہ ہے: حارث، قثم، زبیر، حمزہ، العباس، ابوطالب، ابولہب، عبدالکعبہ، حجل، ضرار، غیداق، جن میں غیداق کا مختصر ذکر ہے اور ان سے پہلے کے تین بزرگوں کے صرف نام ذکر کئے ہیں۔ اس کے بعد اسی طرح چھ پھوپھیوں -صفیہ، عاتکہ، اروی، امیمہ، برہ اور ام حکیم- کا مختصر ذکر ان کے اسلام، شوہر اور بعض اولاد کے ساتھ کیا ہے (۴۴-۴۲)۔

چودھویں فصل میں آپ کے موالی کا ذکر ہے جن کی تعداد اکتیس بتا کر ان کے اسماء گرامی اور بعض حالات نقل کئے ہیں۔ ترتیب یہ ہے: حضرات زید بن حارثہ، اسامہ، ثوبان، ابوکبشہ، انیشہ، شقران، رباح، نوبی، ابورافع، ابومویہبہ، فضالہ، رافع، مدعم، کرکرہ، زید، عبید، طہمان، مابورقبطی، واقد، ابوواقد، ہشام، ابوضمیرہ، حنین، عسیب، ابوعبید، سفینہ، ابوہند، انجشہ، ابولبابہ، رویفع - ان کے بعد سات باندیوں کا ذکر ہے: سلمیٰ، برکہ، ماریہ، ریحانہ، میمونہ، خضرہ، رضویٰ - ان میں سے بعض کے صرف نام مذکور ہیں بعض کے بارے میں چند کلمات ہیں (۴۶-۴۴)۔

پندرہویں مختصر فصل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ آزاد خدام کا ذکر ہے۔ وہ ترتیب وار ہیں: حضرات انس، ہند، اسماء، ربیعہ، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر جہنی، بلال، سعد، ذومخمر، بکیر اور ابوذر غفاری۔ ان میں سے کئی کے بارے میں چند کلماتِ تعارف ہیں بقیہ کے صرف نام ہیں (۴۶)۔

سولہویں فصل بھی مختصر ہے اور غزوات میں آپ کی حفاظت کرنے والوں کے اسماء گرامی اور ان کے مقام خدمات کے بارے میں ہے۔ ان کی تعداد آٹھ تھی جیسے سعد بن معاذ، ذکوان بن عبداللہ، محمد بن مسلمہ، زبیر بن عوام، عباد بن بشر، سعد بن ابی وقاص، ابوایوب انصاری اور بلال (۷-۴۶)۔

سترہویں فصل آپ کے گیارہ سفراء کرام کے لے خاص ہے: عمرو بن امیہ ضمری، دحیہ بن خلیفہ، عبداللہ بن حذافہ سہمی، حاطب بن ابی بلتعہ، عمرو بن العاص، سلیط بن عمرو، شجاع بن وہب، مہاجر بن ابی امیہ مخزومی، العلاء بن الحضرمی، ابوموسیٰ الاشعری، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور ان کے منازل کا ذکر ہے (۸-۴۷)

اٹھارہویں فصل میں آپ کے تیرہ کاتبوں کا ذکر ہے: حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس، خالد بن سعید، حنظلہ بن ربیع، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ جن میں سے حضرات زید بن ثابت اور معاویہ بن ابی سفیان کو سب سے زیادہ پابند اور خاص کہا ہے رضی اللہ عنہم (۴۹)۔

انیسویں فصل آپ کے بارہ منتخب رفقاء کرام کا ذکر کرتی ہے جو حضرات ابوبکر، عمر، علی، حمزہ، جعفر، ابوذر، مقداد، سلمان، حذیفہ، ابن مسعود، عمار اور بلال پر مشتمل تھے اور تیرہواں حضرت عثمان کو بھی بتایا ہے اور اسی میں آپ کے سامنے مجرموں کی گردن مارنے والے پانچ حضرات کا ذکر ہے (۴۸)۔

بیسویں فصل آپ کی سواری کے جانوروں کا بیان کرتی ہے جس میں پہلے دس گھوڑوں کے نام ہیں: السکب، المرتجز، لزاز، اللحیف، الظرب، الورد، الضرمر، ملاوح، سجۃ، البحر اوران کے حصول کے ذرائع کا ذکر بھی ہے، اور ایک خچر (بغلۃ) دلدل نامی کا ہے، دوسرے خچر فضہ کا الگ ذکر ہے اور تیسرے کا نام ایلیہ لکھا ہے اور ایک حمار (گدھا) بھی تھا یعفور نامی (۹-۴۸)۔

اکیسویں فصل میں آپ کے دودھاری جانوروں خاص کر اونٹوں کے نام اوران کی چراگاہوں، ان کے حصول کے ذرائع، ان میں سے بعض کی قیمت، اوران کے دودھ کی کل مقدار کا ذکر کرنے کے علاوہ یہ تصریح بھی ہے کہ ان میں سے کس پر سواری کے وقت وحی کا نزول ہوتا تھا اور کس نے دوڑ میں حصہ لیا تھا۔ اس باب میں اختلاف روایات کا بھی ذکر ہے۔ ان کے علاوہ بکریوں اور بعض دوسرے جانوروں کا بھی ذکر ہے (۵۰-۴۹)۔

بائیسویں فصل آپ کے اسلحہ جات- چار نیزوں (رماح)، ایک حربہ جو بطور علامت عیدین آپ کے سامنے لے جایا جاتا تھا، ایک مجن، ایک مخصرہ، قضیب، چار کمانوں، کافور نامی جعبۃ، ایک تیر کش، ایک عقاب، نو تلواروں، دو زرہوں، ایک خود اور بعض دوسری چیزوں کا ذکر معہ ان کے نام، ذرائع حصول اور مقام استعمال کے متعلق ہے (۵۱-۵۰)۔

تیئسویں فصل آپ کے دو چار لباسوں اور قمیص، ازار، ٹوپی، عمامہ پر مشتمل ملبوسات، گھریلو سامان جیسے بستر، برتن، پیالے، انگوٹھی، چار پائی/تخت، موزوں وغیرہ اور عید کے لباس وغیرہ کا ذکر کرتی ہے (۵۲-۵۱)۔

چوبیسویں اور آخری فصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات اور اس سے متعلق واقعات وامور پر مبنی ہے جیسے آپ کی عمر شریف کے بارے میں مختلف روایات میں صحیح روایت کی تعیین، وقت وتاریخ اور یوم وفات اور دوشنبہ کی اہمیت، بیماری کی ابتداء اور مدت خاص کر نزول سورۂ نصر کے بعد بیماری کی ابتداء، بیماری کی تفصیلات، وفات اور وفات پر صحابہ کرام کا اندوہ، غسل وتکفین، کفن کے کپڑے، غسل دلانے والوں کے اسماء، نماز جنازہ، تدفین کی کیفیات وواقعات، قبر مبارک اور اس کی شکل وساخت، تدفین اور حجرۂ مبارک میں حضرات ابوبکر وعمر کی تدفین اور اسی پر دعائے شفاعت ومغفرت مانگ کر کتاب ختم کی ہے (۵۴-۵۲)۔

# علامہ ابوالفداء اسمٰعیل

(۶۷۲-۷۳۲ھ/۱۲۷۳-۱۳۳۱ء)

جدید عہد اور ہمارے معاصر زمانے میں مدتوں تک سیرت نبوی کا ماخذ مؤرخ جغرافیہ داں ابوالفداء اسماعیل کی مختصر تاریخ البشر رہی جس طرح وہ تاریخ اسلامی کی کتاب متداول رہی تھی۔ اس کا سب سے بڑا سبب دوسرے اور قدیم مآخذ کی عدم دستیابی اور ابوالفداء کی دستیابی تھی۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ مختصر سیرت اور مختصر تر اسلامی تاریخ پیش کرتی تھی اس لئے اس کو ضخیم کتابوں پر ترجیح ملی، ان کے علاوہ بھی متعدد دوسرے اسباب بھی تھے۔ بہر کیف ساتویں، آٹھویں/ تیرہویں چودھویں صدی تک پہنچتے پہنچتے سیرت نگاری کا فن پختہ ہی نہیں بلکہ معلومات کے لحاظ سے اپنی منطقی انتہا کی پہنچ چکا تھا۔ اب اس پر اضافہ کی صورت یہ رہ گئی تھی کہ دوسرے مآخذ سے معلومات کو گوناگوں اور مالا مال بنایا جائے اور دوسری صورت یہ تھی کہ دستیاب مواد کا تجزیہ و تحلیل کر کے کتب سیرت تالیف کی جائیں۔ دوسری کے لئے ابھی تاریخی شعور اتنا بیدار و پختہ نہ تھا لہذا شروح و حواشی کے ذریعہ پہلی صورت اختیار کی گئی۔ تیسرا رجحان جو پیدا ہوا وہ اختصار و تلخیص کا تھا اور ابوالفداء اسماعیل اس کے ایک اہم ترجمان اور نمائندہ مؤلف ہیں۔

## نام و نسب

ابوالفداء کنیت تھی جس سے وہ زیادہ معروف ہوئے ورنہ اسماعیل اصل نام تھا، دوسرا نام الافضل بھی بتایا جاتا ہے۔ سعید انصاری نے نام و نسب یوں لکھا ہے: اسمٰعیل بن علی بن محمود بن محمد بن عمر بن شاہنشاہ بن ایوب۔ دوسرے سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے بھی ان کے والد ماجد کا نام محمود اور لقب الظفر بتایا ہے۔ بقیہ نسب یہ ہے: ابن المنصو رمحمد بن تقی الدین عمر بن شاہنشاہ بن ایوب۔ شاہی گھرانے سے متعلق ہونے کی بنا پر ان کا لقب عماد الدین کے علاوہ الملک المؤید بھی تھا۔ وہ شام کے ایک

امیر و حکمران خاندان کے معزز فرد تھے، وہ دراصل فاتح اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی کے خاندان ایوب سے تھے۔ وہ ان کے "ہم نسب اور خانوادۂ شاہنشاہ بن ایوب کے چشم و چراغ ہیں"۔

## خاندانی پس منظر

ابوالفداء کے مورثین انہیں سلاطین ایوبیہ کے ابن عم اور ان کے نہایت قوی دست و بازو تھے۔ چنانچہ عمر بن شاہنشاہ بن ایوب کو سلطان صلاح الدین نے ان کی خدمات جلیلہ کے عوض فرات سے لیکر شام کے بعض شہروں تک کا علاقہ (جن میں حماۃ بھی شامل تھا) جاگیر کے طور پر عطا کیا تھا۔ عمر کے بعد یہ جاگیر مختلف اوقات میں گھٹتی بڑھتی رہی یہاں تک کہ الملک المظفر تقی الدین محمود (ابوالفداء کے ابن عم) کی وفات پر، جو ۶۹۸ء میں واقع ہوئی، خود حماۃ بھی قبضہ سے نکل گیا"... حماۃ کے نکل جانے سے، جو اس خاندان کا دارالریاسۃ تھا، کچھ دنوں تک یہ گھر حکومت سے بالکل محروم ہو گیا۔

"ابوالفداء کا باپ جس کا نام نورالدین علی اور لقب الملک الفاضل تھا سلطان مصر کی بارگاہ میں بہت مقرب تھا۔ ربیع الآخر ۶۸۸ھ میں جب طرابلس الشام پر فوج کشی ہوئی تو اس میں شریک تھا۔ ذوالقعدۃ ۶۹۲ھ میں سلطان مصر (الملک الاشرف بن قلاوون) کے حکم پر شکار کھیلنے کی غرض سے مصر کیلئے روانہ ہوئے کہ وہ ماہر شکاری تھے اور چیتے کا شکار خوب کھیلتے تھے، سیدھے حلب سے روانہ ہوئے، راستہ میں بیمار ہوئے اور دمشق میں بیماری میں شدت پیدا ہو گئی بالآخر ذوالحجہ ۶۹۲ھ میں وفات ہو گئی اور جنازہ حماۃ لا کر دفن کیا گیا"۔ وفات کے وقت ان کی عمر ستاون برس تھی۔

## ولادت

"الملک الافضل نے تین لڑکے چھوڑے: (۱) اسدالدین عمر (۲) بدرالدین حسن (ابوالفداء سے تین برس بڑا تھا) اور (۳) عماد الدین اسماعیل (ابوالفداء)۔

"جیسا کہ ابوالفداء نے خود تصریح کی ہے اس کا نام اسمٰعیل تھا، جمادی الاولیٰ ۶۷۲ھ میں بمقام دمشق ابن الزنجیلی کے مکان میں پیدا ہوا کیونکہ تاتاریوں کے حملہ کے خوف سے ابوالفداء کا خاندان بھی حماۃ چھوڑ کر دمشق چلا آیا تھا۔ دوسرے مؤرخین نے یہی سنہ ولادت دیا ہے اور عیسوی سنہ میں نومبر ۱۲۷۳ء بیان کیا ہے۔

## تعلیم وتربیت

شاہی خاندان کے فرد ہونے کے ناطے ان کو بہترین تعلیم وتربیت سے زمانہ کے دستور کے مطابق آراستہ کیا گیا۔لیکن اس باب میں تمام تذکرہ نگار خاموش نظر آتے ہیں۔خود ابوالفداء بھی اپنی تعلیم وتربیت کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں بلکہ ولادت کے ذکر کے بعد گیارہ برس کی عمر تک کے واقعات وحالات کی بابت کچھ نہیں بیان کرتے۔بقول سعید انصاری ''چونکہ ابتدا ہی سے قابلیت کے جوہر نمایاں تھے اس لئے اس قلیل زمانہ میں اس نے بہت کچھ سیکھ لیا ہوگا۔بہر حال ۶۸۳ھ سے وہ تاریخ کے صفحات پر پہلی مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔اس زمانہ میں اس کے چچا الملک المنصور کے انتقال کے بعد حماۃ کی حکومت الملک المظفر کوملتی ہے اور بارگاہ سلطانی سے آنے والی خلعتوں میں سے ایک ابوالفداء کو بھی عطا ہوتی ہے''۔

## مراحل زندگی

بنیادی طور سے وہ ایک سپاہی اور سالار تھے اس لئے بچپن ہی سے ان کو فنون جنگ کی نہ صرف تعلیم دی گئی بلکہ مہموں اور معرکوں میں شریک کر کے عملی تربیت بھی دی گئی۔۶۸۴ھ/ ۱۲۸۵ء میں جب ابوالفداء کی عمر محض بارہ سال تھی وہ اپنے والد ماجد ملک مظفر محمود اور اپنے چچازاد بھائی ملک مظفر محمود ثانی امیر حماۃ کے ساتھ قلعہ مرقب (Marget) کے محاصرہ اور تسخیر میں شریک رہے،سعید انصاری نے ابوالفداء کا بیان بھی نقل کیا ہے۔ربیع الآخر ۶۸۸ھ میں طرابلس الشام کے معرکہ میں ابوالفداء اپنے والد ماجد اور ابن عم الملک المظفر والی حماۃ کے ساتھ شریک رہے۔بعد میں صلیبیوں کے خلاف متعدد معرکوں میں بھی ان کو شرکت کی سعادت ملی۔ان میں سے ۶۹۰ھ میں عکا کی مہم میں بطور افسر شرکت کی،۶۹۱ھ میں قلعہ الردم میں شریک ہوئے۔۶۹۲ھ میں والد کے ساتھ مصر کا سفر کیا ہی تھا کہ والد کی بیماری کے سبب اکیلے گئے اور سلطان سے ملاقات کی۔۹۸-۶۹۷ھ میں حموص اور تاتاری معرکہ میں شرکت کی۔

۶۹۸ھ/ ۱۲۹۹ء میں جب حماۃ کی ایوبی حکومت کا خاتمہ ہوا تو امیر ابوالفداء نے نئے مملوک حکام کی ملازمت اختیار کر لی اور ساتھ ہی ساتھ مصر کے مملوک حکمراں ملک ناصر محمد بن قلاوون کی حمایت

وسرپرستی بھی حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھی تاکہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لے سکیں، لیکن جب بازیابی کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں تو انھوں نے ملازمت پر ہی قناعت کر لی اور ان کی چاکری میں ۶۹۸ھ سے ۷۱۰ھ تک بارہ سال کا عرصہ گذارا۔ ان کے بھائی بدرالدین حسن کی جاگیر نہ صرف بحال رہی بلکہ اضافہ بھی ہوا۔ مگر ابوالفداء دوسروں کی مہموں میں شرکت کرتے رہے۔ ۷۰۱ھ میں والی حماۃ کتبغا کے ساتھ بلادسیس کی مہم میں اور ۷۰۲ھ میں تاتاریوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ ۷۰۳ھ میں کتبغا کے انتقال کے بعد سیف الدین قبجق حماۃ کا والی ہوا۔ ابوالفداء نے اس کی تابعداری کی۔ اسی سنہ میں ابوالفداء کی چچی مونسہ خاتون نے انتقال کیا جو نہ صرف دریادل خاتون تھیں بلکہ حماۃ کے ایک مدرسہ خاتونیہ کی بانی بھی تھیں اور اس کے لئے جائداد وقف کی تھی۔ ابوالفداء نے اسی سنہ میں حجاز کا سفر کیا۔

حماۃ کے نظام میں ۷۰۹ھ میں تبدیلی کی گئی اور امیر قبجق کی جگہ حاجی بہادر ظاہری کو والی حماۃ مقرر کیا لیکن جلد ہی اس کو سپہ سالار مقرر کر دیا اور سابق سپہ سالار اسندمر کو حماۃ کا والی بنا دیا حالانکہ ابوالفداء نے اس کے لئے کوشش بھی کی تھی اور سلطان نے وعدہ بھی کر لیا تھا۔ اسندمر سے کچھ اس بنا پر اور کچھ اس کی چالاکیوں کے سبب تعلقات خراب رہے، اس لئے ابوالفداء نے حماۃ چھوڑ کر سلطان کی اجازت سے دمشق میں سکونت اختیار کر لی۔ سلطان نے بطور گذارہ کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسندمر نے مصر کے سفر کے دوران دمشق میں قیام کیا تو تعلقات بحال کرنے چاہے مگر ابوالفداء کے دل سے غبار نہ نکلا۔

## ولایت حماۃ

۷۱۰ھ میں وہ وقت آیا جس کی ابوالفداء کو ایک مدت سے آرزو تھی یعنی ان کو حماۃ کی حکومت عطا ہوئی۔ دوسرے مؤرخین کے مطابق جمادی الاولیٰ کی اٹھارہ تاریخ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۱۳۱۰ء کو وہ روزِ سعید آیا، بقول ابوالفداء ان کو حماۃ کی امارت ایک والی کی حیثیت سے ملی۔ فرمان سلطانی امیر سیف الدین قجلس دمشق لے کر آیا اور ان کے ساتھ ابوالفداء حماۃ روانہ ہوا۔ اسندمر اس تقرری پر ناراض تھا اور آمادۂ پیکار بھی لیکن اس کے غلام سنقر نے اس کو جنگ سے باز رکھا۔ بہرحال ۱۱ برس ۵ ماہ ۲۷ دن کی گردش کے بعد حماۃ کی حکومت پھر ایوبی خاندان میں واپس آئی۔ دلچسپ اتفاق ہے کہ ابوالفداء کی ولادت اور ولایت کا مہینہ ایک ہی ہے۔ بطور شکرانہ ابوالفداء نے مصر کا سفر کیا اور سلطان کی خدمت میں

نذر گذاری اور سابق والی حماۃ اسندمر کے خلاف تادیبی کارروائی کی اور حلب میں اس کو گرفتار کر کے مصر روانہ کر دیا۔ حلب میں وہ محرم ۷۱۱ھ تک مقیم رہے تا آنکہ قراسنقر حلب کا حاکم بن کر آ گیا۔ ابوالفداء نے تب حماۃ کا رخ کیا۔ اسی سنہ میں قراسنقر اور امیر عرب مہنا بن عیسیٰ کی سازش کی سرکوبی میں سلطان مصر کے ساتھ حصہ لیا اور ۷۱۲ھ میں اقواش افرم سپہ سالار کی بغاوت کچلنے میں بھی سلطان کی مدد کی۔ دلچسپ بات ہے کہ بعض روایات کے مطابق اسی امیر عرب مہنا بن عیسیٰ کی سفارش پر ابوالفداء کو والی حماۃ مقرر کیا گیا تھا۔

ابوالفداء نے بطور والی حماۃ متعدد بار مصر کے اسفار کئے۔ ربیع الاول ۷۱۲ھ میں ابوالفداء کو نہ صرف سلطان سے ملاقات کا موقعہ ملا بلکہ بہت سے مخالف عناصر سے نجات بھی ملی کیونکہ حماۃ کے مختلف محکموں کے امیروں کو جو شاہی غلاموں کے طبقہ سے تھے حلب منتقل کر دیا گیا۔ ۱۲ر جمادی الاولیٰ کو شاہی فرمان سے سرفراز ہوئے۔ ۱۷ر رجب کو ابوالفداء نے تاتاریوں کے خلاف رحبہ کی مہم میں شرکت کی۔ سلطان مصر کو بھی ابوالفداء سے بہت محبت و عقیدت تھی چنانچہ ۷۱۳ھ میں جب سلطان دمشق آیا تو ملاقات کے لئے ابوالفداء نے سفر کیا اور متعدد انعامات و تحائف سے سرفراز ہوئے۔ لیکن اسی زمانے میں بعض سازشی امراء کے سبب حماۃ کی ولایت سے معرہ کا علاقہ نکل گیا اور ایسا ابوالفداء کی فرمائش و خواہش پر ہوا، سلطان نے ابوالفداء کو علم بھی عطا کیا جو کسی دوسرے امیر کو حاصل نہ تھا۔ حماۃ واپس آنے کے بعد اسی سال ابوالفداء نے سلطان کے ساتھ مدینہ منورہ کی زیارت کی اور حج کی سعادت حاصل کی۔ ابوالفداء کا یہ دوسرا حج تھا۔ پہلا حج ۷۰۳ھ میں کیا تھا۔ دوسرے حج کے سفر کے دوران سیاسی مصالح بھی تھے، ابوالفداء نے شریف مکہ حمیصہ بن ابونمی کی سرکوبی کی۔ ابوالفداء اواخر جمادی الثانیہ ۷۱۴ھ میں سخت بیمار ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمائی۔ محرم ۷۱۵ھ میں ابوالفداء نے حلب اور ملطیہ کی مہموں میں شرکت کی۔ ملطیہ کے رئیس نے صلح کر لی۔ سلطان نے ابوالفداء کو خلعت سے نوازا اور ابوالفداء نے سلطان کے فرزند کے پیدا ہونے پر ہدیہ پیش کیا۔

۷۱۶ھ میں ابوالفداء نے مصر کا ایک اور سفر کیا۔ سلطان نے اور دوسری عنایات کے علاوہ معرہ کا علاقہ واپس کر دیا اور خلعت سے نوازا۔ ابوالفداء خلیل اور بیت المقدس کی زیارتوں سے بہرہ مند ہوتے ہوئے دمشق اور وہاں سے حماۃ واپس ہوئے۔ مگر ذوالقعدہ میں معرہ کا علاقہ محمد بن عیسیٰ کو دے دیا گیا۔ ۷۱۷ھ میں سلطان کی خدمت میں دمشق نذر بھیجی۔ جمادی الاولیٰ ۷۱۸ھ میں پھر مصر کا سفر کیا۔ ۷۱۹ھ

میں سلطان کے ساتھ تیسرا حج کیا۔ حج سے واپسی پر سلطان امیر کو قاہرہ لے گئے جہاں ۱۷ رمحرم ۷۲۰ھ/ ۲۸ رفروری ۱۳۲۰ء کو سلطان نے نشانات سلطنت اور الملک المؤید کے لقب سے نوازا اور ان کو تمام امرائے وسلاطین شام پر فضیلت و برتری عطا کی۔ امیر الفدا ء نے اپنی اس افضل حیثیت کو تا زندگی قائم ودائم رکھا۔ ۷۲۰ھ میں سلطان نے ابوالفدا ء کے فرزند محمد کو خلعت سے نوازا حالانکہ وہ صرف نو سالہ بچہ تھا۔ جمادی الاولیٰ ۷۲۱ھ میں ابوالفدا ء کی محبوب بیوی فاطمہ بنت الملک المنصور کا انتقال ہوگیا۔

اسی سال سلطان کے ساتھ قلیوب میں شکار کھیلا اور ۷۲۲ھ میں مصر کا ایک اور دورہ کیا پھر ۷۲۴ھ میں اپنے فرزند کے ساتھ مصر کا سفر کیا۔ ۱۶ رجمادی الآخرۃ ۷۲۶ھ میں ابوالفدا ء کے محبوب غلام اور مشیر طیدمر کا انتقال ہوا۔ اسی سال سلطان کے حکم سے مہنا وغیرہ عربوں کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر رحبہ بھیجا جس کی قیادت ان کے بھائی بدرالدین حسن اور بھتیجے محمود بن اسدالدین نے کی، واپسی پر ان دونوں کا انتقال ہوگیا، ابوالفدا ء نے اپنے بھتیجے کو جانشین بنایا اور اس کی سرپرستی کی۔ ۲۸-۷۲۷ھ میں ابوالفدا ء نے مصر کے دو مزید سفر کئے اور سلطان سے انعامات وتحائف پائے۔ اسی دوران فرزند علیل ہوا، وہ تو صحت یاب ہوگیا مگر والدہ کا انتقال ہوگیا جس سے ابوالفدا ء کو سخت صدمہ ہوا، دوسرا صدمہ غلام استبغا فوت کی وفات پر ہوا۔ مصر سے واپسی پر ابوالفدا ء نے بیت المقدس اور خلیل وغیرہ کی زیارت کی۔ ۷۲۹ھ میں رجب میں حلب کا سفر کیا تاکہ مفر سیفی ارغون سے ملاقات کرے اور ذوقعدہ میں ان کا پوتا عمر بن محمد پیدا ہوا۔

امیر ابوالفداء اسماعیل کی صفاتِ حمیدہ میں سوجھ بوجھ، حکمت عملی، دانش وبینش کے علاوہ تواضع وانکسار، حلم وتدبر، جود وسخاوت بھی تھی اور ساتھ ساتھ ہی علم وفضل بھی تھا۔ وہ خود بھی بڑے عالم وفاضل شخص تھے اور علوم وفنون کے مربی اور علماء وفضلاء کے سرپرست بھی تھے، ان صفات کے سبب ہی امیر الفدا ء نہ صرف سلطان کے نورنظر تھے بلکہ نائب السلطنت بھی ان کو پسند کرتے تھے اور عوام میں تو ان کو غیر معمولی شہرت حاصل تھی۔

## وفات

امیر ابوالفدا ء اسماعیل کی وفات ان کے دارالحکومت حماۃ میں ۲۳ رمحرم ۷۳۲ھ/ ۲۷ راکتوبر ۱۳۳۱ء

کو چھیالیس برس کی عمر میں ہوئی اور وہیں وہ مدفون ہوئے۔ان کے بعد ان کے جانشین ان کے فرزند الافضل محمد ملک تنکر نائب السلطنت کی حمایت سے بنے، ان کا لقب الملک الافضل ناصر الدین تھا، اور ابوالفداء کی اولاد میں وہی سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ابوالفداء نے تقریباً بیس برس حماۃ کی ولایت کی۔نیابت کا زمانہ اس کے علاوہ ہے۔

## علوم وفنون

اگرچہ امیر ابوالفداء کی بنیادی تربیت ایک شہزادہ اور حکمراں کی حیثیت سے کی گئی تھی تاہم ان کو ابتداء سے علوم وفنون سے بہت لگاؤ تھا۔ان میں خاص کر ادب، تاریخ اور جغرافیہ ان کے پسندیدہ مضامین تھے۔سیرت نبوی سے ان کو عشق تھا، ان کو دوسرے دینی اور غیر دینی علوم سے بھی کافی دلچسپی رہی تھی۔ ریاضی، اقلیدس، میقات وہیئت، طب ونباتات، فلسفہ ومنطق، عروض، شعروادب کے علاوہ فقہ، اصول، تفسیر بھی ان کے بہت پسندیدہ مضامین تھے اور ان میں ان کو کافی درک تھا۔شیخ جمال الدین اسنوی نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ مصر کے سفر کے دوران ان کی ملاقات شیخ زین الدین بن قونع کے واسطہ سے ہوئی، اس ملاقات میں مشہور طبیب صلاح بن برہان بھی موجود تھے۔مختلف علوم پر بحث ہوئی اور سب میں ابوالفداء نے متاثر کیا لیکن علم طب اور نباتات میں ان کی مہارت پر تو وہ دنگ رہ گئے کہ وہ تمام جڑی بوٹیوں، درختوں اور پودوں کی صفات دالہ، مزاج، پیداوار، علاقوں سے ایسی واقفیت رکھتے تھے جن سے ماہرین علوم بھی عاری تھے۔

## تصانیف

امیر ابوالفداء اسماعیل نے نہ صرف یہ کہ علوم وفنون سے دلچسپی لی اور ان کا مطالعہ کیا بلکہ اپنی سیاسی مصروفیات سے وقت نکال کر خود بھی تالیف وتصنیف کے لئے وقت نکالا اور متعدد کتابیں لکھیں جن میں ان کی مختصر "تاریخ البشر" اور "جغرافیائی تصنیف"، "تقویم البلدان" کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ان کے علاوہ علم فقہ میں ان کی کتاب نظم الحاوی ہے۔تیسری کتاب الکنانیس ہے اور چوتھی کتاب الموازین ہے جو مختصر ہے۔ان میں تقویم البلدان بہت ضخیم اور مفصل ہے۔لیکن بطور مؤلف ان کی زیادہ

شہرت ان کی تاریخ کی بنا پر ہے جس کے کئی نسخے شائع ہوئے، تفصیل کیلئے سعید انصاری کا مضمون ملاحظہ ہو۔ اس کا ایک اردو ترجمہ بھی ۱۸۴۶ء میں ہوا جو کریم الدین نامی شخص نے فورٹ ولیم کالج کے لئے کیا تھا۔ وہ دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ابھی تک غالباً قلمی/مخطوطہ ہی ہے۔ مترجم نے شروع میں دو اوراق میں مؤلف کتاب کا سوانحی خاکہ بھی مختصراً دیا ہے۔ ابوالفداء نے اپنی تصانیف کے بارے میں زیادہ نہیں لکھا ہے۔

دوسرے مؤلفین نے جو تفصیلات دی ہیں ان کے لئے سعید انصاری کا مذکورہ بالا مضمون بہت مفید ہے۔ نظم الحاوی دراصل ابوالفداء کی شرحی نظم ہے جو انھوں نے علامہ نجم الدین عبدالنفاخ قزوینی (م ۶۶۸ھ) کی فقہ شافعی کی کتاب حاوی پر لکھی تھی۔ تاریخ ابوالفداء کا مفصل جائزہ تاریخ کے میدان میں آئے گا۔ حوالہ کے لئے سعید انصاری کا مضمون ملاحظہ ہو۔ یہ کتاب عالمی اسلامی تاریخ نگاری کی نمائندہ ہے اور اولین پیغمبر سے ۷۲۱ھ تک کے واقعات بیان کرتی ہے۔ ابوالفداء نے اسی سنہ تک واقعات لکھے تھے۔ اسی کے بعد جو واقعات وحالات اس میں ملتے ہیں وہ امام زین الدین عمر بن مظفر شافعی المعروف بہ ابن الوردی کے تحریر کردہ ہیں اور ۷۲۹ھ تک ان کا سلسلہ پہنچایا ہے۔ پھر ۷۲۹ھ سے ۷۴۸ھ کے زمانے کے واقعات وحالات قاضی ابوالولید محمد بن شحنہ حنفی (م ۸۱۵ھ) کا نتیجہ فکر ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ امیر موصوف کی بعض اور تصانیف بھی ہوئی ہوں لیکن ان کا پتہ نہیں چل سکا، اس کے بظاہر دو اہم سبب نظر آتے ہیں: اول یہ کہ امیر موصوف خود بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور اپنے کارناموں کے بارے میں سکوت کو ترجیح دیتے تھے، دوم یہ کہ ان کے سوانح نگاروں نے ان کے تذکرہ کی طرف دھیان ہی نہیں دیا اور بہت معمولی تصریحات سے کام لیا حالانکہ وہ اپنے قد وقامت کے لحاظ سے زیادہ مفصل سوانح کے مستحق تھے۔ ان کے سوانحی حالات زیادہ تر ان کی اپنی تحریروں سے ماخوذ ہیں ورنہ چند صفحات بھی نہ لکھے جاسکتے۔

## مقام ومرتبہ

امیر ابوالفداء صحیح معنوں میں صاحب سیف وقلم تھے۔ علمی قابلیت کے لحاظ سے ان کو تمام شاہان اسلام سے افضل مانا گیا ہے۔ ابن تغری بردی نے ان کو المامون کے بعد سب سے زیادہ صاحب قلم

تسلیم کیا ہے اور علماء کے نزدیک بھی ان کے اس جلالت مقام کے مسلم ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ نہ صرف سخی اور صاحب جود تھے بلکہ علم اور علماء کے سرپرست و مربی بھی تھے۔ فوات الوفیات کے مؤلف نے بھی ان کے علم و فضل اور مختلف علوم میں ان کی مہارت اور فطری سخاوت کا ذکر کیا ہے۔

اقلیدس سے اتنا شغف تھا کہ وہ اکثر اوقات ان کی شکلوں کو حل کرنے میں مصروف رہتے تھے اور اس فن میں وہ حماۃ کے قاضی القضاۃ علامہ جمال الدین محمد بن سالم سے استفادہ کرتے رہتے تھے کہ وہ اپنے زمانے کے نادرۂ روزگار تھے۔ علوم دینی کے علاوہ ہیئت و ہندسہ، منطق و فلسفہ اور فلسفۂ تاریخ کے ممتاز عالم تھے۔ عروض میں علامہ جمال الدین کی تصنیف کو، جو ابن حاجب کی منظوم عروض کی شرح تھی، ان سے سبقاً سبقاً پڑھی تھی اور بہت عمدہ شعر بھی کہتے تھے۔ اسماء الرجال میں کتاب الاغانی کے تمام اسماء الرجال کی تصحیح علامہ موصوف سے کی تھی۔ طب کی مہارت اتنی تھی کہ ۶۹۷ھ میں الملک المظفر والی حماۃ کی بیماری میں ان کا علاج کیا تھا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر شفا دی تھی۔

ابوالفداء کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے اوصاف اخلاقیہ اور فضائل حمیدہ سے نوازا تھا۔ اختلاف و تفرقہ سے سخت متنفر تھے اور اتحاد و محبت اور یگانگت کے عظیم داعی تھے۔ اسلام کے حامی، مدافع اور عاشق تھے۔ اپنے تمام امراء، غلاموں اور گھر والوں کے علاوہ عام رعایا سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ خیرات وحسنات بہت کرتے تھے۔ بہت سی خانقاہوں اور مدرسوں کو امداد دیتے تھے۔ علماء وفقہا کو وظائف عطا کرتے تھے۔ ان میں جمال الدین ابن نباتہ کو چھ سو درہم سالانہ دیا کرتے تھے، علامہ موصوف کے خطبات بہت مشہور ہیں۔ وہ بہت مستقل مزاج، شفیق اور وفادار شخص تھے اسی لئے سلطان کی نگاہ میں محبوب و محترم تھے، سیر وشکار کے شائق ضرور تھے لیکن اپنے فرائض سے کبھی غفلت نہیں برتتے تھے۔ نہروں کی صفائی اور راستوں کی دیکھ بھال بھی برابر کرتے رہتے تھے۔

کچھ ذاتی علم و فضل کے سبب اور کچھ اپنے طبعی رجحان کی بنا پر تمام معاصر اہل کمال سے گہرے تعلقات رکھتے تھے۔ مؤرخ ابن خلکان تو ان کے بچپن میں انتقال کر گئے تھے جب ان کی عمر صرف نو سال تھی لیکن دوسرے علماء وفقہاء سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ ان میں یہ حضرات اہل علم شامل تھے: حماۃ کے قاضی القضاۃ جمال الدین شافعی، قاضی علاء الدین قزوینی، علامہ شہاب الدین احمد بن ابی طالب صالحی، قاضی فخر الدین، عثمان کمال الدین حموی، وزیر ابوالقاسم غرناطی، امیر سیف الدین

ارغون الناصری وغیرہ۔ وہ اپنے معاصرین کے تذکرے میں ان کے اوصاف ومحاسن مختصر الفاظ میں بیان کردیتے ہیں اوران کے فضائل کو خوب اجاگر کرتے ہیں۔ انھوں نے کئی اہل علم کی وفات پر مرثیے بھی کہے تھے۔

امیر ابوالفداء کو قرآن مجید سے بھی بہت شغف تھا۔ بہت سا حصہ یاد تھا اور وہ اس کی تلاوت بڑی پابندی سے کرتے تھے۔ دوسرے ارکان واعمال کے بھی پابند تھے۔ صحیح بخاری کی سماعت حجاز میں کی تھی اور ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھا بھی تھا۔ وہ فقہ کے ماہر ہونے کے علاوہ شرعی فیصلے کرتے تھے اور اس موضوع پر بہت سی نایاب کتابیں جمع کی تھیں۔ وہ سچ مچ دیندار اور پابند شریعت شخص تھے۔ انھوں نے اب تک کی معلومات کے مطابق کم از کم تین حج کئے تھے، سعید انصاری اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے صرف دو حج ادا کرنے کا ذکر کیا ہے: ایک ۷۰۳ھ میں، دوسرا ۷۱۳ھ میں۔ لیکن خود امیر موصوف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ سعید انصاری وغیرہ کے بیانات میں بھی موجود ہے، کہ انھوں نے سلطان عالی مقام کے ساتھ ۷۱۹ھ میں ایک اور حج کیا تھا اور بعد اداء حج وہ سلطان کی معیت میں مصر تشریف لے گئے تھے۔ حج اور زیارت مدینہ منورہ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر ابوالفداء کو روضہ اطہر اور مسجد نبوی سے بہت عشق تھا اور اپنے قیام کے دوران انھوں نے قبر شریف کی زیارت وخدمت کی سعادت خوب خوب حاصل کی تھی۔ مکہ مکرمہ میں بھی ان کا قیام خاص کر اولین قیام کافی طویل رہا تھا اور اس دوران انھوں نے عبادت الٰہی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ بلاشبہ وہ قدیم خلفاء اسلام کے مثالی اسوہ کی پیروی کے لئے ممتاز نظر آتے ہیں۔

## طریقۂ تالیف

امیر ابوالفداء کی سیرت نگاری ان کی عالمی اسلامی تاریخ نگاری کا حصہ ہے۔ انھوں نے انسان اور بشر کی اکائی کی تاریخ لکھی ہے اور ابتدائے آفرینش سے ۷۲۱ھ تک کی تاریخ بیان کی ہے۔ سیرت نبوی اس کا ایک اہم اور زریں باب ہے اگرچہ وہ اچانک سلسلۂ تاریخ میں ایک کڑی کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔

ان کی سیرت نگاری کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اختصار نگاری کے رجحان کی آئینہ دار ہے۔ ان کی تاریخ یا سیرت کسی خاص کتاب کی تلخیص یا مختصر نہیں ہے تاہم وہ متعدد مآخذ ومصادر کی

روایات واخبار کی تلخیص پیش کرتی ہے۔اس اعتبار سے وہ ابن عبدالبر، ابن حزم اور محب الدین طبری جیسے مختصر نگاروں کے زمرہ میں شمار ہوتی ہے۔

اختصار و تلخیص کے زمرہ کی کتاب ہونے کے باوجود اس کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ وہ متعدد مآخذ ومصادر کا حوالہ دیتی ہے۔سیرت نبوی کے باب میں غالبًا ایسی کوئی اہم کتاب نہ ہوگی جس کا حوالہ یا ذکر بلاواسطہ نہ ملتا ہو۔ان کے مصادر میں ابن اسحاق/ ابن ہشام، بیہقی، جوانی النسابہ، شیخ ابوعبداللہ الحافظ، مسعودی، ابوحنیفہ، شافعی، قاضی شہاب الدین ابن ابی الدم کی تاریخ خاص طور سے اہم ہیں۔

ظاہر ہے کہ متعدد مصادر ومآخذ کے ذکر کی بنا پر روایات واخبار کا اختلاف بھی آنا ناگزیر ہے۔ امیر ابوالفداء کی سیرت نبوی میں یہ اختلاف تنوع وتضاد جگہ جگہ یا مضمون بہ مضمون نظر آتا ہے۔اس سے روایات واخبار سے ان کی واقفیت تو معلوم ہی ہوتی ہے، سیرت کے مختلف پہلوؤں کی توسیع اور ہمہ گیری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔وہ اکثر وبیشتر ایک موضوع یا مسئلہ پر مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔

اختلاف وفرق یا تضاد کی صورت میں امیر ابوالفداء روایات میں سے کسی نہ کسی کو ترجیح دینے کا اصول بھی اپناتے ہیں۔ وہ کبھی صرف راجح روایت کو بیان کر کے ایسا کرتے ہیں۔کبھی دو یا زیادہ روایات میں سے کسی ایک کو واضح طور سے ترجیح دیتے ہیں کبھی ''قیل'' جیسے دوسرے الفاظ واشاراتِ ترجیح ومرجح سے اپنا انداز فکر پیش کرتے ہیں۔

المختصر فی تاریخ البشر میں مؤلف گرامی نے بسا اوقات مسلمہ یا مشہور روایات کے برعکس کسی دوسری روایت کو ترجیح دی ہے مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اور والد مرحوم کی وفات کے تعلق سے ان کا خیال ہے کہ عمر شریف دو ماہ تھی۔مدفن عبداللہ کے بارے میں بھی یہی طریق اختیار کیا ہے، تاریخ ولادت نبوی، اولین مسلمانان مکہ وغیرہ کے بارے میں ان کی رائے مختلف ہے۔

مؤلف گرامی نے اپنی سیرت نبوی کو عام طریق سیرت کے مطابق مرتب کیا ہے اور اس کی بنا زیادہ تر ابن اسحاق کے منہج پر رکھی ہے۔یعنی تاریخی اور موضوعاتی ترتیب واقعات۔

اس کتابِ سیرت میں بعض ضعیف روایات بھی موجود ہیں خاص کر مبشرات ومعجزات کے بیان میں۔وہ مختلف مقامات پر اشعار بھی لاتے ہیں، امیر موصوف کو چونکہ فقہ سے کافی شغف تھا اس لئے کہیں کہیں وہ فقہی مسائل اور ائمہ کرام کے افکار وخیالات سے بھی تعرض کرتے ہیں، مثلاً شہداء کی نماز جنازہ ہونے یا

نہ ہونے پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی آراء دی ہیں اور اول الذکر کی رائے کو ترجیح دی ہے کہ نماز پڑھی جائے گی جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی اور دوسرے شہداءِ احد کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اسی طرح حج تمتع، افراد و قران پر بحث بھی فقہی نوعیت کی ہے۔

قرونِ وسطیٰ کے دوسرے سیرت نگاروں کی مانند وہ نقد و نظر سے براہ راست کم کام لیتے ہیں لیکن کہیں کہیں وہ نقد کرنے پر مجبور بھی ہو جاتے ہیں مثلاً وہ قتل مرحب کے ضمن میں ابن اسحاق کی تغلیط کرتے ہیں۔

امیر ابوالفداء کی تاریخ و سیرت کی ایک خاص خوبی اس کی خوبصورت زبان اور دلنشیں اسلوب ہے۔ ادبی لحاظ سے وہ مختصرات میں ممتاز مقام کی مالک ہے اور ان خصوصیات کی بنا پر سچ مچ مقبولیت و شہرت کی مستحق ہے۔

# مصادر و مآخذ

ابوالفداء اسماعیل — مختصر تاریخ البشر سے اقتباس ضمیمہ: ۵۱-۴۴۷
نیز مختصر تاریخ البشر کے متعدد صفحات میں سوانحی مواد موجود ہے، ملاحظہ ہو سعید انصاری۔

ابن تغری بردی — النجوم الزاهرة قاہرہ نہم ۱۶،۲۳،۲۴،۳۹،۵۸-۶۲،۷۴،۱۰۰،۹۳،۹۴-۲۹۲

ابن حجر عسقلانی — الدرر الکامنه حیدرآباد ۱۳۴۸ھ، اول ۳۷۳-۳۷۱

احمد آتش — Oriens ۱۹۵۲ء ۴۴

بروکلمان — دوم ۴۶-۴۴، تکملہ ۲/۴۴

الذہبی — تاریخ الاسلام تکملہ

سارٹن جی — انٹروڈکشن ٹو دی ہسٹری آف سائنس
بالٹی مور ۱۹۴۷ء، ۲۰۰، ۳۰۸، ۹۹-۷۹۳

السبکی — طبقات الشافعیه ششم ۸۵-۸۴

سعید انصاری — ابوالفداء، ابوالفداء کے حالات خود ابوالفداء سے، مقالہ معارف اعظم گڈھ مجلد دوم ۱۲، جون ۱۹۱۸ء ۴۵-۳۵، مجلد سوم ۱جولائی ۱۹۱۸ء، ۵۳-۴۱، عدد دوم اگست ۱۹۱۸ء، ۱۰۱-۹۴، عدد سوم ستمبر ۱۹۱۸ء، ۶۳-۱۵۸،

الکتبی — فوات الوفیات قاہرہ ۱۹۵۱ء اول، ۷۰

کریم الدین — مقدمہ اردو ترجمہ تاریخ ابوالفداء، قلمی ۱۱۶ عبدالسلام کلکشن مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، اول ورق ۲-۱

گب، ایچ اے آر، ''ابوالفداء'' مقالہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور

المقریزی — سلوک قاہرہ ۱۹۴۱ء، اول ۹۰-۸۷، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۶۶، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۳۸۔

# ابوالفداء اسمٰعیل کی کتاب المختصر فی اخبار البشر

حکمرانوں کے قلم سے وجود میں آنے والی کتاب سیرت ابوالفداء اسمٰعیل حکمراں حماۃ کی کتاب **المختصر فی اخبار البشر** مستشرقین کی مساعی سے طبع ہوئی اور مغرب میں زیادہ تر مقبول رہی۔ وہ مدتوں سیرت نبوی کی واحد کتاب تھی جو لوگوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کی مقبولیت نے اس کو بار بار طبع ہونے کا موقعہ فراہم کیا۔ ہمارے پیش نظر پیرس کے شاہی مطبع (الطباعۃ الملکیہ) ۱۸۳۷ء کا مطبوعہ نسخہ ہے، جس کے آخر میں کتاب کا فرانسیسی ترجمہ بھی ہے جو A. Noel Des Vergers نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ مع فہرست وضمیمہ وغیرہ کے ایک سو ساٹھ صفحات پر مبنی ہے۔ جبکہ متن کتاب ایک سو بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ابوالفداء کی کتاب اصلاً اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار کی جامع ہے لیکن مذکورہ بالا نسخہ صرف سیرت نبوی پر ہی حاوی ہے اور اسلامی تاریخ کا حصہ نہیں رکھتا۔ کتاب کے سرنامہ کے فوراً بعد متن شروع ہو جاتا ہے اور اس میں ناشرین یا مرتبین کا تیار کردہ عنوان یا فہرست موضوعات نہیں ہے۔

متن کی اولین بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کے خاندان ذیشان کے ذکر خیر سے متعلق ہے، اور اس کا آغاز اچانک "**اما ابو رسول اللہ ﷺ فھو عبداللہ بن عبدالمطلب**" سے ہوتا ہے جیسے اس سے قبل اور کوئی روایت کا حصہ رہا ہو۔ ابوالفداء نے عبداللہ کی تاریخ پیدائش فیل کے واقعہ سے پچیس سال قبل بتائی ہے اور وفات کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ماہ کے ہونے کی روایت کو ترجیح دی ہے اور دوران حمل وفات پانے کی روایت کو لفظ "قیل" سے بیان کیا ہے۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کے مدفن کے بارے میں اسی طرح دار الحارث بن ابراہیم بن سراقہ بن العدوی اور دار النابغہ/ بنو النجار کی دو روایات دی ہیں جن میں سے موخر الذکر قیل کے ساتھ آتی ہے۔ ان کا ترکہ بیان کر کے والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے نام ونسب اور حضرت عبداللہ سے عبدالمطلب کی تجویز و پیغام پر ان کی شادی کا ذکر کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ

دوشنبہ دس ربیع الاول عام الفیل دی ہے اور انوشیروان کی حکومت، دارا پر سکندر کے غلبہ اور بخت نصر کی سلطنت کے حوالہ سے یہ تاریخ بیان کی ہیں۔ مہینہ کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون ومسرور پیدا ہونے، ساتویں دن عقیقہ کرنے، قریش کی دعوت کرنے اور آپ کو نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے موسوم کرنے کی وجہ بیان کرنے کا ذکر کیا ہے (۳-۱)۔ ولادت کے دن کے بعض معجزات ومبشرات کا نسبتاً زیادہ ذکر کیا ہے جس میں ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کے گرنے اور نار فارس کے بجھنے، موبذان کے خواب اور اس کی تعبیر کے لئے ایرانی حکمرانوں کی تلاش وغیرہ شامل ہیں (۵-۳) اور آخر میں حضرت ابن عباس وغیرہ کی روایات بہ سندِ بیہقی آپ کے خاندان کے افضل ہونے کا ذکر ہے (۷-۵)۔

**ذکر نسب رسول اللہ** ﷺ کی سرخی کے تحت ابوالفداء نے آپ کا نسب بیان کیا ہے کہ فصل خامس کے اواخر میں اس کا ذکر اولین آچکا ہے۔ اس میں بیہقی کے علاوہ جوانی نسابہ اور ابوالفداء کے شیخ ابوعبداللہ الحافظ کے اقوال بھی ہیں کہ کتنی پشتیں حضرت ابراہیم تک تھیں اور حضرت ابراہیم تک نسب صحیح روایات میں نہیں ملتا اور صرف عدنان تک معتمد علیہ ہے (۸-۷)۔

چھ سطری بحث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت ثویبہ کا ذکر ہے جس میں حضرت حمزہ اور حضرت ابوسلمہ مخزومی کی رضاعت ثویبہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کی رضاعی اخوت کا ذکر ہے (۹)۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کا ذکر خاص ہے کہ خاص اسی سرخی کے تحت ہے اور نسبتاً مفصل ہے۔ اس میں مدت رضاعت، معجزات دوران رضاعت، شق صدر، رضاعی بھائی بہنوں اور رضاعی والد الحارث بن عبدالعزیٰ، شادی کے بعد حضرت خدیجہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان دونوں رضاعی والدین کی آمد اور ان کے زمانہ قحط میں زوجین شریفین کی اعانت اور دونوں رضاعی والدین کے اسلام کا ذکر کرنے کے بعد (۱۱-۹)، والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے رشتہ داروں کی زیارت کے لئے مدینہ کے سفر کرنے، وہاں بیمار ہونے اور ابواء میں وفات پانے، عبدالمطلب کی کفالت، ابوطالب کی بحیثیت برادر حقیقی عبداللہ کفالت نبوی، ان کے ساتھ سفر شام بعمر تیرہ سال، بحیرا راہب سے ملاقات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی میں سیرت وکردار، الامین کے خطاب سے سرفرازی، چچاؤں کے ساتھ جنگ فجار میں شمولیت بعمر چودہ سال اور اس کے آخری نتیجہ کا ذکر کیا ہے (۱۲-۱۱)۔

تجارت خدیجہ کے لئے دوسرے شامی سفر نبوی کا ذکر الگ عنوان سے کیا ہے جس کے تحت

حضرت خدیجہ کے بلانے اور تجارت میں نفع کمانے اور آپ کی سیرت و کردار کی عظمت دیکھنے کے بعد خود ان کی طرف سے تجویز شادی کرنے اور نکاح، مہر، حضرت خدیجہ کی اولیت، ان کی عمر بوقت چالیس سال اور عمر نبوی پچیس سال، ان کے اسلام لانے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت کی مدت اور ان کی وفات کا ذکر کیا ہے (۱۲-۱۲)۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر نو کے عنوان کے تحت ولایت کعبہ کی مختصر تاریخ بیان کی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کعبہ میں شرکت اور حجر اسود کے نصب کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اسی میں کعبہ کو غلاف چڑھانے کا ذکر بھی ہے خاص کر حجاج بن یوسف کے حوالہ سے کہ وہ اسے دیباج چڑھانے والے اولین شخص تھے (۱۴-۱۳)۔

"ذکر مبعث رسول اللہ ﷺ" کے عنوان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے، تمام اسود واحمر کے لئے رسول بننے، اور تمام گذشتہ شریعتوں کے منسوخ کرنے کا ذکر کر کے نبوت کی ابتداء میں رؤیا صادقہ، خلوت کی محبت، غار حراء کی مجاورت، حضرت جبریل کے ذریعہ اولین وحی کے نزول، پہاڑی پر فرشتہ کے دیدار، حضرت خدیجہ سے بیان واقعہ اور حضرت ورقہ بن نوفل کی ملاقات اور تصدیق کا ذکر ہے۔ اس میں فترہ وحی اور وحی کے تسلسل کا بھی حوالہ آیا ہے اور حضرت خدیجہ کو اولین مسلم قرار دیا ہے اور صحیح کی حدیث نقل کی ہے کہ مردوں میں تو بہت سے کامل ہوئے لیکن عورتوں میں صرف چار کو یہ شرف ملا اور وہ آسیہ زوجہ فرعون، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد علیہن السلام ہیں (۱۶-۱۴)۔

اولین مسلمین کے مبحث میں حضرت خدیجہ کے بلااختلاف اولین مسلم قرار دینے کے بعد دوسرے لوگوں کے بارے میں اہل علم وسیر کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ صاحب السیرۃ اور بہت سے اہل علم نے نو سالہ حضرت علی کو اولین مسلم قرار دیا ہے۔ ابوالفداء نے اسی کے ساتھ حضرت علی کی کفالت نبوی کا واقعہ و پس منظر بیان کیا ہے اور اسلام حضرت جعفر بھی، پھر بقول صاحب السیرۃ حضرت زید بن حارثہ اور پھر حضرت ابوبکر صدیق کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کا مختصر سوانحی خاکہ بھی دیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لانے والوں، دوسرے مسلموں کا ذکر کرنے کے بعد ابوالفداء نے تین سال خفیہ تبلیغ کا حوالہ دے کر علانیہ تبلیغ کے آغاز میں خاندان بنو عبدالمطلب کی دعوت کرنے اور

حضرت علی سے اس کا اہتمام کروانے اور چالیس افراد کے سامنے اسلام پیش کرنے وغیرہ کے واقعات بیان کئے ہیں اور اسی طرح دوسری دعوت نبوی، ابولہب کے کردار اور حضرت علی کو خلیفہ وصی اور برادر قرار دینے والی تقریر نبوی نقل کی ہے۔ اس میں حضرت علی کی تقریر کا بھی ذکر ہے اور قریش کے استہزا کا بھی۔ اس کے بعد قریش کے دشمنان اسلام کا ذکر ہے اور ابوطالب کی مدافعت کے واقعات کا بھی (۲۱-۱۷)۔

ابوالفداء اسمٰعیل نے اسلام حمزہ (۲۲-۲۱)، اسلام عمر بن الخطاب (۲۳-۲۲)، اولین ہجرت حبشہ کے سرخیوں کے تحت ان کے واقعات بیان کئے ہیں اور مختصر بیان کئے ہیں۔ مؤخر الذکر کے تحت دوسری ہجرت حبشہ، تعداد مہاجرین حبشہ، قریشی وفد، قریشی مقاطعہ اور اس کے صحیفہ، شعب ابی طالب کی محصوری، مہاجرین حبشہ کی واپسی کا ذکر بھی کیا ہے (۲۶-۲۳)۔ نقض/منسوخی صحیفہ کے لئے الگ عنوان قائم کیا ہے (۲۶)۔ پھر وفاۃ ابی طالب کے ذکر کے عنوان سے ان کی وفات کا واقعہ مع ان کے قصیدہ کے بعض اشعار کے نقل کیا ہے اور کفر ابوطالب کو مشہور روایت کی بنا پر اور قصیدہ کے حوالہ سے ان کے مسلم ہونے کی روایت کو ترجیح دی ہے اور آخر میں ان کی عمر پچاسی سال (بضعاو ثمانین) بیان کی ہے (۷-۲۶)۔ حضرت خدیجہ کی وفات کی بحث کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کی تعذیب کا خاص ذکر ہے (۲۸)۔ پھر سفر طائف کا ذکر ہے (۹-۲۸)۔

قبائل عرب پر آپ کے اسلام پیش کرنے کا مبحث اگلا ہے جس میں آپ کی دعوت اور ابولہب کی مخالفت کا ذکر ہے (۳-۲۹)، اس کے بعد ابتداء امر الانصار کے تحت اوس وخزرج کے نسلی نسب وغیرہ اور ان کی جنگوں کے مختصر حوالہ کے بعد چھ مدنیوں کے قبول اسلام کا ذکر ہے (۳۰)، پھر اسراء کا ذکر ہے جس میں جسمانی اور روحانی ہونے کی بحث بھی ہے (۳۱)۔ ذکر بیعة العقبہ الاولیٰ کے تحت بیعت نساء، حضرت مصعب کی تقرری اور مدینہ روانگی، حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ ان کی تبلیغی مساعی اور تعلیمی کاوشیں، سرداران اوس وخزرج کے قبول اسلام کا ذکر خاص ہے (۳۴-۳۲)۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں حضرت عباس کی شرکت ومعاونت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ اور بیعت حرب اور ہجرت کے اذن الٰہی کا حوالہ ہے (۳۵-۳۴)۔

ابوالفداء اسمٰعیل نے اگلی بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت نبویہ کے عنوان سے دی ہے جس کا آغاز تاریخ اسلامی کی ابتداء، لفظ تاریخ کی لغوی حیثیت، عہد فاروقی میں سنہ ہجری کے آغاز،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف، اور مختلف تقویموں کے حوالہ سے ہوا ہے پھر قدیم مشہور تاریخوں کے عنوان کے تحت مختلف واقعات وغیرہ کی تاریخیں اوران کے درمیان پائے جانے والے زمانی تفاوت کا ذکر کیا ہے جس کا خاتمہ ولادت نبوی اور ہجرت نبوی کے درمیانی عرصہ اور ہجرت ووفات کی درمیانی مدت کے ذکر پر کیا ہے (۴۱-۳۵) پھر حدیث الهجرة کے نئے عنوان کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے واقعات نقل کئے ہیں جس کا خاتمہ مسجد نبوی اور مکانات نبوی کی تعمیر کے ذکر پر کیا ہے (۴۴-۴۲)۔

قبل ہجرت حضرت عائشہؓ سے آپ کی شادی اوران کی رخصتی اور وفات کے وقت ان کی عمر کا ذکر مختصر ترین فصل میں کیا ہے (۴۵)۔ پھر مواخات کی فصل ہے جس میں برادرانِ اسلامی کے جوڑوں کے علاوہ اولین مولود دین اسلام، ۲ھ میں تحویل قبلہ، فرضیت صیام رمضان اور سریہ نخلہ زیر کمان حضرت عبداللہ بن جحش بروایت کتاب الاشراف المسعودی اور عبداللہ بن زید کی روایت پر آغازِ اذان کا ذکر ہے (۴۶-۴۵)۔

"ذکر غزوة بدر الكبرىٰ" کے عنوان سے اس اہم غزوہ کا ذکر خاصا مفصل ہے (۵۱-۴۷) جس کا خاتمہ حضرت رقیہ کی وفات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے انیس دن کی غیر حاضری پر ہوا ہے۔ غزوة بنی قینقاع من الیهود اگلا مبحث ہے (۵۲-۵۱)، اس کے بعد غزوۃ السویق (۵۲)، غزوۂ قرقرۃ الکدر (۵۳-۵۲) کا بیان ہے اور مؤخر الذکر عنوان کے تحت وفات حضرت عثمان بن مظعون، حضرت فاطمہ کی شادی، واقعہ ذی قار میں ایران کی شکست اور عربوں کی فتح، امیہ بن الصلت کی وفات اور اس کی مختصر سوانح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد و عار کے علاوہ اس کے قصیدہ کے بعض اشعار، ۳ھ میں حضرت حسن کی ولادت اور کعب بن الاشرف کے قتل کا ذکر کیا ہے (۵۴-۵۳)۔ غزوۂ احد کے ذکر کو الگ الگ عنوان سے خاصا مفصل بیان کیا ہے (۵۹-۵۴)۔ جس کا خاتمہ اس فقہی مسئلہ پر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہید کی نماز ہوگی جبکہ حضرت امام شافعی اس کے قائل نہیں۔ ابوالفداء نے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو ترجیح دے کر حضرت حمزہ سمیت تمام شہداء کی تدفین پر بیان کو ختم کیا ہے۔

آخری سرخی کے تحت ۴ھ کے آغاز کا حوالہ دیکر، الگ عنوان سے "غزوۃ الرجیع" کی بحث دی ہے (۶۰-۵۹)۔ پھر "غزوۂ بئر معونہ" (۶۱-۶۰)، اس کے بعد غزوۂ بنی النضیر کی (۶۲-۶۱)، غزوۂ ذات الرقاع

(۶۳-۶۲)، غزوۂ بدر الثانیہ (۶۳) کا ذکر کیا اور اس میں حضرت حسین کی ولادت ۴ھ میں ہونے اور ۵ھ کے شروع کرنے کا ذکر ہے (۶۳)۔ اس کے بعد غزوۃ الخندق/غزوۃ الاحزاب کا باب ہے جس میں واقعات جنگ سے قبل معجزات نبوی کا بھی حوالہ ہے (۶۷-۶۳) اور جس کے ساتھ ہی غزوۂ بنی قریظہ کی سرخی اور بحث ہے (۷۰-۶۷)۔

۶ھ کے واقعات میں ابوالفداء نے غزوۂ بنی لحیان (۷۰)، غزوۂ ذی قرد (۷۰) کا مختصر مختصر ذکر کر کے غزوۂ بنی المصطلق ۶ھ کا ذکر ذرا تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور اس کی دوسری تاریخ ۵ھ کو "قِيْلَ" کے لفظ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے، اس میں مقیس کے واقعہ کا ذکر زیادہ مفصل ہے اور انصار وخزرج کے تصادم کا بھی (۷۳-۷۱)۔ قصہ افک کا ذکر الگ عنوان سے کیا ہے اور مختصر کیا ہے (۷۴-۷۳)۔ اس سے متصل عمرۃ الحدیبیہ کا ذکر ہے جو نسبتاً مفصل ہے (۷۶-۷۴)، بیعت رضوان اور صلح کا ذکر الگ الگ عناوین کے تحت مزید کیا ہے (۷۸-۷۶)۔

۷ھ کے واقعات میں غزوۂ خیبر (۸۲-۷۸) کے ضمن میں ناعم اور قموص کے قلعوں کی فتح کے مختصر ذکر کے بعد حضرت صفیہ سے شادی کا ذکر کر کے قلعہ مصعب، قلعہ وطیح اور قلعہ سلالم کے فتح کرنے کا حوالہ ہے اور زیادہ ذکر حضرت علی کے واقعہ قتلِ مرحب کا کیا ہے اور اسی کو صحیح ترین بیان کہا ہے اور اس کے خلاف ابن اسحاق کی روایت کو غیر صحیح کہہ کر اس پر نقد کیا ہے۔ حضرت علی کی فتح کی دوسری روایت حضرت ابورافع مولی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے مزید نقل کی ہے، خیبر والوں سے صلح، خراج کی رقم، مہاجرین حبشہ کی مدینہ کے واپسی کے سفر میں ملاقات، حضرت ام حبیبہ سے شادی اور یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کے واقعات کا ذکر ہے۔ الگ عنوان سے سلاطین عرب وعجم کے نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین بھیجے جانے کا ذکر کیا ہے جس میں کسریٰ ایران، باذان اوران کے اسلام کا اول ذکر ہے اور نسبتاً مفصل ہے، پھر قیصر روم، مقوقس مصر، حارث غسانی، ہوذہ حنفی، منذر بن ساویٰ کا ذکر ہے (۱۲-۵)۔ اور اس سنہ کے آخری واقعہ کو بطور عمرۃ القضاء کی مختصر بحث ہے (۸۵)۔

۸ھ کے واقعات میں اول حضرات خالد وعمرو وعثمان کے قبول اسلام کی مختصر فصل ہے (۸۶)۔ اس کے بعد غزوۂ موتہ کا باب ہے جس کو ابوالفداء نے مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان اولین غزوہ قرار دیا ہے (۸۶-۷)۔ اس کے بعد صلح حدیبیہ کے توڑنے کی قریشی حرکت کا اسی عنوان سے ذکر کیا

ہے (۸۸-۸۷)۔ اور اس سے متصل فتح مکہ کا باب ہے جو نسبتاً مفصل ہے۔ (۹۲-۸۸)۔ "ذکر هدر الدم" کے تحت ان اشتہاری مجرموں کے قتل یا قبول اسلام کا بیان ہے جو اسلامی قانون کے مجرم تھے (۹۴-۹۲)۔ ابوالفداء نے ان کی تعداد دس (چار عورتیں اور چھ مرد) بتائی ہے۔ سلسلہ غزوات کے اگلے مرحلہ کے بطور بنو خذیمہ کے خلاف حضرت خالد کے غزوہ اور اس کے بعد سریہ/غزوہ حضرت علی کا ذکر کیا ہے (۹۵-۹۴)، اور اس کے بعد غزوۂ حنین کا باب ہے (۹۸-۹۵) جو خاصا مفصل ہے۔

**حصار الطائف** کے تحت طائف کے محاصرہ کے علاوہ اموال غنیمت کی تقسیم، مؤلفۃ القلوب کے حصص، عباس بن مرداس سلمی کے اشعار، انصار کی شکایت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ، ذوالخویصرہ کے اعراض کے سلسلہ میں ابن اسحاق اور ان کے مخالفین کی روایات کا حوالہ، عمرہ نبوی، مکہ پر حضرت عتاب کی تقرری، حج کی امارتِ عتاب بن اسید، ولادت حضرت ابراہیم، وفات حاتم طائی اور اس کی سوانح، حضرت سفانہ بنت حاتم کی آمد کا ذکر ہے اور اسی میں ۹ھ آغاز کے حوالہ کے ساتھ وفود عرب کی مسلسل آمد کا حوالہ ہے مگر طائف کے وفد، کعب بن زہیر کے مدحیہ قصیدہ اور اس کے بدلہ میں بردہ نبوی کی عطا اور اموی اور عباسی خلفاء اور تاتاری حکمرانوں کے اس کے استعمال کا ذکر زیادہ ہے (۱۰۲-۹۸)۔

اگلا مبحث غزوۂ تبوک کا ہے (۶-۱۰۲) پھر حضرت ابوبکر کے حج کا بیان ہے (۷-۱۰۶) جس کے آخر میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت کا ذکر کر کے ۱۰ھ کے آغاز اور اس میں وفود عرب کے مسلسل آنے اور لوگوں کے دین میں داخل ہونے اور اہل یمن اور ملوک یمن کے مسلمان ہونے کا حوالہ ہے (۷-۱۰۶)۔ پھر حضرت علی کو جزیہ و صدقاتِ نجران کی وصول یابی کرنے کی مہم کا مختصر ذکر ہے (۱۰۷) اور اس کے بعد حجۃ الوداع کا باب ہے (۸-۱۰۷) جس میں حج تمتع، حج قران اور حج افراد ہونے کی بحث ہے اور ابوالفداء نے اس کو قران کہا ہے۔ اس کا خاتمہ مدینہ واپسی اور ۱۱ھ کے آغاز پر کیا ہے (۱۰۸)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کے مبحث کا الگ عنوان ہے، اس میں آغازِ مرض، اس کے مراحل، خطبہ نبوی، آخری نماز در مسجد، استغفار برائے اصحاب احد، مرض کی شدت، کتاب کی روایت، ابوبکر کی امامت کا ذکر ہے (۱۱-۱۰۹)۔ وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت آپ کے انتقال پر ملال کا واقعہ، تاریخ، اکثر العرب کے مرتد ہونے، قاضی شہاب الدین بن ابی الدم کی تاریخ کے حوالہ سے آپ کی وفات پر بعض اصحاب کے عقیدہ رجعت، حضرت عباس کی تصدیق وفات نبوی کا

ذکر کیا ہے اور پھر الگ سرخی کے تحت آپ کی تجہیز و تکفین و تدفین کا ذکر ہے (۱۳-۱۱۲)۔ آپ کی عمر شریف اور اس سے متعلق روایات کے اختلاف کا حوالہ الگ عنوان کے تحت کیا ہے (۱۱۳)۔

ابوالفداء اسمٰعیل نے اس کے بعد چند مختصر فصول میں آپ کی سیرت و کردار کا ذکر الگ الگ عنوان سے کیا ہے جیسے ذکر صفته (۱۱۴)، ذکر خلقه (۱۶-۱۱۵)۔ اولین فصل میں ابن ابی الدم کی تاریخ کا حوالہ ہے اور حضرت علی کی صفت نبوی کا بھی، جبکہ دوسری فصل میں آپ کے زہد و تقویٰ کا حوالہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اولاد (۱۱۶)، آپ کی ازواج مطہرات (۱۷-۱۱۶)، آپ کے کاتبین (۱۱۷)، آپ کے اسلحہ جات (۸-۱۱۷)، آپ کے غزوات و سرایا کی تعداد (۱۱۸)، آپ کے صحابہ کرام (۲۰-۱۱۸) پر فصول قائم کی ہیں۔ مؤخر الذکر میں صحابی کی تعریف اور اس سے متعلق حضرت سعید بن المسیب وغیرہ کے آراء و افکار کا ذکر ہے۔ اہل تواریخ کے حوالہ سے صحابہ کرام کے تیرہ طبقاتِ صحابہ بیان کئے ہیں اور آخر میں مختصر ذکر اصحاب صفہ کا ہے اور اسی پر ابوالفداء اسمٰعیل کی سیرتِ نبوی ختم ہوتی ہے۔

# امام نویری

(۷۳۳-۶۷۷ھ/۱۳۳۲-۱۲۷۹ء)

مصر کی زرخیز زمین میں حدیث و سیرت نبوی کے بیج امام لیث بن سعد اور ان کے جانشینوں نے بوئے تھے، وہ تیسری چوتھی/نویں دسویں صدی میں خوب برگ و بار لائے اور بعد کی صدیوں میں اس دیار اسلام میں بعض بہت اہم اور معرکہ آراء کتب سیرت تالیف کی گئی۔ حسب معمول ان مؤلفین گرامی کا تعلق مختلف علمی جولان گاہوں اور گوناگوں میادین تخصص سے تھا۔ ان میں سے کوئی محدث اور ماہر فنون حدیث تھا، کوئی مؤرخ اور متخصص علوم تاریخ تھا۔ کسی کی شناخت ادب و لغت اور دوسرے ادبی علوم تھے اور کسی کی پہچان قضا اور فقہ اور قانون کے فنون تھے۔ اور ان سب میں قدر مشترک یہ تھی کہ وہ مسلم، اسلام کے شیدائی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور سیرت نبویہ کے ماہر تھے، اس لئے انھوں نے اپنے اپنے طرز و انداز پر کتب سیرت لکھیں۔ امام نویری کی شناخت ادبی علوم اور تاریخ تھی اور انھوں نے مصری زریں سلسلہ سیرت نگاری میں اپنے مخصوص انداز سے اضافہ کیا۔

## نام و نسب

ان کے نسب پر کافی اختلاف ملتا ہے۔ ابن حجر، ابن تغری بردی اور الادفومی نے ان کے پردادا وغیرہ کا نام الگ الگ لکھا ہے، ابن حجر کے مطابق امام نویری کا نام تو احمد تھا، مگر لقب شہاب الدین اور ان کی کنیت ابو العباس تھی۔ ان کے والد ماجد کا نام عبدالوہاب تھا اور دادا کا محمد اور پردادا کا عبدالدائم۔ لیکن ابن تغری بردی نے نسب مختلف لکھا ہے: احمد بن عبدالوہاب بن احمد بن عبدالوہاب بن عبادہ البکری.... عبدالوہاب تھا، دادا کا محمد اور پردادا کا عبدالدائم۔ ان کی نسبت نویری بقول ابن تغری بردی نویرہ کی طرف تھی جو مرکز بنی سویف مصر کا ایک گاؤں تھا۔ دائرہ، معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے ان

کی دو مزید نسبتیں البکری اور الکندی بتائی ہیں جو ان کو قبیلہ کندہ اور بکر کا فرد اور جنوبی قبائل کا رکن بتاتی ہیں۔ وہ اصلاً مصری باشندے تھے۔ ان کے والد ماجد سرکاری عہدیدار تھے اور مملوک سلاطین مصر کے زمانے میں مدتوں (۹۹-۶۲۸ھ تک) کاتب رہے اور اس حیثیت سے ان کو مملوک سلطانوں کے دربار میں بہت عزت و توقیر حاصل تھی۔

## ولادت

ان کی تاریخ ولادت پر ان کے تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ وہ ۲۱/ذوقعدہ ۶۷۷ھ/۵/اپریل ۱۲۷۹ء کو مصر کے بالائی علاقے کے القوس نامی مقام پر پیدا ہوئے۔

## تعلیم و تربیت

چونکہ ان کے والد ماجد ایک اہم سرکاری منصب پر فائز تھے اس لئے خاصے مرفہ الحال اور خوشحال ہونے کے علاوہ علم کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ انھوں نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ان کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ حافظ ابن حجر کے بقول نویری نے حدیث کی سماعت شریف موسیٰ بن علی بن ابی طالب، شیخ یعقوب الھذبانی اور خاتون محدثہ بنت المنجا وغیرہ سے کی۔ امکان قوی ہے کہ انھوں نے تعلیم کے حصول اور تخصص کیلئے مصر کے مختلف علمی مراکز سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق نویری نے ادب کا مطالعہ بعد کے زمانے میں غالباً اپنی جوانی اور ملازمت کے زمانے میں کیا تھا۔

## ملازمت

اپنے والد ماجد کی طرح علامہ نویری بھی سرکاری نظم و نسق سے وابستہ ہو گئے اور علمی عہدوں پر مختلف حیثیتوں اور متعدد علاقوں میں فائز رہے۔ پہلے وہ طرابلس الشام میں ناظر الجیش کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد الدقہلیہ اور المرتاجیہ کے مصری صوبوں میں ناظر الدیوان رہے۔

اسی کے ساتھ نویری کو اپنے علمی مشغلہ کتابت اور خوش نویسی سے بھی بہت شغف رہا کہ وہ عمدہ

خوش نویس تھے۔ ممکن ہے کہ خوشنویسی کا کام انھوں نے سرکاری ملازمت سے علیحدگی کے زمانے میں کیا ہو۔ بہر حال ایک روایت ہے کہ وہ اتنے زود نویس تھے کہ دن بھر میں اسی صفحات عمدہ کتابت کے ساتھ لکھ لیا کرتے تھے اور بقول ابن تغری بردی وہ ایک دن میں تین کا پیاں (کراریس) لکھ لیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر کے بقول انھوں نے صحیح بخاری کے آٹھ نسخے لکھے تھے۔ وہ ایک نسخہ لکھتے تھے پھر اس کا مقابلہ وموازنہ کرتے تھے اور اس پر روایات وطباق کو نقل کرتے تھے اور ہر نسخہ ایک ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے۔ انھوں نے اسی طرح اپنی عظیم تاریخ کی بھی کتابت کی اور تیس جلدوں میں اس کو جمع کیا اور اپنے خطی نسخہ کو دو ہزار درہم میں بیچا۔ غالب امکان ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے بعد امام نویری نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کتابت کے مشغلہ سے کیا تھا جو بعد میں غالباً ترک کر دیا تھا، وہ عمدہ جلد ساز بھی تھے۔ اپنی علمی مصروفیات اور غالباً اپنی سرکاری ذمہ داریوں کے سبب شیخ نویری کو ملک ناصر محمد بن قلاوون کا تقرب حاصل تھا اور ان کے بعد ان کے فرزند کو بھی حاصل رہا کہ وہ مملوک سلاطین کے انتظامیہ میں بڑے بڑے مناصب پر ہمیشہ فائز رہے۔ والد اور فرزند کی طرح ملک ناصر نے نویری کو بھی بعض اہم سرکاری امور انجام دینے کے لئے مامور کیا تھا۔ ان کے بعض دوسرے مناصب کے بارے میں معلومات ذرا کم ملتی ہیں اور جو ملتی ہیں وہ خاصی عمومی نوعیت کی ہیں۔

## شخصیت

امام ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ وہ بہت خوبصورت (حسن الشکل) تھے اور اسی کے ساتھ بہت ظریف اور محبت آگیں فطرت والے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے ان کو ایک عرب وقائع نگار اور مملوکی عہد کا مصنف کہا ہے اور مسلکاً شافعی بتایا ہے۔ عمر رضا کحالہ نے مورخ ادیب کے علاوہ علوم کثیرہ کا ماہر (مشارک) قرار دیا ہے۔ اور ان کے کارناموں میں نظم ونثر کی تحریروں کو شمار کیا ہے۔ ابن تغری بردی نے النجوم الزاھرۃ میں ان کو شیخ، امام، مورخ اور فقیہ کہا ہے اور مختلف علوم کا فاضل و ماہر بتایا ہے اور اپنی دوسری کتاب المنھل الصافی میں یہی معلومات تقریباً انھیں الفاظ میں نقل کر دی ہیں۔

## تصانیف

امام نویری کی تصانیف میں سے صرف ایک "نهاية الارب في فنون الادب" کا تذکرہ ملتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تو اس کا نام بھی نہیں لکھا صرف تاریخ حافل کا جامع نام بتا کر بات ختم کر دی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے اس کا نام بھی لکھا ہے اور اس کی بہت تعریف کی ہے۔ ان کے مطابق امام نویری نے اپنی کتاب ملک ناصر کو نذر کی تھی اور غالباً اسی نے ان کو مملوکی دربار میں تقرب بخشا ہوگا۔ نہایۃ الارب مقالہ نگار موصوف کے مطابق نویری کے انتظامی تجربے کا نچوڑ ہے اور وہ ملکی انتظام، سماجی روایات وغیرہ کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتی ہے۔ مؤلف گرامی نے اس کی تالیف میں اپنی عمر عزیز کے بیس قیمتی سال صرف کئے تھے۔ قدیم تاریخ تو مختلف مآخذ سے ماخوذ ہے اور ان مآخذ کے لحاظ سے ہی اس کی قدر و قیمت متعین کی جاسکتی ہے تاہم معاصر تاریخ کے لئے وہ اول درجے کی کتاب ہے۔ کتاب کی جامعیت اور پہلوداری کے سبب مقالہ نگار نے نویری کو القلقشندی اور ابن مماتی جیسے معارف نگاروں کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ نویری نے اپنے خط میں اپنی تالیف لطیف کے چار پانچ نسخے تیار کئے تھے۔ ان میں سے کچھ ہدیہ کر دئے تھے اور کچھ بیچ ڈالے تھے۔ ابن تغری بردی نے اس کا نام "تاریخ النویری" کے علاوہ "منتهى الارب في علم الادب" لکھا ہے۔ ابن تغری بردی نے ان کی تصنیف سے اپنی کتاب النجوم الزاهرة میں کافی مواد نقل کیا ہے جبکہ المنهل الصافي میں اسی مؤلف نے کتاب کا نام "نهاية الارب في علم الادب" لکھا ہے۔

## وفات

امام نویری کا انتقال قاہرہ میں ۲۱ر رمضان ۷۳۳ھ/ ۱۷ر جون ۱۳۳۲ء کو ہوا اور وہیں مدفون ہوئے، اسوقت ان کی عمر صرف ترپن چون سال کی تھی۔ ابن تغری بردی نے ان کو ابناء الخمسین میں شمار کیا ہے۔ لیکن دوسری کتاب میں ان کا سنہ وفات ۷۳۲ھ لکھا ہے۔ ان کی اولاد واہل وغیرہ کا براہ راست کوئی ذکر نہیں ملتا، اردو معارف کے مقالہ کے حوالہ سے ان کے ایک فرزند کا پتہ چلتا ہے جو مملوک سلاطین کے ایک اہم منصب دار تھے۔

## طریقۂ تالیف

امام نوری کی سیرت نبوی کے بنیادی مآخذ ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن سعد کی کتابیں السیرۃ النبویہ اور الطبقات الکبریٰ ہیں۔ ان میں وہ کہیں کہیں امام بیہقی، علامہ دمیاطی، قاضی عیاض، ابن عبدالبر کی روایات سے بھی خاصا استفادہ کرتے ہیں، ان مؤلفین کرام اور ان کی کتب حدیث وسیرت کو ان کے دوسرے درجہ کے مآخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے تیسرے درجہ کے مصادر میں کتب حدیث خاص کر صحاح، زبیر بن بکار، سیرۃ سلیمان تیمی، تفسیر ثعلبی، ابن الجوزی، ابوالفرج اصفہانی وغیرہ کی روایات کو شمار کرنا چاہئے، ان کے بعض اور مراجع بھی ہیں جو اکا دکا جگہ پر آئے ہیں۔ اس اعتبار سے نوری کی سیرت ثانوی نوعیت کی ہے کہ وہ بنیادی مصادر پر پوری طرح سے منحصر ہے۔

بایں ہمہ امام نوری کی سیرت نبوی کی ایک قدر و قیمت مصادر و مراجع کے لحاظ سے یہ ہے کہ وہ بہت سی ایسی روایات جمع کرتی ہے جو عام طور سے ہمیں دستیاب نہیں ہیں، خاص کر حافظ دمیاطی کے اقتباسات اس سلسلہ میں بہت اہم ہیں۔

نہایۃ الارب کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ وہ بہت عمدہ اور منظم انداز سے مرتب کی گئی ہے۔ عام طور سے وہ زمانی ترتیب اور تاریخی نظم کا بہت خیال کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی سلسلہ کلام اور بحث موضوع کو تمام کرنے کی خاطر موضوع زیر بحث میں ان واقعات وروایات کو بھی لے آتے ہیں جو بعد کے زمانے سے متعلق تھے۔

تاریخی ترتیب کے اعتبار سے دوسرے سیرت نگاروں کی مانند نوری نے مکی دور اور تاریخ ماقبل اسلام کو موضوعاتی انداز سے مرتب کیا ہے کہ سنہ وار ترتیب مشکل ہوتی۔ لیکن مدنی دور کے واقعات کو سنہ وار اور موضوعاتی دونوں انداز سے پیش کیا ہے۔ سنہ وار واقعات میں ان کا انفرادی طریقہ کار یہ ہے کہ وہ طبری کے برعکس صرف سماجی، مذہبی اور تمدنی واقعات کو بیان کرتے ہیں جبکہ غزوات وسرایا کو موضوعاتی طریقہ کے تحت پیش کرتے ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اس میں سنہ وار بیانیہ کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں۔ دوسرے ابواب میں ان کا بیان خالص موضوعاتی ہے کہ سنہ وار واقعات کی تعیین کرنا ناممکن ہے۔

مختلف مصادر کے استعمال کے نتیجہ میں امام نوری ہر کتاب سیرت کے معلوماتی خلا کو پُر کرتے

رہتے ہیں۔ان کے اضافات حالانکہ دوسروں سے مستعار ہوتے ہیں لیکن وہ ایک ماخذ کے خلا کو دوسرے ماخذ کی معلومات سے بھرنے کی عمدہ کوشش کرتے ہیں جس سے مصادر کا تقابلی مطالعہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر چہ عام طور سے وہ تنقید وتبصرہ سے زیادہ کام نہیں لیتے لیکن بعض مباحث میں وہ مدلل محاکمہ اور مفصل مقارنہ ضرور کرتے ہیں جیسے غرانیق کے واقعہ اور اس کی روایات پر ان کا نقد وتبصرہ یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سبقت اسلام کے سلسلہ میں ابن اسحاق پر تنقید۔

وہ بعض مشہور روایات کو قبول نہیں کرتے اگر چہ ان کا ذکر ضرور کرتے ہیں اور ان کو مرجوح انداز سے بیان کرتے ہیں اور ان کے بالمقابل کم مشہور یا کم معروف روایت کو ترجیح دیتے ہیں جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت ان کی عمر اٹھائیس سال تسلیم کی ہے اور چالیس سال والی روایت کو (قیل کے) لفظ مرجوح سے بیان کیا ہے۔

بعض معلومات کو پیش کرنے کے سلسلہ میں وہ تجزیہ وتحلیل سے بھی کام لیتے ہیں۔اس کی ایک اہم مثال وفود عرب پر ان کی بحث یا اس بحث کی زمانی تقسیم ہے۔عام سیرت نگار صرف مدنی عہد کے وفود کا اس ضمن میں ذکر کرتے ہیں اور ان کی کوئی توقیت بھی نہیں کرتے۔علامہ نویری نے ان کی نئی اور منفرد توقیت کی ہے کہ ان کے تین ادوار۔مکی عہد، ہجرت وفتح مکہ کے اولین مدنی عہد اور فتح مکہ کے بعد کے دوسرے مدنی عہد۔میں تقسیم کر کے ان کے بارے میں روایات ومعلومات پیش کی ہیں۔

نئی معلومات کے باب میں نویری نے بعض اضافے کئے ہیں جیسے حبشہ میں مہاجرین میں سے وفات پانے والوں کا تذکرہ یا قبائل عرب کے سامنے پیشکش کرنے کے ضمن میں مفروق بن عمرو کے قبول اسلام کا معاملہ وغیرہ۔

مختصر یہ کہ مفصل سیرت نبوی میں امام نویری کی نہایۃ الارب ایک اہم ماخذ ہے اور ثانوی ہونے کے باوجود وہ اپنی بعض مذکورہ اور بعض غیر مذکورہ امتیازات وخصوصیات کے لحاظ سے اہم ہے اور اس سے صرف نظر کرنا محرومی کا باعث ہوگا۔

# مصادر و مآخذ


ابن حبیب (م ۷۷۹ھ/ ۱۳۷۷ء)، درة الاملاک — ایمسٹرڈم ۱۸۴۶ء دوم ۳۵۸

ابن تغری بردی — النجوم الزاهرة — ۹/ ۲۹۹

المنهل الصافی — دار الکتب المصریہ قاہرہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء، اول ۲-۳۶۱ (۱۹۹)

ابن حجر — الدرر الكامنه — حیدرآباد دکن ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء، اول ۲۳۶ (۵۰۶)

ابن کثیر — البداية — ۱۴/ ۱۶۴

ابن الوردی — تاریخ

الادفوی (م ۷۴۸ھ/ ۱۳۴۷ء) — طالع السعید

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، لاہور، النوری مقالہ Lgn Kratschkowsky وادارہ

بروکلمان — دوم ۴۰-۱۳۹ (۱)

زرکلی — الاعلام

حاجی خلیفہ — كشف الظنون — ۱۹۸۵ء

جرجی زیدان — تاریخ آداب اللغة العربية — قاہرہ ۱۹۱۳ء، ۳/ ۶-۲۲۵

سرکیس — معجم — قاہرہ ۱۹۳۰ء، ۸۵-۱۸۸۴ء

سیوطی — حسن المحاضرة

علی مبارک — الخطط التوفيقية — قاہرہ ۱۳۰۶ھ، ۱۷/ ۱۶-۱۵

المقریزی — السلوک

# نویری کی نہایۃ الارب فی فنون الادب

علامہ نویری نے اپنی مشہور زمانہ کتاب نہایۃ الارب کو پانچ فنون کا جامع بنایا تھا۔فن اول آسمان اور آسمانی / علوی آثار سے متعلق ہے، اور زمین اور دوسرے معالم سفلی سے بھی بحث کرتا ہے، دوم انسان اور اس کے متعلقات کو جامع ہے، سوم حیوانات پر مشتمل ہے، چہارم نباتات کے فن میں ہے، اور پنجم تاریخ پر مبنی ہے۔

دارالکتب المصریہ اور اس کے مطبعہ نے اولین چار فنون پر مشتمل ادبی جلدوں کو پندرہ حصوں میں چھاپنے کے بعد تین جلدوں- سولہ، سترہ اور اٹھارہ - پر مشتمل تاریخ کا حصہ چھاپا جس میں آغاز کائنات سے لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کی تاریخ شامل ہے۔درمیان میں انبیائے سابقین اور گذشتہ امتوں اور ان کے سلاطین کی تاریخ بھی بیان کرتی ہے۔اصلاً یہ تینوں جلدیں سیرت نبوی کے ساتھ خاص ہیں۔نویری نے قبل اسلام کی جو تاریخ مرتب کی تھی وہ ان میں شامل نہیں ہے۔ درحقیقت نویری نے غالبًا تاریخی حصہ کتاب کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا تھا جن میں سے اولین چار ماقبل اسلام کی تاریخ بیان کرتی ہیں اور پانچویں قسم کا اولین باب سیرت نبوی کو بہت مفصل و مبسوط انداز میں پیش کرتا ہے جبکہ باقی ابواب اسلامی تاریخ سے متعلق ہیں اور ان کا سلسلہ انیسویں جلد سے شروع ہوتا ہے جو خلفائے راشدین کے عہد مبارک سے متعلق ہے۔

دارالکتب المصریہ کے محققین ومرتبین نے، جن کے سرخیل محمد ابوالفضل ابراہیم ہیں، نویری کی سیرت نبویہ کی تینوں جلدیں-سولہ، سترہ، اٹھارہ- سفر کے عنوان سے قاہرہ سے ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں شائع کیں۔ وہ عمدہ متنی تحقیق کے ساتھ چھپی ہیں، تینوں جلدوں کے متن کے کل صفحات بارہ سو چھبیس ہیں اور ان کے علاوہ فہرست موضوعات، خطا وصواب کی جدول وغیرہ کے صفحات ہیں اور بڑی تقطیع پر

مشتمل ہیں۔ جلد اول میں مدیر دار الکتب المصریہ کے مختصر تعارفی بیان اور مفصل فہرس موضوعات (ا-ن) کے بعد متن کتاب شروع ہوتا ہے جو چار سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے جس کے بعد دو دو صفحات پر مشتمل فہرس المراجع اور خطا وصواب کی جدول ہے۔ جلد دوم/ سفر سابع عشر میں پہلے نو صفحات کی فہرست عنوانات ہے پھر متن کتاب ہے جو تین سو اناسی صفحات تک وسیع ہے اور آخر میں فہرس المراجع ہے (ایک صفحہ)، اس کے بعد استدراک کے عنوان کے تحت ایک شعر کی تصحیح کی ہے اور پھر تین صفحات پر مشتمل صواب وخطا کی جدول دی ہے۔ جلد سوم/ السفر الثامن عشر کے چودہ صفحات کی فہرست موضوعات کے بعد متن آتا ہے جو چار سو چھ صفحات پر مبنی ہے اور اس کے آخر میں مخطوطہ کا ترقیمہ بشمول تاریخ کتابت واسم کاتب ہے۔ پھر مصری دار الکتب کے مصححین کا خاتمہ طبع ہے جس میں خلافت راشدہ کی تاریخ پر مشتمل انیسویں جلد کا ذکر ہے۔

بسملہ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد علامہ نویری نے ''فن خامس کی قسم خامس'' کا عنوان باندھ کر اس کو ملت اسلامیہ کے اخبار سے متعلق بتایا ہے اور اپنے اس مختصر مقدمہ/ پیش لفظ میں واضح کیا ہے کہ دوسرے انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے بعد ملت اسلامیہ کی تخلیق کیوں ہوئی۔ اس کو تمام امتوں پر شاہد عدل، داعی اور خیر امت بتایا ہے اور اس کے فرائض ذکر کئے ہیں۔ اس کے بعد اس قسم کے باب اول کو ''سیرۃ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' سے خاص کیا ہے اور اسی عنوان کے تحت سیرت کی اہمیت وجامعیت ذکر کر کے سیرت نبوی کا آغاز کیا ہے۔

سیرت نبوی کی اولین بحث نسب نبوی سے متعلق ہے جس میں آپ کی کنیت سامی اور نام نامی کے بعد آباء واجداد کا ذکر فہر تک کیا ہے اور انھیں کو ''جماع قریش'' کہا ہے اور تصریح کی ہے کہ فہر سے اوپر کی پیڑھیوں کو قریشی نہیں کہا جاتا اور پھر عدنان تک ان کا سلسلہ دراز کیا ہے۔ ابن عباس کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عدنان سے اوپر نسب نہیں بیان کرتے تھے اور نسابوں کے کذب کا حوالہ دینے کے علاوہ سورۂ فرقان: ۳۸ کے حوالہ سے واضح کیا ہے کہ اوپر کی پیڑھیوں کا علم اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیتا۔ جد امجد معد بن عدنان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر ایک روایت کی بنیاد پر بتایا ہے اور نسب کے بارے میں ابوالبرکات الجوانی ماہر نسب کی تحقیق بیان کر کے اپنے اضافہ کا حوالہ دیا ہے جو بعد میں آباء واجداد کے ضمن میں آئے گا (۴-۱)۔

مرتضیٰ زبیدی نے جوانی کی کتاب/نسب کا نام "المقدمة الفاضلية" بتایا ہے کہ مؤلف نے اس کو قاضی فاضل کے عنوان سے لکھا تھا۔

علامہ نویری نے امہات نبوی کا ذکر ''امہات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے کیا ہے اور اس میں ابن سعد کی طبقات کی روایت ابن الکلبی سے نقل کی ہے اور ابن الکلبی کا یہ بیان بھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو امہات کا ذکر دیکھا اور ان میں سے کسی کو سفاح (زنا) یا اور کسی اور امر جاہلیت میں مبتلا نہیں پایا۔ آخر میں اسی عنوان کی ایک حدیث نبوی بھی نقل کی ہے (۶-۵)۔ پھر آباء واجداد نبوی کا ذکر اوپر کی پیڑھیوں سے شروع کیا ہے اور عدنان، معد بن عدنان، نزار بن معد، مضر بن نزار، الیاس بن مضر، مدرکہ بن الیاس، خزیمہ بن مدرکہ، کنانہ بن خزیمہ، النضر بن کنانہ، مالک بن النضر، فہر بن مالک اور ان کے ضمن میں قریش کی وجہ تسمیہ، اس کے آغاز واطلاق، غالب بن فہر، لوی بن غالب، کعب بن لوی، مرہ بن کعب، کلاب بن مرہ، قصی بن کلاب کا کافی مفصل ذکر مختلف مآخذ جیسے سہیلی، ابن الکلبی، ابن الاثیر جزری، خطابی، زبیر بن بکار وغیرہ ماہرین نسب کے حوالہ سے الگ الگ کیا ہے (۲۲-۶)۔

اگلا مبحث یہ ہے کہ قصی نے بیت اللہ کی ولایت اور مکہ کی تولیت وحکومت خزاعہ سے کس طرح حاصل کی اور اسی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے قصی بن کلاب تک ولایت وتولیت کعبہ کی تاریخ بھی بیان کی ہے۔ اس باب میں ابن اسحاق اور ابن ہشام خاص کر اول الذکر کی مفصل روایات کے علاوہ (۳۰-۲۲) ابن عائذ دمشقی کی مغازی کی ایک روایت بھی نقل کی ہے جو عمدہ اضافہ ہے (۳۱-۳۰)۔ ابن عائذ کی مغازی کے حوالہ سے ہی قصی کی اولاد کا ذکر کیا ہے اور ابن سعد، سہیلی وغیرہ کے بیانات وروایات پر عبد مناف، ہاشم، امیہ اور ان کی رقابت کا ذکر آیا ہے (۳۴-۳۱)۔ "ذكر ولاية هاشم الرفادة والسقاية" کے عنوان کے تحت ابن سعد کی روایت تفصیل سے بیان کرنے کے بعد ان کے برادروں۔ عبد شمس، نوفل ومطلب۔ کا ذکر ان کی اور ابن الاثیر کی روایت کی بنا پر کیا ہے پھر ابن الکلبی کی روایت اولادِ ہاشم کیلئے نقل کی ہے (۳۸-۳۴)۔

"ذكر اخبار عبدالمطلب بن هاشم" کے عنوان کے تحت ان کا ذکر خیر ابن قتیبہ، ابن اسحاق کی روایات اور ان کے سبب تسمیہ وکنیت کے عنوان کے تحت ابن سعد کی طبقات، واقدی کی

روایات وغیرہ کے حوالہ سے بیان کر کے ان کا حلیہ اور کردار بھی بیان کیا ہے پھر زمزم کی کھدائی کیلئے الگ عنوان قائم کیا ہے اور اس کی تفصیلات ابن اسحاق کی مفصل روایت کے حوالہ سے لائے ہیں (۴۸-۳۸)۔ زبیر بن بکار کے بیان کی بنا پر بنوقیس عیلان اور ہذیل وغیرہ کے لئے حضرت عبدالمطلب کی دعائے استسقاء کا ذکر کیا ہے (۵۰-۴۸) اور اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی کا باب ابن سعد کی طبقات اور واقدی کی روایات، ابن اسحاق وابن ہشام پر مبنی ہے (۵۶-۵۰)۔ والدین ماجدین- حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ- کی شادی پر مبنی دوسرا مبحث ہے جو ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن الکلبی، ابن اسحاق وابن ہشام کی روایات کا جامع ہے جبکہ حضرت عبداللہ کو پیشکش کرنیوالی خاتون کا ذکر الگ عنوان سے ابن ہشام اور واقدی کی روایات پر آیا ہے (۶۳-۵۶)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل اور اس سے متعلق معجزات ومبشرات کا ذکر ابن عبدالبر، واقدی، ابن اسحاق، قرطبی، کعب الاحبار، ابن عباس کے حوالہ سے ہے (۶۵-۶۳) جبکہ حضرت عبداللہ کی وفات کا مختصر مبحث ابن سعد، واقدی، کلبی ابن الکلبی، عوانہ بن الحکم، سہیلی اور دولابی کے حوالہ سے کیا ہے (۶۷-۶۶)۔

سیرت نبوی کا اصل باب مولد رسول اللہ ﷺ کے ذکر مبارک سے شروع ہوتا ہے جس میں زبیر بن بکار اور قرطبی کے حوالہ سے مکہ مکرمہ کے اس مکان کی مختصر تاریخ بیان کی جس میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ پھر مختلف تاریخ ہائے ولادت کا ذکر کیا ہے، ان میں دوشنبہ ربیع الاول اور رمضان کے مہینوں کا ذکر ہے، تاریخ میں دو ربیع الاول اور ۱۲ر رمضان کا ذکر ہے۔ حمل اور ولادت کی مدتوں پر نویری کے محاکمہ کا بھی ذکر ہے، ولادت سے متعلق مبشرات ومعجزات کا ذکر حضرت ابن عباس، خطیب ابوبکر بن ثابت، قرطبی اور دوسری روایات کے حوالہ سے ہے (۷۲-۶۷)۔ نویری نے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی اور کنیت سامی کا عنوان باندھ کر اس سے متعلق احادیث نبویہ کے علاوہ قاضی عیاض کی روایت بھی دی ہے اور آیات قرآنی کا بھی ذکر کیا ہے (۷۴-۷۲)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء خاص -محمد اور احمد- سے موسوم کئے جانے، اس کے اشتقاق اور دوسرے عربوں کے موسوم کئے جانے کا ذکر اپنے بیان اور بغدادی محمد بن حبیب، ابن سعد، ابن الاثیر وغیرہ کی روایات کی بنیاد پر کیا ہے اور غالباً یہ سب سے زیادہ مفصل بیان ہے (۷۸-۷۴)۔ اگلی فصل میں آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کے مذکور ہونے کی بحث ہے (۷۹-۷۸)۔ اس کے

بعد ''اماماں امت'' کی زبانوں پر آپ کے اسماء گرامی کے جاری ہونے کا حوالہ ہے (۸۰-۷۹)۔

حسب دستور اگلی بحث کا تعلق آپ کی مراضع، رضاعی بھائی بہنوں، ایام رضاعت کے دوران معجزات اور آپ کے بچپن کے واقعات سے ہے۔ اس میں واقدی کے حوالہ سے ثویبہ، حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کا ذکر کر کے ابن اسحاق کی روایت بابت رضاعت حلیمہ تفصیل کے ساتھ نقل کی ہے۔ واقدی، ابن سعد، ابن اسحاق کی روایات شق صدر، عمر مبارک، والدہ ماجدہ کے پاس واپسی، ورقہ بن نوفل کی تلاش گمشدہ، حضرت حلیمہ کو حضرت آمنہ کی وصیت پرورش اور حضرت ام ایمن کی نگہداشت وغیرہ کے بارے میں نقل کی ہیں (۸۶-۸۰)۔ وفات والدہ ماجدہ کا ذکر واقدی وغیرہ اہل علم کے حوالہ سے کیا ہے جس میں عمرۃ الحدیبیہ کے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعہ زیارت کا بھی حوالہ ہے پھر الگ عنوان کے تحت کفالت عبدالمطلب کا ذکر مع ان کے بعض حالات کے واقدی، ابن سعد، ابن قتیبہ، سہیلی کے حوالہ سے اور ابن عباس کے حوالہ سے کفالت ابی طالب، ابوطالب کے ساتھ سفر شام اور اس کے متعلقات جیسے بحیرا راہب کے واقعہ کا ذکر عام سیرت نگاروں کے حوالہ سے کیا ہے اور آپ کے بکریاں چرانے کا ذکر الگ فصل میں ہے (۹۴-۸۶)۔

''حلف الفضول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت'' اگلی فصل ہے جس میں واقدی کی توقیت کا اول ذکر ہے کہ جنگ فجار سے واپسی کے بعد جب آپ کی عمر شریف بیس سال تھی تو وہ منعقد ہوئی۔ اس میں ابن ہشام، جبیر بن مطعم کی حدیث نبوی اور واقدی کی دو مزید روایات کا ذکر ہے (۹۵-۹۴)۔ اس کے بعد آپ کے دوسرے سفر تجارت جانب شام اور نسطورا راہب کی ملاقات کا ذکر، واقدی کے بیان وروایت سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم بھی ہوتا ہے اور واقدی ہی کی سند پر حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی کی بحث بھی منقول ہے جس میں آپ کے اعمام میں حضرت حمزہ اور ابوطالب کی شرکت کا واضح ذکر ہے۔ اس میں ابوطالب کے خطبہ کے بعض جملوں کے علاوہ خاص بات یہ ہے کہ شادی کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی اور حضرت خدیجہ اٹھائیس سال کی تھیں۔ اور ''قیل'' کی مرجوح روایت میں ان کی عمر چالیس کہی ہے۔ اس میں مہر کے بارے میں دو روایات ہیں، دوسری ابن ہشام کی ہے (۹۸-۹۴)۔

دو مختلف عنوانات کے تحت خانہ کعبہ کی تعمیر میں آپ کی شرکت کا بیان ہے۔ اس میں ابن

اسحاق، ابن ہشام، واقدی خاص کر مؤخر الذکر کی روایات زیادہ تر مروی ہیں (۱۰۵-۹۸)۔ علامہ نوری نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بعثت سے پہلے اور بعد کے ان مبشرات پر فصل قائم کی ہے جو اولین آسمانی کتابوں میں مذکور ہوئی ہیں (۶۸-۱۰۵)۔ اس میں مختلف مآخذ سے روایات کے علاوہ بعض پر محاکمہ اور نقد و تبصرہ بھی ہے۔ ابن اسحاق، بیہقی، ابن ہشام وغیرہ کی روایات بھی ہیں اور آسمانی کتابوں کے علاوہ عرب کاہنوں کی بشارتیں بھی۔ بعض روایات ذیلی عناوین کے تحت بیان کی ہیں خصوصاً آخر میں۔

"ذکر مبعث رسول اللّٰه ﷺ ومابدیٔ به من النبوة" سے آپ کی بعثت اور اس کے بعد کی زندگی کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ آغاز بعثت کے لئے حضرت عائشہ کی حدیث بابت رویائے صادقہ، ابن اسحاق کی روایت بابت تسلیم شجر و حجر اور نزول قرآن کے بارے میں مختلف روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت براء بن عازب کی حدیث بھی شامل ہے۔ خوارزمی کی توقیت کے بعد ابن اسحاق کی مفصل روایت کے علاوہ سلیمان تیمی کی سیرت، امام بخاری کی روایات عائشہ، ابن اسحاق، ابن عبدالبر کی روایات شامل ہیں (۷۵-۱۶۸)۔ اس میں وحی کی مختلف نزولی کیفیات کا بھی بیان ہے۔

فترۂ وحی اور فترہ کے بعد وحی کے نزول پر اگلی بحث ہے جو ابن اسحاق، بخاری، قاضی عیاض کی روایات و تشریحات پر مبنی ہے، خاص کر مؤخر الذکر کی بحث پر (۷۸-۱۷۶)۔ پھر نماز کی فرضیت پر حضرت عائشہ کی حدیث اور ابن اسحاق کی روایت کے علاوہ حضرت ابن عباس کی روایت اوقات کے بارے میں ہے (۷۹-۱۷۸)۔

اگلی بحث میں اولین مومنین کا ذکر ہے۔ اس میں ابن اسحاق، ابن الجوزی، ابوالفرج کی روایات کی بنا پر حضرت خدیجہ کے بعد حضرت ابوبکر کو اول مسلم قرار دیا ہے اور ابن اسحاق پر نقد کیا ہے پھر الگ عنوان کے تحت حضرت علی کے اسلام سے بحث کی ہے اور بعد میں حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر اسلام لانے والے حضرات صحابہ کا ذکر کیا ہے، ان میں حضرت زید کی سوانح بھی شامل ہے اور حضرت ابوبکر کی شخصیت کی سحر انگیزی بھی۔ علامہ نوری نے دوسرے مسلمین مکہ مکرمہ کی فہرست ابن اسحاق سے نقل کی ہے (۹۲-۱۸۰)۔ نوری نے ایک دوسری سرخی کے تحت ان غیر قریشی عربوں کی سبقت اسلام کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق دوسرے قبائل سے تھا جیسے حضرات ابوذر، عمرو بن عبسہ،

عتبہ بن غزوان اور اس میں ان کے بعض سوانحی حالات بھی دیئے ہیں (۹۵-۱۹۲)۔ لوگوں کو عام دعوت نبوی کے تحت ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے جس میں مسلمانان مکہ کے چھپ کروادیوں میں نماز پڑھنے، اعلان حق کرنے، علانیہ تبلیغ کرنے، اہل خاندان کو دعوت دینے، کوہ صفا سے پورے قریش کو اسلام کی طرف بلانے، اسلام کے پھیلنے اور قریشی عداوت کے شروع ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں درمیان میں نویری نے ابن سعد، بیہقی وغیرہ کی بھی بعض روایات دی ہیں (۹۷-۱۹۵)۔

امام نویری نے اگلی سرخی ان دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باندھی ہے جنھوں نے عداوت کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ یہ مختصر بحث اہل سیر کے متفقہ بیان پر مبنی ہے جس کا زیادہ تر مدار ابن سعد پر ہے (صفحہ ۱۹۸)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں قریش کی ابوطالب سے گفتگوئیں (محاورات) کا باب ابن اسحاق کی روایت پر مبنی ہے جس میں سرداران قریش کی گفتگو کے علاوہ نبوی دعوت کے جاری رہنے کا ذکر ہے۔ نویری نے ابوطالب سے قریش کی گفتگو سے متعلق واقدی کی ایک روایت ابن سعد سے نقل کی ہے (۲۰۲-۱۹۸)۔ ابن اسحاق کی روایت قریشی عداوت وتعذیب کے ضمن میں نقل کی ہے جو اگلی متعلقہ بحث ہے۔ اس میں ولید بن مغیرہ کی ملاقات کا واقعہ، آیاتِ قرآنی کا نزول، اسلام کی اطراف عرب میں اشاعت وشہرت اور قریشی عداوت کی نوعیت کا ذکر ہے خاص کر آپ کے ساتھ استہزاء قریش اور آپ کی ''ذبح'' کی دھمکی، آپ کے گلے میں رسی ڈال کر مار ڈالنے کی ناپاک کوشش اور حضرت ابوبکر صدیق کی آپ کی گلوخلاصی کی کوشش میں تعذیب قریش۔ اس ضمن میں وفات ابوطالب کے بعد آپ کو قتل کرنے کی قریشی کوشش اور حضرت ابوبکر کی مساعی کا ذکر حکیم ترمذی کی ''نوادر الاصول'' کی ایک روایت سے کیا ہے اور ابن ہشام کی روایت کی بنیاد پر سخت ترین عذاب کا بیان پیش کیا ہے (۷-۲۰۲)۔

ابن اسحاق کی روایت پر حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے پھر انھیں کی دوسری روایت پر عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ کی قراءتِ نبوی کی سماعت اور اعتراف حق کا ذکر کیا ہے اور اس میں بیہقی کی ایک دو روایات کا اضافہ کیا ہے (۱۳-۲۰۸)۔ اس کے بعد ایک نئی سرخی کے تحت نویری نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریشی اشراف کے اجتماع، مسلمانوں کی قبیلہ وار تعذیب کی روایتِ ابن اسحاق مفصل نقل کی ہے جس کے بعد ابوجہل کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر سے

ہلاک کرنے کا واقعہ ابن اسحاق ہی کی سند پر بیان کیا ہے۔اس میں اراشی تاجر کا واقعہ بھی ابوجہل کے حوالہ سے آیا ہے (۱۹-۲۱۳)۔اگلی بحث نضر بن الحارث کے مشورے اور عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ اس کی مدینہ کے یہودی علماء سے اسلام کے خلاف دلائل حاصل کرنے اور آپ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوالات کرنے سے متعلق ہے اور اس کے آخر میں سورۂ کہف کی متعلقہ آیات کی تشریحِ ابن ہشام مذکور ہے۔اسی کے متصلاً بعد قوم کے سوالات کے جواب میں قرآنی آیات کے نزول اور ان کی تشریح بھی آئی ہے (۲۶-۲۱۹)۔ایک نئے عنوان کے تحت قریشی عناد اور عہود کا ذکر قرآنی آیات کے حوالہ سے مزید کیا ہے (۷-۲۲۶)۔

ابن ہشام کی روایت کی بنیاد پر حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بالجہر قرآن سنانے کا واقعہ مختصراً نقل کر کے ابن اسحاق کی روایت صحابہ کرام کی قریشی تعذیب کے بارے میں نقل کی ہے۔عام مسلمانوں کے علاوہ کمزور مسلمانوں-حضرات بلال، عمار بن یاسر اور ان کے خاندان ذی شان وغیرہ- کی تعذیب کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کمزور کرنے کی ابوجہلی کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے (۳۱-۳۲۷)۔یہ پوری بحث ابن اسحاق کی روایات ہی پر مبنی ہے۔

ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد کی روایات کی بنیاد پر اولین ہجرت حبشہ اور ان کی مکہ واپسی اور اس کے سبب کا ذکر دو الگ الگ عناوین کے تحت نوری نے کیا ہے (۳۵-۲۳۲)۔امام نوری نے غرانیق کے واقعہ کی روایت پر محاکمہ کرنے کے لئے ایک خاص فصل قائم کی ہے اور قاضی عیاض کی شفاء کی پوری بحث نقل کر دی ہے (۴۱-۲۳۵)۔دوسری ہجرت حبشہ اور مہاجرین کرام کا ذکر الگ سرخی کے تحت کیا ہے جس میں ابن عبدالبر، ابن سعد، واقدی، ابن ہشام کی روایات کی بنا پر تمام مہاجرین کا خاندان وار ذکر کیا ہے۔اسی کے بعد ابن ہشام پر حضرت ام سلمہ کی حدیث کا اضافہ کیا ہے جس میں قریشی وفد کی حبشہ روانگی، نجاشی سے ان کی ملاقات اور مسلمانانِ مکہ کی واپسی کا مطالبہ اور حضرت نجاشی کے قبول اسلام کا واقعہ منقول ہے جس میں آخر میں ابن اسحاق کی ایک مختصر روایت ہے (۵۳-۲۴۱)۔

"ذکر اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ" کے عنوان سے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ابن اسحاق اور ابن سعد کی روایات کی بنیاد پر نقل کرنے کے علاوہ اپنا محاکمہ بھی دیا ہے اور بعض دوسری تفصیلات بھی جیسے حضرت عمر نے اپنے چھبیسویں برس میں نبوت کے چھٹے سال

ذوالحجہ میں اسلام قبول کیا (۵۸-۲۵۳)۔

ابن اسحاق وغیرہ متعدد اہل سیر جیسے واقدی، ابن ہشام وغیرہ کی روایات کی بنیاد پر مقاطعہ کے صحیفہ، شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی محصوری اور مقاطعہ کے خاتمہ کا بھی ذکر کیا ہے (۶۲-۲۵۸)۔ اگلی سرخی کے تحت مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی اور مکہ مکرمہ میں ان کے داخلہ اور قیام کی روایات بیان کی ہیں جو زیادہ تر ابن اسحاق کی ہیں اور اسی سے متصل ان مہاجرین حبشہ کا بیان ہے جو غزوۂ خیبر کے زمانے میں جناب نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ بھی ابن اسحاق کی روایت پر مبنی ہے۔ مہاجرین حبشہ میں سے حبشہ میں وفات پانے والوں کی تعداد آٹھ بتا کر ان کا قبیلہ وار ذکر کیا ہے جو زیادہ تر ابن اسحاق پر اور کسی حد تک ابن عبدالبر پر مبنی ہے (۶۸-۲۶۲)۔ ابن ہشام کی روایت ان مشرکین قریش کے بارے میں نقل کی ہے جن کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوا نقل کی ہے اور اس میں ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا ذکر خاص سورۂ لہب کے حوالہ سے ہے۔ اس کے علاوہ عاص بن وائل سہمی، کوثر کی تحقیق، زقوم کی شناخت، نضر بن حارث، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق، ابی بن خلف وغیرہ کے بارے میں آیات قرآنی اور ان کی تشریح نقل کی ہے (۷۵-۲۶۸)۔

حضرت ابوبکر صدیق کا خروج ہجرت، واپسی، ابن الدغنہ کی جوار اور اس کی جوار کی واپسی کا مختصر ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے کرنے کے بعد ابوطالب کی وفات اور اس کے متعلقہ واقعات کا ذکر ابن اسحاق اور ابن سعد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے کیا ہے پھر حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ مختصراً بیان کیا ہے اور اس میں شیخ شرف الدین دمیاطی کی ایک روایت نقل کی ہے اور اگلی بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر طائف سے متعلق ابن اسحاق، ابن سعد وغیرہ سے نقل کی ہے (۸۲-۲۷۵)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسراء و معراج کی حدیث نویری نے قرآنی آیات، صحیح احادیث، ابن سعد، عبدالقادر محمد بن ابی الحسن الصعی کی مختصر السیرۃ، ابوداؤد طیالسی کی مسند، قاضی عیاض کی الشفا سے نقل کرنے کے بعد جسمانی اور روحانی ہونے کے اختلاف ائمہ پر بحث کی ہے اور جمہور سلف کا نقطۂ نظر بیان کیا ہے کہ وہ جسمانی اور جاگتے میں ہوئی تھی۔ اس میں زیادہ تر قاضی عیاض پر انحصار کیا ہے۔ اگلی سرخی کے تحت معراج میں رؤیت باری کے مسئلہ پر بحث احادیث کے علاوہ ابن اسحاق، ماوردی، ابوالفتح الرازی، ابواللیث سمرقندی، عبدالرزاق، ابوالحسن الاشعری، قاضی عیاض خاص کر مؤخر الذکر کے حوالے سے کیا

ہے (۳۰۰-۲۸۲) جس کے خاتمہ پر قریشی انکار اور اسراء و معراج سے ان کے استہزاء کا مختصر ذکر ہے جو امام بیہقی اور یونس بن بکیر کے اضافاتِ ابن اسحاق اور صحیح مسلم سے منقول ہے (۲-۳۰۰)۔

مواسم عرب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبائل عرب کو دعوت اسلام کے عنوان سے یہ بحث کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیرہ سال قیام مکہ مکرمہ کے دوران برابر ہر سال اور ہر موسم میں قبائل عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اس باب میں واقدی اور ابن اسحاق خاص کر مؤخر الذکر کی زیادہ روایات دی ہیں (۵-۳۰۲)۔ نویری نے اس سلسلہ میں امام بیہقی کے حوالہ سے یہ اضافہ کیا ہے کہ مفروق بن عمر داور ان کے اصحاب کرام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی تھی (۱۰-۳۰۵)۔ یہ بہت اہم بحث ہے۔ اس کے بعد کی تمام بحثیں جیسے بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، بیعت عقبہ ثالثہ اور مؤخر الذکر کے شرکاء کرام وغیرہ روایتی انداز سے ابن اسحاق، ابن سعد، واقدی سے مروی ہیں خاص کر اول الذکر سے (۲۰-۳۱۰)۔

امام نویری نے ابن اسحاق کے حوالہ سے قتال کی اجازت دینے والی آیت کریمہ (سورۂ حج: ۴۱-۳۹/ بقرہ: ۱۹۳) کا عنوان و مبحث دینے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کرنے والے اولین مہاجرین مکہ کا ذکر ابن اسحاق ابن ہشام کی روایات پر کیا (۲۶-۳۲۱) پھر انھیں کی سند و روایات پر دار الندوہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی قریشی سازش کا بیان ہے جس میں واقدی وغیرہ کے جابجا اضافے ہیں (۳۰-۳۲۶)۔ اس کے بعد مختلف عنادین کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کا بیان ہے جو زیادہ تر ابن اسحاق و ابن ہشام سے ماخوذ ہے (۴۳-۳۳۰)۔ اس میں دوسری روایات ہیں خاص کر ابن سعد کی۔ موضوعات کے اعتبار سے تمام مراحل ہجرت کا ذکر ہے۔

مدینہ منورہ کے اولین نبوی کاموں میں مسجد نبوی اور مکانات نبوی کی تعمیر کا ذکر ابن سعد، واقدی کے حوالہ سے ہے۔ جس طرح مدینہ کی وباء میں مسلمانوں کی ابتلاء اور دعائے نبوی سے اس کی جلاوطنی کا ذکر ہے پھر مواخاۃ کا بیان ابن سعد کے حوالہ سے اور کتاب نبوی/ دستور مدینہ کا متن ابن ہشام کے حوالہ سے منقول ہے (۵۱-۳۴۴)۔ اوس و خزرج کے منافقوں اور ان کے بارے میں قرآن کریم کے نزول کا ذکر ابن اسحاق کی روایت پر مفصل بیان کیا ہے جس کے تتمہ کے طور پر احبار یہود میں سے منافقین کا ذکر کیا ہے اور اسی کے بعد یہودی عداوت اور ان کے بارے میں نزول قرآن کا باب ہے جو آخر میں

حضرات عبداللہ بن سلام ومخیریق کے قبول اسلام کا ذکر بھی رکھتا ہے، یہود کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات، یہود خیبر کے نام نامۂ نبوی اور ان کو دعوت اسلام، حروف مقطعات کے بارے میں یہودی علماء کے افکار اور دوسرے یہودی مقالات کا مفصل ذکر آیات وروایات کے حوالہ سے کیا ہے۔ اس میں ابن اسحاق کی وہ روایت بھی دی ہے جس کے مطابق شاس بن قیس یہودی نے اوس وخزرج کے درمیان فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ مسلمان ہونے والے یہودی علماء کے بارے میں یہودی افکار اور قرآنی آیات کا ذکر بھی ایک الگ عنوان کے تحت کیا ہے۔ اگلے عنوان کے تحت دو یہودی زنا کاروں کے رجم کئے جانے کا قصہ مذکور ہے۔ اس میں متعدد اکابرِ یہود اور دشمنوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ اگلی فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کی یہودی سازش کے لئے خاص ہے جو صحیح سے منقول ہے اور پھر جادو کرنے پر بحث کی ہے جو قاضی عیاض سے مستعار ہے اور آخر میں غزوۂ خیبر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی یہودی کوشش کا ذکر بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے (۹۶-۳۵۱)۔

امام نوری نے اس کے بعد طبری کے مطابق واقعات سیرت کو سنہ وار بیان کرنے کا طریقہ اختیار کرلیا ہے اور سرخی ہی میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد کے واقعات کو زمانی ترتیب اور سنین کے اعتبار سے بیان کیا ہے، اھ سے ۱۰ھ تک۔ مذکورہ بالا واقعاتِ مدینہ کے بعد سنہ اول کے حوادث کی ذیلی سرخی کے تحت نماز عصر میں چار رکعات، جمعہ کے قیام وخطبہ نماز، مسجد قباء ومسجد نبوی کی تعمیر، مواخاۃ، اسلام عبداللہ بن سلام، ولادت عبداللہ بن زبیر، وفات کلثوم بن الہدم (جو غلطی سے الھد ھد چھپا ہے) اور وفات اسعد بن زرارہ اور حضرت عائشہ کی رخصتی کا مختصراً بلکہ ان کے عناوین کا ذکر کیا ہے (۳۹۶)۔

دوسرے سال (۲ھ) کے حوادث کی سرخی کے تحت وفات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وفات حضرت عثمان بن مظعون اور تحویل قبلہ کا مختصر حوالہ دے کر تحویل قبلہ، اس پر یہود کے اعتراضات اور اس کے بارے میں قرآنی آیات کے نزول کا مفصل ذکر الگ عنوان کے تحت کیا ہے (۹۹-۳۹۷)۔ اس میں صحیح بخاری، ابن سعد اور ابن اسحاق کی روایات دی ہیں۔ "ذکر خبر الاذان" کی نئی سرخی کے تحت ابن سعد کی سند پر اذان کی ابتداء کا واقعہ بیان کیا ہے اور دوسرے پیرے میں صیامِ رمضان، قربانی عید الاضحیٰ، ولادت حضرت نعمانؓ بن بشیر اور حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کا مختصر مختصر ذکر ہے (۴۰۰-۳۹۹)۔ ۳ھ کے واقعات میں حضرت حفصہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی،

حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؓ کی شادی، حضرت حسنؓ بن علی کی ولادت اور بعض کے نزدیک حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات کا ذکر کیا ہے (۴۰۰)۔ ۴ھ کے حوادث کے تحت تحریمِ خمر، صلوٰۃ خوف، نماز کے حکم قصر، ولادت حسینؓ بن علی، وفات ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے آپ کی شادی اور حجاب کے حکم کے نزول کا ذکر ہے اور مؤخر الذکر کا بیان باقی ماندہ کے مقابلہ بہت مفصل ایک نئے عنوان کے تحت پیش کیا ہے جو امام بخاری کی روایت پر مبنی ہے اور اسی سنہ میں آخر میں فرضیت زکوٰۃ کا حکم نازل ہونا بتایا ہے (۴۰۲-۴۰۰)۔

۵ھ کے حوادث کے تحت جو واقعات مذکور ہیں وہ یہ ہیں: حضرت ریحانہؓ بنت زید النضری اور حضرت جویریہؓ بنت حارث المصطلقی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی، مدینہ منورہ میں زلزلہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہسواری میں مسابقت، غزوۂ مریسیع کے دوران مہاجرین وانصار کا اختلاف اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی حرکت اور واقعہ افک اور تیمم کی فرضیت، ان میں انصار ومہاجرین کے تصادم اور واقعہ افک کو الگ عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور اس میں ابن اسحاق کی روایت انصار ومہاجرین کے واقعہ کے ضمن میں بیان کی ہے اور واقعہ افک کے لئے امام بخاری، ابن اسحاق کی روایت ابن ہشام کی سند پر دی ہے۔ ابن عبدالبر کے حوالے سے حضرت مسطحؓ کے نام ونسب کی تصریح کی ہے (۴۰۲-۱۷)۔ اسی طرح الگ عنوان کے تحت تیمم کے بارے میں امام بخاری کی روایت نقل کی ہے (۴۱۷-۱۸)۔

۶ھ کے حوادث میں غزوۂ حدیبیہ، بیعت رضوان، صلح قریش، قحط، نماز استسقاء اور ہجرت حضرت ام کلثومؓ کا حوالہ دے کر مؤخر الذکر کو الگ عنوان کے تحت ابن اسحاق وغیرہ سے نقل کیا ہے (۴۱۸-۱۹)۔ اس برس کے یہی کل واقعات ہیں، ۷ھ کے حوادث کا عنوان مخطوطہ میں نہ تھا جو مرتبین کا اضافہ کردہ ہے اور اس کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شادیوں - حضرت ام حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت میمونہؓ - کے علاوہ اسلام ابو ہریرہؓ و عمران بن حصینؓ، پالتو گدھوں کے گوشت اور متعہ نکاح کی تحریم، سلاطین کے نام فرامین نبوی، حضرت ماریہؓ قبطیہ اور ان کی بہن شیریں کی آمد اور حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب کی حبشہ سے واپسی کا عنوان بتا کر باب ختم کر دیا ہے (۴۱۹-۲۰)۔ ۸ھ کے واقعات میں حضرت ابراہیم کی ولادت، حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، حضرت عائشہ کے نام حضرت سودہ کی باری کی منتقلی اور منبر کی تعمیر اور اس پر خطبہ کی شروعات کا ذکر ہے اور مؤخر الذکر کو الگ

سرخی کے تحت ابن سعد سے نقل کیا ہے اور پھر حضرات عمرو بن العاص، خالد بن الولید اور عثمان بن طلحہ کے قبول اسلام کا واقعہ مشرح بیان کیا ہے (۲۳-۴۲۰)۔

۹ھ کے واقعات کے تحت ایلاء کا واقعہ مفصل امام بخاری کی سند سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کی روایت بھی جا بجا دی ہے (۲۷-۴۲۳)۔ اس کے بعد کا مبحث مسجد ضرار کی تعمیر، اس کے انہدام اور اس کے معماروں کے بارے میں ہے (۲۹-۴۲۷)۔ اسی سے متصل حضرت کعب بن زہیر کے قبول اسلام اور ان کے نعتیہ قصیدہ کا مفصل بیان ہے (۳۹-۴۲۹)۔ پھر حضرت ابوبکر کے حج اور حضرت علی کے اعلان سورۂ برأت کا بیان ہے (۴۰-۴۳۹) اور ۱۰ھ کے واقعات میں حجۃ الوداع کے مختصر حوالہ اور سورۂ مائدہ: ۳ کے نزول وغیرہ کا مختصر ذکر ہے اور اسی پر امام نویری کی نہایۃ الارب کی سولہویں جلد اور سیرت نبوی پر ان کی پہلی جلد تمام ہوتی ہے (۴۱-۴۴۰)۔

امام نویری کی نہایۃ الارب کی سترہویں اور سیرت نبوی پر ان کی دوسری جلد غزوات نبوی اور ان کے متعلقہ واقعات سے بحث کرتی ہے اور پھر خاص عمرۃ القضاء کے بیان پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے تمام مباحث کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

امام نویری نے سب سے پہلے تمام ستائیس غزوات کی اور ان میں سے غزوات قتال کی فہرست دی ہے اور سرایا کی تعداد ساٹھ کے قریب بتائی ہے، حضرت حمزہ کے سریہ کو اولین لواء کہا ہے اور ان کے سریہ کا مختصر ذکر کر کے حضرت عبیدہ کے سریہ بطن رابغ، حضرت سعد کے سریہ خرار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے حضرت عبیدہ کے سریہ کی تقدیم کی روایت ابن اسحاق دینے کے علاوہ دمیاطی اور ابن ہشام کی روایات بھی دی ہیں (۳-۱)۔ غزوات نبوی - ابواء/ ودان، بواط، بدر الاولیٰ، ذوالعشیرہ - کا ذکر مختصر کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش کے سریہ نخلہ کی مفصل روایت ابن اسحاق دی ہے (۱۰-۳)۔

حسب معمول سیرت نگاری غزوۂ بدر کا بیان بہت مفصل ہے اور مختلف عناوین میں منقسم، اس کے مختلف عناوین ومباحث ہیں: سبب غزوہ، رؤیاء عاتکہ اور خروج لشکر قریش (اس میں ابوالفرج اصفہانی کی اغانی کی ایک روایت بھی ہے اور ابن اسحاق وغیرہ کی بھی)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر روانگی، ابن اسحاق وابن سعد کی روایات کی بنا پر ان کے مجاہدین اور جانوروں کی تعداد وغیرہ سمیت بیان کی ہیں۔ دوسرے مباحث ہیں: منازل سفر، صحابہ سے مشاورت، ملائکہ کی شمولیت، قریش کی جنگ

سے پہلو تہی، جنگ مبازرت، جنگ مغلوبہ، تدفین شہداء ومقتولین، مغانم بدر، مکہ میں شکست بدر کی خبر اور ابولہب کی ہلاکت، شرکاء بدر کی فہرست، مغانم سے حصہ پانے والوں کے اسماء، مشرکین قریش کے مقتولین کی فہرست، اسیران بدر کی فہرست اور ان کی فدیہ پر رہائی، ابوسفیان کے فرزند عمرو کی رہائی، ابوالعاص بن ربیع کی رہائی اور ان کے قبول اسلام کا واقعہ اور بلا نکاح جدید حضرت زینب کی ان کے پاس واپسی، ولید بن ولید بن مغیرہ کا قبول اسلام، اسیران بدر کی احسان کے ذریعہ رہائی، حضرت عمیر بن وہب کا قبول اسلام وغیرہ (۶۵-۱۰)۔

اس کے بعد کے عناوین ومباحث ہیں: سریہ عمیر بن عدی (۶۶-۶۵) برائے قتل عصماء بنت مروان، سریہ سالم بن عمیر (قتل ابی عفک الیہود) (۶۷-۶۶)، غزوۂ بنی قینقاع (۷۰-۶۷) بروایات ابن سعد، ابن اسحاق، ابن ہشام)، غزوۂ سویق بروایت ابن سعد وابن اسحاق (۷۱-۷۰)، غزوۂ قرقرۃ الکدر (۷۲-۷۱)، قتل کعب بن الاشرف اور سریہ محمد بن مسلمہ بروایت ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن سعد اور بخاری (۷۷-۷۲)، غزوۂ غطفان/ نجد یا غزوہ ذوامر اور قصہ دعثور بروایت بیہقی وغیرہ، غزوۂ بنی سلیم/ بحران، سریہ قردہ زید بن حارثہ، بروایت ابن سعد واسحاق (۸۰-۷۷)۔

غزوۂ احد کا بیان ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ہشام، امام بخاری وغیرہ کی روایات پر منقول ہوا ہے اور اس میں تمام معروف دستوری مباحث ہیں۔ حضرت حمزہ کے قتل/ شہادت کا واقعہ الگ عنوان کے تحت آیا ہے، اسی طرح شہداء احد کا ذکر الگ عنوان سے ہے، پھر مشرک مقتولین کی فہرست ہے اور آخر میں غزوۂ احد کے بارے میں قرآنی آیات اور ان کی تشریح ابن اسحاق اور امام ابواسحاق ثعلبی نیساپوری کی تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" کے حوالہ سے بہت مفصل نقل کی ہیں (۱۲۶-۸۱)۔

اس کے بعد غزوۂ حمراء الاسد کا بیان ابن سعد، ابن اسحاق وغیرہ سے مروی ہے (۱۲۷-۱۲۶)۔

دوسرے مباحث ہیں: سریہ ابوسلمہ مخزومی/ قطن، سریہ عبداللہ بن انیس/ قتل سفیان ہذلی (۱۳۰-۱۲۷)، واقعہ بئر معونہ (۱۳۳-۱۳۰) بروایت ابن سعد وابن اسحاق، واقعہ رجیع بروایت ابن اسحاق وابن ہشام وغیرہ (۱۳۷-۱۳۳)، غزوۂ بنی النضیر بروایت ابن سعد، ابن اسحاق وابن ہشام (۱۴۲-۱۳۷) وابواسحاق ثعلبی جو سب سے زیادہ مفصل ہے اور جو برصیصا کا قصہ بھی بیان کرتے ہیں (۱۵۴-۱۴۲)، غزوۂ بدر الموعد بروایت ابن سعد، ابن اسحاق (۱۵۸-۱۵۴)، غزوۂ ذات الرقاع میں

صلوٰۃ الخوف کی ادائیگی اور غورث بن حارث المحاربی اور حضرت جابر بن عبداللہ کے واقعات کو الگ الگ عناوین کے تحت بیان کیا ہے۔ روایات زیادہ تر ابن سعد، ابن ہشام، ابن اسحاق کی ہیں (۶۲-۱۵۸)، غزوۂ دومۃ الجندل (۶۳-۱۶۲)، غزوۂ بنی المصطلق / المریسیع بروایت ابن اسحاق، ابن سعد (۶۶-۱۶۴)۔ پھر غزوۃ الخندق / الاحزاب کا مفصل بیان ابن سعد، ابن اسحاق اور ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے۔ اس میں شہداء اور مقتولین کا الگ عنوان کے تحت ذکر ہے (۷۹-۱۶۶)، اس غزوہ کے بارے میں امام ثعلبی کی تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے (۸۶-۱۷۹)۔ اگلا مبحث غزوۂ قریظہ کا ہے جو ابن اسحاق، ابن سعد کی روایات پر مبنی ہے۔ اور بنو قریظہ کے ہتھیار ڈالنے اور حضرت سعد بن معاذ کے حکم بنانے کا ذکر بعد میں ہے (۹۷-۱۸۶)۔

نوری کی سیرت نبوی کی جلد دوم کے غزوات وسرایا کی تفصیل مزید یوں ہے: سریہ حضرت عبداللہ بن عتیک برائے قتل ابورافع سلام (۹۹-۱۹۷) جس میں ابن سعد وابن اسحاق کے علاوہ ایک قول امام دمیاطی کی سیرت سے بھی دیا ہے، قرطاء کا سریہ حضرت محمد بن سلمہ، عسفان / بنولحیان کا غزوہ، غزوۃ الغابہ / ذی قرد، غمر کا سریہ عکاشہ بن محصن، ذوالقصہ کا سریہ محمد بن مسلمہ اور سریہ ابوعبیدہ بن الجراح، جموم، عیص، طرف، حسمیٰ، وادی القریٰ کے پانچ سرایائے حضرات زید بن حارثہ، دومۃ الجندل کا سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، فدک / بنوسعد بن بکر کا سریہ حضرت علی، وادی القری / ام قرفہ کا سریہ حضرت زید، اسیر رازم یہودی کے قتل کا سریہ حضرت ابن رواحہ، عرینہ کے خلاف سریہ حضرت کرز بن جابر فہری، ابوسفیان اموی کے خلاف سریہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری دوسرے اہم عناوین ومباحث ہیں (۲۱۷-۲۰۰)۔

غزوۂ حدیبیہ اور اس کے متعلقات بیعت رضوان اور قریش سے معاہدۂ صلح کا ذکر بہت مفصل ومشرح ہے جو ابن سعد، ابن اسحاق، ابواسحاق ثعلبی وغیرہ کی روایات پر الگ الگ تین عناوین کے تحت مذکور ہوا ہے (۳۳-۲۱۷)۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی اور سورۂ فتح کے نزول کا بیان ہے (۴۴-۲۳۴) پھر حضرت ابوبصیر اور ان کے مکی صحابہ کے واقعہ ہجرت کا ذکر مفصل ہے (۴۸-۲۴۴)۔ غزوۂ خیبر کا بیان بھی اپنے تمام متعلقات کے ساتھ مفصل آیا ہے اور ابن سعد، ابن اسحاق، بیہقی کے روایات پر مبنی ہے، اس کے شہداء اور تقسیم غنائم کا ذکر الگ الگ عناوین کے تحت کیا ہے۔ اسی طرح خمس کے حصہ داروں کا ذکر بھی الگ کیا گیا ہے، مؤخر الذکر میں ابن اسحاق، ابن سعد وغیرہ

کے علاوہ سنن ابوداؤد کی روایت بھی دی ہے (۲۶-۲۴۸) اور اس کے تتمہ کے طور پر حضرت حجاج بن علاط سلمی کے قرضوں کی وصولیابی کا دلچسپ بیان ہے (۶۸-۲۶۶)۔ دوسرے متعلقہ مباحث ہیں: خیبر سے وادی القریٰ کو روانگی اور نماز فجر کی قضا (۷۰-۲۶۸)، حضرت عمر کا سریہ تربہ، حضرت ابوبکر صدیق کا سریہ نجد اور دوسرے سرایا جیسے فدک کا سریہ بشیر، میفعہ کا سریہ غالب بن عبداللہ لیثی، یمن و جبار کا سریہ بشیر، بنو سلیم کا سریہ ابن ابی العوجاء سلمی، کدید کا سریہ غالب اور انہیں کا سریہ فدک، سی کا سریہ شجاع، ذات اطلاح کا سریہ کعب بن عمیر (۷۷-۲۷۰)۔

علامہ نوری نے سریہ موتہ کا ذکر کافی تفصیل کے ساتھ کیا ہے جس میں ابن ہشام، ابن اسحاق، ابن سعد کی روایات ہیں اور خاتمہ شہداء موتہ کے ذکر پر ہوتا ہے (۸۳-۲۷۷)۔ اس کے بعد ذات السلاسل کے سریہ حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے اور بعض دوسرے سرایا کا بھی جیسے خبط کا سریہ ابوعبیدہ بن الجراح، خضرہ کا سریہ ابوقتادہ اور انہیں کا سریہ بطن اضم (۸۶-۲۸۳)۔

غزوۂ فتح مکہ کا بیان کافی مفصل و مشرح ہے جو اپنے تمام ذیلی مباحث کے ساتھ مختلف روایات پر مبنی ہے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں: سبب غزوہ، مسلمانوں کی تیاری، ابوسفیان کی آمد اور تجدید صلح کی کوشش، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی کے خط اور اس غزوہ سے متعلق قرآنی آیات کا بیان الگ عنوان کے تحت ہے۔ اس میں ابن سعد، ابن اسحاق کے علاوہ ثعلبی کی قرآن کریم کے بارے میں مفصل روایت ہے۔ نئے عنوان کے تحت مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی پر ابن سعد، بیہقی، ابن اسحاق، ابن ہشام کی روایات دی ہیں۔ پھر اگلی سرخی حضرت ابوسفیان کو حضرت عباس کے لانے اور اسلام ابی سفیان اور فتح کی خبر کی باندھ کر ان واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اگلی سرخی کے تحت مکہ میں نبوی داخلہ اور حضرت خالد بن الولید کے مقابلہ کا ذکر کیا ہے۔ اشتہاری مجرموں کے قتل کا حکم نبوی، ان میں قتل ہونے والوں اور نجات پانے والوں اور ان کے اسلام لانے کا ذکر ایک الگ عنوان کے تحت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوقحافہ کے قبول اسلام کے واقعہ کے لئے الگ فصل قائم کی ہے۔ دوسرے مباحث فتح یہ ہیں: مسجد حرام میں نبوی داخلہ، بیت اللہ کا طواف و داخلہ اور اصنام شکنی جس کے تحت عزیٰ، سواع، مناۃ کے توڑنے کے لئے سرایائے خالد و عمرو بن العاص و سعد بن زید اشہلی کا ذکر ہے (۳۱۶-۲۸۷)۔ پھر بنو خزیمہ کے خلاف حضرت خالد کے سریہ کا ذکر ہے (۲۳-۳۱۶) جو خاصا مفصل ہے۔ اس کے بعد

غزوۂ حنین کا مفصل بیان ہے (۳۵-۳۲۳) جو ابن اسحاق، ابن سعد وغیرہ کے علاوہ ثعلبی، کلبی، ابن ہشام، ابوالفرج الاصفہانی کی متعدد روایات پر مبنی ہے۔ ذوالکفین کے سریہ طفیل بن عمرو دوسی کے بعد غزوۂ طائف کا مشرح بیان ہے (۳۸-۳۳۵) پھر جعرانہ میں تقسیم مغانم، ہوازن کے اسیروں کی واپسی اور آزادی (۴۵-۳۳۸) کے معلوم و معروف مباحث کے علاوہ مؤلفۃ القلوب سے بیعت نبوی پر بھی مبنی ہے اور انصار کے اعتراض، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر بھی (۴۷-۳۴۵)۔

اگلا مبحث مکہ مکرمہ پر حضرت عتاب بن اسید کی بطور گورنر تقرری، بحیثیت امیر مکہ امیر حج اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی سے متعلق ہے (۳۴۸)۔ دوسرے مباحث یہ ہیں: بنو تمیم کے خلاف سریہ عیینہ بن حصن الفزاری، بنوالمصطلق کے صدقات پر حضرت ولید بن عقبہ اموی کی تقرری، خثعم کا سریہ قطبہ بن عامر، بنو کلاب کے خلاف سریہ ضحاک بن سفیان کلابی، حبشہ کا سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی، فلس کا سریہ حضرت علی، جناب کا سریہ عکاشہ اسدی (۵۲-۳۴۸)۔

غزوۂ تبوک کا مبحث اس کے بعد ہے جو کافی مفصل ہونے کے علاوہ ابن ہشام، ابن اسحاق، ابن سعد وغیرہ کی روایات پر مبنی ہے اور دوسرے متعلقہ واقعات پر حاوی ہے جیسے اکیدر کے خلاف سریہ حضرت خالد بن الولید، حجر مقام سے مسلم لشکر کی گذر اور حکم نبوی، منافقوں کی حرکات، اور غزوۂ تبوک کے بارے میں آیات قرآنی کا نزول، الگ عنوان کے تحت پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرام کا واقعہ جو حدیث کعب پر مبنی ہے (۶۸-۳۵۲)۔ اس میں امام بخاری کے سوا اور بھی مآخذ کا ذکر ہے جو اہل سیر ہیں۔ اس کے بعد دوسرے سرایا کا ذکر ہے جیسے بنوعبدالمدان کے خلاف سریہ خالد، یمن کا سریہ حضرت علی، بلقاء/ ارض الشراۃ کا سریہ اسامہ بن زید اور اسی پر غزوات و سرایائے نبوی کا باب تمام ہوتا ہے (۷۱-۳۶۸)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمروں پر اگلا مبحث ہے جو اہل سیر کے بیانات و روایات پر مبنی ہے۔ اس میں خطبہ نبوی کا ذکر الگ عنوان سے کیا ہے اور اس کے مختلف متون نقل کئے ہیں۔ پھر عمروں کی فصل ہے جس کے تحت عمرۃ القضاء کا ذکر کافی مفصل ہے۔ اسی پر امام نویری کی سیرت نبوی کی جلد دوم ختم ہوتی ہے (۷۸-۳۷۱)۔

امام نویری کی نہایۃ الارب کی اٹھارہویں اور سیرت نبوی کی تیسری جلد متعلقات سے بحث کرتی

ہے۔ اس میں اہم مباحث ہیں وفود عرب، ازواج مطہرات، ناتمام شادیاں، پیغام دی جانے والی خواتین، اولاد نبوی، اعمام نبوی، عمات نبوی، آزاد خدام نبوی، موالی نبوی، خادمات نبوی، امراء وحکام، کتاب، صفات نبوی، سنن نبوی، معمولات نبوی، متروکات نبوی، معجزات نبوی، وفات، تجہیز وتکفین اور تدفین اور مراثی وغیرہ ان کی تفصیل یہ ہے:

وفودِ عرب کے سلسلہ میں امام نویری نے تصریح کی ہے کہ وہ اس باب کی معلومات ابن سعد اور ابن ہشام کے طریقہ کے مطابق پیش کرنا چاہتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ترتیب اپنائی ہے جو ترتیب زمانی ہے، پہلے ان وفود عرب کا ذکر کیا ہے جو مکہ مکرمہ میں ہجرت سے قبل حاضر خدمت ہوئے پھر ان کا بیان ہے جو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مگر فتح مکہ کے واقعہ سے قبل آئے اور آخر میں ان کا تذکرہ ہے جو فتح مکہ کے بعد بارگاہ نبوی میں پہنچے۔ اس میں اپنی نئی ترتیب کی رعایت کے ساتھ ابن سعد کی زیادہ تر پیروی کی ہے۔

مکہ مکرمہ میں حاضر ہونے والے وفودِ عرب میں غفار، ازدشنوءۃ، ہمدان، طفیل بن عمرو دوسی اور حبشہ کے نصاریٰ کے وفود کا تمہید میں اشارۃً ذکر کر کے ان کی الگ الگ تفصیل دیتے ہیں جیسے وفد غفار اور قصہ اسلام ابوذر غفاری (۷-۲)۔ اس میں ابوبکر بیہقی، صحیحین، ابن عبدالبر، وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں۔ وفد ازدشنوءۃ میں حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی کے قبول اسلام کا واقعہ بیہقی سے نقل کیا ہے اور آخر میں قاضی عیاض کی ایک روایت دے دی ہے (۸-۷)۔ وفد ہمدان بن قیس بن مالک الارحبی کی آمد اور ان کے ذریعہ ان کے قبیلہ ہمدان کے قبول اسلام کا ذکر ابن سعد کے حوالہ سے کیا ہے اور بعد ہجرت ان کے دوسرے وفد کا تذکرہ ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے (۱۲-۸) جس کے سردار مالک بن نمط وغیرہ تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کی آمد اور ان کے قبول اسلام کا ذکر ابن اسحاق وابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے (۱۵-۱۳) اور اسی سند وروایت سے حبشہ کے نصاریٰ کے وفد کی آمد کا ذکر کیا ہے (۱۶-۱۵)۔

ہجرت مدینہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں جن وفود عرب کی آمد اور حاضری کا ذکر نویری نے کیا ہے وہ بالترتیب یہ ہیں: وفد عبس (x-۱۷ بروایت ابن سعد)، وفد سعد العشیرہ بروایت ابن سعد (۱۸)، وفد جہینہ بروایت ابن سعد (۱۹-۱۸)، وفد مزینہ بروایت ابن سعد جو ان کے ہاں اولین وفد ہے (۲۰-۱۹)، وفد سعد بن بکر بروایت ابن اسحاق وابن سعد (۲۲-۲۰)، وفد اشجع بروایت ابن سعد (۲۲)، وفد خشین بروایت ابن سعد (۲۳)، وفد اشعریین (۲۳) جو اہل سیر کی متفقہ روایت ہے، وفد

سلیم بروایت اہل سیر مثلاً ابن سعد ابن عبدالبر وغیرہ (۲۶-۲۳)، وفد دوس بروایت اہل سیر (۲۷-۲۶)، وفد اسلم بروایت اہل سیر (۲۸-۲۷)، وفد جذام بروایت اہل سیر (۲۹-۲۸) جو فتح مکہ سے قبل آنے والے وفود میں آخری ہے۔

فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہونے والے وفد عرب میں اولین وفد ثعلبہ تھا (۳۰) جو بروایت ابن سعد منقول ہے، وفد اسد (۳۱-۳۰) کے لئے نویری نے ابن سعد اور ثعلبی کا حوالہ دیا ہے اور تمیم (۴۱-۳۲) بروایت ابن سعد و ابن اسحاق، ابن ہشام، جس میں ان کے شعراء و خطباء کا کلام بھی منقول ہے، وفد فزارہ بروایت ابن سعد (۴۲-۴۱)، وفد مرہ، وفد محارب، وفد کلاب، وفد رواس بن کلاب، تمام بروایت ابن سعد (۴۵-۴۲)، وفد عقیل بن کعب بروایت ابن الکلبی و ابن سعد (۴۷-۴۵)، وفد جعدہ، وفد قشیر بن کعب، وفد بنی البکاء بروایت ابن سعد (۸-۴۷)، وفد کنانہ و بنی عبد بن عدی بروایت اہل سیر (×-۴۹)، وفد باہلہ بروایت ابن سعد (۵۰)، وفد ہلال بن عامر بروایت اہل سیر (۵۱-۵۰)، وفد عامر بن صعصعہ بروایت ابن سعد و ابن اسحاق، ثعلبی وغیرہ (۵۸-۵۱)، وفد ثقیف جس میں ان کے قبول اسلام اور ان کے صنم لات کے انہدام کا ذکر ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن سعد کے حوالہ سے ہے (۶۵)۔ وفد عبدالقیس بروایت ابن سعد و ابن اسحاق (۶۷-۶۵)، وفد بکر بن وائل بروایت ابن سعد، وفد اعشیٰ بن قیس اور ان کا مدحیہ/نعتیہ قصیدہ بروایت ابن ہشام (۷۲-۶۸)، وفد حنیفہ بروایت اہل سیر (۷۳-۷۲)، وفد شیبان بروایت ابن سعد (۷۴-۶)۔

امام نویری نے اہل یمن کے وفادات کے عنوان سے ان کے وفود کا تذکرہ الگ کیا ہے جو بالترتیب یہ ہے: وفد طے و آمد زید الخیر و عدی بن حاتم طائی بروایت اہل سیر (۸۰-۷۶) جن میں ابن سعد، ابن اسحاق وغیرہ کی روایات موجود ہیں، وفد تجیب بروایت ابن سعد (۸۱)، وفد خولان، وفد جعفی بروایت ابن سعد (۸۲-۴)، وفد مراد بروایت اہل سیر (۸۴-۵)، وفد زبید (۸۵-۷) بروایت ابن سعد و ابن اسحاق، وفد کندہ بروایت اہل سیر (۸۸-۸۷)، وفد الصدف بروایت ابن سعد (۸۹)، وفد سعد ہذیم، وفد بلی، وفد بہراء/ابن سعد (۸۹-۹)، وفد عذرہ بروایت اہل سیر (۹۱-۲)، وفد سلامان، وفد کلب، وفد جرم، بروایت ابن سعد (۹۴-۹۲)، وفد ازد و اہل جرش بروایت اہل سیر (۹۸-۹۶)، وفد غسان بروایت ابن سعد (۹۸)، وفد حارث بن کعب (۱۰۳-۹۸) جس میں ابن سعد، ابن اسحاق کی

روایات ہیں۔ وفد عنس بروایت ابن الکلبی (۴-۱۰۳)، وفد داریین اور خصوصیت حضرت تمیم داری بروایت ابن سعد (۷-۱۰۴) جس میں نویری نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ انھوں نے وزیر فخر الدین ابو حفص عمر کے وارث ابن الخلیلی التمیمی کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا نامہ مبارک دیکھا اور اس کا متن بھی نقل کیا ہے۔

دوسرے وفود یمن میں نویری نے حسب ذیل کا ذکر کیا ہے: وفد رہاویین، وفد غامد بروایت ابن سعد (۸-۱۰۷)، وفد نخع بروایت اہل سیر (۱۰-۱۰۸) جس میں ابن سعد کے علاوہ ابن عبد البر اور طبری کا بھی حوالہ ہے۔ وفد بجیلہ (۱۱-۱۱۰) بروایت ابن سعد ہے جبکہ وفد خثعم، وفد حضر موت، وفد ازدعمان، وفد غافق، وفد بارق، وفد ثمالہ وحدان، وفد مہرہ، وفد حمیر بروایت اہل سیر ہے (۲۰-۱۱۱)، وفد جبشان بروایت ابن سعد، وفد سلول بروایت ابن عبد البر (۲۱-۱۲۰)، وفد نجران بروایت ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ہشام ہے اور اس میں دوسری روایات کے علاوہ آیات قرآنی اور ان کی تشریح خاصی مفصل ہے (۳۷-۱۲۱)۔

امام نویری نے ان کے علاوہ جنات کے قبول اسلام کا ذکر آیات واحادیث وروایات ابن سعد، بیہقی، بخاری کے ساتھ کیا ہے (۴۳-۱۲۸)۔ دوسرے وفادات واخبار میں سواد بن اقرب، خفاف بن نضلہ ثقفی کا ذکر امام بیہقی وغیرہ کے سند پر کیا ہے (۵۵-۱۴۲)۔

اس کے بعد امام نویری نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیروں، ان کی منزلوں اور ان کی تعداد اور ان کے ساتھ جانے والے فرامین اور ان کے ردعمل کا ذکر مختلف روایات سے کیا ہے۔ دمیاطی کے حوالہ سے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ اس میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایات بھی نقل کی ہیں (۷-۱۵۶)۔ اور انہیں کی پیروی میں ان تمام سفیروں کا تذکرہ بالترتیب اس طرح کیا ہے:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری/ نجاشی (۸-۱۵۷)، حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی/ قیصر روم (۶۲-۱۵۸) جو امام بخاری پر زیادہ ترمبنی ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی/ کسریٰ ایران (x-۱۶۳)، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ/ مقوقس مصر (۱۶۴)، حضرت شجاع اسدی/ حارث بن ابی شمر (۶-۱۶۵)، حضرت سلیط بن عمرو عامری/ بنو حنیفہ (۱۶۶)۔ ان کے علاوہ حضرات عمرو بن العاص سہمی/ منذر بن ساویٰ/ بحرین، حضرت عمرو بن العاص سہمی/ شاہان عمان، حضرت مہاجر بن ابی امیہ اور حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری وغیرہ کی سفارتوں کا ذکر کیا ہے (۶۹-۱۶۶)۔

اگلا مبحث ازواج مطہرات پر ہے۔ اس میں نوری نے دمیاطی، ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، ابن عبدالبر، زبیر بن بکار، بیہقی، صحاح وغیرہ کی روایات جمع کر دی ہیں اور ترتیب زمانی کی رعایت کی ہے (۹۰-۱۷۰)۔ پھر ان خواتین کا ذکر ہے جن سے شادی کی لیکن تمام ہونے سے قبل ان کو طلاق دے دی یا جنھوں نے اپنے آپ کو ہبہ کیا تھا۔ ان میں حضرت فاطمہ بنت ضحاک، حضرت عمرہ بنت یزید کلابیہ، حضرت العالیہ بنت ظبیان بن الجون، حضرت اسماء بنت النعمان بن ابی الجون، حضرت امیمہ بنت شراحیل، حضرت قتیلہ بنت قیس، حضرت عمرہ بنت معاویہ الکندیہ، حضرت اسماء بنت ا لصلت، حضرت ملیکہ بنت کعب اللیثی، حضرت ابنۃ جندب بن ضمرہ الجندعی، حضرت الغفاریہ، حضرت خولہ بنت الھذیل بن جبرہ، حضرت شراف بنت خلیفہ کلبی، حضرت خولہ بنت حکیم، حضرت لیلیٰ بنت حطیم، حضرت لیلیٰ بنت حکیم الانصاریہ، حضرت ام شریک، حضرت الشیباء کا ذکر ابن اسحاق، ابن سعد، ابن عبدالبر اور خاص حافظ دمیاطی کے حوالہ سے کیا ہے (۲۰۳-۱۹۰) پھر ان خواتین کا ذکر ہے جن کو صرف پیغام دیا گیا اور ان سے نکاح نہیں کیا (۷-۲۰۴)۔ ان کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں (سراری) میں حضرت ماریہ قبطیہ کے علاوہ ریحانہ کا ذکر کیا ہے (۲۰۷)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد گرای کا ذکر خیر اگلا مبحث ہے۔ عام دستور کے مطابق نوری نے تمام اولاد کی ایک مختصر فہرست دی ہے اور پھر خلاف دستور تمام اولاد میں حضرت ابراہیم کے ذکر سے مفصل ذکر کا آغاز کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کی صاحبزادیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ، اور حضرت ام کلثوم کا اسی ترتیب سے ذکر کیا ہے اور ان کی شادیوں اور اولادوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں زیادہ تر روایات ابن عبدالبر کی ہیں (۱۵-۲۰۸)۔

اعمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دوسرا مبحث ہے جس میں آپ کے تمام گیارہ چچاؤں کا مختصر یا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرات حمزہ وعباس کا ذکر چوتھے اور پانچویں چچا کی حیثیت سے الگ الگ عنوانوں کے تحت کیا ہے اور مؤخر الذکر کا ذکر زیادہ مفصل ہے۔ پھر ابوطالب کا ذکر ہے اور بقیہ کا مختصر ترین (۲۱-۲۱۵)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں (عمات) کا ذکر خیر ہے جو الگ الگ عنوانوں کے تحت ہے (۲۳-۲۲۱)۔

اگلی بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد خدام سے متعلق ہے جن کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔

ان میں حضرات انس بن مالک، ہند، ربیعہ اسلمی، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، بلال حبشی، سعد مولیٰ ابوبکرصدیق، ذومخمر بن اخی النجاشی، بکیر بن شداخ اللیثی، ابوذر غفاری کا الگ الگ ذکر ہے (۲۸-۲۲۳)۔

اس کے بعد موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت آپ کے اکتیس غلاموں کا ذکر شیخ دمیاطی کے حوالہ سے کیا ہے اور ان کی مختصر سوانح دی ہے۔ یہ فصل دمیاطی کے بیانات پر زیادہ منحصر ہے (۳۵-۲۲۹) اور اس کے آخر میں غلام خواتین/ باندیوں کا ذکر مختصر ہے۔ پھر حراس رسول اللہ ﷺ کے عنوان سے آپ کے محافظوں اور کُتّاب رسول اللہ ﷺ کی سرخی کے تحت آپ کے کاتبوں کا ذکر مختصر ہے اور رفقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی بحث میں بارہ بزرگوں کا ذکر کیا ہے (۳۷-۲۳۵)۔ اس میں بالعموم مصادر کا ذکر نہیں کیا لیکن کہیں کہیں ان کا حوالہ ضرور ملتا ہے جیسے کاتبوں کے ضمن میں قضاعی کا۔

امام نوری نے اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی صفات کے ذکر کے عنوان سے مختلف صحابہ کرام کی سند پر مروی ان احادیث وروایات کا ذکر کیا ہے جو آپ کے حلیہ وشمائل سے متعلق ہیں (۴۵-۲۳۷)۔ عام جسمانی صفات کے ذکر کے بعد مختلف چیزوں کے عناوین قائم کئے ہیں جیسے مہر نبوت، موئے مبارک، سفید ریش/موئے مبارک، خضاب کی روایات وغیرہ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی صفات کے عنوان کے تحت شیخ نوری نے آپ کے کھانے پینے، سونے جاگنے غرضیکہ تمام معاملات حسن معاشرت کا پہلے ذکر تمہیدی کیا ہے پھر الگ الگ عناوین کے تحت ان کی تفصیل بیان کی ہے جو بالترتیب یہ ہے: کھانے پینے، سونے، ہنسنے اور عبادت کرنے کی فصل (۴۹-۲۴۶) جو الگ الگ عناوین کے تحت آئی ہے۔ اس کے بعد آپ کے اس اسوۂ مبارک کا ذکر ہے جو نکاح وغیرہ کے امور سے متعلق ہے (۲۴۹)، اخلاق نبوی (۲۵۰)، حلم وعفو وتحمل (۵۳-۲۵۰)، جود وسخاوت (۴-۲۵۳)، شجاعت وبہادری (۵-۲۵۴)، حیا وشرم (۲۵۶)، حسن معاشرت، ادب واخلاق کریمہ (۹-۲۵۶)، شفقت ورافت ورحمت (۶۰-۲۵۹)، عہد کی پاسداری وصلہ رحمی (۶۲-۲۶۰)، تواضع اور رفعتِ منزلت (۶۵-۲۶۲)، عدل وانصاف، عفت اور صدق (x-۲۶۵)، وقار وخاموشی اور مروت (۷-۲۶۶)، زہد وتقویٰ (۸-۲۶۷)، خشیت رب واطاعت وعبادت (۷-۲۶۸)، جسمانی طہارت، پاکیزگی جسم وپسینہ وغیرہ (۷۱-۲۷۰)، حضرت ہند بن ابی ہالہ کی حدیث (۷۸-۲۷۱)۔

احوال دنیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امام نووی نے ایک اور باب باندھا ہے جس میں آپ کے کھانے پینے اور اس کی تقلیل وغیرہ کا ذکر ہے (۸۲-۲۷۹)۔ پھر خوشبو (۲۸۳)، لباس (۸۹-۲۸۳)، بستر و فراش (۹۰-۲۸۹)، انگوٹھی کے استعمال (۹۱-۲۹۰)، جوتے (۲۹۲)، مسواک وغیرہ (۹۴-۲۹۲)، حجامت (فصد)، (۹۵-۲۹۴)، اسلحہ (۹-۲۹۶)، سواری کے جانور (۳۰۱-۲۹۹)، نعم اونٹ بھیڑ بکری وغیرہ (۲-۳۰۱) پر مختصر فصول ہیں۔

امام نووی نے اس کے بعد معجزات نبوی پر مفصل بحث کی ہے اور اس بحث کو متعدد فصول میں تقسیم کیا ہے (۵۹-۳۰۲) اس کی تفصیل یہ ہے: قرآن مجید سب سے بڑا معجزہ ہے جس کو دس وجوہ میں تقسیم کر کے وجوہ اعجاز گنائے ہیں (۸-۳۰۳)، معجزۂ شق قمر اور حبس آفتاب اور اس کا غروب ثانی (۱۰-۳۰۸)، انگلیوں سے پانی بہہ نکلنا (۲-۳۱۱)، پانی کا پھوٹ نکلنا اور برکت وغیرہ (۱۴-۳۱۲)، کھانے میں برکت (۱۸-۳۱۴)، شجر کا کلام واطاعت وغیرہ (۲۱-۳۱۸)، جمادات کا نطق (۲۳-۳۲۱)، کلام حیوانات (۲۷-۳۲۳)، مولائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سفینہ کے لئے شیر کی تسخیر واطاعت (۸-۳۲۷)، کلام اموات واطفال شیر خوار (۳۰-۳۲۸)، بیماروں کی شفا وغیرہ (۳۲-۳۳۰)، زخموں کا علاج (۳-۳۳۲)، اجابت وقبولیت دعا (۵-۳۳۳)، اعیان کا انقلاب (۳۶-۳۳۵) اور دوسرے متعدد معجزات نبوی (۴۲-۳۳۶) جیسے اخبار غیب کی اطلاع یا پیشگوئیاں، لوگوں سے حفاظت الٰہی (۴-۳۴۲)، علوم ومعارف کا اجتماع (۴۶-۳۴۴)۔ اس باب کا خاتمہ امام ابومحمد عبداللہ بن زکریا الشقراطیسی (تونسی) کے قصیدہ کو نقل کر کے کیا ہے جو معجزات نبوی کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتا ہے (۵۹-۳۴۶)۔

امام نووی نے ایک خاص فصل یہ باندھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب کون سی آیات وسورِ قرآنی آپ پر نازل ہوئیں اور کن سے آپ کی وفات پر استدلال کیا گیا (۶۱-۳۵۹)، اگلی فصل میں اہل بقیع غرقد اور شہداء کے لئے آپ کے استغفار اور بقاء ولقاء الٰہی میں سے تخییر اور لقاء الٰہی کے انتخاب کی روایات جمع کی ہیں جو زیادہ تر احادیث سے ماخوذ ہیں (۶۲-۳۶۱)۔ پھر آپ کے مرض الموت کے آغاز (۳-۳۶۲)، خطبہ نبوی (۶۶-۳۶۴)، حضرت ابوبکر کے مناقب میں احادیث اور ان کو امامت کے حکم (۷۲-۳۶۶)، مرض کے بعض واقعات جیسے

لدود، کتاب وغیرہ لکھنے کی روایات پر بحث کی ہے (۷۸-۳۷۲) پھر وصیت نبوی (۸۰-۳۷۸)، دیناروں کی تقسیم (x-۳۸۰)، مسواک (۳۸۱)، دنیا و آخرت میں آخرت کا انتخاب (۳۸۲)، موت کے نزول کے وقت دعائے نبوی (۳۸۳)، وفات نبوی (۵-۳۸۳)، حزن امت اور خطبہ ابوبکر (۸۸-۳۸۵)، غسل و تجہیز و تکفین (۹۲-۳۸۸)، نماز جنازہ (۳-۳۹۲)، قبر و لحد و تدفین اور مدت حیات (۹۶-۳۹۳)، میراث نبوی (۹۸-۳۹۶)، صحابہ کا اندوہ و مراثی (۴۰۶-۳۹۸) اور اسی پر امام نویری کی سیرت نبوی کی آخری جلد اور نہایۃ الارب کی جلد ۱۸ ختم ہوتی ہے۔

# امام ابن سید الناس مؤلف عیون الأثر

(۷۳۴-۶۷۱ھ/۱۳۳۴-۱۲۷۳ء)

ساتویں، آٹھویں/ تیرہویں، چودھویں صدی میں امام ابن سید الناس نے سیرت نبوی کی اپنی تالیف میں اندلسی اور مصری روایات کا حسین امتزاج پیش کیا۔ وہ خاندانی لحاظ سے اور اپنی وطنی نسبت سے اندلسی تھے مگر ان کی پوری بود و باش اور تعلیم و تربیت مصر میں ہوئی تھی اس لئے وہ اصلاً مصری تھے، وہ مقریزی، قسطلانی، حلبی اور زرقانی وغیرہ اہم سیرت نگاروں کے پیشرو تھے۔ انھوں نے ان دونوں مکاتب فکر کے علاوہ شامی مکتب فکر و نظر سے بھی خاصا کسب فیض کیا تھا اور اس کے بھی اہم ترجمان تھے۔ اس لحاظ سے وہ تین اہم فکری دھاروں اور علمی مکاتب فکر کے جامع تھے۔

## نام و نسب

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے ان کا نام محمد اور فتح الدین لقب اور ابوالفتح کنیت لکھی ہے اور ان کے والد ماجد کا نام ابوبکر محمد بتایا ہے۔ ان کے دو اجداد کا نام بھی محمد بن احمد ذکر کر کے ان کی دو نسبتیں الیعمری اور الاندلسی لکھی ہیں، اور باقی تفصیلات نہیں دی ہیں۔ صفدی نے ایک نئی نسبت ''الربعی'' کا اضافہ کیا ہے۔ اور ان کو ایک علمی اور اقتدار والے خانوادے کا فرد بتایا ہے۔ ابن شاکر کتبی نے محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس نام و نسب لکھا ہے جو ابن حجر کے مطابق ہے اور انھیں کا سب سے مفصل اور واضح نسب اس طرح نقل کیا ہے: محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن یحیٰ بن محمد بن محمد بن ابی القاسم بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن سید الناس بن ابی الولید بن منذر بن عبدالجبار بن سلیمان۔ اس طرح ان کا، ان کے والد اور دادا تینوں کا نام محمد ہے۔ ان کے خاندان کے بارے میں ایک اضافہ ابن حجر نے یہ کیا ہے کہ ان کے ایک ابن عم اشبیلیہ میں قائد و حاجب تھے جبکہ ان کے والد

ماجد مصر منتقل ہوئے تھے اور امہات الکتب ساتھ لائے تھے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

## ولادت

امام ابن سید الناس کی تاریخ ولادت عام طور سے ۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء بیان کی جاتی ہے، ابن شاکر کتبی نے یہی سنہ لکھا ہے جبکہ تاریخ و ماہ دوسری تاریخ ولادت کے مطابق ہے، یہ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ تصحیف پر مبنی ہے۔ دوسری روایت ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں اس تاریخ کے دس سال بعد ہے یعنی ۶۷۱ھ/۱۲۷۳ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ دوسری تاریخ صفدی نے امام ابن سید الناس کے اس سوانحی خط کی بنیاد پر لکھی ہے جو امام موصوف نے اپنے دوست کو لکھا تھا۔ اس میں صحیح تاریخ ولادت ۱۴/ذوقعدہ ۶۷۱ھ ہے۔ حافظ ابن حجر نے یہی تاریخ لکھی ہے لیکن دن اور تاریخ کی صراحت نہیں کی، اس لئے بلاشبہ امام ابن سید الناس کی صحیح تاریخ ولادت صفدی کی بیان کردہ تاریخ ہے اور عام و مشہور تاریخ غلط ہے۔ ناشرین کتاب کے ترجمۂ مؤلف میں ان کی ولادت کی ایک روایت ماہ ذی الحجہ کی قاضی ابن شہبہ کے حوالہ سے آئی ہے لیکن حسینی مؤلف ذیل تذکرۃ الحفاظ اور سیوطی کے حوالہ سے ۶۷۱ھ کی تصریح بھی کی ہے۔

## تعلیم وتربیت

انھوں نے اپنی پوری تعلیم قاہرہ اور دمشق میں حاصل کی، صفدی کے مطابق انھوں نے سماعت وقراءت کے ذریعہ علم حاصل کیا۔ ولادت کے سال ہی ان کے والد نے امام نجیب کی خدمت میں ان کو پیش کیا جنھوں نے ان کو بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھایا اور ان کے لیے دعا کی۔ پھر ان کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی اور ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا اور اس کیلئے دور دراز کے سفر کئے اور علم حدیث میں منفرد مقام کے مالک بنے، ان کے استاذ النجیب عبداللطیف نے ان کی نسبت ابوالفتح رکھی اور اپنے حجرہ میں تعلیم دی۔ ۶۷۵ھ میں قاضی شمس الدین محمد بن العمار مقدسی سے سماعت کی اور ۶۸۵ھ میں قطب الدین بن القسطلانی سے اپنے خط میں حدیث لکھی اور اس کی قراءت بھی کی، ان کے علاوہ مصر، شام، حجاز اور اسکندریہ وغیرہ میں ابن طبرزد، کندی اور ابن الحرستانی جیسے علماء سے حدیث

حاصل کی اور ۶۹۰ھ میں دمشق گئے اور ابوعبداللہ محمد بن مؤمن الصوری، ابوالفتح ابن المجادر، ابواسحاق ابن الواسطی اور ان کے طبقہ سے سماعت کی، اصلاً وہ امام الفخر بن البخاری سے سماعت کے لئے گئے تھے جن کا صرف دو دن پہلے انتقال ہوگیا تھا۔ مصر میں العزعبدالعزیز بن الصیقل، غازی الحلاوی، ابن خطیب والمزہ، الصفی خلیل اور ان کے طبقہ سے تحصیل علم کے بعد امام سبط السلفی، امام الرشید العطار وغیرہ کے تلامذہ سے بہت کچھ سیکھا، ان کے شیوخ کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔ ان کے عظیم ترین استاد شیخ تقی الدین ابن دقیق العیدان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے۔ شیخ شمس الدین کا بیان ہے کہ انھوں نے شیخ الرضی الخول سے بھی خاصا استفادہ کیا تھا۔ اسی طرح امیر علم الدین الدواداری بھی امام موصوف سے بہت محبت وعقیدت رکھتے تھے اور اکثر ان کو اپنی صحبت میں ساتھ رکھتے اور ان کی سفارش پر لوگوں کے کام کر دیتے تھے۔ امام موصوف کو امیر علم الدین نے ہی سلطان حسام الدین لاجین سے متعارف کرایا تھا اور انھیں کے سبب امام ابن سید الناس نے ان کے دربار میں اپنا قصیدہ پڑھا تھا۔ سلطان نے ان کی بہت عزت وتوقیر کی۔ ان کے علاوہ دوسرے امراء بھی ان کے مداح اور عقیدت مند تھے تو قاضی القضاۃ بدرالدین ابن جماعہ ان کے مخالفین میں بھی شامل تھے۔

امام ابن سید الناس کو کتابوں سے عشق تھا۔ صفدی نے ان کے ذخیرۂ کتب میں سے حسب ذیل کا خصوصی تذکرہ کیا ہے: **مصنف ابن ابی شیبہ** اور ان کی **مسند**، **المحلی**، **تاریخ ابن ابی خیثمہ**، **جامع عبدالرزاق**، **التمہید**، **الاستیعاب**، **الاستذکار**، **تاریخ الخطیب**، طبرانی کے تینوں **معجم**، **طبقات ابن سعد**، **تاریخ مظفری** وغیرہ۔ کتبی نے بھی ان کتابوں اور بعض دوسری چیزوں کو بیان کیا ہے اور ان کا بیان زیادہ تر صفدی سے حرف بحرف مستعار ہے۔

صفدی نے امام ابن سید الناس کا جو سوانحی تفصیلات پر مشتمل خط نقل کیا ہے اس میں امام موصوف کے اساتذہ کرام، ان کے علاقوں اور ان کے ذریعہ بعض احادیث کی روایات وغیرہ بھی کافی تفصیل سے آئی ہیں۔ ابن حجر نے ان کے دوسرے اساتذہ کا بھی ذکر کیا ہے جیسے امام الفرا الحرانی، ابن الانماطی، ابن النخیمی، شامیہ بنت البکری (مصر میں)، ابن عساکر (دمشق میں) اور عراق وافریقہ وغیرہ کے علماء سے ان کے اجازہ حاصل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابن دقیق العید کو ان کا مستقل، پسندیدہ اور اہم ترین استاد بتایا ہے جن سے امام ابن سید الناس نے اصول فقہ کا بطور خاص درس لیا۔ انھوں نے عربی

ادب بہاء الدین ابن النحاس سے حاصل کیا اور مغربی اور مصری دونوں خط میں مہارت بہم پہنچائی۔

## وفات

امام ابن سید الناس نے قاہرہ ہی میں ۷۳۴ھ/۱۳۳۴ء میں وفات پائی، صفدی نے تاریخ وفات سنیچر ۱۱ر شعبان ۷۳۴ھ کی صراحت کی ہے اور یہی تاریخ ابن شاکر کتبی اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے بھی بیان کی ہے۔ ان کی تاریخ وفات پر بالعموم اختلاف نہیں ملتا ہے۔ ان کے جنازے میں ایک جم غفیر شریک ہوا جس میں قضاۃ، امراء، فقہاء، فوجی حکام کے علاوہ بہت سے عوام بھی شامل تھے۔ ان پر متعدد مراثی کہے گئے جن میں سے بعض نے نقل کیے ہیں۔

## تصانیف

محدث ابن سید الناس کی تمام تالیفات میں سب سے زیادہ شہرت ان کی کتاب سیرت کو ملی جس کا عنوان: "**عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**" ہے۔ بروکلمان نے عنوان کتاب قدرے مختلف دیا ہے اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی۔ ان کی دوسری تالیفات میں ایک نعتیہ قصیدہ بھی مذکور ہوا ہے اور اس کا عنوان ہے "**بشریٰ اللبیب فی ذکری الحبیب**" جو متعدد قصائد کا مجموعہ ہے اور وہ ۱۸۱۵ء اور ۱۸۸۶ء میں شائع بھی ہوا ہے۔

ان کی کتاب سیرت کئی بار مختلف ممالک سے چھپی ہے۔ قاہرہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء کی طباعت غالباً اولین ہے۔ ابن تغری بردی نے ان کی کتاب سیرت "**عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**" کے علاوہ اس کے اختصار نور العیون کا بھی ذکر کیا ہے اور دوسری کتابوں میں "**تحصیل الاصابة فی تفضیل الصحابه**"، "**النفح الشذی فی شرح جامع الترمذی**" اور مذکورہ بالا نعتیہ قصیدہ کا ذکر کر کے ان کے ایک قصیدہ کے آٹھ اشعار بطور نمونہ نقل کیے ہیں۔

صفدی نے مذکورہ بالا کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے شرح ترمذی کے بارے میں ایک دلچسپ بات یہ لکھی ہے کہ مؤلف گرامی نے اصلاً اس کا عنوان "**العرف الشذی**" رکھا تھا اور وہ مکمل بھی نہیں ہو سکی۔ تاہم ایک دوست کے کہنے سے اس کا نام بدل کر "**النفح الشذی**" رکھ دیا تا کہ شرح کا مقابل

صحیح ہوجائے۔ان کے علاوہ ایک دوسری تالیف "منح المدح" کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ایک اور تالیف "المقامات العلمیه فی کرامات الصحابة الجلیة" کا مزید اضافہ کیا ہے۔ان کے علاوہ ان کے اشعار و مراسلات کا بھی ذکر کر کے ان کی بعض تفصیلات دی ہیں اور ان کے منظوم مراسلات اور ان کے جوابات بھی کافی تفصیل سے نقل کئے ہیں۔اسی طرح بعض نثری مراسلات بھی ہیں جن سے ان کے نثری اور منظوم ادب کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے۔ان کے سوانحی خاکہ میں بیشتر حصہ صفدی نے انھیں ادبی شہ پاروں کے لئے خاص کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے ان کی کچھ تفصیلات دی ہیں مثلاً وہ ہر جمعہ کو ایک مصحف لکھ لیا کرتے تھے۔عیون الاثر انھوں نے بیس دن میں تالیف کر لی تھی۔ایک جمعہ کے دن ہی انھوں نے عروض کی کتاب بھی لکھ ڈالی تھی۔ نور العیون، بشری اللبیب اور قصائد نبویہ اور اس کی شرح، منح المدح اور مقامات علمیه کا ذکر کر کے شرح ترمذی کے بارے میں یہ دلچسپ تفصیل بیان کی ہے کہ اس کتاب کو انھوں نے اپنے شیخ ابن دقیق العید کے طریقہ کے مطابق مفصل لکھنا چاہا اس لئے اسے مکمل نہ کر سکے۔اگر وہ اسانید پر اور فن حدیث پر کلام کرنے ہی تک محدود رکھتے تو اس کو مکمل کر لیتے۔ابن حجر نے یہ رائے امام کمال ارفوی کی بتائی ہے۔کتبی نے امام ابن سید الناس کتابوں میں سے چار کا ذکر کیا ہے۔ عیون الاثر اور شرح ترمذی کے علاوہ تیسری کا عنوان دیا ہے: "سمر اللبیب بذکر الحبیب" چوتھی منح المدح ہے۔

## مقام و مرتبہ

حافظ ابن سید الناس کو تمام تذکرہ نگاروں نے جامع علوم و فنون بتایا ہے اور اس امر کی صراحت کی ہے کہ وہ ان کے ماہر و متبحر تھے۔ابن تغری بردی نے شیخ، امام، عالم، حافظ، ذوالفنون کہنے کے علاوہ ان کو اعلیٰ پایہ کا مصنف بھی کہا ہے اور ان کو نظم و نثر کا علامہ اور حافظ متقن بتایا ہے۔صفدی نے "الشیخ الامام العلامة الحافظ المحدث الادیب الناظم الناثر" اور دوسرے خطابات والقابات سے یاد کیا ہے اور ان کو حسین گفتگو، لطیف عبارت، فصیح الفاظ، تمام محاسن سے آراستہ، عمدہ فکر، صحیح ذہن اور عمدہ معاشرت کا مالک بتایا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ کریم الاخلاق، حیا و شرم والے، حسین و جمیل صورت

والے اور لاکھوں میں ایک تھے اور اس کے لئے چار شعر نقل کئے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے مختلف علماء عصر اور اکابر وقت کی آراء گرامی امام ابن سید الناس کے علم و فضل، مقام و مرتبہ اور اخلاق و عادات کے بارے میں نقل کی ہیں۔ حافظ ذہبی ان کو بلند اخلاق، خوشدل، صاحب جبروت، حدیث میں حجت، فن میں گہری بصیرت والے، رجال و سوانح کے ماہر، اختلاف علماء کے متبحر، زبان و ادب کے متخصص اور محاسن ادبی کے مالک بتاتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ وہ کتابت اور لکھنے میں وقت زیادہ گذارتے تھے اور ان کی نظم بہت آسان و عمدہ ہوتی تھی جس کے سبب وہ علم پر پوری توجہ نہ دے سکے۔ اگر وہ اسی پر وقت و محنت صرف کرتے تو طالبان علم ان کے پاس جوق در جوق اور پرے باندھ کر آتے تھے بایں ہمہ وہ خوش دل، حسن معاشرت والے تھے اور بےغم رہنے والے تھے۔ امام برزالی کی رائے تھی کہ وہ حدیث کی معرفت، اتقان اور حفظ اور اس کی اسانید و علل کے لحاظ سے اکابر علم میں سے ایک تھے اور حدیث کی تمام صحیح و سقیم روایات کو جانتے تھے۔ وہ فن سیرت کے بھی ماہر تھے اور عربی ادب پر بھی دسترس رکھتے تھے، وہ حسن تصنیف، صحت عقیدہ، سرعت قراءت، جمال ہیئت، حسن معاشرت، کثرت تواضع، خفت روح کے لئے جس طرح ممتاز تھے اسی طرح عمدہ اشعار، بہترین نثر، طلبہ حدیث سے محبت کے لئے بھی جانے جاتے تھے۔

امام قطب نے ان کو امام، محدث، حافظ، ادیب، شاعر وغیرہ کہنے کے بعد ان کو حدیث و ادب کا ماہر اور عمدہ و معتبر کتابوں کا مؤلف کہا ہے۔ ابن فضل اللہ ان کو اعلام حفاظ میں شمار کرتے اور ان کو امام اہل بلاغت اور حدیث و اخبار کا سمندر کہتے تھے۔ ابن حجر نے صفدی کی رائے بھی نقل کی ہے اور خود بھی ان کو حافظ، علامہ اور مشہور ادیب کہا ہے۔ کتبی نے ادیب بلیغ، مراسلہ نگار وغیرہ کہہ کر ان کے اشعار کی تعریف کی ہے۔

## درس و تدریس

امام ابن سید الناس نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس و تدریس کا معزز شغل اختیار کیا اور قاہرہ کے مختلف اداروں اور جامعات کو اپنی تعلیم و تدریس سے زینت بخشی۔ وہ مدرسہ ظاہریہ کے شیخ الحدیث بنے، اس کے علاوہ مدرسہ ابی حلیفہ، مسجد الرصد میں بھی تعلیم دی، اور جامع مسجد الخندق کے

خطیب و امام رہے، ان کو تنخواہ دیارِ مصریہ سے اور مشاہرہ صغد سے ملا کرتا تھا، حافظ ابن حجر نے اس ذیل میں ان کے دوستانہ اور معاصرانہ تعلقات کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کے عہد کے اہم اکابر علم اور اساطین دولت سے تھے اور جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

## شخصیت و کردار

امام ابن سید الناس کی شخصیت کے بعض پہلو بہت دلچسپ تھے جن میں سے ایک شکی مزاجی اور وہم بھی تھا۔ صفدی کا بیان ہے اور جس کو ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے کہ میں نے ان کے پاس دو سال تک ظاہریہ میں قیام کیا اور اس دوران ان کو ہر نماز بار بار پڑھتے دیکھتا تھا۔ ان کے استفسار پر امام موصوف نے عقدہ کھولا کہ پہلے ان کو خیال آیا کہ ہر نماز دوبار پڑھی جائے اور وہ ایسا ہی کرنے لگے۔ جب وہ آسان معلوم ہونے لگی تو تین تین بار ہر نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی طرح وہ تعداد بڑھاتے رہے یہاں تک کہ ہر نماز پانچ پانچ بار پڑھا کرتے تھے۔ وہ شافعی فقیہ تھے اور صحیح العقیدہ بھی۔ بہت تیز ذہن کے مالک تھے اور عقلی نکات کو بہت تیزی سے سمجھ لیتے تھے۔ اگر انہوں نے اپنے ذہن و ذکاوت کے مطابق علمی شغل اختیار کیا ہوتا تو انتہا کو پا لیتے لیکن کتابت کے علاوہ اکابر وقت کے ساتھ حسن معاشرت میں وقت گنوایا کرتے تھے۔ ان کی خط و کتابت کا جو ذکر اوپر صفدی کے حوالہ سے آیا ہے وہ دراصل صفدی کے ساتھ ہی ہوئی تھی۔ صفدی نے ان کو بعد وفات خواب میں دیکھا تو امام موصوف نے صفدی کو کھیل وکود (یتعلب) میں وقت ضائع کرنے کے تبصرہ پر سخت سرزنش کی جو ان کے سوانحی خاکہ میں صفدی نے لکھ دیا تھا۔ جلال قزوینی نے جب ان کے امراء و زراء کے ساتھ میل جول پر نقد کیا تو ملک ناصر نے اس کا ذکر امام اخنائی سے کیا اور امام اخنائی نے ان کی نہ صرف براءت کی بلکہ ان کی عدالت، نزاہت اور عفت و تقویٰ کی تعریف بھی کی۔

## طریقۂ تالیف

حافظ حدیث ہونے کی بنا پر امام ابن سید الناس نے اپنی کتاب سیرت کو حدیث و سیرت دونوں کا جامع بنایا۔ ان کی روایات حدیث ہوں یا اخبار سیرت دونوں قدیم و معتبر امامان فنون کی کتابوں سے

لینے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی خاص اسناد پر بھی ان کو بیان کرتے ہیں۔ اس کا دلچسپ واہم زاویہ یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ خاص سے اوپر کے تمام شیوخ ومشائخ تک درجہ بدرجہ سلسلۂ روایت اوپر اٹھاتے جاتے ہیں تاآنکہ اصل مصنف یا حقیقی ماخذ سے اسے ملا دیتے ہیں۔ یہ مشرقی روایت تہذیبی ہے لیکن اندلس کے محدثین اور اصحاب سیر نے اس کا بڑا اہتمام کیا ہے اور فہرست ابن خیر اشبیلی وغیرہ جیسی معاجم شیوخ وکتب اس کی شہادت عدل دیتی ہیں۔ وہ اکثر وبیشتر اپنی سند سے روایات دینے کا ضرور اہتمام کرتے ہیں۔

امام ابن سید الناس نے بعض برخود غلط قسم کے اہل علم حدیث کے برخلاف مصادر سیرت اور ان کے ائمہ کرام کی روایات وخدمات سے اعراض نہیں کیا بلکہ ان سے قدم قدم پر استفادہ کیا ہے کہ فن سیرت میں اصل مآخذ وہی تھے البتہ انہوں نے حدیثی روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا کہ وہ ان کے تائیدی مآخذ ومصادر تھے جو خلاؤں کو پر کرتے اور تکمیل کرتے تھے۔ مصادر سیرت میں ان کے بنیادی مآخذ ابن اسحاق اور واقدی ہیں۔ بالعموم وہ ان بنیادی ماخذ اور ان کی متفقہ روایات سے اتفاق کرتے ہیں مثلاً ولادت نبوی کی تاریخ ۱۲ ربیع الاوّل جمہور علماء کی بنا پر قبول کی ہے، رضاعت نبوی، تعمیر کعبہ میں شرکت، بعض معجزات ومبشرات، وجوب نبوت محمدی بروز ازل کا نظریہ جمہور، اور چالیس سال میں بعثت کا تعین واظہار، وضو ونماز کی تعلیم جبریل، معجزات، شمائل وغیرہ میں بھی یہی طریقہ ہے۔ وہ نئے مصادر یا کم معروف مآخذ پر تعارفی تبصرہ بھی لکھتے ہیں جیسے تحویل قبلہ کے ضمن میں سدی کبیر اور سدی صغیر کا فرق وتعارف اور غریب الفاظ کی تشریح بھی کرتے ہیں۔ اپنے بنیادی مآخذ سیرت وحدیث اور ان کے ائمہ کرام کی بہت سی روایات واخبار سے وہ اختلاف کرتے ہیں اور ان پر اکثر وبیشتر نقد واستدراک کرتے ہیں۔ امامینِ سیرت۔ ابن اسحاق وواقدی۔ پر ان کا نقد وتبصرہ ان کے اپنے مقدمہ کتاب کے آخر میں ہے (۳۰-۵۱) اور خاصے کی چیز ہے۔ اس سے ان دونوں امامان سیرت کی جلالت فن اور حافظ موصوف کی تنقیدی صلاحیت مطالعہ کا علم ہوتا ہے۔ دوسرے اہم مآخذ سیرت ہیں: زبیر بن بکار، ابن عبدالبر، خوارزمی (ماہر فلکیات)، سہیلی (بہت موثر ہیں)، قاضی عیاض، ابن فورک، ابن سعد، محمد بن حبیب بغدادی، طبری، ماوردی، مسعودی، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ۔ بعض غیر معروف مآخذ بھی ہیں جیسے ابن خالویہ، ابواسحاق، ابوبشر دولابی وغیرہ۔ حدیث میں ان کے بنیادی مآخذ صحاح کے عمومی نام کے علاوہ اکابر محدثین شامل ہیں جیسے ترمذی، بخاری، مسلم، بیہقی، نسائی، وہ مختلف روایات میں بحث ومباحثہ اور محاکمہ وترجیح کی طریقت علم علماء

بھی اپناتے ہیں۔اوراس کے اصول وقواعد بھی کبھی بتاتے ہیں۔ان کے تنقیدی اور ترجیحی مباحث کا علم بہت سے مقامات سیرت سے ہوتا ہے جیسے نسب نبوی کی روایات واحادیث ،عمر نبوی وحضرت خدیجہ بوقت نکاح، جسمانی یا روحانی معراج پر بحث میں ترجیح روایات وغیرہ،ہجرت اوراس کے متعلقہ واقعات کے ضمن میں بعض پر نقد،مہاجرین حبشہ کے قتل قریش کی روایت ابن عبدالبر پر نقد وتبصرہ،وہ رشاطی،ابن عائذ وغیرہ سے نہ صرف نئی معلومات لاتے ہیں بلکہ ان کے حوالے سے نقد بھی کرتے ہیں۔حافظ دمیاطی کے حوالے سے وہ بعض خلاؤں کو پُر کرتے ہیں جیسے ناتمام نکاح نبوی اوراس میں بھی نقد وتبصرہ ملتا ہے۔

نئی معلومات اورنئی تعبیرات کا بھی وہ خاصا اہتمام کرتے ہیں اور مختلف مآخذ سے ان کو لاتے ہیں جیسے شعب ،قبیلہ، عمارہ بطن، فخذ اور فصیلہ پر بحث، جناب عبداللہ کی عمر بوقت شادی تیس سال بروایت ابن عبدالبر، اسلام سواد بن قارب شاعر، ابوجہل کی تہذیب نبوی کا ذکر سورہ اقراء کے حوالے سے، اسراء ومعراج میں تفاسیر النقاس، عبدالرزاق، ابن سلام اوران کے عطیات پر بحث،مکی مواخاۃ پر بحث، دستور مدینہ کی تائید۔اہم واقعات کے بیانیہ کے بعد حافظ موصوف بالعموم فوائد کی سرخی کے تحت نئی معلومات وتعبیرات لاتے ہیں جیسے محنت کے فوائد، بیعت عقبہ یا غزوات کے فوائد۔موضوع/ موضوعات کے سلسلے میں وہ توقیت اور تقدیم وتاخیر کے معاملہ کا بھی خیال کبھی کبھی نہیں کرتے اور بعد کے واقعات اولیں احوال میں بیان کردیتے ہیں جیسے پیشگوئیوں اور معجزات کی بحث قبل بعثیت میں حضرت سلمان فارسی کے قبول اسلام کا واقعہ یا قش بن ساعدہ ایادی سے ملاقات اوران کے خطبات وغیرہ،مدنی مواخات کے ضمن میں مکی مواخات کا ذکراوردو واقعات قرار دینے کا عام طریقہ،خبر حضرت مخیریق کے ضمن میں وفد نجران کا حوالہ،تحویل قبلہ کے ساتھ فرضیت رمضان کا ذکر،ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں۔لیکن بالعموم وہ تاریخی واقعات کی تاریخی ترتیب کا خیال رکھتے ہیں اور غزوات کے بیان میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن سید الناس کی عیون الاثر اپنی نئی معلومات، نئے مآخذ، روایات کے محاکمہ، جمہور کے اجماع اور متعدد دوسری خصوصیات کے لئے سیرت نبوی کا ایک اہم ترین اور ناگزیر ماخذ ہے اوراس سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

# مصادر و مآخذ


ابن تغری بردی — النجوم الزاهرة — دارالکتب المصریہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء نہم ۴-۳۰۳

المنهل الصافي — ۳/۲۹۱

ابن حجر عسقلانی — الدرر الكامنه — حیدرآباد دکن ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء پنجم ۸۲-۴۷۶ (۱۹۲۰)

ابن سید الناس — عیون الاثر — مؤسسۃ عز الدین بیروت ۱۴۰۶/۱۹۸۶ء اول کا ترجمہ المؤلف ۱۳-۹

ابن شاکر الکتبی — فوات الوفيات، مکتبۃ النہضۃ المصریہ قاہرہ ۱۹۵۱ء دوم ۴۹-۳۴۴ (۳۸۲)

ابن العماد الحنبلی — شذرات الذهب — ۶/۱۰۸

ابن قاضی شهبۃ — طبقات — ترجمہ امام

ابن کثیر دمشقی — البداية والنهاية — ۱۳/۳۰۰

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور ''ابن سید الناس'' مقالہ (مقالہ نگار غیر مذکور)

الاسدی — طبقات — ۷۲

بروکلمان — ۲/۷۱، تکملہ ۲/۷۷

الحسینی — ذيل تذكرة الحفاظ ص ۱۶

الدمشقی — ذيل طبقات الحفاظ ۱۶

الذہبی — طبقات القراء — ۲/۲۱۱

السیوطی — ذيل طبقات الحفاظ ص ۳۵۰

السبکی — طبقات — ۶/۲۹

الشوکانی — البدر الطالع — ۲/۲۴۹

الصفدی — الوافي بالوفيات — مرتبہ ہلموت ریتر، ۱/۹۰-۲۸۹

المقریزی — السلوک لمعرفة دول الملوک، ۱/۵۴۲

# امام ابن سید الناس کی

## عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر

حافظ ابن سید الناس کی کتابِ سیرت کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے وہ مؤسسۃ عز الدین للطباعۃ والنشر بیروت کا مطبوعہ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء کا ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ جلد اول چار سو چھپن صفحات پر مشتمل ہے جس میں سرورق، مقدمہ ناشر اور ترجمہ مؤلف کے ابتدائی گیارہ صفحات ہیں۔ صفحہ ۱۲ سے مؤلف گرامی کا مقدمہ اور متن کتاب شروع ہوتا ہے جو صفحہ ۴۰۳ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد غزوہ احد پر ایک ضمیمہ ہے جو مؤلف گرامی کے قلم سے ہے اور اس سے متعلق فوائد پر مشتمل دوسرا ضمیمہ ہے (۳۱-۴۰۴)، (۵-۴۳۳)، اور شہداء احد اور ان پر مراثی پر تیسرا ضمیمہ ہے (۴۷-۴۳۶) جس کے بعد فوائد اشعار اور فضل شہداء احد پر دو مزید مختصر ضمیمے ہیں (۹-۴۴۸) پھر کتاب کی جلد اول کی فہرست موضوعات ہے (۵۶-۴۳۶)۔ ان تمام ضمائم کا خط نسبتاً باریک ہے۔ جلد دوم کا آغاز غزوہ حمراء الاسد سے ہوتا ہے جو باریک خط میں ہے اور صفحہ ۵۴ تک جاتا ہے۔ پھر عام موٹا خط ہے۔ اس جلد کے کل صفحات متن ۴۴۷ تک ہیں۔ آخر میں ۴۴۸ پر ترقیمہ کا ذکر ہے اور پھر فہرست موضوعات ہے (۵۶-۴۴۹)۔ اس طرح کل صفحات سیرت ابن سید الناس نو سو بارہ ہیں۔

حافظ ابن سید الناس نے اپنے مقدمہ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ بحث کی ہے کہ متقدمین سیرت نگاروں نے یا تو اتنے اطناب سے کام لیا ہے جو تھکا دینے والا ہے یا اتنے اختصار سے جو بہت سے فوائد سے خالی رہ جاتا ہے لہذا انھوں نے ایسی کتاب سیرت لکھنے کا ارادہ کیا جو افراط وتفریط سے خالی اور فوائد سے بھرپور ہو۔ اس لئے اپنی کتاب میں ان کے آثار وروایات سے استفادہ کر کے بہترین انتخاب کیا اور سیرت کے مختلف مراحل کے تحت ان کو جمع کر دیا۔ ابن سید الناس نے اس کے بعد اپنے

موضوعات کتاب کی فہرست دی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے طریق کار خاص کر اسانید کے استعمال پر بحث کی ہے کہ اپنی سند پر مروی روایات کی تو پوری سند اپنے آپ سے لے کر مؤلف کتاب یا شیخ اول تک دی ہے لیکن جب کسی شیخ یا مؤلف کتاب کی روایت نقل کی ہے تو صرف اس کے نام یا کتاب کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ ابن سید الناس نے بعض موضوعات کے لئے مختصرات کا بھی استعمال کیا ہے جیسے اولین مہاجرین حبشہ کے لئے ''ھا'' دوسری ہجرت حبشہ کے شرکاء کیلئے ''ھب'' مہاجرین مدینہ کے لئے ''ہ'' بدری صحابہ کرام کے لئے ''ب'' وغیرہ (۱۵-۱۲)۔ حافظ موصوف نے زیادہ تر ابن اسحاق اور واقدی پر اعتماد کیا ہے اور اس لئے ان دونوں کی مختصر سوانح اور ان کے بارے میں علماء کے اقوال اور ان کے مرتبہ پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے جو بہت قیمتی بحث ہے۔ ابن اسحاق پر جرح و طعن کے لئے الگ عنوان قائم کیا ہے پھر اس کے جوابات کے لئے الگ (۲۶-۱۵)۔ اسی کے تحت واقدی اور ان کے مقام پر بحث کی ہے جو بہت عمدہ اور نادر ہے (۳۰-۲۶)۔ آخری سطور میں اپنی کتاب کا نام **"عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر"** بتایا ہے اور اللہ سے دعا کی ہے کہ اسے قبولیت بخشے (۳۱-۳۰)۔

متن سیرت کا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کے ذکر خیر سے شروع ہوتا ہے جس میں اسم گرامی سے اوپر کی تمام پیڑھیاں عدنان تک گنا کر درمیان کے آباء واجداد کے ناموں کے معانی اور ان کے مشہور اور اصلی ناموں کی تصریح کی ہے، عدنان تک علماء نسب و تاریخ و حدیث کا اتفاق اور عدنان سے اوپر کی پیڑھیوں پر ان کا اختلاف نقل کرنے کے ساتھ کئی احادیث و روایات نقل کی ہیں اور اوپر کے ترجیحی نسب کو بعض ماہرین نسب کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ پھر اپنی سند سے تین روایات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی فضیلت و انتخاب پر بیان کر کے عرب کے چھ طبقات: شعب، قبیلہ، عمارہ، بطن، فخذ اور فصیلہ، گناتے ہیں اور ان کے معانی اور وجوہ تسمیہ بیان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے مضر کو شعب، کنانہ کو قبیلہ، قریش کو عمارہ، عبد مناف کو بطن، ہاشم کو فخذ اور بنو عبد المطلب کو فصیلہ کہا ہے (۵-۳۳)۔ اس میں زبیر کا قول اور دوسری مجہول روایت کو بھی نقل کیا ہے۔

''عیون الاثر'' کی دوسری فصل حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی اور اس کے متعلقہ واقعات سے بحث کرتی ہے اور اس میں اہم نکات یہ ہیں: عنوان میں صراحت ہے کہ حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب بن عبد مناف کی گود/سرپرستی میں تھیں، پھر زبیر بن بکار کے حوالہ سے ورقہ بن نوفل کی بہن کی

تجویز/پیشکش کا ذکر کیا ہے، اپنی سند سے خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے ہونے اور سفاح سے نہ ہونے کا ذکر حدیث مرفوع کی بنا پر کیا ہے اور ابن الکلبی کی روایت بھی پانچ امہات النبی کے نکاح کے بارے میں نقل کی ہے پھر حضرت عبدالمطلب کے وہیب بن عبدمناف کے پاس جانے، حضرت عبداللہ کی شادی کرنے، پیشکش کرنے والی خاتون کے تجویز کو عبداللہ کے قبول کرنے، بوقت شادی حضرت عبداللہ کی عمر تیس سال بقول ابن عبدالبر اور مجہول روایات کی بنا پر پچیس اور اٹھائیس سال بتانے، اور عبدالمطلب کی ہالہ بنت وہیب سے شادی اور ان کے بطن سے ان کی چار اولادوں کے پیدا ہونے اور حضرت عبداللہ کے سسرال میں اپنی اہلیہ کے پاس تین دن قیام کرنے کا ذکر کیا ہے (۶-۳۵)۔ پھر اپنی ایک مختصر فصل میں حمل نبوی کا ذکر ابن اسحاق کی روایت اور واقدی کی روایت پر کیا ہے جس میں دوران حمل کے معجزات کا مختصر حوالہ ہے (۳۷)۔ اگلی فصل کا تعلق حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات سے ہے جس میں پہلے ابن اسحاق کی پھر واقدی کی روایت بیان کی ہے اور واقدی نے اپنی روایت کو ترجیح دی ہے (۳۸)۔

ولادت نبوی کی فصل میں حافظ ابن سید الناس نے اپنا بیان دیا ہے کہ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل کو آپ پیدا ہوئے، دوسری تاریخوں کے علاوہ حمل کے استقرار کی تاریخ و مقام، مقام ولادت اور اس پر اختلاف، معجزات بوقت ولادت وغیرہ کا ذکر متعدد مآخذ سے کیا ہے جن میں زبیر بن بکار، ابن عبدالبر، اپنی سند برائے روایت صحیح، خوارزمی، ابن السکن وغیرہ کے علاوہ سطیح کا واقعہ اپنی طویل سند سے اور مفصل بیان کیا ہے اور مختون و مسرور پیدا ہونے وغیرہ کی روایت سہیلی سے لی ہے اور پھر اپنی سند بھی دی ہے (۳۹-۴۴)۔ اگلی فصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی - احمد و محمد - کے تسمیہ پر ہے جس میں اپنی روایت کے علاوہ ابن اسحاق، ترمذی اور صحاح، سہیلی، ابن فورک، قاضی عیاض وغیرہ شامل ہیں اور اس پر بحث بھی کہ آپ سے پہلے یا معاصر کتنے محمد نامی عرب ہوئے (۴۵-۴۶)۔ اس میں بعض دوسرے اسماء مبارکہ کا بھی حوالہ ہے اور احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی حکمت بھی۔

اگلی بحث رضاعت نبوی پر ہے جس میں ابن سعد کے حوالہ سے واقدی کی روایت اور اپنی سند سے دوسری روایات حضرت ثویبہ کی رضاعت اور اس کے سبب رضائی رشتوں کا ذکر ہے (۴۷-۸)۔ اور اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کے بارے میں اور دوسرے واقعاتِ رضاعت خاص کر

معجزات اور شق صدر کے بارے میں ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ اس کے بعد امام سہیلی، ابن خالویہ کی روایات دی ہیں۔ پھر اولین روایت کی طرف رجوع کر کے مدت رضاعت، بنو سعد میں قیام کی مدت، والدہ ماجدہ کے پاس واپسی کے وقت عمر شریف اور اس میں اختلاف، حضرت حلیمہ کی زیارت نبوی خاص کر حضرت خدیجہ سے شادی اور غزوہ حنین کے بعد اور ان کے اور دوسرے رضاعی عزیزوں کے قبول اسلام وغیرہ کا ذکر واقدی، ابن عبدالبر، سہیلی، ابو اسحاق بن الامین اور اپنی سند پر مروی روایات سے کیا ہے (۵۳-۴۸)۔

حضرت آمنہ کی وفات، حضرت ام ایمن کی حضانت اور حضرت عبدالمطلب کی کفالت پر اگلی فصل ہے جس میں ابن اسحاق، ابن عبدالبر، محمد بن حبیب (المحبر)، ابن سعد بروایت ابن الکلبی اور اپنی سند پر روایات دی ہیں اور ان کا خاتمہ رقیقہ بنت ابی صیفی کے چار شعروں پر ہوتا ہے جو عبدالمطلب اور آپ کی تعریف میں ہیں۔ اس میں آپ کی طفولیت کے بعض واقعات بھی ہیں (۵۷-۵۵)۔ پھر وفاۃ عبدالمطلب اور کفالت ابوطالب کی فصل ہے جو زبیر بن بکار، ابن عبدالبر، واقدی وغیرہ کی روایات پر مبنی ہے اور جس میں عبدالمطلب کی عمر اور ابوطالب کے کھانے میں برکت کے واقعات ہیں (۶۰-۵۹)۔ پھر ابوطالب کے ساتھ آپ کے سفر شام، بحیرا راہب کے قصہ اور حفاظت الٰہی و معجزات نبوی پر مشتمل فصل ہے اور ابن عبدالبر، ابوالحسن الماوردی، ابن سعد، ابن اسحاق، سہیلی، ترمذی، بخاری، مسلم، طبری وغیرہ کی روایات پر مبنی ہے اور زیادہ زور قصہ راہب پر ہے۔ پھر ابن اسحاق کی خبر کی طرف رجوع کر کے بچپن میں پتھر ڈھونے/کھیلنے کے دوران ازار اتارنے اور برہنگی سے حفاظت الٰہی پر بحث ہے اور سہیلی کی تصریح ہے کہ ازار والا واقعہ دوبار پیش آیا۔ پھر بخاری کی روایت سے دوبار موسیقی سننے وغیرہ کے غیر اخلاقی کام سے حفاظت الٰہی کی روایات ہیں اور آخر میں بوانہ نامی بت کے نام سے منائی جانے والی تقریب عید میں آپ کی ابوطالب سے مخالفت کا واقدی کی روایت سے ذکر ہے (۶۶-۶۱)۔ ابن سعد کی دو روایتوں کی بنیاد پر آپ کے بکریاں چرانے کے مشغلہ نبوی پر ایک مختصر فصل ہے (۶۷)۔ پھر ایک ہی فصل میں جنگ فجار اور حلف الفضول میں آپ کی شرکت کا ذکر، سہیلی، مسعودی، ابن سعد، واقدی کی روایات کے حوالہ سے ہے (۸-۶۷)۔

حضرت خدیجہ کے مال تجارت کے ساتھ شام کا دوسرا سفر کرنے کے بعد حضرت خدیجہ سے آپ کی

شادی پر اگلی فصل ابن اسحاق، ابن عبدالبر، ابو بشر دولابی، واقدی وغیرہ کی روایات پر مبنی ہے جس میں خود حافظ موصوف کی سند پر کئی روایات ہیں۔ موضوعات کے لحاظ سے تجارتی واقعہ کے علاوہ، ابو طالب کی تجویز برائے مال تجارت خدیجہ، حضرت خدیجہ کی دعوت، سفر شام کے دوران نسطورا راہب کی ملاقات، حضرت میسرہ کی معیت، معجزات، تجارت میں نفع اور حصہ نبوی کا ذکر ہے۔ پہلے ابن اسحاق کی روایت دی ہے پھر واقدی کی حدیث نفیسہ کے حوالہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس اور حضرت خدیجہ کی چالیس بتائی ہے، حضرت خدیجہ کے ولی ان کے چچا اور ان کے والد کا ذکر ہے۔ حضرت خدیجہ کے سابق شوہروں اور ان کی اولاد کا بھی حوالہ ہے (۴-۶۹)۔

کعبہ کی قریشی تعمیر نو کا بیان موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، سہیلی وغیرہ کی روایات کے حوالہ سے کرنے کا علاوہ کعبہ کی اولین تعمیر سے لے کر اسلامی عہد کی تعمیرات تک کی تاریخ مختصراً بیان کی ہے (۷۷-۷۵)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ضمن میں احبار، رہبان اور کہان وغیرہ کی پیشگوئیوں پر نسبتاً مفصل بیان ابن اسحاق، ابن عبدالبر، واقدی اور دوسرے راویوں کے علاوہ اپنی روایات کے حوالہ سے پیش کیا ہے (۸۵-۷۹)۔ ابن اسحاق کی پیروی اور ان کی روایت کے مطابق حضرت سلمان فارسی کے قبول اسلام اور تلاش حق کے لئے خاص طویل فصل باندھی ہے، اس میں سہیلی، طبری اور خود حافظ موصوف کی روایات بھی ہیں (۹۵-۸۷)۔ پھر اپنی روایات کی بنیاد پر قس بن ساعدہ ایادی کے حالات، خطبہ اور ان سے ملاقات نبوی وغیرہ پر ایک فصل قائم کی ہے (۱۰۰-۹۵)۔ اور اسی طرح اگلی فصل سواد بن قارب نامی شاعر کے قبول اسلام پر باندھی ہے (۳-۱۰۰)۔ اور اگلی فصل مازن بن الغضوبہ نامی سادن کے واقعہ پر ہے (۹-۱۰۳)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی جیسے اہم موضوع پر اپنی روایات سے پہلے ابتدائے آفرینش میں نبوت محمدی کے وجوب پر بحث کی ہے پھر دوسری مختصر فصل میں بعثت کے وقت عمر عزیز کی روایات دی ہیں جو چالیس سال کی عمر میں بعثت اور ساٹھ سال کی عمر میں وفات کا ذکر کرتی ہیں (۱۰-۱۰۹)۔ تمام سفید و سیاہ لوگوں یعنی ساری دنیا کیلئے آپ کی بعثت و رسالت کا بیان اپنی سند پر مروی روایات کے علاوہ ابن اسحاق، صحاح وغیرہ کی بنیاد پر، رویائے صادقہ، حضرت جبریل کی آمد، نزول قرآن کریم، حضرت خدیجہ اور حضرت ورقہ کی تصدیق، شجر

وحجر کی تسلیم، فترۂ وحی، فترہ کے بعد وحی کے تسلسل، غارِ حراء میں تحنث، حضرت خدیجہ کی تصدیق در بابت تعیین فرشتہ، آیات قرآنی کی ترتیب نزولی وغیرہ اور اس کی تاریخ کے بارے میں لکھا ہے (۱۹-۱۱۱)۔ پھر ان اخبار سے متعلق فوائد پر ایک فصل باندھی ہے جس میں آپ کی مکی و مدنی زندگی کی مدت، نبوت کے وقت عمر، حفاظت الٰہی، حجر کی تسلیم سے مراد حجر اسود کی تسلیم اور وحی کی اقسام پر سہیلی اور دوسری روایات سے کلام کیا ہے (۲۰-۱۱۹)۔

اگلی فصل میں بعثت نبوی کے آغاز میں آپ کے نماز پڑھنے اور وضو کرنے کی تعلیم جبریلی کو ابن اسحاق، سہیلی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے اوقات نماز پنجگانہ کا حوالہ بھی دیا ہے کہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا، اسراء و معراج کے بیان میں (۲-۱۲۱)۔ اول ایمان لانے والوں کے ضمن میں حضرت خدیجہ کی اولیت پر اہل سیر کا اتفاق بتایا ہے اور موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی، اور اموی وغیرہ کا نام لیا ہے۔ ابن اسحاق کی روایت کے علاوہ اپنی روایات بھی اس سلسلہ میں دی ہیں جن میں حضرت خدیجہ کے فضائل کا بھی حوالہ ہے پھر دوسرے مسلمانوں خاص کر حضرت علی کے اولین مسلم ہونے کے بارے میں ابن اسحاق، ابن عبدالبر وغیرہ کا قول نقل کیا ہے اور عفیف کندی کی روایت سے اس کی تصدیق مزید فراہم کی ہے، جس طرح مکہ کی وادیوں میں آپ کے حضرت خدیجہ اور حضرت علی کے ساتھ چھپ کر نماز پڑھنے کے واقعہ سے کی ہے۔ ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر کی دعوت پر مزید صحابہ کے قبول اسلام کا ذکر ہے اور ابن اسحاق کی فہرست اولین مسلمین نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے قبول اسلام کا واقعہ دوسری روایات کی بنیاد پر بھی بیان کیا ہے جو اس بحث کا آخری نکتہ ہے (۳۰-۱۲۳)۔ اپنی قوم اور دوسرے عربوں کو دعوت نبوی کی فصل زیادہ تر ابن اسحاق کی روایت پر مروی ہے جس میں خاندان بنو عبدالمطلب کی دعوت کے سوا دعوت عام اور تبلیغ علانیہ، قریش کی مخالفت اور ابوطالب سے ان کی شکایت وغیرہ کا مفصل بیان ہے اور سہیلی کی روایت سے ابن اسحاق کی روایت کی تصدیق ہے (۳۴-۱۳۱)۔

قوم کے ہاتھوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعذیب اور آپ کی حفاظت الٰہی کا آغاز اپنی سند پر مروی روایت سے کیا ہے جس میں ابوجہل کے ظلم و جبر کا سورۂ اقراء کی آخری آیات کے حوالہ سے ذکر ہے۔ اس کے بعد اپنی سند پر مروی دوسری روایت میں ام جمیل کے ظلم کا، ابوجہل کے آپ کے سر اقدس پر

اونٹنی کی اوجھڑی رکھنے کا، آپ کی بددعا کا، سرداران قریش کے انجام بد کا، عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل اور امیہ بن خلف کے ستم کا، حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا بروایت ابن اسحاق، عتبہ بن ربیعہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ومکالمہ کا، سورۂ کافرون کے نزول کا، قریشی تجاویز کے مسترد کرنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت وخطبہ کا سرداران قریش کے مطالبات معجزات کا، یہود مدینہ سے اکابر قریش کے سوالات دریافت کرنے اور ان کے جوابات کا آپ سے مطالبہ کرنے کا، راتوں میں ابوسفیان، اخنس اور ابوجہل کے قرآن کی تلاوت نبوی سننے کا، اراشی اور ابو جہل کے واقعہ کا ذکر کرنے کے علاوہ استہزاء کرنے والوں اور کمزور مسلمانوں کی تعذیب کا بھی حوالہ ہے (۴۸-۱۳۵)۔ پھر ایک مختصر فصل میں انشقاق قمر کے معجزہ کا آیات قرآنی، بخاری، قاضی عیاض، ترمذی کی روایات کے حوالہ سے ذکر ہے (۱۴۹)۔

ارض حبشہ کی طرف ہجرت کا ذکر اگلا مبحث سیرت ابن سید الناس ہے جس میں پہلے اولین ہجرت کے شرکاء کی تعداد، ان کی واپسی اور اس کے سبب سے آغاز کیا ہے اور دوسری ہجرت کے مہاجرین کی تعداد وغیرہ پر بحث کی ہے۔ پھر ان کی تفصیل متعدد روایات کی بنیاد پر پیش کی ہے۔ اس میں عبدالرزاق، ابن اسحاق وغیرہ کی روایات بھی ہیں اور ان کا تقابلی مطالعہ بھی۔ ساتھ ہی قریشی وفد کی کارکردگی، دربار نجاشی میں مسلمانوں کی تقریر، حبشہ میں مسلمانوں کے قیام، حضرت ام حبیبہ سے آپ کی شادی، مہاجرین کی واپسی، سورۂ نجم کی آیات اور غرانیق کے واقعہ کی روایات وغیرہ ابن اسحاق، واقدی، سہیلی، موسیٰ بن عقبہ سے نقل کر کے نقد بھی کیا ہے (۸۸-۱۵۱)۔ حضرت عمر بن خطاب کے قبول اسلام پر الگ فصل باندھی ہے جس میں اپنی سند پر مروی روایت سے آغاز کیا ہے اور اسی پر ختم کیا ہے۔ وہ اصلاً ابن اسحاق کی روایت ہے (۶۳-۱۵۹)۔ پھر شعب ابی طالب کی محصوری پر فصل ہے جو ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایات پر مبنی ہے۔ نقض صحیفہ کا بھی اس میں ذکر ہے، اہل نجران کی آمد ابن اسحاق کے حوالہ سے ایک فصل میں اور وفات خدیجہ وابی طالب دوسری فصل میں اور سفر طائف تیسری فصل میں ابن اسحاق، سلیمان تیمی وغیرہ سے بیان کیا ہے (۷۷-۱۶۵)۔ آخری فصل کے اواخر میں دو مدنی حضرات ابوالہیثم بن التیہان اور البراء بن معرور کے قبول اسلام اور ان کے ذریعہ مدینہ میں اس کی اشاعت اور عمرو بن جموح کی اصنام شکنی کا بھی حوالہ ہے۔ پھر بیعت عقبہ میں شرکت کرنے والوں کی فہرست الگ فصل میں دی ہے (۹-۱۷۷)۔

اس میں تعداد شرکاء - پچھتر - پر بحث بھی ہے۔ ایک مختصر فصل اسلام الجن کے ذکر کے لئے قائم کی ہے جو ابن اسحاق کی روایت پر مبنی ہے (۴-۱۸۱)۔ ابن سعد وغیرہ کی روایت پر حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے قبول اسلام اور ذوالکفین کے صنم کدے کو منہدم کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے (۵-۱۸۴)۔

اسراء و معراج اور فرضیت صلوٰۃ پر نسبتاً طویل فصل متعدد روایات کی بنیاد پر قائم کی ہے (۹۰-۱۸۷) جو دراصل دو فصول پر مشتمل ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ زیر بحث لائے ہیں جیسے حدیث المعراج (۲۰۰-۱۹۱)۔ ان میں اپنی روایات کے علاوہ محدثین کرام جیسے امام مسلم، ترمذی، بخاری، ابن سعد، تفسیر النقاش، تفسیر عبدالرزاق، تفسیر ابن سلام، سہیلی، واقدی، ابن عبدالبر، تاریخ ابوبکر محمد بن علی بن القاسم، ابن اسحاق، طبرانی وغیرہم کی روایات ہیں۔ جسمانی یا روحانی معراج، رویت الٰہی اور نماز پنجگانہ اور ان کی رکعات پر عمدہ تنقیدی بحثیں ہیں جو ان کی تنقیدی بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔ اس بحث میں بعض نئے اقوال خاص کر نمازوں کی رکعات کے سلسلہ میں ملتے ہیں۔

اگلا مبحث قبائل عرب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے آپ کو پیش کرنے یا ان کی مذہبی اور سیاسی حمایت حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ امام ابن سید الناس نے اپنی سند پر مروی روایات سے اس کا آغاز کیا ہے اور اس میں آپ کے خطبات اور دعوات کے ٹکڑے متعدد دوسری کتابوں اور روایتوں کے حوالہ سے دیئے ہیں جیسے ابن اسحاق، واقدی، قاسم بن ثابت اور مؤخر الذکر کی روایت پر مفروق بن عمرو اور ان کے اصحاب کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات و دعوت کا مفصل ذکر کیا ہے اور آخر میں اوس و خزرج کے اولین مسلمانوں خاص کر ابوالخیر انس بن رافع اور ایاس بن معاذ کے قبول اسلام پر اس بحث کا خاتمہ کیا ہے (۴-۲۰۱)۔

انصار کے اسلام کا آغاز اور بیعت عقبہ اولیٰ کا ذکر اگلا مبحث ہے جس میں پہلے انصار کے دونوں قبیلوں اوس و خزرج کا تعارف کرایا ہے پھر ابن اسحاق کی روایت پر اولین بیعت کا واقعہ بیان کیا اور خاتمہ ابن عبدالبر کی ایک تصحیح پر کیا ہے (۶-۲۰۵)۔ "ذکر العقبۃ الثانیۃ" اس کے بعد کا فطری مبحث ہے جس میں بارہ افراد کے بیعت کرنے کا ذکر ابن اسحاق، امام بخاری، سہیلی، دارقطنی وغیرہ کی روایات کے علاوہ اپنی سند پر مروی روایات کے حوالہ سے کیا ہے اور اسی میں حضرات مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی مساعی جمیلہ کا بیان ہے (۹-۲۰۷)۔ پھر خاص طور سے حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر

حضرات سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کے قبول اسلام کا واقعہ ایک الگ فصل میں ابن اسحاق، ابن عبدالبر، امام بخاری کی التاریخ الاوسط کے حوالہ سے بیان کیا ہے (۱۳-۲۱۱)۔ اگلی سرخی بہت دلچسپ ہے کہ وہ حضرت البراء بن معرور اور قبلہ (بیت اللہ) کی طرف ان کی نماز پڑھنے اور بیعت عقبہ ثالثہ کے ذکر پر مبنی ہے۔ یہ فصل بھی ابن اسحاق، ابن ہشام سے بنیادی طور سے ماخوذ ہے اور امام بیہقی، ابن سید الناس کی اپنی مرویات بھی ہیں۔ اس میں بارہ نقیبوں کے علاوہ بیعت حرب کی تفصیل اور تمام شرکاء کے اسماء گرامی مذکور ہیں (۲۳-۲۱۴) اور اس عقبہ سے متعلق خبر کے فوائد پر ایک مختصر فصل باندھی ہے جس میں سابقہ روایات کی تشریحات ہیں (۵-۲۲۳)۔

مدینہ کی طرف ہجرت کا عنوان اگلے مبحث کا ہے جو صحابہ کرام کی ہجرت کے واقعات بیان کرتا ہے۔ امام موصوف نے اس میں زیادہ تر انحصار ابن اسحاق پر کیا ہے لیکن ابن عبدالبر، موسیٰ بن عقبہ، ابن ہشام، ابن سعد، ابن الرشاطی وغیرہ کی روایات سے عمدہ اضافے کئے ہیں۔ اور خاتمہ میں مدینہ میں مہاجرین کرام کی قیامگاہوں اور میزبانوں کا ذکر ہے (۳۱-۲۲۷)۔ "ذکر یوم الزحمة" کے عنوان سے دارالندوۃ کے اس قریشی اجتماع کے فیصلہ کی تفصیلات بیان کی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے بارے میں کیا گیا تھا۔ وہ زیادہ تر ابن اسحاق پر مبنی ہے اور اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر سے نکلنے کا واقعہ بھی ہے (۶-۲۳۳)۔ پھر اس خبر کے فوائد پر امام موصوف کی فصل ہے (۲۳۷) جس میں قباء کی تشریح وتعیین اور اشخاص واماکن وغیرہ کی تصریحات ہیں۔ اس کے مآخذ میں سہیلی، ابن عبدالبر، دمیاطی، ابن عساکر، جمهرة ابن الکلبی، کتاب النسب ابن حزم، مؤطا امام مالک کی روایات کے علاوہ بعض پر امام موصوف کا نقد بھی شامل ہے۔

"احادیث الهجرة وتودیع رسول الله صلی وسلم مكة" کے نئے عنوان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کی تفصیلات دی ہیں۔ اس میں اپنی سند پر مروی روایات سے آغاز کیا ہے جن کا تعلق مکہ سے محبت نبوی وغیرہ سے ہے پھر حضرت ابوبکر کے اذن ہجرت اور آپ کے عدم اذن وغیرہ کے علاوہ ہجرت کے اذن الٰہی اور سفر ہجرت کے مراحل کا بیان آتا ہے (۴-۲۳۹)۔ امام ابن سید الناس نے اس کی متعدد ذیلی فصول قائم کی ہیں جیسے "حدیث الغار" (صفحہ-۲۴۰)، حدیث الهجرة وخبر سراقه بن مالک بن جعشم (۴۶-۲۴۱)، حدیث ام معبد

(۵۱-۲۴۷)، اس سے متعلق فوائد (۲۵۲)، "ذكر دخوله عليه السلام المدينة" (۵۶-۲۵۳)، بناء المسجد (۹-۲۵۷)، اس میں امام ابن سید الناس نے امام بخاری وغیرہ محدثین کرام کی روایات خاص طور سے حديث الهجرة میں دی ہیں اور متعدد اہل سیر کی روایات بھی دی ہیں۔

ابن اسحاق کی سند پر مسلمانوں اور یہود کے درمیان موادعہ/معاہدہ کا متن نقل کیا ہے اور آخر میں ابن خیثمہ کی سند پر اسی متن کے مروی ہونے کی بات کہی ہے (۶۲-۲۶۰)۔ اور اس سے متصل فصل میں اس متن کے غریب الفاظ کی تشریح کی ہے (۲۶۳)۔ اگلی بحث مواخاۃ کی ہے جس کا آغاز مکہ مکرمہ کی مواخاۃ مکی مسلمین سے کیا ہے پھر اپنی سند سے مروی روایات سے اس کو مزید مدلل کیا ہے۔ اس کے بعد انصار و مہاجرین کی مواخات کی تفصیل دی ہے اور اس کی تاریخ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد بتائی ہے اور اپنی روایات کے علاوہ ابن عبدالبر، ابن اسحاق، سند بن داؤد، واقدی وغیرہ کی روایات سے بہت عمدہ اضافے کئے ہیں جو عام طور سے نہیں ملتے، آخر میں حضرت عمر کے دور کے دواوین کی تدوین کے حوالہ سے مواخاۃ پر مزید تفصیلات فراہم کی ہیں، اس میں امام بخاری وغیرہ کی روایات اہم ہیں (۸-۲۶۴)۔ بدء الاذان کی سرخی اور بحث اس کے بعد آتی ہے جو ان کی اپنی روایات کے ساتھ ابن اسحاق، امام مسلم، نسائی وغیرہ سے مروی ہے (۷۲-۲۶۹)۔ پھر حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام کی فصل ابن سعد، بخاری سے مروی ہے (۵-۲۷۳)۔ "خبر مخريق" کے عنوان سے حضرت مخریق کے قبول اسلام کا واقعہ اور منافقین کا ذکر ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، ابن ہشام، ابن عبدالبر وغیرہ سے بہت مفصل نقل ہوا ہے (۹۱-۲۷۶)۔ اس میں یہودیوں سے تعلقات، نصاریٰ نجران کے وفد کا بھی ذکر ہے۔ اس بحث کی آخری "خبر عبدالله بن ابی بن سلول و ابی عامر الفاسق" کی ہے جس میں ان دونوں منافقوں کا ذکر ابن اسحاق کی سند پر ہے (۲۹۲)۔

امام ابن سید الناس نے مغازی و سرایائے نبوی کا اجتماعی عنوان رکھا ہے: "جماع ابواب مغازى رسول الله ﷺ وبعوثه وسراياه" جس میں اذن قتال و جہاد کی آیت قرآنی اور متعلقہ احادیث کا اپنی مرویات کے حوالہ سے ذکر کر کے ابن سعد کی روایات پر مبنی ایک فصل میں تعداد مغازی و سرایا بیان کی ہے (۴-۲۹۳)۔ پھر غزوات کا ذکر ہے جیسے غزوۂ ودان (بروایت ابن اسحاق و ابن ہشام) (۲۹۵)، بعث حمزہ و عبیدۃ ابن الحارث" (۷-۲۹۶) بروایت ابن اسحاق، ابن عائذ، ابن سعد،

ابن عبدالبر)، سریہ سعد بن ابی وقاص/خرار (۲۹۸)، غزوۂ بواط (۲۹۹) (بروایت ابن اسحاق)، غزوۃ العشیرہ (۳۰۰/ابن اسحاق/ابن ہشام، ابن سعد)، غزوۂ بدر الاولیٰ (۳۰۱/ابن اسحاق)، سریہ عبداللہ بن جحش (۵-۳۰۲)، اسی میں غزوۃ الابواء/ودان کا ذکر غالباً طباعت کی غلطی سے آ گیا ہے کہ اگلے صفحہ پر جو عبارت ہے وہ سریہ نخلہ سے متعلق ہے اور بلا جوڑ آئی ہے۔ اس میں موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ، ابن اسحاق، ابن سعد وغیرہ کے حوالے ہیں۔

تحویل القبلہ کی بحث اپنی سند پر مروی روایات سے شروع کی ہے جو امام بخاری کی روایت ہے پھر ابن سعد، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، واقدی، ابن عبدالبر وغیرہ کی روایات دی ہیں۔ اسی میں فرضیت رمضان کا ذکر واقدی، قرطبی کے حوالہ سے کیا ہے۔ تحویل قبلہ کے بیان کو مزید جاری رکھتے ہوئے دوسری روایات بھی نقل کی ہیں، جیسے سدی کی کتاب الناسخ والمنسوخ سے مفصل روایت لی ہے جو آیات قرآنی پر بحث کرتی ہے۔ آخر میں سدی کی تعریف و تعارف بھی پیش کیا ہے اور کبیر و صغیر سدی کا فرق بھی، پھر ابن عبدالبر وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں (۱۴-۳۰۷)۔ اگلی بحث صیام رمضان، زکوٰۃ فطر اور قربانی کی سنت و فرضیت پر ہے جو ابن سعد، واقدی سے مروی ہے (۶-۳۵۱)، ذکر المنبر و حنین الجذع کی سرخی کے تحت منبر بنانے کی سنت نبوی کا بیان ہے جو احادیث پر خاص کر ان کی اپنی مرویات پر مبنی ہے (۱۹-۳۱۷)۔ اس میں قاضی عیاض، ترمذی وغیرہ سے اضافے بھی ہیں اس کے بعد سلسلہ غزوات کا باب پھر شروع ہوتا ہے۔

"غزوۃ بدر الکبریٰ" کا باب بہت مفصل ہے اور وہ متعدد مآخذ کا جامع ہے جیسے ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ، ابن سعد، امام مسلم، واقدی، ابن الکلبی، مدائنی، بخاری وغیرہ متعدد محدثین و اہل سیر کی روایات، دراصل ابن سید الناس کا مدار تو ابن اسحاق کی روایت ہے جس میں وہ مناسب مواقع پر دوسری روایات کا اضافہ کرتے رہتے ہیں اور بسا اوقات نئی معلومات فراہم کرتے ہیں جیسے موسیٰ بن عقبہ کے حوالہ سے کہا ہے کہ حضرت علی کے بڑے بھائی حضرت عقیل بھی حضرت عباس وغیرہ کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے (۴۸-۳۲۱)۔ اسی کے متصل ابولہب کے ہلاک ہونے پر الگ فصل قائم کی ہے جو ابن اسحاق کی روایت معروف کے علاوہ یونس بن بکیر کی روایت، طبری کی تاریخ، موسیٰ بن عقبہ پر مبنی ہے اور اس کے علاوہ مقتولین بدر کے مکی نوحہ، اسیران بدر یا ابو وداعہ بن ضبیرہ سہمی کے واقعہ کو بھی

بیان کرتی ہے اور اس کا خاتمہ حضرت ابوالعاص بن ربیع کی گرفتاری، فدیہ، حضرت زینب کی واپسی اور حضرت ابوالعاص کے اسلام، حضرت عمیر بن وہب کے ارادۂ قتل اور اسلام پر ہوتا ہے اور پھر ان اخبار سے متعلق فوائد کی مختصر فصل ہے (۵۵-۳۴۹)۔ شرکاء بدر کے اسامی گرامی پر الگ فصل قائم کی ہے (۷۳-۳۵۷) جس میں ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، واقدی، ابن سعد، ابومعشر، ابن القداح، ابن عبدالبر، دمیاطی، بخاری، ابن الکلبی، ابن عمارہ وغیرہ کی نہ صرف روایات واقوال ہیں بلکہ بعض پر کلام ونقد بھی ہے۔ اسی میں شہداء بدر اور مقتولین مکہ اور ان کے اسیروں کی فہرست بھی ہے خاص کر "مشاهير القتلى" کی، خاتمہ ان کے فدیہ دے کر رہا ہونے پر ہے۔ ایک مختصر فصل میں اسیران بدر میں سے مسلمان ہونے والوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری میں بخاری کے حوالہ سے بدریوں کی فضیلت کا (۳۷۴) پھر بدر سے متعلق اشعار کی فصل ہے (۸۰-۳۷۵)۔ ایک بلاعنوان فصل میں حافظ ابن عبدالبر کی روایت پر یہ دلچسپ اور نئی بات بیان کی ہے کہ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے کے لئے مکی سرداروں نے حبشی مہاجرین کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسی میں دربار نجاشی میں نبوی وفود کا ذکر بھی ہے جو واقدی کے حوالہ سے ہے (۳۸۱)۔ امام موصوف نے حافظ ابن عبدالبر پر نقد بھی کیا ہے۔

دوسرے غزوات وسرایا کی تفصیل یہ ہے: سریہ عمیر بن عدی (۳۸۲/ابن سعد)، سریہ سالم بن عمیر (۳۸۳/ابن سعد)، غزوۂ بنی سلیم (۳۸۴/ابن اسحاق/ ابن ہشام)، غزوۂ بنی قینقاع (۷-۳۸۵/ابن سعد، ابن اسحاق، ابوداؤد جو زیادہ تر ابن سعد پر مبنی ہے)، غزوۃ السویق (۹۰-۳۸۹/ ابن اسحاق، ابن سعد)، غزوہ قرقرۃ الکدر (۳۹۱/ابن سعد)، سریہ کعب بن الاشرف (۹۶-۳۹۲/ابن سعد، ابن اسحاق، ابن عائذ، موسیٰ بن عقبہ/ زیادہ تر ابن اسحاق پر مبنی ہے)، "خبر محيصة بن مسعود مع ابن سنية" کے تحت یہودی کے خلاف حضرت محیصہ کی مہم کا ذکر ہے (۳۹۷/ ابن اسحاق)، اس سے متعلق فوائد کی فصل مختصر ہے (۳۹۸)۔ غزوۂ غطفان/نجد (۴۰۰-۳۹۹/ابن اسحاق/ ابن ہشام، ابن سعد)، غزوۂ بحران (۴۰۱/ ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، سہیلی)، سریہ زید بن حارثہ/قردہ (۳-۴۰۲/ ابن اسحاق، ابن سعد)۔ اور اس پر امام ابن سید الناس کی عیون الاثر کی جلد اول کا اولین جزو ختم ہوتا ہے۔

جلد اول کا دوسرا جزو غزوۂ احد سے شروع ہوتا ہے جو بہت مفصل ہے (۳۱-۴۰۵)۔ اس میں امام ابن

سید الناس کی اپنی مرویات کے علاوہ ابن عائذ، ابن سعد، ابن اسحاق، ابن ہشام، ابوداؤد، امام احمد، موسیٰ بن عقبہ، واقدی، عبدالعزیز الدراوردی، ابن عبدالبر، دارقطنی، بخاری، خطیب بغدادی وغیرہ ہیں اور ان میں بعض نئی باتیں بھی ہیں جو دوسری ذیلی روایات کے ذریعہ ابن اسحاق کی اصل اور بنیادی روایت میں موقع بموقع اضافہ کردی گئی ہیں جیسے حضرات عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت وغیرہ کو جب آپ نے واپس کیا تو ان کو اس حرس میں شامل کردیا جو حفاظت مدینہ کے لئے آپ نے تعینات کی تھی، یا ابن عائذ کے بقول غزوہ احد کے بارے میں آپ نے جو خواب دیکھا تھا وہ جمعہ کے دن دیکھا تھا۔ بقول موسیٰ بن عقبہ مسلمانوں نے شکست کے بعد واپس ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ اس کے بعد اخبار غزوۂ احد سے متعلق فوائد کی فصل ہے جو تشریحات روایات پر مشتمل ہے (۳۵-۴۳۳)۔ پھر مہاجرین شہداء احد اور انصار شہداء کی فصل مشترک ہے (۴۲-۴۳۷) جو مختلف مآخذ پر مبنی ہے جیسے ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن الکلبی، ابومعشر، ابن القداح، ابن عمارہ، دمیاطی، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ۔ آخر میں مشرکین مکہ کے مقتولین احد کا بھی مختصر حوالہ ہے۔ اس سے متصل بلکہ اسی میں شامل احد سے متعلق اشعار کا بیان ہے (۴۷-۴۴۲)۔ پھر اشعار کے فوائد پر مختصر فصل ہے جو سہیلی کی تشریحات پر مبنی ہے (۴۴۸) اور جلد اول اور اس کے جزء ثانی کی آخری فصل شہداء کی فضیلت پر ہے (۴۴۹) جس میں ابن اسحاق اور مؤلف گرامی کی روایات ہیں، اور آخر میں مرتبین کی ترتیب دادہ فہرست موضوعات ہے (۵۶-۴۵۱)۔

امام ابن سید الناس کی "عیون الاثر" کی جلد دوم کا آغاز غزوۂ حمراء الاسد کی فصل سے ہوتا ہے جو ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ہشام، امام مسلم پر مروی ہے (۷-۵)۔ سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد (۸/ ابن سعد)، سریہ عبداللہ بن انیس (۱۰-۹/ ابن سعد)، بعث الرجیع (۱۵-۱۱/ بخاری، ابن سعد، طبری، ابن اسحاق، اس میں طبری کی ایک کتاب ذیل المذیل (۱۴) کا بھی حوالہ ہے، موسیٰ بن عقبہ)، قصۂ بئر معونہ (۱۸-۱۶/ ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن المبارک)، شہداء بئر معونہ (۲۱-۱۹/ ابن اسحاق، واقدی، موسیٰ بن عقبہ، ابن القداح، طبری (کتاب ذیل المذیل، ابن عبدالبر) ابن سعد، ابن الکلبی، استیعاب ابن عبدالبر)، غزوۂ بنی النضیر (۲۸-۲۳/ ابن اسحاق، بخاری، موسیٰ بن عقبہ، ابن سعد، ابن ہشام، واقدی، معمر بن راشد، بلاذری فتوح البلدان)، غزوۂ ذات الرقاع (۳۰-۲۹/ ابن

اسحاق، الوقشی، ابن ہشام، ابن سعد، بخاری، اصل روایت ابن اسحاق کی ہے)، غزوہٴ بدر الاخیرہ (۳۱/ ابن اسحاق بنیادی ماخذ، ابن ہشام)، غزوہٴ دومۃ الجندل (۳۲/ ابن ہشام، ابن سعد، اصل روایت ابن اسحاق)، غزوۃ الخندق (۴۷-۳۳/ ابن اسحاق اور ابن سعد اصل مآخذ ہیں پھر اپنی سند پر مروی روایات، متعدد احادیث، موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ، بخاری، اور آخر میں غزوہ سے متعلق اشعار ہیں۔ پھر ایک الگ فصل میں شہداء خندق کا ذکر ہے (۴۸)، غزوہٴ بنی قریظہ کا ذکر اپنی روایات کے علاوہ دوسری روایات سے کیا ہے جیسے ابن عائذ، ابن سعد، ابن ہشام، ابن اسحاق، ابن عبدالبر وغیرہ (۵۸-۴۹) پھر ان دونوں آخری غزوات کے اخبار سے متعلق فوائد کی فصل ہے جس میں قیمتی تشریحات ہیں (۶۱-۵۹)۔

اس کے بعد غزوات وسرایا کی ترتیب امام ابن سید الناس کے یہاں اس طرح ہے: قرطاء کا سریہ محمد بن مسلمہ (۶۴-۶۳/ بروایت ابن عائذ، ابن سعد، حاکم، مسلم، رشاطی، طبری)، ابورافع کے قتل کا سریہ عبداللہ بن عتیک (۶۵/ ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، موسیٰ بن عقبہ)، حضرات عمرو بن العاص، خالد بن الولید اور عثمان بن طلحہ کے قبول اسلام کا ذکر اس کے بعد کیا ہے جو ابن اسحاق، سہیلی وغیرہ سے مروی ہے (۶۷)، غزوہٴ بنی لحیان (۶۸/ ابن سعد، ابن اسحاق، ابن ہشام)، غزوہ ذی قرد/ غابہ (۷۴-۶۹/ ابن اسحاق، ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ، ابن سعد، ابن عائذ وغیرہ)۔ واقعہ قرد سے متعلق فوائد کی مختصر فصل ہے (۷۴)، پھر عرینہ کے خلاف حضرت سعید بن زید کے سریہ کا ذکر ہے (۷۵-۶/ ابن سعد، موسیٰ بن عقبہ، اپنی سند پر روایت، احمد بن حنبل وغیرہ) پھر اس سے متعلق فوائد کی فصل مفصل ہے (۷۷-۸)۔ غزوہٴ بنی المصطلق (۸۴-۷۹/ ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابن سعد، ابن ہشام)۔ پھر حدیث الافک بخاری سے مروی (۹۰-۸۵) غزوہٴ مریسیع اور حدیث افک سے متعلق فوائد کی فصل کافی قیمتی اور مفصل ہے (۹۴-۹۱) جس میں عزل وغیرہ کے احکام بھی ہیں۔

پھر متعدد سرایا کا ذکر ہے جیسے غمر کا سریہ عکاشہ بن محصن (۹۰/ ابن سعد، واقدی، ابن عائذ)، ذوالقصہ کا سریہ محمد بن مسلمہ (۹۶/ ابن سعد، حاکم، واقدی، کتاب الاکلیل) اور ذوالقصہ کا دوسرا سریہ ابوعبیدہ بن الجراح (۹۷/ ابن عائذ وغیرہ)، جموم/ بنی سلیم کا سریہ زید بن حارثہ (۹۸/ موسیٰ بن عقبہ)، عیص کا سریہ زید (۹۹/ ابن سعد)، طرف کا سریہ زید (۹۹ واقدی وغیرہ)، حسمیٰ کا سریہ زید (۱۰۱-۲/ ابن اسحاق، ابن سعد ابن عبدالبر وغیرہ)، وادی القریٰ کا سریہ زید (۱۰۳-۴/ ابن عائذ،

ابن اسحاق وغیرہ)، دومۃ الجندل کا سریہ عبدالرحمٰن بن عوف (۱۰۵/ ابن سعد)، مدین کا سریہ زید (۱۰۶/ ابن اسحاق)، فدک/ بنو سعد بن بکر کا سریہ علی (۱۰۷/ ابن سعد)، ام قرفہ/ وادی القریٰ کا سریہ زید (۱۰۸/ ابن سعد، ابن اسحاق، واقدی، دولابی، مسلم، طبری، ابن الکلبی)، اسیر بن رازم کے خلاف سریہ عبداللہ بن رواحہ (۱۰-۱۰۹/ ابن سعد، ابن عائذ، ابن اسحاق)، سریہ عمرو بن امیہ الضمری وسلمہ بن حریش (۱۲-۱۱۱/ ابن اسحاق، ابن سعد)۔

پھر غزوۃ الحدیبیہ کا مفصل بیان ہے (۲۵-۱۱۳/ ابن اسحاق، ابن سعد، بخاری، موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ، اپنی سند پر مروی روایات، ابن ہشام وغیرہ) پھر اس سے متعلق فوائد کی فصل ہے (۲۹-۱۲۶) جو قیمتی معلومات پر مبنی ہے۔ اسی سے متصل حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل کے واقعات پر ایک فصل ہے (۳۲-۱۳۰/ ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ)۔ اگلا باب غزوۂ خیبر کا ہے جس میں ابن اسحاق کی روایت بنیادی ماخذ ہے اور دوسرے مآخذ میں ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ، ان کی سند پر مروی روایات، طبرانی کی معجم صغیر، ابن عبدالبر، ائمہ فقہ شافعی، مالک وغیرہ کے اقوال اور ابوداؤد جیسے محدثین کرام کی روایات شامل ہیں (۴۳-۱۳۳)۔ اگلی فصل تقسیم اموال وغنائم خیبر کی "ذکر القسمة" کے عنوان سے ہے جو ابن اسحاق وغیرہ پر مبنی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مؤرخین ہیں: بلاذری، ابن عبدالبر، امام مالک، ابوداؤد جیسے محدثین (۴۸-۱۴۴) اس میں ابن سید الناس کی اپنی مرویات بھی ہیں اور ابن سعد کی روایت بھی۔ شہداء خیبر کی فہرست ہے (۵۰-۱۴۹) جو ابن سعد، واقدی، ابومعشر، موسیٰ بن عقبہ، ابن عبدالبر، ابن اسحاق وغیرہ پر مبنی ہے۔ اسی سے متصل وادی القریٰ کی فتح کا ذکر ہے (۲-۱۵۱/ بلاذری، ابن اسحاق، مرویات ابن سید الناس جس کے آخر میں بلاذری کے حوالہ سے یزید بن معاویہ اور عبدالملک بن مروان کے بارے میں ایک دلچسپ روایت ہے) پھر مختصر سی فصل میں تیماء کا معاملہ بلاذری سے منقول ہے (۱۵۳)۔

اس کے بعد متعدد سرایا کا ذکر ہے جیسے تربہ کا سریہ عمر (۱۵۳/ ابن سعد، ابن سیدہ، حازمی)، سریۂ ابوبکر صدیق/ نجد (۱۵۴/ ابن سعد)، سریۂ بشیر بن سعد/ فدک (۱۵۵/ اہل سیر (قالوا)، میفعہ کا سریہ غالب (۱۵۶/ اہل سیر، بخاری)، اور بشیر کا سریہ یمن وجبار (۱۵۷/ اہل سیر)۔ عمرۃ القضاء کے مختصر ذکر میں اس کو "عمرۃ القصاص" بھی کہا ہے اور مختصر واقعہ اہل سیر اور اپنی روایت بیہقی سے بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں کہا کہ بعض روایات کے مطابق حضرت خالد وغیرہما نے عمرۃ القضاء کے بعد اسلام قبول کیا

تھا (۹-۱۵۸)، سریہ ابن ابی العوجاء/ بنی سلیم (۱۶۰/ ابن سعد)، سریہ غالب/ بنو الملوح - کدید (۲-۱۶۱/ ابن سعد، ابن اسحاق)، سریہ غالب/ فدک (۱۶۳/ واقدی)، سریہ شجاع/ السی (۱۶۴/ ابن سعد/ واقدی)، سریہ کعب بن عمیر/ ذات اطلاح (۱۶۴/ واقدی)، غزوۂ موتہ (۸-۱۶۵/ ابن اسحاق، ابن سعد، بخاری، ابن عبدالبر، عبدالرزاق، موسیٰ بن عقبہ)، شہداء موتہ کی مختصر فصل (۱۶۹/ ابن اسحاق)، اس سے متعلق فوائد کی فصل (۷۰-۱۶۹)، سریہ عمرو بن العاص/ ذات السلاسل (۲-۱۷۱/ سہیلی، ابن سعد، ابن اسحاق، روایت ابن سید الناس)، سریہ ابوعبیدہ/ خبط (۵-۱۷۳/ اہل سیر، ابن سید الناس) پھر اس سے متعلق روایت خبر العنبر کے عنوان سے بخاری سے لی ہے (۱۷۵)۔ سریہ ابی قتادہ ربعی/ خضرہ۔ محارب (۱۷۶/ اہل سیر)، سریہ ابی قتادہ ربعی/بطن اضم (۸-۱۷۷اہل سیر، ابن اسحاق)، سریہ ابن ابی حدرد اسلمی/ غابہ (۸۰-۱۷۹/ ابن اسحاق)۔

اگلا مبحث فتح مکہ کا ہے اور بہت مفصل ہے۔ اس کے اہم ترین مآخذ ہیں: ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ہشام، صحیح بخاری، حمیدی، طبری، اقوال ائمہ جیسے امام شافعی، ابن سید الناس، ابن عبدالبر، اموی (۱۹۰) وغیرہ (۹۷-۱۸۱)۔ فتح مکہ کی باقی خبر کے عنوان سے فتح کے بعد کے واقعات بیان کئے ہیں (۲۰۴-۱۹۹/ ابن اسحاق، ابن سعد، یونس بن بکیر وغیرہ)، پھر فتح مکہ کے اخبار سے متعلق فوائد کی فصل ہے (۷-۲۰۵)۔ اسی سے متعلق دوسری سرایا کا ذکر بھی کیا ہے جیسے سریہ خالد بن ولید/عزیٰ (۲۰۷/ ابن سعد)، سریہ عمرو بن العاص/ سواع (۲۰۸)، سریہ سعد بن زید/ مناۃ (۲۰۸)، سریہ خالد بن الولید/ جذیمہ (۱۱-۲۰۹/ ابن اسحاق، ابن سعد، ابن سید الناس، نسائی)۔

غزوۂ حنین کا بیان زیادہ تر ابن اسحاق کی روایت پر مبنی ہے۔ دوسرے مآخذ ہیں: ابن سعد، صحیح مسلم وغیرہ (۲۲-۲۱۳)۔ قدوم وفد ہوازن کی سرخی اس کے بعد ہے (۶-۲۲۳) جس میں ابن اسحاق کے علاوہ ابن سید الناس، طبرانی کی روایات اور اشعار ہیں پھر اس سے متعلق فوائد کی فصل ہے (۸-۲۲۷)۔ اس کے ساتھ سریہ طفیل/ ذی الکفین (۲۲۹/ ابن سعد) کے ذکر کے بعد غزوۂ طائف کا بیان ابن سعد سے نقل کیا ہے اور ابن ہشام، ابن اسحاق وغیرہ کی مرویات بھی دی ہیں پھر طائف کے شہداء کا ذکر خیر ہے (۳۱-۲۳۰/ ابن اسحاق اور ابن سعد)، اس سے متصل سریہ عیینہ بن حصن الفزاری/ بنو تمیم (۶-۲۳۴) کا ذکر کیا ہے جس میں ان کے وفد کے مدینہ حاضر ہونے اور ان کے اشعار و خطبات کا ذکر

کرنے کے بعد اس کے فوائد کی فصل باندھی ہے (۸-۲۳۷)۔ پھر بعض سرایا کا ذکر ہے جیسے سریہ قطبہ/ خثعم (۲۳۸/ ابن سعد)، سریہ ضحاک/ بنی کلاب (۲۳۹/ اہل سیر)، سریہ علقمہ/ حبشہ (۲۴۰)، سریہ عکاشہ/ الجناب (۲۴۰ ایک سطری ہے)، سریہ علی/ الفلس (۲۴۱/ اہل سیر)۔ اس کے بعد حضرت کعب بن زہیر کی آمد، قبول اسلام اور ہدیہ نعت معہ قصیدہ کا ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے (۷-۲۴۲)۔ پھر اس خبر کے فوائد کی فصل ہے (۵۲-۲۴۹)۔

آخری غزوۂ نبوی- تبوک- کا باب خاصا مفصل ہے اور ابن اسحاق پر مبنی ہے۔ اگر چہ اس کے دوسرے مصادر بھی ہیں، جیسے ابن سعد، ابن ہشام، ابن عائذ وغیرہ (۸-۲۵۳)۔ اسی کی ذیلی مہم سریہ خالد/ اکیدر دومہ کا ذکر الگ عنوان سے ابن اسحاق، ابن سعد، ابن عائذ سے ذکر کر کے تبوک کا باقی ذکر پورا کیا ہے (۶۱-۲۵۹)۔ پھر مسجد ضرار کا واقعہ مذکور ہوا ہے (۶۹-۲۶۳) جس کے آخر میں بخاری وغیرہ کے حوالہ سے تین متخلفون کا واقعہ منقول ہے۔

اگلا عنوان ثقیف کے وفد کی آمد اور ان کے قبول اسلام سے متعلق ہے جو ابن اسحاق پر زیادہ تر منحصر ہے (۴-۲۷۱)۔ پھر حج ابی بکر صدیق کا باب ہے جو ابن سعد سے زیادہ تر اور ابن عائذ، ابن اسحاق سے کسی حد تک ماخوذ ہے (۶-۲۷۵)، عام سیرت نگاروں کی مانند حافظ ابن سید الناس نے "وفود العرب" کے عنوان سے تمام وفود عرب قبائل کی آمد کا ذکر کیا ہے جو ابن اسحاق، ابن سعد، مرویات خود سے مروی ہے اور اس کے ذیلی عناوین ہیں: قدوم بنی عامر، قدوم ضمام بن ثعلبہ، قدوم الجادور/ عبد القیس، بنی حنیفہ، زید الخیر/ طائی، عدی بن حاتم طائی، فروہ بن مسیک المرادی، عمرو بن معدی کرب، اشعث بن قیس، صرد بن عبد اللہ ازدی، فروہ بن عمرو، رفاعہ بن زید الجذامی، ہمدان، تجیب، بنی ثعلبہ، بنی سعد ہذیم، فزارہ (بحوالہ کلاعی کی الاکتفاء) بنی اسد، بہراء (واقدی) بنی عذرہ، بلی، بنی مرہ، خولان، بنی محارب، صداء (واقدی وغیرہ)، غسان، سلامان، بنی عبس، غامد (واقدی) نخع اور یہ آخری وفد ہے (۳۲۱-۲۷۷)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلاطین کے دربار میں جانے والے سفیروں اور فرامین کا ذکر ابن سید الناس نے اس کے بعد "ذکر بعثہ ﷺ الی الملوک" کے عنوان سے کیا ہے اور پہلے ان کے تمام نام گنائے ہیں پھر الگ فصل میں ان کی تفصیل دی ہے جیسے قیصر، کسریٰ، نجاشی، مقوقس

مصر، منذر بن ساویٰ (واقدی)، جیفر وعبد/ عمان، ہوذہ بن علی/ یمامہ، حارث بن ابی شمر غسانی (واقدی)۔ ان میں سے بعض میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے متن سے روایت کا آغاز ہوا ہے اور بعض میں واقعات کے ذکر سے (۳۲۱-۳۹) اور اس کے آخر میں ابن سعد کے حوالہ سے یمن کے سریہ علی کا بیان ہے (۳۴۰) جس میں رشاطی کا کلام بھی موجود ہے۔

حجۃ الوداع کا باب نسبتاً مختصر ہے اور دو تین فصول میں ہے: پہلی فصل امام ابن حزم پر مبنی ہے (۳۴۱-۴۴)، دوسری فصل آپ کے عمل کی تعریف پر ہے جو خطبہ اور دوسرے کاموں سے متعلق ہے (۳۴۵-۵۰) اور وہ بھی ابن حزم سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے۔ پھر آپ کے چار عمروں پر مختصر فصل اپنی سند پر روایت کی ہے (۳۵۱) اور آخر میں سریہ نبوی - سریہ اسامہ بن زید/ ارض الشرآۃ ناحیۃ البلقاء کا ذکر اہل سیر سے ماخوذ ہے (۳۵۲-۴)۔

حافظ ابن سید الناس نے اس کے بعد ہجرت تا وفات ان تمام مذہبی، معاشرتی اور تشریعی اقدامات واحکام کے لئے ایک جامع مانع عنوان قائم کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے تھے اور ان کو سن وار مرتب کیا ہے۔ اس میں غزوات وسرایا بھی شامل ہیں اور اس کا عنوان ہے: "ذکر الحوادث جملة بعد قدوم رسول الله ﷺ المدينة" (۳۵۵-۵۸) یہ گویا سیرت نبوی کا خلاصہ یا کتاب کی فہرست موضوعات ہے۔

اس کے بعد آپ کے کچھ معجزات کے بیان کی فصل ہے (۳۵۹-۶۲) جو بلا حوالہ اور محض فہرست کی شکل میں ہے۔ اگلی فصل اولاد نبوی پر ہے جو ابن سعد/ ابن الکلبی سے ماخوذ ہے (۳۶۳-۶۷)۔ اس میں دوسرے مآخذ کی روایات بھی ہیں جیسے ابن عبد البر، دمیاطی، ابن اسحاق، مدائنی، طبرانی، بخاری وغیرہ۔ اس میں بعض روایات پر محاکمہ بھی ملتا ہے۔ پھر آپ کے اعمام وعمات پر ایک فصل ہے (۳۶۹-۷۶) جس کے مآخذ ہیں: عقیلی، ابوعمر ابن عبد البر، واقدی، ابن سعد جو اصل مآخذ معلوم ہوتے ہیں، سہیلی وغیرہ۔ اس میں ان کے شوہروں/ بیویوں اور اولادوں کا بھی مختصر حال درج ہے۔ پھر اس سے متعلق فوائد ہیں جن میں تشریحات ہیں (۳۷۷-۷۹)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور سراری پر ایک الگ فصل باندھی ہے (۳۸۱-۹۵) جس میں ابن اسحاق وابن سعد کے عام مآخذ کے علاوہ عبد الملک نیساپوری، واقدی، دمیاطی، ابن عبد البر وغیرہ کی سند

پر ترتیب زمانی سے تمام ازواج کا ذکر کیا ہے۔ اس میں حضرت ریحانہ کا ذکر ازواج میں کیا ہے اور حضرت ام حبیبہ سے پہلے (۳۸۸) پھر حافظ دمیاطی کے حوالہ سے ناتمام نکاحوں کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں ایک پیرا گراف میں آپ کی سراری حضرت ماریہ قبطیہ، ریحانہ وغیرہ کا ذکر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے وابستگان دامان دولت میں حسب ذیل کا الگ الگ فصول میں مختصر طور سے ذکر کیا ہے جیسے خدام نبوی (۷-۳۹۵)، موالی نبوی (۹۹-۳۹۷) اور ان میں کہیں کہیں نووی، ابن عبدالبر وغیرہ کا حوالہ دے دیا ہے۔ ورنہ وہ زیادہ اسماء گرامی کی فہرست ہے۔

آپ کے اسماء گرامی کے لئے پھر ایک فصل باندھی ہے جو مختصر ہے اور اولین فصل کے حوالہ سے ہے (۳۹۹)۔ اس کے بعد آپ کے عمال وحکام کی فصول ہیں جیسے کاتبین کرام (۲-۴۰۱/ دمیاطی ابن سیدالناس) جس میں زیادہ تر نام ہیں اور تفصیل ان حضرات کے بارے میں ہے جو مرتد ہو کر مسلمان ہوئے یا مرتد ہی مارے گئے، اسی کے متصل آپ کے جلادوں/ گردن مارنے والوں اور محافظوں کی فہرست ہے (۴۰۲)۔ اس میں زیادہ تر نام ہی نام ہیں اور آیت قرآنی کا حوالہ اس میں ضرور ہے مگر دوسرے مآخذ وحوالے ندارد ہیں۔ ایک نئی اور دلچسپ فصل میں عشرہ مبشرہ، حواریوں اور اہل صفہ کا ذکر کیا ہے (۴۰۳)۔

افراد اور انسانوں کے بعد آپ کے متروکات وغیرہ کا ذکر ہے جیسے اسلحہ (۷-۴۰۵) جس میں سہیلی، ابوداؤد، دمیاطی، ابن الجوزی، ابن فارس وغیرہ کی تشریحات ہیں اور اس میں آپ کے استعمال کے برتن، جانور وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور اس فصل سے متعلق فوائد کی فصل اس کے ساتھ باندھی ہے (۴۰۸) پھر آپ کے سواری کے جانوروں خیل/ دواب، نعم وغیرہ پر فصل قائم کی ہے (۱۱-۴۰۹)۔

"**ذکر صفتہ ﷺ**" کے عنوان سے آپ کی جسمانی حالت، حلیہ اور شمائل کو بیان کیا ہے۔ جس میں ان کی اپنی روایت اہم ترین ہے (۱۶-۴۱۳) بحوالہ قاضی عیاض جو حدیث ہند بن ابی ہالہ پر مبنی ہے)۔ پھر اگلی فصل میں اس حدیث کے مشکل وغریب الفاظ کی تشریح کی ہے (۹-۴۱۷)۔ اگلی فصل خاتم نبوت پر ہے (۴۲۰)۔ اس کے بعد آپ کے جملہ اخلاق پر ایک اہم فصل ہے (۲۸-۴۲۱) جو امام مسلم، ابن سید الناس وغیرہ کی روایات سے آپ کی رحمت وشفقت، زہد وتقویٰ، عبادت وخشیت وغیرہ کی تفصیل پیش کرتی ہے۔

وفات نبوی کے لئے بڑی دلگداز فصل کا عنوان لکھا ہے: "**ذکر مصیبة الاولیین والآخرین من المسلمین**" اور وہ مرض الوفات کے آغاز، اس کے مراحل اور دوسرے واقعات کو بیان کرتا ہے

(۳۶-۴۲۹)۔اس میں احادیث وسیرت کی روایات ہیں،اسی میں وفات، تجہیز وتکفین اور تدفین کا ذکر ہےاور مراثی کا بھی۔خاتمہ پراپنی آخری بات کہی ہےجوتالیف کی خامی وغیرہ کے لئے معذرت پرمبنی ہے۔

اس کے بعد امام ابن سید الناس نے مصنفین سے جو مواد لیا ہے ان کی اپنی اسانید بیان کی ہیں۔ان میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابن عائذ دمشقی قرشی، ابن سعد، ابوالقاسم طبرانی، ابویعلیٰ موصلی، ابوبشر دولابی، ابوبکر الشافعی، ابوعروبہ الحسین، ابوالحسین بن جمیع الغسانی، ابن عبدالبر، ابومحمد عبداللہ الرشاطی، قاضی عیاض، ابوالقاسم السہیلی کا الگ الگ ذکر کرکے ان کے اسانید بیان کی ہیں اور اس کے بعد آخری پیراگراف میں فوائد کا ماخذ بتایا ہے۔اور اسی پر کتاب کے خاتمہ کا ترقیمہ مورخہ ۷/شعبان ۱۰۷۹ھ ہے اور پھر دوسرے ترقیمے بھی ہیں، (۴۵-۴۳۷)۔آخری پیرا سے قبل اس کتاب کے ایک ارجوزہ کی شکل میں معلوم ہونے کا ذکر ہے جو قاضی فتح الدین النابلسی نے "الفتح القریب فی سیرۃ الحبیب" کے عنوان سے کیا تھا۔پھر تحریر کی تکمیل کی تاریخ ۱۷/محرم ۱۰۸۰ھ دی گئی ہے۔اور دوسرے علماء کی قراءت کی تصریحات وغیرہ ہیں (۴۴۶-۸)۔آخر میں الجزء الثانی کی فہرس موضوعات ہے (۴۴۹-۵۶)۔اور اسی پر امام ابن سید الناس کی کتاب سیرت "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" تمام ہوتی ہے۔

# امام ذہبی

(۷۴۸-۶۷۳ھ/ ۱۳۴۸-۱۲۷۴ء)

ساتویں آٹھویں صدی ہجری/ تیرہویں چودھویں صدی عیسوی اسلامی علوم وفنون میں ارتقاء وعروج کا ایک خاص مرحلہ تھا، اس زمانے میں متعدد ممالک و دیار میں بہت سے علماء وفقہاء، محدثین و مفسرین اور مؤرخین وغیرہ دوسرے ارباب علم وفضل نے اپنی عظیم وضخیم تخلیقات وتالیفات سے اسلامی کتب خانہ کو مالا مال کیا۔ دیار وامصار میں شام کو تمام دوسرے ممالک اسلامیہ پر ایک گونہ فضیلت و برتری حاصل تھی کہ اس دور بےمثال میں امام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، علامہ ابن کثیر، شیخ الاسلام ابن دقیق العید، امام مزنی، شیخ برزالی اور امام ذہبی جیسے نادرۂ روزگار نے اپنے علم وفضل، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ تفسیر، حدیث، تاریخ، سیرت اور متعدد دوسرے علوم فنون میں بہت قیمتی اضافے کئے۔

## خاندان

امام ذہبی خاندان ونسل کے اعتبار سے ترکمانی تھے اور پیشہ اور کام کے لحاظ سے ذہبی، کیونکہ ان کا خاندان سناری کا کام کرتا تھا اس لئے وہ ذہب سے ذہبی بن گئے۔ بایں ہمہ وہ اہل علم وفضل کا خاندان تھا۔ ان کا اصل نام محمد، ابوعبداللہ کنیت اور شمس الدین لقب تھا۔ ان کے والد ماجد احمد بن عثمان بن قایماز تھے۔ ان کا خاندان میا فارقین کے علاقہ میں آباد تھا جو مشہور دیار بکر کا ایک اہم علاقہ تھا۔ بعد میں ان کا خاندان دمشق میں آباد ہوگیا اور اس لحاظ سے وہ دمشقی بھی کہلائے۔

## ولادت

ان کی تاریخِ ولادت کے بارے میں مورخین اور سوانح نگاروں کا اختلاف ہے۔جس طرح کہ مقامِ ولادت پر اختلاف ہے،بعض کے بقول وہ میافارقین میں پیدا ہوئے اور بعض کے خیال میں دمشق میں۔ایک گروہ کے خیال میں ان کی تاریخ ولادت یکم ربیع الآخر ۶۷۳ھ/ ۵/اکتوبر ۱۲۷۴ء ہے اور دوسرے کے خیال میں ۳/ربیع الآخر ۶۷۳ھ/ ۷/اکتوبر ۱۲۷۴ء۔زیادہ تر دوسری تاریخ ومقام ولادت کو ترجیح دی گئی ہے۔

## تعلیم وتربیت

حافظ ذہبی کے ابتدائی حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں ہماری معلومات صفر کے برابر ہیں۔لیکن ان کی اعلیٰ تعلیم کے بارے میں ہماری معلومات کافی ہیں۔سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ۹۱-۶۹۰ھ/ ۲-۱۲۹۱ء میں انھوں نے شام کے عظیم محدثین حافظ یوسف المزی،شیخ عمر بن قواس اور امام احمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر اور علامہ یوسف بن احمد القولی سے علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم پائی۔مزید تعلیم وتبحر کے حصول کے لئے انھوں نے زمانہ وعلم کی روایت کے مطابق علم حدیث کی تحصیل کی خاطر بالخصوص دوسرے اسلامی مراکز کے علماء وشیوخ کے سامنے بھی زانوئے ادب تہہ کیا۔شام کے علاوہ مصر بھی علوم اسلامی کا ایک عظیم ترین مرکز تھا جہاں بہترین محدثین کا اجتماع تھا۔چنانچہ وہاں کے مختلف شہروں میں حافظ احمد بن اسحاق الابرقوہی،علامہ عیسیٰ بن احمد بن عبدالمنعم بن شہاب،شیخ ابومحمد دمیاطی،اور حافظ ابوالعباس الظاہری سے حدیث پڑھی،پھر بعلبک میں عبدالخالق بن علوان اور زینب بنت عمر الکندی سے،حلب میں سنقر زینی سے،نابلس میں عماد بن بدران سے اور مکہ میں علامہ التوزری سے درس حدیث لیا۔ان کے مصری شیوخ حدیث میں اسکندریہ کے ابوالحسن علی بن احمد العراقی اور ابوالحسن یحییٰ بن احمد الصواف کا نام نامی کافی اہم ہے۔لیکن سب سے زیادہ اہمیت قاہرہ کے امام ابن منصور الافریقی اور امام ابن دقیق العید کو حاصل ہے جو اپنے طلبہ کے انتخاب وداخلہ میں کڑا امتحان لیتے تھے۔امام ابن دقیق العید نے حافظ ذہبی کا فن اسماء الرجال میں سخت امتحان لینے کے

بعد ان کو اپنے حلقہ درس میں شامل ہونے کی اجازت دی تھی، اور نہ صرف اجازت دی تھی، بلکہ ان کے تبحر و مہارت کی تعریف بھی کی تھی۔

حافظ ذہبی کی اصل شہرت فن حدیث اور اسماء الرجال ہی میں ہے تاہم انھوں نے دوسرے علوم میں بھی اعلیٰ تعلیم اور فنی تربیت حاصل کی تھی۔ فقہ میں انھوں نے امام کمال الدین بن الزملکانی، شیخ برہان الدین الفزاری اور علامہ کامل الدین بن قاضی شہبہ سے اعلیٰ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اگرچہ حافظ ذہبی خاندانی لحاظ سے شافعی تھے لیکن اپنی ذاتی تحقیق، حدیث سے لگاؤ اور میلان طبع کے علاوہ غالباً بعض شیوخِ حدیث کے زیر اثر حنبلی مسلک پر عامل ہو گئے تھے اور عقائد میں بھی حنبلی افکار کے علمبردار تھے۔ عام محدثین کرام کے علاوہ غالباً امام ابن تیمیہ سے بھی وہ متاثر ہوئے تھے کیونکہ روایت ہے کہ انھوں نے امام موصوف سے ۶۹۵ھ میں تبرکاً دو تین حدیث پڑھی تھیں۔ ان کی تصانیف سے بھی ان کے مسلکی رجحان کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام ذہبی کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد تیرہ سو سے اوپر بتائی جاتی ہے جیسا کہ ان کی اپنی کتابوں خاص کر ان کی اسماء الرجال کی عظیم تالیفات سے معلوم ہوتا ہے۔

امام ذہبی کی تعلیم و تربیتِ سیرت و تاریخ کا زیادہ مفصل پتہ نہیں چلتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت و زمانہ اور پیشرؤوں کی روایات کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے رجحانِ طبع نے بھی ان کو سیرت و تاریخ کے فنون سے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں انھوں نے سیرت و تاریخ پر اہم تالیفات کیں جن کا فنی اور علمی مرتبہ کافی بلند ہے۔

## درس و تدریس

اپنی تعلیم و تدریس کی تکمیل کے بعد حافظ ذہبی نے دوسروں کی تعلیم و تدریس کا کام شروع کیا۔ شام کے گورنر اور نائب سیف الدین تنکز (م ۷۴۱ھ) نے ان کو ۷۱۸ھ میں مدرسہ ام صالح میں شیخ الحدیث مقرر کیا اور ان کے شیخ علامہ کمال الدین مزنی کو مدرسہ اشرفیہ کا شیخ الحدیث بنایا کہ اس کے شیخ امام شریشی کا انتقال ہو گیا تھا۔ روایت ہے کہ مدرسہ ام صالح میں تدریس و تعلیم کا منصب ان کو علامہ ابوزکریا بن الصیرفی، شیخ ابن ابی الخیر اور امام القاسم الاربلی کی اجازت و سفارش سے ملا تھا۔ نائب شام تنکو نے امام ذہبی کو بعد میں مدرسۃ الظاہریہ، مدرسہ نفیسیہ اور دار الحدیث التنکزیہ میں بھی بعد میں شیخ الحدیث کے

عہدہ پر فائز کیا۔ غالباً مسلکی اختلاف کے سبب امام ذہبی کو اپنے استاذ شیخ مزنی کی وفات ۷۴۲ھ/ ۲-۱۳۴۱ء کے بعد مدرسہ اشرفیہ کا جلیل القدر منصب نہیں ملا۔ لیکن اصل سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۷۴۱ھ/ ۴۱-۱۳۴۰ء میں ان کی بینائی ختم ہونے کے سبب ان کو یہ عہدہ نہیں ملا۔ دراصل امام ذہبی اس حادثہ کے بعد عملی زندگی سے کافی حد تک کنارہ کش ہو کر تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں لگ گئے تھے۔

امام ذہبی کو دراصل مطالعہ اور تالیف کا بے پناہ شوق تھا۔ وہ دن رات مطالعہ میں مشغول رہتے یا لکھتے رہتے۔ انھوں نے حفظان صحت کی کبھی پرواہ نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی بنیائی متاثر ہوتی گئی اور آخرکار وہ بالکل جاتی رہی۔ سوانح نگاروں کا یہ خیال کہ ان کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا، صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وہ اکثر اس خیال کی تردید کیا کرتے تھے۔ بعض دوسرے سوانح نگاروں بالخصوص ابوالفداء اور عمر بن الوردی نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کی بینائی دو سال بعد یعنی ۷۴۳ھ/۳-۱۳۴۲ء میں ختم ہوئی۔ بہرحال تاریخ کچھ رہی ہو، حافظ ذہبی آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

## مقام و مرتبہ

وہ زندگی بھر تعلیم و تدریس میں مصروف رہے، اپنی معلمی کے پہلے دن سے ان کی علمی شہرت دور تک پہنچ گئی تھی اس لئے اسلامی ممالک کے گوشہ گوشہ سے طلبہ ان کے حلقۂ درس میں شرکت کے لئے جوق در جوق آنے لگے۔ بصارت زائل ہونے کے بعد بھی ان کا تدریسی مشغلہ کسی نہ کسی طرح جاری اور مقبول رہا۔ لہٰذا ان کے ہزارہا شاگرد اور تلامذہ ہوئے۔ ان میں سے متعدد اپنے وقت کے امام اور استاذ بنے۔ ان کے اہم ترین تلامذہ میں قاضی القضاۃ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکی (۷۲۷-۷۱ھ) مؤلف ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ تھے جن کے والد ماجد تقی الدین علی بن تمام سبکی فقہ شافعی کے عظیم امام و ماہر تھے اور امام ذہبی کے بہترین دوستوں میں تھے، ان کے دوسرے شاگرد رشید ابوالمحاسن محمد بن علی حسینی دمشقی (۷۱۵-۶۵ھ) تھے جو متعدد دوسرے اکابر کے شاگرد تھے اور دارالحدیث البہائیہ کے شیخ الحدیث بنے۔ ان کے علاوہ امام سبکی مذکور کے بڑے بھائی قاضی ابوالطیب الحسین بن علی سبکی (۷۲۲-۵۵ھ)، قاضی شمس الدین محمد بن مفلح صالحی حنبلی (م ۷۶۳ھ)، مشہور سوانح نگار صلاح الدین صفدی (ابوالصفا خلیل بن ایبک شافعی ۷۶۴-۶۹۷ھ) مؤلف ”الوافی بالوفیات“ اور قاہرہ کے قاضی

القضاۃ ابو محمد عبداللہ بن محمد الحجاوی حنبلی (م ۷۶۹ھ) بھی امام ذہبی کے عظیم تلامذہ میں شامل تھے۔

## اولاد

امام ذہبی کی اپنی اولادیں بھی ان کی شاگردی سے مشرف ہوئی تھیں۔ان میں سے صرف دو کے نام مل سکے ہیں: ایک فرزند ابو ہریرہ عبدالرحمٰن ۷۱۵ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔انھوں نے متعدد دوسرے محدثین کرام جیسے وزیرہ بنت منجاء، قاضی سلیمان، علامہ ابن عبدالدائم، حافظ عیسیٰ المطعم، شیخ اسمٰعیل بن مکتوم، علامہ ابن الشیرازی، اور قسم بن عساکر وغیرہ سے حدیث کی تعلیم پائی اور مدت تک قریہ بطنا میں امام رہے۔والد کی طرح اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ۷۹۹ھ میں بعمر ۸۱ سال وفات پائی۔ دوسری ان کی صاحبزادی امۃ العزیز تھیں، وہ بھی حدیث کی عالم و ماہر تھیں اور عیسیٰ مطعم جیسے اساتذہ سے تعلیم پائی تھی۔۷۷۵ھ میں انتقال کیا، ان سے متعدد علماء نے حدیث کی روایت کی ہے۔

## وفات

امام ذہبی نے ۷۵پچھتر سال کی عمر میں ۳رذوالقعدہ ۷۴۸ھ/ ۴رفروری ۱۳۴۸ھ کو بعد نماز عشاء وفات پائی۔ان کی ولادت کی مانند ان کی وفات کی ایک دوسری تاریخ بھی مروی ہوئی ہے جو احمد بن ایاس نے بیان کی ہے اور وہ ۷۵۳ھ/ ۳-۱۳۵۲ء ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول الذکر سیوطی کے علاوہ امام سبکی نے بھی بیان کی ہے جو ان کے شاگرد خاص تھے لہٰذا یہی صحیح ہے۔انتقال مدرسہ ام صالح میں ہوا اور تدفین دمشق کے مشہور قبرستان باب صغیر میں ہوئی۔

## تالیفات

حافظ ذہبی کی تالیفات کی تعداد سو تک بتائی جاتی ہے۔ان میں سے اکثر ناپید ہوگئی ہیں لیکن چند محفوظ ہیں اور ان میں سے کئی زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ان میں حدیث، تاریخ، اسماء الرجال کی کتابیں خاص ہیں اور انھیں کے سبب حافظ ذہبی کی شہرت و عظمت قائم ہے۔بقیہ کتابوں کے ناپید ہونے کے سبب ان کی دوسرے علوم وفنون میں شہرت و عظمت زیادہ نہ ہو سکی۔بہر حال پہلے مطبوعہ اور

دستیاب کتابوں کی تفصیل دی جارہی ہے۔ بعد میں ان کی دوسری کتابوں کا عمومی ذکر کیا جائے گا۔

## تاریخ وسیرت

### ۱- تاریخ الاسلام الکبیر:

امام ذہبی کی عظیم ترین اور مشہور ترین تالیف ہے جو اکیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے۔ وہ اسلامی تاریخ کو آغاز اسلام سے ۷۰۰ھ تک بیان کرتی ہے اور دس دس سال کے طبقہ کے حساب سے کل ستر طبقات رکھتی ہے۔ وہ عام اسلامی سیاسی واقعات کے علاوہ علماء وفضلاء کے سوانح اور دوسرے اہم تمدنی واقعات بھی بیان کرتی ہے۔ کئی بار چھپ چکی ہے۔

### ۲- دول الاسلام:

حافظ ذہبی نے اپنی عظیم ترین کتاب کا اختصار اس نام سے تیار کیا تھا۔ یہ زیادہ تر سنین اور وفیات پر مشتمل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر ۷۱۵ھ تک کے سنین اور وفیات کو ہر سنہ کے الگ عنوان کے تحت اس کے اہم واقعات وحالات مختصراً تحریر کردیئے ہیں۔ یہ بھی کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

### ۳- السیرۃ النبویۃ:

دراصل ان کی ”تاریخ اسلام کبیر“ کا اولین حصہ ہے جو بعد میں الگ کتابی شکل میں شائع کردیا گیا ہے اور وہی ہماری سیرت نبوی کی تالیفات میں شامل اور زیر بحث ہے۔

### ٤- العبر فی خبر من غبر:

بھی تاریخ اسلام کبیر کا ایک دوسرا خلاصہ ہے جو تاریخ اوسط کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس میں تاریخ کبیر میں موجود سیر وتراجم سے متعلق مواد اور طبقات کا خلاصہ ہے۔ یہ کتاب کئی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

### ٥- سیر اعلام النبلاء:

تاریخ اسلام کبیر میں مذکور علماء وفضلاء کے تذکروں کا اختصار کیا گیا ہے۔

۶۔۷۔ حافظ ذہبی نے ابن الدبیثی (م ۶۳۷ھ/ ۴۰-۱۲۳۹ء) کی تاریخ بغداد اور ابن

القفطی (م۶۴۶ھ/ ۹-۱۲۴۸ء) کی تاریخ النحویین کے مختصر بھی تیار کئے تھے۔

## حدیث واسماء الرجال

۱۔ **الاصابة فی تجرید اسماء الصحابه**: جو ابن الاثیر کی اسد الغابہ پر مبنی حروف تہجی کے اعتبار سے صحابہ کرم کے اسماء گرامی کا ذکر کرتی ہے۔ ۱۳۱۵ھ/ ۸-۱۸۹۷ء میں حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ **تذکرة الحفاظ**، حیدر آباد دکن ۳-۱۳۳۲ھ سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ وہ اکابر محدثین کا تذکرہ ہے جو اکیس طبقات میں منقسم ہے اور ہر طبقہ میں محدثین کے حالات بلا ترتیب و تنظیم لکھے گئے ہیں۔ اس کے آخر میں امام موصوف نے اپنے چھتیس شیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ **تهذیب التهذیب** کا اصل عنوان ہے "**تذهیب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال**" ہے۔ وہ صحاح ستہ کے رواۃ کے حالات پر مبنی امام مزی کی عظیم تالیف "**تهذیب الکمال**" کی تیرہ جلدوں کا خلاصہ ہے اور پانچ جلدوں میں ہے، وہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ کئی بار چھپ چکی ہے۔

۴۔ **قرة العین فی ضبط رجال الصحیحین** نے بخاری و مسلم کے حالات و سوانح بیان کئے ہیں۔

۵۔ **المشتبه فی اسماء الرجال** (لائیڈن ۱۸۶۳ء) ان رواۃ کے حالات پر ہے جس کے نام و نسب اور کنیت و لقب میں اختلاف رہا ہے۔

۶۔ **المغنی فی الضعفاء** میں گذشتہ ائمہ حدیث ابن معین، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم، دارقطنی، دولابی، حاکم، خطیب بغدادی اور ابن جوزی وغیرہ کی کتابوں میں مذکور تمام ضعیف راویوں کے حالات کو جمع کر دیا ہے اور اس کا ذکر **میزان الاعتدال** کے مقدمہ میں کیا ہے۔

۷۔ **المتقنیٰ فی سرد الکنیٰ**: حاکم اور نسائی کی اسی موضوع پر تالیف کردہ کتابوں کا خلاصہ ہے اور محدثین کی کنیتوں کی تشریح کرتی ہے۔

۸۔ **میزان الاعتدال**: ضعیف محدثین کے حالات و تراجم پر مبنی ہے۔ قاہرہ ۱۳۰۱ھ/ ۴-۱۸۸۳ء، ۱۳۲۵ھ/ ۸-۱۹۰۷ء اور حیدر آباد دکن ۳۱-۱۳۲۹ھ/ ۳-۱۹۱۱ء مختلف طباعتیں ہیں۔ حروف تہجی کے اعتبار سے دس ہزار نو سو سات راویوں کے حالات کا ذکر ہے۔ اس میں ثقہ

راویوں کا ذکر نہیں کیا۔ وہ کئی بار چھپ چکی ہے اور اہم ترین کتابوں میں سمجھی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ حدیث و اسماء الرجال میں حافظ ذہبی کی مزید کتابوں میں حسب ذیل کا ذکر ملتا ہے:

**الکاشف** جو **تذھیب** کا خلاصہ ہے، **المعجم الکبیر، المعجم الصغیر، المعجم المختص** جو محدثین خاص کر ان کے تلامذہ کے حالات میں ہیں۔ اول الذکر نایاب ہے بقیہ کے مخطوطے پائے جاتے ہیں۔ **تلخیص المستدرک** جو امام حاکم کی **المستدرک علی الصحیحین** کی تلخیص ہے اور حیدرآباد دکن سے **مستدرک** کے ساتھ چار جلدوں میں ۴۲-۱۳۳۴ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ **مختصر سنن البیھقی** کی معروف کتاب کی تلخیص ہے۔ **مختصر اطراف المزنی** امام مزنی کے صحاح ستہ کے اطراف پر مبنی کتاب کی تلخیص ہے۔ "**المنظومة فی اسامی الحفاظ**" منظوم کتاب ہے جس میں رواۃ کی جرح وتعدیل کی طرف اشارے ہیں۔ ان کے علاوہ **کتاب الموقظه** (حالات رواۃ)، **الروع والادجال فی بناء المسیح والدجال** (مسیح و دجال سے متعلق احادیث)، **کتاب التمسک بالسنن** وغیرہ شامل ہیں۔

فقہ میں حافظ ذہبی نے بعض تالیفات چھوڑی تھیں۔ ان میں سے کچھ مختصر رسالے ہیں اور کچھ کتابیں ہیں اور زیادہ تر تلخیصات ہیں۔ ان میں "**رسالة فی معرفة فقیه الامة ابی حنیفة**"، ابن حزم اندلسی کی عظیم کتاب **المحلیٰ** کا ایک مختصر، **اخبار قضاۃ دمشق** وغیرہ شامل ہیں۔

محمد یوسف کوکن عمری نے حافظ ذہبی پر اپنے مقالہ میں ان کی ۳۷ کتابوں کی تفصیل دی ہے اور اس کے بعد مزید ۳۳ کتابوں کے نام گنائے ہیں۔ مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ بقیہ کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

(۱) کتاب العلو (کلام- استواء علی العرش کی تشریح وتعبیر) (۲) کتاب الکبائر وبیان المحارم (۳) مختصر سلاح المومن (۴) مختصر وفیات المنذری (۵) مختصر تاریخ ابن السمعانی (۶) مختصر اخبار النحویین (۷) مختصر تاریخ بغداد (۸) مختصر تاریخ نیساپور (۹) بیان رحل العلم والطلب (۱۰) مختصر الفاروق لشیخ الاسلام الانصاری (۱۱) مختصر فضل العلم لابن عبدالبر (۱۲) مختصر جواز السماع لجعفر الادفوی (۱۳) مختصر الزھد والقدر للبیھقی (۱۴) مختصر الرد علی الرافضة لابن تیمیة (۱۵) کتاب الزیارة المطربة (۱۶) سیرة الحلاج (۱۷) تحریم ادبار النساء (۱۸) احادیث الصفات (۱۹) فضل الحج (۲۰) فضل آیة الکرسی (۲۱) جزء فی الشفاعة (۲۲) صفة النار (۲۳) مسئلة السماع (۲۴) مسئلة الغیب (۲۵) رؤیة

الباری (۲۶) کتاب الموت و مابعدہٗ (۲۷) طرق احادیث النزول (۲۸) کتاب اللباس (۲۹) کتاب الزلازل (۳۰) مسئلۃ دوام النار (۳۱) کتاب التلویح لمن سبق ولحق (۳۲) مختصر فی القراء ت (۳۳) کتاب ہالۃ البدر فی اہل بدر (۳۴) کتاب تقویم البلدان (۳۵) ترجمۃ السلف (۳۶) دعاء المکروب (۳۷) جزء صلاۃ التسبیح (۳۸) تشبیع الخسیس باہل الخمیس (۳۹) رسالۃ فی ما یعظم و یعاش فی کل طائفۃ (۴۰) مفاخرۃ الشمس والتوت (۴۱) کتاب الورد (۴۲) الطب النبوی (مطبوعہ مصر ۱۸۶۱ء) (۴۳) کتاب معرفۃ القراء علی الطبقات والاعصار (تراجم قراء) (۴۴) طبقات الحفاظ (تذکرۃ اکابر محدثین) مطبوعہ یورپ ۱۸۷۲ء۔

## طریقۂ تالیف

حافظ ذہبی کو بجا طور سے اکثر علماء و محدثین نے مختصر نگار یا جامع روایات سمجھا اور قرار دیا ہے۔ وہ زیادہ تر اپنے پیشروؤں کی کتابوں کی تلخیص کرتے ہیں یا ان کی بنیاد پر اپنی کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ دوسرے علوم و فنون سے قطع نظر، تاریخ اسلامی اور سیرتِ نبوی کے باب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت سے مآخذ و مصادر سے روایات جمع کرتے ہیں اور ان کو از خود طبعزاد لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جمعِ روایات کے سلسلہ میں حافظ ذہبی بالعموم کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ روایات واخبار بیشتر سے بیشتر مآخذِ سیرت وحدیث سے جمع کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی السیرۃ النبویۃ کے تجزیہ اور تاریخ الاسلام الکبیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔

سیرت نبوی کے بیان میں امام ذہبی نے ترتیب زمانی اور تاریخی تسلسل کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ نسب گرامی، ولادت، تاریخ ولادت، رضاعت، اسماء وکنیت، شب ولادت کے معجزات، والدین کی وفات، تربیت جدوعم، مکی زندگی اور پھر مدنی زندگی کے واقعات کو اسی طرح مرحلہ وار بیان کیا ہے۔ لیکن چونکہ حافظ ذہبی محدث بھی تھے اس لئے عام سیرت نگاروں کی مانند انھوں نے صرف تاریخی اور سوانحی واقعات ہی سے تعرض نہیں کیا ہے بلکہ موقع بہ موقع دوسرے سیرتی موضوعات یا ان کے متعلقات سے بھی برابر بحث کی ہے مثلاً دورِ جاہلیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور اس کی الٰہی ضمانت پر ان کی بحث بالکل منفرد ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، پیشگوئیوں، دلائل نبوت،

مکی مدنی سورتوں کے نزول اور آیات منسوخہ، حلیۂ نبوی، خاتم نبوت، صفات نبوی، ہیئت وجلال نبوی، زہد نبوی، شمائل وافعال نبوی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس وملبوسات، آپ پر جادو کئے جانے کی روایات، خصائص نبوی، خلافت نبوی پر فصول وابواب نئے موضوعات کی نشاندہی کرنے کے علاوہ سیرت نبوی کے موضوع میں اور گہرائی وگیرائی پیدا کرتے اور اس کو نئی جہات سے روشناس کراتے ہیں۔

امام ذہبی کی سیرت نبوی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ سیرت اور حدیث کے مآخذ کے درمیان ایک رابطہ پیدا کرتے ہیں اور سیرت وحدیث کی روایات کو پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں۔ عام رجحان یہ ہے کہ حدیث کی روایات کے مقابلہ میں سیرت وتاریخ کی روایات کو نظر انداز کر دیا جائے اور اول الذکر کو ترجیح دی جائے، حافظ ذہبی نے کہیں کہیں سیرت وتاریخ کی روایات کو ترجیح دی ہے، مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیقہ، ختنہ اور تسمیہ کے بارے میں جو روایات آتی ہیں کہ ایسا ساتویں دن ہوا تھا ان کو قبول کر کے دوسری روایات کو مسترد کر دیا ہے۔ چچا ابو طالب کے ساتھ سفر شام کی روایات سیرت وحدیث دونوں پر نقد کیا ہے اور بحیرا راہب سے ملاقات وغیرہ کا انکار کیا ہے حالانکہ اس موضوع پر کئی روایات حدیث میں بھی آتی ہیں اور کئی محدثین نے ان کو صحیح تسلیم کر کے قبول کیا ہے۔

ان کی ایک اہم صفت روایات کی تنقیح وتنقید بھی ہے۔ وہ اکثر ابواب میں اپنی تنقیدی صلاحیت اور تجزیاتی مطالعہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حدیث وسیرت کی روایات کے تقابلی مطالعہ کے ضمن میں ان کی بعض تنقیدوں کا ذکر آچکا ہے۔ بعض دوسری مثالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی، ولادت وظہور سے متعلق روایات، والد ماجد عبداللہ کی وفات کی تاریخ، دربارِ نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالب کی تقریر کی روایتِ ابوداؤد طیالسی، کاہنوں کے اقوال بابت ظہور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسراء ومعراج کے بارے میں بعض ضعیف روایات پر ان کا نقد اور محاکمہ پایا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور متعدد مثالیں ان کی تنقیدی صلاحیت کو اجاگر کرتی ہے۔

ذہبی کی سیرت نبوی مکی حیات طیبہ کے واقعات کو کم وبیش دوسرے سیرت نگاروں کی مانند کم وبیش معروف طریق وانداز پر پیش کرتی ہے لیکن مدنی حیات طیبہ کا باب تقریباً بالکل مختلف ہے۔ حافظ موصوف نے ہجرت کے بعد کے واقعات تاریخی جیسے تعمیر مسجد نبوی، یہود سے معاہدہ، غزوات وسرایا اور ان کے متعلقہ ابواب وموضوعات کو یکسر نظر انداز کیا ہے اور اس کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ یہ مباحث چونکہ

دوسری کتب سیرت میں پائے جاتے ہیں لہٰذا ان کی یہاں ضرورت نہیں۔ البتہ مرض ووفات نبوی وغیرہ کے مباحث انھوں نے ضرور بیان کیے ہیں۔

اگر چہ امام ذہبی کی کتابِ سیرت بنیادی کتابوں میں شامل نہیں ہوتی تاہم اس کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، وہ موضوعات کے تجزیاتی مطالعہ، روایات کی تنقید وتنقیح، احادیث وآثار اور اخبار کی ہم آہنگی، نئے موضوعات کی شمولیت اور بعض دوسرے خصائص کیلئے اہمیت رکھتی ہے۔

# مآخذ ومراجع


| | | | |
|---|---|---|---|
| ابن الجزری | غاية النهاية | | دوم صفحہ ۷۱ |
| ابن حجر عسقلانی | الدرر الكامنة | حیدرآباد | سوم صفحہ ۳۳۶ |
| ابن شاکر الکتبی | فوات الوفيات | | دوم صفحہ ۱۸۳ |
| ابن العماد حنبلی | شذرات الذهب | | |
| اردو دائرۂ معارف اسلامیہ | دانشگاہ پنجاب، لاہور (مقالہ الذہبی) | | |
| براکلمان | دوم ۸-۴۶، تکملہ | | دوم صفحہ ۷-۴۵ |
| الزرکلی | الاعلام | | ششم صفحہ ۲۲۲ |
| سخاوی | الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ | | صفحہ ۸۴ |
| سبکی | طبقات الشافعيه | | پنجم صفحہ ۲۱۶ |
| سرکیس | معجم المطبوعات | | ۹۰۹ تا ۲۱۲ |
| السیوطی جلال الدین | ذيل تذكرة الحفاظ | | صفحہ ۳۴۷،۳۴ |
| الشوکانی | بدر طالع | | |
| الصفدی خلیل ابن ایبک | نكت الهميان | | صفحہ ۲۴۱ |
| طاش کبری زادہ | مفتاح السعادة | | اول صفحہ ۲۱۲، دوم صفحہ ۲۱۶ |

محمد یوسف کوکن نایطی ''امام ذہبی'' مقالہ معارف اعظم گڈھ ۳۶/۵ نومبر ۱۹۳۵ء ۳۴۷-۳۵۹

یورپین حوالوں کے لئے ملاحظہ ہو: اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کا مذکورہ بالا مقالہ

# ذہبی کی ''السیرۃ النبویۃ''

حافظ ذہبی کی کتاب سیرت ان کی اسلامی عالمی تاریخ کا ایک جزو ہے جو الگ سے شائع کر دیا گیا ہے۔اس کی تحقیق وحواشی کی ذمہ داری حسام الدین القدسی نے نبھائی ہے اور دار الکتب العلمیۃ بیروت نے ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ہے۔ ناشر نے شروع ہی میں یہ تصریح کر دی ہے کہ وہ حافظ ذہبی کی کتاب **تاریخ الاسلام** سے ماخوذ ہے۔شروع میں تمہیدی صفحات ہیں جن میں مخطوطہ اور اس کی خصوصیات اور محقق کے طریق کار وغیرہ پر مختصر بحث ہے، اس کے صفحات متن کے صفحات کے علاوہ ہیں اور آخر میں فہرست عنوانات اور استدراک کے صفحات ۲۸-۴۲۰ ہیں جبکہ متن کتاب چار سو انیس صفحات پر مشتمل ہے۔

ذہبی کی کتاب سیرت کا آغاز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک سے ہوتا ہے اور ''محمد رسول اللہ ابوالقاسم سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے ذکر سامی کے بعد عدنان تک آپ کا نسب بیان کیا ہے پھر ان کو حضرات اسمٰعیل وابراہیم کی اولاد میں بتا کر ان کے اس شجرۂ نسب پر لوگوں کے اجماع کا ذکر کیا۔ پھر بعد کی پیڑھیوں کے بارے میں علماء کا اختلاف اور متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ان میں عروہ، ابن عباس، ابن الکلبی، ابن عبدالبر، ابن اسحاق، ابن سعد، ابن ہشام، عبدالمنعم بن ادریس کی روایات بیان کر کے اور کلبی اور ان کے فرزند وغیرہ پر نقد وجرح کر کے آیت قرآنی، المعارج ۱۳، کے حوالہ سے بنو عبدالمطلب کا ذکر کیا ہے اور مسلم کی روایت بسند امام اوزاعی آپ کے بہترین اور منتخب ترین نسل وخاندان انسانی میں تولد ہونے کی حدیث شریف نقل کی ہے اور والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کا نسب کلاب تک بیان کر کے آپ کے والد گرامی سے اس کے قریب ترین ہونے کا ذکر کیا ہے (۵-۱)۔

دوسری فصل آپ کے ''مولد مبارک'' پر ہے۔ مختلف اسناد کی روایات کے ساتھ عام الفیل میں

آپ کی ولادت باسعادت کی روایات بیان کر کے کئی ایک رواۃ پر محاکمہ کیا ہے۔ دوشنبہ بارہ ربیع الاول کی روایت زبیر بن بکار وابومعشر نجیح کے حوالہ سے بیان کی ہے اور ربیع الاول کی بعض دوسری تاریخوں کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن رمضان کی تاریخوں کا انکار کیا ہے۔ البتہ سیرت نبوی کے متعدد واقعات کے دوشنبہ کے دن واقع ہونے کا ذکر کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ساتویں دن آپ کے ختنہ اور عقیقہ اور تسمیہ کا ذکر کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بقیہ روایات کو غلط بتایا ہے۔ حافظ ذہبی کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ وہ روایات کے صحت وضعف پر اپنی رائے ضرور بیان کرتے ہیں (۸-۵)۔

تیسری فصل ''اسماء وکنیت'' پر ہے۔ اس میں اصل اسمائے گرامی -محمد، احمد صلی اللہ علیہ وسلم- کے علاوہ دوسرے گرامی اسماء جیسے ماحی، حاشر، عاقب، خاتم وغیرہ کا بیان احادیث صحیحہ اور روایاتِ تاریخیہ کی بنیاد پر پیش کیا ہے اور ضعیف وکمزور روایات پر نقد بھی کیا ہے، پھر ابوالقاسم کی کنیت کو منفرد اور صحیح بتایا ہے۔ اس میں متعدد نئی احادیث وروایات ہیں (۱۱-۸)۔

چوتھی فصل شبِ ولادت پیش آنے والے سطیح اور آگ کے بجھنے اور ایوان کے پھٹنے کے قصے اور معجزات پر باندھی ہے۔ اس میں ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگروں کے گرنے، نارِ فارس کے بجھنے اور کسریٰ کے متعدد عجائبات دیکھنے کے بعد سطیح نامی کاہن کے بلانے اور اس کے آپ کی ولادت کی خبر دینے وغیرہ کا معہ اشعار کے ذکر کر کے اس کو منکر اور غریب حدیث قرار دیا ہے۔ پھر ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے۔ اسی کا ایک متعلق باب باندھ کر اس میں وہ روایات بیان کی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ آپ حضرت آدم سے قبل نہ صرف پیدا ہو چکے تھے بلکہ آپ کی نبوت بھی واجب ہو چکی تھی اور حضرت ابراہیم کی دعا اور بشارت عیسیٰ ہونے وغیرہ کا ذکر ہے۔ ایک قصیدہ کے کچھ شعر بھی ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان میں سے بعض روایات پر جرح کی ہے۔ اسی میں پھر آپ کی رضاعتِ ثویبہ وحلیمہ اور اس کے سبب آپ کے بعض رضاعی رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے خاص کر ابن اسحاق کی پوری روایت نقل کر دی ہے جس میں آپ کے قیامِ بنی سعد کی مدت، معجزات بعد نبوت، حضرت حلیمہ کی آمد، شق صدر وغیرہ کا ذکر ہے۔ پھر آپ کے والد گرامی کی وفات، سفر مدینہ وشام وغیرہ کا ذکر کر کے ان کی عمر و وفات کے بارے میں قول واقدی کو ''اصح'' قرار دے کر آپ کی میراث پدری کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے بعد والدہ ماجدہ کی وفات اور اس سے متعلق سفر مدینہ اور دوسرے واقعات کا مختصر حوالہ دیا ہے۔ اس کے دوسرے اہم امور ہیں:

کفالت و وفات جد امجد، ابوطالب کو آپ کی کفالت کی وصیت پدری اور کفالت عبدالمطلب، ابوطالب کے بعض واقعات جیسے اونٹوں کی تلاش، آپ کے وسیلہ سے استسقاء، مجلس جدی میں آپ کی منزلت وغیرہ کا آپ کی عمروں کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور صحیحین کی دو روایات کی بنا پر آپ کی بکریاں چرانے کی نبوی سنت کا حوالہ دیا ہے۔ پھر دلچسپ عنوان ''چچا کے ساتھ آپ کا سفر۔ اگر صحیح ہے'' باندھا ہے اور اس میں ابوطالب کے ساتھ آپ کے سفر شام اور بحیرا راہب وغیرہ سے ملاقات کا ذکر کر کے کئی روایات پر نقد کیا ہے۔ اس واقعہ کو ابن اسحاق کے حوالہ سے نقل کر کے بچپن میں تعمیر کعبہ کے وقت پتھر لانے کے لئے آپ کے ازار اتارنے اور حرب فجار میں آپ کی شرکت کا مختصر ذکر ابن اسحاق کے بیان پر کیا ہے (۳۰-۱۱)۔

''شان خدیجہ'' کی اگلی فصل کے تحت ان کے مال کے ساتھ آپ کے سفر شام، راہب کی بشارت، بادلوں کے سایہ وغیرہ پر مبنی ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے پھر ایک دوسری حدیث بیان کر کے اس کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ کی تجویز پر ان سے آپ کی شادی، مہر اور آپ کی عمر کا حوالہ دیا ہے، اگلی روایت مسند احمد سے آپ کی شادی کے بارے میں نقل کی ہے اور آپ کے تمام چار فرزندوں۔ ابراہیم، قاسم، طیب، طاہر۔ اور چار بنات مطہرات۔ رقیہ، زینب، ام کلثوم، فاطمہ۔ کا ذکر بالترتیب کر کے فرزندوں کی وفات اور دختران گرامی کے شوہروں کا مختصر ذکر کیا ہے۔ اس کے فوراً بعد ابن اسحاق کی روایت تعمیر کعبہ میں آپ کی شرکت اور حجر اسود کی تنصیب کے بارے میں پہلے بیان کی ہے جس کے بعد ابن وہب کی سند پر زہری، اور دوسری روایات بھی تعمیر کعبہ کے باب میں نقل کی ہیں۔ اس میں صحیحین کی وہ روایت بھی شامل ہے جس میں آپ کے ازار اتارنے کا واقعہ ہے اور تعمیر کعبہ کے بعض بیانات کے ضمن میں اس کی بعض تعمیری تفصیلات، غلافِ کعبہ، تصاویر و اصنام کعبہ، کعبہ کی ابتدائے آفرینش میں موجودگی اور پینتیس سال کی عمر شریف کی صحیح تاریخ کا بھی ذکر ہے (۴۰-۳۰)۔

اگلی فصل ان روایات کے بیان کے لئے قائم کی ہے جن میں ''دورِ جاہلیت میں آپ کی عصمت الٰہی'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے حج کے مناسک میں حمس کے طریقہ کے خلاف اور سنت ابراہیمی کے مطابق عرفہ میں آپ کا قیام، موسیقی اور مجلس طرب میں شرکت سے محفوظ رکھنے کا واقعہ، اصنام پرستی سے کلی احتراز، وعدہ خلافی سے اجتناب اور ضیافت و سخاوت وغیرہ (۴۴-۴۱)۔ اس کے بعد کی فصل میں حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے اسلام، حنیفیت، بلند کردار، زندگی کے بعض واقعات اور وفات وغیرہ

کے بارے میں موسیٰ بن عقبہ، امام بخاری، عبدالوہاب ثقفی، لیث، ابن اسحاق، باغندی وغیرہ کی روایات ہیں اوران میں حضرت زید سے آپ کی ملاقاتوں اور سیرت طیبہ کے بعض اہم واقعات کا بھی ضمناً حوالہ ملتا ہے (۸-۴۵)۔ اس سے متصل ایک بلاعنوان باب میں تورات میں آپ کی صفت وتعریف کے بارے میں صحیح روایات نقل کی ہیں۔ ان میں آپ کی جسمانی اور اخلاقی صفات دونوں کا ذکرِ خیر ہے (۵۰-۴۹)۔ ''قصہ سلمان الفارسی'' کے عنوان سے حضرت سلمان فارسی کی جاہلی زندگی، تلاش حق میں ان کی مساعی، مختلف مردانِ حق کی صحبت، حق کی طلب میں اپنے وطن سے مختلف ممالک کے سفر اور بحالتِ غلامی مدینہ میں آمد، آپ کی ہجرت کے بعد ملاقات اور قبولِ اسلام اور بعض متاخر واقعات و سوانح کا مفصل بیان ہے (۶۳-۵۱)۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ'' پر اگلی بحث ہے۔ اس میں اہم نکات ہیں: حضرت عائشہ کی آپ کی بعثت کے بارے میں حدیث جو بخاری اور مسند احمد میں نقل کی گئی ہے۔ پھر دوسری احادیث وروایات بھی ہیں جن میں فترۂ وحی کا حوالہ ہے، بعثت، قیام مکہ، ہجرت اور وفات کی تاریخیں ہیں، بعثت کے بارے میں کاہنوں اور احبار کی پیشگوئیاں ہیں، واقعات تاریخی اور آیات قرآنی کے حوالہ سے آپ کی نبوت پر دلائل ہیں، حضرت ورقہؓ بن نوفل کی تصدیقات ہیں، حجر وشجر کی تسلیم کے معجزات ہیں، اولین آیات کے نزول کے بارے میں روایات ہیں (۹-۶۳) پھر اول مؤمنین کے بارے میں حضرت خدیجہ کے ذکرِ خیر سے ابتدا کر کے روایات دی ہیں اور ابن الاثیر کی روایت سے آغاز کیا ہے۔ پھر زہری، قتادہ، واقدی، ابن اسحاق، اموی، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایات دے کر اولین کا ذکر کیا ہے۔ اس میں زہری کی ایک روایت نئی اور اہم ہے کہ حضرت خدیجہ کی فوری تصدیق کے علاوہ حضرت عداس غلام عتبہ بن ربیعہ سے آپ کی نبوت کی شہادت لانے اور حضرت ورقہ سے مزید تائید حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ پھر وضو اور نماز کی تعلیم جبریل کا مختصر ذکر ہے (۷۱-۶۹)۔ اسی کے ساتھ آپ کے معجزات پر ایک فصل باندھی ہے جس میں زیادہ تر شجر وحجر کی تسلیم، شجر کی تعمیل ارشاد میں خدمت میں حاضری اور اپنی جگہ واپسی، ابن اسحاق کی غار حرا میں تنزیل قرآن کی روایت، حضرت جبریل کے ظہور، ورقہؓ کی تصدیقات، موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کے حوالہ سے شق صدر کی تصویر کشی، حضرت خدیجہؓ کی موجودگی میں حضرت جبریلؑ کی آمد اور حضرت خدیجہؓ کی تصدیق، تنزیل قرآن وآیات، غیب سے پانی کے ظہور اور آپ کی وضو ونماز کی

تعلیم جبریلؑ کے معجزات کے علاوہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ نماز کی ادائیگی، حضرت علیؓ کی کفالت نبوی، اسلامِ ابوبکر و علی کا فرق اور حضرت ابوبکر کی ندیمی اور تصدیق کا ذکر کیا ہے (۶۷-۷۱)۔

اگلا مبحث ''سابقین اولین کا اسلام'' ہے۔ اس میں مختلف روایات کے حوالہ سے حضرات علی، زید، ابوبکر، عثمان، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ وغیرہ متعدد سابقین کے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق کی پوری روایت نقل کر کے حضرت طلحہؓ کے قبول اسلام کے بارے میں واقدی کی، حضرت عمار بنؓ یاسر کے بارے میں بخاری کی، حضرت عمرؓو بن عبسہ کے بارے میں مسلم کی، حضرت سعدؓ کے بارے میں بخاری کی، حضرت عمرؓ کے بارے میں بخاری کی اور حدیث طیالسی حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں نقل کی ہے۔ بعض اور روایات بھی ہیں (۷۷-۸۰)۔

اگلی فصل ''آپ کی دعوتِ اسلامی اور اس کی پاداش کی ابتلا'' پر ہے۔ اس کے اہم نکات و امور حسب ذیل ہیں:

سورۂ شعراء ۲۱: ''وانذر عشیرتک الاقربین'' کے حکم الٰہی کی تعمیل میں قریش کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وانذار پر مسلم کی دو احادیث اور ابن اسحاق کی ایک مفصل روایت ہے بعد تین سال خفیہ تبلیغ کا حوالہ اور خطبہ کوہِ صفا، ''تبت یدا ابی لھب'' کے نزول کے بعد ام جمیل کی آپ کی خدمت حاضری کا واقعہ، بخاری کے حوالہ سے قریش کے سب وشتم کے باوجود آپ کے کامیاب ہونے کا ذکر، ابن اسحاق کی روایت کے ذریعہ مکہ میں اسلام کی اشاعت اور علانیہ دعوت، وادی بطحا میں مسلمانوں کے نماز پڑھنے پر قریش سے جھگڑا اور حضرت سعدؓ کے ہاتھوں ایک شخص کے زخمی ہونے کا واقعہ، مسلمانوں کی تعذیب اور ابوطالب سے آپ کی شکایت اور ان کی حمایت وحفاظت نبوی، ابوطالب کے پاس قریشی وفود کے آنے کی کئی روایات، آپ کی حفاظت الٰہی کا اعلان (قرآنی آیت سورہ مائدہ: ۶۷ کے مطابق)، ذوالمجاز میں آپ کی دعوت کے بارے میں تین روایات، مسلم و بخاری اور ابن اسحاق کے حوالہ سے ابوجہل کی آپ پر ظلم کرنے کی ناکام کوشش، عمارہ بن الولید سے آپ کے تبادلہ کی قریشی تجویز اور اس کی ناکامی، ابوجہل کے بارے میں آیات (سورۂ اقراء ۸-۱۷) کا نزول، ولید بن مغیرہ کی آپ سے ملاقات اور آپ کی تبلیغ (حاکم اور ابن اسحاق کی روایات)، نضر بن کلدہ عبدری کی دشمنی اور اعتراف حق، عتبہ بن ربیعہ کی مجلس نبوی میں حاضری اور آپ کی دعوت (ابن معین اور ابن

اسحاق کی روایات)، اسی ملاقات ودعوت کے بارے میں ابن اسحاق کی دوسری روایت، ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق کے چھپ کر آپ کی تلاوت قرآن سننے کا واقعہ (ابن اسحاق)، ابوجہل کو نبوی دعوت بروایت حضرت مغیرہ بن شعبہ (یونس بن بکیر کی روایت)، مسلمانوں پر ظلم وستم اور ابوطالب کی حمایت نبوی اور اشعار (ابن اسحاق)، اسلام وپیغمبر اسلام کی شہرت، مدینہ میں آپ کا ذکر اور ابوقیس بن الاسلت کا مدحیہ قصیدہ، مسجد حرام میں طواف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ذبح کی وعید اور قریشی ظلم سے حضرت ابوبکر صدیق کی مدافعت (۸۱-۹۷)۔

''اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ'' اگلی فصل ہے جس میں ان کے قبول اسلام کے بارے میں ایک طویل روایت مسلم کی بیان کی ہے پھر صحیحین کی ایک روایت ہے اور اس کے بعد ایک روایت میں ان کو چوتھا مسلم کہا گیا ہے (۹۷-۱۰۱)۔ حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا واقعہ اس کے بعد ابن اسحاق کے حوالہ سے اور حضرت عمرؓ کے اسلام کے بارے میں متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ان کے قبول اسلام کی دعائے نبوی کا ذکر ہے پھر دو روایات احمد بن حنبل اور ابوبکر بن ابی شیبہ کے حوالہ سے ان کے اسلام سے متاثر ہونے اور قبول کرنے کے بارے میں ہیں۔ پھر ابن اسحاق کی وہ روایت نقل کی جو ان کے قبول اسلام کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بخاری کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کے اسلام کی شہرت اور عاص بن وائل کے جوار دینے کے بارے میں ہے اور ابن اسحاق کی روایت ان کے اسلام کی خبر پھیلانے، قریش سے مقاتلہ کرنے اور عاص بن وائل کے بچانے کے بارے میں ہے۔ ان کے اسلام کے بارے میں مشہور روایت کا دوسرا روپ اسحاق بن ابراہیم حُنینی نے بیان کیا ہے اور حضرت حمزہؓ کے اسلام کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی یہی روایت ابن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کی ہے جس میں ان کے لقب فاروق کی وجہ تسمیہ بھی ہے جبکہ واقدی کی دو مختصر روایات چالیس پچاس مسلمانوں کے بعد ان کے قبول اسلام کے علاوہ اہل سماء کے مسرت کا بھی اظہار کرتی ہیں۔ یہی روایت ابن اسحاق نے پس منظر کے ساتھ بیان کی ہے اور ان کے اسلام کا زمانہ ہجرت حبشہ کے بعد بتایا ہے (۹-۱۰۱)۔

حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ اور اسی کے ساتھ دوسری ہجرت کا عنوان قائم کر کے حافظ ذہبی نے مہاجرین کے بارے میں روایات نقل کی ہیں۔ اولین مہاجرین حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ کی ہجرت کا

ذکر یعقوب فسوی کی تاریخ کے حوالہ سے کیا ہے پھر بغوی کے المخلصیات کے حوالہ سے حضرت ام سلمہؓ کی ہجرت کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد ابن اسحاق کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں ہجرت کا سبب، اذن نبوی، مہاجرین کی ترتیب وار ہجرت اور ان کے اسماء گرامی، عبداللہؓ بن حارث سہمی اور عثمانؓ بن مظعون کے اشعار کا ذکر ہے۔ آپ کے قتل کے قریشی منصوبہ کا مختصر حوالہ موسیٰ بن عقبہ سے دے کر شعب ابی طالب میں داخلہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم نبوی بیان کیا ہے، پھر سورۂ نجم کی تلاوت اور قریش کے سجدہ، مکہ والوں کے اسلام اور حبشہ کے مہاجرین کی واپسی، مختلف اکابر قریش کے جوار میں ان کی مکہ میں سکونت، نجاشی حبشہ کے پاس قریشی سفارت اور حضرت جعفر بن ابی طالب کی تقریر، نجاشی کی حمایت ونصرت، قریشی سفیروں عمرو بن العاص اور عمارہ بن الولید کی ناکامی اور واپسی وغیرہ اور حضرت ام سلمہؓ کے حوالہ سے اس سفارت کا حوالہ مذکور ہے۔ ۵ نبوی میں ہجرت حبشہ کی تاریخ واقدی کے حوالہ سے دے کر، مہاجرین حبشہ اور حضرت جعفر کی تقریر کی ایک روایت ابوداؤد طیالسی کے مسند سے دی ہے۔ اس پر محاکمہ بھی ہے۔ پھر حضرت ام سلمہؓ کی روایت کا بقیہ حصہ ہے جو خاصا طویل ہے۔ اس میں نجاشی کے بارے میں ایک خاص روایت حضرت عائشہؓ کی سند پر ہے اور آخر میں عروہ کی سند پر حضرت عثمانؓ بن عفان کے نجاشی سے کلام کرنے اور فتح خیبر کے وقت حضرت جعفرؓ کے واپس آنے کا بھی ذکر ہے (۲۲-۱۱۰)۔

اس کے بعد ایک الگ سرخی کے تحت حضرت ضمادؓ ازدی کے قبول اسلام کا ذکر صحیح مسلم کی روایت سے کیا ہے (۱۲۲)۔ اور ''اسلام الجن'' کے عنوان کے تحت جنات کے قبول اسلام کے بارے میں آیات قرآنی احقاف ۲۹، انعام ۱۳۰ اور سورۂ جن کا ذکر کر کے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ ان میں صحیحین کی کئی متفق علیہ روایات کے بعد مسلم، نسائی وغیرہ کی روایات شامل ہیں۔ (۶-۱۲۳)۔ پھر اسی سے متصل فصل میں غیبی آوازوں اور کاہنوں کے اقوال کا ذکر کیا ہے اور بخاری، ابن کثیر وغیرہ کے حوالہ سے کئی صحیح احادیث بیان کی ہیں اور کئی روایات پر نقد بھی کیا ہے (۲۳-۱۲۷)۔ ''انشقاق القمر'' یا شق قمر کے معجزہ کا ذکر قرآنی آیت (سورۂ قمر ۱) اور صحیحین، ابوداؤد طیالسی وغیرہ کی روایات کے حوالہ سے کیا ہے (۳۴-۱۲۳)۔ پھر ایک مختصر فصل میں روح کے بارے میں آیت قرآنی اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں (۵-۱۳۴)۔

اگلی فصل ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر مشرکوں کے ظلم'' سے بحث کرتی ہے۔اس میں بخاری، ابن اسحاق، مسلم وغیرہ متعدد معتمد محدثین ورواۃ کے حوالہ سے اکابر قریش جیسے عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل وغیرہ کے مظالم کا ذکر کیا ہے خاص کر آپ کے سراقدس پر نماز کے دوران اونٹنی کی اوجھ رکھنے کا، پھر کمزور مسلمانوں جیسے حضرات بلال، عمار، یاسر، سمیہ، صہیب، مقداد، خباب، زنیرہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ قریشی خاندانوں کے مسلم نوجوانوں پر ان کے بزرگوں کے مظالم کا ذکر ہے، ان میں ولیدؓ بن ولید مخزومی پر ظلم کا خاص ذکر ہے۔شاہ نجاشی کے نام دعوت نبوی پر مشتمل ایک خط بھی ہے (۴۰-۱۳۵)۔اسی کے ضمن میں شعب ابی طالب اور صحیفہ کا عنوان باندھ کر مسلمانوں کے مقاطعہ کا ذکر کیا ہے۔اس میں موسیٰ بن عقبہ کی روایت مفصل بیان کی ہے اور ابن اسحاق وغیرہ سے ایسی ہی روایات مروی ہونے کا مختصر حوالہ دیا ہے۔آخری حصہ میں مسلمانوں کی تکلیف وابتلا، بعض اکابر کے حسن سلوک اور صحیفہ کے معجزاتی خاتمہ کا ذکر ہے (۴۲-۱۴۰) پھر مختصر باب میں آپ سے استہزاء کرنے والوں اور ان کے انجام کا ذکر آیت قرآنی سورۂ حجر ۹۵ کے حوالہ سے کیا ہے (۱۴۳)۔ایک الگ فصل میں قریش کے لئے آپ کی بددعائے قحط اور پھر اس سے نجات دلانے کی دعائے نبوی کا بیان ہے (۵-۱۴۴)۔اسی سے متصل ایک فصل میں رومیوں کی فتح کا ذکر کیا ہے اور اس کو دلیل نبوت بتا کر تین چار روایات نقل کی ہیں (۷-۱۴۵)۔

آپ کے چچا ابوطالب اور اہلیہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کی وفات پر آئندہ فصل ہے جس کا آغاز آیات قرآنی (انعام:۲۶ وقصص:۵۶) کی شانِ نزول یعنی ابوطالب کے باب میں ان کے نزول سے کیا ہے۔پھر ان کی وفات کے وقت دعوت نبوی اور ان کے انکار کا ذکر کر کے ابوطالب کے بارے میں کئی اور روایات بیان کی ہیں جو ان کی زندگی، کردار اور اسلام کی حمایت کے معاملہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ان کے کفر پر مرنے کی بھی کئی روایات واحادیث ہیں (۵۱-۱۴۷) پھر حضرت خدیجہؓ کی وفات پر کئی روایات ہیں جن میں ان کے نام ونسب، شادی واولاد، وقت وتاریخ وفات، ان کی فضیلت وشرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حزن وملال کا ذکر خاص ہے (۵۳-۱۵۱)۔

مسجد اقصیٰ کے اسراء کا واقعہ موسیٰ بن عقبہ، بیہقی، زہری، عروہ، صحیحین وغیرہ کی روایات کی بنیاد پر بیان کیا ہے اور اسی میں معراج کا بھی واقعہ مذکور ہے۔متعدد صحیح احادیث وروایات کے علاوہ بعض ضعیف روایات بھی بیان کی ہیں اور ان کے ضعف پر کلام کیا ہے پھر معراج پر الگ فصل باندھ کر سورۂ نجم

۱۴-۵ کے حوالہ سے متعدد مختصر اور مفصل روایات نقل کی ہیں۔ ان میں نماز پنجگانہ کی فرضیت کا بھی ذکر ہے، کئی مسائل پر بحث اور نقد بھی ہے۔ یہ خاصی مفصل فصل ہے (۸۳-۱۵۳)۔

''حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ امہات المؤمنین سے آپ کی شادی'' اگلی بحث ہے۔ حضرت عائشہؓ کی شادی کے باب میں پہلے بخاری، صحیحین اور دونوں امہات المومنین کے بارے میں عبداللہ بن ادریس کی روایت نقل کی ہے (۴-۱۸۳)۔ پھر قبائل کے سامنے آپ کی دعوت اور عرض سے متعلق کئی روایات نقل کی ہیں جن میں بخاری، موسیٰ بن عقبہ صحیحین، ابن اسحاق وغیرہ کی روایات شاید سب سے اہم ہیں، تمام قبائل عرب کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کے سفر طائف اور ثقیف کو دعوت نبوی اور اس کے متعلقہ واقعات کا بیان بھی شامل ہیں۔ جن قبائل کا خاص ذکر ہے ان میں بنوعبداللہ، بنوعامر بن صعصعہ، بنوحنیفہ کا نام شامل ہے اور خاتمہ مدینہ کے زائرین سوید بن صامت کے واقعہ پر ہوتا ہے (۹۱-۱۸۴) اور ''حدیث یوم بعاث'' کی فصل میں مدینہ منورہ کے دوسرے زائرین جیسے انس بن رافع اور حضرت ایاس بن معاذ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق اور بخاری کی روایات نقل کی ہیں۔ مؤخر الذکر کا زیادہ زور یوم بعاث کی تاریخ اور اس کے نتیجہ پر ہے (۲-۱۹۱)۔

انصار کی خبر کی ابتداء اور عقبہ اولیٰ کے تحت پہلے حضرات ''سعدین'' کے قبول اسلام کے بارے میں کلبی کی ندائے ہاتفی پر مبنی روایت ذکر کی ہے پھر چھ خزرجیوں کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے جس میں بیعت عقبہ کی شرطیں بھی مذکور ہیں۔ شرائط کے بارے میں ایک اور روایت نقل کر کے، حضرت مصعب بن عمیر عبدری کی بطور مقری و معلم تقرری اور مدینہ روانگی، حضرت اسعد بن زرارہ کی امامت و مساعی بیان کی ہیں۔ اس کے بعد موسیٰ بن عقبہ کی روایت بیان کی ہے جو بیعت عقبہ اولیٰ اور اس کے پس منظر کے علاوہ مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کا بھی خاص حوالہ دیتی ہے۔ اس کے بعد ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرات سعد بن معاذ و اسید بن الحضیر اور ان کی قوم کے اسلام کا ذکر کیا ہے۔ عقبہ ثانیہ کی سرخی کے بعد اس کے واقعات کے پس منظر میں مواسم حج، مجنہ، عکاظ اور منیٰ وغیرہ میں دعوت اسلامی اور مدینہ میں اسلام کی وسیع اشاعت کے ذکر کے بعد بیعت عقبہ کی شرائط حدیث جابر کے مطابق بیان کی ہیں۔ بیعت ثانیہ کے موقعہ پر حضرت عباس بن عبدالمطلب کی موجودگی کا ذکر کیا ہے مگر دوسری روایات کی بنا پر حضرت عباس بن عبادہ خزرجی کی

موجودگی اوران کی شرکت ثابت ہوتی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کی مفصل روایت کا ذکر کیا ہے۔ اس میں بیعت اولیٰ اور ثانیہ، نقیبوں کی تقرری اوران کے اسماء گرامی کا ذکر خیر ہے۔ پھر عقبہ ثانیہ کے تمام شرکاء کرام کی قبیلہ وخاندان وار فہرست دی ہے۔ آخر میں عمرو بن الجموح کے قبول اسلام کا دلچسپ بیان ہے (۲۱۱-۱۹۲)۔

اولین مہاجرین مدینہ کی فصل میں پہلے بخاری کی روایت بیان کی ہے جس میں دارالہجرت کے بارے میں خواب نبوی، مہاجرین حبشہ کی ہجرت مدینہ، ابوبکر کی تیاری اور ہجرت نبوی کی شرکت کی سعادت کے سبب اس کے التوا کا ذکر ہے پھر ابن اسحاق کی مفصل روایت ہے جس میں ابوسلمہ جیسے اولین مہاجرین کی ہجرت کا ذکر خاص ہے۔ عامر بن ربیعہ کی ہجرت وغیرہ کے واقعہ کے بعد موسیٰ بن عقبہ کی روایت نقل کی ہے۔ اس میں متعدد صحابہ کرام کی ہجرت کے باب میں ابن اسحاق وغیرہ کی روایات کے بعد آپ کے قتل کا قریشی منصوبہ اور نبوی ہجرت کے لئے اذن الٰہی کا ذکر کیا ہے اور ''سیاق خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے تحت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت شریفہ کا ذکر بخاری، خطیب بغدادی، مسلم و بخاری وغیرہ کی روایات کا بیان ہے۔ اس میں اپنے گھر سے حضرت ابوبکر کے گھر جانے، غارِ ثور میں قیام کرنے، راستہ کی منزلیں بدلنے، ام معبد وغیرہ سے ملنے وغیرہ کے واقعات کے بعد قباء میں قیام نبوی کے واقعات، مدینہ آمد، حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام نبوی، تاریخ ہجرت اور حضرت عبداللہ بن سلام کے قبول اسلام وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔ یہ باب کافی مفصل ہے (۳۷-۲۱۱)۔ اس کے بعد آپ کے ان معجزات کا ذکر کیا ہے جو مغازی کے علاوہ دوسرے زمانے میں پیش آئے۔ ان میں بہت سی روایات واحادیث ہیں (۶۳-۲۳۷) اوران کا تعلق واقعات سے ہے جبکہ اخبار غیب کے بارے میں آپ کی خبر دینے یا آپ کی پیشگوئیوں پر الگ فصل باندھی ہے۔ وہ بھی کافی مفصل ہے (۸۵-۲۶۳)۔ پھر آپ کے دلائل نبوت پر ایک جامع بیان ہے (۸۷-۲۸۵)۔

ایک مختصر فصل آخری نازل ہونے والی آیات اور سورتوں کے بارے میں آنے والی چند روایات پر مشتمل ہے (۸-۲۸۷) جس کے آخر میں مکی سورتوں کے مختصر حوالہ سے تمام مدنی سورتوں کی تفصیل ہے۔ پھر ایک باب میں سینوں سے نسخ ومحو کا ذکر کیا ہے یعنی ان سورتوں اور آیتوں کا ذکر جن کو منسوخ کر دیا گیا (۹-۲۸۸)۔

ایک خاصی مفصل فصل میں صفت نبوی کے عنوان کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک، جسمانی اوصاف اور معنوی کمالات کا ذکر متعدد روایات کے حوالہ سے کیا ہے (۳۰۲-۲۹۰) جس کے متصلاً بعد آپ کی خاتم نبوت پر ایک مختصر فصل ہے (۴-۳۰۲) پھر آپ کی صفات پر ایک جامع باب قائم کیا ہے (۶-۳۰۴) اور اس کے بعد ''حدیث ام معبد'' کے تحت ان کے کلام بلاغت نظام میں آپ کا حلیہ مبارک، ہجرت کا سفر، حضرت ام معبد اور ان کے شوہر وغیرہ کے بارے میں معلومات کو بیان کیا ہے۔ اس میں دوسری روایات بھی منقول ہیں جو آپ کے اخلاق وصفات بیان کرتی ہیں (۱۸-۳۰۷) جس کے بعد فرمان الٰہی ''وانک لعلیٰ خلق عظیم'' اور احادیث کے حوالہ سے آپ کے بہترین اخلاق کا بیان ہے (۲۴-۳۱۹)۔

اگلا باب ''آپ کی ہیبت وجلال، محبت والفت، شجاعت وقوت اور فصاحت وبلاغت'' کیلئے وقف کیا ہے۔ اس میں آپ کے جلال ورعب کا ایک واقعہ حضرت ابومسعودؓ کی حدیث صحیح سے، ساری دنیا سے زیادہ آپ سے محبت کرنے کو ایمان کا لازمی تقاضا بنانے کے بارے میں حضرت انس کی صحیح حدیث، ایک ماہ کی مسافت سے آپ کے رعب کی نصرت الٰہی کی صحیح حدیث، غزوۂ حنین میں آپ کی شجاعت کی صحیح روایت اور مدینہ میں حالتِ خوف کے دوران آپ کی شہسواری اور شجاعت کا حیرت انگیز واقعہ اور آپ کی فصاحت وبلاغت کے بارے میں دو مزید صحیح روایات نقل کی ہیں (۶-۳۲۵)۔

اس کے مقابلہ میں آپ کے زہد کا باب خاصا مفصل ہے۔ اس میں آپ کی زاہدانہ زندگی کو آپ کی اپنی اختیار ودپسند سے بسر کرنے کی روایات واحادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے جیسے ''عبد نبی'' اور ''ملک نبی'' کی تخییر الٰہی میں سے اول الذکر کی پسند، واقعہ ایلا کے موقعہ پر حضرت عمرؓ کی آپ کی زاہدانہ زندگی کی شہادت اور عینی حدیث، حضرت انسؓ کی حدیث آپ کی گھریلو زندگی کی عسرت پر، دنیا میں غریبانہ بسر کرنے کی حدیث عبداللہؓ، آپ کی سخاوت اور رزق کے بارے میں ''قوتِ محض'' کی دعا وغیرہ (۳۴-۳۲۷)۔ اس میں زیادہ تر احادیث کا ذکر صحیح مجموعہ احادیث سے کیا ہے۔

''آپ کے شمائل وافعال'' پر اگلی فصل ہے جو کھانے پینے، روزہ وافطار، خواب وبیداری، لوگوں سے تعلقات، سواری، لباس، خوشبو وغیرہ جیسے تمام شمائل واعمال کا ذکر صحیح حدیثوں کی بنیاد پر کیا ہے (۶-۳۳۵)۔ پھر اگلی فصل میں آپ کی عبادت اور دینی جدوجہد کا بیان ہے کہ مغفور ومعصوم ہونے کے

باوجود عبدِ شکور بننے کے لئے بیکراں عبادت کرتے تھے حتی کہ قدم مبارک پر ورم آ جاتا، روزے مسلسل ملا کر رکھتے تھے اور دوسری عبادات کرتے تھے۔ ان سب نے آپ کو بوڑھا کر دیا تھا (۳۳۷-۸)۔ اس کے بعد کے باب میں آپ کے مزاح اور حسن اخلاق کے واقعات بیان کئے گئے کہ مزاح میں بھی سچائی اور حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، یہ باب خاصا دلچسپ ہے (۳۳۸-۴۳)۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس وملبوسات'' پر اگلا باب ہے جس میں بہت سی احادیث وروایات جمع کردی ہیں اور ان میں سے بعض روایات کے راویوں پر جرح بھی کی ہے۔ اسلامی لباس اور اس کے شعائر کے لئے یہ باب اہم ہے (۳۴۳-۵۱)۔ اسی سے متصل اور متعلق ایک مختصر فصل میں آپ کی انگوٹھیوں (خواتیم) کا ذکر ہے (۳۵۱-۲) پھر آپ کے نعلین شریفین اور موزوں کا بیان ہے (۳۵۳-۴)، اس کے بعد آپ کے کنگھے، سرمہ دانی، آئینہ اور پیالہ وغیرہ کا ذکر ہے (۳۵۴)، آپ کے اسلحوں، سواریوں اور جنگی تیاریوں پر فصل خاصی مفصل ہے جو بالترتیب ذیلی فصول میں منقسم ہے (۳۵۴-۶۱)۔

اگلے باب میں ایک اہم بحث آپ پر سحر و جادو کئے جانے اور آپ کو زہریلا کھانا کھلانے کے بارے میں ہے اور بالترتیب لبید بن الاعصم یہودی اور غزوۂ خیبر کی یہودی عورت کے جادو کرنے اور زہر آلود کھانا کھلانے کی روایات نقل کی ہیں (۳۶۱-۶۵)۔ ایک خاصے مفصل باب میں شامی اہل کتاب کے گرجوں، کنیسوں وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تصاویر کی موجودگی کے بارے میں روایات جمع کی ہیں۔ ان میں مسلم صحابہ کرام کی وہ روایات بھی شامل ہیں جو انھوں نے شام کے سفر کے دوران خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی تھیں۔ تاریخ بخاری، حافظ ابن مندہ، حافظ حاکم، زبیر بن بکار وغیرہ کی روایات مذکور ہیں (۳۶۵-۷۴)۔ بعض روایات میں حضرت ابوبکر کی تصویر اور ان کے خلیفہ اول ہونے کی پیشگوئی کا بھی حوالہ موجود ہے۔

''خصائص نبوی'' کے باب میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی صحیح حدیث کے علاوہ رعب کے ساتھ آپ کی نصرت الٰہی، جوامع الکلم اور مفاتیح خزائن کے عطیہ ربانی جیسی چھ خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے خصائص نبوی کے بارے میں روایات ہیں (۳۷۴-۷۸)۔

اگلا باب ''مرض نبوی'' پر ہے۔ اس کے اہم مباحث وروایات ہیں: دنیا و آخرت میں سے آخرت کی پسند و ترجیح، حضرت فاطمہؓ کو اپنی وفات کی اطلاع کرنا، محبت موت و موتی پر حضرت عائشہ کی حدیث،

آپ کی بیماری کی ابتدا، حضرت عائشہؓ کے گھر مستقل قیام، شدتِ مرض، مسجد نبوی میں آخری حاضری، خیبر کے زہر آلود گوشت کا اثر اور باعثِ شہادت نبوی، مسجد نبوی میں آخری خطبہ نبوی اور حضرت ابوبکر کی فضیلت وفراست، حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لئے فرمان لکھنے کا ارادۂ نبوی، آپ کی وصیتیں، کتاب نبوی کی حدیث کی وضاحت، حضرت ابوبکرؓ کی امامت، آپ کی آخری نماز مسجد نبوی میں امامت ابی بکر میں (۸۹-۳۷۹)۔

''سکراتِ موت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت وکیفیت'' پر ایک الگ باب باندھا ہے جس میں آپ کی تکلیف وابتلاء کے علاوہ آخری ارشادات کا بھی بیان ہے جیسے قبور انبیاء کو سجدہ گاہ بنانے کے لئے یہود ونصاریٰ پر لعنت، نماز کی پابندی کی تاکید، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، سورۂ نساء :۶۹ کی تلاوت اور لقاء الٰہی کی پسند اور الرفیق الاعلیٰ کا کلمہ عالیہ (۹۰-۳۸۹)۔

اگلا باب غم آپ کی وفات پر ہے۔ اس میں بھی آپ کے بعض ارشادات عالیہ اور مسواک کرنے کی سنت مطہرہ کے علاوہ اختیار وغیرہ کا حوالہ ہے، پھر تاریخ، وقت اور یوم ومقام وفات کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی عینی شہادت ہے۔ آپ کے حسن سلوک خاص کر حضرت عائشہؓ کے ساتھ تعلق خاطر کا ذکر عزیز ہے۔ صحابہ کرام خاص کر حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ، حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کے حزن وملال کا ذکر ہے، عام صحابہ کرام کے حسرت آمیز اندوہ کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے مضطرب صحابہ کے اظہارِ غم کا بیان ہے اور حضرت ابوبکر کے تعزیتی کلمات اور آخری حالت کے تعلق سے خطبہ ہے۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر کا حوالہ ہے اور بعض واقعات کا ذکر ہے (۹۷-۳۹۱)۔ اس باب میں بھی امام ذہبی نے متعدد روایات اپنے معمول وپسند کے مطابق احادیث کی کتب سے زیادہ نقل کی ہیں اور ابن اسحاق وغیرہ اہل سیر کی روایات بھی کہیں کہیں لی ہیں۔

پھر ایک خاص فصل آپ کی تاریخ وفات پر باندھی ہے جس میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ دوشنبہ کے بارے میں روایات امام ثوری کے حوالے سے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت دوشنبہ کے دن اور دوپہر ڈھلنے کے وقت اور یکم ربیع الاول کی تاریخ پر ہے، اسی طرح اور کئی تاریخیں ہیں جن میں دو ربیع الاول معتمر اور واقدی کے حوالہ سے ہے یہی طبری، ابن الکلبی اور ابومخنف کی بیان کردہ ہے۔ جبکہ ابن اسحاق کے حوالہ سے بارہ ربیع الاول کی تاریخ مذکور ہے اور یہی ایک روایت واقدی، ابن سعد وغیرہ

کی ہے۔ تاریخ کے علاوہ غسل نبوی، غسل کرانے والوں کے اسماء، تجہیز و تکفین کے علاوہ مختلف تقویموں کی تاریخیں بھی بیان کی ہیں (۴۰۰-۳۹۷)۔

اس کے بعد آپ کی عمر مبارک اور اس پر اختلاف علماء کا باب باندھا ہے جس میں مکی اور مدنی قیام نبوی کی مدتوں کے حوالہ سے آپ کی عمر و وفات کا ذکر کیا ہے۔ اس میں شیخین کی عمروں کا بھی حوالہ ہے جو مسلم کی روایت ہے کہ تینوں اکابر کی عمر ترسٹھ سال ہوئی۔ حافظ ذہبی نے ساٹھ سال والی روایات کی توجیہ بھی کی ہے کہ ''کسور'' کو شمار سے خارج کرنے کے اصول کے سبب ایسا ہوا۔ پینسٹھ سال کی روایات پر بھی کلام کیا ہے۔ ترسٹھ برس کی روایت کو صحیح اور محققین کی حتمی رائے بتایا ہے (۴۰۱-۴۰۰)۔

''آپ کے غسل، کفن اور دفن'' پر اگلی فصل ہے جس میں غسل دینے کی کیفیات و سنن، کفن کے کپڑوں، پانی کے ذریعہ غسل دینے والوں اور کفن پہنانے والوں کے اسماء، تجہیز و تکفین کی دوسری مسنونات، آپ کی نماز جنازہ، جائے تدفین پر حدیث نبوی، قبر نبوی کی تیاری، وفات اور تدفین کے ایام اور ان کے فرق وغیرہ پر روایات جمع کی ہیں (۸-۴۰۱)۔ ان میں بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین کرام کے علاوہ ابن اسحاق اور واقدی خاص کر مؤخر الذکر کی کئی روایات ہیں۔ پھر ایک مختصر فصل میں آپ کی قبر کی صفت کا بیان ہے (۴۰۸) جس میں بخاری کی روایت کو صحیح اور واقدی کی روایت کو ضعیف بتایا ہے۔

ایک اہم اور دلچسپ فصل میں حافظ ذہبی نے اس موضوع پر بحث کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی کو خلیفہ بنایا نہ کسی شخصِ معین کے بارے میں وصیت کی بلکہ نماز کے حکم کے ذریعہ اپنی خلافت کی طرف اشارہ و تنبیہ کر دی تھی۔ اس میں صحیحین کی حدیث ابن عمرؓ کے ذریعہ حضرت عمرؓ کا بیان نقل کیا ہے اور امام ثوری کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا قول کہ آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ پھر ان روایات کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے استحقاق خلافت اور امامت کے اجماع و پسند کا حوالہ ہے۔ حضرت علیؓ کو حضرت عباسؓ کے مشورے کا بھی ذکر ہے کہ مرض الوفات میں آپ کی وصیت حاصل کرنے کے لئے کہا تھا اور حضرت علیؓ نے بوجوہ انکار کر دیا تھا۔ غرضیکہ بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث کا ذکر کر کے روافض کے ''اباطیل'' کی تردید کی ہے (۱۱-۴۰۸)۔

ذہبی کی کتاب سیرت کا آخری باب ترکہ نبوی پر ہے۔ پہلے بخاری مسلم وغیرہ کی روایت کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم و دینار اور زمین و آراضی وغیرہ کوئی مادی شے ترکہ میں نہیں

چھوڑی اور جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ تھا۔ پھر بوقت وفات آپ کے گھر میں موجود اشیاء کا ذکر کیا ہے، آپ کے صلح نامہ کے متن کے خرید کا حوالہ دیا ہے۔ مدینہ اور فدک وغیرہ کی آراضی اور اس پر حضرت فاطمہؓ کا اختلاف اور حضرت ابوبکرؓ کے حدیث نبوی کے ضمن میں فیصلہ کا بیان ہے۔ آپ کے بعض ملبوسات اور تلوار وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے جو ان کے بعض ازواج واقرباء کے پاس منتقل ہوئے تھے (۱۴۳-۴۱۱)۔

اسی باب کی ایک ذیلی فصل میں آپ کی تمام ازواج مطہرات کا مختصر ذکر کیا ہے۔ آغاز تعداد کے بیان سے کیا ہے کہ پندرہ سے زواج کیا، تیرہ کو شرف صحبت بخشا، گیارہ کو جمع کیا اور نو سے وفات پائی۔ دو کو طلاق دی۔ پانچ قریشی تھیں اور چار مزید کے اسماء گرامی گنا کر ان کو بیوہ چھوڑنے اور ان سے تا وفات راضی رہنے کا ذکر کیا ہے۔ پھر ان خواتین محترمات کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان کو زواج کا شرف بخشا تھا۔ اس باب میں واقدی کی تنقیدی روایت کا ذکر اہم ہے اور ابن اسحاق کی روایت پر ذہبی کی تنقید بھی۔ اور واقدی کی ایک روایت پر بھی ان کا نقد بھی۔ حافظ نے ان زوجات کا ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ ان کا ذکر تعجب کی وجہ سے کیا ہے نہ کہ اثبات وتقریر کے لئے۔ پھر آپ کی باندیوں کی مختصر فصل کے تحت حضرت ریحانہ کے بارے میں واقدی اور زہری کی روایات نقل کر کے مؤخر الذکر کو ترجیح دی ہے اور ابوعبیدہ کی سند پر آپ کی چار ''ولائد'' کا ذکر کر کے ان خواتین کا بھی مختصر حوالہ دیا ہے جنھوں نے اپنے آپ کو ''ہبہ'' کیا تھا اور جن کو آپ نے صرف پیغام دیا تھا اور اس کی تکمیل نہ کی تھی۔ اسی پر امام ذہبی کی سیرت نبویہ کا باب تمام ہوتا ہے (۱۹-۴۱۳)۔

# امام ابن قیم الجوزیہ

(۷۵۱-۶۹۱ھ/۱۳۵۰-۱۲۹۲ء)

حافظ ابن قیم امام ابن تیمیہ کے فکر و مسلک کے سب سے بڑے علمبردار بھی تھے اور ترجمان بھی۔ وہ ان علمائے اسلام میں سرفہرست نظر آتے ہیں جو کتاب و سنت کی ہر حال و مقام میں بالا دستی اور ہدایت و دلالتِ نبوی کی ہمہ جہت برتری کے قائل تھے۔ اسی بنا پر وہ اسلام کو خالص کتاب و سنت کی خالص بنیادوں پر استوار کرنے اور اس کو تمام دوسری آلائشوں سے محفوظ و مصئون کرنے کے لئے ہمیشہ سرگرداں رہے۔ خواہ ان کی تگ و دو کا دائرہ تدریس و تعلیم سے متعلق ہو خواہ تصنیف و تالیف سے۔ ان کی علمی دلچسپیوں اور فنی کاوشوں کا دائرہ کار خاصا وسیع اور ہمہ گیر تھا۔ قرآن و حدیث، فقہ و کلام کے ساتھ ساتھ وہ نحو و صرف اور سیرت و تاریخ میں گہرا تبحر رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ اور کئی علوم و فنون کے ماہر و جامع تھے۔

## نام و نسب

حافظ ابن قیم زیادہ تر اپنی نسبت کے ساتھ مشہور ہیں۔ جو دراصل ان کے والد ماجد کے تدریسی اور انتظامی منصب۔ قیم۔ کی طرف نسبت خاص رکھتی ہے۔ شیخ محی الدین ابوالمحاسن یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی (م ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء) نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو ان کے نام پر المدرسۃ الجوزیہ کہلاتا تھا۔ ان کے والد گرامی اس کے قیم (مہتمم/سربراہ) تھے اور وہ ابن قیم، اس طرح اس نسبت سے مشہور ہوئے۔

ان کا اصل نام محمد تھا اور ابوعبداللہ کنیت خاص اور شمس الدین لقب۔ ان کے والد ماجد کا نام ابوبکر بتایا جاتا ہے جو کنیت معلوم ہوتی ہے اور ان کے نسب میں دادا ایوب بن سعد بن جریر زرعی دمشقی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ دراصل ان کا خاندان علاقہ حران کے ایک گاؤں زرع کا باسی تھا جو دمشق سے پچپن میل

جنوب مشرق میں تھا، وہ پھر دمشق میں جا بسا۔ ان کا خانوادہ علم و فضل اور تقویٰ وطہارت کے لئے معروف تھا۔ اسی خاندان علم و فضل میں ابن قیم کی ولادت ۷رصفر ۶۹۱ھ فروری ۱۲۹۲ء میں ہوئی۔

## تعلیم وتربیت

ابن قیم کی تعلیم وتربیت کا آغاز ان کے گھر سے ہوا۔ حفظ قرآن کرنے کے بعد انہوں نے اپنے والد ماجد سے علم فرائض حاصل کیا جس میں ان کی مہارت مسلمہ تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے والد ماجد سے بعض دوسرے علوم وفنون کی تعلیم بھی پائی تھی۔ والد گرامی کا انتقال ۷۲۳ھ/۱۳۲۳ء میں ہوا جب ابن قیم کی عمر لگ بھگ چونتیس سال تھی اور وہ علمی دنیا میں اپنی شہرت وعظمت کے بال و پر پیدا کر چکے تھے۔

والد گرامی کے علاوہ ابن قیم نے متعدد دوسرے اساتذہ سے تعلیم علوم وفنون پائی۔ حدیث میں انھوں نے شہاب نابلسی، قاضی تقی الدین بن سلیمان، ابوبکر بن عبدالدائم، عیسیٰ المطعم، اسماعیل بن مکتوم، فاطمہ بنت جوہر جیسے علماء فن سے تربیت پائی تو زبان وادب میں ابن ابی الفتح البعلی اور شیخ مجدالدین تونسی وغیرہ سے عظیم کتابیں پڑھیں۔ اصول وفقہ میں شیخ صفی الدین ہندی، امام ابن تیمیہ، شیخ اسماعیل بن محمد حرانی وغیرہ سے متعدد اہم کتابوں کی تعلیم پانے کے علاوہ فنی مہارت حاصل کی۔ ۷۱۲ھ/۱۳۱۲ء سے ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء میں امام ابن تیمیہ کی وفات تک وہ ان کی صحبت وخدمت میں مستقل طور سے آگئے اور ان کے علوم وفنون، آراء وافکار، خیالات ونظریات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ تالیف وتصنیف اور اسوۂ توضیح واستدلال سے بھی بھرپور استفادہ کیا جس کا بہت واضح اثر ان کی اپنی تالیفات میں نظر آتا ہے۔ وہ دراصل دوسرے ابن تیمیہ یا مثنیٰ ابن تیمیہ بن گئے تھے کہ لازمی طور سے اپنے شیخ وامام کی ہر معاملہ میں پیروی کرتے تھے۔

لیکن یہاں یہ کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن قیم امام ابن تیمیہ کے کورانہ مقلد اور بے بصیرت پیروکار نہ تھے۔ وہ خود علم وفضل اور تقویٰ وطہارت سے بہرہ وافر رکھتے تھے اور انھوں نے امام ابن تیمیہ کے فکر ومسلک کی پیروی سوچ سمجھ کر، بصارت وبصیرت کے ساتھ اور مدتوں کے مطالعہ ومعاینہ اور مشاہدہ کے بعد اختیار کی تھی۔ ان کی پیروی میں محبت وعقیدت کو اتنا دخل نہیں تھا جتنا کہ ان کے علم وعمل کے اخلاص کو تھا اور امام موصوف سے ان کی محبت وعقیدت علم وفکر کا نتیجہ تھی نہ کہ اس کا محرک وسبب۔

## درس وتدریس

والد گرامی ابوبکر بن ایوب کے انتقال کے بعد حافظ ابن قیم کو مدرسہ جوزیہ کی ملازمت مل گئی اور وہ اس کے قیم بن گئے، روایات کے مطابق وہ مدرسہ جوزیہ میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے اور مدرسہ صدریہ میں اسلامی علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کے ذریعہ طلبہ وشائقین کی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ ان کے عظیم ومعروف تلامذہ میں ایک تو حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء) تھے جو بہت مشہور عالم قرآن وحدیث اور ماہر فقہ وتاریخ ہیں۔ دوسرے حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن رجب حنبلی تھے جو **طبقات الحنابلہ** کے مولف ہیں۔ تیسرے شمس الدین محمد بن عبدالقادر نابلسی تھے جنھوں نے ابویعلیٰ کی **طبقات الحنابلہ** کی تلخیص تیار کی تھی۔ خود امام موصوف کے فرزند عبداللہ بن محمد بھی ان کے شاگرد رشید تھے اور والد گرامی کی وفات کے بعد مدرسہ صدریہ میں اپنے والد کے جانشین بنے تھے۔

## مقام ومرتبہ

امام ابن قیم قرآن وتفسیر، حدیث وفقہ، سیرت وتاریخ، نحو وادب اور کلام وعقائد وغیرہ متعدد علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ان میں سے بیشتر مضامین میں انھوں نے عظیم وقیمتی کتابیں لکھی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ تقویٰ وطہارت میں بھی ممتاز تھے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ سب سے زیادہ رہا کرتا تھا کہ مجھے ان سے بہت محبت اور انتہائی عقیدت تھی۔ ان سے زیادہ میں نے کسی کو عبادت گذار نہیں پایا۔ وہ طویل سجدوں، لمبے قیاموں اور وسیع رکوعوں والی نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ ان کی قراءت وتجوید بھی بہت عمدہ ہوتی تھی۔ اخلاقی لحاظ سے بھی وہ بہت ممتاز صفات کے مالک تھے۔ ان میں نہ جلن وحسد تھا نہ کسی کو نقصان وایذا پہنچانے کا مادہ۔ نہ وہ کسی کی عیب جوئی اور غیبت کرتے اور نہ کسی سے کینہ وبغض پالتے۔ وہ سب کے بہی خواہ اور خیر خواہ تھے، ان میں سب سے بڑی صفت اعتدال ومیانہ روی تھی۔ وہ اپنے استاذ گرامی کے برعکس انتہا پسندی اور شدت پرستی سے بھی متنفر تھے۔

## قید وحبس

بایں ہمہ ان کے خلاف ایک پورا زمانہ ہو گیا تھا۔ اس کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ بعض افکار وعقائد، خیالات وآراء اور مسلک وفکر میں اپنے شیخ وامام ابن تیمیہ کے پورے متبع تھے۔ خاص طور سے زیارت قبور، توسل، وسیلہ اور استغاثہ وغیرہ جیسے فروعی مسائل میں۔ انھوں نے جب ان مسائل وامور میں اپنے استاد وشیخ کی حمایت کی تو ان کو قید وبند کی صعوبتوں سے گذرنا پڑا۔ مخالف علماء وقضاۃ کے زیر اثر دمشق کی حکومتِ وقت نے امام ابن تیمیہ کے ساتھ ساتھ ابن قیم کو بھی گرفتار کر کے مبتلائے قید محن کر دیا۔ حافظ ابن قیم کی گرفتاری اور قید میں قاضی القضاۃ جمال الدین بن جملہ شافعی کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ حافظ وامام ابن تیمیہ کی گرفتاری اور قید کے بعد جب حافظ ابن قیم نے بھی استاذ معظم کے فتاویٰ کے مطابق فتویٰ دینے شروع کیے تو قاضی القضاۃ موصوف نے نائب دمشق امیر سیف الدین تنکز کی اجازت وحکم سے ابن قیم کو ان کے دوسرے حامی علماء کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ دوسروں کو تو انھوں نے رسوا کر کے رہا کر دیا مگر حافظ ابن قیم کو امام ابن تیمیہ کے ساتھ قلعہ دمشق میں ۱۴؍شعبان ۷۲۶ھ کو قید کر دیا۔

قید وبند کے زمانے میں حافظ ابن قیم نے اپنے شیخ امام ابن تیمیہ کی بہت خدمت کی اور ان سے علمی استفادہ بھی برابر کرتے رہے۔ استاد گرامی کے ساتھ انھوں نے دو سال تین ماہ تک قید کی زندگی گذاری اور ان کے بعد مزید بیس اکیس دنوں تک قید رہے۔ بالآخر ۲۰؍ذوالحجہ ۷۲۸ھ/ ۲۷؍نومبر ۱۳۲۷ء کو قید خانے سے اسوقت نجات پائی جب مصر سے ان کی رہائی کا پروانہ آ گیا۔ روایت ہے کہ طلاق کے ایک مسئلہ پر استاذِ گرامی امام ابن تیمیہ کی حمایت کرنے کی پاداش میں دمشق کے قاضی القضاۃ تقی الدین سبکی شافعی نے ان کو ایک بار پھر جیل بھجوا دیا۔ بہر حال یہ قید کی مختصر مصیبت تھی۔ لیکن معاصر علماء وقضاۃ خاص کر قاضی القضاۃ موصوف سے شکر رنجی، اختلاف اور تلخی کا سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔

## وفات

امام ابن قیم نے ایک مختصر علالت کے بعد ۱۳؍رجب ۷۵۱ھ/ستمبر ۱۳۵۰ء کو جمعرات کی شب میں وفات پائی۔ دوسرے دن جمعرات کو بعد نماز ظہر ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہزاروں عقیدت مندوں کے جلو میں ان کو مقابر باب صغیر میں ان کی والدہ ماجدہ کی قبر کے برابر سپرد خاک کیا گیا۔

## تصانیف

حافظ ابن قیم نے مختلف علوم وفنون میں بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ان کے سوانح نگاروں اور کتاب نما نگاروں نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ہر ایک کے ہاں ان کی تعداد مختلف ہے۔ظاہر ہے کہ ہر ایک نے اپنی معلومات کے مطابق تصانیف ابن قیم کی فہرست دی ہے۔ابن العماد حنبلی نے پینتالیس کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد ''وغیر ذلک'' لکھ کر یہ اشارہ دیا ہے کہ ان کی تعداد مذکورہ عدد سے کہیں زیادہ ہے۔بروکلمان نے باون کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ان کے علاوہ ''**اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان**'' (ص:۲۳) میں تصانیف ابنَ قیم کی ایک نسبتاً مفصل فہرست موجود ہے جس کا بیشتر حصہ ''**طبقات الحنابلہ**'' سے ماخوذ ہے۔بہر حال ان کی بیشتر کتابیں ضائع ہوگئیں یا دستیاب نہیں۔ان کی اہم کتابوں میں اہم ترین کا مختصر ذکر ذیل میں دیا جارہا ہے:

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیة امرتسر ۱۳۱۴ھ، مصر ۱۳۵۰ء (کلام وعقائد)

اخبار النساء (تاریخ)

(۲) اعلام الموقعین عن رب العالمین دہلی ۱۴-۱۳۱۳ھ، مصر ۱۳۲۵ھ، اردو ترجمہ دین محمدی، دہلی (فقہ واصول)

(۳) اغاثة اللهفان فی حکم طلاق الغضبان، مصر ۱۳۲۲ھ

(۴) اغاثة اللهفان فی مکائد الشیطان مصر ۱۳۲۰ھ (طریق الهجرتین سمیت) ۱۳۲۲ھ اور ۱۳۵۲ھ

(۵) بدائع الفوائد مصر

(۵) التبیان فی اقسام القرآن مکہ مکرمہ ۱۳۲۱ھ، مصر ۱۳۵۲ھ

(۶) تحفة المودود فی احکام المولود لاہور ۱۳۲۹ھ

(۷) تفسیر المعوذتین قاہرہ، اردو ترجمہ از عبدالرحیم لاہور ۱۹۲۸ھ (تفسیر)

(۸) تفسیر ابن القیم مکہ مکرمہ ۱۹۴۹ء مرتبہ محمد اویس ندوی نگرامی (تفسیر)

(۹) حادی الارواح الی بلاد الافراح (کلام)

(۱۰) حکم تارک الصلوٰۃ/والصلوٰۃ واحکام تارکھا مطبعہ صبیح (طبع اول) (فقہ واصول)

(۱۱) الداء والدواء (اخلاق وتصوف)

(۱۲) کتاب الروح حیدرآباد ۱۳۱۸ھ، ۱۳۲۴ھ، (کلام)

(۱۳) الرسالۃ التبوکیۃ مکہ ۱۳۴۷ھ

(۱۴) روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین، (تصوف)

(۱۵) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، کانپور ۱۲۹۸ھ، مصر ۱۳۲۴ھ، ۱۳۴۷ھ، اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری، کراچی ۱۹۶۲ھ (سیرت وتاریخ)

(۱۶) شفاء العلیل فی القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل

مصر ۱۳۲۳ھ، اردو ترجمہ کتاب التقدیر، لاہور (کلام)

(۱۷) الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ والمعطلۃ (کلام)

(۱۸) الطب النبوی (سیرت وطب)

(۱۹) عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین مصر ۱۳۴۱ھ، ۱۳۴۹ھ (تصوف)

(۲۰) الفوائد

(۲۱) الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ مصر ۱۳۱۷ھ (فقہ واصول)

(۲۲) الفوائد المشوقۃ الی علوم القرآن (علوم قرآن)

(۲۳) الفروسیۃ الشرعیۃ النبویۃ مطبعہ الانوار، مصر ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء (فقہ واصول)

(۲۴) الکافیۃ الشافیۃ فی الفرقۃ الناجیۃ مصر مطبعہ التقدم العلمیہ مصر ۱۳۴۴ھ (کلام)

(۲۵) مدارج السالکین مصر ۳-۱۳۳۱ھ، ۱۳۷۵ھ (تصوف)

(۲۶) مفتاح دار السعادۃ مصر ۵-۱۳۲۳ھ، ہند ۱۳۲۹ھ

(۲۷) الوابل الصیب من الکلم الطیب اردو ترجمہ ذکر الٰہی، تاندلیانوالہ (اخلاق وتصوف)

(۲۷) طریق الھجرتین وباب السعادتین مطبعہ الحسینیہ مصر

(۲۷) ھدایۃ الحیاری من/فی اجوبۃ الیھود والنصاریٰ

مصر ۱۳۲۳ھ (کلام وعقائد)

امام ابن قیم کی تصانیف کی فہرست ہی سے ان کے مختلف علوم اسلامی میں تبحر اور مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے تفسیر وقرآن، حدیث وسیرت، تاریخ وکلام، عقائد واصول، فقہ وتفقہ اور تصوف کے علاوہ ادبی علوم میں نحو وصرف اور شعر وادب پر بھی کافی قیمتی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اگر چہ وہ ضمنی طور پر ان کی علمی کتابوں میں آیا ہے لیکن وہ ان کی فنی مہارت اور علمی بصیرت ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ ان کے سوانح نگار و تجزیہ نویس عبدالعظیم شرف الدین نے ان کے ادبی اسلوب اور مختلف علوم میں مہارت کا تجزیہ خوب کیا ہے اور ان کی مختلف کتابوں کے حوالہ سے اشعار سے استشہاد، ان کی ادبی قدر وقیمت اور ان کے معنوی محاسن سے بحث کی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام ابن قیم جیسے عظیم عالم و ماہر علوم کا کلام قرآن مجید کے اقتباسات اور مضامین سے کیونکر خالی رہ سکتا ہے۔ مولانا محمد اویس نگرامی ندوی مرحوم نے تمام تصانیف ابن قیم میں منتشر ابن قیمی تفسیرات وتعبیرات کو جمع کر کے تفسیر ابن القیم کے عنوان سے پوری تفسیر جمع کر دی ہے جو ظاہر ہے کہ پورے کلام الٰہی کی تفسیر نہیں ہے، البتہ امام موصوف نے اپنے قلم سے معوذتین کی تفسیر کافی مفصل لکھی ہے۔ اسی طرح ان کی تصانیف میں احادیث نبوی بھی قدم قدم پر موجود ہیں۔ ابھی تک امام موصوف کی حدیثی خدمات کا ان کے تفسیری تبحر کی طرح تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ فقہ واصول پر ان کی کتابیں موجود ہیں اور متعدد دوسری کتابوں میں فقہی مباحث موجود ہیں۔ سیرت نبوی پر ان کی معرکہ آراء کتاب ''زادالمعاد'' علم فقہ اور ان کی فقہی بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سیرت نبوی اور تاریخ اسلامی کے ابتدائی دور کے بارے میں ان کی قیمتی تحریریں دوسری کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں، عقیدہ وتصوف پر ان کی کتابیں نادر کتب خانہ کا مقام رکھتی ہیں کہ وہ صحیح تناظر میں ان کا مطالعہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کتاب وسنت کے ساتھ ساتھ سیرت نبوی کی عملی ہدایت ورہنمائی میں جادۂ مستقیم پر گامزن وقائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے ادبی محاسن، لغوی اور نحوی وصرفی مہارت اور اسلوب کی تازگی کے لئے عبدالعظیم شرف الدین کے مذکور بالا باب کا مطالعہ مفید ہوگا بلکہ دوسرے علوم وفنون کے لئے بھی ان کی کتاب کے دوسرے ابواب بھی کافی قیمتی ہیں۔

امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کے درمیان موضوعاتی مماثلت تو کافی پائی جاتی ہے اور فکری یگانگت اور مسلکی مشابہت پر بھی کافی بحث کی گئی ہے خاص کر عبدالعظیم شرف الدین نے ان نقاط پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ جہاں تک دونوں اماموں کے طریقۂ تالیف، تصنیفی اسلوب اور علمی انداز کا تعلق ہے تو

ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ امام ابن تیمیہ کو فراغت وسکون کے ساتھ باقاعدہ تصنیف وتالیف کا موقعہ نہیں ملا۔ وہ زیادہ قلم برداشتہ لکھتے تھے اور ایک موضوع پر لکھتے وقت ذیلی یا ضمنی موضوعات پر بھی مفصل لکھتے جاتے تھے تاکہ بحث کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے۔ جن موضوعات پر انھوں نے غور وفکر اور سکون واطمینان کے ساتھ لکھا ہے وہ حشو وزوائد سے پاک ہیں۔ حافظ ابن قیم کو سوائے آخری زمانے کے زیادہ سکون وفراغت حاصل رہی اس لئے انھوں نے جو کچھ لکھا وہ بہت مربوط، مدلل، گتھا ہوا اور حشو وزوائد سے پاک ہے۔ ان کے ہاں ضمنی موضوعات ضرور ہیں لیکن وہ زیادہ تر اپنے اصل موضوع کو اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ ادبی لحاظ سے بھی ان کی تحریروں کی قدر وقیمت ہے۔ دونوں اماموں کے اسلوب وانداز میں فرق کا ایک اہم سبب دونوں کا ذہنی اور مزاجی تفاوت بھی ہے۔ امام ابن تیمیہ میں خاصی شدت تھی جبکہ حافظ ابن قیم میں طمانیت و میانہ روی تھی۔ بایں ہمہ بطور مؤلف ومحقق امام ابن تیمیہ کو برتری حاصل ہے کہ وہ امام ابن قیم کے استاذ، شیخ اور امام ہی نہ تھے بلکہ ان کا سرچشمہ علم وفضل بھی تھے۔

## سیرتی اسلوب

حافظ ابن قیم کی سیرت نگاری کا اسلوب دوسرے سیرت نگاروں سے کافی مختلف اور بہت نیا ہے۔ وہ سیرت وحیاتِ نبوی کے واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں بیان کرتے بلکہ وہ موضوعاتی طرزِ نگارش اپناتے ہیں اور اس میں بھی وہ تاریخی ترتیب یا واقعاتی ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی "**زاد المعاد فی هدی خیر المعاد**" اپنے عنوان سے ہی ان کے طریقہ سیرت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ اصلاً سیرت نبوی کو بہت بڑے کینوس پر مطالعہ کرتے ہیں اور اسوۂ نبوی کو زندگی اور دین کے ہر ہر معاملہ اور ہر ہر گوشہ کے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔

دراصل ان کی سیرت نبوی دو الگ الگ حصوں میں منقسم کی جاسکتی ہے۔ **زاد المعاد** کا اولین حصہ یا اس کے سیرتی ابواب وفصول حیاتِ نبوی کے مختلف مرحلوں اور گوشوں سے بحث کرتے ہیں جیسے نسب نبوی، تربیت نبوی اور وفات والدین، بعثت ومراتب وحی، ختان ورضاعت، دعوت نبوی، اسماء نبوی، ہجرت حبشہ، اولاد نبوی، اعمام وعمات، ازواج مطہرات۔ ان کے علاوہ آپ کے غلاموں، موالی، خدام، کاتبوں، فرامین، موذنوں، امیروں، محافظ دستوں، شعراء وخطباء، غزوات وسرایا اور آپ کی ذاتی چیزوں کا ذکر شامل ہے۔

"زاد المعاد" کا دوسرا حصہ ان فصول اور ابواب پر مبنی ہے جو زندگی اور دین کے تمام گوشوں اور مرحلوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور ہدایت کو فراہم کرتے ہیں جیسے کھانے پینے، رہن سہن، سواری، نکاح، معاملہ، کلام وسکوت وغیرہ، وضو وطہارت، عبادات جس میں نماز اور نمازوں کے تمام مسائل وامور شامل ہیں، روزہ، صدقہ وغیرہ تمام دوسری عبادات اور تمام معاملات میں آپ کے اسوہ اور ہدایت کا ذکر کیا ہے۔ جیسے قرآن کریم کی اچھی آواز کے ساتھ تلاوت کرنا، مریضوں کی عیادت، جنازوں کی معیت، قبر کے امور وغیرہ۔

ان مضامین وموضوعات کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن قیمؒ سیرت نبوی کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں خواہ ان کا تعلق قسم اول سے ہو یا قسم دوم سے۔ مآخذ کے استعمال کے لحاظ سے امام موصوف نے سیرت وحدیث دونوں کو سامنے رکھا ہے لیکن ان کا مدار بحث بالعموم حدیثی مآخذ پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ بہر حال قابل لحاظ بات ہے کہ وہ سیرتی مآخذ کو بالکل نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہیں اور تطبیق ممکن نہ ہو تو ترجیح کے اصول سے کام لیتے ہیں۔ ان کے ہاں نئی معلومات بھی بہت ملتی ہیں اور نئی تعبیرات وتاویلات کے تو وہ امام ہیں۔ سیرت نبوی کو اسلامی زندگی کا ایک اسوہ عمل بنانے کا گر اگرچہ انہوں نے قاضی عیاض جیسے پیشرووں سے سیکھا ہے تاہم ان کی کتاب سیرت کا عملی پہلو ہی اصل خصوصیت کا حامل ہے۔ یہی ان کی کتاب کو انفرادیت بخشتی ہے اور اسلامیان عالم کے لئے خالص اسوۂ نبوی فراہم کرتی ہے۔

# مصادر و مراجع


| | | |
|---|---|---|
| ابن آلوسی بغدادی | جلاء العینین | بولاق ۱۲۹۸ء |
| ابن تغری بردی | البدر الطالع | دوم ص ٦-۱۴۳ |
| ابن حجر عسقلانی | الدرر الکامنه | چہارم ص ۳-۲۱ |
| ابن رجب حنبلی | ذیل طبقات الحنابله | دوم ص ۵۲-۴۴۷ |
| ابن عماد حنبلی | شذرات الذهب | ششم، ۷۰-۱٦۸ |
| ابن کثیر دمشقی | البدایة والنهایة | |
| ابن ناصر الدین دمشقی | الرد الوافر | ۹-٦۸ |
| ابوزہرہ محمد | ابن تیمیہ: حیاته وعصره، دار الفکر العربی، مصر | |
| حاجی خلیفہ | کشف الظنون | مصر ۱۳۱۱ھ |
| ذوالفقار علی ملک | "ابن القیم" مقالہ | اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب لاہور (مادہ ابن القیم) |
| سرکیس | معجم المطبوعات العربیة | مصر ۱۳۴٦ھ |
| سیوطی جلال الدین | النجوم الزاهرة | ۱۰، ۲۴۹ |
| الشطی، جمیل | مختصر طبقات الحنابله | ص ٦۱ |
| شوکانی | البدر الطالع | مطبعہ السعادۃ، مصر، دوم، ٦-۱۴۳ |
| صدیق حسن خان | ابجد العلوم | بھوپال ۱۲۹٦ھ؛ اتحاف النبلاء، کانپور |
| الصفدی | الوافی بالوفیات | دوم، ۲-۲۷۰ |
| عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین | ابن القیم الجوزیه: عصره ومنهجه | مکتبہ نہضۃ مصر ۱۳۷٦ھ/۱۹۵٦ء |
| محمد یوسف کوکنی | "امام ابن قیم الجوزیہ" | مقالہ معارف اعظم گڈھ |
| محققین زاد المعاد | مقدمہ/ ترجمۃ المؤلف زاد المعاد | اول ۲۴-۱۵ |

ابن القیم کی کتاب سیرت

# زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

حافظ ابن قیم کی سیرت نبوی اپنے موضوع و مواد اور اسلوب کی بنا پر ہر زمانہ میں بہت مقبول رہی ہے اور عوام و خواص دونوں نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر جیسے عظیم عالم و محدث نے زاد المعاد وغیرہ سے اپنی شرح صحیح بخاری فتح الباری میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ سیرت نگاروں اور دوسرے اہل علم و فضل نے بھی اس کے اقتباسات دیئے ہیں اور اس سے استدلال کیا ہے۔ وہ ہر زمانہ میں عام و خاص مطالعہ کی ایک ضروری کتاب رہی ہے۔ اسی بنا پر وہ برابر اشاعت پذیر ہوتی رہی۔ جدید عہد میں اس کے کئی ایڈیشن نکلے جن میں شعیب الارنووط اور عبدالقادر الارنووط کا تحقیق کردہ نسخہ بہت عمدہ ہے اور جسے مؤسسۃ الرسالۃ/ مکتبۃ المنار الاسلامیہ بیروت نے ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں پانچ جلدوں میں شائع کیا ہے اور وہی اسوقت پیش نظر ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اس کی کئی طباعتوں کے علاوہ کامل اور مختصر تراجم بھی شائع کئے گئے ہیں۔ رئیس احمد جعفری نے کراچی سے زاد المعاد کا کامل ترجمہ اور عبدالرزاق ملیح آبادی نے اسوۂ حسنہ کے عنوان سے اس کی تلخیص کی ہے جو کراچی سے ہی شائع ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی طباعتیں اصل کتاب یا اس کی تلخیص کی اور کئی دوسرے تراجم بھی ہوئے ہیں۔

زیر نظر نسخہ کی جلد اول پانچ سو کتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع میں مقدمۃ التحقیق ہے (۵-۱۳) اور اس کے بعد ترجمۃ المؤلف ہے جو محققین گرامی کا مرتب کردہ ہے (۱۵-۲۴)۔ پھر مخطوطہ کے بعض صفحات کی عکسی تصاویر ہیں (۲۵-۳۱)۔ اصل کتاب مقدمۃ المؤلف سے شروع ہوتی ہے جو پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے (۳۳-۵۳۲)۔ آخر میں الفہرس ہے جو جلد اول کے عنوانات کا ذکر پیش کرتی ہے (۵۳۳-۴۱)۔ جلد دوم کا متن پورے پونے پانچ سو (۴۷۵) صفحات پر مشتمل ہے اور جس کے آخر میں چھ صفحات کی فہرست ہے۔ جلد سوم میں سات سو آٹھ صفحات ہیں جن میں سے نو صفحات فہرست کے ہیں۔ جلد چہارم میں متن چار سو پندرہ صفحات پر مبنی ہے اور فہرست سات صفحات پر اور پانچویں جلد

سب سے ضخیم ہے اور اس میں کل صفحات آٹھ سو بیالیس ہیں جن میں فہرست وغیرہ کے صرف آٹھ ہیں۔

**زادالمعاد** کے مؤلف گرامی نے اپنے مقدمۂ کتاب میں مفصل حمد ونعت میں بھی تحقیق کا دامن نہیں چھوڑا ہے۔ چنانچہ سورۂ انفال: ٦٤ کی لغوی اور نحوی تحقیق کر کے اور متعدد آیاتِ الٰہی سے استشہاد کر کے واضح کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی عزت وکفایت ونصرت کو لازم ہے اور بقدر پیروی ہدایت وفلاح ونجات کی بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ وابستہ وپیوستہ کر دیا ہے اور آپ کی مخالفت وعداوت ذلت ونکبت اور خوف وضلال اور دنیا وآخرت کے وبال ونکال کی باعث ہے۔ حافظ ابن قیم نے متعدد آیاتِ قرآنی اور اقوال مفسرین کے حوالہ سے آپ کی اطاعت کے وجوب اور انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام مخلوقات پر آپ کی برتری ثابت کی ہے (۳۲-۳۳)۔ اس کے بعد کی فصل میں مخلوقات کے احوال کے اختلاف اور اس کے باوجود آپ کی تخصیص واختیار کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وحکمت وقدرت پر دلالت بنا کر ہر عام میں خاص کا اصول نکالا ہے اور اسی اصول تخصیص کے تحت انبیاء کرام کے درجات اور ان میں آپ کی فوقیت وانتخاب کی بحث شامل کی ہے۔ ساتھ ہی امت محمدی کی فضیلت اور بزرگی کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس فصل میں آیاتِ قرآنی کے پہلو بہ پہلو احادیث نبوی مختلف کتب اور مجموعوں سے خاص کر صحیحین، ترمذی، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، مسند البزار، نسائی وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ مقامات میں اختیار وانتخاب الٰہی کے ضمن میں مکہ مکرمہ اور خاص کر کعبہ مقدس، مسجد حرام اور ان سے متعلق مسالک فقہاء کا ذکر کیا ہے اور بعض مردود اقوال کی تردید وتنقید بھی کی ہے۔ ساتھ ہی بہترین ایام میں یوم النحر، یوم الجمعہ کی، مہینوں میں رمضان کی اور عشرون میں عشرۂ رمضان کی، راتوں میں لیلۃ القدر کی فضیلت پر کلام کیا ہے۔ لیلۃ القدر اور شب معراج کے درمیان فضیلت وبرتری کے ضمن میں اور دلائل کے علاوہ اپنے شیخ امام ابن تیمیہ کے دلائل کا بھی خصوصی ذکر کیا ہے، پھر یوم جمعہ اور یوم نحر/عرفہ کے درمیان فضیلت پر کلام کیا ہے اور جمعہ کی فضیلت کو ثابت کیا ہے اور دس دلائل دیئے ہیں (۴۲-۶۵)۔ اگلی فصل میں یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ہر جنس کی پاکیزہ ترین چیز کو منتخب کر کے اسے افضل بنایا ہے۔ اس میں مخلوقات، اعمال، اخلاق، مطاعم، مناکح کے بہترین امور کو زیر بحث لائے ہیں (۶۵-۶۸)۔ اسی بنا پر انسان کو ہر شے میں پاک وناپاک اور طیب وخبیث چیز جاننے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہدایت ورہنمائی کی ضرورت ہے جس پر اگلی فصل ہے (۷۰-۶۹)۔

اگلی مختصر فصل (۷۰) میں معرفتِ نبوی کی ضرورت اور انسانی قصورِ ہمت کا ذکر کر کے سیرت نبوی کا باب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب گرامی کی فصل سے شروع کیا ہے اور آپ کو اشرف المخلوقات (ارضی) قرار دے کر آپ کا نسب سامی عدنان تک بیان کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ عدنان تک تو پیڑھیاں متفقہ ہیں لیکن عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک اگرچہ پیڑھیوں پر اختلاف ہے تاہم آپ کے اولادِ اسمٰعیل ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے اور حضرت اسحٰق کے نہ ہونے پر بیس دلائل پر مبنی بحث کی ہے جو آیاتِ الٰہی، احادیث نبوی، اور کتب آسمانی اور دلائل عقلی سے مدلل ہے (۵-۷۱)۔

اس کے بعد وہ پھر سیرت نبوی کے اصل مقصود کی طرف مراجعت کرتے ہیں اور مختصراً آپ کی ولادت، والدین کی وفات، دادا کی کفالت ووفات، چچا ابوطالب کی کفالت اور بارہ سال کی عمر مبارک میں چچا کے ساتھ سفر شام اور ملاقات بحیریٰ راہب اور اس کی پیشگوئی کے سبب آپ کی مکہ واپسی، اس ضمن میں بعض اقوال کی تردید، پچیس سال کی عمر میں دوسرا سفر شام برائے تجارت، واپسی پر حضرت خدیجہ سے شادی، دونوں کی عمروں، خلوت کی محبوبیت، چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفرازی، دوشنبہ کے دن پر اتفاق اور ماہ نبوت پر اختلاف کا ذکر کر کے سات/آٹھ مراتب وحی کا ذکر کرتے ہیں اور اسی پر یہ فصل ختم ہوتی ہے (۸۰-۷۵)۔

ایک مختصر فصل میں آپ کے ختنہ کے بارے میں تین اقوال ابن الجوزی، المیمونی اور الخلیل اور ابن عبدالبر وغیرہ کے حوالہ سے بیان کر کے (۲-۸۱) دوسری مختصر فصل میں آپ کی دو دودھ پلائیوں ثویبہ اور حلیمہ سعدیہ کی رضاعت نبوی اور اس سے متعلق آپ کے رضاعی رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے (۸۳-۸۲)۔ اگلی مختصر فصل آپ کی دائیوں - والدہ ماجدہ آمنہ، ثویبہ، حلیمہ، شیما اور ام ایمن برکہ حبشیہ - کا مختصر ذکر کیا ہے (۴-۸۳)۔ اس کے بعد کی فصل آپ کی بعثت اور اول تنزیل قرآنی کے لئے مختص ہے جس میں حضرت عائشہ کے قول وروایت کہ سورۂ اقراء (۵-۱) اولین تنزیل ہے کو چار دلائل سے حضرت جابرؓ کی روایت پر ترجیح دی ہے (۵-۸۴)۔ چار چار سطری دو اگلی فصلوں میں بالترتیب دعوت نبوی کی ترتیب اور ان کے مراتب پنجگانہ کا ذکر کر کے خفیہ دعوت اور علانیہ تبلیغ کا ذکر کیا ہے (۸۶)۔

اس سے نسبتاً زیادہ مفصل دو فصلوں میں بالترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی اور ان کی شرح معانی دی ہے: اسماء گرامی کو صفات جلیلہ قرار دیا ہے اور احادیث واقوال کا ذکر مختصر کیا ہے (۸-۸۷) اور شرح معانی میں لغوی اور نحوی صرفی تحقیق ہے (۹۷-۸۹)۔ اس کے بعد کی فصل حبشہ کی دو ہجرتوں کے عنوان سے ہے لیکن اس میں ان کے مختصر ذکر کے بعد سیرت نبوی کے کئی واقعات جیسے قریش کی عداوت اور ایذا، شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی محصوری، ابوطالب وحضرت خدیجہ کی وفات، حضرت عبداللہ بن عباس کی زمانہ محصوری میں ولادت، سفر طائف اور اس سے متعلق واقعات، مطعم بن عدی کی جوار میں داخلہ مکہ، اسراء ومعراج، نمازوں کی فرضیت، اسراء بحالت منام یا بحالت بیداری پر اقوال، مکہ کا بقیہ قیام، اور قبائل عرب کو دعوت، خزرج کے چھ افراد کے قبول اسلام، بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، ہجرت مسلمین، ہجرت نبوی، ورود مدینہ، قیام قباء، ورود مدینہ، تعمیر مسجد نبوی ومکانات نبوی اور مہاجرین حبشہ میں سے تینتیس افراد کی مہاجرت مدینہ اور بقیہ کی بعد میں ہجرت کا ذکر ہے (۱۰۲-۹۷)۔

اگلی فصل میں آپ کی اولاد امجاد کا مختصر ذکر ہے (۴-۱۰۳)، پھر آپ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کیلئے ایک مختصر تر فصل مخصوص ہے (۵-۱۰۴) البتہ آپ کی ازواج مطہرات کی فصل نسبتاً مفصل ہے (۱۱۴-۱۰۵)۔ اس میں ان کی شادی، اسلام اور دوسرے واقعات پر مختصر بحث بھی ہے۔ اس کے بعد ایک دوسطری فصل میں آپ کی چار باندیوں - ماریہ، ریحانہ، جمیلہ اور جاریہ موہوبہ حضرت زینبؓ بنت جحش - کا مختصر ترین ذکر ہے (۱۱۴) جبکہ آپ کے موالی کی فصل کچھ مفصل ہے جس میں مرد وخواتین میں سے سینتیس کا ذکر خیر ہے (۶-۱۱۴)۔ خدام نبوی کی مختصر فصل میں آٹھ حضرات کا ذکر ہے (۷-۱۱۶) اور آپ کے کاتبین گرامی کی مختصر فصل سترہ اسماء گرامی سے مزین ہے (۱۱۷)۔ ایک مختصر فصل میں آپ کے ان فرامین کا ذکر ہے جو شرعی امور کے بارے میں اہل اسلام کے نام بھیجے گئے تھے (۹-۱۱۷) جبکہ بادشاہوں کے نام آپ کے فرامین وسفراء کی فصل نسبتاً مفصل ہے۔ اس میں قیصر روم کے نام نامہ نبوی کا متن اور اس کی سفارت کا واقعہ صحیح ابن حبان کے حوالہ سے مذکور ہے جبکہ نجاشی کے نام سفارت کے ضمن میں واقدی وغیرہ کا اور کسریٰ وغیرہ کے نام سفارت میں صحیح مسلم، ابن حزم اور ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ کل پندرہ سفارتوں کا ذکر ہے (۲۴-۱۱۹)۔

موذنین نبوی کی مختصر فصل میں چار بزرگوں کا ذکر کر کے ان کی اذان واقامت سے چاروں

اماموں کے تمسک کا ذکر کیا ہے (۵-۱۲۴) جبکہ امراء نبوی کی فصل میں باذان، شہر بن باذان، خالد بن سعید، مہاجر بن ابی امیہ مخزومی، زیاد بن امیہ انصاری، ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل، ابوسفیان اموی، یزید بن ابی سفیان اموی، عتاب بن اسید، علی بن ابی طالب، عمرو بن العاص، متعدد عمال صدقات کے عمومی ذکر کے ساتھ امارت حج پر حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے حوالہ سے رافضیوں کی تردید بھی کی ہے (۶-۱۲۵)۔ اگلی مختصر فصل آپ کے محافظوں (حرس) کیلئے مخصوص ہے (۱۲۷) اور دوسری آپ کے سامنے گردن مارنے والے افسروں کے لئے (۱۲۷)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ اور انگوٹھی وغیرہ کے افسروں پر تین سطری فصل ہے، جس سے متصل آپ کے شعراء وخطباء پر چار سطری فصل ہے پھر اتنی ہی بڑی فصل آپ کے سفروں کے دوران حدی گانے والوں کے لئے مخصوص ہے (۹-۱۲۸)۔ ان میں عبداللہ بن رواحہ، انجشہ، عامر بن اکوع اور سلمہ بن اکوع کے نام شامل ہیں۔

غزوات وبعوث وسرایائے نبوی کے عنوان سے جو مختصر فصل ہے اس میں ستائیس غزوات کے نام گنانے کے علاوہ ان کی تعداد کے بارے میں دوسرے اقوال بھی دیئے ہیں اور سرایا وبعوث کی تعداد ساٹھ کے قریب بتائی ہے مگر ان کے نام نہیں دیے۔ سات غزوات کو اہم ترین اور بزرگ ترین قرار دیا ہے کہ ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا اور ان کی متعلقہ سورتوں کا ذکر کیا ہے اور بعض غزوات کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں (۳۰-۱۲۹)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحوں اور سامان ضرورت (اثاث) کی فصل میں نو تلواروں، سات زرہوں، چھ کمانوں، پانچ نیزوں، ایک آہنی خود، ایک سیاہ پرچم کے علاوہ پیالوں، جبوں، خیموں، حربوں اور آپ کی سواری کے جانوروں کا مختصر ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں مسند احمد، سنن ابی داؤد اور معجم طبرانی کے علاوہ احادیث میں ان کے حوالوں کا ذکر بھی کیا ہے (۳۳-۱۳۰) پھر آپ کی سواریوں پر الگ فصل باندھ کر آپ کے تمام گھوڑوں، خچروں، گدھوں، اونٹوں، دودھاری اونٹنیوں اور بکریوں کی تعداد اور نام بتائے ہیں (۵-۱۳۳)۔ آپ کے لباس (ملابس) سے متعلق فصل نسبتاً مفصل ہے، جس میں عمامہ، ٹوپی، قمیص، حلۂ حمراء، ازار ورداء وغیرہ کے بارے میں قیمتی معلومات میں صحیح مسلم، ترمذی، بخاری، واقدی، ابوداؤد اور مسند احمد کے خاص حوالوں کے علاوہ امام ابن تیمیہ کی تشریح بھی موجود ہے (۳۹-۱۳۵)۔ اسی سے متصل فصل میں آپ کے بعض دوسرے ملبوسات جیسے سراویل، موزوں وغیرہ کے علاوہ انگوٹھی پہننے کی سنت کا ذکر ہے اور زیادہ تر لباس کا ہے۔

اس سے متصل ایک دوسری فصل میں آپ کے لباس اور لباس کی سنتوں اور بستر نبوی وغیرہ کے بارے میں کافی معلومات ہی نہیں بلکہ لباس کے بارے میں اسلامی حکم اور سنت نبوی کا ذکر ہے۔ مآخذ میں سے صحیح مسلم، صحیح بخاری، ابوداؤد، ترمذی، مستدرک حاکم، ابواسحاق اصبہانی، سنن نسائی کے خاص حوالوں کے علاوہ عام سنن کا حوالہ بھی ہے (۴۷-۱۳۹)۔

اگلی فصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے بارے میں سنت وہدایت سے متعلق ہے کہ موجود کو مسترد نہ فرماتے اور مفقود کے لئے تکلف روا نہ رکھتے، طیبات حاضر کی جاتیں تو تناول فرما لیتے، ناپسند ہوتا تو بلا اظہار ہاتھ کھینچ لیتے اور نہ اس کی برائی کرتے۔ بھوک ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اس کے بعد حافظ ابن قیم نے کھانے کی اقسام وانواع کا ذکر کیا ہے جو گوشت، حلوا، دودھ، کھجور، سبزی اور پھل وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس میں آپ کی کھانے کی سنت وطریقہ کا بھی ذکر بھی ہے۔ پھر مشروبات نبوی اور ان کی سنتوں کا ذکر ہے۔ اس میں مآخذ کا حوالہ بالکل نہیں ہے البتہ پینے کی سنت کا فقہی حکم ضرور بتایا ہے کہ بیٹھ کر پینا چاہیے (۵۰-۱۴۷)۔

نکاح اور خانگی معاشرت پر اگلی فصل ہے جس کا آغاز عورتوں اور خوشبوؤں کی محبوبیت اور نماز کی قرۃ العین ہونے کی حدیث پر بحث سے ہوتا ہے۔ پھر آپ کی قوت باہ، ازواج مطہرات کے ساتھ معاشرت اور باری باندھنے کے حکم فقہی، ان کی دلجوئی، سفر میں قرعہ کے ذریعہ ساتھ لے جانے کی سنت اور عصر کے بعد تمام ازواج مطہرات کے ہاں تشریف آوری اور ان کی باری کا ذکر کیا ہے اور مآخذ میں صرف صحیح مسلم اور ابواسحاق سبیعی کا ایک جگہ ذکر کیا ہے، اگر چہ پوری فصل احادیث نبوی پر ہی مبنی ہے (۵۴-۱۵۰)۔

آپ کے سونے اور بیدار ہونے کی فصل میں بستر، فرش، چٹائی، چارپائی/تخت پر سونے اور سونے کی کیفیت کے ساتھ ساتھ بستر کا ذکر بھی ہے اور دعاؤں کا بھی۔ اسی طرح جاگنے کی کیفیات اور دعاؤں کا ذکر ہے۔ اس فصل میں صحیح مسلم، ترمذی، صحیح ابوحاتم کا حوالہ ہے، فصل کا خاتمہ طبی اصول پر کیا ہے کہ رات دن میں ایک تہائی یعنی کل آٹھ گھنٹوں **(ثمان ساعات)** کی نیند بہترین اور نفع بخش ہے (۹-۱۵۵)۔ اگلی فصل آپ کی سواری کرنے کی سنتوں سے متعلق ہے کہ گھوڑوں، اونٹوں، خچروں اور گدھوں پر کبھی زین سمیت اور کبھی بلا زین سواری کی اور اکثرا کیلے کی اور کبھی کبھی مردوں اور اپنی ازواج کو آگے یا پیچھے بٹھا بھی لیا۔ اگلی فصل آپ کے غنم/بکریوں سے متعلق ہے (۶۰-۱۵۹)۔

ایک نسبتاً زیادہ مفصل فصل میں آپ کی خرید وفروخت کی سنتوں اور اسلامی حکموں کا ذکر ہے۔ اس میں قبل بعثت اور بعد ہجرت خرید وفروخت، تجارتی کاروانوں میں شرکت اور عرب کے بازاروں کی زیارت اور بیع وشراء کی اقسام جیسے مضاربت، شراکت، رہن اور بلا رہن قرض، ضمان، وقف آراضی، شفعہ اور حلف وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخر میں آپ کے مزاج، عیادت، جنازہ کی مشایعت وغیرہ کی سنتوں کا بھی ذکر ہے (۴-۱۶۰)۔ اس سے متصل فصل میں آپ کی مسابقت، کشتی، سینے پرونے، اور دوسرے گھریلو کام کرنے کا خاص کر دوا علاج کا ذکر ہے (۵-۱۶۴)۔ جبکہ اگلی فصل میں آپ کے حسن معاملت خاص کر قرض لینے، اس کو وقت پر ادا کرنے اور قرض خواہ کے ساتھ حسن سلوک کو بعض واقعات واحادیث کے حوالہ سے بیان کیا ہے (۷-۱۶۵)۔

آپ کے چلنے کی کیفیت اور اس کی سنتوں پر اگلی فصل باندھی ہے جس میں تنہا روی اور صحابہ کے ساتھ باجماعت روی کا ذکر کر کے دس قسم کی چالوں (مشیات) کا ذکر کیا ہے اور ابوداؤد کا بطور خاص حوالہ دیا ہے (۹-۱۶۷)۔ اگلی فصل میں آپ کے بیٹھنے کی کیفیت اور ٹیک لگانے کی حالت کا ذکر بلا حوالہ اخذ کیا ہے (۱۷۰)۔ جبکہ اس کے بعد کی فصل میں قضائے حاجت کی کیفیات، سنتوں اور دعاؤں کا ذکر احادیث بالخصوص صحیح مسلم، ترمذی، مسند البزار اور ابوجعفر عقیلی کے حوالہ سے کیا ہے (۴-۱۷۰) ۔اسی سے متعلق ومتصل ایک اور فصل میں امور فطرت کی انجام وہی یعنی ختنہ، جوتا پہننے، کنگھی کرنے، دینے اور لینے، پینے کھانے، غرض کہ ہر چیز میں داہنے ہاتھ سے ابتدا کرنے کی سنت کے علاوہ بال کٹوانے، مسواک کرنے، خوشبو لگانے، مانگ نکالنے، سرمہ لگانے، خضاب استعمال کرنے وغیرہ کا ذکر ترمذی، مسلم وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے (۸-۱۷۴)۔ خاص مونچھوں کے رکھنے اور کاٹنے پر ایک فصل باندھ کر مفصل بحث کی ہے کہ کاٹنا افضل ہے یا مونڈنا افضل ہے اور اس موضوع پر تمام اکابر فقہاء اور صحابہ کے مسالک اور طریقوں کا ذکر کیا ہے (۸۲-۱۷۸)۔

آپ کے کلام وسکوت اور ہنسنے اور رونے پر ایک فصل خاص باندھ کر ان کے احکام، سنتوں اور واقعات کا مختصراً ذکر کیا ہے خاص کر رونے کا زیادہ ذکر ہے اور ہنسنے کے متعدد اسباب اور اقسام کا بھی ذکر ہے۔ رونے کی دس اقسام کی تفصیل بیان کر کے خشیت کی فضیلت نقل کی ہے (۸۶-۱۸۲)۔ اگلی فصل بھی اس سے متعلق ہے کہ آپ کے خطبہ کی سنت وہدایت پر ہے۔ اس میں زمین، منبر، اونٹ اور اونٹنی پر

تشریف ہو کر خطبہ دینے، خطبہ کے اوقات و مقامات، خطبہ کے وقت، کیفیات، خطبہ کی سنن، خطبہ کی بنیاد، اور بعض متون کے علاوہ منبر نبوی کی تفصیلات، ٹیک لگانے کی چھڑی (عصا) وغیرہ اور بعض واقعات کا ذکر کیا ہے اور اسی میں تینوں خلفاء کے طریقہ خطابت کا بھی حوالہ موجود ہے۔ امام احمد، شیخ ابن تیمیہ، مراسیل عطاء، شعبی، صحیح مسلم، ابوداؤد، امام زہری اور قرآن مجید اس فصل کے مذکورہ مآخذ ہیں (۹۱-۱۸۶)۔

یہاں سے عبادات میں آپ کے اسوۂ وہدایت کی فصول کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو کافی طویل ہے۔ وضو کی سنت پر فصل کافی مفصل ہے (۹۸-۱۹۱) جبکہ موزوں پر مسح کی فصل (۱۹۹) اور تیمم کی فصل (۲۰۱-۱۹۹) نسبتاً مختصر ہیں۔ نماز نبوی سے متعلق اولین فصل کافی مفصل ہے جو نماز کی کیفیات پر بحث کرتی ہے اور احادیث نبوی کے علاوہ فقہاء کے اقوال بھی دیتی ہے، وہ زیادہ تر تکبیر تحریمہ، ہاتھ باندھنے اور قراءت سے متعلق ہے۔ قراءت کا ذکر مختلف نمازوں اور مقاموں کے حوالے سے ہے (۱۰-۲۰۱) پھر ایک ضمنی فصل میں اولین رکعت کی طوالت اور مختلف نمازوں میں قراءت سے متعلق الگ باندھی ہے (۱۴-۲۱۰)۔ اس سے اگلی فصل بھی نماز میں قراءت نبوی سے متعلق ہے (۵-۲۱۴) جبکہ اس کے بعد کی فصل میں رکعت اولیٰ کی طوالت اور دوسروں کے اختصار پر بحث ہے (۶-۲۱۵)۔ اگلی فصل میں قراءت سے فراغت کے بعد کچھ رک کر رفع یدین کر کے رکوع میں جانے اور اس کی کیفیات و سنن اور مختلف دعاؤں کا مفصل ذکر ہے (۲۲-۲۱۶)۔ پھر سجدہ نبوی سے متعلق فصل ہے، اس میں سجدہ میں جانے کی کیفیات، سجدہ کے دوران کی کیفیات، اس کی سنتوں اور دعاؤں کا ذکر ہے اور بہت مفصل ہے (۳۵-۲۲۲)۔ پھر رکوع اور سجدہ میں سے افضیلت پر علماء کے اقوال پر ایک فصل باندھی ہے جو قرآنی آیات واحادیث نبوی سے مدلل ہے (۳۷-۲۳۵)۔ اس کے بعد سجدہ سے اٹھ کر جلسہ کرنے اور دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے پر فصل ہے (۴۰-۲۳۷)۔ سجدہ سے اٹھ کر دوسری رکعت شروع کرنے کی کیفیات اور سنتوں پر اگلی فصل ہے (۵۲-۲۴۰)۔ اسی میں تشہد کے جلسہ، اس کی کیفیات، تشہد کی عبادت، پھر تیسری رکعت اور چوتھی رکعت کی کیفیات، قراءت اور احکام کا بیان ہے۔ نماز میں التفات، احتیاط، اور دوسری چیزوں پر بھی اسی میں بحث ہے۔ جس کے بعد تشہد آخر سے متعلق فصل ہے۔ جس میں جلوس کی کیفیت کا زیادہ ذکر ہے (۵۴-۲۵۲) پھر اگلی فصل میں تشہد کی کیفیات خاص کر انگلیوں کی حالت، اشارہ، نماز میں سات مقامات پر دعا مانگنے وغیرہ کا ذکر ہے (۵۸-۲۵۴)۔ اگلی فصل دونوں

طرف سلام پھیرنے سے متعلق ہے (۶۱-۲۵۸) اور یکے بعد دیگرے دو فصلیں نماز میں دعاؤں سے متعلق ہیں (۶۴-۲۶۱)۔

ایک فصل نمازِ نبوی کی کیفیات وغیرہ سے متعلق ہے مثلاً نماز میں سر جھکا کر کھڑا ہونا، ادھر ادھر نہ دیکھنا، نماز طویل پڑھنے کا ارادہ کرنا پھر بچوں کے رونے کے سبب مختصر کرنا، حضرت امامہؓ کو نماز فرض میں گود میں لئے رہنا، نماز میں حضرات حسنینؓ کا آپ کی پیٹھ پر سوار ہو جانا اور آپ کا ان کے گرنے کے خوف سے سجدہ کو طویل کرنا، مختصر چل کر دروازہ کھول دینا، اشارہ سے سلام کا جواب دینا وغیرہ (۷۱-۲۶۵)۔ اس فصل میں اور دوسری اہم سنتوں کے علاوہ قنوت پڑھنے کی سنت پر بھی کافی مفصل بحث ہے (۸۵-۲۷۱)۔

ایک خاص فصل میں آپ کے سجدۂ سہو کرنے کی ہدایت کا ذکر ہے جو آپ کی بشری صفت کے حوالہ سے شروع ہوتی ہے اور اسی سے متصل فصل میں ظہر یا عصر میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینے اور پھر اس کو مکمل کرنے کا بیان ہے اور بعض اور بھولنے کے واقعات بھی مذکور ہیں (۹۲-۲۸۵)۔ اس کے بعد والی فصل میں نماز میں آنکھیں نہ بند کرنے، حضرت عائشہؓ کے باتصویر پردوں کو دور کرنے کی ہدایت اور بعض عمدہ کپڑوں کے توجہ ہٹانے کے سبب اتار دینے کی ہدایت نبوی کا ذکر ہے (۹۴-۲۹۲)۔

نماز کے بعد مڑ کر بیٹھنے، تیزی سے مڑنے اور نماز کے بعد ذکر اذکار کرنے اور دعاؤں کی سنت نبوی پر مفصل فصل ہے (۳۰۵-۲۹۵)۔ اگلی فصل سترہ کے مسائل و ہدایت نبوی سے متعلق ہے (۷-۳۰۵)۔

سنت مؤکدہ کی رکعتوں (السنن الرواتب) کی ہدایت نبوی پر ایک طویل مدلل فصل باندھی ہے جس میں بتایا ہے کہ حضر کے دوران دس رکعتیں آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ بعض روایات کے مطابق بارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر چھوٹ جاتی تھیں تو ان کی قضا کرتے تھے۔ یہ عادی سنتیں اور دوسرے نوافل گھر میں ادا فرماتے تھے۔ امام ابن قیم نے سنتوں کے بارے میں علماء کے اقوال اور فقہاء کے مسالک کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک بحث یہ بھی ہے کہ سنت فجر زیادہ مؤکد ہے یا وتر۔ اس میں خاص کر وتر میں قراءت کا بھی ذکر کیا ہے (۱۸-۳۰۷)۔ ایک فصل میں آپ کی ایک سنت کا بھی ذکر ہے کہ فجر کی سنت ادا کر کے آپ استراحت فرماتے تھے۔ حافظ موصوف نے اس پر مفصل کلام کیا ہے (۲۲-۳۱۸)۔ پھر ایک خاص فصل میں نماز شب/تہجد پر مفصل بحث ہے۔ اس میں یہ نکتہ بھی زیر بحث آیا ہے کہ وہ آپ کے لئے فرض تھی یا نفل۔ وتر کی رکعات، اور تہجد کی رکعات اور ان میں قراءت کا بھی

ذکر ہے (۲۷-۳۲۲)۔ نماز شب کے اول رات میں پڑھنے کا ذکر الگ فصل میں کیا ہے اور رکعتوں کی تعداد بھی بیان کی ہے (۳۲-۳۲۷)۔ ایک الگ فصل میں ثابت کیا ہے کہ نماز وتر کے بعد آپ بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی بیٹھ کر قراءت کرتے اور رکوع کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے (۳-۳۳۲) پھر اگلی فصل میں یہ واضح کیا ہے کہ آپ نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی (۴۱-۳۳۴)۔ اس میں آپ کی قراءت کرنے کی سنت کا خاص کر آیات پر وقوف کرنے، ترتیل کرنے اور ان سے متعلق فقہاء کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں نماز نفل میں اسرار و اجہار کا ذکر ہے اور سواری پر پڑھنے کا بھی۔

اگلی فصل نماز چاشت (صلاۃ الضحیٰ) کے باب میں آپ کی ہدایت پر باندھی ہے (۶۰-۳۴۱) یہ بہت مفصل بحث ہے۔ اس کے بعد کی ایک مختصر فصل میں آپ کے سجدۂ شکر ادا کرنے کی سنت کا ذکر کیا ہے (۶۲-۳۶۰)۔ اس سے متصل فصل قرآن مجید کے سجدوں اور ان کے احکام اور سنت نبوی سے متعلق ہے (۶۴-۳۶۴)۔ نماز جمعہ اور اس کی ہدایت نبوی پر فصل کافی مدلل و مفصل ہے جس میں جمعہ کے دن کی فضیلت پر روایات جمع کی ہیں (۷۲-۳۶۴) پھر الگ فصل میں نماز جمعہ کے آغاز پر احادیث و روایات ہیں (۷۴-۳۷۶) جس کے بعد جمعہ کے دن کے احترام و اہتمام اور اس کی افضیلت پر علماء و فقہاء کے اقوال ہیں (۸۸-۳۷۵) جو نماز جمعہ کیلئے غسل کرنے، نئے/ دھلے کپڑے پہننے وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اور جس کا خاتمہ جمعہ کی ساعت مبارک پر ہوتا ہے، پھر ایک علیحدہ فصل میں اس ساعت مبارک کے بارے میں علماء کرام کے گیارہ اقوال اور ان میں سے راجح قول کے دلائل بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد مزید اقوال بیان کر کے ان کے دلائل بھی دیئے ہیں۔ اسی میں جمعہ میں جلد حاضر ہونے والوں کے ثواب کا ذکر اور اس سے متعلق روایات ہیں۔ جمعہ کی امتیازی خصوصیات میں سے تینتیس کا ذکر کیا ہے اور خطبہ نبوی کا ذکر آخر میں آیا ہے (۴۲۵-۳۸۸) پھر آپ کے خطبوں خاص کر خطبہ جمعہ کا بیان ایک الگ فصل میں ہے (۴۰-۴۲۵) پھر نماز جمعہ اور نماز ظہر کی افضیلت کا ذکر ہے۔ اس میں نماز جمعہ کی سنتوں کا بھی مفصل ذکر ہے۔

اس کے بعد کی فصل میں عیدین کی سنت نبوی کا مفصل و مدلل بیان ہے (۴۹-۴۴۱) پھر نماز کسوف پر فصل ہے (۵۶-۴۵۰)۔ اگلی فصل نماز استسقاء کا ذکر رکھتی ہے (۶۱-۴۵۶)۔ پھر آپ کے سفروں اور ان کے دوران نمازیں پڑھنے کی سنت کا بیان ہے (۷-۴۷۵)۔ اس سے متصل فصل میں

آپ نے فرض پر اکتفا کرنے کی سنت کا ذکر ہے (۴۷۳-۷۵) پھر سواری پر نماز پڑھنے، سفر کے دوران نماز کی تعجیل وتاخیر اور جمع کرنے پر الگ فصل ہے (۴۷۷-۸۱)۔ اس کے بعد کی فصل میں بحالت سواری جمع نہ کرنے کا ذکر ہے (۴۸۱-x)۔ آپ کے قرآن کریم کی قراءت، غور سے سننے، خشوع، قراءت کے وقت رونے اور تحسین آواز وغیرہ پر ایک مفصل فصل ہے (۴۸۲-۹۳)۔ بعد کی فصلیں مریضوں کی عیادت (۴۹۴-۷)، جنازوں کی مشایعت، نماز وغیرہ (۴۹۸-۹)، جنازہ کی جلدی کرنے وغیرہ (۵۰۰-۲)، آنکھیں بند کرنے، غسل وغیرہ، بچوں کی نماز جنازہ وغیرہ سے متعلق اور قبروں سے متعلق ہیں اور یہ کل سولہ فصلیں ہیں (۵۰۲-۲۸)۔ جلد اول کی آخری فصل صلاۃ خوف سے متعلق ہے (۵۲۹-۳۲)۔

زاد المعاد کی جلد دوم صدقہ وزکوٰۃ میں آپ کے اسوۂ وہدایت کی فصل سے شروع ہوتی ہے اور ان مکروہ الفاظ کی فصول پر ختم ہوتی ہے جن کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے۔ صدقہ وزکوٰۃ میں ہدایت نبوی کی فصل دراصل زکوٰۃ کے اسلامی احکام واصول کا باب ہے جس میں مال کی چار اصناف – مویشیوں، سونے چاندی، اموال تجارت اور زمینی پیداوار – پر زکوٰۃ کی شرح اور اس کی شروط واحکام کا ذکر کیا ہے (۵-۹)۔ اسی کی ایک دوسری فصل میں زکوٰۃ وصدقہ کی تقسیم وعطا کے نبوی طریقے کا بیان ہے اور زکوٰۃ وصدقہ کے اموال کو عمال صدقات کے ذریعہ جمع کرنے کے نظام کا بھی۔ اس کا اختتام ان اموال پر ہوتا ہے جن پر عہد نبوی میں صدقہ وزکوٰۃ نہیں عائد ہوتا تھا (۹-۱۱)۔ اگلی فصل شہد پر زکوٰۃ کے عائد ہونے، اس کی شرح وغیرہ پر علماء کے اختلاف سے متعلق ہے۔ احادیث نبوی بیان کرنے کے بعد امام بخاری، ترمذی، ابن المنذر، شافعی، یحییٰ بن آدم وغیرہ کا مسلک بیان کیا ہے کہ شہد پر زکوٰۃ نہیں عائد ہوتی جبکہ امام احمد، امام ابوحنیفہ اور دوسرے اہل علم کے نزدیک عائد ہوتی ہے (۱۲-۱۶)۔ اس کے بعد ایک تین سطری فصل میں زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے لئے دعائے نبوی، بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے اجتناب کا حکم نبوی مذکور ہے (۱۶-۷)۔ اگلی مختصر فصل میں مال صدقہ کو فروخت کرنے، کھانے، قرض میں دینے اور پیشگی وصول کرنے کی ہدایت نبوی کا ذکر ہے (۱۷-۸)۔

اگلی فصل صدقہ فطر پر ہے جس میں سنت نبوی کے ساتھ ساتھ حضرات عمر فاروق وامیر معاویہ کے اجتہادات اور صحیحین، ابوداؤد، امام احمد، ترمذی، دارقطنی، نسائی اور ابن تیمیہ کی روایات واقوال بھی

موجود ہیں (۲۱-۱۹)۔ اگلی متصل فصل زکوٰۃ الفطر نماز فطر سے قبل ادا کرنے کے حکم سے اور اس کے بعد والی فصل مساکین میں اس کی تقسیم سے متعلق ہے (۲۲-۲۱)۔ اس کے بعد والی فصل نفل صدقہ کے بارے میں ہے اور آخری دو فصول میں مآخذ کا حوالہ نہیں ہے (۲۳-۲۲)۔

اس کے بعد کی فصل میں امام ابن قیم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمالِ شرح صدر کے حصول اور دوسروں کے لئے اسباب کا ذکر کر کے بہت اہم بیان پیش کیا ہے۔ شرح صدر کے عظیم ترین اسباب میں سب سے پہلے توحید کا ذکر کیا ہے پھر علم، ذکر مدام، مخلوق کے ساتھ احسان وافادہ، شجاعت، صفات مذمومہ سے قلب کو محفوظ کرنے، فضول نظر وکلام وغیرہ کے ترک کو درجہ بدرجہ گنایا ہے اور اس بحث کو آیاتِ قرآنی اور دلائل عقلی سے مدلل کیا ہے (۲۸-۲۳)۔

روزہ (صیام) کے باب میں ہدایت نبوی کی فصل میں حافظ ابن قیم نے مقصودِ روزہ، اس کی تاثیر، اس کی فرضیت، عہد نبوی میں اس پر عمل کا ذکر اپنی زبان میں ایک آیت اور ایک حدیث کے حوالہ سے کیا ہے (۳۱-۲۸)۔ پھر اگلی فصل میں رمضان مبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عبادتوں کی کثرت کا ذکر احادیثِ نبوی، اقوال اکابر اور بعض اشعار کے ذریعہ کرنے کے ساتھ ساتھ روزۂ وصال کی ممانعت اور اس کے اسباب اور افطار کی تعجیل وتاخیر کے احکام کا بھی ذکر کیا ہے (۳۸-۳۱)۔ اگلی فصل میں رمضان کے مہینے کے چاند کی رویت اور روزوں کی تعداد کے احکام احادیثِ نبوی کے حوالہ سے بیان کر کے مختلف احادیث اور اقوال پر بہت مدلل محاکمہ کیا ہے (۴۹-۳۸)۔ اسی معنی کی ایک اور فصل ہے جس کا موضوع یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان مرد کی شہادت پر روزہ رکھنے کا، دو گواہوں کی گواہی پر عید منانے کا، جلد افطار کرنے کا اور مسنون افطاری کا حکم دیا کرتے تھے (۵۱-۴۹)۔ نماز سے قبل افطار، افطار کی دعا اور روزہ کے دوران بری چیزوں سے اجتناب پر اگلی فصل ہے (۲-۵۱)۔ دوران سفر روزہ رکھنے اور افطار کرنے کی تخییر کی ہدایت نبوی کو احادیث اور اقوال علماء کے ذریعہ بیان کیا ہے (۴-۵۲)۔ اسی سے متصل ایک دوسری فصل میں غزوات بدر وفتح مکہ کے لئے رمضان میں آپ کے سفر مبارک کا ذکر اور دار قطنی کی ایک روایت پر نقد کیا ہے (۵۵)۔ سفر کی مسافت کی تحدید اور روزہ کے احکام اگلی فصل کا موضوع ہیں (۷-۵۵)۔ بحالت جنابت روزہ کا آغاز اور نماز فجر کے بعد غسل جنابت کرنے اور تقبیل کے جواز کا حکم اور اس کی

روایات کی تشریح اگلی فصل میں ہے (۹-۵۷)۔ بھول سے کھا پی لینے سے روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم اس کے بعد کی فصل میں ہے (٦٩)۔ جبکہ اگلی فصل روزہ توڑنے والی چیزوں اور نہ توڑنے والے اعمال کے لئے وقف ہے (۶۳-۵۹)۔ دوران روزہ فصد کھلوانے (احتجام) کے حکم پر الگ فصل باندھی ہے (۶۰-۶۳)۔

نفل روزہ اور سنت نبوی پر ایک طویل فصل ہے جس میں صوم عاشورا پر کافی مدلل بحث ہے (۷۷-۶۰)۔ عرفہ کے دن افطار کرنے کی سنت وہدایت پر ایک فصل ہے (۸-٦٧)۔ سنیچر اور اتوار کے دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم اس کے بعد کی فصل میں ہے (۸۰-۷۸)۔ مسلسل روزے یا صیام دہر آپ کی ہدایت میں نہ تھے۔ اس موضوع پر اگلی فصل باندھی ہے (۸۳-۸۰)۔ گھر میں کھانا نہ ہونے کی صورت میں روزہ رکھنے اور روزہ کی نیت کرنے کے بعد افطار کرنے کی سنت نبوی کا ذکر ایک فصل میں (۵-۸۳) کرنے کے بعد جمعہ کے دن خاص طور سے روزہ رکھنے کی ممانعت کا ذکر ہے (٦-۸۵)۔ اس کے بعد آپ کے اعتکاف کرنے کی سنت وہدایت پر ایک مدلل فصل ہے (۹۰-۸٦)۔

حج وعمراتِ نبوی پر ایک فصل باندھی ہے جس میں آپ کے چار عمروں اور ایک حج کا ذکر کیا ہے (۹۴-۹۰)۔ عمرہ کے سلسلہ میں ایک خاص فصل اس موضوع پر باندھی ہے کہ صرف ایک عمرہ آپ نے مکہ مکرمہ کے باہر جا کر کیا تھا، بلکہ وہ مکہ جا کر کیا کرتے تھے (۹۴)۔ ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ کے پانچ سفر آپ نے کئے (۷-۹۵)۔ اگلی فصل میں یہ بتایا ہے کہ آپ نے سال میں ایک ہی عمرہ کیا اور دو بار نہیں کیا (۱۰۰-۹۷)۔ اس کے بعد کی فصل آپ کے آخری حج - حجۃ الوداع - کے بارے میں تفصیلات اور مباحث ہیں اور اس میں ہجرت کے بعد آپ کے اکلوتے حج، اس کی فرضیت کا ذکر ہے اور اس کی متصل فصل زیادہ مفصل ہے اور وہ آپ کی مدینہ سے روانگی، احرام، حج کی قسم یعنی تمتع، قران یا افراد وغیرہ پر بحث کرتی ہے (۲۲-۱۰۱)۔ پھر یکے بعد دیگرے تین فصول میں بالترتیب عمروں، حج اور احرام نبوی کے بارے میں غلطیوں اور ان کا ارتکاب کرنے والے طبقوں کا ذکر کیا ہے اور بعد کی چھ فصول میں ان کے ''اعذار'' اور اسباب پر بحث کر کے حج قران کی ترجیح کے دس وجوہ اور حج تمتع وغیرہ کے امور پر مزید متعدد فصول قائم کر کے حج کے مسائل پر بحث مکمل کی ہے (۲۱۱-۱۲۲)۔ حج وعمرہ کے تمام مسائل وامور پر الگ الگ فصول قائم کرنے کے علاوہ امام ابن قیم نے علماء وفقہاء کی غلطیوں اور اوہام کی نشاندہی اور تنقید کے لئے بھی متعدد فصول باندھی ہیں اور ہر ذیلی یا ضمنی مسئلہ پر بحث کر کے

بار بار آپ کے حجۃ الوداع کی طرف مراجعت کی ہے۔ ان کی تفصیل ذیل میں فہرست فصول کی صورت میں درج ہے:

عمروں اور حج کے بارے میں اغلاط (۳۸-۱۲۲)، حج تمتع کے قائلین کی تردید (۵۰-۱۳۸)، احرام میں غلطی کرنے والوں کی تنقید (۸-۱۵۰)، حج نبوی کی طرف مراجعت (۶۳-۱۵۸)، محرم کے لئے شکار کے گوشت کی بحث (۶-۱۶۳)، احرام وعمرہ حضرت عائشہؓ (۷۸-۱۶۶)، تین فصول حج وعمرہ اور جواز تمتع (۲۲۳-۱۷۸)، حجۃ الوداع کی طرف مراجعت (۳۸-۲۲۳)، محرم کی تکفین (۴۶-۲۵۲)، حجۃ الوداع کی طرف مراجعت (۸-۲۴۶)، یوم النحر میں رمی جمار کا وقت (۵۲-۲۴۸)، مزدلفہ میں نماز نبوی اور مشعر حرام کا قیام (۷-۲۵۲)، منیٰ کی واپسی اور خطبہ نبوی (۹-۲۵۷)، مقام قربانی اور قربانی (۶۷-۲۵۹)، پورا مکہ قربانی گاہ (۸-۲۶۷)، حلق نبوی (۸۵-۲۶۸)، منیٰ واپسی اور قیام (۸-۲۸۵)، ایام حج میں خطبات نبوی (۹-۲۸۸)، عذر والے کے لئے منیٰ کے باہر راتیں بسر کرنے کی اجازت (۹۴-۲۸۹)، محصب کا قیام وحکم (۵-۲۹۴)، کعبہ میں داخلہ (۸-۲۹۵)، ملتزم پر وقوف (۳۰۰-۲۹۸)، آپ کے حج کے بارے میں متعدد اوہام کی تردید (۳۱۲-۳۰۰)۔

ہدیہ، قربانی اور عقیقہ کے باب میں ہدایت نبوی کی فصل میں آیات قرآنی کے ذریعہ تین قسم کی قربانی کا ذکر کیا ہے (۵-۳۱۲) اور پہلے ہدی کی قربانی کی تفصیلات ہیں پھر عمرہ کی ہدی نزد مروہ وغیرہ پر ایک فصل ہے (۶-۳۱۵)۔ پھر عید الاضحیٰ کی قربانی کی فصل ہے جس کے بعد اسی سے متعلق متصل دو فصول ہیں (۲۴-۳۱۷)۔ اس کے بعد عقیقہ کی سنت نبوی پر فصل ہے (۳۳-۳۲۵) جس کی کئی ذیلی فصول ہیں۔ ان کے بعد نومولود کے نام رکھنے اور ختنہ سے متعلق فصل ہے (۴-۳۳۳)، اور اس کے بعد اسماء اور کنیتو ں پر ایک فصل ہے جس میں عمدہ نام رکھنے، برے ناموں کو بدلنے کا ذکر کر کے اس باب کے فقہ پر ایک الگ فصل باندھی ہے اور جس کی کئی متعلقہ فصول ہیں (۴۴-۳۳۴)، پھر کنیت کی سنت پر کئی فصول ہیں (۵۱-۳۴۴)، خاص طور سے بعض اشیاء جیسے عنب کا کرم نام رکھنے یا نماز (صلوٰۃ) کو دوسرے ناموں سے یاد کرنے کی ممانعت کی ہدایت ہے۔

زبان کی حفاظت اور الفاظ کے انتخاب کے بارے میں آپ کی ہدایت پر فصل بہت اہم ہے اور اس کی کئی متعلقہ فصول ہیں جن میں تقدیر، توکل، انسانی عجز، حزن وملال وغیرہ پر قیمتی مباحث ہیں

(۳۵۲-۶۴)۔ پھر زبان ہی سے متعلق ذکر الٰہی کے بارے میں آپ کی ہدایت و رہنمائی کے بارے میں فصل قائم کی ہے جس میں حمد الٰہی کی نبوی مثالیں ہیں (۳۶۵-۷۹)، ان میں مختلف اوقات اور مواقع کی مسنون دعائیں شامل ہیں۔ اسی سے متعلق کپڑے پہننے وغیرہ کے وقت کی مسنون دعاؤں کی فصل ہے (۳۷۹-۸۱)، گھر میں داخلہ کی دعا (۳۸۱-۳)، بیت الخلاء جانے اور نکلنے کی دعا (۳۸۴-۷)، وضو کرتے وقت کی دعا اور ذکر (۳۸۷-۹)، پھر اذان کے بارے میں آپکی ہدایت اور اس کے ''اذکار'' کی دو فصول ہیں (۳۸۹-۹۴)، ایک فصل ذوالحجہ کے عشرہ کی دعاؤں کے لئے وقف ہے (۳۹۵-۶)۔ پھر ترتیب وار یہ فصول ہیں: نیا چاند دیکھنے کی دعا (۳۹۶-۷)، کھانے سے پہلے اور بعد کی دعائیں اور آداب (۳۹۷-۴۰۶) پر کئی فصلیں ہیں۔ پھر سلام کرنے، اجازت لینے اور چھینک کا جواب اور دعا دینے کی جامع فصل ہے (۴۰۶-۷)، اس میں سلام سے متعلق متعدد فصول ہیں (۴۰۷-۲۸)، پھر اجازت لینے کے احکام سے متعلق فصول ہیں (۴۲۸-۳۵) پھر چھینک کی دعائیں، جواب اور آداب کی فصول ہیں (۴۳۵-۴۲)، اس کے بعد سفر کے آداب اور دعاؤں کے بارے میں آپ کی ہدایت کی فصل ہے جو متعدد فصول پر حاوی ہے (۴۴۳-۵۴)۔ نکاح اور مجامعت سے متعلق دعاؤں کی ایک فصل ہے (۴۵۴-۵۶)، دوسری فصول میں اچھی چیز لگنے کی دعا (۴۵۶)، بیمار کو دعا دینے کی فصل (۴۵۶-۷)، طیرہ سے بچاؤ کی دعا (۴۵۷)، برے خواب دیکھنے پر دعا (۴۵۸-۶۰)، وسوسہ سے پناہ مانگنے کی دعا (۴۶۰-۶۳)، شدت غضب کے وقت حکم نبوی (۴۶۳)، پسندیدہ چیز کی دعا (۴۶۴)، اور مختلف دعائیں (۴۶۴-۸)، مکروہ الفاظ سے اجتناب کی ہدایت نبوی (۴۶۸-۷۵) جو کئی فصول پر مبنی ہے۔ اور اسی پر جلد دوم ختم ہوتی ہے۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد کی جلد سوم جہاد نبوی سے شروع کی ہے جس کا کامل عنوان ہے ''جہاد و مغازی اور سرایا اور مہموں کے باب میں ہدایت نبوی''۔ ابتدا میں جہاد کی اہمیت، فرضیت، اقسام و انواع، فضیلت وغیرہ پر مختصر بحث کر کے اعداء اسلام، ان سے اسلام کی مدافعت، جہاد کی تعریف اور سلف کی عبارات و تعبیرات میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کی تمام اقسام کی مساعی کا حوالہ دیا ہے۔ قرآن و حدیث کے کافی حوالے دیئے ہیں۔ پھر الگ فصل میں جہاد کے مراتب چہارگانہ - جہاد نفس، شیطان، کفار و منافقین - کی تشریح ترتیب وار الگ الگ فصول میں کی

ہے۔ اور اس کے بعد کی فصل میں جہاد وہجرت اور ان کا ایمان سے تعلق جوڑا ہے۔ ایک خاص فصل مجاہدین کی فضیلت بالخصوص مراتب جہاد کی تکمیل کرنے والے مجاہدین کی افضلیت میں باندھی ہے اور اسے آیات قرآنی، دلائل عقلی اور احادیث نبوی اور آثار صحابہ سے مدلل کیا ہے (۱۸-۵)۔

اسی ضمن میں سابقین اولین کے اسلام پر کئی فصول باندھی ہیں اور بالترتیب ابوبکر صدیق، خدیجہ بنت خویلد، علی بن ابی طالب، زید بن حارثہ، ورقہ بن نوفل اور دوسرے ''لوگوں'' رضی اللہ عنہم کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے۔ اس میں قریش کی مخالفت اور ایذا اور اس کا شدید شکار ہونے والوں مسلمانوں جیسے حضرات عمارؓ بن یاسر، بلالؓ وغیرہ اور ان پر قریشی مظالم کا بھی ذکر شامل ہے۔ اگلی فصل کمزور غلام مسلمانوں کی شہادت اور بعض کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حمایت کا ذکر کر کے ہجرت حبشہ اور اس کے مہاجرین کے اسماء گرامی بھی بیان کئے ہیں۔ مہاجرین حبشہ کے بعض واقعات، مدینہ واپسی، نماز میں کلام کی اجازت وممانعت اور دوسری ہجرت حبشہ، حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح نبوی اور بعض روایات ابن اسحاق ومحدثین کے تناقض سے بحث کی ہے۔ ایک اور فصل میں مہاجرین حبشہ اور نجاشی کے تعلقات اور قریشی وفد کی ناکامی کا ذکر ہے۔ اگلی فصل اسلام حمزہؓ وکبار مکہ، مخالفت قریش، شعب ابی طالب کے مقاطعہ کے نفاذ اور پھر تنسیخ اور وفات خدیجہؓ وابو طالب کیلئے مخصوص ہے اور اس کے بعد کی فصل میں سفر طائف کا ذکر ہے اور مطعم بن عدی کے جوارِ نبوی کے ذکر پر ختم ہوتی ہے (۳۴-۱۸)۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں کئی فصول اسراء ومعراج کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کیلئے وقف کی ہیں۔ ان میں سے پہلی اسراء اور معراج کے واقعات کو بخاری، مسلم، دارمی، ابن تیمیہ، امام احمد اور آیات قرآنی کے حوالہ سے خاص رؤیت الٰہی کے بارے میں بیان کیا ہے۔ دوسری فصل میں قوم کے انکار وتکذیب کی شدت مزید کا ذکر بلا حوالہ ہے۔ پھر اگلی فصل میں ابن اسحاق کے حوالہ سے جسمانی یا روحانی اسراء کا بیان ہے اور اس میں دوسرے علماء کے اقوال اور حافظ موصوف کی بحث بھی ہے۔ پھر معراج جسمانی یا روحانی اور معراج واسراء کے فرق اور زمانی تفریق اور نماز پنجگانہ کی فرضیت پر بحث الگ فصل میں ہے اور اس میں مغازی موسیٰ بن عقبہ، ابن عبدالبر اور مسلم کے خاص حوالوں کے علاوہ عام حدیث کے حوالے ہیں (۴۲-۳۴)۔

ہجرت نبوی کے آغاز اور قبائل عرب کو دعوت نبوی کا بیان واقدی کے حوالہ سے ایک فصل میں دیا

ہے۔ پھر دوسری فصل میں اولین مدنی مسلمانوں ایاس بن معاذ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ اس سے اگلی فصل چھ خزرجیوں کے قبول اسلام، بیعت عقبہ اولیٰ، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بطور امام و معلم مدینہ تقرری، بیعت عقبہ ثانیہ، مدینہ میں وسیع اشاعت اسلام، بارہ نقیبوں کی تقرری، مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت نبوی، اور اولین مہاجرین کا ذکر اگلی فصل میں ابوالزبیر وغیرہ کی روایت سے کیا ہے۔ اس سے متصل فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے واقعات سفر اور حضرت ابوبکرؓ کی جاں نثاری کا ذکر سراقہ کے تعاقب کے واقعہ تک صحیحین، مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے۔ اگلی فصل حضرت ام معبدؓ کے واقعہ کیلئے وقف ہے جبکہ اس کے بعد کی فصل میں مدینہ میں آپ کے استقبال، آپ کی آمد قباء، مدینہ آمد، تعمیر مسجد و مکانات، میزبانی حضرت ابوایوب انصاری اور بعض مہاجرین کے ہجرت کے واقعات ہیں (۶۱-۴۲)۔

مسجد نبوی اور اس کی تعمیر پر ایک الگ فصل باندھی ہے جو امام زہری کی روایت پر مبنی ہے پھر مواخاۃ پر ایک فصل ہے، اس کے بعد کی فصل یہود مدینہ سے معاہدہ اور ان کے تین قبائل مشہور سے جنگ کا مختصر ذکر کرتی ہے۔ اگلی فصل تحویل قبلہ پر ہے اور کافی مفصل ہے جبکہ تین سطری فصل اذان کی مشروعیت اور نمازوں میں اضافہ پر ہے۔ اس کے بعد کی فصل اذن جہاد پر ہے جس میں زیادہ بحث سورۂ حج :۳۸ کے مکی ہونے کے اقوال کی تردید سے متعلق ہے پھر قتال کی فرضیت سورۂ بقرہ:۱۹۰ کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ یہ فصل زیادہ مدلل اور مفصل ہے۔ اس میں جہاد کی فضیلت، مجاہدین کی عظمت، شہداء کی مقربیت وغیرہ پر متعدد آیات واحادیث ہیں۔ تین سطری فصل میں آغاز جنگ نبوی پر مختصر بیان دے کر اگلی فصل میں شہادت کی عظمت اور شہداء کی بزرگی پر بہت سی احادیث نبوی جمع کردی ہیں (۹۵-۶۱)۔

اس کے بعد کی فصل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کے سلسلہ میں بیعت لینے کی صراحت کی ہے۔ اس میں دوسرے متعدد امور جیسے مشاورت، مساعدت، توریہ، جاسوسوں کی تقرری، دعائے نصرت، ترتیب لشکر، فتح کے بعد قیام، حملہ کے اسوہ، یوم سفر، ترتیب صفوف، اسلحہ کے استعمال، دوران جنگ دعا، منجنیق کے استعمال، امراء سرایا کو ہدایات، امراء کی تقرری، نفل نبوی، تقسیم غنائم، صفی نبوی، خمس کی ترتیب، اسیران جنگ کے معاملہ وغیرہ پر مختصر بحث ہے۔ پھر ایک الگ مختصر فصل میں بنو ہاشم کے حصہ غنیمت کا ذکر کیا ہے۔ پھر غنیمت میں ملنے والی اشیاء خورد ونوش کے معاملہ کا بیان ہے، اس

سے متصل فصل میں غبن کرنے والے کے مال کے جلانے کے اسوۂ نبوی اور طریقۂ شیخین کا ذکر ہے۔ یہ تمام فصول بلاعنوان ہیں (۱۰۹-۹۴)۔

اسیران جنگ کے باب میں اسوۂ نبوی پر باعنوان فصل ہے جس میں اسیران بدر کا مفصل اور اسیران بنی المصطلق کا مختصر ذکر بعض دوسرے امور کے ساتھ ہے اور اس کے بعد ایک تین سطری فصل اسیروں میں سے ماں اور اس کے بچہ کی تفریق کی ممانعت پر ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی جاسوسی کرنے والے کے بارے میں اسوۂ نبوی، اسوۂ خلفاء اور اقوال فقہاء مذکور ہیں۔ اگلی بلاعنوان فصل مشرکوں کے غلاموں کی آزاد کرنے کی حکمت نبوی سے متعلق ہے، اس میں مکہ کے مقبوضہ مکانات کے بارے میں بھی اسوۂ نبوی مذکور ہے (۱۶-۱۰۹)۔

مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والی آراضی کے بارے میں آپ کی ہدایت کے عنوان سے اگلی فصل ہے جس میں قرآن واحادیث کے حوالوں سے بحث کی ہے پھر اگلی فصل اس مسئلہ پر ہے کہ مکہ مکرمہ کو بزور شمشیر فتح کیا گیا تھا اور اس کے متعدد دلائل دیئے ہیں۔ اگلی فصل مشرکوں کے درمیان مسلمانوں کے قیام کی ممانعت اور بشرط استطاعت ہجرت کرنے کی فرضیت پر ہے (۲۳-۱۱۷)۔

حافظ ابن قیم نے ایک مختصر فصل کا طویل عنوان رکھا ہے جو صلح وامان اور کافروں سے تعلقات سے متعلق ہے (۵-۱۲۴)۔ اس کے بعد کی فصل میں تین قسم کے کافروں سے آپ کے تعلقات کا جائزہ لیا ہے یعنی مُعاہَدہ، دشمن اور منافق اور اس ضمن میں اسی فصل میں بنوقینقاع کے یہود کے خلاف غزوہ کا مختصر بیان ہے۔ اسی سے متصل دوسری فصل میں بنوالنضیر کے غزوہ کا ذکر ہے جو بخاری و مالک کی روایات پر مبنی ہے۔ اگلی فصل غزوۂ بنی قریظہ کے لئے خاص ہے اور اس میں نماز عصر کے باب میں حکم نبوی سے بحث ہے۔ اس سے متصل فصل واقعاتِ غزوہ کو مالک وغیرہ کی روایت کے حوالہ سے بیان کرتی ہے۔ (۳۵-۱۲۶) یہود کے خلاف ان غزوات نبوی سے بعض اصول وقواعد صلح کا استنباط کیا ہے چنانچہ ایک فصل میں یہ بحث کی ہے کہ اگر کسی قوم کے بعض لوگوں نے نقض صلح کیا اور بعض قائم رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب پر حملہ کیا۔ پھر دوسرے اقوال بھی بیان کئے ہیں۔ دوسری متصل فصل میں یہ بحث اٹھائی ہے کہ معاہد قوم کے ساتھ اگر کسی دشمن نے صلح کر لی تو وہ آپ کی صلح میں بھی داخل ہوجاتے تھے۔ اگلی فصل دشمن قوم کے سفیروں کے بارے میں ہے اور ایک مسلم کی ضمانت کے مسئلہ

وغیرہ پر بھی گفتگو کی ہے۔ اسی سے متعلق ایک دوسری فصل ہے جس میں صلح حدیبیہ کی ایک شق کہ مکہ والے مسلمانان مدینہ کو نہ لوٹائیں گے جبکہ مدینہ کو مکیوں کو واپس کرنا پڑے گا کی تنسیخ اور شرعی حکم پر بحث ہے۔ اگلی فصل یہود خیبر سے صلح کے معاہدہ سے متعلق ہے جو خاصی مفصل و مدلل ہے (۵۱-۱۳۶)۔

اس کے بعد کی فصل معاہدۂ ذمہ اور وصولیابی جزیہ کی مشروعیت، آغاز اور بعض اہل ذمہ خاص کر خیبر کے یہود سے بحث کرتی ہے جبکہ دوسری فصل جزیہ ادا کرنے والے تین طبقات- مجوس، یہود ونصاریٰ- سے نبوی معاملہ اور کافروں یا مشرکوں سے جزیہ لینے کے معاملہ پر بحث کرتی ہے۔ اس کے بعد کی فصل شاہ دومہ اکیدر، اہل نجران، اہل عرب وعجم سے جزیہ کی وصولیابی، اس کی شرح وغیرہ سے متعلق احادیث وروایات کا جائزہ لیتی ہے (۸-۱۵۱)۔ یہ ساری فصول بلاعنوان تھیں۔ اگلی فصل باعنوان ہے اور بعثت سے وفات تک کافروں اور منافقوں کے ساتھ آپ کے تعلقات کا جائزہ لیتی ہے جبکہ اگلی بلاعنوان فصل دوستوں اور گروہ والوں کے باب میں آپ کی سیرت سے بحث کرتی ہے (۶۲-۱۵۸)۔

مغازی نبوی کا باب متعدد فصول پر مبنی ہے اور پہلی فصل کا عنوان ہے نبوی مغازی وسرایا کا مختصر ذکر۔ اس میں سریہ حمزہ کا ذکر ہے پھر کئی بلاعنوان فصول سریہ عبیدہ وسعد بن ابی وقاص، غزوۂ ابواء، غزوۂ بواط، غزوۂ عسفان، غزوۂ ذوالعشیرہ، سریۂ نخلہ، تحویل قبلہ، غزوۂ بدرالکبریٰ (۸۸-۱۷۱)، غزوۂ بنی سلیم وغیرہ غرضیکہ تمام غزوات وسرایا کا تاریخی ترتیب سے ذکر ہے (۵۹۳-۱۶۳)۔ ان تمام فصول غزوات وسرایا میں حافظ ابن قیم نے مشہور سیرت نگاروں ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، واقدی اور ابن سعد کے پہلو بہ پہلو محدثین کرام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، ترمذی، ابن حبان اور بیہقی وغیرہ کی روایات سے بھی برابر استفادہ اور اضافہ کیا ہے۔ ان کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے متعدد غزوات وسرایا سے فقہی احکام، حکیمانہ نکات اور عملی فوائد کا بھی برابر استنباط کر کے ان کو غزوہ یا سریہ سے متعلق کر کے الگ الگ فصول میں بیان کیا ہے۔ متناقض روایات پر بحث کر کے یا تو ان کا تناقض دور کیا ہے یا ان میں سے ضعیف وکمزور کی تغلیط کی ہے۔ اسی طرح اقوال سلف وخلف سے بھی برابر تعرض کیا ہے۔ فقہی احکام وفوائد ونکات کا استنباط غالباً سب سے اہم پہلو ہے مثلاً غزوۂ احد کے فقہی احکام (۴۱-۲۱۱)، غزوۂ صلح حدیبیہ کے فقہی احکام (۱۲-۳۰۰)، غزوۂ خیبر کے احکام (۵۴-۳۳۹)، جس میں ابن قیم کی یہ تحقیق شامل ہے کہ متعہ نکاح کی حرمت خیبر میں نہیں بلکہ فتح مکہ

میں ہوئی تھی، وادی القریٰ کے احکام (۹-۳۵۸)، ذات السلاسل کے احکام (۴-۳۹۰)، فتح مکہ کے احکام (۶۴۰-۴۱۹)، وفد ہوازن کی آمد اور اس سے مستنبط احکام (۹۳-۴۷۷)، غزوۂ طائف کے احکام (۸-۵۰۳) اور غزوۂ تبوک کے احکام (۹۳-۵۵۸)۔

جلد سوم کی بقیہ فصول کے موضوعات اس طرح ہیں: حجۃ ابوبکر صدیقؓ (۵-۵۹۳)، وفود عرب کی آمد مدینہ (۶۸۷-۵۹۵)، اس باب میں بھی حافظ موصوف نے برابر فقہی احکام اور مسائل کا استنباط کیا ہے جیسے وفد ثقیف (۱-۶۰۰)، وفد عبدالقیس (۱۰-۶۰۵)، وفد دوس (۹-۶۲۷)، وفد نجران (۴۶-۶۳۸)، وفد بلی (۶۰-۶۵۸)، وفد صداء (۹-۶۶۷) کے احکام اور اس موضوع سے متعلق فصول میں سیرت وحدیث کے مآخذ کے ذکر کے علاوہ ان کی روایات پر بحث بھی ہے۔ جلد سوم کا باقی حصہ ان فصول سے متعلق ہے جو سلاطین کے نام آپ کی مراسلت کا جائزہ پیش کرتی ہیں جیسے ہرقل، کسریٰ، نجاشی، مقوقسِ مصر، منذر بن ساویٰ/عمان، صاحب الیمامہ ہوذہ بن علی اور حارث بن ابی شمر غسانی کے نام فرامین عالیہ کے متون ہیں اور سفارتوں کے بعض واقعات۔ مؤخر الذکر کے علاوہ بقیہ فصول بلاعنوان ہیں اور عمان ونجاشی سے متعلق سفارتیں زیادہ مفصل ہیں۔ ان میں بھی محدثین اور اہل سیر دونوں کی روایات ہیں خاص کر واقدی کے حوالے بہت اہم ہیں۔

زادالمعاد کی جلد چہارم پوری کی پوری طب نبوی پر مبنی ہے: ''فصل الطب النبوی'' کے عنوان سے تمہیدی فصل ہے جس میں امراض کی دو قسمیں- بدنی اور قلبی- کا ذکر کر کے کہا ہے کہ وہ قرآن میں مذکور ہیں۔ پھر مرض قلوب کی دو قسمیں- مرض شک وشبہ اور مرض شہوۃ وغی- اور ان سے متعلق قرآنی آیات بیان کی ہیں۔ پھر مرضِ ابدان کی فصل ہے جس میں آیات قرآنی کے علاوہ طب ابدان کے قواعد ثلاثہ اور طب قلوب کے اصول بیان کر کے اگلی فصل میں طب ابدان کی دو اقسام- فطری اور مزاجی- امراض کی اقسام، بدن کے احوال ثلاثہ اور طبیب کی تعریف بیان کی ہے۔ اگلی فصل میں علاج کی سنت نبوی اور حکم نبوی کے ضمن میں بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکبات کا استعمال نہیں کیا بلکہ زیادہ تر مفرد ادویہ استعمال کیں پھر غذا سے علاج کی افضیلت اور دوسری ادویہ پر گفتگو کی ہے۔ اور طب نبوی کی دونوں قسموں سے کلام کیا ہے۔ یہ تمہیدی فصول ہیں (۱۲-۵)۔

اگلی بلاعنوان فصل وہ احادیث بیان کرتی ہے جو ہر بیماری کے لئے کسی نہ کسی دوا کی تخلیق الٰہی اور

دوا علاج کرنے کی سنت و حکم نبوی ظاہر کرتی ہیں۔ اس میں صحیحین، مسند احمد، سنن کے حوالوں کے علاوہ ابن قیم کی بحث بھی ہے۔ (۱۷-۱۳)۔ اس کے بعد کی فصل کھانے پینے میں اعتدال رکھنے سے متعلق ہے۔ دو امراض، غذا کے تین مراتب، انسانی بدن کے تین اجزاء ارضی، مائی اور ہوائی کے علاوہ جزدناری پر بحث بھی کی ہے (۲۳-۱۷)۔ اس کے بعد کی فصل میں یہ بتایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض کا علاج تین طرح سے کرتے تھے: طبعی ادویہ کے ذریعہ، الٰہی ادویہ سے اور دونوں کے مرکب سے۔ پھر آپ کی ہدایت، بدنی اور روحانی صحت اور اس کو قائم کرنے کے لئے نبوی علاج کا مختصر ذکر کر کے تین اقسام کا الگ الگ ذکر کیا ہے (۴-۲۳)۔

قسم اول یعنی طبعی ادویہ سے علاج کا ذکر متعدد فصول پر مبنی ہے۔ اولین فصل بخار کے علاج کی سنت و ہدایت پر ہے۔ اس میں صحیحین کی حدیث کہ ''بخار یا شدت بخار دوزخ کے سانس کی بنا پر ہوتی ہے لہٰذا اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو'' کی تشریح اور صحیح تفہیم کی ہے۔ اس میں تفہیم حدیث کا ایک اصولی ذکر بھی ہے۔ پھر بخار پر بحث کی ہے اور اس کی اقسام اور ان کے علاج بتائے ہیں (۳۲-۲۵)۔ اگلی فصل پیٹ کے امراض کے علاج نبوی پر ہے (۳۶-۳۳) اور اس کی ذیلی فصل شہد سے متعلق (آیت سورۃ النحل: ۶۹) کی نحوی تشریح پر ہے۔

قسم اول کی تیسری فصل طاعون کے علاج اور اس کے اسباب کے بارے میں ہے اور اسی سے متصل دوسری فصل اس سے احتراز کے حکم نبوی کے بارے میں ہے (۵۴-۳۷)۔ استسقاء کی بیماری اور اس کے علاج پر چوتھی فصل کی قسم اول ہے (۸-۴۶) پانچویں زخم (جرح) کے علاج سے متعلق ہے (۹-۴۸)، چھٹی شہد، حجامت (فصد) اور داغنے (کی) کے ذریعہ علاج کے طریقہ نبوی کو بتاتی ہے (۵۲-۴۹)۔ اس میں فصد پر کئی فصول ہیں (۶۳-۵۲) پھر رگیں کاٹنے (قطع العروق) اور داغنے پر فصل ہے (۶۶-۶۳)۔ اس کے بعد کی فصل مرگی (صرع) کے علاج کی فصل ہے (۷۱-۶۶)۔ عرق النسا کے علاج کی فصل اس کے بعد ہے (۷۳-۷۱)۔ ایک دلچسپ فصل طبیعت کی خشکی دور کرنے اور اس میں نرمی اور نمی پیدا کرنے کے علاج پر مبنی ہے (۷۶-۷۳)۔ اس میں سنا اور سنوت، شاہترج وغیرہ دواؤں کا ذکر ہے۔ جسم کی خارش اور جوؤں سے حفاظت کی تدبیر و علاج کی دو فصلوں میں ریشم کے استعمال پر بحث ہے (۸۱-۷۶)۔ ذات الجنب کی بیماری اور اس کے علاج کے

بارے میں آپ کی ہدایت وسنت پر اگلی فصل ہے(۴-۸۱) سر درد (صداع)اور (شقیقہ) کے علاج پر جو فصول ہیں وہ اس کے متعدد اسباب بیان کرتی ہیں (۹۰-۸۵)۔اگلی فصل میں یہ نبوی ہدایت بیان کی ہے کہ مریض کو کھانے پینے پر جوان کو ناپسند ہو مجبور نہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ مریض کو خود کھلاتا پلاتا ہے(۴-۹۰)۔اس کے بعد کی فصل عذرہ (حلق کے درد) کے علاج پر ہے (۹۶-۹۴) پھر مریض قلب کے علاج سے متعلق فصل ہے(۱۰۰-۹۶)۔اس میں اور اس کے بعد کی فصل میں کھجور (تمر) کے فوائد پر عمدہ بحث ہے (۱۰۱-۱۰۰)۔ غذاؤں کے ضرر کے دفعیہ اور حفاظت (حمیہ) سے متعلق تین فصول ہیں (۶-۱۰۱)۔

دوا اور پرہیز کے ذریعہ آشوبِ چشم کے علاج نبوی کی فصل میں حافظ ابن قیم نے ابونعیم کی الطب النبوی کے حوالہ کے علاوہ آشوبِ چشم کی تعریف، اسباب، علاج اور پرہیز واحتیاط اور سنت نبوی کا ذکر کیا ہے(۱۰-۱۰۷)۔ایک مختصر فصل خدران کلی کے علاج پر ہے جس میں کل بدن جم جاتا ہے (۱۱۰) پھر کھانے میں مکھی گرنے اور اس کے حکم نبوی کی فقہی اور طبی توجیہ کی ہے (۱۳-۱۱۱)۔اگلی فصل بثرہ (پھنسی) کے علاج پر فصل باندھی ہے (۴-۱۱۳)۔اس کے بعد کی فصل اورام (ورم/سوجن) کے علاج، اس کی طبی تعریف، مختلف علاجوں کے فوائد وغیرہ کا ذکر ہے(۶-۱۱۴)۔اگلی فصل مریض کو خوش کرنے اور ان کو تسلی دینے پر ہے(۱۷-۱۱۶)۔

ایک اہم فصل ان ادویہ اور اغذیہ کے ذریعہ علاج ابدان پر باندھی ہے جو بدن کے لئے مفید اور موافق ہیں اور اس کو اصول علاج میں عظیم قرار دیا ہے۔اس میں معدہ کو بیماری کا گھر اور اس کی تعریف اور عادی غذاؤں کی تعریف ہے (۹-۱۱۷)۔اسی سے متعلق وہ فصل ہے جس میں مریض کے لئے وہ عادی غذائیں تجویز کرنے کی ہدایت ہے جو لطیف ترین ہوں جیسے تلبینہ (۲۱-۱۱۹)۔سیرت نبوی کا ایک اہم واقعہ کہ خیبر میں آپ کو جو زہر دیا گیا تھا اس کے علاج پر ایک فصل باندھ کر اس میں فصد کھلوانے کا ذکر کیا ہے(۳-۱۲۱)۔دوسری فصل سحر کے علاج پر ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کئے جانے کے واقعہ، علاج بالخصوص الٰہی ادویہ اور دوسرے امور پر مفصل بحث ہے (۲۷-۱۲۴)، پھر قے کے ذریعہ استفراغ معدہ پر بحث ہے (۳۲-۱۲۸) جس میں قے کے دس اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس کی کئی متعلقہ فصول ہیں جن میں قے کے فوائد وغیرہ کا بیان ہے۔

اگلی فصل آپ کی اس ہدایت پر باندھی ہے کہ علاج بہترین طبیب سے کرانا چاہیے (۵-۱۳۲)، دوسری طبیب کے ضامن ہونے کے مسئلہ پر ہے اور اس میں طب کے معانی، طبیب کی ضمانت و ذمہ داری اور سزا وغیرہ پر مفصل بحث ہے (۴۵-۱۳۵) اور وہ کئی فصول کی جامع ہے اور ان میں طبیب حاذق کی صفات بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس سے متصل فصل میں مرض کے احوال اربعہ۔ ابتداء، شدت، انتہا اور انحطاط۔ کا ذکر کر کے اگلی متعلقہ فصل میں طبیب کی حذاقت کا آخری بیان ہے (۶-۱۴۵)۔

اس کے بعد کی فصل متعدی بیماریوں سے گریز اور صحتمندوں کو ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت نبوی پر مبنی ہے جیسے جذام وغیرہ اور اس پر مفصل بحث کی ہے (۵۴-۱۴۶)۔ اگلی فصل حرام چیزوں سے علاج کرنے کی ممانعت پر باندھی ہے (۵۸-۱۵۴)۔ پھر سر کے جوؤں کے علاج و ازالہ پر فصل ہے (۶۲-۱۵۸)۔ اور اسی پر قسم اول کا علاج ختم ہوتا ہے۔

قسم دوم کے علاج کے آغاز میں وہ فصول ہیں جو مفرد و مرکب الٰہی روحانی دواؤں اور طبعی دواؤں کے ذریعہ علاج پر مبنی ہیں۔ اس کی فصول کی مختصر تفصیل یوں ہے: آنکھ لگنے کے علاج پر چھ فصول (۷۴-۱۶۲)، ہر بیماری اور شکایت پر الٰہی جھاڑ پھونک کے ذ یعہ علاج عام کی فصول جن میں زہریلے جانور کے کاٹے ہوئے کا سورۂ فاتحہ کے ذریعہ علاج، عقرب گزیدہ کے علاج کی فصل، نملہ (چیونٹی) کا علاج، مارگزیدہ کا علاج، زخم وغیرہ کا علاج، درد، مصیبت کی گرمی اور رنج، عام کرب و غم اور حزن و ملال کا علاج شامل ہے (۲۰۱-۱۷۴) اور آخری فصل میں ان امراض مذکورہ بالا میں ان دواؤں کی تاثیر کے بیان پر ایک مفصل فصل باندھی ہے (۱۱-۲۰۱)۔ اس کے بعد گھبراہٹ، بےخوابی، جلنے کی دو فصلیں ہیں (۱۳-۲۱۱)۔ عام حفظان صحت میں ہدایت نبوی کی فصل (۱۶-۲۱۳)، کھانے پینے کی عادت نبوی (۲۰-۲۱۷)، کھانے کیلئے نشست نبوی (۲۲-۲۲۰) اور دوسرے آداب پر فصلیں ہیں (۲۴-۲۲۲)، پھر آداب شرب پر فصول ہیں (۲۷-۲۲۴)۔

کھانے پینے اور اغذیہ کی دوسری سنتوں کے بعد حافظ ابن قیم نے لباس کے معاملات و امور کے انتظام و تدبیر پر ایک فصل (۸-۲۳۷)، دوسری مکان کے انتظام پر (۹-۲۳۸)، تیسری سونے جاگنے کے معاملہ کے آداب، دعاؤں اور فوائد پر معہ ایک ضمنی فصل کے باندھی ہے (۴۶-۲۳۹)، جسم کی حرکت و سکون یعنی ریاضت، اس کی اقسام اور فوائد پر اگلی فصل ہے (۸-۲۴۶)، جماع، قوت باہ،

جنسی اختلاط اور اس کی تعلیمات، آداب وغیرہ پر متعدد فصول میں مختلف مسائل کا ذکر ہے (۶۵-۲۴۹)۔اگلی فصل مرض عشق کے علاج پر ہے جو بعد کی کئی فصول تک وسیع ہے اور جن میں مرض کی نوعیت، اقسام، اسباب، علاج اور اس کی اقسام وغیرہ پر بحث ہے (۷۸-۲۶۵)۔اس کے بعد اس قسم میں خوشبو وعطریات کے ذریعہ حفظان صحت پر ایک فصل ہے (۸۰-۲۷۸)، پھر آنکھ کی صحت پر (۲-۲۸۰) پر فصل ہے۔

حافظ ابن قیم نے حروف تہجی کے اعتبار سے ان مفرد دواؤں اور غذاؤں کا ذکر متعدد فصول میں کیا ہے جو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر وقتاً فوقتاً آتا رہا۔ان کی مختصر تفصیل یہ ہے: اثمد، اترج، ارز، اذخر، حرف الف میں (۸۶-۲۸۱)، بطیخ، بسر، بیض، بصل، اور باذنجان، (۹۱-۲۸۶) حرف باء میں، تمر (کھجور)، تین (انجیر) اور تلبینہ، حرف تاء میں (۳-۲۹۱)، ثلج (برف)، ثوم (لہسن)، ثرید، حرف ث میں (۶-۲۹۳)، جمار، جبن، حرف جیم میں (۷-۲۹۶)، حناء (مہندی)، حبۃ السوداء (کلونجی)، حریر (ریشم)، حرف حاء میں (۳۰۳-۲۹۷)، خبز (روٹی) اور اس کی متعدد اقسام اور خل (سرکہ) خلال، حرف خاء میں (۷-۳۰۵)، دہن (تیل/ چکنائی) اور اس کی اقسام (۹-۳۰۷) ذریرہ، ذباب (مکھی) ذہب (سونا) (۱۲-۳۰۹)، رطب (تازہ کھجور)، ریحان (پھول)، رمان (انار)، (۶-۳۱۲)، زیت (تیل)، زبد (مکھن)، زبیب (کھجور)، زنجبیل، (۲۰-۳۱۶)، سنا، سفرجل، سواک (مسواک)، سمن (گھی)، سمک (مچھلی)، سلق (کھجور) (۲۷-۳۲۰)، شونیز (حبۃ السوداء، شبرم، شعیر (جو)، شواء (بھنا ہوا)، شحم (چربی) (۳۱-۳۲۸)، صلاۃ (نماز)، صبر (صبر)، صوم (روزہ)، (۵-۳۳۱)، ضب (گوہ)، ضفدع (مینڈک) (۶-۳۳۵)، طیب (خوشبو)، طین (مٹی)، طلح، طلع، (۹-۳۳۶)، عنب (انگور)، عسل (شہد) عجوۃ، عنبر، عود، عدس، (۴۵-۳۳۹)، غیث (بارش) (۳۴۶)، سورۂ فاتحہ (فاتحۃ الکتاب)، فاغیۃ، فضۃ (چاندی) (۵۱-۴۷)، قرآن، قثا (ککڑی)، قسط وکست، قصب السکر (گنا) (۶-۳۵۱)، بخار کے لئے تعویذ، ولادت کی شکل، نکسیر (رعاف)، حزاز، حمی مثلثہ، عرق النساء، عرق ضارب، وجع الفرس، خراج، کمأۃ، کے لئے تعویذ اور کباث (بیر)، کتم، کرم (درخت تاک، انگور)، کرفس، کراث، (۷۱-۳۵۶)۔لحم (گوشت) کی متعدد اقسام کی فصل (۷۹-۳۷۱)، لحوم الطیر (پرندوں کا گوشت) (۳-۳۸۰)، گوشت کھانے کی مدافعت سے پرہیز

(۸-۳۸۴)۔ ماء (پانی) کنوؤں اور قنی کا پانی اور دوسری اقسام، آب زمزم، آب نیل، سمندری پانی، مسک (مشک)، ملح (نمک) (۹۷-۳۹۳) نخل (کھجور)، نرجس (نرگس)، نورہ، نبق، ہندبا، ورس، وسمہ، (۴۰۳-۳۹۷)، یقطین (۵-۴۰۳)۔

حافظ موصوف نے طب نبوی پر مشتمل جلد اور اس کی فصول کے خاتمہ پر چند فصول میں ان چیزوں سے اجتناب کرنے کی ہدایات رقم کی ہیں جو انسانی بدن و جان و اخلاق کے لئے مفید ہیں جیسے کھانے میں اعتدال، بعض غذاؤں کے مسلسل استعمال سے پرہیز وغیرہ اور بعض وصایا بھی مرقوم ہیں جیسے بدن کی مقویات کا استعمال وغیرہ۔ ان میں ابن ماسویہ، ابن بختیشوع، امام شافعی، افلاطون، طبیب مامون کے اقوال مذکور ہیں۔ آخر میں طب نبوی اور ہدایات نبوی کی افادیت اور حکمت پر بحث کی ہے (۱۵-۴۰۵)۔

زادالمعاد کی آخری اور پنجم جلد مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اولین مجموعۂ فصول فیصلوں، نکاحوں اور بیوع پر مشتمل ہے۔ اقضیة النبی (نبوی فیصلوں) میں تہمت میں گرفتار، اپنے غلام کے قاتل، جنگجوؤں، قاتل اور مقتول کے ولی، باندی کے قاتل کی دیت، ضرب کے ذریعہ حمل گرانے والے، غیر معلوم قاتل کے مقتول کی قسامت، کنوئیں میں گر کر ہلاک ہونے والے چار افراد، اپنی ماں (باپ کی بیوی) سے شادی کرنے والے، ام الولد کے ساتھ متہم ہونے والی کی برأت، دو گاؤں کے درمیان پائے جانے والے مقتول، اندمال تک زخم کے قصاص کی تاخیر، دانت توڑنے کے قصاص، دانت سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹنے کے قصاص و فیصلہ، گھر میں تانک جھانک کرنے والے کی سزا، حاملہ قاتلہ کی سزا، زنا کا اقرار کرنے والے کے رجم، حدود کے باب میں اہل کتاب پر اسلامی احکام کے انطباق، اپنی بیوی کی باندی سے زنا کرنے والے کے قتل، قوم لوط کا عمل کرنے والے کے حکم، متعینہ عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کرنے والے کی سزا، زانیہ باندی کے باب میں حدِ قذف، چور کے احکام، چوری سے متہم شخص کے باب میں، چوری کی سزا کے احکام، چور کی سزائے موت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کے جرم، آپ کو زہر دینے والے کے باب میں، جادوگر کے بارے میں احکام، اسلام میں اولین غنیمت اور اولین مقتول کے باب میں، جاسوس کے بارے میں، جنگی قیدیوں کے احکام، یہودیوں کے بارے میں فیصلے، فتح خیبر، فتح مکہ اور تقسیم غنائم سے متعلق فیصلے، تمام سلب قاتل کیلئے، مسلمان کے اموال مقصودہ کے بارے میں، ہدایا کے باب میں، اموال کی تقسیم،

دشمنوں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو ایفا کرنے اور ان کے سفراء کے بارے میں، عورتوں اور مردوں کے امان دینے والے کے احکام، جزیہ، اس کی مقدار اور جزیہ کے لائق لوگوں کے احکام، صلح اور نقض صلح کے فیصلے کے بارے میں متعدد فصول الگ الگ بیان کی ہیں (۹۴-۵)۔

نکاح اور اس کے متعلقات کے بارے میں حافظ ابن قیم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد فیصلوں اور احکام کا ذکر ان کی متعلقہ فصول کے تحت کیا ہے۔ ان کا مختصر ذکر یہ ہے: عمر دراز اور کنواری عورت کا والد کے ذریعہ نکاح (۱۰۱-۹۵)، بلا ولی نکاح (۲-۱۰۱)، نکاح دو اولیاء کے ذریعہ اور نکاح تفویض (۴-۱۰۲)، حاملہ عورت سے نکاح (۵-۱۰۴)، شروط نکاح (۷-۱۰۶)، نکاح شغار وحلالہ، متعہ محرم وزانیہ (۱۵-۱۰۷)، چار بیویوں سے زیادہ یا دو بہنوں کے شوہر کے قبول اسلام کے باب میں (۶-۱۱۵)، بلا اجازت مالک غلام کا نکاح، حضرت علی کی بنت ابی جہل سے شادی کی تجویز (۹-۱۱۷)، زبانِ نبوی سے اعلان کردہ محرمات نکاح (۳۳-۱۱۹)، زوجین میں سے کسی ایک کا اسلام (۴۰-۱۳۳)، احکام عزل (۴۶-۱۴۰)، غیل یعنی دودھ پلانے والی بیوی سے جماع (۸-۱۴۷)، بیویوں کی باری کے حقوق حسب مراتب (۵۴-۱۴۸)، ولادت کے قریب حاملہ سے جماع (۵-۱۵۴)، باندی کی آزادی بطور مہر (۱۵۶)، اجازت پر موقوف نکاح کی صحت (۷-۱۵۶)، نکاح میں کفو ہونا (۶۱-۱۵۸)، غلام کی باندی بیوی کا اختیار (۷-۱۶۱)، آزاد کرنے والے کا حق ولاء (۷۶-۱۶۷) اور بعض دوسرے احکام پر مبنی ہے جن میں سے حضرت بریرہؓ کو ملنے والے صدقہ کے کھانے کے بارے میں ایک فصل ہے۔ مہر کی مقدار قلیل وکثیر (۹-۱۷۶)، نکاح کے بعد مبروص یا مجذوم، پاگل یا شوہر کے نامرد ہونے کے احکام (۸۶-۱۸۰)۔

نکاح وشادی شدہ زندگی سے متعلق حقوق وفرائض زوجین پر بھی فصول باندھی ہیں۔ ان میں سے بالترتیب یہ فصول ہیں: بیوی پر شوہر کے حقوق (۹-۱۸۶)، زوجین کے اختلاف کے احکام (۹۲-۱۸۹)، احکام خلع (۲۰۰-۱۹۲)، احکامِ طلاق جن میں مسخرہ، کمزور عقل والے اور مجبور کی طلاق، طلاق دینے کی اقسام، نشہ میں چور کی طلاق، طلاقِ اغلاق (غصہ)، نکاح سے قبل طلاق، حیض ونفاس اور طہر میں جماع کے بعد طلاق کی تحریم، ایک کلمہ کے ذریعہ تین طلاقوں کا معاملہ (۷۱-۲۴۱)، غلام کی دو طلاقیں (۸-۲۷۲)، طلاق شوہر کا حق (۲۷۸-۲۷۹)، تین سے کم طلاق دینے کے بعد رجوع اور حق

طلاق، تین طلاقوں کے بعد حلالہ کے بغیر نکاح کا عدم جواز (۲-۲۸۱)، طلاق کے باب میں شوہر کا انکار اور ایک عورت کی گواہی شامل ہیں اور پھر ازواج مطہرات کی تخییر پر ایک فصل شامل ہے (۳۰۰-۲۰۱)۔

ایک اہم فصل ان چیزوں - بیوی، باندی یا شے - کی تحریم کے بارے میں باندھی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تھا جیسے شہد کی تحریم، حضرت حفصہؓ کی خواہش پر باندی سے جماع کی تحریم وغیرہ (۱۷-۳۰۰)، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ جیسے کلمہ کے بارے میں فیصلہ نبوی (۲۲-۳۱۷)، احکام ظہار (۴۴-۳۲۲)، احکام ایلاء (۵۲-۳۴۴)، احکام لعان (۴۰۸-۳۵۲)، اولاد کے رنگ کے فرق کے سبب نسب کی تعیین (x-۴۰۹)، نسب جس کے بستر پر پیدا ہو، باندی کا بستر ہونا اور باپ کے انتقال کے بعد استلحاقِ نسب (۲۶-۴۱۰)، ولد الزنا کے نسب ووراثت کے احکام (۹-۴۲۶)، ایک عورت سے ایک طہر میں جماعت کے جماع کرنے اور اولاد کے نسب کا معاملہ (۳۲-۴۲۹)۔ ان تمام فصول میں آیات واحادیث کے علاوہ فقہاء کے اقوال ومسالک کا بھی ذکر ہے۔

اولاد کی پرورش وپرداخت سے متعلق فصول باندھی ہیں۔ ان میں متعدد احکام سے بحث کی ہے۔ مثلاً پرورش کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے (۹۰-۴۳۲)۔ اس میں ولایت کی اقسام، والدین کی تفریق کے احکام، مختلف رشتہ داروں کے حقوق اور علماء کے اقوال کا ذکر ہے اور ساتھ مدت حضانت (پرورش)، اس کے بطلان وخاتمہ، ماں کے حق، حضانت کے امور، اولاد کا اختیار/حق تخییر، اقوال صحابہ کرام، فتاویٰ فقہاء، تاریخی مثالیں، آراء وفتاویٰ کا محاکمہ وغیرہ شامل ہیں۔

پھر بیویوں کے نفقات کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور احکام کا باب شروع ہوتا ہے اور اس میں ان کے بارے میں عام حسن سلوک کی ہدایات نبوی کے علاوہ کھانے کپڑے، مکان کی فراہمی، تملیک یا عدم تملیک کا مسئلہ، کھانے کی مقدار، اولاد کا نفقہ، نفقہ کے سقوط، دراہم کا فرض وغیرہ کے احکام وآراء شامل ہیں (۵۱۱-۴۹۰)، پھر نفقہ کی ادائیگی کی صورت میں عورت کو علیحدگی کا حق اور دوسرے احکام کا مفصل بیان ہے (۲۲-۵۱۴)۔ اس کے بعد طلاقِ البتہ دیے جانے کی صورت میں عورت کا حق نفقہ یا سکنیٰ کے محروم ہونے کے بارے میں احکام نبوی ہیں (۲۸-۵۲۲)۔ ان کے سلسلہ میں آیات الٰہی سے دلیل فراہم کرنے کے علاوہ حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث پر خاص بحث ہے (۴۲-۵۲۸)۔ اس بحث میں حافظ موصوف نے ان تمام تنقیدوں کا ذکر کیا ہے جو

صحابہ کرام سے لے کر دوسرے ائمہ نے کی ہیں اور پھر خود ان پر بہت عمدہ بحث کی ہے۔ اقارب واعزہ کے نفقہ کے وجوب اور اس کے لئے آیات الٰہی سے تائید پر ایک خاص بحث ہے (۵۱-۵۴۲)۔

احکام رضاعت پر متعدد فصول حافظ ابن قیم نے قائم کی ہیں اور ان میں رضاعت کے سبب حرام وغیر حرام چیزیں، وقت رضاعت، بڑی عمر والے کی رضاعت، رضاعت کی کمیت، علماء وفقہاء کے مسالک واقوال، اور ان پر کامل بحث اہم نکات ہیں (۹۳-۵۵۲)۔ اس کے بعد عدتوں- عدت حمل، عدت مطلقہ حائضہ، عدت آزاد عورت، عدتِ باندی وغیرہ- آیت قرآنی بقرہ: ۲۲۸ میں لفظ "قروء" کی تعبیر حیض یا طہر اور علماء کے اقوال، امام ابن قیم کے دلائل، عدت آئسہ (حیض سے محروم/ بلا حیض والی)، عدت وفات، عدتِ طلاق، رجعی اور بائن طلاق کا فرق، شوہر کی وفات کے بعد بیوہ کو شوہر کے گھر میں زندگی گذارنے وغیرہ کا حکم، ماتم وغم کی مدت، حاملہ کی عدت، بیوہ کے ماتم کی صورتیں وغیرہ۔ استبراء کے احکام بہت مفصل بیان کئے ہیں (۷۴۵-۵۹۴)۔

اس کے بعد بیوع -خرید وفروخت- کے احکام کا بیان شروع ہوتا ہے جو متعدد فصول پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اولین عمومی فصل حرام بیع کے حکم پر ہے (۹-۷۴۵)، پھر مردار کی بیع (۶۰-۷۴۹) کی چار فصول ہیں۔ ایک مختصر فصل خنزیر کی بیع پر ہے (۷۶۱)، اگلی فصل اصنام کی بیع اور اس کے متعلقات پر ہے (۲-۷۶۱)۔ اس سے متصل فصل میں بیع حرام کی قیمت کے حرام ہونے پر بحث کی ہے (۵-۷۶۴)۔ اگلی دو فصول کتے اور سنور کی قیمت کے بارے میں ہے (۷۴-۷۶۵)، زنا کی قیمت (مہر البغی) کی تحریم سے متعلق فصل ہے (۷۷-۷۷۴)، فرمانبردار باندیوں اور کسبیوں کے مقبوضہ کسب (۸۶-۷۷۷)، کاہن کی اجرت کا معاملہ اگلی فصل کا موضوع ہے (۹-۷۸۶)، حجام (فصد لگانے والے) کی اجرت وکسب (۹۳-۷۹۰)، نسل کشی کے سانڈ کی اجرت کی ممانعت (۹۶-۷۹۳)، عام ومشترک پانی کی خرید وفروخت کی ممانعت (۸۰۷-۷۹۷)۔ اس میں فاضل پانی اور جاری پانی یعنی نہر، دریا، چشمے وغیرہ کی تحقیق بھی شامل ہیں۔ پھر ان چیزوں کی خرید وفروخت کی ممانعت کی فصل ہے جو انسان کے پاس موجود نہ ہوں (۱۶-۸۰۷)۔ اس کے بعد چھو کر، مار کر، کنکری پھینک کر اور دھوکہ دھڑی سے خرید وفروخت کرنے کی ممانعت پر مبنی فصول ہیں (۳۴-۸۱۶) جیسے تھنوں میں موجود دودھ کی خرید وفروخت یا جانور کے بدن پر موجود اون کی بیع وشراء اور یہی اس جلد اور زاد المعاد کی آخری بحث ہے۔

# حافظ مغلطائی

(۶۸۹-۷۶۲/۱۲۹۰-۱۳۶۱ء)

مصر کے زرخیز علاقے سے جن علمائے علم وفن نے تاریخ میں نام کمایا ان میں سے متعدد کا تعلق علم سیرت نبوی سے تھا۔ ابتدائی صدیوں میں عظیم ترین ماہرین سیرت میں ابن ہشام کا بہت قریبی تعلق مصر کی مٹی سے رہا تھا اگرچہ وہ اس دھرتی کے سپوت نہ تھے۔ بعد کی صدیوں میں کئی دوسرے ماہرین سیرت اور محققین فن نے اپنے کارناموں سے زندگی دوام حاصل کی۔ ان میں سے کئی اسی سرزمین سے اٹھے تھے اور اسی میں پیوند خاک ہوئے تھے۔ ان میں امام نویری، امام قسطلانی وغیرہ خالص مصری نژاد تھے جبکہ امام ابن خلدون امام ابن ہشام کی طرح مصری سپوت بن گئے تھے۔

## مقام ومرتبہ

حافظ مغلطائی کا اصل نام مغلطائی تھا۔ صفدی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس نام کے متعدد اکابر اور اہل علم کے سوانحی خاکے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ صفدی نے ان کا نام ونسب یوں ضبط کیا ہے: مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ۔ ان کی تین نسبتیں البکجری، الحنفی اور الحکری لکھی ہیں۔ اول الذکر ان کی مشہور ترین نسبت ہے۔ جس کا ذکر ابن تغری بردی نے بھی کیا ہے۔ ابن العماد حنبلی نے ان کی ایک نسبت الحکری اور دوسری الحنفی لکھی ہے اور باقی مختصر خاکہ صفدی سے نقل کیا ہے جو ابن حجر عسقلانی کے ہاں زیادہ مفصل ہے۔ دوسری نسبت ان کے فقہی مسلک کو بتاتی ہے اور تیسری غیر معروف ہے۔ کحالہ نے ان کی چوتھی نسبت الترکی بھی لکھی ہے۔ ان کا لقب علاء الدین تھا اور حافظ حدیث ہونے کے سبب وہ الحافظ بھی کہلاتے تھے۔ متعدد مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے یہی نسب لکھا ہے۔ ابن تغری بردی نے ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی۔

## ولادت اور تعلیم وتربیت

صفدی اور ان کے پیروکاروں جیسے سیوطی وغیرہ نے حافظ مغلطائی کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ وہ ۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا مقام ولادت اور وطن مالوف الحکر تھا جس کی طرف ان کی نسبت الحکری تھی۔ ابن تغری بردی اور کحالہ وغیرہ نے ابن رافع شافعی دمشقی (۷۰۴-۷۷۴ھ) کی سند پر سنہ ولادت ۶۹۰ھ لکھا ہے اور دوسروں کی سند پر اول الذکر سنہ کا حوالہ دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے مطابق مغلطائی نے التاج احمد بن علی بن دقیق العید برادر شیخ تقی الدین علامہ حسین بن عمر کردی الوانی، الختنی، الدبوسی، احمد بن شجاع الہاشمی اور محمد بن محمد بن عیسیٰ الطباخ سے سماعتِ علم کی تھی۔ وہ زیادہ تر خود قراءت کرتے تھے اور دوسروں کی سماعت پر بھی بھروسہ کرتے تھے اور مختلف دروس لکھ بھی لیا کرتے تھے۔ کحالہ نے ان کے شیوخ میں الحسینی کا بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ مغلطائی نے امام جلال القزوینی کی مستقل شاگردی اختیار کر کے مدتوں ان کی خدمت میں حاضری دی۔ ابن تغری بردی نے حافظ فتح الدین ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) وغیرہ دوسرے علماء ومحدثینِ عصر سے انتہائی کتب حدیث پڑھنے کے علاوہ علمی اسفار کرنے کا بھی حوالہ دیا ہے۔

ابن حجر اور ابن رجب وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ مغلطائی نے حافظ دمیاطی سے بھی سماعت کی تھی اور مدرسہ کاملیہ میں امام ابن دقیق العید سے ۷۰۲ھ میں بھی ایک درس کے دوران سماعت کی سعادت پائی تھی لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام ابن دقیق العید نے ۷۰۱ھ اواخر میں قاہرہ کے بستان ظاہر میں عزلت نشینی اختیار کر لی تھی جو ۷۰۲ھ کے اوائل صفر میں ان کی وفات تک جاری رہی اور وہ اس سنہ میں کسی بھی درس میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ اسی بنا پر اور بعض دوسری وجوہ کے سبب بھی حافظ مغلطائی کے اپنے شیوخ سے سماعت کے بارے میں علماء نے شک وشبہ کا اظہار کیا ہے بلکہ مشائخ حدیث نے اس کو صحیح نہیں سمجھا ہے۔ ان کے فرزند شیخ ابوالخیر نے جو ابن حجر وغیرہ کے شیخ تھے یہ بیان کیا ہے کہ امام الفخر بن البخاری نے ان کو اجازہ عطا فرمایا تھا۔ اہل حدیث نے اس دعویٰ کو بھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ امام مغلطائی نے امام ثعلب کی کتاب "الفصیح" اور **کفایۃ المتحفظ** یاد کر لی تھی۔ ان کے نصاب تعلیم میں صرف انہیں دونوں کتابوں کا ذکر ملا ہے۔

## ملازمت و تدریس

صفدی ،ابن حجر عسقلانی وغیرہ کا بیان ہے کہ امام ابن سید الناس کی وفات کے بعد امام جلال قزوینی نے سلطان سے سفارش کہ حافظ مغلطائی کو مدرسہ ظاہریہ کی تدریس اور مشیخت سونپی جائے اور سلطان نے اسے قبول کرلیا اگر چہ عوام نے ان کی تقرری پر بہت ہنگامہ اور شور شرابا کیا اور حافظ مغلطائی کی بہت مذمت وہجو کی تاہم سلطان نے اس کی پرواہ نہ کی۔ روایت ہے کہ ۷۴۵ھ میں جب حافظ مغلطائی اپنے فرزند ابوالخیر کے ساتھ مصر گئے تا کہ ان کو شیوخ مصر سے حدیث کی سماعت کراسکیں تو شیخ العلاقی نے ان کی ایک کتاب پر، جو عشق کے موضوع پر مرتب کی گئی تھی اور جس میں حضرت عائشہ صدیقہ کا ذکر بھی تھا، ہنگامہ برپا کردیا اور امام موفق الحنبلی کی عدالت میں معاملہ/ مقدمہ دائر کردیا۔ لیکن امام موفق نے حافظ مغلطائی کی مدد کی اور جنکلی بن البابا جیسے اہم رکن سلطنت نے بھی ان کی گلوخلاصی میں خاصا اہم کردار ادا کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مزید تصریح کی ہے کہ ابن رافع کا بیان ہے کہ حافظ مغلطائی مدرسہ ظاہریہ کے شیخ المحدثین تھے اور اسی کے ساتھ بیبرس سلطان قبۃ الرکنیہ کے بھی شیخ وصدر تھے۔ انہوں نے ایک مدت تک جامع القلعہ (قلعہ کی جامع مسجد) میں بھی درس وتدریس کی مسند کو زینت بخشی تھی۔

## تلامذہ

ابن حجر کے الدرر الکامنۃ کے دو مخطوطوں کے حاشیوں سے حافظ مغلطائی کے بعض تلامذہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں البلقینی ،العراقی ،الدمیری، المجد اسماعیل الحنفی کے علاوہ شمس الدین السروجی کا نام بھی شامل ہے جنہوں نے درس کے دوران امام موصوف کے سامنے قراءت کی تھی۔

## شخصیت وکردار

عام طور سے تذکرہ نگاروں نے حافظ مغلطائی کے علمی تبحر اور فنی بصیرت کا اعتراف کیا ہے اور ان کے معاصرین، شیوخ اور تلامذہ کو بھی ان کی علمیت وفضیلت کا پورا ادراک تھا اگر چہ وہ حافظ موصوف کے بعض دعاوی سے خاص کر شیوخ حدیث سے سماعت واجازت کے باب میں متفق نہ تھے اور ان کی بعض

تحریروں سے بھی بعض اہل علم کو اختلاف ہوا تھا۔ دوسرے وجوہ واسباب کے علاوہ ان کی فقہی اور مسلکی فکر سے بھی بعض علماء کو اختلاف رہا تھا۔ مدرسہ ظاہریہ میں ان کے تقرر پر ہنگامہ آرائی کا ایک سبب ان کا حنفی ہونا بھی رہا ہوگا کیونکہ اس کے سابق صدر وشیخ شافعی تھے اور دوسرے صدور وشیوخ بھی عموماً شافعی رہے تھے، بایں ہمہ ان کے تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی مختلف الجہات اور متنوع شخصیت کا ذکر شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے ان کو الحافظ کے علاوہ صاحب التصانیف، کثیر المطالعہ والکتابة والداب کہا ہے اور ان کی لغوی مہارت اور محدثین کے کاموں سے واقفیت کا اعتراف کرنے کے علاوہ ان کے شعری ذوق کا حسن تسلیم کیا ہے اور ان کو انساب میں معرفة جیدہ رکھنے والا اور عارف کہا ہے، ساتھ ہی متعلقات حدیث میں بھی ان کی فنی آگاہی کو، درجہ اوسط میں سہی، تسلیم کیا ہے۔

حافظ مغلطائی بقول ابن حجر عسقلانی سفر وزیارت سے بہت اجتناب کرتے تھے، وہ دراصل ساکن اور جامد الحرکة تھے اور درس وتدریس اور مطالعہ ومذاکرہ میں ہمہ وقت منہمک رہتے تھے۔ ابن تغری بردی نے ان کو الحافظ المفتی کے علاوہ المصنف اور المحدث المشہور کہا ہے اور تصریح کی ہے کہ ان کو حدیث اور اس کے علوم میں گہری واقفیت اور پوری مہارت تھی اور اسی کے ساتھ وہ متعدد فنون کے بھی ماہر تھے۔ سیوطی نے ان کو امام، حافظ، فنون وعلوم حدیث کے عارف، انساب کا علامہ کہا ہے۔ ابن العماد حنبلی نے ان کی صرف ایک صفت الحافظ لکھی ہے اور صاحب التصانیف، عارف انساب، وغیرہ صفدی سے نقل کیا ہے۔

## تصانیف

امام مغلطائی کی تصانیف کی تعداد بقول شیخ شہاب ابن رجب، صفدی، سیوطی، ابن العماد حنبلی سو یا اس سے زائد تھی جن میں سے بیشتر کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) "الاشارة إلى سيرة المصطفى وتاريخ من بعده من الخلفاء" ان کی مشہور سیرت نبوی ہے جو ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ کحالہ وغیرہ نے اس کا یہ عنوان لکھا ہے۔ ابن رافع نے بقول صفدی لکھا ہے کہ امام مغلطائی نے سیرت نبوی جمع اور مدون کی تھی۔

(۲) "الزهر الباسم في سيرة ابی القاسم" کا عنوان کحالہ وغیرہ کے ہاں ملتا ہے جبکہ حافظ ابن حجر اور ابن العماد حنبلی نے "الزهر الباسم في السيرة النبوية" عنوان بتایا ہے۔ اس طرح سیرت کے فن پر ان کی دو اور کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ "الزهر الباسم" کا ایک واحد نسخہ/مخطوطہ لائیڈن کے کتب خانے میں ہے۔ اس کی ایک نقل ایک صاحب ذوق کے ذریعہ خاکسار نے حاصل کر لی تھی مگر وہ ایک اور عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحب علم کے قبضہ میں چلی گئی اور اب وہی اسے مرتب کر رہے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ مغلطائی کا اصل میدان کار حدیث کا علم شریف تھا اس لئے کہ ان کی متعدد تصانیف کا ذکر اسی کے حوالہ سے ملتا ہے۔ ان میں سے اہم ترین کا ذکر حسب ذیل ہے:

(۳) "شرح البخاری" امام ابن حجر وغیرہ نے صرف یہی لکھا ہے لیکن کحالہ نے وضاحت کی ہے کہ ان کی شرح بخاری بیس جلدوں میں تھی۔

(۴) ابن نقطہ کی "المؤتلف والمختلف" کا ذیل لکھا تھا۔

(۵-۶) حافظ مزنی کی "كتاب تهذيب الكمال في اسماء الرجال" کا تکملہ اکمال تهذيب الكمال کے عنوان سے تیرہ جلدوں میں مرتب کیا تھا۔ تیرہ جلدوں کا ذکر کحالہ نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کے مطابق مغلطائی نے اس کا ایک اختصار بھی کیا تھا جس میں امام مزنی پر اپنے اعتراضات پر انحصار کیا تھا اور اس کو دو جلدوں یا ایک جلد لطیف میں مرتب کیا تھا۔

(۷-۸) ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حافظ مغلطائی نے ابوداؤد اور ابن ماجہ کا ایک ایک قطعہ بھی تیار کیا تھا۔ ابن تغری بردی نے سنن ابی داؤد کی نامکمل شرح لکھنے کی بات کہی ہے جبکہ امام سیوطی نے بخاری اور ابن ماجہ کی شرح کا ذکر کیا ہے۔

(۹) ابن حجر کے مطابق حافظ موصوف نے المبهمات کو ابواب فقہ کے مطابق مرتب کیا تھا جس کا ایک حصہ ان کے خط میں ابن حجر نے دیکھا تھا۔

(۱۰) اسی طرح ابن القطان کی کتاب بیان الوہم کو بھی مرتب کر کے اس میں احکام تک اضافہ کیا تھا اور اس کا نام منارة الاسلام رکھا تھا۔

(۱۱) صحیحین پر امام ابن حبان کے زوائد کو بھی تصنیف کیا تھا۔

(۱۲) ابن الجوزی کی کتاب الضعفاء کا ذیل لکھنے کی بات ابن تغری بردی نے لکھی ہے اور ان کی دوسری تصانیف کا صرف عمومی تذکرہ کیا ہے۔

## وفات

حافظ ابن حجر وغیرہ تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ حافظ مغلطائی نے ۲۴/ شعبان ۷۶۲ھ / جون ۱۳۶۱ء کو وفات پائی۔ اس حساب سے ان کی عمر لگ بھگ تہتر سال تھی۔

## طریقۂ تالیف

حافظ مغلطائی کی کتاب سیرۃ ان کے عنوان کے موافق سچ مچ سیرۃ المصطفیٰ کے بحرِ زخار کی طرف محض اشارہ ہی ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے مقدمہ کتاب میں تصریح کی ہے کہ ان کی یہ کتاب مختصر دراصل ان کی ضخیم اور بنیادی کتاب سیرت "الزهر الباسم فی سیرة ابی القاسم" کی تلخیص ہے جو انہوں نے اپنے شیخ قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی کے تقاضے پر کی تھی اور اس سے مدعا یہ تھا کہ عام قارئین ان کی ضخیم اور علمی کتاب سے استفادہ کرنے کے اہل نہیں لہٰذا وہ اس تلخیص میں عطر سیرت کشید کر کے ان کے افادہ کے لیے پیش کر دیں، اس تلخیص میں بھی حافظ مغلطائی کی سیرت نگاری کی بعض اہم خصوصیات نظر آتی ہیں جن پر ایک طائرانہ نظر ذیل میں ڈالی جاتی ہے۔

سیرت مغلطائی کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ وہ تلخیص و اختصار ہونے کے باوجود سیرت نبوی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتی ہے اور سو سے کم چھوٹی تقطیع کے صفحات میں پوری تصویر پیش کر دیتی ہے۔ اکثر و بیشتر مقامات و فصول میں اس کا اندازہ محض جدولی یا فہرست نگاری سے جاملتا ہے خاص کر ان ابواب و موضوعات میں جہاں واقعات و حالات کی جگہ اسماء و افراد کا ذکر ہوتا ہے جیسے اسماء نبوی، اجداد نبوی، کتاب نبوی، عمال نبوی وغیرہ۔

عام طور پر مغلطائی کے ہاں موادِ کتاب میں خاصا توازن نظر آتا ہے لیکن کہیں کہیں ان کی پسند خاطر حاوی ہو کر اس کو بگاڑ دیتی ہے اور وہ ذرا کم ضروری مواد کو نقل ہی نہیں کرتے بلکہ اس پر اچھا خاصا زور دیتے ہیں جیسے خاتم نبوت پر ان کی فصل یا سراقہ بن جعشم کے تعاقب کے بارے

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اشعار اور ابوجہل کے اسی موضوع پر اشعار وغیرہ۔

اختصار و تلخیص کے باوجود سیرت مغلطائی کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ کسی ضروری جزئیہ کو نظر انداز نہیں کرتی اور مختصر الفاظ اور مخلص تعبیرات میں وہ تمام گوشوں کو پیش کرتی ہے۔ اس لئے اس کو ایجاز بیانی کا ایک اہم کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

اس کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ وہ تقریباً تمام امور و پہلو ہائے سیرت پر تمام اختلافات روایات کو ضرور نقل کرتی ہے اور اپنی فہم کے مطابق صحیح ترین روایت کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ حافظ مغلطائی کا طریقۂ کار اس باب میں یہ ہے کہ وہ راجح اور صحیح روایت کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں اور پھر "قیل" (کہا گیا) کے مجہول لفظ اور مرجوحیت کے نشان کے ذریعہ دوسری تمام روایات کا حوالہ بلا سند دیتے ہیں۔

اگرچہ تلخیص و اختصار میں مآخذ و مصادر اور متقدمین مؤلفین کے حوالے دینے کی گنجائش کم ہی ہوتی ہے تاہم حافظ مغلطائی کی اسلوب اور مواد و موضوع پر پختہ گرفت نے اس کی گنجائش بھی اس کتاب مختصر میں نکال لی ہے۔ وہ اکثر و بیشتر مقامات اور فصول میں اپنے مصادر کا ذکر کرتے ہیں۔ اکثر حالات میں صرف مؤلفین کے اسماء گرامی نقل کرتے ہیں اور کبھی کبھی ان کی کتابوں کے حوالے بھی دے جاتے ہیں۔

مآخذ و مصادر کے بیان کے ضمن میں حافظ مغلطائی کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ عام اور متداول کتب سیرت پر بیشتر اعتماد کرنے کے باوجود بعض کم معروف مگر اہم مصادر کے بھی حوالے دیتے ہیں۔ ان میں حافظ ابونعیم، محدث حاکم، ابن الجزار، ابن عائذ دمشقی، تاریخ العتقی، ابن جریج، الرقی، یعقوب الفسوی، ابن بشکوال، ابن عاصم، تاریخ الدولابی، الحسین، الفلابی، مسند الفریابی، ابن فارس، یعقوب کی کتاب التفرد، ابن الجوزی، ہیثم بن عدی، کتاب الاختصار علی صحیح الاخبار، ابن خرداذبہ، سہیلی، صاعد، ابن عقیل، العسکری، کتاب الفقہاء (کا عام حوالہ درمسئلہ اذان) ابوعبیدہ البکری، داؤدی، ابن حزم، الاکلیل، النیساپوری کی شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عسکر، ابوزرعہ، بیہقی، معتمر بن سلیمان، ابن شبہ (کتاب)، تاریخ ابن عساکر، ابوحاتم کی تاریخ وغیرہ اہم ہیں۔ ان کے روایتی مصادر ابن اسحاق، ابن سعد، واقدی، ابن عبدالبر وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے لیکن ابن ہشام مفقود ہیں۔ بسا اوقات وہ کلبی اور ابومخنف جیسے کذابوں کا بھی حوالہ دے جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں ان کی فقہی بصیرت بھی قابل ذکر ہے کہ وہ حدیث وسیرت کی روایات سے فقہی احکام کا استنباط کرتے ہیں یا متعلقہ مباحث میں ان کی نشاندہی کرتے ہیں جیسے شہداء احد کے ضمن میں انہوں نے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا مسلک بیان کیا ہے اور احادیث پر کلام بھی کیا ہے اور سہیلی پر نسائی کی روایت سے صلاۃ شہید کے باب میں نقد کیا ہے۔ مکہ کی فتح کی نوعیت پر امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

حافظ مغلطائی کی سیرت مختصر مقبولِ عام روایات پر نئی معلومات کا بھی اضافہ کرتی ہے۔ اور بسا اوقات وہ ذیلی یا ضمنی معلومات نہیں بلکہ بنیادی اور قیمتی معلومات ہوتی ہیں مثلاً ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد پہلا کلمہ نبوی یہ تھا کہ لوگو! اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ الخ۔ یا ۲ھ/۶۲۴ء میں تحویل قبلہ، فرضیت رمضان وصدقہ فطر کے ساتھ زکوٰۃ اموال کی فرضیت کی روایت، یا ۵ھ/ ۶۲۷ء میں غزوۂ خندق کے بعد فرضیت حج کی رائے جس کو علماء کی ایک جماعت کی ترجیح بتایا ہے۔ سلاطین علم کے شاہی القاب کو بھی ان کی نئے معلومات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ مختلف صحابہ کرام اور دوسرے اکابر کی ولادت وغیرہ کو واقعات سیرت کے تناظر میں بیان کرنے کی روایت بھی مغلطائی کی روایات میں سے ہے جو انہوں نے کسی سے مستعار لی ہے غالباً کتاب العتقی سے۔

ان کے طریقہ تالیف کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ جن روایات کو غلط سمجھتے ہیں ان پر تنقید ضرور کرتے ہیں۔ چونکہ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں تھی اس لئے وہ مختصر جملہ "فیہ نظر" (اس میں کلام واختلاف ہے) جیسے تنقیدی تبصرے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ایسے مقامات کافی ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے اہل سیر کے علاوہ محدثین کرام کو بھی بالائے تنقید نہیں سمجھا ہے۔ مثلاً ولادت نبوی کے وقت قصور شام کے روشن ہونے کو خواب میں قرار دینے کی رائے ابن حبان پر تنقید، امام بخاری پر غزوات کے باب میں کئی جگہ تنقید کی ہے جن میں غزوہ ذات الرقاع بہت اہم ہے کہ "امام بخاری نے اس غزوہ کو غزوۂ خیبر کے بعد محض اس دلیل کی بنا پر نقل کیا ہے کہ اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری موجود تھے لیکن اس میں کلام ہے کہ تمام اہل سیر اس کے برعکس پر متفق ہیں"۔ اسی طرح غزوۂ خندق میں بھی امام بخاری کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ ابن الجزار کی اس رائے پر "نظر" ڈالی ہے کہ عام الفیل میں ولادت نبوی پر علماء کا اجماع ہے اور اسی طرح ان پر اولاد عبدالمطلب

کے بارہ ہونے کے بیان پر اجماع کے دعوے کو بھی ''قابل نظر'' بتایا ہے۔ اولین شامی سفر نبوی میں حضرات ابوبکر و بلال کی شمولیت بتانے والی روایت کو دو وہموں (وھمان) سے آلودہ قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہ کو اولین مسلمانوں میں شامل کرنے پر ابن اسحاق کی روایت کو ''وہم'' قرار دیا ہے اور اس کی دلیل بھی دی ہے کہ وہ اس وقت تک پیدا ہی نہ ہوئی تھیں۔ غزوۂ غابہ/ ذوقرد کو غزوۂ خیبر سے تین دن قبل قرار دینے پر امام بخاری و مسلم دونوں کی روایات کو ''قابل نظر'' قرار دیا ہے کہ اس کے برعکس تاریخ پر اہل سیر کا اجماع ہے جبکہ ام قرفہ کے سریہ زید بن حارثہ کے بارے میں امام مسلم کی روایت بیان کرنے پر اکتفا کی ہے کہ ان کے نزدیک اس کے امیر حضرت ابوبکر تھے۔ اس مختصر سیرت میں حافظ مغلطائی کی تنقیدی بصیرتیں بڑی قابل قدر ہیں۔ اس کتاب لطیف کی ایک شاندار خصوصیت اس کی زبان و اسلوب ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت عربی ہے جسے عربی مبین کہا جا سکتا ہے۔ اسلوب لطیف کا عالم یہ ہے کہ انتہائی مختصر الفاظ میں بہت سے معانی سیرت جمع کر دیئے ہیں۔ مختصر سیرت مغلطائی حفظ کیے جانے لائق ہے اور غالباً اسی نقطہ نظر سے لکھی بھی گئی تھی۔

# مصادر و مآخذ

| | | |
|---|---|---|
| ابن تغری بردی | النجوم الزاهرة | مکتبہ دار الکتب المصریہ قاہرہ ۱۳۶۹ھ م ۱۹۵۰ء یازدہم ۹ |
| ابن حجر عسقلانی | الدرر الكامنة | حیدرآباد دکن ۱۳۷۶ھ م ۱۹۷۶ء ششم ۱۶-۱۱۴، ۲۳۱۰ |
| | لسان الميزان | ششم، ۴-۲-۷ |
| ابن العماد حنبلی | شذرات الذهب | دار الکتب العلمیۃ بیروت، ششم، ۱۹۷ |
| ابن قطلوبغا | تاج التراجم | ۵۷ |
| البغدادی | ايضاح المكنون | ۱/۱۰۳، اور ۲۴۵ |
| البغدادی | هدية العارفين | ۲/۸-۴۶۷ |
| حاجی خلیفہ | كشف الظنون | ۹۸، ۵۴۶، ۹۵۸، ۵-۱۰۰۴، ۱۰۱۳، وغیرہ |
| زرکلی | الاعلام | ۸/۷-۱۹۶ |
| سیوطی | حسن المحاضرة | مطبعہ ادارۃ الوطن مصر ۱۲۹۹ھ اوّل ب، ۲۰۳ |
| الشوکانی | البدر الطالع | ۲/۲۱۲، ۳۱۳ |
| کحالہ | معجم المؤلفين | |

# حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج
# کی
# کتاب سیرۃ مغلطائی

اسلامی تاریخ نگاری کا ایک رجحان، جو زوال وتنزل کی نشانی زیادہ اور ارتقاء ونشو نما کی علامت کم ہے، یہ پیدا ہوا کہ اسلامی تاریخ کے قدیم اور بنیادی مآخذ کی بنیاد پر تلخیص نگاری شروع کی گئی اور اہم ترین خلفاء اور ادوار کی تاریخ اختصار کے ساتھ لکھی گئی۔ اسی کے ساتھ اس میں سیرت نگاری کا بھی ایک مشترکہ رجحان پیدا یا شریک ہوا کہ وہ اولین اسلامی تاریخ تھی۔ چنانچہ متعدد اہل قلم نے سیرت نگاری سے تاریخ نویسی کا آغاز کیا اور پھر تمام خلفاء کرام کا ذکر اپنے عہد تک یا عباسی یا اموی دور تک کرتے گئے۔ اس کے ساتھ موضوع کے تناسب میں بھی فرق آیا۔ سیرت نبوی پر کبھی تاریخی ابواب کے تناسب سے اور کبھی اس سے زیادہ توجہ مبذول کی گئی۔ حافظ مغلطائی کی کتاب سیرت وتاریخ میں بیشتر حصہ اوّل الذکر کے لئے وقف کیا گیا ہے۔

حافظ مغلطائی کی سیرت نبوی کا زیر نظر نسخہ مطبعہ السعادۃ مصر ۱۳۲۶ھ کا مطبوعہ اور چھوٹے تقطیع کی کتاب ہے جس کے کل ایک سوانیس صفحات ہیں اور اس میں سے سیرت نبوی صرف چورانوے صفحات پر مبنی ہے، باقی تاریخ اسلامی کے لیے وقف ہیں اور خاتمہ ہلاکو کے ذکر بد پر ہوتا ہے۔ یہ سیرت مغلطائی دراصل ان کی دوسری ضخیم کتاب "الزهر الباسم فی سیرة ابی القاسم" کی تلخیص ہے۔ علامہ شبلی نے سیرت مغلطائی کو مشہور کتاب کہہ کر اس کے مصر میں چھپنے اور اس کے ایک حصہ کی علامہ عینی کی شرح بعنوان کشف اللثام لکھنے کا ذکر کرنے کے علاوہ صراحت نہیں کی ہے کہ اصل کتاب مراد ہے یا اس کی تلخیص۔ علامہ شبلی سے سہو ہوا۔ عینی کی کتاب کشف اللثام سیرت ابن ہشام کی

تشریح ہے جیسا کہ عینی کے تذکرہ نگار صالح یوسف معتوق نے علامہ عینی کی مفقود کتابوں کی شرح میں لکھا ہے۔ انہوں نے مغلطائی کی کسی شرح عینی کا حوالہ نہیں دیا ہے، نہ ہی صلاح الدین المنجد نے اپنی معجم مصادر سیرت میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اس کی پہلی بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی پر ہے جن کے اواخر میں اسم خاص احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور ابن دحیہ کے قول کا حوالہ کہ آپ کے اسماء کی تعداد تین سو کے قریب ہے جبکہ بعض صوفیہ (متصوفہ) نے اس کو ایک ہزار تک پہنچایا ہے (۳-۴)۔ دوسرا عنوان نسب نامہ ہے جس کے آغاز میں آپ کی دو کنیتیں ابو القاسم اور ابو ابراہیم بیان کر کے آپ کے والد ماجد کو عبداللہ الذبیح کہا ہے اور ذبیح کا پس منظر اور زمزم کی وجہ تسمیہ بیان کر کے ابن اسحاق کی غلطی کی درستی کی ہے کہ عبداللہ اپنے والد کے تمام فرزندوں میں سب سے چھوٹے نہ تھے بلکہ اپنی والدہ ماجدہ کے فرزندوں میں سب سے خورد تھے سوائے حمزہ اور عباس کے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اعمام کا ذکر مختصر کیا ہے (۴)۔ اگلا ذکر آپ کی پھوپھیوں (عمات) کا ہے اور حضرت صفیہ کے سوا دوسروں کے قبول اسلام میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ کی قربانی اور اس قربانی کے سبب دیت کے مقدار کی تعیین، قربانی سے واپسی پر قتیلہ/ رقیہ بنت نوفل کی پیشکش، اس کے بارے میں بعض اختلافی روایات، حضرت آمنہ سے شادی، مقام شب زفاف، حمل نبوی، اس وقت تیس سال کی عمر والد ماجد بقول احمد اور الحاکم، عبدالمطلب کا نام ونسب اور فہر تک نسب نبوی، فہر کا لقب جماع قریش بقول الکلبی وغیرہ، قبیلہ کا تسمیہ قریش اور اس کی وجوہ ومعانی اور اوپر کے آباء واجداد کا ذکر ہے۔ حسب روایت عدنان تک اتفاق علماء اور عدنان کے بعد نسب نبوی پر سکوت واختلاف کا ذکر کر کے نسب کو حضرت آدم تک پہنچایا ہے اور بعض اسماء کے معانی بھی بتائے ہیں۔ آخر میں والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا مختصر نسب دینے کے بعد ان کے قبیلہ/ خاندان زہرہ کا حوالہ ابن قتیبہ اور جوہری کے ناموں سے دیا ہے اور اس کو محل نظر بتایا ہے (۵-۴)۔

ولادت نبوی کی مختصر فصل کے اہم مباحث ہیں: مکہ میں ولادت، مکہ کی وجہ تسمیہ، مکہ اور بکہ کا فرق مختلف اسماء شہر الٰہی، مقام ولادت دار محمد بن یوسف، برادر حجاج اور اس کے بارے میں اختلافی اقوال، تاریخ ولادت ۲ ربیع الاول اور آٹھ دس اور بارہ تاریخوں کی "قیل" کے ساتھ روایت، بارہ ربیع الاول

پر ابن الجزار کے قول اجماع پر نقد، بعض معجزات کا حوالہ اور حیات نبوی میں دوشنبہ کے دن کی اہمیت کے حوالہ سے بعض واقعات کا ظہور (۶-۵)۔ اسی سے متصل "قصة الفيل" کے عنوان سے ابرہہ کے حملہ کی بعض تفصیلات بیان کی ہیں جس کے آخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تاریخ ہائے ولادت یوم عاشورا، صفر، ربیع الآخر کا حوالہ بھی لفظ مرجوح کے ساتھ دیا ہے (۷-۶) حمل نبوی کے ذکر میں بعض معجزات جیسے خفت حمل، مختون و مسرور ولادت، بحالت تسبیح ظہور کا ذکر کر کے دادا کے ختنہ کرنے کی روایت قیل کے ساتھ اور حضرت جبریل وغیرہ کے کارنامے اور ابن عائذ دمشقی کی روایت اور مدت حمل کا حوالہ ہے (۷)۔ اگلی فصل ان لوگوں کے لیے خاص کی ہے جن کا نام محمد رکھا گیا تھا اس امید پر کہ شاید وہ نبی ہوں (۷)۔ اس کے بعد کی فصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات دوران حمل ہونے کے بیان ہونے کے علاوہ دوسری روایات غیر مصدقہ ہیں اور مقام/ مکان ولادت کا بھی حوالہ ہے (۸-۷)۔ رضاعتِ نبوی کی فصل میں رضاعت ثویبہ کے بارے میں ان کے قبول اسلام کے بارے میں بھی حوالہ موجود ہے (۸)۔ رویائے والدہ ماجدہ نامی فصل میں قصورِ شام کی جلوہ گری اور اس سے متعلق ابن حبان کی رائے پر تبصرہ اور معجزہ شق صدر کا ذکر ہے اور ابونعیم کا حوالہ بھی کہ اس وقت عمر شریف دس سال تھی (۹-۸)۔

"خاتم النبوة" کے عنوان کے تحت مہر نبوت کا ذکر متعدد مآخذ جیسے بخاری، مسلم، ابونعیم، صحیح حاکم، بیہقی، شمائل ترمذی، تاریخ ابن عساکر، ترمذی، الروض (الانف)، تاریخ ابن ابی خیثمہ، تاریخ القضاعی، حکیم ترمذی، ابن عائذ کی کتاب المولد، سیرۃ ابن ابی عاصم، ابوایوب، تاریخ نیساپور وغیرہ سے نقل کیا ہے اور سارا زور اس کی ساخت پر ہے (۹)۔ چار چار سطری دو مختصر ترین فصول میں یکے بعد دیگرے ان کے متعلقہ عناوین کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور جد امجد عبدالمطلب کی وفات کا ذکر ہے۔ اول الذکر میں عمر نبوی کی اور ثانی الذکر میں دادا کی عمر کے بارے میں روایات کا اختلاف موجود ہے (۱۰) "اسم ابی طالب" کے عنوان کے تحت آپ کی کفالت عم، ابوطالب کے نام اور رشتہ کا ذکر کر کے اسی سے دوسری فصل کو جوڑ دیا ہے جو شامی سفر سے متعلق ہے اور اس میں بحیرا کا واقعہ مختلف مآخذ سے مذکور ہے جیسے ترمذی، حاکم اور حضرات ابوبکر و بلال کے شریک سفر ہونے پر نقد بھی ہے۔

حافظ مغلطائی نے اسی فصل میں بعض اکابر اسلام کی تاریخ ولادت بھی دی ہے جیسے عمر نبوی کے سولہویں برس حضرت ابوطلحہ انصاری، سترہویں برس حاطب بن ابی بلتعہ، اٹھارہویں برس خباب بن

الارت اور محمد بن مسلمہ انصاری پیدا ہوئے، انیسویں برس پرویز شاہ فارس بنا، بیسویں برس یا (قیل کے ساتھ) پودہویں برس چچاؤں کے ساتھ جنگ فجار میں شریک کی، وجہ تسمیہ کے علاوہ سہیلی پر نقد کیا ہے کہ چار نہیں بلکہ چھ حروب فجار ہوئی تھیں۔ پھر حلف الفضول میں شرکت، بکریاں چرانے کی سنت، بائیسویں برس ولادت ابن مسعود اور تیئسویں برس ولادت سعد بن ابی وقاص اور چوبیسویں برس ولادت زبیر کا ذکر تاریخ عتقی کے حوالہ سے کیا ہے (۱۱-۱۰)۔ شام کے دوسرے سفر کے تحت آپ کی منازل سفر پر اختلاف اور نسطور راہب سے ملاقات کا ذکر کر کے حضرت خدیجہ سے شادی کا ذکر کیا ہے اور آپ کی عمر اکیس اور حضرت خدیجہ کی چالیس سال عمر بتانے کے علاوہ دوسری روایات کا ذکر کیا ہے۔ اس میں حضرت خدیجہ کی سابقہ شادیوں اور ان سے اولادوں کا ذکر ہے پھر مہر پر فقہی تبصرہ ہے۔ آپ کے عامل منبر شریف کی مختصر فصل کے بعد مختصر تعمیرات کعبہ کی تاریخ مختلف مآخذ سے بیان کی ہے (۱۳-۱۲)۔

''وحی شریف کی ابتداء'' کے عنوان سے جو فصل شروع کی ہے اس میں حافظ مغلطائی نے عمر، تاریخ، دن، نزول قرآن، تعلیم وضوو نماز کا ذکر مختلف مآخذ سے کیا ہے جیسے ابن عبد البر، تاریخ الفسوی، مکحول، واقدی، ابن ابی عاصم، تاریخ الدولابی، کتاب العتقی، حاکم، اس میں حضرت جبریل کی زبان سے یہ بشارت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے رسول ہیں (۱۴)۔ وضو اور نماز کی تعلیم جبریل کے لیے الگ سے کوئی ماخذ نہیں مذکور ہے۔

نماز کی دو رکعتوں کی فرضیت کے عنوان کے تحت فرض نماز کی فرضیت اور ان کی تعداد رکعات کا ذکر کیا ہے کہ مقاتل کے بقول صبح و شام کی دو دو رکعات پہلے پہل فرض کی گئیں۔ پھر بخاری کے حوالہ سے حضرت ورقہ سے ملاقات اور اس میں ندائے جبریل اور سورۃ الحمد کے نزول کا ذکر زبان نبوی سے نقل کیا ہے۔ ابونعیم کے حوالہ سے دوسرے شق صدر اور ملاقات ورقہ کا حوالہ ہے اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت ورقہ کے جنتی ہونے کا حضرت ابن عباس کے حوالہ سے، لڑکپن میں ستر کرنے کے حکم کو اول نبوت کہا گیا ہے اور اس سال ربیعہ اور فارس کے درمیان واقعہ ذی قار پیش آیا اور رافع بن خدیج (بقول عتقی) پیدا ہوئے (۱۵)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد پر اگلی فصل ہے جو مجاہد، الفلابی، مسند الفریابی اور ابن فارس کے حوالہ سے حضرت قاسم کا، پھر علیحدہ علیحدہ عناوین کے تحت حضرت زینب کا (کلبی، السراج، موسیٰ

بن عقبہ کے حوالہ سے) اور ان کی دختر نیک اختر حضرت امامہ اور شوہر کا ذکر کیا ہے۔ پھر حضرت رقیہ کا ذکر خیر ہے جس میں ان کی شادی اور اولاد کے ذکر کے علاوہ یعقوب کی کتاب التفرد پر محاکمہ بھی ہے (۱۷-۱۶)۔ پھر حضرت فاطمہ کا ذکر مبارک ہے جو حضرت علی سے ان کی شادی کی مختلف تاریخوں، ان کی ولادت کی تاریخوں اور وفات کی تاریخوں اور عمر کے سنین پر اختلاف سے پُر ہے۔ اس میں صرف ابن الجوزی کا حوالہ ہے (۱۷)۔ اسی سے متصل حضرت فاطمہ کی اولا د امجاد حضرات حسنین، ام کلثوم اور زینب کی ولادت، شادی کا حوالہ برقی کے نام سے کیا ہے (۱۸-۱۷)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوفرزندوں- حضرات عبداللہ اور ابراہیم- کا ذکر بالترتیب ہیثم بن عدی اور امام ابوداؤد کے حوالہ سے کیا ہے اور اس میں سورۂ کوثر اور عمر یا تاریخ ولادت کا بھی حوالہ ہے (۱۸)۔

اولین مومنین کی فصل میں بالترتیب حضرت خدیجہ، فترۂ وحی، سورۃ الضحیٰ کے نزول، حضرت ابوبکر، حضرت زید، حضرات عثمان، زبیر، عبدالرحمٰن، سعد بن وقاص وغیرہ پر مشتمل باون بزرگوں کی فہرست ابن اسحاق، ابن سعد اور یعقوب کے حوالہ سے دی ہے (۱۹-۱۸)۔ اگلی فصل علانیہ دعوت اسلام سے متعلق ہے جس میں حکم الٰہی، وادیٔ مکہ میں نماز اور حضرت سعد کا واقعہ، قوم قریش کی عداوت ومخالفت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ابی طالب وبنی ہاشم، ولید بن مغیرہ کا الزام سحر اور قرآنی آیات کی تردید، حضرت ابوبکر کی محافظت نبوی کا واقعہ عتقی کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد متعدد مسلمانوں کی ولادت کا ذکر کیا ہے جیسے اسامہ بن زید، انس بن مالک، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، ابوموسیٰ اشعری، زید بن خالد جہنی اور حبیب بن مسلمہ فہری، پھر حضرت حمزہ کے قبول اسلام، قریش کی تجاویز مصالحت، احبار یہود سے سوالات اور سورۂ کہف کے حوالہ سے آپ کے جوابات کی طرف اشارات ہیں (۲۱-۱۹)۔

اگرچہ سرخی تو قرآن مجید کی اولین جہری تلاوت کرنے والے مردمیدان کی لگائی ہے لیکن اس میں کمزور/غلام مسلمانوں کی آزادی، اور تعذیب وغیرہ کا ذکر عسکری کے حوالہ سے کیا ہے پھر ہجرت حبشہ کا مختصر اشاراتی ذکر حاکم، کتاب الاقتصار علی صحیح الاخبار کے حوالہ سے کر کے حضرت نجاشی کا نام ونسب ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس ضمن میں متعدد ممالک کے حکمرانوں کے القاب جیسے خاقان، قیصر، تبع، قیل، بطلیموس، فطیون کا خراد ازید (خرادادیہ اصل میں) جالوت، نمرود، دھمان، مغفور، غانہ، فرعون، عزیز، مقوقس، کسریٰ، اخشید، نعمان، جالوت کا ذکر کیا ہے اور کفار کے وفد اور اسلام و

وفات نجاشی کا حوالہ دیا ہے (۲۲-۲۱)۔اسی سے متصل قبر پر نماز جنازہ کے فقہی حکم کو سہیلی کے حوالہ سے ایک مختصر فصل میں بیان کیا ہے (۲۲)۔

اسلام عمر بن خطاب کا واقعہ ابونعیم، حاکم کے حوالہ سے اور خاص دعائے نبوی کے ضمن میں ذکر کر کے بعض صحابہ کرام کی ولادت، حرب حاطب بن قیس (نصاریٰ کے دو قبیلوں اوس وخزرج کے درمیان) قبائل میں اسلام کی اشاعت، مقاطعہ اور صحیفۂ مقاطعہ کا ذکر ابن سعد کے حوالہ سے ہے (۲۳)۔قصہ غرانیق کا ذکر ''شیطان کے القاء درامنیت نبوی'' کے عنوان کے تحت کیا ہے اور اس میں مہاجرین حبشہ کی واپسی وغیرہ کا ذکر الکلبی کے حوالہ سے ہے (۲۴-۲۳) اور پھر حبشہ کی دوسری ہجرت اور ہجرت کے ارادۂ ابوبکر صدیق اور مقاطعہ کے خاتمہ کا ذکر ہجرت حبشہ ثانیہ کے تحت کیا ہے (۲۴)۔
حضرت طفیل دوسی کے قبول اسلام کا واقعہ ذرا تفصیل سے الگ فصل میں بیان کیا ہے اور اسی میں ابن اسحاق وغیرہ کے حوالہ سے اعمش میمون کے ارادۂ قبول اسلام کا ذکر کیا ہے اور اس کو غلط روایت بتا کر اصبہانی کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے پھر نجران کے نصاریٰ کے قبول اسلام کا ذکر ہے (۲۵-۲۴)۔مختصر فصل میں ابوطالب کی وفات کا ذکر ہے جس میں ابن الجزاء کا حوالہ ہے (۲۵) اسی سے متصل دوسری فصل میں حضرت خدیجہ کی وفات کا ذکر ہے جس میں تاریخ / سنہ وفات کا اختلاف اور صاعد کا حوالہ بھی ہے (۲۶)۔اس کے بعد حضرت سودہ سے آپ کی شادی کا ذکر ہے جو ابن عقیل کے حوالہ سے کیا ہے (۲۶)۔اگلی فصل سفر طائف کے لیے خاص ہے جس کے آخر میں قدوم الجن کا ذکر ہے (۲۶)۔

قصۃ الاسراء نسبتاً زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔اس میں قاضی عیاض، جوینی، ابن قتیبہ، واقدی، ابن فارس العماری کے حوالے ہیں۔حافظ مغلطائی نے اسراء کو بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ ہونے اور کئی بار ہونے کے مسلک کو نہ صرف صحیح قرار دیا ہے بلکہ رویت باری تعالیٰ کا بھی اثبات کیا ہے (۲۸-۲۷)۔پھر حبس شمس کے معجزہ کا ذکر کیا ہے اور اس میں ابن اسحاق کی روایت پر نقد کے ساتھ طحاوی، عیاض، ابوبکر خطیب اور واقدی کے حوالے دیئے ہیں۔مؤخر الذکر کا ذکر تین سال خفیہ تبلیغ کے زمانے اور چوتھے سال اعلان دعوت کے حوالے سے ہے (۲۸)، اس سے متصل مختصر فصل میں ہر سال عکاظ وذوالمجاز وغیرہ میں مواسم حج کے دوران آپ کے تبلیغی دوروں کا ذکر کیا ہے اور بعض عرب قبائل کا حوالہ دیا ہے۔(۲۹-۲۸)۔

''الانصار رضی اللہ عنہم'' کے عنوان کے تحت ان کے لقب اسلامی کی وجہ تسمیہ، ان کے عرب نسب، اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس کی سبقت اسلام، دوسرے سال چھ/ آٹھ انصار کے قبول اسلام، جنگ بعاث، مسجد بن زریق اولین مسجد اسلام، بارہ مسلمانوں کی ملاقات/ بیعت عقبہ اولیٰ کے شرکاء اور اس کی شرائط کا ذکر ہے (۳۰-۲۹)۔ مدینہ میں ظہور اسلام کے تحت اس واقعہ کا ذکر ہے پھر حضرت مصعب المقری کی تقرری کا ذکر الگ فصل میں کیا ہے اور اس میں بیعت عقبہ ثانیہ کا بھی ذکر ہے (۳۰)۔ اگلی فصل اولین آیت قتال کے لیے خاص ہے (۳۱-۳۰)۔ پھر ہجرت صحابہ کی فصل ہے (۳۲-۳۱) اور اس میں ہجرت نبوی کا پیش خیمہ بھی مذکور ہے۔ آپ کی ہجرت مدینہ کے لیے خاص فصل قائم کی ہے جو نسبتاً زیادہ مفصل ہے۔ تاریخ ہجرت کے ضمن میں خوارزمی کا، غار ثور میں قیام کے ضمن میں سہیلی کا ذکر ہے اور حضرت ام معبد کے حوالہ سے چند اشعار بھی مذکور ہیں۔ حضرت ام معبد کے شوہر کے نام کے بارے میں سہیلی کا بیان ہے کہ وہ غیر معلوم ہے مگر عسکری کے حوالہ سے ان کا نام اکثم بن ابی الجون بتایا ہے۔ اس میں حضرت ام معبد کے ذکر شمائل کا کچھ حصہ بھی منقول ہے۔ خاتمہ سراقہ کے تعاقب پر ہوتا ہے اور اس پورے واقعہ پر حضرت ابوبکر کے چودہ اشعار نقل کرنے کے بعد ابوجہل اور حضرت سراقہ کے بالترتیب دو اور چار اشعار نقل کئے ہیں۔ حافظ مغلطائی نے حضرت حی بن ضمرہ الجندعی کے مکہ سے ہجرت کے واقعہ کو آیت قرآنی ''ومن یخرج من بیته مهاجراً الخ'' کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور بعض مہاجرین کے روکے جانے کا حوالہ بھی دیا ہے (۳۵-۳۲)۔ حضرت علی کی ہجرت کا ذکر ایک الگ فصل میں کرنے کے بعد تاریخ ہجرت کا مختصر حوالہ دیا ہے (۳۶-۳۵)۔

قباء میں نزول نبوی اگلا مبحث ہے جس میں متعدد تاریخوں کا ذکر دولابی کے حوالہ سے، تعمیر مسجد قباء اور سفر قباء کا برقی، ابن الکلبی اور ابن جزار کے حوالہ سے کیا ہے (۳۶)۔ اس میں دونوں مؤخر الذکر پر نقد بھی ہے۔ مدینہ میں ورود مسعود کا ذکر، قیامگاہ نبوی اور حضرت ابوایوب کے گھر میزبانی کا ذکر کیا ہے اور اس فصل میں دولابی کا پھر حوالہ ہے (۳۷-۳۶)۔ اگلا عنوان اگرچہ ''مدینہ میں اولین کلمہ نبوی'' ہے لیکن اس میں حدیث ''افشو السلام الخ'' کے علاوہ بتوں کی شکست، خاندان رسالت اور خاندان ابی بکر کی ہجرت مدینہ، تعمیر مسجد نبوی تا خلافت عباسی، حضرت اسعد وغیرہ کی وفات کا ذکر ہے۔ مآخذ میں سہیلی اور ابن الجزار کا حوالہ ہے (۳۷)۔ کھجور کے تنہ کی گریہ وزاری اور منبر کی تعمیر کے عنوان

کے تحت ان دونوں واقعات کے علاوہ درجات منبر میں اضافے، سورج گرہن اور وبائے مدینہ کا بھی ذکر ہے (۳۸)۔ مدینہ سے وباء کی جلاوطنی کا ذکر الگ فصل میں کیا ہے (۳۸) اور اسی میں مواخاۃ اور یہود سے معاہدہ کا بھی ذکر ہے (۳۸) پھر حضرت عائشہ کی رخصتی کا بیان ہے (۳۸)۔ اس برس کے دوسرے واقعات میں ''رویۃ الاذان'' کے عنوان سے اذان کے شروع ہونے کا ذکر ہے (۳۹) پھر صلاۃ حضر میں اضافہ کا ذکر دولابی اور عام فقہاء کے حوالہ سے ہے (۳۹)۔ ''اخبار الیہود'' کے عنوان کے تحت ان کی عداوت وبغض اور ان کے معاندین کے اسماء کا ذکر ہے اور آغاز حضرت محمد بن مسلمہ کے ولادت سے کیا ہے (۴۰-۳۹) پھر منافقون کی فصل ہے (۴۰)۔

''تامیر الحمزۃ رضی اللہ عنہ'' کے عنوان سے اولین سریہ اسلام کا ذکر کیا ہے اور اسی کے ساتھ باب غزوات وسرایا کھلتا ہے۔ سرایائے عبیدہ، سعد بن ابی وقاص (ابن اسحاق، ابن عبدالبر، ابن حزم)، غزوۃ الابواء، غزوۂ بواط، غزوۂ عسفان (بدرالاولیٰ/ ابن اسحاق، ابن حزم)، غزوۂ ذات العشیرہ کا ذکر کرکے حضرت عبداللہ بن جحش کے سریہ کے لیے خاص فصل قائم کی ہے (۴۲-۴۰) جو نسبتاً زیادہ مفصل ہے۔ تحویل قبلہ، فرضیت صیام رمضان، زکوٰۃ فطر وزکوٰۃ الاموال کی مجموعی فصل میں ان چار دینی امور کے علاوہ ابن الجزار کے حوالہ سے اسعد بن زرارہ، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ کی وفات اور زیاد بن ابیہ وغیرہ کی ولادت کا ذکر کرنے کے بعد زیادہ ذکر غزوۂ بدر کبریٰ کا ہے اور اس میں ابن اسحاق، ابن سعد، موسیٰ بن عقبہ اور ابن حبان کے حوالہ سے صرف چند اہم واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور حضرت رقیہ کی وفات کے عنوان کے تحت اسیران بدر کے فدیہ کی شرح بیان کی ہے (۴۴-۴۳)۔ سریۂ عمیر کے تحت عصماء بنت مروان کے قتل کے واقعہ کے علاوہ آپ کے بعض جوامع الکلم کو جمع کر دیا ہے (۴۵-۴۴)۔ پھر صلاۃ الفطر کی سرخی کے تحت اولین نماز عیدالفطر، غزوۂ قرقرۃ/ قرارۃ الکدر/ بحران کا ذکر کیا ہے اور اس کی تاریخ کی بابت ابن سعد کا حوالہ دیا ہے (۴۵)۔

اگلے غزوات وسرایا اور اہم واقعات کو حافظ مغلطائی نے اس ترتیب سے بیان کیا ہے: سریہ سالم، غزوۂ بنی قینقاع (حاکم پر نقد) (۴۶)، غزوۃ السویق (۴۷-۴۶)، وفات عثمان بن مظعون، تزویج فاطمہؓ، ولادت ابن الزبیر ونعمان بن بشیر، سریہ محمد بن مسلمہ، قتل کعب بن الاشرف (۴۷)، غزوۂ غطفان (ابن اسحاق، حاکم - زیادہ زور واقعہ ثمود/ خطیب پر نقد) (۴۸-۴۷)، سریہ زید/ قردہ - ابن

اسحاق)، تزویج حضرت حفصہ (۴۸)، تزویج حضرت زینب بنت خزیمہ (۴۹)، غزوۂ احد (۴۹)، آپ کی جبین منور کا زخمی ہونا (۵۰) جس میں ثابت قدم صحابہ کرام، ان کی شجاعت کے علاوہ شہداء کا تذکرہ ہے پھر شہداء پر بلا غسل نماز جنازہ پڑھنے کی فصل ہے (۵۱-۵۰) جو بحوالہ کامل ابن عدی، بیہقی، نسائی، ابن اسحاق، واقدی ہے، اس میں حافظ مغلطائی کا محاکمہ بھی ہے، غزوۂ حمراء الاسد جس میں ولادت حسن اور تحریم خمر کا بھی حوالہ ہے (۵۱)، سریہ ابی سلمہ / ابوعبیدہ البکری کا حوالہ (۵۱)، سریہ عبداللہ بن انیس (۵۲-۵۱)، سریہ المنذر / بئر معونہ (۵۲)، سریہ مرثد / رجیع (۵۲)، غزوۂ بنی النضیر (۵۳)، غزوۂ بدر الصغریٰ (۵۳) غزوۂ ذات الرقاع (۵۳-۵۴/ بحوالہ بخاری، داؤدی جس میں اہل سیر کے اجماع سے امام بخاری پر نقد ہے اور غزوۂ نجد کا بھی، غزوۂ دومۃ الجندل (۵۴)، جس میں عیینہ بن حصن فزاری سے معاہدہ اور ان کا مدینہ ورود، حضرت عثمان و رقیہ کے فرزند عبداللہ کی وفات، حضرت عائشہ کی والدہ (ام عائشہ) کی وفات کے علاوہ حضرت مروان بن الحکم کی ولادت کا بھی حوالہ ہے (۵۴)۔ بالترتیب حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش کی شادیوں کی دو فصلوں (۵۵) کے ساتھ آیت حجاب کے نزول، حضرت زید کی تعلیم کتاب یہود، یہودی زناکاروں کے رجم، صلاۃ خسوف، مدینہ میں زلزلہ اور مسابقت خیل کا بھی حوالہ ہے۔

غزوۃ المریسیع کا ذکر نسبتاً مفصل ہے جو بخاری، موسیٰ ابن عقبہ کی تاریخوں کے حوالہ سے ہے اور اس میں واقعہ افک کا بھی صرف اشارہ ہے البتہ حضرت جویریہ کی شادی اور منافقین کی سازش کا حوالہ زیادہ ہے (۵۶-۵۵)، غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کا ایک ساتھ ایک فصل میں ذکر ہے (۵۷-۵۶) جس میں حضرت سعد کی تحکیم اور حضرت ابولبابہ کی توبہ کا زیادہ ذکر ہے۔ پھر مختصراً حضرت ریحانہ کا ذکر کیا ہے اور فرضیت حج کی تاریخوں میں علماء کی ترجیح کا (۵ھ) (۵۷)۔ اس کے بعد کے عناوین و مباحث ہیں: سریہ محمد بن مسلمہ / قرطاء (۵۸-۵۷)، غزوۂ بنی لحیان (۵۸)، غزوۃ الغابہ (۹-۵۹)، سریہ عکاشہ، سریہ محمد بن مسلمہ / ذوالقصہ (۵۹)، سرایائے زید / جموم، عیص، الطرف، حسمیٰ، وادی القریٰ (۶۰-۶۰)، سریہ عبداللہ بن عتیک، سریہ عبداللہ بن رواحہ / اسیر بن رازم، سریہ کرز بن جابر / عرینہ، جس میں ابن قتیبہ کی روایت بھی ہے اور حافظ مغلطائی کا تبصرہ بھی (۶۱)، سریہ عمرو الضمری (۶۲)، غزوۃ الحدیبیہ (۶۳-۶۲) جس کے آخر میں سورج گرہن اور نماز استسقاء وغیرہ کا بھی حوالہ ہے، غزوۂ خیبر

بحوالہ ابن اسحاق، تحریم حمار کے بارے میں تاریخ کا اختلاف، نماز فجر کی قضا اور بیہقی کا قول، حضرت صفیہ سے شادی اور فتح فدک کا بھی ذکر ہے (۶۴-۶۳) پھر فتح وادی القریٰ کی فصل ہے (۶۴)، پھر بالترتیب سرایائے ابوبکر/نجد، بشیر/فدک، غالب/میفعہ، بشیر/یمن و جبار اور اسی میں غزوۃ القضاء کا حوالہ ہے (۶۵)۔ حضرت میمونہ سے شادی کی فصل الگ ہے (۶۶) جس کے بعد بالترتیب یہ سرایا ہیں: سریہ الاخرم/ابن ابی العوجاء/بنی سلیم (۶۶)، سریہ غالب/بنو الملوح، سریہ غالب/فدک، سریہ شجاع/ السی، سریہ کعب، ذات اطلاح (۶۷)، غزوۂ موتہ (۶۸-۶۷)، سریہ عمرو بن العاص/ ذات السلاسل (۶۸)، سریہ ابوعبیدہ/الخبط (۶۹-۶۸)، سریہ ابی قتادہ/محارب/نجد (۶۹)۔

فتح مکۃ المشرفہ کا بیان نسبتاً مفصل ہے (۷۱-۶۹)۔ اس میں ابن حزم، شافعی، ابوحنیفہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، الاکلیل کے حوالوں کے علاوہ فاطمہ مخزومی کے چوری کے واقعہ اور اصنام عرب کو توڑنے کی مہموں کا بھی مختصر حوالہ ہے۔ پھر سریہ خالد بن الولید/بنی خزیمہ اور سریہ علی بخاری کے حوالہ سے ہے اور اسی میں غزوۂ حنین کا ذکر بھی ہے اور حوالے اکلیل کے ہیں اور خاتمہ غزوۂ اوطاس اور اسیران حنین میں حضرت شیماء وغیرہ رضاعی رشتہ داروں کی شمولیت پر ہوا ہے (۷۲-۷۱)۔ پھر سریہ طفیل کی مختصر فصل کے بعد (۷۳-۷۲) غزوۂ طائف کا نسبتاً زیادہ ذکر ہے (۷۴-۷۱)۔ اس میں متعدد دوسری سرایا اور غزوات اور واقعات کا حوالہ ہے جیسے مؤذنین نبوی، طلاق سودہ کا ارادہ اور اس کا فسخ، مجوس ہجر سے طلب جزیہ، منبر کی تعمیر، مصدقین وعمال کی تقرری، وفد بنی تمیم کی آمد، صدقات بنی المصطلق پر حضرت ولید بن عقبہ کی تقرری، سریہ عبداللہ بن عوسجہ کے حوالہ سے بددعائے نبوی کا واقعہ وغیرہ۔ پھر چند سرایا کا ذکر ہے جیسے سریہ قطبہ/خثعم (۷۴)، سریہ علقمہ/حبشہ سریہ علی/فلس، سریہ عکاشہ/جناب (۷۵)، غزوۂ تبوک (۷۶-۷۵) جس میں صرف ابتداء غزوہ کا ذکر ہے پھر انفاق عثمان رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت باقی واقعات مذکور ہیں (۷۸-۷۶)۔ اس میں ابن عبدالبر، اکلیل، ابن سعد، ابوزرعہ وغیرہ کا حوالہ ہے اور اکیدر کے خلاف سریہ خالد اور اہل ایلہ سے طلب جزیہ کا بھی حوالہ ہے۔ پھر مسجد ضرار کی شکست وریخت کا ذکر کر کے متعدد وفود عرب کی آمد کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس میں حج ابی بکر صدیق، انتقال عبداللہ بن ابی، ایلاء، واقعہ لعان، جہاد کے انقطاع وغیرہ پر بھی مختصر بحث ہے پھر دو مختصر سرخیوں کے تحت سریہ علی/یمن اور اسی میں حجۃ الوداع کا حوالہ ہے اور سریہ اسامہ کا بھی حوالہ ہے (۷۸)۔ حجۃ الوداع کے

ضمن میں ابن الجزار، ابن حزم اور بیہقی کے حوالے ہیں۔ آپ کی بیماری اور وفات پر دو الگ الگ فصلیں ہیں (۸۱-۷۹) اور ان میں متعلقہ واقعات کا ذکر ہے خاص کر موٴخر الذکر میں آپ کی تاریخ وفات وغیرہ کے سلسلہ میں الکلبی، ابومخنف، سہیلی، طبری، بیہقی، واقدی، خوارزمی، معتمر بن سلیمان، حاکم، اکلیل، بخاری، مسلم، ابوحاتم، تاریخ ابن عساکر، کتاب ابن شبہ وغیرہ کے حوالے ہیں۔

حافظ مغلطائی نے اس کے بعد متعلقات سیرت کی فصول بیان کی ہیں، جیسے خدام نبوی (۸۲) اس میں غلام وآزاد دونوں شامل ہیں، موالی نبوی (۸۳-۸۲، اماء نبوی، باندیاں)۔ اسی عنوان کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیل، بغال، حمیر، لقاح اور غنم کا ذکر ہے (۸۴)، پھر لباس وملبوسات کا ذکر ہے اور اس میں برتن وغیرہ کا بھی حوالہ ہے (۸۵-۸۴)، خاتم نبوی کا ذکر اس کے بعد ہے (۸۵) پھر کتاب (کاتبین کرام) کی فہرست ہے (۸۵)۔

ایک فصل ان ازواج مطہرات کے لیے خاص قائم کی ہے جن سے نکاح کی تمام رسوم وآداب مکمل نہیں ہوئے (۸۶)، اگلی فصل اخلاق نبوی پر ہے جس میں متعدد احادیث کا ذکر ہے (۸۸-۸۶)۔ پھر فضائل کی فصل میں انشقاق قمر، عطائے کوثر، کسریٰ وقیصر پر فتح وغیرہ کی پیشگوئیوں اور عطایائے الٰہی جیسے لواء الحمد، احیاء موتیٰ، معراج وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۸۹-۸۸)۔ اس کے بعد آپ کے معجزات کی فصل ہے (۹۲-۹۰)۔ اس سے متصل آپ کے خصائص کی فصل ہے جس میں واجباتِ نماز ضحیٰ، قربانی، وتر، تہجد، مسواک، مشاورت وغیرہ کا اوّل قسم میں ذکر کیا ہے اور پھر تین مزید اقسام کی ہیں جن میں محرمات، مباحات اور آپ کی ذاتی اور منفرد خصوصیات جیسے ازواج مطہرات کا امہات المومنین ہونا، آپ کا خاتم النبیین کا عہدہ عظیم، کتاب الٰہی قرآن کا معجز ہونا، رعب داب اور جلال وہیبت کے ذریعہ نصرت الٰہی، سید ولد آدم ہونا وغیرہ مذکور ہے (۹۴-۹۲) اور اسی پر حافظ مغلطائی کی سیرت نبوی کا حصہ تمام ہوتا ہے۔

اس کے بعد ابتداء تاریخ اسلامی کے عنوان سے اپنے مآخذ بیان کئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق سے آخر میں عباسی خلیفہ مستعصم تک مختصر تاریخ خلیفہ وار بیان کی ہے اور خاتمہ ہلاکو خاں پر کیا ہے۔ خاتمہ طبع پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے (۱۱۹-۹۴)۔

# امام ابن کثیر

(۷۷۴-۷۰۱ھ/۱۳۷۳-۱۳۰۱ء)

سیرت نگاری کے اہم رجحانات میں سے ایک اہم رجحان یہ رہا ہے کہ سیرت نبوی کے باب کو تاریخ اسلامی کا باب بنا دیا جاتا ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ اسلامی تاریخ کا آغاز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہوتا ہے اور کسی کی سیرت تاریخ کا باب و جزو ہو نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تاریخ کا لازمی حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی تاریخ اسلامی کے تمام مسلم اور غیر مسلم مؤرخین نے، خواہ ان کا تعلق قدیم ادوار سے ہو یا جدید عہد سے، سیرت نبوی پر ضرور لکھا ہے، چاہے وہ مختصر ہی ہو۔

حافظ ابن کثیر عالمی تاریخ اسلامی کی تحریر و نگارش میں نمایاں مقام اور بلند منزلت کے حامل ہیں۔ ان کی کتاب البدایۃ والنہایۃ اس شاخِ علم کا بہترین ثمر ہے اور اس میں سیرت نبوی کا باب بہت ہی مفصل و مدلل ہے۔ اسی بنا پر بعد کے محققین نے اس کو الگ کتابی صورت میں بطور ایک آزاد تالیف کے چھاپ دیا ہے۔ مزید برآں حافظ ابن کثیر سیرت نگاری کے ایک دوسرے رجحان کے بھی عظیم نمائندے ہیں کہ انھوں نے سیرت نبوی پر ایک مختصر کتاب الفصول فی سیرۃ الرسول بھی ایک خاص زاویۂ قلم سے لکھی ہے۔ ان کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی ہے کہ ان کی کتاب سیرت۔ مفصل و مختصر دونوں۔ سیرت وحدیث دونوں کے مآخذ کی جامع ہیں۔ اور ایسا بالعموم محدثین کرام کی کتب سیرت میں ہوتا ہے جبکہ مؤرخین واہل سیر بالعموم حدیث کے ذخیرہ سے کم استفادہ کرتے ہیں یا بالکل نہیں کرتے۔ ان کے بالمقابل محدثین عظام کی تربیت و تعلیم حدیث اور پیشہ ورانہ مہارت ان کو حدیث کی روایات استعمال کرنے پر مجبور کر دیتی ہے چاہے وہ سیرت نبوی کا باب خاص ہو یا تاریخ اسلامی کا معاملہ عام۔

ان اہم رجحانات کے دوش بدوش حافظ ابن کثیر کے ہاں ایک اور اہم سیرتی یا سیرت نگاری کا رجحان بھی پایا جاتا ہے جو بالعموم مؤرخین، سیرت نگاروں اور محدثین جمیع اہل سیر کے ہاں مفقود ہوتا ہے اور وہ ہے شمائل نبوی کی نگارش کا رجحان۔ حافظ ابن کثیر ان نادرۂ روزگار سیرت نگاروں میں سرِ فہرست ہیں

جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل پر بھی ایک مستقل تالیف کی ہے جو بالعموم ان کی کتاب سیرت کا ضمیمہ بنادی جاتی ہے۔ ابن کی کتاب شمائل چار اہم اجزاء نبوت۔ شمائل، دلائل، فضائل اور خصائص۔ پر مبنی ہے۔ بحیثیت مجموعی حافظ ابن کثیر کثیر الجہات سیرت نگار اور متاخرین میں عظیم ترین ہیں۔

## نام ونسب

سیرت نگار ابن کثیر عربوں کی ایک روایت عام کے مطابق اپنے دادا جان کے نام سے مشہور ہوئے کہ ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے، ورنہ ان کا اصل اسم گرامی اسمٰعیل ہے، ان کی کنیت ابوالفداء اور لقب عماد الدین ہے۔ ان کے والد ماجد کا نام عمر اور سلسلہ نسب تھا: اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر قرشی بصری دمشقی۔ خود حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ وہ قرشی اس لئے لکھتے تھے کہ ان کے والد ماجد بنو حصلہ سے تھے۔ اسمٰعیل دراصل ان کے سب سے بڑے سوتیلے بھائی کا نام تھا لیکن ان کا ایک حادثہ میں بچپن ہی میں انتقال ہوگیا اور اس کے بعد جب حافظ موصوف پیدا ہوئے تو ان کا نام بڑے بھائی کے نام پر رکھ دیا گیا اور اس طرح ان کے والد گرامی کے فرزند اکبر اور فرزند اصغر دونوں کا نام اسمٰعیل تھا۔

## ولادت

حافظ ابن کثیر کے سوانح نگاروں کا ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیوطی، طاش کبریٰ زادہ، ابن العماد اور ابن الآلوسی نے ۷۰۰ھ بتائی ہے تو حسینی، ابن قاضی شہبہ، ابن تغری بردی، نعیمی، شوکانی، ابن ناصر الدین نے ۷۰۴ھ، جبکہ ذہبی اور ابن حجر وغیرہ نے کسی خاص سنہ کی تعیین نہیں کی ہے۔ بہر حال حافظ موصوف نے خود واضح کیا ہے کہ وہ ۷۰۱ھ/۱۳۰۱ء میں پیدا ہوئے تھے لیکن ماہ ویوم اور تاریخ کی تعیین نہ تو حافظ موصوف نے کی ہے اور نہ ان کے قدیم وجدید سوانح نگاروں نے۔
ان کا مقام ولادت البتہ متعین طور سے اور بلا اختلاف قدماء شرقی بصریٰ بتایا گیا ہے جو دمشق کا ایک گاؤں تھا۔ وہاں ان کے والد ماجد مدتوں خطیب وامام رہے اور وہیں بالآخر انھوں نے وفات پائی اور ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء میں، جب ابن کثیر کی عمر چھ سال تھی، ان کا خاندان منتقل ہوکر دمشق میں بس گیا۔
ان کے والد گرامی شہاب الدین ابوحفص عمر بن کثیر (۶۴۰-۷۰۳ھ) مغربی بصریٰ کے ایک

گاؤں شرکوین کے باسی تھے۔ بعد میں وہ بصریٰ میں بس گئے جہاں انھوں نے فقہ حنفی، نحو ولغت اور ادب وشعر کی تعلیم پائی۔ وہ خود بھی عالم وفاضل بن گئے۔ پہلے حنفی تھے پھر شافعی ہو گئے۔ انہوں نے امام نووی (۶۳۱-۶۷۷ھ) اور تقی الدین الغزالی سے تعلیم پائی۔ پھر مدرس بنے اور خطیب کا منصب کئی گاؤوں میں سنبھالا۔ چونکہ ان کا جلدی انتقال ہو گیا تھا اس لئے ابن کثیر کی تعلیم وتربیت کا فریضہ ان کے دوسرے افراد خاندان نے انجام دیا۔ البتہ ان کے اسماء گرامی کے بارے میں ہماری معلومات کافی ناقص ہیں۔

## تعلیم وتربیت

بہر حال ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت کا کام ان کے برادر اکبر عبدالوہاب نے انجام دیا۔ انہوں نے ۷۱۱ھ میں دس سال کی عمر میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی الحسن بعلبکی حنبلی (م ۷۳۰ھ) سے قرآن کریم پڑھا اور حفظ کیا۔ پھر شیخ محمد بن جعفر فرعوش (م ۷۴۴ھ) سے قراءت کا علم حاصل کیا اور ان کے علاوہ کئی دوسرے شیوخ سے بھی علم قراءت پایا۔ انھوں نے فن کتابت شیخ ابن البصیص (م ۷۱۶ھ) سے اور علم نحو شیخ عبداللہ الزربندی (م ۷۲۳ھ) سے سیکھا۔ اعلیٰ تعلیم میں فقہ شیخ برہان الدین فزاری اور کمال الدین بن قاضی شہبہ سے، علم اصول شیخ اصفہانی وغیرہ سے حاصل کیا۔ ان کے شیوخ حدیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں شیخ ابوالحسن علی بن محمد (۶۴۹-۷۲۹ھ) سے موطا امام مالک، شیخ ابن الشحنہ (۷۳۰-۷۲۴ھ) سے صحیح بخاری پڑھی۔ صحیح بخاری انھوں نے دوسرے شیوخ عبدالرحمٰن بن یوسف المزی (۶۵۴-۷۴۲ھ) سے بھی پڑھی تھی۔ پھر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث انھوں نے شیخ ابن الفرکاح (۶۶۰-۷۲۹ھ)، شیخ نجم الدین عسقلانی سے پڑھی اور موخر الذکر سے امام نسائی کی سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ کی بھی سماعت کی۔ اسی طرح سنن دارقطنی وغیرہ شیخ ابوزکریا یحییٰ بن اسحاق شیبانی (۶۴۴-۷۲۴)، سنن بیہقی شیخ محمد بن عمر صقلی (م ۷۲۵ھ) اور مسند شافعی شیخ علم الدین جاولی (۶۵۳-۷۴۵ھ) سے اور دوسری کتب حدیث دوسرے متعدد شیوخ بالخصوص امام ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) سے بھی پڑھیں اور امام موصوف سے بہت زیادہ اثر قبول کیا۔ ان کے دوسرے اساتذہ وشیوخ میں ابویعلیٰ حمزہ تمیمی دمشقی، جو ابن القلانسی کے نام سے معروف تھے، شیخ ابومحمد عبداللہ محمد نابلسی حنبلی اور شیخ ابوالقاسم بن ابی غالب وغیرہ شامل تھے۔ حافظ ابن کثیر نے اسی طرح متعدد شیوخ

وعلماء مصر و بغداد جیسے ابن الدوالیبی بغدادی (م ۷۲۸ھ)، ابوموسیٰ القرافی، ابوالفتح الدبوسی، یوسف الختنی وغیرہ سے اجازت حاصل کی۔ انھوں نے دمشق آنے والے متعدد علماء واکابر جیسے شیخ مسعود بن محمد کرمانی حنفی، شیخ ابوبکر بن شرف صالحی، شیخ شہاب مقدسی وغیرہ سے بھی خاصا استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے تحصیل علم اور طلب فن میں کئی سفر بھی کئے تھے۔ ان میں بیت المقدس، نابلس، بعلبک، قاہرہ وغیرہ کے خالص علمی اسفار کے علاوہ حرمین شریفین کا سفر حج بھی شامل تھا۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے علماء ومحدثین کے ساتھ سفر کیا تھا تو حرمین کے شیوخ اور علماء سے بھی استفادہ کیا تھا۔

## مشغلہ تدریس وتعلیم

حافظ ابن کثیر کے دور میں استادی کی شہنشاہیت، مدارس کی مشیخت اور قضاء کے مناصب کی مسابقت اہل علم وفضل کی علمی، مادی اور پیشہ ورانہ قدر ومنزلت کی پسندیدہ جولان گاہیں تھیں۔ ان میں کبھی کبھی معاصرین کے درمیان علمی چشمک اور معاصرانہ رقابت بھی پیدا ہوجاتی تھی۔ حافظ ابن کثیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کرلی تو تدریس کا مشغلہ اپنایا اور ظاہر ہے کہ اس علمی مشغلہ کے دوران ان کو بعض مراحل حزن ویاس سے گذرنا پڑا اور جن کے سبب ان کو بھی ابراہیم بن قیم الجوزیہ (۶۷-۷۲۶ھ) جیسے معاصرین ہم پیشہ سے معاصرانہ اور علمی رقابت ومنافست کا مزہ بھی چکھنا پڑا اور کمال الدین عمر بن عثمان معری (۸۳-۷۱۲ھ) جیسے بااثر اساتذہ وشیوخ کی مخالفت کی بنا پر مدرسہ اشرفیہ کی ملازمت وتدریس سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

انھوں نے مختلف مدارس ومراکز میں تدریسی خدمات انجام دیں اور کافی مدت تک بلکہ تاعمر انجام دیں۔ سب سے پہلے مدرسہ نجیبیہ میں جمعرات ۱۱رجمادی الاولیٰ ۷۳۶ھ کو اپنا اولین درس دیا۔ پھر مدرسہ فاضلیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسوقت تک ان کی علمی شہرت اور تدریسی منزلت قائم ہوچکی تھی لہٰذا ۷۴۸ھ میں امام ذہبی کی وفات (۷۴۸ھ) کے بعد وہ دو ہفتوں کے لئے مدرسہ صالحیہ کے شیخ الحدیث بنے اور امام ذہبی کے بعد ہی وہ نائب شام سیف الدین تنکیز کے قائم کردہ دارالقرآن والحدیث التنکیز یہ کے اور دارالحدیث الاشرفیہ الجوزیہ کے شیخ الحدیث غالباً ۷۵۶ھ میں بنے۔ حافظ موصوف نے جامع اموی میں ۷۶۷ھ کے دوران درس تفسیر بھی دیا۔ وہ مختلف امتحانوں کے ممتحن اور صدر بھی رہے۔

ان کے حلقہ ہائے درس اور خطبات کے دوران علماء و مشائخ کی بڑی تعداد طلبہ و تلامذہ کے دوش بدوش جمع ہوتی تھی۔ حافظ موصوف نے زیادہ تر حدیث و قرآن کے موضوعات پر درس دئے کہ وہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ ان کے تلامذہ اور مستفید ہونے والوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ لیکن سوانح نگاران ابن کثیر ان تلامذہ کے بارے میں بہت کم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ بہر حال ان کے تلامذہ اور شاگردانِ رشید میں ابن الیونانیہ محمد بن علی الیونینی (۹۳-۷۰۷ھ)، ابن سند، محمد بن موسیٰ اللخمی، یحییٰ بن یوسف الرجبی (۹۴-۷۱۵ھ) بدرالدین محمد زرکشی (۹۴-۷۴۵ھ)، ابن عنقہ البسکری (م۸۰۴ھ)، سعد النواوی (۸۰۵-۷۲۹ھ)، ابن الحریری السلاوی (۸۱۳-۷۳۸ھ)، علی الردماوی (۸۱۳-۷۴۸ھ)، ابن الحسبانی (۸۱۵-۷۴۹ھ)، مسعود الانطاکی (م۸۱۵ھ)، ابن حجی السعدی (۸۱۶-۷۵۱ھ)، محمد الحبتی (۸۲۵-۷۵۴ھ)، امام قراءت ابن الجزری (۸۳۳-۷۵۱ھ)، عبدالعزیز بن عثمان تبریزی کے علاوہ بعض دوسرے اکابر کے نام بھی گنائے جاتے ہیں جیسے ابوالمحاسن حسینی، تقی الدین مقریزی اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ لیکن ان کے بارے میں پروفیسر مسعود الرحمٰن خان ندوی کا خیال صحیح ہے کہ وہ ابن کثیر کے تلامذہ میں نہ تھے۔ بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ حافظ ابن کثیر کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی خواہ ان کا ذکر ملے یا نہ ملے اور ان میں سے متعدد اکابر اہل علم تھے۔

## تصانیف ابن کثیر

پروفیسر ندوی موصوف نے حافظ ابن کثیر کی تالیفات پر بہت مفصل و مدلل بحث کی ہے کہ انھوں نے ضخیم کتابیں، متوسط تصانیف اور مختصر رسائل تفسیر وحدیث، فقہ وسیرت اور تاریخ وغیرہ کے متعدد موضوعات پر تصنیف کئے، ان کی کل معلوم تصانیف کی تعداد چونتیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے متعدد کئی کئی ہزار اوراق پر مبنی ہیں اور بعض چند صفحات کی ہیں۔ حافظ موصوف کو تصنیف و تالیف سے انتہائی شغف تھا اس لئے وہ دن رات لکھا کرتے تھے خاص طور سے راتوں کی تاریکی میں چراغوں کی معمولی روشنی میں اور ان کی لو بھڑکتی رہتی مگر ان کو خبر نہ ہوتی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی۔

تصنیف و تالیف کا شوق لڑکپن ہی میں پیدا ہوگیا تھا جس کے سبب انھوں نے کتاب الاحکام علی ابواب التنبیہ لکھ ڈالی اور جب ان کے شیخ فزاری کو اس کا علم ہوا تو ان کو خوشگوار

حیرت ہوئی اور انھوں نے ابن کثیر کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ غالباً بیس سال کی عمر خام ہی سے ان کا رہوار قلم تیزی سے چلنے لگا تھا اور پھر یہ سلسلہ تالیف وتصنیف تا آخر جاری رہا۔ متعدد سوانح نگاروں نے تصانیف کی تعداد مختلف بتائی ہے لیکن سب سے زیادہ کی تحقیق پروفیسر ندوی موصوف کی ہے اور انھوں نے ابن کثیر کی کتابوں کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے: (۱) مطبوعہ کتب (۲) مخطوطات اور (۳) گمشدہ تصانیف اور اسی طرح ان کی درجہ بندی کے ساتھ ان کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اس کا خلاصہ ترتیب وار ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

## (الف) مطبوعہ کتب

(۱) **تفسیر القرآن العظیم:** جو تفسیر ماثور کی عظیم ترین تفاسیر میں ہے اور چار جلدوں میں مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی قاہرہ اور دوسرے مراکز سے چھپی ہے۔ علماء تفسیر کے نزدیک انتہائی مقبول اور متداول ہے اور بہترین تفسیر شمار کی جاتی ہے۔ اس کے کئی خلاصے بھی کیے گئے جن میں ان کے شاگرد ابن الیونانیہ اور عفیف الدین کازرونی کی تلخیصات شامل ہیں۔ جدید زمانے میں شیخ احمد محمد شاکر (م ۱۹۵۸ء) نے ایک اہم تلخیص عمدة التفسیر کے عنوان سے چھاپی ہے۔ ابن کثیر کی تفسیر کا کامل اردو ترجمہ بھی پاکستان سے ۱۹۵۲ء میں چھپ چکا ہے۔

(۲) **فضائل القرآن:** جو تفسیر ابن کثیر کے طبع الحلبی کے اواخر میں بطور ضمیمہ شامل کر دی گئی ہے۔

(۳) **البدایة والنہایہ:** اسلام کی عالمی تاریخ پر دس جلدوں میں ضخیم کتاب ہے جو آٹھویں صدی ہجری کے خاتمہ تک اسلامی تاریخ بیان کرتی ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اور ان میں سب سے زیادہ متداول طباعت بھی ہے۔

(۴) **السیرة النبویہ:** حافظ ابن کثیر نے اپنی تصانیف میں بار بار یہ تصریح کی ہے کہ انھوں نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم اور ایک مختصر کتاب لکھی تھی۔ قدیم سوانح نگاروں اور مورخوں نے اُس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ مصطفیٰ عبدالواحد نے ایک السیرة النبویہ چار جلدوں میں قاہرہ سے شائع کر دی ہے اور صراحت کی ہے کہ وہ البدایہ والنہایہ کی اولین جلدوں پر مبنی ہے (مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۶۴ء)۔

(۵) **الفصول فی سیرۃ الرسول:** ابن کثیر کی مختصر سیرت نبوی ہے۔

(۶) **شمائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودلائل نبوتہ وفضائلہ وخصائصہ:** کو مصطفیٰ عبدالواحد نے ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے الگ شائع کر دیا ہے اگر چہ وہ سیرت نبویہ اور البدایہ والنہایہ کے ساتھ بطور ضمیمہ بھی چھپ چکی ہے۔

(۷) **سیرۃ عمر بن عبدالعزیز:** بھی چھپ چکی ہے۔

(۸) **اختصار علوم الحدیث لابن الصلاح:** اصطلاحات واصول حدیث پر امام ابن الصلاح کی عظیم کتاب کی تلخیص ہے اور مختلف ناموں سے چھپ چکی ہے۔ جدید ترین طباعت شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

(۹) **الاجتہاد فی طلب الجہاد:** جہاد کی فضیلت وضرورت پر مختصر رسالہ ہے۔ جمعیۃ النشر والتالیف الازہریہ قاہرہ ۱۹۲۸ء

(۱۰) **اخبار ہجوم الفرنج علی الاسکندریہ:** حافظ ابن کثیر کی ضخیم کتاب کی تلخیص ہے مطبوعہ قاہرہ (سنہ ومطبعہ کا علم نہیں ہوسکا)

(۱۱) **مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:** ولادت ورضاعت پر حافظ موصوف کی کتاب مختصر ہے۔ دارالکتاب الجدید بیروت ۱۹۶۱ء

## (ب) مخطوطات تالیف

(۱) **جامع المسانید والسنن:** تمام متداول مسانید وسنن پر حاوی کتاب حدیث ہے مگر بنیاد مسند احمد بن حنبل پر ہے۔ دوسرے مسانید وسنن کے بارے میں ابن الجزری، ابن حجر، سیوطی اور عبدالرزاق حمزہ وغیرہ کا اختلاف ہے لیکن اب یہ کتاب ۳۷/ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

(۲) **التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل:** جو دراصل شیخ مزی کی تہذیب الکمال پر مبنی اور دوسری کتب متعلقہ پر شامل ہے۔

(۳) **طبقات الشافعیہ:** شافعی علماء کے طبقات پر حافظ ابن کثیر کی مشہور کتاب جس کے مخطوطے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس کا ایک ذیل تکملہ عفیف الدین مطری (م ۷۶۵ھ) نے لکھا تھا اور اس سے سخاوی نے بہت استفادہ کیا تھا۔

## (ج) مفقود کتابیں

(۱) **الکواکب الدراری:** البدایہ والنہایہ کی تلخیص تھی۔

(۲-۳) **سیرۃ الصدیق والفاروق ومسندھما:** حضرات ابوبکر وعمر کی سیرت اوران کے مسانید تھے۔اور یہ دونوں الگ الگ کتابیں تھیں۔اول الذکر ایک جلد میں اور آخر الذکر دو جلدوں میں سیرت ومسند پر الگ الگ۔

(۴) **شرح البخاری:** جس کے متعدد حوالے البدایہ والنہایہ کے مختلف ابواب وفصول میں ملتے ہیں۔

(۵) **اختصار کتاب المدخل الی کتاب السنن للبیہقی:** امام بیہقی کی اصول حدیث پر کتاب کا اختصار۔

(۶) **کتاب المقدمات:** غالباً اصطلاحات حدیث پر کتاب تھی۔

(۷) **کتاب الاحکام الکبیر:** فقہ پر ضخیم کتاب تھی جو حج کے بیان تک مکمل ہوگئی تھی۔

(۸) **کتاب الاحکام الصغیر یا کتاب احکام التنبیہ:** فقہ پر کتاب مختصر تھی اور غالباً اولین تصنیف ابن کثیر تھی۔

(۹) **شرح التنبیہ لابی اسحٰق الشیرازی:** فقہ حدیث پر امام ابواسحاق شیرازی کی کتاب کی شرح تھی۔

(۱۰) **تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب:** ابن الحاجب کے مختصر میں مذکورہ احادیث کی تخریج کی تھی۔

(۱۱) **رسالۃ فی السماع:** مسئلہ سماع پر ابن کثیر کی بحث تھی۔

(۱۲) **سیرۃ منکلی بغا الشمسی:** مملوک سلطان ملک الناصر حسن (۶۲-۷۵۵ھ) کے غلام اور نائب سلطنت کی سیرت تھی۔

ان کے علاوہ پروفیسر ندوی حافظ ابن کثیر کی بعض مجہول تالیفات کا ذکر کرتے ہیں۔ان میں سے اہم ترین یہ تھے:

(۱) الحواشی علی زیادات مسلم ورِوایاته (۲) زواج ام سلمه من رسول الله صلی الله علیه وسلم وولایة الابن لامها فی عقد النکاح (۳)بطلان وضع الجزیه عن یهود خیبر (۴)بیع امهات الاولاد (۵)انکار رسول الله صلی الله علیه وسلم من الزواج من عزة بنت ابی سفیان (۶)جزء فی الأحادیث الواردة فی المهدی

(۷)جزء فی حدیث کفارۃ المجلس (۸)جزء فی الاحادیث الواردۃ فی قتل الکلاب (۹)ترجمہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۱۰) احادیث التوحید ورد الشرک۔

حافظ ابن کثیر کی تصانیف کے عمومی تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی متعدد کتابیں علوم قرآن، حدیث وفقہ اور سیرت پر تھیں اور سیرت کے موضوعات پر دو کامل کتابوں کے علاوہ ایک سالہ مولد/میلاد پر بھی مطبوعہ ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کم از کم تین اور کتابیں سیرتی موضوع سے متعلق تھیں جن میں سے دو کا تعلق ازواج مطہرات سے اور ایک کا یہود خیبر کے معاملہ سے تھا۔ بقیہ کتابوں میں حدیث وفقہ اور سوانح سے متعلق ان کی تصانیف ضائع ہوگئیں یا کتب خانوں میں مدفون ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ نقصان حدیث نبوی کی کتابوں کا ہوا ہے۔

## طریقۂ تالیف

حافظ ابن کثیر کی السیرۃ النبویہ اور دوسری تین چار کتابوں میں ہر ایک کا طریقہ تالیف اور انداز تحریر مختلف ہے۔ لیکن ان میں بعض خصوصیات مشترک بھی ہیں۔ بنیادی طور سے ان کے ہاں تین مضامین سیرت۔ سیرت وسوانح، شمائل وحلیہ اور دلائل ومعجزات۔ پائے جاتے ہیں۔ سیرت نبویہ کو انھوں نے سہولت کی غرض سے سات حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کو کتاب کا نام دیا ہے: (۱) کتاب المبعث (۲) کتاب المغازی (۳) کتاب البعوث (۴) کتاب الوفود (۵) کتاب حجۃ الوداع (۶) کتاب الشمائل (۷) کتاب الدلائل۔ اس کے بعد ہر کتاب کو متعدد ابواب، ان کی ضمنی فصول اور بہت سے ذیلی عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے۔ بایں ہمہ ان کی کتاب میں خلط مبحث، تکرار موضوع اور اطناب وتطویل کا سقم پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن کثیر نے طبری کے طریقہ تالیف کی پیروی کرتے ہوئے سیرت نبوی کے مکی واقعات کو موضوعاتی اعتبار سے تقسیم کر کے بیان کیا ہے، اور ہجرت کے بعد کے واقعات کو سنہ وار مرتب کیا ہے۔

کتاب الشمائل کو تین ابواب میں منقسم کیا ہے: اول حصہ میں آپ کے حلیہ اور جسمانی شمائل کا ذکر کیا ہے۔ دوسرے حصہ میں اخلاقی صفات وکمالات بیان کئے ہیں اور تیسرے حصہ میں عام اخلاق وعادات کا ذکر کیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب امام ترمذی کی شمائل کے انداز واسلوب پر مرتب کی گئی ہے۔

کتاب الدلائل میں اولین تقسیم معنوی اور حسی دلائل کی ہے پھر حسی دلائل کو مزید دو حصوں آسمانی اور زمینی دلائل کے ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ زمینی دلائل کے حصہ کو مزید دو ابواب حیوانی اور جماداتی دلائل میں تقسیم کیا ہے۔ آخر میں مزید تین ابواب آسمانی کتابوں میں صفات نبوی، پیشگوئیوں اور دوسرے انبیائے کرام کے معجزات سے مقابلہ سے متعلق ہیں۔

حافظ ابن کثیر کی **الفصول فی سیرۃ الرسول** دو حصوں میں منقسم ہے: اول سیرت وسوانح اور مغازی کا حصہ ہے اور دوسرا احوال وشمائل وخصائص کا۔ ایک طرح سے وہ مفصل وضخیم سیرت ابن کثیر کا خلاصہ ہے۔ اس مختصر کتاب میں بھی وہ متعدد مآخذ کا حوالہ دیتے ہیں۔ روایات واحادیث پر محاکمہ کرتے ہیں۔ تقابلی مطالعہ سے کام لیتے ہیں۔ صحیح روایات واخبار کی نشاندہی کرتے ہیں اور اپنے محاکمہ ومقابلہ میں توازن، تنقید اور معروضیت سے کام لیتے ہیں اور خوبصورت زبان واسلوب میں پیش کرتے ہیں۔

بطور سیرت نگار حافظ ابن کثیر کی عظیم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآنی، حدیثی اور سیرتی تمام دستیاب مآخذ ومصادر سے زیادہ سے زیادہ روایات جمع کرتے ہیں۔ سیرت ومغازی اور تاریخ کی کتابوں میں عروہ بن زبیر، زہری، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، یونس بن بکیر، ابن ہشام، سہیلی کی الروض الانف، واقدی کی کتاب المغازی، ابن سعد، سعید بن یحییٰ اموی وغیرہ سیرت نگاروں کے علاوہ سیف بن عمر تمیمی، ہیثم بن عدی، ابن عائذ دمشقی، خلیفہ بن خیاط، زبیر بن بکار، یعقوب فسوی، ابن ابی خیثمہ، امام نسائی، امام طبری، ابن حزم، خطیب بغدادی، قاضی عیاض، ابن عساکر وغیرہ کے حوالے کثرت سے دیئے ہیں۔ جبکہ شمائل کی کتابوں میں شمائل ترمذی اور کتب حدیث سے مدد لی ہے۔ دلائل کے حصہ میں ابوزرعہ رازی، قاسم بن ثابت عوفی، ابن شاہین، ابونعیم اصبہانی، امام بیہقی اور ابن حامد الفقیہ کی کتابوں کا بنیادی طور سے ذکر کیا ہے۔ متعدد دوسری کتابوں کے بھی حوالے آئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے سیرت میں متعدد تفاسیر کا بھی ذکر کیا ہے جیسے تفسیر السدی الکبیر، تفسیر عبدالرزاق، تفسیر بقی بن مخلد، تفسیر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن مردویہ، تفسیر الماوردی اور اپنی تفسیر القرآن العظیم۔ انھوں نے آسمانی کتب اور احادیث کے مجموعوں کا بھی خوب ذکر کیا ہے۔ مؤخر الذکر میں موطا امام مالک، صحاح بخاری ومسلم وابن خزیمہ وابن حبان کے علاوہ مستدرک حاکم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، دارمی، مراسیل ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل، اور دوسرے مسانید طیالسی، شافعی، ابن حمید، البزار، ابی یعلیٰ موصلی وغیرہ متعدد

کتابوں کا ذکر ہے۔ پھر انھوں نے تراجم اور نقد و جرح و تعدیل کی کتابوں سے بھی خوب استفادہ کیا ہے۔ اس طرح مآخذ ابن کثیر کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی دوسری خصوصیات میں ان کی علمی دیانت، تنقیدی تجزیہ و تحلیل، غیر جانبداری اور معروضیت اور شاندار ادبی اسلوب کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ ان کی علمی دیانت کا حال یہ ہے کہ وہ جو مواد جہاں سے لیتے ہیں اس کی نشاندہی ضرور کرتے ہیں۔ ابن کثیر کی سیرت نبوی اس لحاظ سے گذشتہ کتب سیرت اور متعلقہ سیرت کا ایک خزانہ ہے اور اس میں بہت سی ایسی کتابوں کے اقتباسات اور اجزاء محفوظ ہوگئے ہیں جو اب مفقود ہیں یا نایاب۔ سیرت کے باب میں وہ محض معلومات فراہم کرنے پر اکتفا نہیں کرتے یا جمع روایات کا کام ہی انجام نہیں دیتے بلکہ ان کی تحلیل و تنقیح بھی کرتے ہیں، ان پر محاکمہ اور نقد کرتے ہیں اور تجزیہ و تنقید کے بعد اصل اور صحیح بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کی غیر جانبداری اور معروضیت کے ضمن میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی بھی راوی، کتاب یا سیرت نگار کے طرفدار ہیں نہ مخالف۔ وہ صحیح مواد کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ مواد و روایات کی بنیاد پر کسی مؤلف و راوی کو قبول یا مسترد کرتے ہیں۔ موخر الذکر دونوں خصوصیات کے سبب ان کی کتاب سیرت کو تقابلی مطالعہ کہا جا سکتا ہے اور بجا طور سے وہ اس باب میں منفرد کتاب ہے۔ حافظ ابن کثیر کو ادب و شعر سے بھی حصہ وافر ملا تھا اس لئے ان کی زبان و بیان میں پختگی، حسن، سادگی اور دلنشینی ہے اور ان کے بعض اجزاء بہت ہی ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔

ان کی کتاب سیرت کو باوجود ضخامت و طوالت بہت مقبولیت ملی اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ وہ سیرتی ادب کا ایک عظیم ترین مرقع ہے۔

# مصادر و مراجع


ابن الآلوسی، خیرالدین نعمان — جلاء العینین فی محاکمة الاحمدین
مطبعہ المدنی ۱۹۶۱ء

ابن ایاس، محمد بن احمد الحنفی — بدائع الزهور ووقائع الدهور
المطبعہ الامیریہ بولاق مصر ۱۲-۱۳۱۱ھ

ابن تغری بردی — النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة
دارالکتب مصریہ قاہرہ ۵۷-۱۳۴۹ھ

ابن حجر عسقلانی — ابناء العمر بابناء الغمر حیدرآباد الدکن ۸-۱۳۸۷ھ
الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنه
حیدرآباد الدکن ۵۰-۱۳۴۸ھ

ابن شاکر الکتبی — فوات الوفیات مطبعہ السعادہ قاہرہ ۱۹۵۱ء

ابن العماد الحنبلی — شذرات الذهب فی اخبار من ذهب
مکتبہ القدسی مصر ۵۱-۱۳۵۰ھ

ابن فہد مکی — لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ للذهبی
مطبعہ توفیق دمشق ۱۳۴۷ھ

ابن قاضی شہید — طبقات الشافعیه حیدرآباد دکن

ابن کثیر — الاجتہاد، اختصار علوم الحدیث، البدایة والنهایة، تفسیر ابن کثیر، شمائل رسول اللہ ﷺ، السیرة النبویہ، الفصول فی سیرة الرسول، عمدة التفسیر، فضائل القرآن اور مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر محققین کے مقدمات وتراجم مؤلف

الحسینی ابوالمحاسن — ذیل تذکرة الحفاظ للذهبی
مطبعہ التوفیق دمشق ۱۳۴۷ھ

الداؤدی، محمد بن علی — ترجمة ابن کثیر من طبقات المفسرین

رسالۃ الاجتہاد میں قاہرہ ۱۳۴۷ھ

الزرکلی خیرالدین | الاعلام | مطبعہ کوستانسوماس بیروت ۸-۱۳۷۳ھ

سرکیس یوسف الیان | معجم المطبوعات العربیة والمعربة ۱۹۱۹ء

السبکی تاج الدین | طبقات الشافعية مطبعہ حسینیہ مصر ۱۹۲۴ء

السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن | الاعلان بالتوبيخ لمن ذم اهل التاريخ مطبعہ المعانی بغداد ۱۹۶۳ء

السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر | حسن المحاضرة مطبعہ ادارۃ الوطن مصر ۱۲۹۹ھ، ذیل طبقات الحفاظ للذہبی، مطبعہ توفیق مصر ۱۳۴۷ھ

الشوکانی، محمد بن علی | البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع مطبعہ السعادۃ قاہرہ ۱۳۴۸ھ

طاش کبری زادہ احمد بن مصطفیٰ | مفتاح السعادة ومصباح السيادة حیدرآباد دکن ۵۶-۱۳۲۸ھ

کحالہ، عمر رضا | معجم المؤلفين مطبعہ الترقی دمشق ۸۱-۱۳۷۶ھ

مسعود الرحمٰن خان الندوی | ابن کثیر حیاتہ ومؤلفاتہ، علی گرہ ۱۹۷۹ھ، ابن کثیر کمورخ، علی گڈھ ۱۹۸۰ء

ابن کثیر سیرت نگار رسول اللہؐ، نقوش رسول نمبر اول ۹۰-۶۴۶

المنجد صلاح الدین | المورخون الدمشقیون وآثارہم المخطوطۃ من الثالث الی نہایۃ العاشر الھجری، قاہرہ ۱۹۵۶ء

الیافعی | مرأة الجنان وعبرة اليقظان حیدرآباد دکن ۹-۱۳۳۷ھ

# ابن کثیر کی "السیرۃ النبویۃ"

حافظ ابن کثیر کی سیرت نبوی دراصل ان کی عالمی اسلامی تاریخ کا ایک جزو ہے۔ جس کو ان کی عظیم کتاب تاریخ البدایہ والنہایہ سے الگ کر کے منفرد کتاب سیرت کے طور پر چھاپا گیا ہے۔ اگرچہ حافظ موصوف نے اپنی تفسیر قرآن عظیم میں سورۃ الاحزاب کے ضمن میں یہ کہا ہے کہ انہوں نے سیرت پر ایک طویل و بسیط اور ایک مختصر کتاب لکھی ہے۔ چونکہ ان کی سیرت کی کتاب بسیط ابھی تک کسی کتب خانے میں مل نہیں سکی اس لئے محققین کا ابھی تک یہی خیال ہے کہ یہ طویل و بسیط کتاب سیرت ان کی تاریخ اسلامی کا جز بن گئی تھی۔ ان کی مختصر کتاب سیرت ملتی ہے اور اس کا ذکر آچکا ہے۔ سیرت ابن کثیر کا موجودہ نسخہ مصطفیٰ عبدالواحد کی تحقیق وتوجہ سے دارالمعرفہ بیروت نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں شائع کیا ہے اور وہ چار جلدوں میں ہے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۲۵۶۰ ہے۔ اس کے بعد مزید عمدہ اور محقق طباعتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

جلد اول میں محقق نے شروع کے صفحات ''تقدیم'' کے عنوان کے تحت حافظ ابن کثیر کی حیات وخدمات، مقام ومرتبہ اور سیرت ابن کثیر کی خصوصیات وامتیازات کے لئے وقف کئے ہیں اور اپنے طریق تحقیق پر ان میں بحث کی ہے (۲۰-۱)۔ پھر متن کتاب دیا ہے اور اس کے آخر میں فہرس الموضوعات ہے، فہرس القوافی اور تعلیقات ہیں (۳۶-۵۰۹)۔ متن کتاب کے صفحات تقدیم کے صفحات سے الگ ہیں اور جلد اول کا متن ۵۰۸ صفحات پر مبنی ہے۔

''البدایہ والنہایہ'' سے ماخوذ ہونے کے سبب ابن کثیر کی کتاب سیرت مؤلف گرامی کے مقدمہ وغیرہ سے محروم ہے اور متن کتاب کا آغاز "ذکر اخبار العرب" کے باب یا مبحث سے ہوتا ہے۔ حافظ موصوف نے عرب کے تمام قبائل کے نسب کے بارے میں روایات دی ہیں۔ عرب عاربہ کے

نسب کو مجہول بتایا ہے اور عرب مستعربہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت قرار دے کر عرب یمن، قحطان کا نسب مختصراً بیان کر کے بخاری کی کئی روایات سے ان کو بھی اولادِ اسمٰعیل قرار دیا ہے پھر عرب عدنان اور عرب قحطان کی تقسیم کر کے جمہور علماء کے اقوال بیان کئے ہیں خاص کر زبیر بن بکار، مصعب زبیری، ابن ہشام، ابن عبدالبر، سہیلی، ابن اسحاق، محمد بن سلام بصری ''نسابہ''، بخاری، امام احمد اور عام اہل نسب وعلم (۷-۱)۔ اگلی بحث ''قصہ سبا'' کے عنوان سے ہے جس میں سورۂ سبا: ۹-۱۵ کے حوالے سے ان کے نسب وحالات اور افراد وواقعات کے بارے میں ابن اسحاق، سہیلی، ابن دحیہ، امام احمد، ابن ابی حاتم اور مفسرین بشمول تفسیر خود کے اقوال وآراء نقل کی ہیں، اور ان کے یمن سے خروج، سیل العرم کے واقعہ، اہل یمن کی طرف عہد نبوی کی سرایائے خالدؓ وعلیؓ، ربیعہ بن نصر کے قصہ، سطیح کے واقعہ کو زیادہ تر ابن اسحاق کے حوالہ سے بیان کیا ہے (۱۸-۸)۔

ابن اسحاق اور ابن ہشام کی متابعت میں ابن کثیر نے انھیں کے حوالہ سے ملک الیمن تبع ابی کرب تبان اسعد کے واقعہ اور خانہ کعبہ کے سلسلے میں اس کے طرز عمل کا ذکر کیا ہے اور کہیں کہیں سہیلی وغیرہ کی تصریحات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ فصل یا باب یمن کی حکومت کے مختلف ادوار سے بحث کرتا ہے اس لئے حسان بن تبان اسعد کی حکومت، لخیعہ ذی شناتر کے غاصبانہ قبضہ، نصرانیت کے عروج، دوسرے مذہبی رسوم کی فرمانروائی، ذونواس کے واقعہ قتل اصحاب الاخدود، حمیر کے ہاتھ سے یمن کی حکومت نکلنے اور حبشہ سے ان کے تعلق، ابرہہ اشرم کے عروج اور مکہ پر اس کے حملہ وانجام کا ذکر زیادہ تر ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے، پھر انھیں کے حوالہ سے حبشہ کی یمن پر حکومت کے خاتمہ اور سیف ذی یزن حمیری کے عروج وعہد اور عرب حکومت کے دوبارہ قیام کا ذکر کر کے یمن پر ایرانی تسلط کا ذکر مختلف مآخذ ومراجع سے کرتے ہیں۔ اسی میں ساطرون کے قصہ کا بھی بیان ہے اور آخر میں ملوک الطوائف کا مختصر حوالہ ہے (۵۵-۱۹)۔

اگلا باب ''بنو اسماعیل یعنی عرب حجاز اور زمانہ بعثت تک عہد جاہلی کے حالات'' کے لئے وقف ہے۔ اس کے اہم امور میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مکہ میں آبادکاری، بنو جرہم سے ان کے روابط، بنو اسمٰعیل اور بنو جرہم کے مکہ میں عروج، بنو جرہم کے زوال اور خزاعہ کے عروج، ابن اسحاق، ابن ہشام اور سہیلی وازرقی کی روایات، اسی کے تحت ایک خاص فصل میں خزاعہ کے عروج، عمرو بن لحی کے اقتدار اور مکہ اور ارض عرب میں بت پرستی اور ان سے متعلق روایات کا ذکر ابن اسحاق، ازرقی، سہیلی،

ابن ہشام، صحیح بخاری، احمد، مسلم، حاکم، طبری، واقدی اور اپنی تفسیر وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے اور عرب میں صنم پرستی کے تعارف وآغاز کی ذمہ داری عمرو بن لحی پر ڈال کر مختلف اصنام عرب اور دین ابراہیمی کی خرابی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے (۴۳-۵۶)۔

اگلی بحث حجاز کے عربوں کے جد امجد عدنان کے لئے خاص ہے جن تک نسب نبوی بھی منتہی ہوتا ہے۔ عدنان کے نسلِ اسمٰعیل میں ہونے پر اتفاق علماء کا ذکر کر کے ان کے اور حضرت اسمٰعیل کے درمیان کی پیڑھیوں کے بارے میں اختلاف کا حوالہ دے کر مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ اس میں دار قطنی، سہیلی، طبری، امام مالک، ابن عبدالبر، ابوالاسود کے اقوال بیان کر کے ابوالعباس عبداللہ بن محمد الناشی کا نسب نبوی کے بارے میں مشہور قصیدہ نقل کر دیا ہے جو ابن عبدالبر اور حافظ مزی کی تہذیب سے آیا ہے اور پھر شاعر گرامی کے بارے میں مختصر بیان ہے (۷۴-۸۱)۔ اس کے بعد کی فصل میں عرب حجاز کے اہم قبائل کا نسب عدنان سے جوڑا گیا ہے جو سہیلی، ابن اسحاق، ابن ہشام اور طبری پر مبنی ہے (۸۲-۴) پھر قریش کے نسب پر بحث کی گئی ہے اور قریش کو بنو النضر بن کنانہ قرار دے کر ان کے تمام اہم افراد کا مختصر نام ونسب وحال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن عبدالبر، ابوعبید، کلبی، زبیر بن بکار، مصعب زبیری کے علاوہ طبرانی، بخاری، ابوعثمان سعید، امام احمد، ابن ماجہ جیسے محدثین کی روایات واقوال کا بھی حوالہ ہے پھر قریش کے اشتقاق کے بارے میں علمائے لغت وغیرہ کے اقوال ہیں۔ زیادہ حوالے ابن اسحاق ہی کے ہیں (۸۴-۹۴)۔

قصی بن کلاب پر اگلی فصل ہے۔ اس میں مکی سیاست میں ان کے عروج، ولایت کعبہ پر ان کی فائز المرامی، اجتماع واتحاد قریش کی مساعی اور مکہ کی آبادکاری پر بحث کی ہے۔ ابن اسحاق، سہیلی، دار قطنی، واقدی اور اموی اس کے اہم ترین مآخذ ہیں پھر بلا عنوان فصل میں بنو عبد مناف کے عروج اور بنو عبدالدار سے ان کے اختلاف کا ذکر اموی، ابن اسحاق، ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے اور ان کی اولادوں کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے لا کر جوڑ دیا ہے جو اس نسب نامہ کا آخری حصہ ہے (۹۴-۱۰۳)۔

اگلا مبحث ان امور وواقعات اور شخصیات کے گرد گھومتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں اہم سمجھے گئے جیسے زمانہ فترۃ میں خالد بن سنان عبسی کا ذکر جن کو نبی سمجھا گیا۔ یہ ذکر طبرانی، البزار، ابو یونس وغیرہ کے اقوال پر مبنی ہے۔ پھر عہد جاہلیت کے سخی داتاؤں میں سے حاتم طائی پر ایک فصل ہے جو مسند البزار، ابن

عساکر، امام احمد، بیہقی، ابوبکر ابن ابی الدنیا، دارقطنی، ابوالفرج المعافی بن زکریا، جریری، وضاح بن معبد طائی، محمد بن جعفر خرائطی (مؤلف مکارم الاخلاق)، ہیثم بن عدی وغیرہ کے اقوال پر مبنی محاسن حاتم بیان کرتی ہے (۱۵-۱۰۴)۔ اس سے متصل فصل میں معلقات کے ایک اہم شاعر امرؤالقیس بن حجر کندی کا ذکر امام احمد، ابن عساکر، کلبی، ابن الکلبی وغیرہ کے حوالے سے کر کے سبع معلقات اور ان کے شعراء کے لئے وقف کیا ہے (۲۱-۱۱۸)۔ اگلی فصل میں شاعرِ جاہلی امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے ذکر کی روایات امام احمد، مسلم، ابن صاعد، ابوبکر ہذلی اور اصمعی وغیرہ کے حوالہ سے اس کی زندگی، شاعری اور اخروی انجام بتاتی ہیں (۳۹-۱۲۲)۔ اسی میں عبداللہ بن جدعان تیمی، بحیرا راہب کا ذکر ہے پھر الگ سرخی کے تحت قس بن ساعدہ ایادی کا ذکر خرائطی کی کتاب ہواتف الجان، طبرانی کی المعجم الکبیر، بیہقی کی دلائل النبوۃ وغیرہ کی روایات کے حوالہ سے کیا ہے اور خود ابن کثیر نے قس کے اخبار پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ قس ایادی کا ذکر ان کے اقوال، حالات اور افکار پیش کرتا ہے (۵۳-۱۳۹)۔ اس کے بعد حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد روایات نقل کی ہیں جو ابن اسحاق، ابن بکار، نسائی، موسیٰ بن عقبہ، ابن سعد، ابوداؤد طیالسی، واقدی، بخاری، ابن عساکر، باغندی، بغوی وغیرہ کی ہیں اور انھیں کے ساتھ دوسرے احناف جیسے حضرت ورقہ بن نوفل، عثمان بن الحویرث وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۶۵-۱۵۴)۔

زمانۂ فترۃ کے حوادث وواقعات پر الگ باب باندھا ہے اور الگ الگ عنوانات کے تحت واقعات واشخاص اور ان کے حالات کا ذکر کیا ہے جیسے تعمیر کعبہ، کعب بن لوی، چاہ زمزم کی تجدید، اسی میں سقایہ، رفادہ وغیرہ مناصب مکہ وکعبہ کا ذکر ہے۔ پھر ایک الگ سرخی کے تحت اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کو قربان کرنے کی نذر عبدالمطلب کا مفصل بیان ہے۔ اگلی بحث حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت آمنہ بنت وہب کی شادی سے متعلق ہے اور مؤخر الذکر خاص کر ابن اسحاق، خرائطی، ابونعیم کی دلائل النبوۃ پر مبنی ہے۔ اسی میں ام قتال کا بھی مختصر ذکر موجود ہے جنھوں نے حضرت عبداللہ سے شادی کی تجویز رکھی تھی۔ طبری، ابن اسحاق کے علاوہ متعدد مآخذ کا ذکر زمزم کی کھدائی کے بیان میں آیا ہے (۸۰-۱۶۶)۔ یہ دراصل سیرت ابن کثیر کا پس منظر تھا جو متعدد ابحاث وفصول کی شکل میں اوپر بیان کیا گیا۔ اس کے بعد اصل کتاب سیرت نبوی شروع ہوتی ہے۔

کتاب سیرت کا عنوان کافی طویل ہے: "کتاب سیرة رسول الله ﷺ وذکر ایامه وغزواته وسرایاه والوفود الیه وشمائله وفضائله ودلائله الدالة علیه". اس کی اولین فصل آپ کے نسب شریف کے شرف وعظمت، اسماء گرامی سے شروع ہوتی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس میں بیہقی کی روایت دے کر متعدد مآخذ کا حوالہ دیا ہے کہ قاضی ابن العربی نے اپنی کتاب "عارضۃ الاحوذی" میں آپ کے چونسٹھ اسمائے گرامی بیان کئے ہیں۔ پھر آپ کے والد ماجد عبداللہ کے بارے میں معلومات آپ کے حوالہ سے اور اولاد عبدالمطلب کے ضمن میں دی ہیں اور ان کے بعد عبدالمطلب کی سوانح بیان کی ہے پھر ہاشم اور تمام بنوعبد مناف کی۔ اسی طرح پیڑھی در پیڑھی عبدمناف، قصی، اور کلاب وکعب کے ذریعہ حضرت اسمٰعیل تک نسب بیان کیا ہے اور عدنان تک اس کو لے گئے ہیں پھر آپ کی وہ احادیث ومرویات آئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آپ کے نسب میں نکاح کی روایت قائم رہی ہے اور آپ کا خاندان از اول تا آخر چیدہ چنیدہ ہے۔ اس کی روایات میں سے کئی پر ابن کثیر نے کلام بھی کیا ہے اور جرح وتعدیل کے اصول سے کام لیا ہے۔ قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کے حوالے سے آپ کے اصل اسم گرامی - محمد صلی اللہ علیہ وسلم - اور اس سے موسوم افراد کے مختصر ذکر یہ فصل ختم ہوتی ہے (۹۷-۱۸۱)۔

کتابِ سیرت کا اگلا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے متعلق ہے۔ پہلے دوشنبہ کے بارے میں متعدد روایاتِ مسلم، احمد، ابن عساکر وغیرہ ہیں پھر یوم الجمعہ کو یوم ولادت قرار دینے والی روایت پر نقد کیا ہے پھر ماہ ولادت ربیع الاول پر جمہور کا اجماع بیان کر کے اس کی تاریخ پر اختلاف کیا ہے۔ ابن عبدالبر، واقدی، ابن حزم، مالک، خوارزمی، ابن دحیہ، ابن عساکر وغیرہ سے، اور بارہ ربیع الاول کی تاریخ ابن اسحاق، مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کر کے اور بھی تاریخیں دوسروں سے نقل کی ہیں۔ اس کے بعد آپ کے حمل مبارک، مقام ولادت اور دوسری تواریخ تقویم کا ذکر کر کے سال ولادت - عام الفیل - کے بارے میں روایات جمع کی ہیں۔ آخر میں واقعہ فیل اور ولادت مبارک کے درمیانی عرصہ کے بارے میں اقوال پیش کئے ہیں۔ (۱۹۸-۲۰۳)۔ اس کے بعد کی متعلقہ فصل میں آپ کی ولادت مبارکہ کی صفت کے بارے میں روایات جمع کی ہیں جن میں نور محمدی کی نسل در نسل منتقلی، حضرت آمنہ کی شادی، ام قتال کے واقعہ اور حمل مبارک، والد محترم عبداللہ کی حیات ووفات کا ذکر ہے پھر ان مبشرات، معجزات اور

رویائے صادقہ کا ذکر ہے جو آپ کی والدہ ماجدہ نے ملاحظہ کئے تھے (۱۱-۲۰۴)۔ اس میں زیادہ زور آپ کے ''مختون ومسرور'' پیدا ہونے، ولادت کے بعد کی کیفیاتِ طہارت پر ہے۔ اس کے بعد اگلی فصل میں آپ کی ولادت کی رات پیش آنے والے معجزات وآیات کا بیان ہے (۱۴-۲۱۱) یعنی کاہنوں کے اخبار، نور کے ظہور، صفت جسمانی اور ستاروں کے طلوع وغیرہ کی روایات۔ پھر ایوان کسریٰ کے کنگروں کے گرنے، نارِ فارس کے بجھنے اور موبذان کے خوابوں کے دیکھنے وغیرہ کے ''دلالات نبوت'' کی فصل ہے (۲۳-۲۱۴)۔ اسی میں نصاریٰ کے رہبان واحبار کی بشارتیں وغیرہ بھی ہیں۔

ابن کثیر نے اگلی فصل آپ کی اناؤں اور دودھ پلائیوں کے بارے میں باندھی ہے۔ جس میں حضرت ام ایمن، ثویبہ کے بارے میں متعدد روایات جمع کی ہیں۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت اور اس کی مدت کی برکات پر خاص فصل باندھی ہے۔ اس میں ابن اسحاق کی اصل روایت ہے پھر واقدی، ابونعیم، احمد، ابن عساکر، صحیح مسلم، صحیح بخاری وغیرہ کی روایات شق صدر کے بارے میں دی ہیں۔ اموی کے حوالہ سے آپ کی رضاعت وبچپن اور کفالتِ اعمام کے بارے میں نئی معلومات دی ہیں خاص کر زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت نبوی کے بارے میں۔ اس میں رضاعت کے واقعات کے علاوہ اشعار بھی ہیں (۳۴-۲۲۳)۔

اگلی فصل میں والدہ ماجدہ کی کفالت کا ذکر ہے جس میں ابن اسحاق، واقدی، امام احمد، بیہقی، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور سہیلی وغیرہ کی روایات ہیں اور زیادہ تر آپ کی والدہ کی مغفرت کے لئے دعائے نبوی سے متعلق ہیں اور والدین ماجدین کے ایمان واسلام پر بحث ہے (۹-۲۳۵)۔ پھر آپ کے دادا کی کفالت کے واقعات کے بارے میں روایات ابن اسحاق، واقدی، اور ابن ہشام ہیں۔ پھر ابوطالب کی کفالت کے بارے میں ابن اسحاق، واقدی، اور حسن بن عرفہ کی روایات ہیں (۴۳-۲۴۰)۔ ایک خاص فصل چچا ابوطالب کے ساتھ آپ کے سفر شام اور بحیرا راہب کے قصہ پر باندھی ہے جس کے ماخذ ابن اسحاق، خرائطی، بیہقی، ترمذی، واقدی، ابن عساکر وغیرہ ہیں۔ اس میں ابن کثیر کا نقد بھی ہے۔ آخر میں بحیرا کے بارے میں سہیلی، سیر زہری، مسعودی، ابن قتیبہ کی کتاب المعارف کے حوالوں کے علاوہ ابن کثیر کی اپنی رائے بھی ہے (۵۰-۲۴۳)۔

ایک مختصر فصل میں آپ کی نشو ونما، تربیت الٰہی، یتیم وبیسر ونادار کی حیثیت سے بلند ہونے اور

انعامات الٰہی سے سرفراز ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحاق کے حوالہ سے آپ کی پاکیزہ زندگی، محاسن اخلاق، بچپن سے جوانی تک جاہلی امور سے احتراز اور امانت و دیانت کے پیکر ہونے کے سبب الامین کے خطاب سے سرفرازی کا ذکر کیا ہے۔ تعمیر کعبہ کے دوران ازار کھولنے اور ستر کی ہتک سے محفوظ رہنے کا واقعہ ابن اسحاق کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، عبدالرزاق، بیہقی کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور انھیں جیسے مآخذ کے واسطہ سے مجلس طرب میں شرکت، صنم پرستی، شرک کی رسوم سے اجتناب اور حج کے مناسک میں دین ابراہیمی پیروی کا ذکر کیا ہے (۵۴-۲۵۰)۔

اس سے متصل مختصر فصل میں جنگ فجار میں آپ کی شرکت کے بارے میں ابن اسحاق، ابن ہشام، سہیلی، اور اموی کی روایات جمع کی ہیں۔ دوسری فصل حلف الفضول میں شرکت نبوی سے متعلق ہے اور اس کے اہم ترین رواۃ و محدثین، بیہقی، حمیدی، قاسم بن ثابت، ابن اسحاق وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی خانہ آبادی کی فصل ہے جو آپ کے تجارتی مشغلہ پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ بنیاد ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایات ہیں اور دوسری تصدیقی روایاتِ بیہقی، یونس بن بکیر، زبیر بن بکار وغیرہ ہیں، پھر آپ کے بکریاں چرانے کے نبوی مشغلہ کے بارے میں صحیح بخاری، بیہقی، زہری (سیر) سہیلی، مؤمل کی روایات ہیں اور وہ آپ کی شادی کے بارے میں روشنی ڈالتی ہیں۔ ایک بلاعنوان فصل میں حضرت ورقہ بن نوفل کی سوانح، اشعار، نبوت محمدی کے بارے میں ان کی بشارات کا ذکر ابن اسحاق، اموی، یونس بن بکیر اور سہیلی کے حوالہ سے کیا ہے (۷۰-۲۵۴)۔

پینتیس برس کی عمر شریف میں کعبہ کی تعمیر قریش اور اس میں آپ کی شرکت کا ذکر بیہقی سے شروع کیا ہے اور ان کے علاوہ صحیحین، یونس بن بکیر، ابوداؤد طیالسی، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، سہیلی، اموی، امام احمد، اور اپنی تفسیر وغیرہ کے حوالے بھی دئے ہیں۔ یہ تعمیر کعبہ کی تاریخ بھی بیان کرتی ہے اور اسلامی دور میں اس کی تعمیرات کا حوالہ دیتی ہے (۸۴-۲۷۰)۔ اسی سے متصل فصل میں ابن اسحاق کی روایت کے حوالہ سے قریش کی بدعات حج اور حمس کہلانے کی شدت پسندی کا ذکر کیا ہے (۵-۲۸۴)۔ اسی کے ساتھ آپ کی قبل بعثت حیات مطہرہ کا باب ختم ہوتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''کتاب مبعث'' کا آغاز بشارات اور پیشگوئیوں سے کرتے ہیں اور ابن اسحاق کے حوالہ سے احبار یہود، رہبان نصاریٰ اور کہانِ عرب کی روایات کا ذکر

کرتے ہیں پھر سورۂ اعراف:۱۵۷، سورۂ صف:٦، سورۂ فتح:۲۹، سورۂ آل عمران:۸۱، اور سورۂ بقرہ:۱۲۹ کی آیات قرآنی بیان کر کے صحیح بخاری، امام احمد، ابن شاہین وغیرہ کی روایات کے حوالہ سے آپ کے ابتدائے آفرینش سے نبی ہونے، دعوت ابراہیمی اور بشارتِ عیسیٰ ہونے کا ذکر کر کے جنات وشیاطین کے آسمانی امور سے محروم ہونے، آسمان پر ستارۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طلوع ہونے اور یہود کے متعدد اکابر وافراد کے آپ کی بعثت کے بارے میں خبر دینے کی روایات نقل کی ہیں۔ ابن کثیر نے اپنی رائے کے علاوہ ابونعیم کی **دلائل النبوۃ** کا ذکر کیا ہے اور پھر حضرت سلمان فارسی کے قبول اسلام کی طویل سرگذشت بنیادی طور سے ابن اسحاق سے نقل کرتے ہوئے بیہقی، سہیلی وغیرہ کی تصریحات وروایات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ پھر ابونعیم کی دلائل کے حوالہ سے عجیب وغریب اخبار وروایات اس باب میں نقل کر کے عمرو بن مرہ جہنی کا قصہ اور معجزاتی بیانات طبرانی کے حوالہ سے بیان کئے ہیں، اس کے بعد ازلی وابدی نبوت محمدی کے بارے میں ابونعیم وغیرہ سے متعدد روایات جمع کی ہیں۔ دوسرے مآخذ میں ابن اسحاق، امام احمد، بغوی، واقدی، صحیح بخاری، امام احمد، طبری، بیہقی بھی شامل ہیں۔ اسی سے متصل اہل کتاب کی کتابوں میں آپ کی صفات کا ذکر قصص الانبیاء کے علاوہ، بیہقی اور اپنی تفسیر، اموی اور حاکم وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے (۳۲۳-۲۸٦)۔

اسی سلسلہ میں حافظ موصوف نے آپ کی بشارت پر سیف بن ذی یزن حمیری کا قصہ اور اکابر قریش کے وفد کی یمن حاضری کا واقعہ خرائطی اور ابونعیم سے نقل کیا ہے۔ پھر جنات کی نداؤں (ہواتف)، کاہنوں کی زبان سے ان کی پیشگوئیوں اور اصنام کی گواہیوں کا باب باندھ کر شق اور سطیح اور دوسرے عرب کاہنوں کی بشارات کا ذکر بخاری، ابونعیم، ابن اسحاق، ابن ہشام، ابویعلیٰ موصلی، خرائطی، کلبی، ابن عساکر، واقدی، اموی، وغیرہ سے بہت مفصل کیا ہے (۸۴-۳۲۳)۔ اس باب میں بہت سی صحیح روایات بھی ہیں اور متعدد ضعیف ومنکر بھی اور ان میں سے اکثر پر حافظ موصوف نے نقد وجرح بھی کیا ہے۔

"باب کیفیۃ بدء الوحی" اگلا مبحث ہے جس میں آپ کی عمر شریف کا حوالہ دے کر بخاری کی حدیثِ عائشہ بیان کی ہے جس میں وحی کی ابتداء کے رویائے صادقہ سے ہونے اور تحنث نبوی کے دوران غارِ حرا میں حضرت جبریل کے ذریعہ قرآن کی سورۂ اقراء کی ابتدائی آیات کے نازل ہونے وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس میں حضرت خدیجہ کی تصدیق وتسلی، حضرت ورقہ کی تائید، فترۂ وحی، کوہ پر ندائے جبریل

کی سماعت وغیرہ کا ذکر صحیحین، موسیٰ بن عقبہ کی مغازی، ابونعیم وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے۔ پھر بعثت نبوی کی تاریخ، وقت اور آپ کی عمر شریف پر روایات امام احمد، شعبی، ابوشامہ، مسلم، ابن اسحاق، ابن ہشام کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد بعثت سے قبل آپ کی عبادت گذاری کی نوعیت پر علماء کے اقوال و آراء دی ہیں، حراء، تحنث وغیرہ کی تفصیل و تشریح کی ہے، نزول قرآن کے ماہ کے بارے میں روایات نقل کی ہیں، قول جبریل ''اقرأ'' کی تشریح و تفسیر کی ہے اور حدیث عائشہ میں آنے والے الفاظ و تعبیرات کی لغوی و معنوی تفسیر و توضیح کی ہے۔ اس میں حضرت ورقہ کے ایمان کی بحث بھی آ گئی ہے اور ان سے نبوی ملاقاتوں کا ذکر بھی اور حضرت ورقہ کے اشعار بھی۔ شجر و حجر کی تسلیم، حضرت جبریلؑ کی رویت، فرشتہ اور شیطان کی پہچان کے لئے حضرت خدیجہ کی آزمائش و امتحان کا بھی ذکر کیا ہے۔ محدثین اور اہل سیر دونوں کا ذکر کافی کیا ہے (۳۸۵-۴۱۱)۔

ایک بلاعنوان کی فصل میں فترۂ وحی اور اس کے بعد تسلسل نزول قرآن اور سورتوں کا ذکر صحیحین اور مفسرین کے حوالہ سے کیا ہے (۴۱۲-۱۵) جس کے آخر میں حضرات ابوبکر، علی، خدیجہ اور زید کے ایمان و اسلام کا ذکر طبقہ رجال، غلمان، نساء اور موالی کے حوالہ سے کیا ہے۔ اگلی فصل میں شیاطین و جنات کی سماعت سے محرومی اور آسمانی خبروں کے حصول میں ناکامی کا ذکر ابونعیم، صحیحین، ابن ابی شیبہ، بیہقی، حاکم، واقدی، ابن اسحاق اور سدی کے حوالہ سے کیا ہے۔ اس میں شیاطین کے ستاروں سے مارے جانے اور نصیبین کے جنات کے قرآن سننے اور مسلمان ہونے کا واقعہ بھی مروی ہے اور اصنام کے سرنگوں ہونے وغیرہ کا بھی (۴۱۵-۲۱)۔ پھر آپ پر وحی کے نزول کی مختلف کیفیات کا ذکر صحیح احادیث اور بعض ضعیف و منکر روایات کے حوالہ سے کیا ہے اور ایک فصل میں آپ کے قرآن جمع کرنے کے مسئلہ پر بحث بھی کی ہے (۴۲۱-۲۶)۔ حضرت خدیجہ کے قبول اسلام، نماز و وضو کی تعلیم پر دوسری فصل ہے جس میں مختصر روایات ابن اسحاق ہیں (۴۲۶-۷)۔

اولین مسلمانوں اور صحابہ کرام میں سے سابقین اولین کے قبول اسلام پر ایک مفصل فصل باندھی ہے جس میں حضرات ابوبکر، خدیجہ، علی، زید بن حارثہ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق، طبری، کلبی، ابن حمید، واقدی، ابن ماجہ، صحیحین اور دوسرے محدثین کی روایات بیان کی ہیں اور اولین مسلم کے مسئلہ پر اختلاف علماء کا بھی ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے تطبیقی قول کا بھی۔ پھر حضرت ابوبکر

کی دعوت پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرام کے کا ذکر میں ایک نئی روایت یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر کے اصرار شدید پر آپ نے اڑتمیں مسلمانوں کے بعد اپنے ظہور کا اعلان کر دیا تھا جس پر قریش نے حضرت ابوبکرؓ کو زدوکوب کیا تھا۔ اس میں ام جمیل کے واقعہ اور دارارقم میں آپ کے قیام اور حضرات حمزہؓ و عمرؓ کے اسلام کا بھی ذکر ہے اور بعض دوسرے قریشی اکابر کا بھی (۴۵-۴۲۸)۔

اس کے بعد ایک فصل میں حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا الگ ذکر کیا ہے اور اس سے زیادہ مفصل ذکر حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا کیا ہے اور حضرت ضماد ازدی کے قبول اسلام کا الگ ذکر کر کے ابن اسحاق کی فہرست صحابہ سابقین نقل کر دی ہے اور آخر میں نماز پڑھنے کے واقعہ کے ضمن میں اموی کا حوالہ بھی دیا ہے (۴۵-۴۴۵)۔ اگلا باب اسلامی دعوت دینے کے حکم الٰہی اور آپ کی تبلیغ پر باندھا ہے جس میں متعلقہ آیات قرآنی (شعراء ۲۰-۲۱۴، زخرف ۴۴، قصص ۸۵) کا حوالہ دے کر خاندان عبدالمطلب کو دعوت دینے کا واقعہ امام احمد، مسلم، بیہقی، طبری، ابن اسحاق وغیرہ کے حوالہ سے بیان کر کے آپ کی مسلسل دعوتِ اسلام، قریش کے انکار، ابوطالب وابولہب کے کفر، اور موخر الذکر کی مخالفت، ابوطالب سے قریشی اکابر کی شکایات اور ملاقاتوں، قریش کی تعذیب خاص کر ابوجہل کے عناد کا ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں اراشی تاجر کے واقعہ کا حوالہ دیا ہے جو الگ فصل میں ہے اور دوسری فصل میں آپ کی عداوت پر مبنی قریش کے رویہ، آپ کی ذبح کی وعید اور حمایت ابوطالب کا ذکر کیا ہے۔ اگلی فصل میں مسلمانوں پر ان کے قبیلہ والوں کے ظلم وستم کی تاریخ بیان کی ہے اور کمزور مسلمانوں جیسے حضرت بلال وغیرہ کے علاوہ قریشی خاندانوں کے مسلمانوں پر مظالم کا بیان بھی شامل کیا ہے۔ ایک مختصر فصل میں کمزور ومنفرد مسلمانوں پر مظالم کا حوالہ عمومی انداز سے اور حمایت ابوطالب کا خصوصی طور سے کیا ہے (۷۷-۴۵۴)۔ اگلی مفصل فصل مشرکین کے اعتراضات اور آپ سے طلب معجزات پر باندھی ہے جس میں یہود مدینہ سے استمداد قریش کا بھی ذکر ہے (۹۲-۴۷۷)۔ اس کے آخر میں ابوطالب کا مشہور قصیدہ نقل کیا ہے۔ اس سے اگلی فصل میں کمزور مسلمانوں پر قریش کے مظالم کا ذکر ہے (۹۸-۴۹۲)۔ پھر مشرکین سے آپ کے مجادلہ اور ولید وغیرہ اکابر کی ملاقاتوں کا ذکر ہے (۵۰۸-۴۹۸)۔

ابن کثیر کی کتاب سیرت کی جلد دوم ہجرت حبشہ کے ذکر سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں ۵ھ نبوی میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں کے اسماء گرامی کا ذکر واقدی کے حوالہ سے کیا ہے پھر طبری کے

حوالہ سے تراسی مہاجرین کرام کا۔ اس کے بعد ابن اسحاق، بیہقی، ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ کی روایات نقل کر کے اور مؤخر الذکر پر نقد کر کے ابن اسحاق کی فہرست مہاجرین نقل کی ہے۔ اس کے بعض حصوں پر کلام کیا ہے اور دوسرے محدثین و مؤرخین جیسے امام احمد، ابونعیم، ابواسحاق سبیعی، بیہقی، بخاری، ابن عساکر، یونس بن بکیر، زیاد بکائی، موسیٰ بن عقبہ، اموی، صحیحین، سہیلی وغیرہ کے حوالہ سے مہاجرین حبشہ کی ہجرت، ان کے حبشہ میں قیام، دربار نجاشی میں قریشی وفد کی معروضات، حضرت جعفرؓ کی تقریر، نجاشی کے قبول اسلام، حبشہ میں ان کی مشکلات اور مسلمانوں کی امداد، ان کی وفات پر نماز جنازہ غائبانہ وغیرہ متعدد امور پر روایات جمع کی ہیں اور مختلف نکات پر اختلافی آراء بھی دی ہیں (۳۲-۳)۔

''اسلام عمر بن الخطاب'' دوسرا اہم مبحث ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام، اس کے پس منظر، اس کے اثرات اور واقعات کا ذکر ابن اسحاق، صحیح بخاری، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے لیکن زیادہ انحصار ابن اسحاق کی دو روایات ہی پر ہے۔ حافظ ابن کثیر نے ان کے اسلام لانے کے وقت مسلمانوں کی کل تعداد پر بحث کر کے اپنی تصنیف کردہ سیرت عمر بن الخطاب میں ان کے اسلام لانے کے واقعہ کا حوالہ دیا ہے (۹-۳۳)۔ اسی میں مختصر ذکر نجران کے نصاریٰ کے بیس نفری وفد کی مکہ حاضری اور قبول اسلام کا بھی ہے (۴۰)۔ ایک بلا عنوان فصل میں حضرت نجاشی کے نام مکتوب نبوی اور سفارت عمرو بن امیہ ضمری کا بھی بیہقی، زہری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور جواب نجاشی کا متن بھی دیا ہے (۴۳-۴۱)۔

اگلی فصل بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کی حمایت نبوی کے سبب قریش کی مخالفت و عداوت پر باندھی ہے اور صحیفہ مقاطعہ اور شعب ابی طالب میں ان کی اور مسلمانوں کی محصوری کا بیان پیش کیا ہے۔ اس کے اہم مآخذ میں موسیٰ بن عقبہ، بیہقی، ابن اسحاق، ابن ہشام کی تقریبا مماثل روایات اور واقدی وغیرہ کی تصریحات نقل کی ہیں۔ صحیفہ مقاطعہ کی منسوخی، اور محصوری کے خاتمہ کی کوشش کرنے والوں کا بھی ذکر کیا ہے اور دوسری اہم معلومات بھی فراہم کی ہیں (۵۱-۴۳)۔

اگلی بحث ان اکابر قریش کے سلسلہ میں باندھی اور کی ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے تھے اور جن کو کتاب سیرت میں ''المستھزؤن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن کثیر نے اس میں اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے (۲-۵۱) البتہ اس کے بعد ابن اسحاق کے حوالہ سے نضر بن الحارث، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شریق، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل وغیرہ اکابر قریش کی آپ سے

ملاقاتوں اور اسلام پر اعتراضات کا ذکر کیا ہے (۶-۵۲)۔ اس کے بعد اسی فصل میں مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی اور اس کے اسباب، شیطانی آیات وغیرہ کا بیان ابن اسحاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کے حوالہ سے کر کے مہاجرین کے اسماء گرامی گنائے ہیں، پھر دو ہجرتوں سے سرفراز ہونے والوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے بعض واقعات کا حوالہ دیا ہے، اکابر قریش کی جوار میں ان کے قیام مکہ کا ذکر کیا ہے اور ابوطالب کے قصیدۂ حمایت کو نقل کیا ہے (۶۲-۵۶)۔

اس کے بعد ایک خاص فصل حضرت صدیقؓ کے ہجرت حبشہ کے عزم پر باندھی ہے جس میں ابن اسحاق، واقدی، سہیلی اور بخاری کی روایات کے حوالہ سے حضرت ابوبکر کے قصہ ہجرت، ابن الدغنہ کی جوار میں مکہ واپسی اور اقامت اور اس کی جوار کی واپسی وغیرہ کے واقعات نقل کیے ہیں، بقول ابن کثیر بخاری کی روایت میں عمدہ اضافے ہیں۔ پھر ایک بلاعنوان فصل میں مذکورہ بالا تمام واقعات کی توقیت کی ہے اور ان کو محصوری شعب ابی طالب کے زمانے کا قرار دے کر امام شافعی کا مقولہ دہرایا ہے کہ مغازی کے طالبوں کا ابن اسحاق پر انحصار لازمی ہے پھر ابن اسحاق ہی کے حوالہ سے مقاطعہ کے صحیفہ کے ختم کرنے والوں اور ان کی مساعی کا ذکر کیا ہے اور ان کے بارے میں ابوطالب کا مدحیہ قصیدہ بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بعد سہیلی، اموی، واقدی کی روایات اور ابن کثیر کی تصریح ہے (۷۱-۶۳)۔

ایک اور بلاعنوان فصل میں قریش کی عداوت کے حوالہ سے ابن اسحاق کی بعض روایات بیان کی ہے جو بعض غیر مکی افراد کے قبول اسلام کا بھی ذکر کرتی ہیں۔ ان میں طفیل بن عمرو دوسی کا مفصل واقعہ شامل ہے اور امام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ کی احادیث بیان کر کے ان پر بحث بھی کی ہے (۷۸-۷۲)۔ قصہ اعشیٰ بن قیس مع ان کے قصیدہ مدحیہ کے ابن ہشام کے حوالہ سے بیان کر کے سہیلی، ابوعبیدہ وغیرہ کی تصریحات اور بعض واقعاتِ مذکورہ بالا کے حوالے دئے ہیں (۸۱-۷۸) پھر ابنِ اسحاق ہی کی روایت رکانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی کے بارے میں نقل کر کے ابوداؤد، ترمذی اور اپنی روایت دی ہے۔ اور نصاریٰ نجران کے وفد کا حوالہ دے کر ابن اسحاق کی روایت مجالسِ نبوی، ان میں حاضر ہونے والے کمزور صحابہ کرام اور ان کا مذاق اڑانے والے اکابر قریش کا ذکر قرآنی آیات سمیت کیا ہے جس کے آخر میں ولید بن مغیرہ کی اس وصیت کا ذکر ہے جو اس نے بوقت وفات اپنے فرزندوں کو کی تھی۔ اس میں بیہقی، سہیلی اور ابن ہشام کی تصریحات بھی ہیں (۸۹-۸۲)۔

ابن کثیر نے ایک خاص فصل (بلاعنوان) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا کے لئے باندھی ہے جو آپ نے قریش کے لئے کی تھی کہ ان کو حضرت یوسفؑ کے ساتھ عذابوں کی مانند سات ابتلاؤں میں ڈالے، یہ صحیحین اور بیہقی کے حوالہ سے ہے (۹۱-۸۹)۔ پھر فارس وروم کی آویزش اور سورۂ روم کی آیت: ۲-۱ اور غیبی خبر پر فصل باندھ کر بیہقی کی روایات اور اپنی تفسیر کا حوالہ دیا ہے (۹۲-۹۱)۔ اسراء ومعراج کی مفصل فصل میں ابن کثیر نے اس کے وقت وتاریخ پر اختلاف علماء، کیفیت اور واقعات وغیرہ کے بارے میں ابن عساکر، ابن اسحاق، بیہقی، حاکم، سدی، ابن ابی شیبہ، مقدسی (سیرت)، طبری، سہیلی، نووی، ابوشامہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہ کی روایات واحادیث نقل کی ہیں جن میں زیادہ انحصار ابن اسحاق اور بخاری پر ہے اور خود بھی اپنی رائے دی ہے اور بدنی وروحانی وغیرہ کے مسائل پر علماء جمہور کا مسلک وعقیدہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد کی متصل فصل مختصر میں اسراء کی صبح نماز پنجگانہ کی تعلیم جبریل کا ذکر صحیحین، اوزاعی، بیہقی سے بیان کر کے اپنی رائے دی ہے (۱۱۳-۹۳)۔ اس کے بعد ایک مفصل فصل میں شق قمر کے معجزہ پر روایات وآیات قرآنی جمع کی ہیں خاص کر صحیحین، امام احمد، بیہقی، ابونعیم، ضحاک، طبرانی، ترمذی، ابوداؤد طیالسی، طبری کی اور بعض موضوعات پر نقد بھی کیا ہے (۱۲۱-۱۱۳)۔

وفات ابوطالب پر خاص فصل میں تاریخ، وفات کے وقت دعوت نبوی، کفر پر ان کی موت، بعض واقعات اور شیعی نقطۂ نظر کی تردید پر بحث ابن اسحاق کی اصلاً روایت پر کی ہے اور امام احمد، نسائی، طبری، ترمذی، بیہقی، بخاری، مسلم، البزار، یونس بن بکیر، سہیلی، ابوداؤد طیالسی وغیرہ سے تائید وتوثیق فراہم کر کے بحث کو مدلل ومنقح کیا ہے (۱۲۲-۱۳۲) پھر حضرت خدیجہ کی موت پر فصل باندھ کر ان کے فضائل ومناقب صحاح کے علاوہ بیہقی، ابن اسحاق، ابن مندہ (کتاب المعرفہ)، امام احمد وغیرہ سے نقل کر کے شیعی نقطۂ نظر کی تردید کی ہے (۱۳۲-۸)۔ حافظ موصوف نے اس کے بعد حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے آپ کی شادی کی تفصیل بیان کی ہے اور اول الذکر کے نکاح کو اول قرار دیا ہے۔ اس میں بخاری، ترمذی، یونس بن بکیر، امام احمدؒ، بیہقی وغیرہ کی روایات نقل کر کے اپنے دعوے کو مدلل کیا ہے۔ موضوعات میں حضرت عائشہؓ کی شادی کی تاریخ، ان کی عمر، شادی کے واقعات، رخصتی وغیرہ کا ذکر ہے اور حضرت سودہؓ کی شادی کی تاریخ ووقت وغیرہ کا بھی (۱۳۹-۴۵)۔

اگلی فصل میں ابوطالب وخدیجہ کی وفات کے بعد خاندان اور گھرانے کی حمایت سے آپ کی محرومی، ابولہب کی دشمنی، قریش کی عداوت اور پڑوسیوں کے مظالم کا خاص ذکر ہے۔ بیہقی، ابن اسحاق، ابن الجوزی، اور زیاد بکائی اہم ترین رواۃ ہیں (۹-۱۴۶) اس سے اگلی فصل میں آپ کے سفر طائف کے واقعات ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، امام احمد، صحیحین کے حوالہ سے بیان کئے ہیں (۵۳-۱۴۹) الگ فصل میں جنات کی سماعت قرآن کا ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے کر کے اموی وغیرہ کے حوالہ سے جوار حاصل کرنے اور مطعم بن عدی کی حمایت میں مکہ آنے اور قیام کرنے کا کیا ہے (۵۴-۱۵۳)۔ قبائل عرب کے سامنے اسلام کی دعوت دینے اور ان سے حمایت ونصرت کا مطالبہ کرنے کا بیان ابن اسحاق، امام احمد، بیہقی، ابونعیم، موسیٰ بن عقبہ، کلبی، ابونعیم، حاکم، واقدی، اور اہل سنن اربعہ کے حوالہ سے دیا ہے جو خاصا مفصل ہے اور جس میں بعض روایات پر محاکمہ بھی ہے (۷۲-۱۵۵)۔

سال بہ سال انصار کی آمد اور بالآخران کی بیعت در بیعت پر ابن کثیر نے جو فصل باندھی ہے اس میں پہلے سوید بن صامت انصاری کا واقعہ ابن اسحاق سے اصلاً اور بیہقی کے واسطہ سے بطور حوالہ بیان کیا ہے پھر الگ ذیلی سرخی کے تحت اسلام ایاس بن معاذ کا ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے کر کے صحیح بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے بعد انصار کے اسلام کے آغاز کا باب باندھ کر بیعت عقبہ اولیٰ اور چھ خزرجیوں کے قبول اسلام کا ذکر ابن اسحاق کی روایت سے کر کے موسیٰ بن عقبہ کا اختلافی بیان دیا ہے۔ پھر ابن اسحاق کی روایت پر بارہ انصار کی آمد و بیعت کا ذکر کیا ہے اور سہیلی، ابونعیم، صحیحین کی روایت سے تائید فراہم کر کے شرائط بیعت کا ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق، بیہقی، دار قطنی کے حوالہ سے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی مدینہ روانگی کا بیان ومحاکمہ ہے اور ابن اسحاق ہی کے حوالہ سے حضرت اسعدؓ بن زرارہ اور ان کی خدمات کا ذکر کیا ہے اور حضرت سعدین کے قبول اسلام اور مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا حوالہ دیا ہے، دوسرے مآخذ میں موسیٰ بن عقبہ کا خاص ذکر کر کے سہیلی، امام احمد، واقدی، زبیر بن بکار، اموی کے حوالہ سے ابوقیس صرمہ بن ابی انس کا واقعہ اور قصیدہ نقل کر کے روایات پر بحث کی ہے۔ پھر الگ سے بیعت عقبہ ثانیہ کا قصہ ابن اسحاق کے حوالہ سے اصلاً اور بخاری، امام احمد، بیہقی، بزار، موسیٰ بن عقبہ، ابن ہشام، یعقوب بن سفیان، ابن الاثیر، مسلم وغیرہ سے تائیداً بیان کیا ہے اور نقباء کی تقرری کا بھی ذکر کیا ہے (۲۰۷-۱۷۳)۔ اس سے متصل فصل میں مدینہ کے بعض شیوخ جیسے حضرت عمروؓ بن الجموح کا

اسلام مذکور ہے (۸-۲۰۷) اور اس کے بعد کی فصل میں بیعت عقبہ ثانیہ کے شرکاء گرامی کے اسماء سامی کی فہرست بروایت ابن اسحاق ہے (۱۲-۲۰۹)۔

مکہ سے مدینہ کو ہجرت کے آغاز کے باب میں دارِ ہجرت کو دکھانے کے بارے میں بخاری، مسلم، بیہقی، ترمذی کی روایات نقل کر کے ان پر محاکمہ کیا ہے پھر ہجرت و اذن قتال کے باب میں ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے اور اس میں اولین مہاجرین کے تمام افراد و طبقات حتی کہ اشعار تک کا ذکر کیا ہے۔ درمیان میں سہیلی، ابن ہشام، بخاری، مسلم، اموی وغیرہ کی تصریحات اور اضافات نقل کئے ہیں اور بحث کا خاتمہ مدینہ میں ان کی منازل اور میزبانوں کے ذکر خیر پر کیا ہے (۲۵-۲۱۳)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مبارکہ کے لئے الگ فصل باندھی ہے جس میں آیات قرآنی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کی روایات کی بنیاد پر ہجرت کے اذن الٰہی کا ذکر کر کے آپ کی اذان ہجرت کی روایت ابن اسحاق مختلف ٹکڑوں میں نقل کی ہے اور پھر اسی جیسی روایت کی سند کے لئے واقدی کا حوالہ دیا ہے (۳۱-۲۲۶)۔ آپ کے واقعہ ہجرت کا باب تاریخ اسلامی کے آغاز، سیرت عمر بن الخطابؓ کے حوالہ، بخاری و امام احمد کی روایت سے کیا ہے اور ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے جس میں مشاورت قریش کے بعد آپ کی تیاری، حضرت ابوبکر کی تیاری اور معیت، غارِ ثور کے قیام، مدینہ کو روانگی، تعاقب سراقہ، وغیرہ کے تمام واقعات کا ذکر ہے۔ درمیان میں دوسرے مآخذ و رواۃ کی تصریحات و اضافات بھی ہیں جن میں طبری، ابن ہشام، بغوی، بیہقی، امام احمد، ابوبکر احمد بن علی، ابن عساکر، واقدی، ابوبکر بزار، یونس بن بکیر، ابونعیم، موسیٰ بن عقبہ (مغازی)، بخاری، اموی (مغازی)، صحیحین (مسلم و بخاری)، ابونعیم، وغیرہ کی روایات اہم ترین ہیں۔ اسی میں حضرت ام معبد کا واقعہ بھی تفصیلات کے ساتھ مذکور ہے (۶۶-۲۳۱)۔ اس میں بعض دوسرے واقعات کا بھی ذکر ہے جیسے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے بکریاں چرانے اور دودھ کے معجزہ وغیرہ کا۔

اگلی فصل مدینہ میں آپ کے داخلہ، منزل اور دوسرے متعلقہ واقعات پر ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق دوپہر کے وقت آپ قبا (مدینہ) پہنچے، بنوعمرو بن عوف میں قیام کیا اور پندرہ روزہ قیام میں مسجد قباء تعمیر کی۔ اس حدیث پر وقتِ داخلہ کے لحاظ سے بحث کی ہے پھر مدینہ پہنچنے اور دار بنی النجار میں مسجد مدینہ تعمیر کرنے کی بقیہ روایت نقل کر کے قباء میں داخلہ و قیام وغیرہ کے بارے میں ابن اسحاق کی

روایت نقل کی ہے، موسیٰ بن عقبہ کی یکساں روایت کا حوالہ دیا ہے۔ پھر امام احمد، بیہقی، صحیحین کی بعض اضافی روایات کا ذکر کرکے ابن اسحاق کی روایت کے بقیہ حصے نقل کئے ہیں جو قبا میں آپ کی میزبانی، قیام کی مدت بتاتے ہیں اور ان کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کی روایت کا حوالہ دے کر مدینہ روانگی، بنوسالم بن عوف میں نماز جمعہ کی ادائیگی، ناقہ نبوی کی ماموری وغیرہ ابن اسحاق سے اصلاً اور موسیٰ اور بخاری سے بطور حوالہ مذکور ہے۔ پھر موسیٰ بن عقبہ کی روایت ناقہ کے بیٹھنے اور ابوایوب کے گھر آپ کی میزبانی وغیرہ کے بارے میں نقل کرکے ابن اسحاق کی بقیہ روایت دی ہے اور بیہقی کے دلائل، ابن ماجہ، بخاری، امام احمد وغیرہ کی روایات کا مزید حوالہ دیا ہے اور انھیں اور دوسرے مآخذ کے حوالہ سے حضرت ابوایوبؓ کی میزبانی، انصار کی مدارات، خاندانِ رسالت کی ہجرت کا ذکر کرکے حضرت ابوایوبؓ اور ان کے گھر، انصار کی فضیلت ومحبت کی روایات واحادیث اور قصیدہ ابی قیس صرمہ بیان کیا ہے (۸۳-۲۶۷)۔

فضائل ومناقب مدینہ منورہ پر اگلی فصل میں روایات واحادیث جمع کی ہیں، صحیحین، امام مالک، بیہقی، امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ کی روایات ہیں (۸۶-۲۸۴)۔

طبری کی مانند حافظ ابن کثیر اس کے بعد واقعات سیرت وتاریخ سنہ وار بیان کرتے ہیں، اور سنہ اول ہجری کے واقعات کا ذکر کرنے سے قبل دور فاروقی (۱۶ھ) میں صحابہ کرام کے اتفاق سے ہجری تقویم کی تعیین کا واقعہ مختلف مآخذ سے بیان کرتے ہیں جن میں بخاری، واقدی، ابوداؤد طیالسی، طبری، امام احمد، ابن اسحاق اور سہیلی شامل ہیں (۹-۲۸۷) پھر بیعت عقبہ ثانیہ اور ہجرت مدینہ کے دوسرے اسباب وعوامل وواقعات کا حوالہ دے کر ہجرت نبوی کی تاریخ کے بارے میں اقوالِ واقدی، ابن اسحاق اور جمہور علماء کی قیام نبوی کی مدت کے بارے میں طبری، واقدی وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۹۱-۲۸۹)۔ اگلی فصل میں قباء کے قیام کی مدت اور تعمیر مسجد قباء کے بارے میں موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، سہیلی، تفسیر ابن کثیر، امام احمد، ابن خزیمہ، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کی روایات بیان کرکے ان میں سے بعض پر بحث کرتے ہیں اور اسلام سلمانؓ فارسی کا مختصر حوالہ دیتے ہیں۔ پھر ایک خاص فصل حضرت عبداللہؓ بن سلام کے قبول اسلام اور ان کے مقام ومرتبہ اور دوسرے امور کے بارے میں باندھ کر امام احمد، ابن ماجہ، ترمذی، بخاری، بیہقی، ابن اسحاق، یونس بن بکیر، موسیٰ بن عقبہ کی روایات بیان کرتے ہیں۔ ایک مختصر فصل میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا ذکر بلاسند اور اس کے خطبہ نبوی کا متن بحوالہ

طبری، بیہقی، بخاری، ابن اسحاق دیتے ہیں (۳۰۲-۲۹۲)۔

مدینہ کی مسجد نبوی کی تعمیر اور حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر کی میزبانی کی مدت کے بارے میں واقدی، بخاری، ابن اسحاق، بیہقی، ابوداؤد وغیرہ کی روایات بیان کر کے اسلامی خلافت کے مختلف ادوار میں مسجد نبوی میں ہونے والے اضافات کا مختصر ذکر کرتے ہیں (۶-۳۰۲)۔ اسی میں حضرت عمارؓ کی شہادت کی پیشگوئی اور اس پر بحث بھی کی ہے (۹-۳۰۶)۔ بیہقی کے دلائل کے حوالہ سے ولاۃ الامر کے بارے میں پیشگوئی کا بھی ذکر کیا ہے (۱۰-۳۰۹)۔ پھر اپنی زبان سے مسجد میں منبر نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور مسجد نبوی کی فضیلت پر بہت سی روایات جمع کی ہیں (۱۳-۳۱۱)۔ حجرات نبوی کی مختصر فصل میں حسن بصری، سہیلی اور بخاری کی مختصر روایات دے کر واقدی اور طبری وغیرہ کے حوالہ سے خاندان رسالت اور خانوادہ صدیقی کے مکہ سے مدینہ لانے کے نبوی انتظامات کا مختصر ذکر کیا ہے (۴-۳۱۳)۔ اس کے بعد کی فصل میں مہاجرین کی مدینہ میں بیماری اور اس کے دور کرنے کے بارے میں روایاتِ بخاری، مسلم، ابن اسحاق، امام احمد، نسائی، بیہقی، موسیٰ بن عقبہ، ہشام وغیرہ کو جمع کیا ہے (۱۹-۳۱۴)۔

انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ اور یہود سے معاہدہ کی طویل عنوان والی فصل میں طبری، امام احمد، صحاح، ابن اسحاق کی روایات سے مدینہ میں ان کے سکونت کا ذکر کر کے معاہدہ کا متن دیا ہے جو ابن اسحاق سے منقول ہے (۲۳-۳۱۹)۔ پھر مواخاۃ کی فصل باندھی ہے اور قرآنی آیات، بخاری وامام احمد کی احادیث اور ابن اسحاق وابن ہشام وغیرہ کی روایات کے حوالہ سے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی بحث بھی دی ہے اور انصار کرام کی مودت ومحبت اور قربانی وایثار کے واقعات وروایات کا حوالہ بھی دیا ہے (۲۹-۳۱۹)۔ اس کے بعد نقیب النقباء حضرت اسعدؓ بن زرارہ کی وفات پر باندھی ایک فصل میں ابن اسحاق، طبری، ابن اثیر وغیرہ کی روایات پر خود بھی بحث کی ہے جبکہ اگلی فصل میں شوال ۱ھ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیر اولین مولود مہاجر کی ولادت پر کئی روایات بخاری وواقدی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اگلی فصل حضرت عائشہؓ کی رخصتی کے لئے خاص کی ہے جس میں امام احمد، صحاح اور طبری کی روایات کا اختصار ہے، پھر نماز کی تکمیل واضافہ میں طبری، واقدی، بخاری اور بیہقی کے حوالے ہیں۔ اذان کی مشروعیت اور آغاز کی فصل کافی مفصل ہے اور ابن اسحاق کی اہم روایت کے علاوہ صحاح، احمد، سہیلی، ابن ہشام وغیرہ کا حوالہ بھی ہے (۳۸-۳۲۹)۔

چار مختصر فصول میں ابن کثیر نے بالترتیب سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ، سریہ سعد کے علاوہ بعض نومولودوں اور بعض وفیات کا ذکر کیا ہے۔ سرایا میں طبری، واقدی کے حوالے ہیں اور باقی میں صرف طبری کے (۴۱-۳۳۸)۔ ۲ھ کے واقعات کا آغاز کتاب المغازی سے کرتے ہیں لیکن پہلی بحث ابن اسحاق کے حوالہ سے مختلف قبائل وبطون کے اکابر یہود سے دیتے ہیں پھر اسلام عبداللہ بن سلام ومخیریق کا حوالہ دے کر ابن اسحاق ہی کے حوالہ سے اور ابن ہشام کی سند سے اوس وخزرج کے منافقین کی فہرست نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد ابن اسحاق ہی کی سند پر ''تقیہ کرکے'' مسلمان ہونے والے احبار یہود کا ذکر کرتے ہیں (۵۱-۳۴۲)۔

ابن کثیر مغازی کے سلسلہ میں اول مغازی غزوۃ الابواء/ ودان اور دوسرے اولین غزوات کا حوالہ دے کر غزوات کی تعداد کے سلسلہ میں ابن اسحاق، بخاری، مسلم، حسین بن واقد، یعقوب بن سفیان، طبرانی، ابن حمید، حاکم، امام احمد، موسیٰ بن عقبہ، ابن عساکر، واقدی وغیرہ کی روایات نقل کرتے ہیں اور غزوہ ابواء/ ودان کا ذکر ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی کے حوالہ سے کرکے بعض قصیدوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں (۵۸-۳۴۲)۔ مغازی کے ائمہ کے حوالہ سے مختصر فصول میں سریہ حمزہ، غزوۂ بواط، غزوۃ العشیر ہ، غزوۂ بدر اولی کا ذکر کرکے نسبتا زیادہ تفصیل کے ساتھ سریہ نخلہ کا ذکر کرتے ہیں (۷۲-۳۵۹)۔ پھر تحویل قبلہ پر ایک فصل ہے جس میں ابن کثیر کی بحث بھی ہے اور روایات بھی اور اس سے متصل فصل میں صیام رمضان کی فرضیت کی روایات طبری، صحیحین، تفسیر ابن کثیر، امام احمد وغیرہ ہیں (۷۹-۳۷۲) جس کے آخر میں عید الفطر کی نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کا بھی بیان ہے۔

''غزوۂ بدر العظمیٰ'' کے مفصل باب میں ابن کثیر نے آل عمران: ۱۲۳ کی آیت قرآنی کے علاوہ ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، بخاری، امام احمد، یونس بن بکیر، اموی، ابن ہشام، بیہقی، نسائی، صحیحین، مزی، تفسیر ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، طبری، ترمذی، بزار، سہیلی، شافعی، واقدی، یونس بن بکیر، طبرانی، سدی الکبیر، ابوداؤد، حاکم، ابن ماجہ، طبری وغیرہ کی روایات غزوہ مذکورہ کے تمام مراحل، واقعات اور امور ومباحث کے لئے جمع کی ہیں اور بعض ذیلی فصول میں کچھ اکابر قریش جیسے ابوالبختری امیہ بن خلف، ابوجہل کے ''مقاتل'' اور معجزات وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور کئی واقعات مابعد غزوہ کا بھی جیسے مقتولین بدر کی کنوؤں میں تدفین اور ان سے خطاب نبوی کا مسئلہ، اسیران بدر کا معاملہ، ان کی تعداد، غنائم اور ان

کی تقسیم، بدر سے واپسی کے واقعات قتل نضر بن حارث وعقبہ بن ابی معیط، نجاشی کی مسرت، مقتولین پر ماتم مکہ، اسیروں کی زرفدیہ دے کر رہائی، قرآن کی آیات کا نزول وغیرہ (۴۸۹-۳۴۲)۔ اس میں اصل روایات تو ابن اسحاق اور بخاری اور اموی (مغازی) کی ہیں۔ باقی اضافات وتصریحات کے درجہ میں آتی ہیں۔ پھر حروف تہجی کے اعتبار سے بدری صحابہ کرام کی فہرست سامی مرتب کی ہے (۵۰۷-۴۹۰)۔ اس کے بعد ان کی تعداد، غیر حاضر صحابہ کے لئے حصہ غنائم، شہداء بدر، تعداد مشرکین، فضیلت شرکاء بدر کی مختصر فصول ہیں (۵۱۵-۵۰۷)۔ اسی سے متصل فصل میں حضرت زینبؓ اور حضرت ابوالعاصؓ کا قصہ ابن اسحاق، بیہقی، بخاری، سہیلی اور محدثین کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور بعض امور پر بحث بھی کی ہے (۵۲۳-۵۱۶)۔ غزوۂ بدر سے متعلق آخری فصل اشعار پر ہے (۵۳۹-۵۲۴) جس میں ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے مآخذ کا بھی حوالہ ہے۔

ابن کثیر کی سیرت کی جلد دوم کی بقایا فصول مختصر ہیں جو بالترتیب غزوہ بنی سلیم (بروایت ابن اسحاق وابن ہشام)، غزوۃ السویق/قرقرۃ الکدر (بروایت سہیلی، ابن اسحاق وابن ہشام)، حضرت فاطمہ کی رخصتی (بروایت بخاری ومسلم، احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی) اور ۲ھ کے بعض واقعات جیسے حضرت عائشہ کی رخصتی، وفیات، وفات حضرت رقیہ، تحویل قبلہ، فرضیت رمضان، معاہدۂ یہود، سے متعلق ہیں اور ان کا ذکر طبری، واقدی کے حوالہ سے کیا ہے (۵۴۶-۵۴۰)۔ آخر میں فہرس موضوعات ہے (۵۸-۵۴۷)۔

سیرت ابن کثیر کی جلد سوم کا آغاز ۳ھ کے واقعات سے ہوتا ہے۔ اس کے اولین اہم غزوات وسرایا اور واقعات یہ ہیں: غزوہ نجد/ذوامر (بروایت ابن اسحاق/ابن ہشام اور بیہقی)، غزوۃ الفرع/بحران (ابن اسحاق، واقدی)، غزوہ بنی قینقاع (واقدی، ابن اسحاق، ابن ہشام اور آیات قرآنی)، سریہ زید بن حارثہ، قردہ (یونس بن بکیر، ابن اسحاق/ابن ہشام، واقدی، طبری)، مقتل کعب بن الاشرف (ابن اسحاق، بخاری، بیہقی، موسیٰ بن عقبہ، طبری، واقدی)۔ ابن کثیر نے کعب کے واقعہ کے سلسلہ میں بخاری پر ابن اسحاق کو ترجیح دی ہے (۱۷-۳)۔

۳ھ کا اہم ترین غزوۂ احد تھا جس کو ابن کثیر نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وجہ تسمیہ، فضیلت وتاریخ احد اور وقت غزوہ بروایت صحیح بخاری، سہیلی، زہری، مالک، قتادہ، موسیٰ بن عقبہ، اور محمد بن اسحاق اور تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے بیان کر کے واقعات غزوۂ احد کا بیان ابن اسحاق کی روایت پر

مبنی ہے اور دوسرے علمائے مغازی کے اضافی، تکمیلی، تصریحی بیانات بھی درمیان میں دیئے ہیں۔ یہ بیان مختلف مراحل کی شکل میں ہے جیسے سبب غزوہ اور تیاری قریش، حبشی کی قتل حمزہ کے لئے ماموری از جبیر بن مطعم، اکابر قریش کی روانگی، رویائے نبوی ومشاورت (صحیحین، بیہقی، ترمذی، ابن ماجہ) اس کے بارے میں موسیٰ بن عقبہ کی روایات، تعداد مسلمین، مشاورت، منافقین کی علیحدگی، روانگی مسلم، احد میں خیمہ زنی، جنگی تیاری، واقعات جنگ اور ہزیمت کے اسباب میں تیراندازوں کا حصہ، مسلم لشکر کی واپسی اور قریشی پسپائی وغیرہ۔ مذکورہ بالا مآخذ کے علاوہ دوسرے اہم مآخذ یہ ہیں: صحیحین، امام احمد، ابن ہشام، اموی، حمید طویل، طبری، ابن ابی حاتم، حاکم، ابوداؤد طیالسی، واقدی، عبدالرزاق، ابوسلیمان جوزجانی، ابن عبدالبر، سہیلی، ابوداؤد، نسائی وغیرہ متعدد دوسرے ہیں۔ مذکورہ بالا ان میں اہم ترین ہیں جن کی متعدد روایات کئی مقامات پر ملتی ہیں، مقتل حمزہ، فضل الٰہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جراحت، شہداء، ان کی نماز جنازہ اور تدفین وغیرہ مفصل مباحث ہیں (۹۶-۱۸)۔

اسی سے متعلق ومتصل باب غزوہ حمراء الاسد کا ہے جو احد سے پسپا ہونے والے قریشی لشکر کے تعاقب میں آپ نے انجام دیا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے اس کا آغاز کر کے مختلف مآخذ کی دوسری روایات وتصریحات نقل کی ہیں جن میں ابن اسحاق وابن ہشام اہم ترین ہیں۔ ان کے علاوہ بخاری، مسلم، طبری وغیرہ شامل ہیں۔ پھر ایک خاص فصل میں واقعہ احد کے بارے میں کہے گئے اشعار کی باندھی ہے جو زیادہ تر ابن اسحاق سے ماخوذ ہیں اور کچھ اموی سے۔ اس کے آخر میں ایک مختصر فصل ۳ھ کے بقیہ واقعات کے مختصرات کیلئے قائم کی ہے جس میں غزوہ احد کے حوالہ کے علاوہ حضرت رقیہ کی شادی اور حضرت حسن کی ولادت کا ذکر ہے (۱۲۰-۹۷)۔

۴ھ کے واقعات کا سلسلہ حافظ ابن کثیر نے محرم میں ہونے والے قطن کے سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد کے ذکر اور اس کے بارے میں واقدی کی روایت سے کیا ہے اور عمر بن عثمان اور بیہقی کی روایتوں کا حوالہ دے کر حضرت ام سلمہ کی شادی کی آئندہ تفصیل دینے کا وعدہ کیا ہے۔ غزوۃ الرجیع کا دوسرا واقعہ سال ہے جس میں واقدی، بخاری، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، بیہقی کی روایات بھی دی ہیں لیکن اصل چیز بخاری اور ابن اسحاق وغیرہ اہل مغازی کا تقابلی مطالعہ ہے (۱۲۱-۳۴)۔ سریہ عمرو بن امیہ ضمیری کے اصل مآخذ واقدی اور بیہقی ہیں اور ابن اسحاق وابن ہشام کا حوالہ آخر میں ہے جبکہ بئر

معونہ کے سریہ کا ذکر بخاری کی روایت پر کر کے واقدی، موسیٰ بن عقبہ، بیہقی، یونس بن بکیر کے حوالہ سے ابن اسحاق کی روایات پر کیا ہے (۴۴-۱۳۵)۔

غزوۂ بنی النضیر کے واقعات وجزئیات بخاری، ابن ابی حاتم، بیہقی کی مختصر روایات اور تبصروں کے بعد اصلاً ابن اسحاق اور واقدی کی روایات پر انحصار کیا ہے اور درمیان میں بیہقی، سہیلی، صحیحین، امام احمد کی روایات واحادیث بھی دی ہیں۔ اس کے بعد ''قصہ عمرو بن سعدی القرظی'' بیان کیا ہے جو واقدی سے ماخوذ ہے۔ پھر غزوۂ بنی لحیان کا بیان بیہقی، امام احمد، ابوداؤد، مسلم، طیالسی، بخاری، ترمذی، نسائی کی روایات پر مبنی اور صلاۃ خوف سے زیادہ متعلق ہے او واقدی وغیرہ کے حوالہ سے اس کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع کا بیان ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، بخاری سے ماخوذ ہے جس میں غورث کے قصہ کو زیادہ مفصل بیان کیا ہے اور صحاح کا حوالہ بھی دیا ہے پھر اس عورت کا ذکر ہے جو اس غزوہ میں مبتلائے مصیبت ہوئی تھی اور حضرت جابر سے ان کے اونٹ کی خریداری کا ذکر بھی کافی مفصل اور ابن اسحاق، سہیلی، بیہقی سے ماخوذ ہے۔ غزوۂ بدر الموعد/ الآخرۃ کا باب ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کی روایات پر مبنی ہے۔ اس کے بعد ۴ھ کے تمام واقعات کی فصل لکھی ہے جس کے اہم مباحث ہیں: طبری کے حوالہ سے حضرت عثمانؓ کے فرزند عبد اللہؓ کی وفات، ابن کثیر کے قول کے مطابق حضرت ابوسلمہؓ کی وفات اور ان کا ذکر خیر، بروایت طبری ولادت حضرت حسینؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ سے آپ کی شادی اور ابن عبد البر، ابن الاثیر کے حوالہ سے ان کی مختصر سوانح اور واقدی، ابن کثیر، امام احمد اور ترمذی اور نسائی کے حوالہ سے حضرت ام سلمہؓ سے آپ کی شادی اور واقدی کے حوالہ سے حضرت زید کی تعلیم کتاب یہود وغیرہ (۷۶-۱۴۵)۔

۵ھ کے واقعات میں اولین ذکر غزوۂ دومۃ الجندل کا ہے جو ابن اسحاق و واقدی پر مبنی ہے اور ترمذی کا حوالہ بھی ہے پھر غزوۃ الخندق/ الاحزاب کا طویل و مفصل باب ہے۔ آیات سورۂ احزاب سے شروع کر کے اور اپنی تفسیر کی بحث کا حوالہ دے کر اس کی تاریخ کے بارے میں ابن اسحاق، عروہ بن زبیر، قتادہ، بیہقی کے ۵ھ کے اقوال، موسیٰ بن عقبہ اور امام مالک کے اقوال ۴ھ دے کر بیہقی کا محاکمہ اور اپنی بحث نقل کی ہے اور جمہور کے قول ۵ھ کو صحیح تاریخ قرار دیا ہے۔ پھر ابن اسحاق کی روایت غزوہ نقل کی ہے، جس کے بعد بخاری، مسلم، بیہقی، امام احمد، طبرانی، نسائی، ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ، ترمذی،

طبری وغیرہ کی روایات، اقوال اور آراء دی ہیں اور ان میں سے کئی پر کلام بھی کیا ہے۔ واقعات تاریخ کے علاوہ ابن کثیر نے صلاۃ وسطیٰ سے نمازِ عصر کے مراد ہونے، احزاب کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بددعا کرنے وغیرہ پر بھی خاص فصول باندھی ہیں (۲۲۲-۱۷۷)۔ اسی سے متصل غزوۂ بنی قریظہ کی فصل ہے جس میں قرآنی آیات اور بخاری کی روایت کے بعد اصل بیان غزوہ ابن اسحاق پر مبنی ہے اور روایات احمد، بخاری، بیہقی، مسلم، موسیٰ بن عقبہ، اہل سنن اربعہ وغیرہ کی متعدد روایات بیان کی ہیں۔ ان میں موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، بخاری اور امام احمد بہت اہم ہیں۔ اس بحث کا خاتمہ خندق اور بنو قریظہ کے غزوات پر کہے گئے اشعار کی فصل پر ہوتا ہے جو اصلاً ابن اسحاق سے ماخوذ ہے (۶۰-۲۲۳)۔

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان اصلاً ابن اسحاق کی روایت پر مبنی ہے جس میں امام بخاری کی روایت بھی کافی مفصل ہے اور موسیٰ بن عقبہ کے بیان کو ابن اسحاق کے مماثل قرار دیا ہے (۶۶-۲۶۱)۔ اس کے بعد خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کا بیان امام احمد پر مبنی ہے اور بیہقی، ابوداؤد، موسیٰ بن عقبہ، ابن ہشام، ترمذی، خلیفہ بن خیاط وغیرہ کے بھی حوالے ہیں (۹-۲۶۷)۔ حافظ ابن کثیر نے اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص کے دربار نجاشی میں اسلام سے متاثر ہونے اور اسلام قبول کرنے کا واقعہ بعد خندق ابن اسحاق کے حوالہ سے بیان کر دیا ہے پھر حضرت ام حبیبہ سے آپ کی شادی کی فصل ہے جس کی روایات بیہقی، ابن اسحاق، زبیر بن بکار، ابن اثیر، ابوعبید، قاسم بن سلام وغیرہ متعدد اکابر سے مروی ہیں پھر حضرت زینبؓ بنت جحش سے آپ کی شادی کی فصل قتادہ، واقدی، اور دوسرے بعض اہل مدینہ کے علاوہ مفسرین، آیات قرآنی، بیہقی، بخاری، امام احمد وغیرہ پر مبنی ہے اور اس کے آخر میں احکام حجاب کا ذکر ہے (۸۴-۲۷۰)۔

حافظ ابن کثیر نے ۶ھ کے واقعات میں سریہ محمد بن سلمہ، غزوۂ بنی لحیان کا ذکر بیہقی اور ابن اسحاق کی روایات کی بنا پر کر کے ان کا اختلاف واضح کیا ہے پھر ابن اسحاق کی روایت غزوۂ ذی قرد کے بارے میں نقل کر کے امام بخاری، مسلم، امام احمد، بیہقی کی روایت اور ان کے اختلافات بیان کئے ہیں۔ غزوۂ بنی المصطلق کے اسماء اور سنہ وقوع کے بارے میں بخاری، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کی روایات اور ابن ہشام کے اضافات نقل کر کے واقعات غزوہ تفصیل کے ساتھ ابن اسحاق، صحیحین، موسیٰ بن عقبہ، واقدی ہی سے نقل کر کے واقعہ افک پہلے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے اور اسی کو صحیحین

میں مندرج ومخرج بتا کر ابوداؤد کی سنن کا حوالہ دیا ہے (۲۸۴-۳۱۱)۔

غزوۃ الحدیبیہ کے بیان میں پہلے اپنے مآخذ کے حوالہ سے بلا اختلاف ۶ھ میں اس کا وقوع کا ذکر کر کے آپ کے حج وعمروں پر بخاری، مسلم کی روایات نقل کی ہیں۔ پھر غزوہ کے واقعات کے لئے ابن اسحاق، زہری، ابن ہشام کی روایات کے بعد امام بخاری کا سیاق بیان کیا ہے اور درمیان میں ابن اسحاق کے علاوہ مسلم، ابوداؤد وغیرہ کا حوالہ دے کر سیاق بخاری کو الگ عنوان کے تحت خاصا مفصل بیان کیا ہے (۳۱۲-۳۷)۔

ابن کثیر نے اس کے بعد خاص ۶ھ کے سرایا اور بعوث پر ایک خاص فصل باندھی ہے۔ پہلے واقدی کی روایت کی وہ تلخیص پیش کی ہے جو بیہقی نے کی ہے اور ابن اسحاق، مسلم وغیرہ کی روایات بھی جابجا بیان کی ہیں۔ ان سرایا میں عکاشہ بن محصن (غزومرزوق)، ابوعبیدہ (ذوالقصہ)، زید بن حارثہ (جموم)، زید بن حارثہ (بنوثعلبہ)، عیص، ابوالعاص بن ربیع کے خلاف، دحیہ بن خلیفہ کلبی کی قیصر کے دربار سے واپسی، حضرت علی (بنواسد)، عبدالرحمٰن بن عوف (دومۃ الجندل)، کرز بن جابر الفہری (عرینہ) کے سرایا وبعوث کا ذکر کیا ہے اور مؤخر الذکر کے بارے میں صحاح کی روایات زیادہ دی ہیں۔ اس سنہ کی آخری فصل میں اہم واقعات وحوادث کا مختصر حوالہ دیا ہے جیسے حج کی فرضیت کے بارے میں فقہاء اربعہ کا مسلک، مشرکین کے ساتھ مسلمات کی تحریم نکاح، غزوہ مریسیع، قصہ افک، نزول براءت حضرت عائشہ، صلح حدیبیہ اور چھ سفیران نبوی کی منازل کی طرف روانگی بروایت واقدی (۳۳۸-۴۳)۔ ابن کثیر نے ان میں سے کئی روایات پر نقد بھی کیا ہے۔

اس کے بعد ۷ھ کے واقعات کا باب شروع ہوتا ہے جس کے آغاز میں غزوۂ خیبر کا بیان ہے۔ تاریخ غزوہ کا ذکر موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، یونس بن بکیر، واقدی، امام احمد وغیرہ سے کر کے بعض اور تفصیلات بھی دی ہیں پھر ابن اسحاق، بخاری، بیہقی، مسلم، احمد، بزار، واقدی، موسیٰ بن عقبہ اور دوسری روایات کو ملا جلا کر بیان کرتے ہیں، پھر ایک خاص فصل میں تقسیم غنائم کا ذکر کیا ہے اور بعض ماکولات کی تحریم بیان کی ہے۔ اور نکاحِ متعہ وغیرہ کے بارے میں امام شافعی، سہیلی، ابوداؤد، امام احمد وغیرہ کی آراء نقل کی ہیں (۳۴۴-۷۰)۔ اس کے بعد الگ عنوان کے تحت حضرت صفیہؓ بنت حی کی گرفتاری، رہائی اور شادی کا ذکر اپنی تمہید کے بعد بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن اسحاق کی روایات پر کیا ہیں اور پھر اگلی

فصل میں خیبر کے قلعوں کی فتح اور تقسیم آراضی کا ذکر ابن اسحاق، واقدی، بیہقی، ابوداؤد وغیرہ کی متعدد روایات کی بنا پر کیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے حصص، صدقات کے عمال نبوی، وصولیابی صدقات، اور دورِ فاروقی میں یہود کے خیبر کی جلاوطنی، ازواج مطہرات اور خواتین خاندان رسالت کے طعم، حضرت فاطمہ کے اختلاف بابت آراضی فدک اور ان اموال پر خلفاء اسلام کی پالیسی کا ذکر ہے۔ پھر ایک خاص فصل میں خواتین کے غزوہ میں شریک ہونے اور ان کے انعامات نبوی کا صحاح اور ابن اسحاق، امام احمد، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے ذکر ہے۔ اسی سے متصل فصل میں حضرت جعفرؓ اور دوسرے مہاجرین حبشہ کی واپسی کا ذکر بخاری، مسلم، ابن اسحاق، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے ہے اور پھر زہر آلود بکری کے قصہ پر ایک الگ فصل باندھ کر بخاری، امام احمد، ابوداؤد، بیہقی، مسلم، ابن اسحاق کی روایات نقل کی ہیں۔ اگلی فصل میں وادی القریٰ کی فتح، واپسی کے واقعات کا ذکر بخاری اور دوسرے صحاح، واقدی، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے ہے۔ دوسری فصل میں شہداء خیبر کا اور پھر حجاج بن علاط بہزی کے واقعہ کا ذکر کیا ہے اور خاص فصل واقدی کے اس بیان پر مبنی ہے جو وادی القریٰ سے آپ کے گذرنے اور یہود سے معاہدہ ومصالحت کرنے کے بارے میں ہے۔ پھر دوسری فصل عمال صدقات خیبر پر باندھی ہے اور ان کی جلاوطنی پر اور اسی پر خیبر کا باب ختم ہوتا ہے (۲۱۶-۳۷۱)۔ ابن کثیر کے اس مفصل باب میں بعض دوسرے مسائل پر بھی بحث وکلام موجود ہے جو ان کی تنقیدی صلاحیت کا ثبوت ہے اور تمام مآخذ سے استفادہ کرنے کے حسین وجامع طریق کا بھی۔

''بنوفزارہ کے خلاف حضرت ابوبکر کا سریہ'' کی فصل اگلی ہے جو امام احمد، مسلم، بیہقی سے مروی ہے پھر بیہقی نے واقدی کے طریق سے تربہ کے سریہ عمر کا ذکر کیا ہے جبکہ سریہ عبداللہ بن رواحہ کا ذکر موسیٰ بن عقبہ کی روایت پر مبنی ہے۔ واقدی اور ابن اسحاق کی روایات پر حضرت بشیر بن سعید کے سریہ فدک کا ذکر ہے اور اس میں امام احمد اور صحیحین کے بھی حوالے ہیں۔ سریہ غالب بن عبداللہ بن اسحاق کی روایت اور ابوداؤد، واقدی، بیہقی کے حوالہ سے، غابہ کا سریہ ابی حدرد یونس بن بکیر کی سند پر ابن اسحاق سے مروی ہے اور موخر الذکر میں امام احمد، ابوداؤد، طبری، موسیٰ بن عقبہ کے حوالے اور ابن کثیر کا محاکمہ بھی ہے اور اس باب کے آخر میں سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحیحین کے حوالہ سے منقول ہے (۲۷-۲۱۷)۔

عمرۃ القضاء کا بیان خاصا مفصل ہے۔ اس کے مباحث کا آغاز اسماء غزوہ اور اس پر بحث، قرآنی

آیت واحادیث کے حوالہ اور اشعار کی تلمیح سے ہوتا ہے۔ پھر روانگی، تاریخ، عمرہ اور اس کے احکام ومسائل، سفر اور قیام مکہ کے واقعات وغیرہ کا ذکر ابن اسحاق کی روایت سے اصلاً ہوتا ہے جس میں ابن ہشام، بخاری، مسلم، بیہقی، موسیٰ بن عقبہ، ابن لہیعہ از عروۃ بن زبیر، واقدی، ابوداؤد امام احمد، کی روایات، تصریحات اور حوالوں کی بنیاد بھی شامل ہے۔ پھر حضرت میمونہؓ سے آپ کے نکاح مبارک کا بیان ہے جو ابن اسحاق، ابن ہشام، سہیلی، بخاری، دارقطنی، یونس بن بکیر، صحیحین، بیہقی اور اہل سنن کی روایات پر مبنی ہے۔ مکہ سے آپ کی واپسی کا ذکر خیر اور حضرت حمزہؓ کی دختر نیک اختر کی کفالت وغیرہ کا ذکر واقدی، ابن اسحاق/ ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے اور اس سنہ کی آخری فصل میں سریہ ابن ابی العوجاء واقدی سے بہ روایت بیہقی مذکور ہے (۴۵-۴۲۸)۔

۸ھ کے واقعات وحوادث کا سلسلہ حضرات خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص اور عثمانؓ بن طلحہ کے قبول اسلام اور آمدِ مدینہ کی فصل سے شروع ہوتا ہے جو واقدی بروایت بیہقی سے حضرت عمرو کے باب میں مروی ہے اور اس میں مختصر حوالہ ابن اسحاق اور صحیح مسلم کا بھی ہے۔ ابن کثیر نے واقدی کے سیاق کو ''ابسط واحسن'' قرار دیا ہے۔ پھر انھیں کی روایت حضرات خالد اور عثمان بن طلحہ کے بارے میں بھی بیان کی ہے اور شجاع بن وہب کا سریہ اور سریہ کعب بن عمیر بھی اصلاً واقدی پر مبنی ہے البتہ حضرت شجاع کے بارے میں صحیحین اور ابوداؤد کا بھی حوالہ موجود ہے (۵۴-۴۴۶)۔

غزوۂ موتہ کا مفصل باب کئی فصول میں منقسم ہے۔ اصل واقعاتِ غزوہ تو ابن اسحاق کی روایت پر مروی ہیں جس میں واقدی، بیہقی، امام احمد، ترمذی، یونس بن بکیر، ابوداؤد، سہیلی، بخاری، ابن ہشام، نسائی، موسیٰ بن عقبہ، اہل سنن ثلاثہ کی روایات وتصریحات کے علاوہ ابن کثیر کے تبصرے بھی شامل ہیں جو ابن اسحاق کی روایت کے درمیان میں آتے رہتے ہیں۔ اصل فصل کے بعد حضرت جعفر کی شہادت کے بعد ان کے گھر والوں کے لئے کھانا پکوانے اور ان کے ماتم پر مختلف اہل سیر وحدیث کی روایات ہیں جن میں ماتم کے اسلامی احکام بھی موجود ہیں اور حضرت اسماء بنت عمیس کی حضرت ابوبکر صدیق سے شادی اور ان کے فرزند محمد بن ابی بکر کا بھی حوالہ ہے۔ اگلی فصل واپس آنے والے لشکر اور مدینہ منورہ میں ان کے استقبال پر انھیں مآخذ کی روایات ہیں۔ پھر ایک خاص فصل میں تینوں امراءِ غزوہ کے فضائل امام احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، صحیحین، ترمذی، بیہقی وغیرہ سے مع ان کے سوانح مروی ہیں جبکہ

اگلی فصل میں شہداء موتہ اور مجاہدین وغیرہ کی تعداد ابن اسحاق، ابن ہشام اور زہری کی روایات کے حوالہ سے بیان کی ہے پھر ان امراء کی فضیلت پر امام ابوزرعہ رازی کی بیان کردہ حدیث ہے اور اگلی فصل میں غزوۂ موتہ کے بارے میں اشعار ابن اسحاق سے مروی ہیں جو آخری فصل ہے (۴۵۵-۹۳)۔

اگلا مبحث سلاطین کے نام نبوی فرامین اور سفارتوں سے متعلق ہے جس میں واقدی، بیہقی، بخاری، ابن اسحاق، مسلم کے حوالہ سے تاریخ بعوث کا ذکر ہے پھر یونس بن بکیر کی سند پر ابن اسحاق کی روایت قیصر روم کے دربار میں حضرت ابوسفیان کی تقریر اور اس سفارت نبوی کے بارے میں روایت ہے جس کے بعد ابوسفیان کی حدیث کے اضافوں کا ذکر بخاری کے حوالہ سے کیا ہے پھر ابن لہیعہ کی سند پر روایت عروہ بھی اسی باب میں ہے جس پر نقد و تبصرہ کے بعد موسیٰ بن عقبہ کی اس جیسی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت دحیہ کی سفارتِ قیصر روم کے باب میں پھر طبری کی روایت، طبرانی کی توضیح اور ابن اسحاق کی تفصیل دی ہے۔ بہت مختصر ذکر سفارتِ شجاع اسدی (حارث غسانی) کا ابن اسحاق اور واقدی کے حوالہ سے کر کے کسریٰ کے دربار میں حضرت شجاع کی سفارت کا ذکر بخاری، زہری کے حوالہ سے کر کے ابن اسحاق اور طبری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ کی دربار کسریٰ میں سفارت کا ذکر کیا ہے۔ پھر واقدی، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے کسریٰ کے قتل کے بارے میں معلومات نقل کی ہیں اور امام شافعی، مسلم وغیرہ کی آراء اور تبصرے دئے ہیں۔ مقوقس مصر کے نام سفارت حاطب بن ابی بلتعہ ابن اسحاق (بروایت یونس) بیہقی کا ذکر کر کے ابن اسحاق کا حوالہ حضرت سلیط کی سفارت ہوذہ حنفی، حضرت علاء حضرمی کی سفارت عمان کے بارے میں دیا ہے جو آخری بحث ہے (۵۱۵-۴۹۴)۔

اس سال کے اور دو سرایا - غزوۂ ذات السلاسل اور سریہ ابوعبید (سیف البحر) - اور وفات نجاشی کا ذکر اگلی فصل کا موضوع ہے۔ اول الذکر کے بنیادی مآخذ بیہقی، موسیٰ بن عقبہ، عروہ بن زبیر، ابن اسحاق، واقدی، ابوداؤد، مسلم، بخاری ہیں جبکہ دوسرے سریہ میں امام مالک، صحیحین، بیہقی کا ذکر خاص ہے اور وفات نجاشی میں احادیث کی روایات خاص کر صحیحین، بیہقی (موسیٰ بن عقبہ) کے علاوہ واقدی کا بھی حوالہ ہے (۵۱۶-۲۵)۔

غزوۂ مکہ - غزوۃ الفتح الاعظم - کا مفصل باب اگلا مبحث ہے جو تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے (۶۰۹-۵۲۶)۔ سورۂ حدید-۱۰ اور سورۂ نصر کے حوالہ سے اس کے ذکر قرآنی کے بعد ابن اسحاق کے

حوالہ سے اس کا سبب بیان کیا ہے جس میں بنوخزاعہ پر بنوبکر کے حملہ اور قریش کی صلح حدیبیہ کی منسوخی کے علاوہ بنوخزاعہ اور بنوبکر کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالی ہے پھر ابوسفیان کی تجدید صلح کی مساعی اور مدینہ زیارت، بدیل بن ورقا خزاعی کی استمداد وغیرہ کا ذکر بھی ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے۔ درمیان میں سہیلی کی ایک تصریح حدیث فاطمہ دی ہے۔ اس کے بعد بیہقی کا حوالہ دے کر موسیٰ بن عقبہ کی فتح پر روایت نقل کی ہے جو مذکورہ بالا واقعات سے متعلق ہے۔ جنگی تیاری اور اس کی خفیہ پالیسی، حضرت حاطب کے خط اور اس کے قاصد کی گرفتاری کا واقعہ ابن اسحاق سے نقل کر کے بعض امور کی وضاحت سہیلی، تفسیر ابن سلام، بخاری، امام احمد اور ابن ماجہ کے سوا ''بقیہ جماعت'' کا حوالہ دیا ہے۔ ایک الگ فصل میں آپ کی روانگی برائے مکہ، تعداد مسلم لشکر، قبائل کی عددی طاقت، ماہ رمضان میں خروج، روزہ وافطار کی حالت اور مسائل وواقعات، سفر کی مدت اور مکہ آمد کی تاریخ کا ذکر ابن اسحاق، عروہ، بخاری، بیہقی، امام احمد، طیالسی، مسلم کے حوالہ سے کر کے اپنی رائے بھی دی ہے۔ پھر ایک خاص فصل میں حضرت عباس بن عبدالمطلب، ابوسفیان بن حارث، عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کے اسلام اور ان کی ہجرت کا ذکر ابن اسحاق، ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے۔ اس کے بعد کی فصل میں مرالظہر ان کے قیام کے واقعات کا بیان بخاری، بیہقی، صحیحین، ابن اسحاق، ابن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ کے حوالہ سے کر کے ابوسفیان اموی کی آمد اور ملاقات نبوی اور ان کے قبول اسلام کا ذکر خاص طور سے کیا ہے۔ اسی میں بعض دوسرے اکابر قریش کے قبول اسلام اور مکہ میں آپ کے داخلہ کا ذکر ہے۔ موسیٰ کی مفصل روایت کی تصدیق بیہقی، بخاری، عروہ کی روایات سے کی ہے۔ پھر آپ کے مکہ میں چاروں طرف سے داخلہ کا ذکر صحاح ستہ، مالک، احمد، بیہقی وغیرہ کے علاوہ ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے۔ اس میں بعض واقعات کا ذکر بھی ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ کو رایت دینے اور پھر ان سے لے کر ان کے فرزند حضرت قیس کے حوالہ کرنے کا واقعہ ابن عساکر کے حوالہ سے کیا ہے۔ حضرت خالد سے بعض مکیوں کی جھڑپ کا بیان ابن اسحاق، بخاری، احمد، ابن ہشام، طبرانی کے حوالہ سے ہے۔ پھر اشتہاری مجرمین کے قتل کا حکم نبوی ابن اسحاق وابن ہشام کے حوالہ سے کر کے اپنی تشریحات دی ہیں اور بیہقی، ابوداؤد، نسائی کے حوالہ سے حضرت ام ہانی کی حدیث صلاۃ ضحیٰ کے بارے میں ذکر کی ہے۔ خانہ کعبہ میں نماز نبوی، طواف، خطبہ نبوی، حجابہ اور سقایہ کے بارے میں ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ روایات دے کر امام

احمد اور تین اہل سنن کے حوالے سے ذکر کیا ہے پھر اصنام و تصاویر سے کعبہ کی تطہیر کا ذکر ابن ہشام، احمد، بخاری، مسلم، بیہقی وغیرہ کی متعدد مختصر روایات کے حوالہ سے کیا ہے پھر بعض اکابر قریش کے اذان کعبہ پر ردعمل کا بیان ابن ہشام، یونس بن بکیر، عبدالرزاق، محمد بن سعد واقدی، بیہقی، بخاری اور ابن جریج کے حوالہ سے کر کے حرمتِ کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

مکہ کی بزور شمشیر یا بطریق صلح فتح کے مسئلہ پر امام شافعی کا مسلک بیان کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات فتح کا ذکر بخاری و ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے۔ اسی طرح امام احمد، اہل سنن اور صحاح کی روایات بعض واقعات کے بارے میں بیان کی ہیں، پھر اکابر قریش کی معافی اور قبول اسلام کا ذکر ابن ہشام و ابن اسحاق کے حوالہ سے، تعداد مسلمین کی مختصر ابن اسحاق وعروہ وموسیٰ بن عقبہ کے حوالہ سے اور اشعار در فتح مکہ ابن اسحاق و ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے۔ (۹۰-۵۲۶)۔ الگ فصل میں بنو جذیمہ کے خلاف حضرت خالد کی مہم کا ذکر اصلاً ابن اسحاق اور ابن ہشام کے حوالہ سے کیا ہے۔ جس میں بیہقی کی روایت بھی ہے۔ عزیٰ کے منہدم کرنے کی مہم حضرت خالد کا بیان طبری، واقدی اور بیہقی کے حوالہ سے کر کے ایک فصل میں آپ کی اقامت مکہ کی مدت کا ذکر بخاری، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کی روایات کی بنا پر ہے۔ ایک خاص فصل مکہ کے اہم احکام پر بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، احمد کے حوالہ سے، دوسری فصل لوگوں سے بیعت لینے پر امام احمد، بیہقی، طبری، صحیحین کے حوالہ سے ہے جس کا خاتمہ ہجرت کے خاتمہ کا اعلان پر ہوتا ہے اور ابن کثیر نے اس پر بحث بھی کی ہے۔ سورۂ نصر کے حوالہ سے آپ کی وفات پر متعدد روایات بخاری، طبرانی وغیرہ کے حوالہ سے جمع کی ہیں اور اسی پر فتح مکہ کا بیان ختم ہوتا ہے (۶۰۹-۵۹۰)۔

''غزوۂ ہوازن یوم حنین'' کا عنوان غزوۂ حنین کے لئے باندھ کر قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے پھر تاریخ غزوہ کا ذکر ابن اسحاق، طبری، واقدی وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے۔ سبب غزوہ، روانگی مسلم لشکر، اکابر ہوازن مالک بن عوف اور درید بن الصمہ کی جنگی حکمت، صفوان بن امیہ سے عاریت وغیرہ کا ذکر اصلاً ابن اسحاق و یونس بن بکیر سے ماخوذ ہے جس میں امام احمد، ابوداؤد، نسائی کی روایات بھی ہیں۔ آپ کے خروج کا حوالہ ابن اسحاق سے دے کر تعداد لشکر کے بارے میں موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایات پر مبنی اپنی رائے دی ہے اور پھر ذات انواط کا قصہ صحاح وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے۔ واقعات جنگ اور

مسلم لشکر کے اول وہلہ میں فرار کا ذکر یونس بن بکیر کے حوالہ سے ابن اسحاق سے مروی ہے۔ اور اس میں امام احمد، مسلم، بخاری، نسائی، بیہقی، طبرانی وغیرہ سے بھی مروی روایات ہیں۔ پھر ابن لہیعہ کے حوالہ سے موسیٰ بن عقبہ کی مفصل روایت غزوہ کے بارے میں ہے جس میں بیہقی، مسلم، طیالسی، ابوداؤد، امام احمد، بخاری کی روایات ہیں۔ واقعات جنگ کا بھی اس طرح ابن اسحاق، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے کر کے ہوازن کی شکست کے بعد کے واقعات کا ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے کر کے ابوداؤد، نسائی، امام احمد اور ابن ماجہ کی روایات اور حوالے دیئے ہیں (۳۹-۶۱۰)۔

غزوۂ اوطاس کا سبب بیان کر کے ابن کثیر نے اس کے بارے میں ابن اسحاق کی روایت تفصیل سے نقل کر کے بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی روایات بیان کی ہیں اور اپنی بحث ورائے بھی دی ہے۔ پھر مختصر فصل میں بلاسند شہداء حنین واوطاس کا ذکر کر کے غزوۂ ہوازن پر کہے گئے اشعار ابن اسحاق، ابن ہشام سے نقل کئے ہیں (۵۱-۶۴۰)۔ اس کے بعد غزوۃ الطائف کا ذکر موسیٰ بن عقبہ کے حوالہ سے کر کے ابن اسحاق کی روایت پر مبنی کیا ہے جس میں ابوداؤد، بیہقی، امام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ کی روایات کے پہلو بہ پہلو موسیٰ بن عقبہ کی روایت بھی ہے۔ ازواج مطہرات کی شرکت، منجنیق کے استعمال، اہل طائف کو دعوت اسلام وغیرہ جیسے دوسرے امور کے بارے میں ابن اسحاق، واقدی، بیہقی اور اہل سنن کی روایات ہیں پھر مخنث وغیرہ کے بارے میں اسلامی احکام، واپسی کے بارے میں حضرت عمرؓ وغیرہ کے مشورہ پر بخاری وغیرہ محدثین ابن اسحاق وغیرہ اہل سیر کی روایات کے بعد انھیں کی سند پر شہداء طائف کا ذکر خیر ہے۔ پھر طائف کے قبول اسلام پر بحث کی ہے۔ اگلی فصل طائف سے واپسی، تقسیم غنائم اور عمرہ جعرانہ پر ہے جو ابن اسحاق، بخاری، واقدی، امام احمد، مسلم، موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی متعدد روایات پر مبنی ہے اور اس میں اسیران حنین کی رہائی، مؤلفۃ القلوب کے عطایا، انصار کے شکوہ کا ذکر ہے۔ ایک خاص فصل میں آپ کی تقسیم پر لوگوں کے اعتراض پر روایات ہیں۔ پھر عمرہ جعرانہ کی مخصوص فصل ہے جس میں امام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ صحاح وغیرہ کی متعدد احادیث کا ذکر ہے اور آپ کے حج اور عمروں کی تعداد پر بحث بھی ہے (۹۸-۶۵۲)۔

اسلام کعب بن زہیر اور ان کے مشہور عالم قصیدہ بردہ پر ایک خاص فصل ابن اسحاق وابن ہشام کے حوالہ سے اصلاً باندھی ہے اور پورا قصیدہ نقل کیا ہے اور بیہقی کی اختلافی روایت کے علاوہ ابن عبدالبر

کی روایت کا حوالہ اور سہیلی کا قول بھی نقل کیا ہے (۷۰۹-۶۹۹)۔ ۸ھ کے جملہ واقعات کی فصل اس جلد سوم کی آخری فصل ہے جس میں متعدد حوادث و واقعات کا ذکر کیا ہے جیسے غزوات موتہ، فتح مکہ، ہوازن وطائف، عمرۂ جعرانہ کے حوالوں کے بعد واقدی کی سند پر واپسی کی تاریخ، عمرو بن العاص کی سفارت عمان، فاطمہؓ بنت ضحاک کلابیہ سے شادی، حضرت ابراہیم کی ولادت اور متعدد وفیات جیسے شہداء غزوات، انہدام صنم کدہ عرب جیسے عزیٰ، لات ومنات، ذوالخلصہ وغیرہ۔ اس میں واقدی کے علاوہ بخاری اور مسلم کا بھی حوالہ ہے (۷۱۰-۷۱۲)۔ اس کے بعد مرتب کی فہرس موضوعات وغیرہ ہیں (۷۱۳-۷۳۱)۔

سیرت ابن کثیر کی جلد چہارم آخری جلد بھی ہے اور وہ غزوۂ تبوک کے ذکر سے شروع ہوتی ہے جو ۹ھ کے واقعات کا سلسلہ آغاز ہے۔ سورۂ توبہ ۱۲۳ اور حضرات ابن عباس ومجاہد کی تفسیر آیات نقل کرنے کے بعد غزوۂ تبوک کے سبب، تیاری، اعلان نبوی، مسلمانوں کی مساعی، منافقین کی ریشہ دوانی، سفر کے واقعات وغیرہ کا ذکر اصلاً ابن اسحاق اور ابن ہشام کی بنیاد پر کیا ہے پھر امام احمد، ترمذی، بیہقی، طیالسی، نسائی کی روایات نقل کی ہیں۔ ان میں حضرت عثمان وغیرہ کے عطیات کا بھی حوالہ ہے۔ ایک خاص فصل ان سات مخلص ومعذور مسلمانوں کی عدم شرکت پر باندھی ہے جو بکاؤون کے نام سے مشہور ہیں۔ آیات قرآنی (سورہ براءت: ۹۳-۸۶) کے علاوہ ابن اسحاق، بیہقی، بخاری، مسلم وغیرہ کی روایات اس میں ہیں پھر ابن اسحاق کے حوالہ سے تین مخلص مسلمانوں کا حوالہ دے کر ان کے قصہ کو مفصل بیان کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ سفر نبوی، حضرت ابوخیثمہ کی تاخیر سے شرکت، حضرت ابوذر غفاری کے واقعہ اور ان کے بارے میں پیشگوئی، پانی کے معجزہ، ناقہ رسول کی گمشدگی، کھانے کے معجزہ کا ذکر اسی طرح ابن اسحاق، ابن ہشام اور صحاح ومحدثین کے حوالہ سے کیا ہے۔ پھر تبوک کے راستہ میں مساکن ثمود سے آپ کے گذر اور حکم پر ایک خاص فصل ابن اسحاق، ابن ہشام، احمد، بخاری، مالک، مسلم، یونس بن بکیر کے وغیرہ کے حوالہ سے باندھی ہے اور ایک باغ کی پیداوار کے تخمینہ کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ اگلی فصل آپ کے خطبہ پر ہے جو محدثین سے مروی ہے جس میں بحث بھی ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی معاویہ کی نماز جنازہ پر بیہقی کی روایت کے حوالہ سے ایک بحث ہے۔ پھر تبوک میں قیصر روم کے سفیر کی دربار نبوی میں حاضری کا بیان امام احمد کی روایت پر مبنی ہے۔ شاہ ایلہ، اہل جرباء اور اذرح سے آپ کے معاہدوں کا ذکر ابن اسحاق کی روایت کے حوالہ سے، دومہ کے حکمراں اکیدر کے

خلاف حضرت خالد کی مہم کا ذکر ابن اسحاق، ابن لہیعہ (عروہ)، بیہقی وغیرہ سے ہے۔ واپسی کے سفر کے واقعات جیسے منافقین کی حرکات، حضرت ذوالبجادین کی وفات وغیرہ کا ذکر ابن اسحاق، ابن لہیعہ، بیہقی، امام احمد وغیرہ پر مبنی ہے۔ مسجد ضرار کے قصہ کے مآخذ آیات قرآنی (سورۂ توبہ)، ابن اسحاق کی روایت اور تفسیر ابن کثیر ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت میں آپ کی ادائیگی نماز، مدینہ واپسی، احد سے محبت کا ذکر، استقبال کے اشعار کا ذکر صحیحین اور اہل سنن وغیرہ کے حوالہ سے ہے اور حضرت کعب بن مالک کی حدیث تین مخلص مسلمانوں کے غزوہ سے پہلوتہی کے بارے میں ہے جو بخاری کی روایت ہے پھر نافرمانوں کی حرکات پر ایک فصل مجاہد و ابن اسحاق، بیہقی وغیرہ محدثین کے حوالہ سے ہے (۵۰-۳)۔

تبوک سے واپسی کے بعد کے واقعات کے ضمن میں بیہقی کے حوالہ سے بعض خواتین اسلام کا ذکر ہے۔ رمضان ۹ ھ میں ثقیف کے وفد کی زیارت مدینہ کا ذکر الگ فصل میں ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، مسلم وغیرہ متعدد مآخذ کی بنیاد پر کیا ہے اور اس میں اکابر ثقیف کے اسلام اور ان کے صنم کدہ کے انہدام کے علاوہ ثقیف کے نام کتاب نبوی کا متن بھی شامل ہے۔ پھر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کی موت کی فصل ہے جس میں ابن اسحاق، واقدی، بیہقی، صحیحین کی روایات ہیں۔ جس کے بعد ایک فصل میں تمام غزوات نبوی پر حضرت حسان بن ثابت کا قصیدہ مذکور ہے۔ حضرت ابوبکر کی امارت حج کا باب ابن اسحاق، بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، طبری، واقدی کی روایات پر مبنی ہے اور اس میں ابن کثیر کی تنقید بھی ہے اور آخری فصل جملہ حوادث کے لئے ہے (۵-۷۵)۔

حافظ ابن کثیر نے وفود عرب کی دربار نبوی میں حاضری پر کتاب الوفود قائم کی ہے جس کے آغاز میں ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، بخاری اور بیہقی کے حوالہ سے وفود عرب خاص کر ۹ ھ سے قبل کے وفود کا حوالہ و بحث ہے پھر الگ الگ وفود کا ذکر کیا ہے جیسے مزینہ (واقدی)، بنوتمیم (بخاری)، بنوتمیم (ابن اسحاق کی مفصل روایت معہ اشعار و خطبات جس کے بعد بیہقی کی روایت بھی ہے)، عیینہ بن حصن فزاری کا وفد (واقدی)، اس میں طبری اور ابن اسحاق کا بھی حوالہ ہے۔ پھر بنوتمیم کے وفد پر ایک فصل ہے جو بخاری کی روایت پر مبنی ہے۔ اس کے بعد مختلف عناوین کے تحت متعدد وفود کا ذکر ہے جیسے وفد بن عبدالقیس (بخاری، مسلم، طیالسی، امام احمد، بیہقی، ابن اسحاق)، قصہ ثمامہ اور وفد بنی حنیفہ (بخاری، بیہقی، ابن اسحاق، سہیلی، یونس بن بکیر، طیالسی، واقدی اور ذکر مسیلمہ کذاب کے ساتھ)، وفد اہل نجران

(بخاری، مسلم، بیہقی، ابن اسحاق، یونس بن بکیر)، وفد بنی عامر وقصہ عامر بن طفیل وغیرہ (ابن اسحاق، بیہقی، ابن عبدالبر، اوزاعی، ابن ہشام، طبرانی وغیرہ)، قدوم ضمام بن ثعلبہ (ابن اسحاق، امام احمد، واقدی، صحیحین وغیرہ)، وفد طے حضرت زید الخیل کے ساتھ (سہیلی، ابن اسحاق، صحیحین)، قصہ حاتم طائی (بخاری، ابن اسحاق، امام احمد، ترمذی، بیہقی، واقدی)، قصہ دوس وطفیل بن عمرو (ابونعیم، بخاری)، اشعریوں اور اہل یمن کی آمد (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)، قصۂ عمان وبحرین (بخاری، مسلم)، وفد فروہ بن مسیک مرادی (ابن اسحاق)، وفد زبید وعمرو بن معدی کرب (ابن اسحاق، ابن عبدالبر وغیرہ)، وفد کندہ واشعث بن قیس (ابن اسحاق، ابن ماجہ، احمد)، وفد بنی مازن اعشیٰ کی قیادت میں (عبداللہ بن احمد)، قدوم صرد بن عبداللہ ازدی (ابن اسحاق)، ملوکِ حمیر کے سفیروں کی آمد (واقدی، ابن اسحاق، احمد، ابوداؤد، بیہقی)، حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کی آمد وسلام (احمد، جریر، نسائی، جماعت محدثین، بیہقی)، وائل بن حجر کی آمد (ابن عبدالبر، بیہقی، احمد، ابوداؤد وترمذی)، لقیط بن عامر کا وفد (عبداللہ بن احمد)، زیاد بن حارث صدائی کی آمد (بیہقی، واقدی)، حارث بن حسان بکری کی آمد (احمد، ترمذی، نسائی وغیرہ)، عبدالرحمٰن بن ابی عقیل اور ان کی قوم کی آمد (بیہقی)، طارق بن عبداللہ کی آمد (بیہقی، نسائی)، وفد فروہ بن عمرو جذامی (ابن اسحاق)، قدوم تمیم داری (ابوعبداللہ سہل مروزی، احمد، مسلم واہل سنن وواقدی)، وفود بنی اسد، بنوعبس، بنوفزارہ، بنومرہ، بنوثعلبہ، بنومحارب، بنوکلاب، بنورؤاس بن کلاب، بنوعقیل بن کعب، بنوقشیر بن کعب، بنوالبکاء، کنانہ، اشجع، بنوسلیم، بنوہلال بن عامر، بنوبکر بن وائل، تغلب کے علاوہ تمام وفادات اہل یمن جیسے وفود تجیب، خولان، جعفی کا ذکر واقدی سے مروی ہے۔ ایک خاص فصل میں ازد کے وفد کا ذکر ابونعیم کی **معرفۃ الصحابہ** وغیرہ کے حوالہ سے بیان کر کے اسی ضمن میں کندہ، صدف، خشین کے وفود کا ذکر کیا ہے پھر واقدی کی روایت وفد سباع کے بارے میں دینے کے بعد ترمذی، احمد وغیرہ کا ذکر کر کے اس پر بحث کی ہے۔ پھر ایک فصل میں جنات کے وفود کا ذکر مختلف روایات سے کیا ہے جن میں بیہقی اہم ترین ہیں (۷۶-۱۸۷)۔

اس کے بعد ۱۰ھ کے واقعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کی پہلی فصل بنوالحارث بن کعب/ نجران کی طرف سریۂ خالد بن ولید کے لئے خاص ہے اور وہ اصلاً ابن اسحاق سے مروی ہے لیکن اس میں بیہقی اور نسائی کا بھی حوالہ ہے۔ پھر یمن کی طرف امراء نبوی کے بھیجنے کی فصل ہے جس میں حضرات

معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کی تقرری اور گورنری کے بارے میں روایاتِ بخاری، مسلم، احمد، ترمذی اور ابوداؤد سمیت اہل سنن اربعہ، بیہقی وغیرہ نقل کی ہیں اور صدقات کے اسلامی احکام اور ایمان میں کمی بیشی جیسے اصولی مباحث پر بحث کی ہے۔ پھر حضرات علی ابن ابی طالب و خالد بن الولید کی سرایائے یمن کی مفصل فصل بخاری، احمد، ابن اسحاق، بیہقی، یونس بن بکیر، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کی روایات جمع کر کے صدقات وغیرہ پر بحث کی ہے اور اسانید پر بھی (۲۱۰-۱۸۸)۔

حافظ ابن کثیر نے آپ کے آخری حج پر ''کتاب حجۃ الوداع'' کے عنوان سے پوری کتاب لکھ دی ہے۔ اس کے تین اسماء مبارکہ۔ حجۃ البلاغ، حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع۔ گنا کر ان کی وجوہ تسمیہ، مقصود حج، اس کے بارے میں ائمہ اسلام کی کتابوں خاص کر ابن حزم کی کتاب کا حوالہ دے کر پورے واقعہ کو مختلف فصول میں بیان کیا ہے۔ پہلا باب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ سے صرف ایک حج اور اس سے قبل تین عمرے کئے اور احادیث سے اس کو مدلل کیا ہے۔ پھر ابن اسحاق و ابن ہشام کی روایت پر حجۃ الوداع کے لئے آپ کی مدینہ سے روانگی کی تاریخ احادیث کے ساتھ بیان کی ہے۔ اگلا باب آپ کی صفت روانگی پر ہے اور احادیث پر مبنی ہے۔ اس میں ذیلی فصول بھی ہیں جن میں احرام، نماز قصر، حج کی قسم-افراد، قران یا تمتع وغیرہ۔ پر احادیث سے استدلال کیا ہے پھر ایک باب آپ کے مقام احرام پر باندھ کر مختلف محدثین کی روایات کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ آپ کے حج افراد، یا تمتع پر مختلف علماء کے مسالک اور ان کے دلائل کا بہت مفصل ذکر کیا ہے اور اگلے باب میں قران کے قائلین کے دلائل جمع کئے ہیں جو اول الذکر سے زیادہ مفصل ہے۔ ایک فصل میں محاکمہ کر کے اعتراضات کا جواب دوسری فصل میں دیا ہے۔ ایک باب یہ بھی قائم کیا ہے کہ آپ کا احرام مطلق تھا اور اس کے دلائل اور روایات نقل کی ہیں جو تمام کی تمام احادیث کی کتب پر مبنی ہیں (۸۲-۲۱۱)۔

مناسک و احکام حج کے سلسلہ میں آپ کے تلبیہ پر ایک فصل باندھی ہے۔ ایک فصل صرف حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث کے لئے قائم کی ہے، پھر ایک فصل میں ان مقامات و مساجد کا ذکر کیا ہے جہاں مکہ و مدینہ کے درمیان کے سفر کے دوران آپ نے نمازیں پڑھیں، اگلا باب مکہ مکرمہ میں آپ کے داخلہ پر ہے، پھر آپ کے طواف کی تفصیل پر دوسرا ہے، آپ کے رمل اور اضطباع پر ایک الگ فصل ہے جس میں پیادہ یا سوار طواف کرنے کی بحث بھی آئی ہے۔ پھر ''صفا و مروہ کے درمیان آپ

کے طواف (سعی) کا ذکر" ہے جس میں ذیلی فصول بھی ہیں جو آپ کے ارشادات اور قربانی کے جانوروں (ہدی) کے اسلامی احکام، حضرت علی کی یمن سے آمد، مدت قیام، ترویہ کے دن مقام نماز نبوی، خطبہ نبوی وغیرہ کا ذکر کرتی ہیں۔ علیحدہ فصل میں عرفہ میں آپ کی دعا اور روزہ کی ممانعت وغیرہ پر تفصیلات ہیں۔ عرفہ میں آیت قرآنی: "الیوم اکملت لکم دینکم... الخ" کے نزول پر مختصر فصل کے بعد عرفات سے مشعر حرام کی طرف آپ کی واپسی (افاضہ) کا ذکر خیر اور مزدلفہ کے قیام و مناسک کا ذکر ہے۔ ایک اور فصل میں اہل بیت نبوی کے بعض افراد کو پہلے منیٰ جا کر کنکریاں مارنے کی اجازت نبوی کا ذکر ہے۔ مزدلفہ میں آپ کے قیام اور وہاں سے روانگی کے وقت اور وادی محسر سے گریز وغیرہ پر الگ فصل ہے۔ پھر رمی جمار اور تلبیہ کے خاتمہ پر بحث ہے جس کی ذیلی فصول میں قربانی، قربانی میں شرکت، حلق و قصر، کپڑے پہننے اور خوشبو لگانے وغیرہ کا ذکر ہے۔ اگلی فصل بیت عتیق کی طرف آپ کے افاضہ کے ذکر پر ہے جس میں طواف افاضہ کا ذکر جمیل ہے اور اس کی ذیلی فصول طواف اول پر اکتفا، ظہر کی نماز کے بعد منیٰ واپسی و قیام، خطبہ نبوی، منیٰ جانے میں قیام نبوی، نماز کی رکعات پر روایات ہیں۔ ایک الگ فصل منیٰ کے قیام کے دوسرے دن کے خطبہ نبوی پر ہے، دوسری فصل میں ہر روز بیت اللہ کی زیارت پر ہے، پھر ذوالحجہ کے چھٹے دن سے دسویں دن تک کے اسماء اور وجوہ تسمیہ کا ذکر ہے اور وادی محصب کا ذکر بھی الگ ہے۔ پھر طواف وداع پر روایات ہیں۔ ایک فصل مکہ کے زیریں علاقے سے واپسی کے راستے کی سنت پر ہے، اسی میں ماء زمزم کا ذکر ہے۔ ایک خاص فصل میں "غدیر خم" کی حدیث پر بحث کی ہے (۲۲۶-۲۸۲)۔ ان تمام مباحث میں احادیث و محدثین ہی ان کے مآخذ ہیں صرف مؤخر الذکر میں ابن اسحاق اور طبری کا کہیں کہیں حوالہ دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے حجۃ الوداع کی کتاب میں نقد و جرح اور تبصرہ سے بھی خوب کام لیا ہے۔

۱۱ھ کے واقعات کے ذکر میں پہلے ایک تمہیدی فصل میں حجۃ الوداع کے حوالہ سے آپ کی وفات کے پس منظر پر روشنی ڈالی ہے اور آیت قرآنی (سورۂ نصر) اور احادیث کے حوالہ سے اس کو مدلل کر کے آپ کے غزوات کی تعداد پر اقوال جمع کیے ہیں جس میں اہل حدیث کے علاوہ اہل سیر کے اقوال بھی جمع کیے ہیں جیسے عروہ، زہری، ابن اسحاق وغیرہ۔ پھر ان کی ایک تلخیص پیش کی ہے جو ابن اسحاق کی روایات اور ابن ہشام کے اضافات پر مبنی ہے۔ آخر میں بخاری، ترمذی کے حوالے بھی ہیں (۲۱-۲۲۷)۔

انگلی ان آیات وحادیث کے لئے باندھی ہے جو آپ کی وفات کی خبر دیتی ہیں اور مرض الوفاۃ کے آغاز کا ذکر کرتی ہیں۔ متعدد قرآنی آیات کے علاوہ احادیث بھی ہیں اور ابن اسحاق کی روایت آپ کے مرض کے آغاز کے بارے میں نقل کر کے دوسری حدیثی روایات بھی دی ہیں۔ بیماری کے واقعات، معمولات وغیرہ کا ذکر کر کے شیعی اور بدعتی نقطۂ نظر کی تردید کی ہے۔ آپ کے غسل کرنے اور مسجد میں آخری نماز پڑھا کر خطبہ دینے کی احادیث نقل کی ہیں جن میں بیہقی وغیرہ محدثین کے علاوہ واقدی کی روایت بھی ہے اور ان پر بحث بھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت پر ایک مفصل باب روایاتِ محدثین کرام کے علاوہ امام اشعری وغیرہ کے دلائل پر بھی مبنی ہے۔ اگلا باب آپ کے وقت آخر اور وفات پر ہے جو واقعات، دعاؤں، وصایا، ارشادات، کیفیات، وفات کی کیفیات، بعد وفات مسلمانوں کے ردعمل خاص کر حضرت ابوبکرؓ کی آمد اور خطبہ حضرت عمرؓ کے اضطراب واعلان وغیرہ پر مبنی ہے۔ وفات اور تدفین کے درمیان پیش آنے والے بعض اہم امور جیسے نماز ابوبکر، وفات بوقت دوپہر، صحابہ کا وفات نبوی پر اختلاف اور خطبہ ابی بکر کا ذکر ہے (۸۵-۴۴۱)۔ اس کے بعد قصۃ سقیفہ بنی ساعدہ'' کے عنوان سے خلافت ابوبکر صدیقؓ اور اس کی افضلیت پر بحث ہے (۵۰۴-۴۸۶)۔

وفاتِ نبوی اور دوسرے متعلقہ امور کا سلسلہ ذکر پھر شروع ہوتا ہے۔ ایک فصل میں آپ کے وقت وفات، عمر شریف، حال وفات، غسل وتکفین، تدفین اور مقام تدفین کا ذکر کر کے ان تمام امور کو اہل حدیث کے علاوہ واقدی، ابن سعد، ابن اسحاق، ابن عساکر، سیف بن عمر کی روایات سے نقل کیا ہے۔ فائدہ کے تحت سہیلی کی بحث نقل کی ہے کہ یوم وفات بارہ ربیع الاول نہیں ہوسکتی، پھر آپ کے غسل کی صفت پر ابن اسحاق، واقدی کے علاوہ محدثین کی روایات زیادہ ہیں۔ آپ کے کفن کی صفت کی فصل میں صرف محدثین کی روایات ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ کی فصل محدثین کے پہلو بہ پہلو ابن اسحاق اور واقدی کی روایات اور فقہاء کے مسالک بھی رکھتی ہے۔ آپ کی تدفین کی کیفیت، مقام تدفین اور وقت تدفین کے بارے میں زیادہ تر محدثین کی روایات ہیں۔ البتہ اموی اور واقدی کا بھی دو ایک جگہ حوالہ ہے۔ آپ کے شرف صحبت سے بالکل آخر میں بہرہ ور ہونے والی ذات گرامی پر ایک الگ فصل ہے۔ وقت تدفین پر الگ فصل ہے جس میں واقدی اور ابن اسحاق کا بھی ذکر ہے لیکن زیادہ محدثین کی روایات ہیں۔ آپ اور آپ کے دونوں ساتھیوں - حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما - کی قبروں کی

کیفیت اور نقشے پر روایات محدثین واہل سیر مثلاً واقدی ہیں۔ آپ کی وفات پر مسلمانوں کے حزن وملال اور تعزیت پر دو الگ الگ فصلیں ہیں جو محدثین کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت بھی رکھتی ہیں۔ ایک فصل میں یہ بیان کیا ہے کہ اہل کتاب کو آپ کی وفات کے دن کی خبر تھی۔ اس کے آخر میں مختصر فصل کے اندر ابن اسحاق و ابن ہشام کے حوالہ سے ارتداد عرب کا حوالہ اور اس پر نقد ہے۔ پھر ابن اسحاق کے حوالہ سے مراثی کی ایک فصل ہے (۶۰-۵۰۵)۔

ایک باب میں یہ بحث ہے کہ آپ نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا بلکہ سب صدقہ کر دیا تھا۔ اس میں حیات دنیوی کے بارے میں آپ کے ذاتی عمل کے علاوہ ارشادات بھی ہیں۔ جس کے بعد آپ کے ارشاد کہ ہم انبیاء کے وارث نہیں ہوتے پر بحث ہے جس میں حضرت فاطمہ کے دعوے پر بحث بھی ہے اور اسلامی حکم بھی، رافضیوں پر تنقید بھی ہے اور تردید بھی (۷۸-۵۶۱)۔ اگلا باب آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد گرامی پر بہت مفصل ہے جو آیات قرآنی، احادیث و روایات سے مدلل ہے۔ اس میں محدثین کرام کے علاوہ سیف بن عمر، طبری، زہری، ابن اسحاق، ابن عساکر وغیرہ کی روایات ہیں اور ترتیب سے ازواج کا ذکر ہے۔ اگلی فصل ان ازواج پر باندھی ہے جن کو پیغام تو دیا لیکن نکاح مکمل نہ کیا۔ آخر میں ازواج مطہرات کی اصناف ثلاثہ پر بحث کی ہے (۹۹-۵۷۹)۔ آپ کی باندیوں (سراری) پر اگلی فصل ہے جس میں ابونعیم، واقدی، ابن خزیمہ، دارقطنی، یونس بن بکیر، ابن اسحاق وغیرہ کے حوالہ سے حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ریحانہ کا ذکر خیر ہے (۶-۶۰۰)۔ اگلی فصل آپ کی اولاد گرامی کے لئے وقف ہے جو ابن سعد، ابوالفرج المعافی، ہیثم بن عدی، زبیر بن بکار، ہشام بن عروہ، ابن عساکر، زہری، واقدی کے علاوہ متعدد محدثین کرام کی روایات سے آراستہ ہے (۱۵-۶۰۷)۔

اگلا باب آپ کے غلاموں، باندیوں، خدام، کاتبوں اور امینوں پر ان کے اسماء گرامی کے حروف کی رعایت کے ساتھ باندھا ہے اور ان کے بعض سوانح بیان کئے ہیں جیسے حضرات زید بن حارثہ، اسامہ، اسلم، ابورافع، ایمن، ثوبان وغیرہ وغیرہ۔ اس میں محدثین کرام کے علاوہ ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، موسیٰ بن عقبہ، خلیفہ بن خیاط وغیرہ کی روایات ہیں۔ آپ کی باندیوں (اماء) پر الگ فصل ہے جو واقدی، ابن سعد، ابن الاثیر، عساکر، بیہقی، ابن عبدالبر اور متعدد محدثین کی روایات پر مبنی ہے۔ اسی طرح آپ کے خدام اور آزاد صحابہ کی خدمت پر الگ فصل ہے جو ابن سعد، واقدی اور

متعدد محدثین کی مرہون منت ہے۔ آپ کے کتاب (کاتبوں) پر جو فصل ہے وہ ابن سعد، واقدی، زبیر بن بکار، ابن اسحاق کے علاوہ متعدد محدثین کرام کی احادیث وآثار پر مبنی ہے اور ان کی سوانح بھی بیان کرتی ہے اور ابن کثیر کی آراء ونقد بھی (۶۱۵-۹۷)۔ اس کی آخری فصل آپ کے امینوں پر ابن عساکر، احمد، ابوداؤد، نسائی، صحیحین وغیرہ کے حوالہ سے ہے اور آخر میں تعداد صحابہ و مسلمین پر مختلف روایات ہیں (۶۹۸-۷۰۰)۔

کتاب سیرت کا آخری باب آپ کے آثار ذاتی یعنی کپڑوں، اسلحوں اور سواریوں وغیرہ کے لئے خاص ہے جو مختلف ذیلی فصول میں منقسم ہے۔ ایک فصل آپ کی خاتم پر ہے جو محدثین سے مروی ہے۔ اسی کی دوسری فصل ترک خاتم پر ہے۔ دوسری فصل آپ کی تلواروں کے ذکر پر ہے جس کے آخر میں آپ کے دوسرے اسلحوں کا حوالہ ہے۔ پھر آپ کے نعلین مبارک پر ایک فصل ہے اور اس کے بعد فہرس موضوعات ہے ایک فصل آپ کے پیالہ کے ذکر خیر پر ہے، اگلی فصل میں آپ کی سرمہ دانی کا ذکر ہے۔ پھر لباس کے سلسلہ میں بردہ پر ایک فصل ہے۔ آپ کے گھوڑوں اور دوسری سواریوں کا ذکر مجموعی طور سے ایک فصل میں ابن اسحاق کے حوالہ سے کیا ہے اور زیادہ روایات اس پورے باب میں محدثین کرام کی ہیں (۷۰۱-۷۱۷) اور اسی پر ابن کثیر کی کتاب سیرت ختم ہوتی ہے جس کے بعد شمائل وخصائص وفضائل ودلائل کا الگ جزء آتا ہے۔

# ابن کثیر کی الفصول فی سیرۃ الرسول

حافظ ابن کثیر کی اسلامی عالمی تاریخ "البدایة و النھایة" بہت مشہور ہے۔ اس میں سیرت نبوی کا بہت جامع اور مفصل مواد ہے جو ان کو عظیم ترین سیرت نگاروں کی صف میں ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ انھوں نے خود کئی جگہ اپنی کتاب تاریخ اور دوسری تالیفات میں تصریح کی ہے کہ انھوں نے سیرت نبوی پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے اور ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی ہے اور یہ مختصر کتاب کتاب جامع کی تلخیص نہیں بلکہ ایک مستقل اور آزاد تصنیف ہے۔ اس کا عنوان "الفصول فی سیرۃ الرسول" ہے جو متعدد بار عنوان کی تبدیلی اور اختلاف کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ ہمارے زیر مطالعہ جو نسخہ ہے وہ قریب قریب جدید ترین طباعت ہے اور اسے محمد العید الخطر اوی اور محی الدین مستو نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ مؤسسۃ علوم القرآن دمشق/مکتبہ دار التراث مدینہ منورہ سے ۳-۱۴۰۲ھ میں تیسری بار شائع کیا ہے۔

محققین کی تصریح کے مطابق ابن کثیر کی الفصول فی سیرۃ الرسول دو حصوں میں منقسم ہے اور دونوں اپنی جگہ الگ الگ تالیفات ہونے کا درجہ اور حق رکھتی ہیں۔ کتاب کا جز اول سیرت نبوی اور غزوات و مغازی پر مبنی ہے اور جز دوم احوال وشمائل و خصائص نبوی پر۔ مطبوعہ کتاب کے کل صفحات ۴۱۲ ہیں۔ جن میں سے اولین اٹھہتر صفحات تیسری طباعت کے مقدمہ، مقدمہ تحقیق اور حافظ ابن کثیر کی سوانح پر شامل ہیں۔ پھر متن کتاب ۷۹ سے ۳۴۴ تک وسیع ہے۔ بقیہ لگ بھگ ستر صفحات خاتمہ ومراجع تحقیق اور مختلف قسم کی فہارس -آیات قرآنی، احادیث نبوی، اعلام، تراجم اعلام، اماکن اور موضوعات- پر مبنی ہیں۔

متن کتاب کا آغاز "مقدمۃ المؤلف" سے ہوتا ہے جس میں بسملہ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد مؤلف کتاب حافظ ابن کثیر نے پہلے اہل علم کی توجہ تاریخ نبوی اور تواریخ اسلامی کے مختلف اور عظیم الشان علوم وفنون پر مشتمل ہونے کی طرف دلائی ہے اور پھر تصریح کی ہے کہ میں نے ایک تذکرۂ نبوی بطور نمونہ لکھ دیا ہے تاکہ ان علوم کی تحصیل میں مدد ملے اور اس میں نسب نبوی، سیرت واعلام اور آپ کے بعد کی اسلامی تاریخ کا علم

خاص طور سے حاصل ہو۔ لیکن محققین کی وضاحت کے مطابق مؤلف علام نے اس کتاب میں صرف سیرت نبوی پر ہی اکتفا کیا ہے اور اپنے وعدہ کے مطابق تاریخ اسلامی کا کوئی حصہ شامل نہیں کیا (۸۰-۷۹)۔

جزو اول کی پہلی فصل "نسب نبوی" سے شروع ہوتی ہے جس میں آپ کے نام نامی ابوالقاسم، محمد اور احمد کے علاوہ آپ کو سید ولد آدم اور دوسرے اسماء گرامی - ماحی حاشر وغیرہ۔ سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم سامی عبداللہ ذکر کر کے ان کے رشتہ اخوت سے ان کے تمام بھائی بہنوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کو اولاد عبدالمطلب بتا کر اور ان کا مشہور نام شیبۃ الحمد لکھ کر ان کے والد ہاشم کو ان کے اصلی نام اور ان کے بھائیوں کے نام گناتے ہیں اور اسی طرح وہ پیڑھی بہ پیڑھی عدنان تک لے جاتے ہیں۔ نسب نبوی کے مآخذ کیلئے حافظ ابوعمرو نمری (ابن عبدالبر) کتاب "**الانباہ بمعرفۃ قبائل الرواۃ**- کا حوالہ دے کر قریش کے نام و نسبت اور ان کو جمع کرنے والے کا ذکر کرتے ہیں اور مختلف علماء جیسے ابن عبدالبر، ابن ماجہ، ابوالقاسم عبدالکریم رافعی اور امام شافعی اور ان کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں پھر قبائل یمن کا اور ان کی نسبی نسبت کا مختصر حوالہ دیتے ہیں۔ دوسری فصل آپ کے نسب مطہر ہی سے متعلق ہے مگر عدنان سے اوپر کی پیڑھیوں کیلئے۔ عدنان کو اولاد ابراہیمی تسلیم کرنے اور متفقہ نظریہ بتانے کے بعد وہ درمیانی پیڑھیوں کے لئے مختلف اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔ ان میں امام مالک، امام ابن عبدالبر، ابن اسحاق، ابوالعباس عبداللہ بن محمد الناشی المعتزلی شامل ہیں اور صحیح مسلم سے تمام قبائل قریش کی قرابت اور بنو اسرائیل کی نسب ابراہیمؑ میں شمولیت کا ذکر کرتے ہیں اور تورات سے حوالہ لاتے ہیں۔ اس موضوع پر ایک حدیث بیان کر کے آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب مختصراً بیان کرتے ہوئے اختتام بحث کرتے ہیں (۹۰-۸۳)۔

تیسری فصل "آپ کی ولادت و رضاعت و نشأۃ" پر ہے۔ دوشنبہ دو ربیع الاول کی روایت کو ترجیح دے کر تین اور تاریخیں اس ماہ کی اور زبیر بن بکار اور سہیلی کے حوالہ سے رمضان کی شاذ روایت کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ پھر سنہ عام الفیل کے بعد کی مدت کے بارے میں مختلف اقوال بیان کرتے ہیں۔ صحیح قول - عام الفیل - کے لئے امام بخاری کے استاد ابراہیم بن المنذر الحزامی اور خلیفہ بن خیاط وغیرہ کا حوالہ و سند بھی لاتے ہیں۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد کی وفات اور دوسری تاریخوں، رضاعت حلیمہ سعدیہ، مدت رضاعت و پرورش، شق صدر، والدہ کی وفات، ام ایمن کی پرورش، دادا کی

کفالت ووفات، ابوطالب کی وصیت پدری اور کفالت وحمایت اور شرک پر ان کی موت، سفرِ شام، معجزات دوران سفر شام بروایت ترمذی، بحیرا راہب کی بشارت وملاقات، تجارت خدیجہ کے لئے دوسرے سفر شام اور اس کے معجزات، خدیجہ سے شادی، پاک وصاف اور محفوظ و مامون زندگی، تعمیر کعبہ اور تنصیب حجر اسود کے واقعات مختصراً بیان کرتے ہیں (۹۵-۹۱)۔

تیسری فصل آپ کے ''مبعث'' پر ہے۔ اس کے اہم نکات ہیں: بعثت محمدی رحمت الٰہی، غارِ حرا میں تحنث، ابوطالب کے قصیدۂ لامیہ کا حوالہ مع شعر، رمضان میں بعمر چالیس سال فرشتہ کے ذریعہ سورۂ اقراء کی تنزیل وتعلیم، حضرت خدیجہ کی تسلی اور تصدیق، فترۂ وحی اور اس کی مدت، اس کے بعد ظہور فرشتہ اور نزول سورۂ مدثر، اول حال نبوت اور سورۂ مدثر سے حکم رسالت وانذار، دعوت اسلامی، ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام اور حمایت وتصدیق نبوی، اور ان کی دعوت پر حضرت عثمان، طلحہ اور سعد کا قبول اسلام، اسلام علی کے بارے میں اقوال، پھر اسلام ورقہ بن نوفل وغیرہ، دعوت نبوی اور مسلمانوں کی ابتلاء وغیرہ (۹۹-۹۵)۔

چوتھی فصل ''عذاب دینے والوں کی فتنہ سازی اور ہجرت حبشہ'' پر ہے۔ مسلمانوں خاص کر حضرت سمیہ، عمار وغیرہ کی اذیت اور ابوجہل کے حوالہ کے بعد کمزور اور غلام مسلمانوں کی خرید کے آزاد کرنے کی صدیقی مساعی کا ذکر کیا ہے۔ پھر ہجرت حبشہ اور اولین مہاجرین حبشہ کا ذکر ابن اسحاق واقدی، صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے اور محاکمہ بھی کیا ہے۔ حبشہ میں مسلم مہاجرین کے پُرامن قیام، نجاشی کے حسن سلوک، قریشی وفد اور حضرت جعفرؓ کی تقریر کا بھی ذکر کیا ہے (۱۰۲-۹۹)۔

پانچویں فصل قریشی مقاطعہ کے عنوان سے ہے اور اس کے اہم مباحث ہیں: حضرت حمزہؓ اور کثیر جماعت کا اسلام، سماجی مقاطعہ اور صحیفہ کی شرائط اور اس کے کاتبوں کا انجام، مدت مقاطعہ، ابوطالب کے قصیدہ کا حوالہ بابت سلوک عبدشمس ونوفل، نقض صحیفہ اور اس کے ساعی اکابر قریش کے اسماء، خاتمہ مقاطعہ، بعض مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی (۴-۱۰۲)۔

چھٹی فصل میں مختصراً حوالہ وفات خدیجہ وابوطالب کے بعد سفر طائف کا ذکر ہے اور واپسی میں مطعم بن عدی کے جوارِ نبوی کا، اس دور کے بعض مسلمانوں کا بھی (۶-۱۰۴)۔ ساتویں فصل اسراء ومعراج اور قبائل پر دعوت اسلام پیش کرنے کی سعی نبوی پر ہے۔ اس میں بیت المقدس کی طرف اسراء اور آسمانی معراج کے ذکر کے علاوہ رویت باری، رویت جبریلی پر اقوال علماء اور احادیث کا مختصر بیان

ہے پھر قبائل کو آپ کی دعوت اور ابولہب کی مخالفت کا مختصر ذکر ہے (۸-۱۰۶)۔ آٹھویں فصل میں سوید بن صامت کے معاملہ اور ایاس بن معاذ کے اسلام کا، نویں فصل میں بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کا ذکر ہے، یعنی چھ، بارہ مدینہ والوں کے اسلام، بیعت کی شرائط، شرکاء کے اسماء گرامی، عمرو بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کی بطور معلم مدینہ روانگی، مدینہ میں اشاعت اسلام، بہتر مدنی مسلمانوں کی آمد، بارہ نقیبوں کا تقرر اور ہجرت مدینہ کی ابتدا (۱۲-۱۰۸)۔

دسویں فصل ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلات کے لئے وقف ہے۔ اس میں اہم مباحث ہیں: حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت کی تیاری، اذن الٰہی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی، عبداللہ بن اریقط کی رہبری، غار ثور کا قیام، قریش کا تعاقب اور انعام کا اعلان، سراقہ کا واقعہ، ام معبد کا واقعہ اور معجزۂ نبوی (۶-۱۱۴)۔ گیارہویں فصل آپ کے مدینہ میں داخلہ سے متعلق ہے۔ اس میں اہل مدینہ کے انتظار و استقبال، قباء میں کلثوم بن الہدم کے گھر قیام، بیعت کے لئے آپ کی مجلس اہم مباحث ہیں (۱۱۷)۔ بارہویں فصل میں مدینہ میں آپ کے استقرار کا ذکر ہے۔ قباء کے چودہ دن کے قیام کے بعد روانگی، مسجد قباء کی تعمیر، ناقہ کی ماموریت، ابوایوبؓ انصاری کی میزبانی، مسجد نبوی اور حجروں کی تعمیر اور ہجرت علی اس کے تمام مباحث ہیں (۱۹-۱۱۸)۔ تیرہویں فصل انصار ومہاجرین کی مواخاۃ پر باندھی ہے اور یہود کے ساتھ معاہدہ کرنے اور کتاب نبوی کا بھی ذکر کیا ہے (۲۰-۱۱۹) اور اسلام عبداللہ بن سلام اور فرضیت زکوٰۃ کا بھی۔ چودہویں فصل جہاد کی فرضیت پر سورۂ بقرہ: ۲۱۶ اور حج: ۳۹ کے حوالہ سے ہے (۱۲۱)۔ پندرہویں فصل "اول المغازی والبعوث" کی ہے جس میں غزوۃ الابواء، سریۂ حمزہ اور سریۂ عبیدہ کے ذکر کے ساتھ طبری کا حوالہ ہے (۳-۱۲۱)۔ سولہویں فصل غزوۂ بواط، غزوۃ العشیرۃ اور غزوہ بدر الاولیٰ پر ہے (۲۴-۱۲۳)۔ سترہویں فصل میں سریہ عبداللہ بن جحش کی تفصیل ہے (۲۶-۱۲۵)۔ اٹھارہویں فصل تحویل قبلہ اور فرضیت رمضان پر ہے (۱۲۷)۔

انیسویں فصل "غزوہ بدر الکبریٰ" کی تفصیلات کے لئے ہے جیسے کفر اور اسلام کی جنگ کا سبب تجارتی قافلہ قریش، مدینہ کے خلفاء نبوی، مسلم فوج کی قوت، پرچم بردار، اہل مکہ سے فوج طلبی، روانگی قریش، مشاورت نبوی، بدر میں نزول، قریشی سقوں کی گرفتاری، مسلم جاسوسوں کی کارکردگی، ابوجہل کی بدر جانے کی ضد، مصارع قریش، قریشی اکابر کی جنگ ٹالنے کی کوشش اور ابوجہل کی ہٹ دھرمی، آپ کی صف

بندی، مبارزت، قریشی مبارزوں کا قتل، جنگ مغلوبہ، دعائے نبوی، شیطان کی فتنہ گری، اسیران بدر، واپسی مسلم لشکر، سورۂ انفال کا نزول، اسیران بدر کے بارے میں مشورہ اور فدیہ پر رہائی، غزوہ کے اثرات: قوت اسلام اور اشاعت اسلام (۳۷-۱۲۸)۔ بیسویں فصل بدری صحابہ کی تعداد پر ہے خاص کر مختلف روایات اور اقوال پر۔ اس میں زہری، موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، واقدی، سعید بن یحییٰ اموی، بخاری، ابن حزم کی السیرۃ اور مقدسی کا حوالہ ہے۔ چودہ مسلم شہداء اور ستر مشرک مقتولوں کا ذکر مختصر ہے (۹-۱۳۷)۔

اکیسویں، بائیسویں، تیئسویں، چوبیسویں، پچیسویں، چھبیسویں فصول میں بالترتیب غزوۂ بنی سلیم، غزوہ سویق، غزوہ ذی امر، غزوہ بحران، غزوہ بنی قینقاع اور قتل کعب بن الاشرف کا مختصر بیان ہے، صرف مؤخر الذکر میں کچھ تفصیل ہے (۴۳-۱۴۰)۔ ستائیسویں فصل غزوۂ احد کے لئے خاص ہے اور خاصی مفصل ہے۔ اس میں غزوہ کی آزمائش الہٰی اور مومنین ومنافقین کی تمیز کرنے کی صفت، سبب غزوہ، تاریخ، مشاورتِ نبوی، مسلم لشکر کی تعداد اور منافقین کی علیحدگی، وادی احد میں صف بندی، درہ پر تیراندازی کے ماہرین کی تعیناتی، آپ کے اسلحہ، پرچم بردار، اور بازوؤں کے افسروں کی تقرری، نوجوانوں کو شرکت کی اجازت اور ممانعت، مکی لشکر کی تعداد وافسر، مبارزت، شعار اسلامی، تیراندازوں کی نافرمانی، دشمن کا عقبی حملہ، آپ کا زخمی ہونا اور مسلم لشکر کی شکست، آپ کی حمایت ودفاع میں صحابہ کی جاں نثاری، آپ کی شہادت کی افواہ، آپ کی موجودگی کی شناخت اور مسلم لشکر کی واپسی، آپ کا علاج، مسلم شہداء اور ان کی تعداد، مسلم مفروروں کی معافی اور آیات قرآنی کے حوالے شامل ہیں۔ اگلی فصل (اٹھائیسویں) میں غزوۂ حمراء الاسد کا بیان ہے (۵۲-۱۴۴)۔

انتیسویں فصل سریہ رجیع کے لئے مخصوص ہے جس میں ابن اسحاق، بخاری، سہیلی کی روایات پر محاکمہ کے علاوہ حضرت خبیبؓ وغیرہ کی شہادت کا واقعہ مذکور ہے۔ تیسویں بئر معونہ کے المیہ کے لئے خاص ہے اور اس میں بھی ابن اسحاق کی روایت کا موازنہ صحیحین سے کر کے موخر الذکر کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے آخر میں غزوہ بنی النضیر کے سبب کا ذکر ہے اور اکتیسویں فصل میں خود غزوۂ بنی النضیر مذکور ہے (۵۸-۱۵۳)۔ بتیسویں فصل غزوۂ ذات الرقاع کے لئے ہے جس میں صلوٰۃ الخوف پر اہل سیر اور اہل حدیث کے مابین اختلاف کا متعدد مآخذ کے حوالہ سے ذکر ہے۔ احادیث کے عمدہ استدلال کے لئے یہ فصل بہت اہم ہے۔ خاتمہ غورث بن الحارث کے حملہ اور استقامت نبوی کے بیان پر ہوتا ہے اور

صلوٰۃ الخوف کی ادائیگی پر (۱۵۸-۶۲)۔ پھر تینتیسویں اور چونتیسویں فصلوں میں بالترتیب غزوۂ بدر الصغریٰ اور غزوہ دومۃ الجندل کا چند سطری ذکر ہے (۱۶۲-۳)۔

پینتیسویں فصل ''غزوۃ الخندق'' میں نسبتاً مفصل ذکر ہے۔ آیات قرآنی واحادیث نبوی کے مضمون سے آغاز کرکے ابن کثیر نے تاریخ غزوۂ پر اہل سیر جیسے عام اہل مغازی اور موسیٰ بن عقبہ کے اختلاف کا ذکر کرکے مؤخر الذکر کی تاریخ کو بلاشبہ صحیح قرار دیا ہے۔ احادیث اور ان سے استدلال پر بھی بحث کرکے اس کی تائید فراہم کی ہے۔ سبب غزوہ، خندق کی جنگی ترکیب، مسلم لشکر کی تعداد وروانگی، بنوقریظہ کو معاہدہ کی یاددہانی اور غداری سے احتراز کی کوشش، احزاب میں اختلاف، غطفان سے مفاہمت کا ارادہ، نعیم بن مسعود کی مساعی، قریشی لشکر کی واپسی دوسرے اہم موضوعات ہیں، چھتیسویں فصل میں غزوۂ بنی قریظہ کا مفصل بیان ہے جس میں صلوٰۃ عصر کی ادائیگی سے متعلق حکم نبوی پر بحث بھی ہے اور محدثین کی رائے بھی۔ حضرت ابولبابہ کا واقعہ، حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ، قرظی مقاتلین کا قتل اور حضرت سعد کی شہادت اہم مباحث ہیں (۱۶۳-۷۶)۔

سینتیسویں فصل میں سریہ عبداللہ بن عتیک اور اڑتیسویں فصل میں غزوۂ بنی لحیان اور انتالیسویں فصل میں غزوۂ ذوقرد کے مختصر ذکر کے بعد (۱۷۶-۷۹) چالیسویں فصل میں غزوۂ بنی المصطلق کے نسبتاً مفصل بیان کے لئے وقف ہے۔ تاریخ غزوہ اور ابن اسحاق کے حوالہ کے بعد خلیفہ نبوی کی تقرری، مختصر ذکر غزوہ، حضرت جویریہ کی شادی، واقعہ افک کی تفصیلات، اہل سیر واہل حدیث کے اقوال واختلافات اور ابن کثیر کی رائے اہم مباحث ہیں (۱۷۹-۸۴)۔ اکتالیسویں فصل غزوۃ الحدیبیہ کی تفصیلات بیان کرتی ہے۔ شرکاء کی مختلف تعداد، اس پر محاکمہ، مختصر حال سفر اور معاہدۂ صلح، شرائط صلح، مہاجرات کے باب میں ایک شق کی الٰہی منسوخی، شہادت عثمان کی خبر اور بیعت رضوان، عمرہ کے مناسک کی ادائیگی کے علاوہ بخاری، سہیلی اور امام ابوحنیفہ جیسے ''اصولیین'' کے حوالے بھی ہیں (۱۸۴-۸)۔

بیالیسویں فصل غزوۂ خیبر کی مختصر روئیداد پیش کرتی ہے۔ اس میں تاریخ غزوہ پر امام مالک، امام ابن حزم، امام احمد بن حنبل کی آراء، خلیفہ نبوی، فتح خیبر، صلح کے معاہدہ، حضرت صفیہؓ سے شادی وغیرہ کا بہت مختصر ذکر ہے۔ خاتمہ زہر آلود کھانے اور حضرت جعفرؓ وغیرہ کے حبشہ سے واپسی اور شہداء خیبر کے ذکر پر ہوتا ہے (۱۸۸-۹۰)۔ اس کے بعد کی تین فصلیں فتح فدک، فتح وادی القریٰ اور عمرۃ القضاء کے

مختصر ذکر کے لئے ہیں (۲-۱۹۱) جبکہ چھیالیسویں فصل میں سریہ موتہ کا نسبتاً کچھ مفصل بیان ہے (۵-۱۹۳) جس میں ابن کثیر کا محاکمہ نئی چیز ہے۔

سینتالیسویں فصل ''غزوۂ فتح مکہ'' کی تفصیلات پر ہے۔ اس میں سبب غزوہ، بنوخزاعہ حلیف نبوی کا استغاثہ، تجدید صلح کے لئے ابوسفیان کی ناکام سفارت، حضرت حاطب کا خط، مسلم لشکر کی تعداد، خلیفہ نبوی کا تقرر، حضرت عباسؓ کی ملاقات واسلام، حضرت ابوسفیانؓ بن حارث ہاشمی اور عبداللہؓ بن ابی امیہ مخزومی کی ملاقات وہجرت، صیام رمضان کے افطار کا حکم، قریشی اکابر ابوسفیانؓ بن حرب وغیرہ کی ملاقات اور ابوسفیانؓ کا قبول اسلام، دارابی سفیان کا دارالامان قرار دیا جانا اور ابن حزم، الشافعی، الفزاری، نووی وغیرہ کے فتاویٰ اور اقوال مسلم لشکر کے افسر اور ان کا مختلف سمتوں سے مکہ میں داخلہ، بعض قریشی مقاتلین کا مقابلہ اور قتل، مجرمین کے قتل کا فرمان، صلاۃ الضحیٰ اور علماء کے اقوال، خانہ کعبہ میں داخلہ، سدانہ پر عثمان بن طلحہ کی برقراری، خطبہ کا حوالہ، اردگرد کے علاقے میں دعوت اسلامی کے لئے سرایا کی روانگی جیسے سریہ خالد (بنوجذیمہ)، سریہ خالد (عزیٰ)، عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ کا اسلام اہم مباحث ہیں (۲۰۳-۱۹۵)۔

اڑتالیسویں فصل کا موضوع غزوۂ حنین ہے۔ اس کے اہم موضوعات ہیں: مالک بن عوف کی قیادت میں ثقیف وہوازن کا اجتماع، درید بن الصمہ کا مشورہ، مسلم جاسوسوں کی خبر، مسلم لشکر کی تعداد اور روانگی، مکہ کی گورنری پر عتاب بن اسید کی تقرری، ذات انواط کا واقعہ، حنین کی وادی میں نزول اور اولین شکست، آپ کی استقامت اور مسلم لشکر کی واپسی اور فتح، قرآنی آیات کے حوالے، اموال غنیمت اور قیدیوں کی وصولیابی، سریہ اوطاس، مسلم شہداء حنین، مشرک مقتولین کی تعداد، سلب کا اسلامی حکم (۷-۲۰۴)۔

انچالیسویں فصل میں غزوۃ الطائف کا عنوان اور مختصر بیان ہے۔ محاصرہ کے بارے میں اہل سیر وحدیث کے اقوال کے بعد تقسیم اموال غنیمت، مؤلفۃ القلوب کو عطایائے نبوی، انصار سے خطاب نبوی، اسلام مالکؓ بن عوف اور ان کی گورنری، عمرۂ نبوی اور پہلا حج امارت مسلم میں جیسے بیانات ہیں (۹-۲۰۷)۔

پچاسویں فصل غزوۂ تبوک کے مختصر بیان کے لئے ہے۔ سورۂ توبہ۔ ۲۹ کا نزول، مسلم تیاری، صحابہ کرام میں حضرت عثمانؓ کے عطیہ کا ذکر خاص، مجاہدین کی تعداد، خلیفہ کی تقرری، حضرت علی کا مقام، منافقین کی شمولیت، بکاؤون کا ذکر، نافرمانوں اور منافقین کی عدم شرکت، بعض معجزات اور اسلامی

احکام، شاہ ایلہ سے معاہدہ، مسجد ضرار کا انہدام اور واپسی اور سورۂ توبہ کا نزول وغیرہ اہم مباحث ہیں (۱۳-۲۱۰)۔ اگلی فصل میں ثقیف کے وفد کی آمد اور ان کے لئے احکام نبوی کا ذکر ہے (۱۴-۲۱۳)۔ باونویں مختصر فصل میں حجۃ ابوبکر، وفود کے تواتر اور سفراء کا مختصر ترین حوالہ ہے (۲۱۵) جبکہ ترپنویں فصل حجۃ الوداع کے بیان کے لئے ہے جس میں مدینہ سے روانگی، بعض مناسک احرام کی ادائیگی اور حج کی نوعیت پر فقہاء کی آراء کے علاوہ قربانی کے جانوروں، مکہ آمد، طواف قدوم کی ادائیگی، حضرت علی کی آمد، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے قیام، طواف افاضہ کی ادائیگی اور خطبہ نبوی کے حوالہ کے بعد واپسی پر بحث کا خاتمہ کیا ہے (۹-۲۱۶)۔ جزو اول کی چونویں اور آخری فصل آپ کی وفات پر ہے جس میں مکہ سے واپسی کے بعد قیام مدینہ کی مدت، بیماری کی ابتداء، حضرت عائشہؓ کے گھر قیام، لشکر اسامہؓ کی تیاری، دوشنبہ، ربیع الاول کو وفات، تاریخوں میں اختلاف، سہیلی کا حوالہ، خود کا محاکمہ، عمر شریف کی صحیح روایت بقول نووی وغیرہ، مسلم ابتلاء، حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ، سقیفہ بنی ساعدہ کا حوالہ، تجہیز و تکفین اور تدفین اہم موضوعات ہیں (۲۳-۲۱۹)۔

الفصول فی سیرۃ الرسول مؤلفہ حافظ ابن کثیر کا جزو ثانی آپ کے احوال وشمائل اور خصائص کے لئے خاص ہے۔ اس کی پہلی (۵۵ویں) فصل آپ کے حج اسلام، حج جاہلیت، فرضیت حج کی تاریخ اور چار عمروں کی ادائیگی پر ہے (۲۲۷)، دوسری غزوات وبعوث (سرایا) کی تعداد کے بارے میں مسلم، ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایات پر ہے (۲۲۸)، تیسری اعلام نبوت پر ہے جس کی تفصیل کے لئے متعدد مجلّات کی ضرورت کا ذکر کر کے جن اعلام کا ذکر کیا ہے ان میں قرآن مجید، آپ کے اوصاف جیسے صداقت وامانت وامیت اور آپ کے فضائل اخلاق، اخبار غیب کی اطلاع، بعض معجزات کا وقوع، دعائے نبوی کی برکات، دعائے نبوی کے اثرات، رمی جمار سے کفار کی بدر وحنین میں شکست، کھانے میں برکت، پانی کے معجزہ وغیرہ متعدد آیات وخوارق کا ذکر ہے اور اعلام پر اپنی علیحدہ کتاب مرتب کرنے کے ارادہ کا بھی ذکر ہے جو غالباً وفا نہیں ہوسکا (۳۶-۲۲۸)۔ چوتھی (۵۸) مستقبل کی غیبی خبروں کے عنوان وموضوع پر ہے۔ اس میں متعدد اخبار غیبی اور واقعات کی صحیح پیشگوئیاں ہیں جیسے غلبہ روم، صحیفہ مقاطعہ کے خاتمہ، مصارع قریش کی اطلاع، کسریٰ کے خزانوں کی فتح، امت محمدی کی وسعت وآفاقیت، خوارج سے جنگ، حضرت حسنؓ کی صلح، حضرت عمارؓ کا باغیوں کے ہاتھوں قتل وغیرہ (۸-۲۳۶)۔

پانچویں (۵۹ ویں) فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کتب سماوی کی بشارات پر مبنی ہے۔ قرآن مجید وصحیح بخاری کے حوالہ سے انجیل وتورات میں بشارات محمدی کے ذکر کے علاوہ تورات کے مختلف اسفار میں بشارات کا ذکر ہے پھر زبور وانجیل وغیرہ کی بیان کردہ صفات کے ذکر خیر پر مبنی ہے۔ اس میں آپ کے تین فرزندوں- قاسم، عبداللہ اور ابراہیم- اور چار بنات مطہرات کا ذکر ان کی ولادت ووفات سمیت ہے (۴۲-۲۴۱)۔ ساتویں (۶۱ ویں) فصل آپ کی ازواج مطہرات کی مختصر سوانح ترتیب وار پیش کرتی ہے: حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ کا ذکر کیا ہے اور صحیحین کی بنیاد پر ان کو حضرت خدیجہ کے بعد نو آنے والی ازواج بتایا ہے جو آپ کے بعد زندہ رہیں۔ دوسری روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر پندرہ ازواج، تیرہ منکوحہ، گیارہ مجموعہ اور نو بیوہ کی تعداد حضرت قتادہؒ کے حوالہ سے بیان کی ہے اور دو باندیوں- ماریہ بنت شمعون قبطیہ اور ریحانہ بنت عمرو- کا ذکر کیا ہے۔ ان میں حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش کا نسبتاً مفصل ذکر ہے۔ اہل علم میں نسائی، بخاری، مسلم، واقدی، محمد طاہر مقدسی، ابن الصلاح، نووی وغیرہ کا بالخصوص واقدی کا کئی جگہ حوالہ دے کر ان کی تصدیق کی ہے (۵۳-۲۴۳)۔

آٹھویں (۶۲ ویں) فصل آپ کے "موالی" آزاد کردہ غلاموں کا ذکر خیر حافظ ابن عساکر، حافظ نووی وغیرہ کے حوالہ سے حروف تہجی کے مطابق کرتی ہے۔ ان میں آپ کی باندیاں بھی شامل ہیں۔ متعدد نئے نام ہیں جو متعدد مآخذ میں نہیں پائے جاتے (۵۴-۲۵۳)۔ نویں (۶۳ ویں) مختصر فصل آپ کے آزاد خدام پر اور دسویں (۶۴ ویں) آپ کے کاتبین وحی پر ہے اور اس میں اپنی ایک کتاب محاکمہ کا بھی حوالہ دیا ہے (۵۶-۲۵۵)۔ گیارہویں (۶۵ ویں) آپ چار مؤذنین پر تین سطری ہے۔ بارہویں (۶۶ ویں) آپ کی اونٹنیوں اور گھوڑوں، خچروں وغیرہ کے نام گناتی ہے اور سہل ابن سعد، نووی، سہیلی، اسفرائنی، امام الحرمین، قاضی عیاض وغیرہ کے اقوال بیان کر کے سہیلی کے ایک بیان پر سخت محاکمہ کرتی ہے (۹-۲۵۷)۔ تیرہویں (۶۷ ویں) آپ کے اسلحہ پر تین سطری ہے جبکہ چودہویں (۶۸ ویں) آپ کے سلاطین کے درباروں میں سفراء کے ذکر پر ہے (۶۱-۲۹۰)۔

پندرہویں (۶۹ ویں) آپ کی ظاہری صفت، حلیہ مبارک، موئے مبارک، چال اور رفتار،

لباس وغیرہ پر ہے (۶۳-۲۶۲) جبکہ سولھویں (۷۰ویں) آپ کے "اخلاق طاہر" پر ہے جس میں آیت قرآنی اور حدیث نبوی کے حوالوں کے علاوہ دوسری روایات ہیں (۶۶-۲۶۴)۔

سترہویں (۷۱ویں) آپ کے اسفار پر ہے۔ اس میں سفر شام دوبار اور بیت المقدس کے سفر اسراء کا خاص ذکر ہے اور اسراء کی کئی روایات کا محاکمہ بھی ہے (۷۰-۲۶۶)۔ اسی آخری صفحہ پر بلاعنوان فصل (۷۲) میں ہجرت مدینہ، غزوات، عمروں اور حج کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ ان کو اسفار نبوی میں شمار کرنا چاہیے لیکن ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

انیسویں (۷۳ویں) فصل بہت اہم اور دلچسپ موضوع پر ہے اور وہ ہے اپنے رب عزوجل کے کلام کی سماعات کا، اس کے آغاز میں لیلۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ کا کلام/آواز سننے کا ذکر ہے اور اس کی تائید حضرت موسیٰ کے ساتھ کلام الٰہی (طٰہٰ:۱۴) کے حوالہ سے کی ہے اور کلام الٰہی کے غیر مخلوق ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور مخلوق ماننے والوں کو کافر بتایا ہے۔ پھر متعدد حدیث قدسی کا ذکر و حوالہ دیا ہے۔ رؤیت حضرت جبریل، رؤیت انبیاء اور آپ کے قلب مبارک پر نزول قرآن وغیرہ کا مختلف اقوالِ علماء جیسے صحیحین، مغازی اموی، کلبی وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے (۷۵-۲۷۱)۔ اس کے بعد کی فصل (۲۰ویں+۷۴) آپ سے صحابہ کرام، جنات اور حضرت جبریل کی سماعت حدیث پر مختصراً بیان ہوئی ہے (۷۶-۲۷۵)۔

اکیسویں (۷۵ویں) فصل دو موضوعات - وفات نبوی کے وقت تعدادِ مسلم اور آپ کے راوی صحابہ کرام - کے اہم موضوع پر ہے۔ امام شافعی کی روایت پر کل مسلمانوں کی تعداد ساٹھ ہزار، جن میں سے تیس ہزار مدینہ میں تھے، کا ذکر کیا ہے جبکہ ابوزرعہ رازی کے قول پر آپ کی زیارت کرنے اور آپ سے سماعت کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ (مأتہ الف) سے زیادہ بتائی ہے۔ حاکم کی چار ہزار راوی صحابہ کی روایت کے بعد راوی صحابہ کرام کے بارے میں متعدد محدثین کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے جیسے بخاری کی تاریخ کبیر، ابن ابی خیثمہ، ابن مندہ، ابونعیم اصفہانی، ابن عبدالبر، ابن حزم (مسند بقی بن مخلد) پھر اپنی تصنیف لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے (۷۸-۲۷۷)۔

بائیسویں (۷۶ویں) فصل میں آپ کے خصائص کا ذکر ہے جن میں آپ کا کوئی شریک وسہیم نہ تھا۔ اس فصل میں اپنے شیوخ اور علماء کی کتب کا ذکر خیر کیا ہے جیسے امام شافعی، الصمیری، ابن الصلاح، امام الحرمین، نووی، اور دوسرے اصحاب جمہور، پھر ان کے بیانات واقوال پر آپ کے

خصائص کو چار اعتبار سے مرتب کرنے کا ذکر کیا ہے اور آپ کی خصائص کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ اول وہ خصائص جن میں کوئی نبی بھی شریک نہ تھا۔ دوم وہ جن میں آپ کی امت سہیم نہیں ہے (۸۱-۲۷۸)۔ قسم اول میں انبیاء کے شریک نہ ہونے کی خصوصیات کا ذکر صحیحین اور دوسری کتب حدیث وسیرت کے حوالہ سے کیا ہے جیسے پانچ چیزوں سے آپ کی نصرت الٰہی، ایک ماہ کی مسافت سے آپ کے رعب کا اثرانداز ہونا، تمام زمین کا مسجد و پاک ہونا، اموال غنیمت کا حلال ہونا، شفاعت کا عطیہ، تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہونا۔ پھر ان پانچوں کی تشریح کی ہے جس میں شفاعت پر مفصل بحث ہے۔ پھر دوسرے خصائص کا ذکر ہے جیسے تمام انبیاء کے سردار امام اور خاتم وغیرہ ہونا، مسرور (پوشیدہ/ نارکٹا ہوا) مختون پیدا ہونا، معجزۂ قرآن کا تا قیامت باقی رہنا، سدرۃ المنتہیٰ تک آپ کی معراج، امت کے اجماع کا ''معصوم عن الخطا'' ہونا، قیامت میں پہلے آپ کا اٹھنا اور ہوش میں آنا، لواء اعظم کا علمبردار ہونا، صاحب حوض ہونا، مکہ کا اشرف بقاع ہونا، آپ کا وارث نہ ہونا۔ اس کے آخر میں ایک بلاعنوان فصل (۲۳-۲۷۷) میں چند ان خصائص کا ذکر ہے جن میں دوسرے انبیاء آپ کے شریک ہیں (۹۱-۲۷۸)۔ اس فصل میں متعدد محدثین، اہل علم اور ان کی کتابوں کا ذکر بھی ہے۔

خصائص محمدی کی دوسری قسم جس میں آپ کی امت شریک نہ تھی تاہم بعض انبیاء شرکت کی سعادت رکھتے ہیں فقہ کے ابواب کے مطابق مرتب کی ہے جو خاصی مفصل اور کتاب کے آخر تک وسیع اور آخری بحث ہے (۲۹۲-۳۴۴)۔ ان میں سے اول کتاب الایمان ہے۔ اس کے اہم نکات ہیں: آپ قول وفعل میں نہ صرف معصوم تھے بلکہ آپ خطا کا قصد بھی نہیں کر سکتے تھے اور جو کچھ ادائے رسالت میں کرتے تھے وہ وحی الٰہی ہوتی تھی۔ دوسرے آپ کا علم سب سے زیادہ تھا۔ تیسرے آپ وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ دنیا پر آخرت کی ترجیح، شعر سے اجتناب وعدم تعلم، کتابت نہیں کر سکتے تھے، آپ پر جھوٹ باندھنا جہنم کی سزا کا مستحق بناتا ہے۔ اس میں متعدد احادیث اور ان کی کتابوں کا ذکر ہے۔ خواب میں آپ کا دیدار جاگتے کی زیارت ہے۔ آپ کے عدم شرک کا معاملہ اور عین خیانت نہ ہونا دوسرے خصائص ہیں (۲۹۲-۳۰۰)۔

دوسرا باب کتاب الطہارت ہے۔ اس کے اہم مباحث ونکات ہیں: ہر نماز کے لئے وضو کی فرضیت اور پھر مشقت کی صورت میں مسواک سے اس کی تبدیلی، نیند سے وضو نہ ختم ہونا، پھر مسئلہ کے تحت احتلام

کرنے کی دوصورتوں کا ذکر کیا ہے اور محدثین وفقہاء کے اقوال ومسالک بیان کئے ہیں۔ حالت جنابت میں مسجد میں قیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرام نہ تھا، آپ کے بال طاہر تھے، آپ کا فضلہ وغیرہ طاہر تھا۔ اس پر تمام اقوال ومسالک کو جمع کیا ہے (۳۰۷-۳۰۰) اور متعدد محدثین وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

تیسرا باب کتاب الصلوٰۃ کے عنوان سے ہے جس کے اہم نکات ہیں: نماز ضحیٰ اور نمازِ وتر اور قربانی جو آپ کے لئے واجب تھی۔ مسواک کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف بقول ابن الصلاح نقل کیا ہے۔ پھر ائمہ کے قول استحباب کا ذکر بھی ہے اور اس کو راجح قول بتا کر اس کی وجوہ گنائی ہیں۔ نماز تہجد کو وتر قرار دے کر اس کے وجوب اور نفل ہونے کے اقوال نقل کئے ہیں۔ پھر ظہر کی دو رکعت نماز پر ایک مسئلہ بیان کر کے آپ کی مداومت کا ذکر کیا ہے اور نماز نفل کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی خصوصیت نبوی کا مسئلہ ہے۔ ایک دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ نماز پڑھنے والے کو بلائیں تو اس کو تعمیل کرنی ضروری ہے۔ اسی طرح ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ قرضدار کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ کی دعا سے متوفی کی قبر نور سے بھر جاتی تھی، آپ کو دوہرا اجر ملتا تھا، آپ کی وفات آپ کی مرضی سے ہوئی اور آپ کا جسم اطہر زمین پر حرام ہے۔ ان سب کا الگ الگ مسائل کے تحت ذکر کیا ہے (۳۰۷-۵۱)۔

کتاب الزکاۃ کی فصل میں ایک الگ مسئلہ کے تحت آپ کے خصائص بیان کئے ہیں جیسے آپ کا صدقہ کھانا حرام تھا وغیرہ (۳۱۵-۶)۔ کتاب الصیام کے تحت آپ کے خصائص میں تین خصائص کا ذکر کیا ہے: اول روزوں کا وصال آپ کے لئے جائز تھا، بحالت روزہ تقبیل کی اجازت تھی، نفل روزہ کا پورا کرنا آپ کے لئے واجب تھا۔ ان تینوں پر علماء کے اقوال کا بھی حوالہ دیا ہے یا ان پر محاکمہ کیا ہے (۳۱۶-۷)۔ کتاب الحج میں اول مسئلہ یہ ہے کہ ہر عیش کو عیش آخرت کے مقابلہ میں یاد کرنے کو بعض علماء نے واجب کہا ہے لیکن ابن کثیر نے اس کو مستحب کہا ہے، دوسرا مسئلہ یہ کہ مکہ آپ کے لئے ایک دن حلال کیا گیا تھا جو آپ کی خصوصیت تھی اور قربانی کے معاملہ والی حدیث کو ضعیف کہا ہے (۳۱۷-۹)۔

کتاب الاطعمہ کے تحت آپ کے خصائص کا ذکر ان نکات کے گرد گھومتا ہے: پیاز، لہسن وغیرہ کا کھانا آپ کے لئے حرام نہ تھا مگر آپ کیلئے مکروہ تھا۔ اسی طرح ضب (گوہ) کا معاملہ تھا، پھر ٹیک لگا کر کھانے، بلا دعوت کھانے، کھانا طلب کرنے پر آپ کی خدمت میں پیش کرنے، آپ کی چراگاہ کے مخصوص ہونے کے بارے میں مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہبہ کے مسائل نقل کئے ہیں جیسے ہدیہ قبول کرتے اور

بدلے میں ہدیہ عطا کرتے تھے، دوسرے مسئلہ کے تحت اضافہ کے ربوا ہونے کے بارے میں بیان ہے اور فرائض میں سے یہ ہے کہ آپ کی وراثت اور ترکہ نہیں تھا، جو کچھ میراث ہوتی وہ صدقہ تھی (۲۵-۳۱۹)۔

کتاب النکاح کے تحت آپ کے کئی خصائص تھے جن کا ذکر مختلف ''اقسام'' کے تحت کیا ہے جیسے قسم اول میں جو صرف آپ پر واجب تھا جیسے ازواج کے بارے میں آپ کو تخییر کا حق تھا بحکم سورۂ احزاب: ۲۸ اور حدیث صحیحین۔ قسم دوم میں جو نکاح آپ کے لئے حرام تھا جیسے نکاح کتابیہ۔ ان کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال بیان کئے ہیں، قسم سوم میں جو نکاح آپ کے لئے مباح تھے/ نو یا زیادہ نکاحوں کی اجازت، ہبہ کے ذریعہ نکاح بحوالہ سورۂ احزاب: ۵۰، بلا ولی اور بلا گواہی نکاح کی اجازت، نکاح بحالت احرام، جس کو پیغام دیں اس کے لئے قبول کرنا واجب تھا، ازواج کے لئے باری کا وجوب، آزادی کو مہر قرار دینے کا حق، ان تمام کے بارے میں علماء محدثین کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ قسم چہارم میں جو فضائل صرف آپ کو حاصل ہیں جیسے آپ کی ازواج امہات المؤمنین ہیں، ازواج مطہرات امت کی افضل ترین خواتین ہیں، آپ کی ازواج سے نکاح دوسروں کے لئے حرام ہے، حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والا گردن زدنی ہے، سبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب بھی گردن زدنی ہے جبکہ آپ کا غیر کے لئے ''سب'' اس کے لئے کفارہ اور دعا بن جاتا ہے (۳۷-۳۲۵)۔

جہاد کے باب میں آپ کے خصائص تھے: جنگ کے لئے ہتھیار پہن لینے کے بعد فیصلہ کئے بغیر اُتارنا جائز نہ تھا، مشاورت واجب تھی بقول دیگر سنت تھی۔ دشمن سے مصابرہ واجب تھا، نگاہ کی خیانت کی اجازت نہ تھی، صفی آپ کا حق تھا، خمس بھی آپ کا حق خاص تھا (۴۰-۳۳۷)۔ احکام کے باب میں حسب ذیل کا ذکر کیا ہے: اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا، آپ کی موجودگی میں توہین (استہان) کفر ہے۔ اسم سامی کے ساتھ موسوم کرنا جائز مگر کنیت ابوالقاسم اختیار کرنے کی ممانعت (علماء کے متعدد اقوال)، آپ کی دختروں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہیں، قیامت میں آپ ہی کا نسب وصہارت کا رشتہ باقی رہے گا۔ باقی سب ختم ہو جائیں گے، اس پر خاصی مفصل گفتگو ہے اور اسی پر نہ صرف خصائص نبوی کی فصل ختم ہوتی ہے بلکہ کتاب بھی اختتام کو پہنچتی ہے۔ آخری چیز ترقیمہ ہے جس میں کاتب مخطوطہ حسن بن الحاج رمضان الخطیب الایوبی نے کتاب کے نسخہ کی تاریخ چہار شنبہ جمادی الآخرۃ ۱۱۰۱ھ (احدیٰ ماتہ والف) لکھی ہے اور محقق نے نسخہ ج میں دوسری تاریخ کا بھی حوالہ دیا ہے (۴۴-۳۴۰)۔

# حافظ عراقی مؤلف الفیہ

(۸۰۶-۷۲۵ھ/۱۴۰۴-۱۳۲۵ء)

شیخ مناوی نے اپنی شرح الفیۃ عراقی کے مقدمہ/پیش لفظ میں یہ واضح کیا ہے کہ مادری نسبت سے شیخ الاسلام اور مصر وحرمین وشام کے حافظ عبدالرحیم العراقی الشافعی ان کے جداعلیٰ تھے اور ان کا نام ونسب یوں لکھا ہے: ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن شیخ امام عابد وزاہد حسین بدرالدین بن ابی بکر بن ابراہیم الکردی الرازیانی ثم المصری الشافعی اور جو عراقی کی نسبت سے معروف تھے۔ متنِ عجالہ سنیہ کے مطابق عراقی کی نسبت عراق مغرب کی طرف ہے لیکن محقق اسمٰعیل انصاری نے سخاوی کی الضوء اللامع سے نظم نگار کے فرزند ارجمند کی سند سے تصریح کی ہے کہ اصلاً اس سے مراد عراق العرب ہے اور متن میں تصحیف ہوگئی ہے۔ شیخ مناوی نے ان کو عراقی الاصل بتانے کے ساتھ ساتھ ان کو شیخ امام، حبر ہمام بھی قرار دیا ہے۔ کحالہ کے مطابق ان کے دادا کا نام عبدالرحمٰن تھا اور ابوبکر بن ابراہیم ان کے پردادا تھے، یہی سخاوی کا بیان ہے۔

## نام ونسب

شیخ مناوی اپنے جد امجد قاضی القضاۃ شیخ الاسلام شرف مناوی کے حوالہ سے بتاتے ہیں کہ حافظ عراقی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خاندان ونسل سے تھے لیکن وہ دینداری اور تواضع وورع کے سبب اس نسبت عظیم کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ ان کے مطابق ان کے اجداد واسلاف کسی وقت عرب سے ہجرت کر کے اربل (عراق) کے شہر رازنان جا بسے تھے اور جس کے سبب ان کی ایک نسبت رازنانی بھی تھی۔ یہاں انھوں نے اپنے بہت سے مشہور آثار اور کرامات ونقوش چھوڑے تھے۔ ان میں سے متعدد بلکہ پوری ایک جماعت علماء وصلحاء کی تھی۔ سخاوی اور کحالہ نے ان کو رازنانی الاصل بتایا ہے اور ان

کی کئی نسبتیں لکھی ہیں جیسے کردی، المہرانی، المصری اور الشافعی۔ مناوی کے مطابق ان کے جد امجد سب سے پہلے مصر میں سکونت پذیر ہوئے اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے دو چچا شاہ فازان حاکم شام کے زمانے میں مصر پہنچے اور وہاں سکونت پذیر ہو گئے اور ان کو بھی مصر بلا لیا جبکہ وہ بچے تھے، وہیں مصر میں پروان چڑھے اور تعلیم و تربیت کے مراحل سے گذرے۔ امام سخاوی کا بیان ہے کہ حافظ عراقی کے والد ماجد مصر منتقل ہوئے تھے۔ جہاں وہ اپنے بعض رشتہ داروں کے ساتھ ہجرت کر کے گئے اور خانقاہ رسلان کے شیخ تقی الدین محمد بن جعفر بن محمد بن الشیخ عبدالرحیم بن حجون القناوی الشافعی کے دامان دولت سے وابستہ ہو گئے اور ان کی خانقاہ میں، جو نیل کے کنارے مصر اور قاہرہ کے درمیان واقع تھی، ان کی خدمت کرتے رہے۔ یہاں ان کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی نیک عابدہ زاہدہ بیوی عطا فرمائی جو حافظ عراقی کی ماں بنی۔ شیخ موصوف نے حافظ عراقی کے والد کو ان کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اپنے جد امجد کے نام سے موسوم کرنے کی ہدایت کی تھی۔ حافظ موصوف کو والد ماجد کے شیخ کی برکات حاصل رہیں۔

## ولادت اور تعلیم و تربیت

مصر ہی میں حافظ عراقی کی ولادت ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۷۲۵ھ/ مئی ۱۳۲۶ء کو ہوئی اور اپنے والدین کے زیر سایہ وہ پروان چڑھے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ان کے دوسرے عزیزوں نے بھی حصہ لیا۔ آٹھ برس کی عمر میں حافظ عراقی نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر اس عمر میں ہی التبیہ اور الالمام (ابن دقیق العید) اور الحاوی کا بیشتر حصہ حفظ کر لیا۔ وہ موخر الذکر کو پورا حفظ کرنا چاہتے تھے لیکن بارہ دنوں کے بعد ان کی طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ وہ ہر روز چار سو سطریں یاد کر لیتے تھے۔ ان کے ابتدائی اساتذہ میں سخاوی نے الامر سنجر جاولی اور قاضی تقی الدین الاخنائی المالکی کا ذکر کیا ہے جن سے ان کے والد ماجد نے ۷۳۷ھ میں سماعت کروائی تھی، دوسرے اساتذہ تھے: ابن شاہد الجیش اور ابن عبدالہادی۔ اس کے بعد انھوں نے متعدد شیوخ سے مختلف علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم پائی۔ انہوں نے فقہ اور اصول فقہ فقیہ ابن عدلان کے دروس میں حاضر ہو کر سیکھا، پھر العماد محمد بن اسحاق البلبیسی اور الجمال الاسنوی کی مستقل شاگردی کی اور الشمس بن اللبان سے بھی اخذ کیا، پھر امام سبکی، علامہ جمال اسنوی، شیخ العلائی اور حافظ ابن کثیر جیسے نادرۂ روزگار علماء و فقہاء سے حاصل کئے، پھر تمام قراءات میں مہارت

حاصل کی۔ اس فن میں ان کے شیوخ میں ناصر الدین محمد بن ابی الحسن بن عبد الملک بن سمعون اہم ترین اور قدماء میں سے تھے۔ ان کے دوسرے اساتذہ تھے: البرہان الرشیدی، سراج الدمنہوری، اور الشہاب السمٰن، بایں ہمہ وہ قراءات سبعہ کی تکمیل نہ کر سکے سوائے اس کے کہ انھوں نے مکہ مکرمہ کی زیارت کے دوران تقی الواسطی سے اس کی تکمیل کی۔ تحصیل علوم کے دوران امام عز الدین ابن جماعہ نے ان سے کہا کہ تم نے بہت سا ایسا علم حاصل کیا ہے جو تھکا دینے والا ہے مگر نفع کے لحاظ سے بہت بے مایہ ہے۔ چونکہ تم ذہین وفطین شخص ہو اس لئے صرف علمِ حدیث میں مہارت حاصل کرو اور اسی کو اپنا میدان تخصص بناؤ۔ شیخ کی بات ان کو بھا گئی اور انھوں نے اپنی ساری توجہ اور محنت اس فن شریف پر مرکوز کر دی۔ بقول سخاوی علم حدیث انھوں نے قاہرہ میں العلاء الترکمانی الحنفی سے حاصل کیا اور انھیں سے سند لی اور بیت المقدس اور مکہ میں امام الفلاح العلائی سے اور شام میں امام تقی الدین السبکی سے۔ حجاز وغیرہ کے شیوخ سے بھی کثرت سے استفادہ کیا۔ ان کے شیوخ قاہرہ میں المیدومی ابوالقاسم بن سید الناس، حافظ فتح الدین ابن سید الناس کے بھائی ناصر الدین محمد بن اسماعیل ایوبی تھے اور مصر میں محمد بن علی بن عبد العزیز القطروانی اور ابن عبد الہادی تھے، مکہ میں احمد بن قاسم الجراری اور فقیہ خلیل امام مالکیہ تھے جبکہ مدینہ میں امام العفیف القطری تھے، بیت المقدس میں امام العلائی، الخلیل بن خلیل بن عیسی القمیر ی، دمشق میں ابن الخباز، صالحیہ میں ابن قیم الضیائیہ، الشہاب المرادی، حلب میں سلیمان بن ابراہیم بن المطرب الجمال ، ابراہیم بن الشہاب محمود وغیرہ تھے۔ ان کے علاوہ اسکندریہ، بعلبک، حماۃ، حمص، صفد، طرابلس، غزہ، نابلس وغیرہ میں ان کے متعدد شیوخ تھے۔

ان کے شیوخ واساتذہ بھی ان کو "حافظ الوقت" کہنے لگے۔ ان کے استاذ شیخ امام سبکی نے نہ صرف اپنی مشہور کتاب طبقات الشافعیہ میں ان کا ترجمہ لکھا بلکہ مہمات وغیرہ کتابوں میں ان کی روایات بھی نقل کیں۔ امام سبکی کے ہاں ان کی قدرومنزلت کا اندازہ اس حقیقت سے مزید ہوتا ہے کہ انھوں نے حافظ عراقی کے سوا کسی اور زندہ شخص کی سوانح اپنی کتاب میں نہیں لکھی۔ مزید برآں امام سبکی نے احادیث کی قراءت وتدریس بند کر دی تا آنکہ وہ مصر آئے اور حافظ عراقی کی موجودگی میں اس کی پھر سے روایت ڈالی۔ اس طرح اور علوم کی احادیث کی تخریج بھی کی۔ ابن شہبہ کا بیان ہے کہ امام سبکی اور امام زیلعی حنفی نے کشاف اور ھدایہ کی احادیث کی تخریج میں حافظ عراقی سے مدد لی تھی۔

حافظ موصوف بہر حال انتہائی زیرک، عاقل وفطین اور ضرب المثل کی حد تک سمجھدار تھے اور پوری طرح سے تصنیف وتدریس اور تخریج کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ کحالہ کے مطابق حافظ عراقی نے دمشق، حلب اور حجاز واسکندریہ کے متعدد سفر کئے تھے اور ان کے علماء سے اکتساب فیض کیا تھا۔

## تدریس وتعلیم

تصانیف کے ضمن میں تذکرہ آتا ہے کہ حافظ عراقی نے اپنی مجالس درس میں مسلسل املا کرایا تھا اور ان کی تعداد چار سو سے زیادہ تھی۔ وہ مدتوں تک قاہرہ میں درس وتدریس کرتے رہے۔ امام سخاوی کے مطابق محدثین کی تدریس کا فریضہ امام عراقی نے متعدد مقامات پر انجام دیا جن میں دارالحدیث الکاملیہ، الظاہریہ القدیمہ، القراسنقوریہ اور جامع ابن طولون کے اہم مراکز علم شامل تھے اور فقہاء کے لئے تدریس مدرسہ فاضلیہ وغیرہ میں انجام دی۔ انھوں نے کئی بار حج کیا اور حرمین میں مدتوں مجاور رہے جہاں حدیث کا درس دیا اور مدینہ منورہ میں اپنی عشاریات کا املا کرایا۔ ۷۶۸ھ میں جب انھوں نے حج کیا تو ان کے تمام اہل خاندان اور متعدد تلامذہ ان کے ساتھ تھے، جن کا ذکر ذیل میں آتا ہے۔ مدینہ میں قیام کے بعد وہ مکہ مکرمہ گئے۔ وہ مدینہ منورہ میں قضا، خطابت وامامت کا عہدہ دار ۱۲ر جمادی الاولی ۷۸۸ھ میں امام المحب احمد بن ابی العقل محمد بن احمد بن عبدالعزیز النویری کے بعد ہوئے تھے جن کو مکہ مکرمہ کے عہدۂ قضا پر فائز کر دیا گیا تھا۔ حرمین سے واپسی پر وہ پھر قاہرہ میں سکونت پذیر ہوئے اور درس وتدریس کا مشغلہ شروع کیا۔ ۷۹۵ھ سے انھوں نے املاء کا سلسلہ شروع کیا اور چار سو سولہ مجالس میں املاء کرایا، ان کی آخری مجلس ۸۰۶ھ میں منعقد ہوئی تھی۔

حافظ عراقی کے اہم تلامذہ تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی، ان کے فرزند دل بند حافظ الولی احمد العراقی (ابوزرعہ)، ان کے بھتیجے البرہان ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحسین صلاح اقفہسی اور ان کے شیخ حافظ جمال الدین بن طہرہ۔ دونوں حافظ عراقی کے شاگرد تھے جس طرح شرف المراغی، العزبن الفرات، الشہاب الخاوی یعنی الشہاب بن النصیب العلاء القلقشندی تھے جنھوں نے ان کی الفیہ حدیث اپنے خط میں نہ صرف نقل کی تھی بلکہ اس کی تدریس میں حاضر خدمت بھی رہے تھے۔ ان کی مجالس میں املاء کا کام کرنے والوں میں ان کے فرزند اور برہان حلبی شامل تھے۔ ان کے علاوہ امام سخاوی کے شیخ اور

فخر برماوی بھی یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔ امام الہیثمی بھی ان کے شاگرد عزیز، رفیق عظیم اور داماد تھے جن پر وہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے۔ امام سخاوی کے شیخ اور برہان حلبی حافظ عراقی کی صحبت میں مسلسل دس سال تک رہے، حافظ ہیثمی تو حافظ عراقی کا سایہ تھے کہ عمر بھر رفاقت کی سعادت پائی۔

حافظ عراقی پر بڑھاپے اور کمزوری کا غلبہ ہوا تو وہ عزلت نشیں ہو گئے۔ ان پر تقویٰ وطہارت اور مروت وعبادت کا بہت غلبہ ہوا اور وہ اپنے کردار وسیرت کے سبب لوگوں کی نگاہ میں بہت محترم ہو گئے۔ ۸۰۶ھ میں جب نیل میں طغیانی نہیں آئی اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے تو انہوں نے نماز استسقاء پڑھائی اور عظیم وبلیغ خطبہ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بفضل الٰہی شدید بارش ہوئی اور فراخی پیدا ہو گئی۔

حافظ عراقی نماز و اوراد ونوافل کے بہت پابند تھے۔ رات بھر کثرت سے نوافل پڑھتے اور صبح بھی دیر تک اپنی جگہ پر قبلہ رو ہوتے ہوئے اوراد ووظائف پڑھتے رہتے اور یہ سلسلہ طلوع آفتاب تک چلتا۔ وہ ہر ماہ تین دن روزہ ضرور رکھتے اور چھ شوال کے روزے بھی مستقل رکھتے تھے وہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کثرت سے کیا کرتے تھے یہاں تک کہ سواری پر بھی تلاوت کرتے رہتے۔

جسمانی لحاظ سے بھی حافظ عراقی بہت خوبصورت اور وجیہ شخص تھے۔ ان کے معنوی اخلاق بھی بہت بلند تھے۔ لطیف مزاج، سلیم القلب، متواضع ومنکسر، شرم وحیا کے پیکر اور اس کے ساتھ ساتھ بے انتہا خوش مزاج تھے، ان کو دیکھنے والا ایک نظر میں ان کو مرد صالح سمجھ لیتا تھا۔

## تصانیف

حافظ زین الدین عبدالرحیم عراقی مصری اگرچہ متعدد علوم وفنون میں درک رکھتے تھے تاہم حدیث نبوی شریف ان کا تخصص اور محبوب موضوع تھا، اسی لئے ان کی بیشتر تصانیف کا تعلق اسی اہم موضوع سے ہے۔ علامہ مناوی نے اپنے تعارفی مقدمہ میں بھی اور دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان کی بہت سی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین کا موضوع وار تذکرہ حسب ذیل ہے:

**(الف) قرآن مجید اور تفسیر جلیل** کے موضوعات پر حافظ عراقی کی حسب ذیل تالیفات کا ذکر ملا ہے:

۱۔ نظم غریب القرآن، کحالہ نے اس کا عنوان منظومہ تفسیر غریب القرآن بتایا ہے۔

**(ب) ان کی تالیفات حدیث کی تعداد یہ ہے:**

(۱) انھوں نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج دو الگ الگ کتابوں میں کی تھی جس میں سے ایک بڑی تھی اور دوسری متوسط اور اس کا عنوان **المغنی** تھا اور متداول بھی تھی۔ کحالہ کے مطابق اس کا مکمل نام تھا: "**المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج ما فی الإحیاء من الاخبار**" جبکہ سخاوی نے لکھا ہے: "**المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار**"۔

(۲) علوم الحدیث میں ایک **الفیہ** مرتب کی اور اس کی اپنی شرح بھی لکھی۔

(۳) **تقریب الاسانید** لکھی، پھر اس کی تلخیص تیار کی اور اسکے ایک حصہ کی شرح کی جس کی تکمیل ان کے فرزند نے کی، سخاوی کے مطابق اس کا عنوان تھا: "**تقریب الاسناد وترتیب المسانید فی الاحکام**۔

(۴) **شرح البخاری** جس کی تکمیل نہ کر سکے، اگر کر دیتے تو بقول علامہ مناوی وہ بے نظیر ہوتی۔

(۵) **شرح سنن ابی داؤد** کی بھی تکمیل نہ ہو سکی مگر اس کا کچھ حصہ ان کے اپنے خط میں ان کے پاس موجود رہا۔

(۶) لیکن حافظ ابن سید الناس کی **شرح ترمذی** کی تکمیل کسی حد تک کی اور جامع ترمذی کے دو تہائی حصے کو دس جلدوں میں اور بقول سخاوی نو جلدوں میں مرتب کیا مگر اس کی باقاعدہ تکمیل ان کے فرزند گرامی قدر نے کی۔

حافظ ابن فہد نے "**لحظ الالحاظ**" میں بیان کیا ہے کہ یہ تکملہ تیرہ جلدوں میں ہوا ہے۔

(۷) **شرح المهذب** کے تکملہ سبکی کو مکمل کرنے کی کوشش کی جو نا کام رہی۔

(۸) علامہ ابن الصلاح کے مختصر کی شرح لکھی۔

(۹) **الاقتراح** کو نظم کیا جو امام ابن دقیق العید کی کتاب تھی۔

(۱۰) امام ذہبی کی میزان کا بہت عمدہ اور جامع ذیل/تکملہ لکھا۔

(۱۱) مراسیل پر ایک کتاب مرتب کی جو ان کی آخری تالیف تھی۔

(ج) فقہ میں بھی ان کی بعض تالیفات کا ذکر ملتا ہے جیسے **تتمات المهمات** جو **کتاب المهمات** پر بہ شکل استدارک تھی۔ کحالہ کے مطابق حافظ عراقی کی ایک اور کتاب کا عنوان تھا: "**الباعث علی**

الخلاص من حوادث القصاص" سخاوی کے مطابق فقہی تالیفات تھیں "الاستعاذہ بالواحد من اقامۃ جمعتین فی مکان واحد"، تاریخ تحریم الرباء، تکملہ شرح المَہذب للنووی اور اصول میں "منہاج البیضاوی" کو نظم کیا وغیرہ۔ ان میں بہت سی مختصرات عراقی امام سخاوی کے پاس تھیں۔

(و) **سیرت وسوانح:** میں ان کی مشہور ترین کتاب تو الفیہ ہی ہے۔ تذکرہ میں انھوں نے ابوالحسین کے ذیل الوفیات کا ذیل لکھا تھا۔ کحالہ نے الفیہ کا نام مختلف لکھا ہے: نظم الدرر السنیۃ فی السیرۃ الزکیۃ. شیخ مناوی نے اپنی شرح میں اس کا عنوان "نظم الدرر السنیۃ فی سیرۃ خیر البریۃ" لکھا ہے (۲۲۹)۔

ان کے علاوہ انہوں نے اپنے حفظ و یادداشت کی بنا پر چار سو سے زیادہ مجالس میں املا کرایا تھا اور متعدد کتابوں کی تالیف کی تھی جن میں سے بعض مکمل ہوگئی تھیں اور بعض نامکمل رہ گئی تھیں۔

برہان حلبی کا بیان ہے کہ حافظ عراقی نے اپنی ایک معجم بھی تیار کی تھی لیکن امام سخاوی نے اس پر تعجب اور لاعلمی کا اظہار کیا ہے کہ نہ تو ہمارے شیخ اس سے آگاہ تھے اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی اطلاع ہے۔ لیکن یہ کوئی صحیح وجہ نہیں ہے۔ برہان حلبی کا بیان اس لئے قابل قبول ہے کہ انھوں نے خود اپنے ایک سفر کے دوران حافظ عراقی سے ان کی معجم کی سماعت کی تھی۔

## وفات

عمر رضا کحالہ نے حافظ عراقی کی تاریخ وفات ۲ر شعبان ۸۰۶ھ لکھی ہے جو فروری ۱۴۰۴ء کے مطابق ہے۔ امام سخاوی کے مطابق ان کی وفات بدھ کی رات شعبان ۸۰۶ھ کو حمام سے نکلنے کے بعد ہوئی، اور باب الرقیہ کے باہر واقع قبرستان میں ان کو دفن کیا گیا۔ ان کے جنازے میں بہت ازدحام تھا۔ ان کی نماز جنازہ شیخ شہاب الدین الذہبی نے پڑھائی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر اکیاسی سال تین ماہ (ربع سنۃ) تھی جس طرح امام السراج البلقیبی کی رہی تھی۔ ان کی وفات پر بہت سے مرثیے کہے گئے، جن میں امام سخاوی کے شیخ اور امام بلقینی اور ذہبی وغیرہ کے مراثی شامل تھے۔

## اولاد واخلاف

حافظ عراقی کے ایک فرزند جلیل شیخ الاسلام الولی العراقی تھے اور ایک دختر نیک اختر تھیں جن سے علامہ مناوی کے جدامجد شرف مناوی نے حافظ عراقی کے انتقال کے بعد شادی کی تھی۔ دراصل یہ بدلے کی شادی تھی کہ علامہ شرف مناوی کی بہن سے حافظ ولی عراقی نے شادی کر لی تھی اور ان سے دونوں کی اولادیں بھی ہوئیں۔ ان کے فرزند ولی عراقی نے اپنے والد کی ایک سوانح عمری بعنوان "تحفة الوارد في ترجمة الوالد" لکھی تھی جس کا حوالہ 'کشف الظنون' میں ملتا ہے۔

## مقام ومرتبہ

حافظ عراقی کی علمی قدر ومنزلت کا اعتراف تو ایک زمانے کو تھا اور ان میں سے بعض کے تاثرات کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔ ان کے شاگرد رشید حافظ ابن حجر کہا کرتے تھے کہ ان کے زہد وعبادت اور تقویٰ وطہارت کا بھی جواب نہ تھا۔ ان کے بقول انھوں نے اپنے تمام مشائخ میں حافظ عراقی سے زیادہ کسی اور کی نماز بہتر نہیں دیکھی۔ دوسرے شاگرد عزیز حافظ نورالدین الہیثمی کا ایک بیان ہے کہ میں نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے داہنے اور حافظ زین عراقی کو آپ کے بائیں دیکھا۔

کحالہ نے حافظ عراقی کی عمومی علمی بصیرت کے علاوہ ان کو محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، ادیب اور لغوی بھی کہا ہے۔

## طریقۂ تالیف

"نظم الدرر السنية في السيرة الزكية" یا "الفیہ" عراقی کا سب سے بڑا وصف اس کا ایجاز واختصار ہے۔ حافظ عراقی نے اس کی تالیف اس مقصد سے کی ہو یا نہ کی ہو لیکن اس سے بہر حال یہ مقصد حاصل ہوتا ہے کہ وہ آسانی سے حفظ کی جاسکتی ہے اور اس طرح سیرت نبوی کا بنیادی مواد محفوظ کر کے دوسروں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس کے اجمال کی تفصیل اور تلمیحات کی تشریح کے لئے

اس کی شروح وحواشی یا دوسری مفصل کتب سیرت کی ضرورت ہوسکتی ہے مگر ان کے مطالعہ کے بعد پھر اصل مواد کی تشریح وتعبیر کی جاسکتی ہے۔

الفیہ عراقی کی دوسری اسلوبی اور لسانی خصوصیت اس کی سلاست ولطافت اور حسین وجمیل طرز ادا ہے۔ وہ چھوٹی بحر میں بہت دلنشیں انداز سے سیرت نبوی کے بنیادی مواد کو پیش کرتی ہے جو حافظہ میں ثبت ہو جاتا ہے۔

موضوعاتی لحاظ سے حافظ عراقی نے اپنے الفیہ کی ترتیب میں تاریخی اور واقعاتی ترتیب کے ساتھ موضوعاتی ترتیب دونوں کو خوبصورتی سے سمویا ہے۔ وہ ولادت تا وفات ان دونوں کو الگ الگ استعمال کرتے ہیں۔ مکی دور حیات طیبہ تو خالصتاً تاریخی ترتیب کے مطابق ہے۔ مدنی دور حیات میں بھی وہ بعض واقعات وحوادث کو اسی تاریخی ترتیب سے بیان کرتے ہیں لیکن اس کے بعد وہ موضوعاتی ترتیب پر آجاتے ہیں اور صفت/شمائل، اخلاق، معاشی زندگی، معجزات وخصائص، حج وعمرات بیان کرنے کے بعد غزوات کا باب کھولتے ہیں پھر متعلقات سیرت جیسے کاتبین وسفیران، اولاد وازواج اور متروکات وموالی وغیرہ پر کلام کر کے خاتمہ مرض ووفات پر کرتے ہیں۔

نظم میں زیادہ تفصیل اور شرح وبسط کی گنجائش نہیں ہوتی خاص کر جب نظم نگار اس کو مختصر ومحدود رکھنا چاہتا ہو، اسی طرح اختلاف روایات کی بھی گنجائش ذرا کم ہوتی ہے لیکن عراقی کی چابکدستی اور فنی مہارت نے ان کا بھی موقعہ نکال لیا ہے۔ اکثر وبیشتر وہ صرف راجح اور صحیح ترین روایت بیان کرتے ہیں لیکن کہیں کہیں دوسری روایات یا اقوال بھی بیان کر دیتے ہیں جیسے تاریخ ولادت نبوی میں وہ دو ربیع الاول عام الفیل کو صحیح قرار دے کر بارہ ربیع الاول اور عام الفیل کے ایک عرصہ تیس، چالیس سال بعد کی روایات کو مسترد کرتے ہیں، یا والد ماجد کی وفات کے وقت عمر نبوی کی روایات کا حوالہ دیتے ہیں یا جیسے بعثت کی تاریخوں پر اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔

حافظ عراقی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ محدث ہونے کے سبب صرف مستند روایات بیان کرنے کا التزام کرتے ہیں اور اس باب میں اہل سیر اور محدثین دونوں کی روایات سے استفادہ کرتے ہیں۔ ایک دلچسپ روایت یہ ہے کہ عام اہل سیر کے مطابق قبا میں قیام نبوی چودہ دن رہا تھا مگر شیخین کے مطابق صرف چار دن رہا تھا۔ حافظ عراقی نے شیخین کے قول کو دوشنبہ تا جمعہ قیام کے ساتھ متصل

کر کے ترجیح دی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، اسی طرح پانی پینے کے باب میں بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پینے کی دو طرح کی حدیثوں میں خوبصورتی سے تطبیق دی ہے۔

الفیہ عراقی کا ایک اہم وصف اپنے مآخذ و مصادر کی نشاندہی کرنا بھی ہے اگرچہ نظم میں اس کی جگہ نکالنا کافی مشکل اور ماہرانہ کام ہے۔ انھوں نے ہر مقام و بحث میں تو اپنے مراجع کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن جہاں موقع ملتا ہے وہ ایسا ضرور کر گذرتے ہیں جیسے اسماء نبوی کے ضمن میں مسلم، قرآن مجید (تنزیل)، ابن العربی، ابن دحیہ کا، ہجرت کے بعد قیام قباء کی مدت پر شیخین (بخاری و مسلم) کا، حلیہ/شمائل کے باب میں صحیح (بخاری) کا، خاتم نبوی کے باب میں بخاری و مسلم کا، غزوۂ حنین میں کتاب الٰہی کا، مشورہ کے وجوب و عدم وجوب کے بارے میں امام شافعی اور بیہقی کا، واقعۂ رجیع میں بخاری کا، سریہ ام قرفہ میں مسلم کا، واقعہ عرنیین میں ابن جریر کا ذکر کیا ہے۔

اپنے مختصر ارجوزہ میں حافظ عراقی نے نقد و تبصرہ سے بھی کام لیا ہے جو بجائے خود کارنامہ ہے لیکن نظم میں اس کا استعمال اس کی افادیت و عظمت دونوں کو بڑھا دیتا ہے جیسے اول نازل ہونے والی سورہ کے بارے میں اول العلق کو ترجیح دیتے ہوئے پہلے بیان کرتے ہیں اور یہی عام مؤلفین و مؤرخین کی صفت ہے کہ وہ اولین روایت وہی بیان کرتے ہیں جس کو راجح اور صحیح ترین سمجھتے ہیں پھر مدثر اور فاتحہ کتاب کی روایات کا حوالہ دے کر اول کو "اقرب للصوب" قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مکی قیام کی مدت کے بارے میں تیرہ سال کی روایت کو صحیح اور دس پندرہ برسوں کی روایات کو ضعیف بتاتے ہیں۔ ابن اسحاق نے اولین مومنین میں حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی شمار کر لیا ہے، اس پر حافظ عراقی نے تین مصرعوں میں نقد بھی کیا ہے اور تصحیح بھی کہ ابن اسحاق کا یہ منفرد قول صحیح نہیں کہ اس وقت تک حضرت عائشہ پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔ بعض اور ایسی تنقیدی مثالیں ملتی ہیں جو حافظ عراقی کی تنقیدی صلاحیت کے ساتھ ساتھ نظم میں ان کی آمیزش کی فنی لیاقت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

# مصادر و مآخذ


| | | |
|---|---|---|
| ابن الجوزی | طبقات القراء | ۳۸۲/۱ |
| ابن العماد | شذرات الذهب | ۵۵-۷/۷ |
| ابن قاضی شہبہ | طبقات الشافعیه | |
| ابن ناصر الدین | الرد الوافر | ۵۷ |
| البغدادی | ایضاح المكنون | ۴۴۲،۹۶/۲ |
| | هدیة العارفین | ۵۶۲/۱ |
| جمال بن ظہیرہ | المعجم | |
| حاجی خلیفہ | كشف الظنون | ۲۴،۱۳۵،۱۵۶،۲۱۸،۵-۲۶۴،۵۵۹،۴۲۷ وغیرہ |
| السخاوی | الضوء اللامع | ۴/۸-۱۷۱ مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۴ھ، ۳۵۲ |
| السیوطی | حسن المحاضرة | ۱/۵-۲۰۴ |
| الشوکانی | البدر الطالع | ۱/۶-۳۵۴ |
| عبدالرؤف المناوی | العجالة السنية على السيرة النبوية | |
| | | مؤسسۃ النور، الریاض (غیر مورخہ) ۵-۳ |
| الکتانی | فهرس الفهارس | ۲/۹-۱۹۷ |
| کحالہ عمر رضا | معجم المؤلفين | مطبعۃ الترقی، دمشق ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء پنجم ۲۰۴ |
| المقریزی | السلوک | |

# علامہ عبدالرؤف المناوی

## مؤلف العجالة السنية علی الفية السيرة النبوية

## (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/۱۵۴۵-۱۶۲۲ء)

سیرت نبوی پر زیادہ کتابیں نثر میں تالیف کی گئیں اور نظم میں کم۔ نثری تالیفات کو بھی دو تین اقسام میں منقسم کیا جا سکتا ہے: ایک وہ جو مؤلفین فن کی اصل کتابوں کے محض اجزاء تھے اور دوسری وہ جو خالص سیرت نبوی پر مبنی آزاد و خود مختار کتابیں تھیں۔ پھر موخر الذکر کی بھی متعدد اقسام کی جا سکتی ہیں۔ منظوم سیرتی ادب کا سلسلہ بھی کافی پرانا ہے اور غالباً ارجوزہ سے اس کا آغاز ہوا خاص کر تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی میں، اگرچہ مدحیہ/نعتیہ قصائد کی روایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی معاصر ہے اور اس کے بعض نمونے آپ کی بعثت و رسالت سے قبل کے دور جاہلی کے بھی ہیں جن میں آپ کی سوانح مقدسہ کے بعض آثار ملتے ہیں۔ منظوم سیرتوں کی زیادہ تر اساس کوئی نہ کوئی نثری شہپارہ ہوتا ہے۔ اس صنف سیرت میں غالباً سب سے ضخیم تالیف علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بہ فتح الدین بن الشہداء (م۷۹۳ھ) کی تھی جو سخاوی کے بقول دس ہزار اشعار پر مشتمل تھی۔ ان کے علاوہ مختلف صدیوں میں متعدد شعراء نامی نے سیرت کو منظوم کرنے کی سعادت پائی۔ ان میں حافظ زین الدین عراقی (م۸۰۶ھ) کی الفیہ کو بہت شہرت ملی۔ اسی طرح علامہ شمس الدین الباعونی الدمشقی (م۸۷۱ھ) کی "منحة اللبيب فی سيرة الحبيب" کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ موخر الذکر دونوں منظوم سیرتیں حافظ مغلطائی کی سیرت مغلطائی پر مبنی ہیں۔ حافظ عراقی کی سیرت ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہونے کے سبب الفیہ کہلاتی ہے۔ صلاح الدین المنجد اور دوسرے کتابیات نگاروں نے اس صنف لطافت کی متعدد کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ان میں الفیہ عراقی کو بطور نمائندہ صنف منتخب کیا گیا ہے۔ اسی سے متعلق

ایک اور اہم صنف تالیف خاص کر منظوم سیرتوں کے حوالہ سے یہ نظر آتی ہے کہ ان کی نثری شرحیں بھی کثرت سے لکھی گئیں اور ایسا ہونا فطری بھی تھا کہ نظم کی قید و بند کے سبب شرح وبسط کی گنجائش کم نکلتی ہے اور تاریخی واقعات کی تفہیم و ترسیل کے لئے منظوم بیانات کی تشریح و تعبیر ضروری ہے۔ منظوم الفیۂ عراقی کی شرح مناوی خاصی اہم تصور کی جاتی ہے اس لئے اس کا انتخاب پسندیدہ ہے اگر چہ اس کی شروح میں حافظ عراقی کے شاگرد رشید اور اپنے وقت کے محدث عظیم امام ابن حجر عسقلانی کا ناقص قطعہ بھی موجود ہے اور دوسرے کامل شارحین کا بھی۔

## نام ونسب

"**العجالة السنية**" کے مؤلف گرامی کے نام ہی کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ مخطوطہ پر عبدالرزاق المناوی لکھا ہوا جبکہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ عارف حکمت کی فہرست میں ان کا نام یحیٰ المناوی تحریر کیا گیا ہے۔ "**فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**" کے مؤلف نے "**خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر**" کے مؤلف کی سند پر ان کا نام عبدالرؤف المناوی لکھا ہے کہ ان کی دو شرحیں تھیں، ایک مخلوط تھی جس کا عنوان "**الفتوحات السبحانیه**" تھا اور دوسری غیر مخلوط تھی۔ مناوی کی شرح کے محقق و مرتب شیخ اسماعیل انصاری نے اپنے مقدمہ میں عبدالرؤف کو بوجوہ ترجیح دی ہے۔ ان کی اول دلیل یہ ہے کہ **خلاصة الاثر** میں یہی نام ہے۔ دوسرے **العجالة السنية** کے صفحہ ۳۰ پر اس کے مؤلف کے شیخ کا نام الشعراوی بتایا گیا ہے جو عبدالرؤف المناوی کے شیخ تھے۔ تیسرے عبدالرزاق کا سوانحی خاکہ باجود تلاش بسیار نہیں ملا۔ یحیٰ المناوی اس لئے نام نہیں ہوسکتا کہ **کتاب العجالہ** کے صفحہ ۴ پر مؤلف کے جد کا نام شرف المناوی لکھا ہے اور **شرح المواهب** میں یہ مذکور ہے کہ وہ امام سیوطی کے مشائخ میں سے تھے اور مؤلف عجالہ ان سے بہت نقل کرتے ہیں۔

ان سب دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شرح یحیٰ المناوی کی نہیں ہے بلکہ عبدالرؤف المناوی کی ہے اور اسی لئے شیخ انصاری نے مؤلف کتاب کی حیثیت سے عبدالرؤف المناوی کا سوانحی خاکہ لکھا ہے۔ یہ چیستان بہر حال باقی رہ جاتی ہے کہ اگر محقق و ناشر کے نزدیک مؤلف گرامی کا نام عبدالرؤف المناوی تھا تو سرورق اور سر کتاب پر عبدالرزاق المناوی کا نام بطور مؤلف کیوں دیا گیا ہے۔ مؤلف

العجالة السنية کے اپنے بیان کے مطابق وہ حافظ عراقی کے مادری نسب کے لحاظ سے نواسے تھے۔ کحالہ نے عبدالرزاق المناوی کا ذکر نہیں کیا بلکہ عبدالرؤف المناوی کا کیا ہے۔

بہر حال علامہ عبدالرؤف بن تاج الدین علی بن زین العابدین الفیہ کے شارح تھے۔ موخر الذکر کا لقب زین الدین تھا۔ یہ تو اسمٰعیل انصاری کا بیان ہے۔ کحالہ نے عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین لکھا ہے اور حاشیہ میں ان کا نام محمد بھی بتایا ہے اور ان کی چار نسبتیں لکھی ہیں، الحدادی، الشافعی، المناوی اور القاہری، جو ان کے خاندانی پیشہ اور وطن اور مسلک کا حوالہ دیتی ہیں۔

## ولادت

علامہ عبدالرؤف المناوی ۹۵۲ھ/ ۱۵۴۵ء میں قاہرہ کے محلہ المنا میں پیدا ہوئے اس لئے المناوی کہلائے۔

## تعلیم وتربیت

مناوی نے اپنے والد ماجد کی گود میں پرورش پائی۔ پہلے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی پھر عصری اور مسلکی روایات کے مطابق اہم شافعی متون جیسے البهجة وغیرہ کو حفظ کیا اور ساتھ ہی نحو میں الفیہ ابن مالک، سیرت میں الفیہ عراقی، اور اصول حدیث میں بھی الفیہ العراقی حفظ کیا، اور ان کتابوں کا اپنے والد ماجد کی زندگی میں متعدد مشائخ سلف سے معارضہ بھی کیا۔ اس کے بعد دوسرے علوم وفنون کی تحصیل کی اور تمام اصناف واقسام میں ایسی مہارت وتبحر اور کمال وتفاخر حاصل کیا کہ اپنے تمام معاصرین سے ممتاز بن گئے۔

## مشائخ واساتذہ

علامہ عبدالرؤف المناوی کے بہت سے شیوخ واساتذہ تھے جن میں اولین ان کے والد ماجد تھے جن سے انھوں نے عربی علوم حاصل کئے۔ پھر امام النور بن علی بن غانم سے حدیث وتفسیر وادب کی تعلیم پائی۔ استاد محمد البکری کے دروس تفسیر وتصوف سے بھی کسب فیض کیا۔ علامہ النجم الغیطی اور الشیخ قاسم سے حدیث میں مہارت وحذاقت لی۔ شیخ حمدان الفقیہ، شیخ الطبلاوی اور شیخ الرملی سے بھی

سے حدیث وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ موخر الذکر امام مناوی کے خاص الخاص شیخ تھے جن سے ان کا ربط خاص رہا اور انھیں سے زیادہ تر کسب علم کیا۔ امام شیخ عبدالوہاب الشعراوی ان کے شیخ تصوف تھے جن سے علوم تصوف کے علاوہ عملی تصوف بھی حاصل کیا۔

## تصانیف

علامہ مناوی نے حصول تعلیم کے بعد تصنیف و تالیف کا عظیم مشغلہ اپنایا اور مختلف علوم و فنون پر بہت سی کتابیں لکھیں جن کا ذکر ان کے سوانح نگاروں اور خاص کر محقق اسماعیل انصاری نے کیا ہے۔ ان کے موضوعات میں تفسیر و حدیث، سیرت و تذکرہ، فقہ و طبعی علوم وغیرہ شامل تھے۔ اس کا اندازہ ان کی تصانیف کثیرہ کے نام سے ہوتا ہے۔ کحالہ نے ان کی صرف پانچ تصانیف کا ذکر کیا ہے جبکہ اسمٰعیل انصاری نے متعدد کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ذیل میں ان کی ایک جامع فہرست درج کی جا رہی ہے۔

۱۔ تفسیر سورة الفاتحه:

۲۔ تفسیر سورة البقره کے بعض اجزاء.

۳۔ "الجامع الازهر من حديث النبي الانور" (جس میں تیس ہزار احادیث جمع کیں اور جامع کبیر پر اضافے کئے اور ہر حدیث کے بعد اس کا مقام و مرتبہ بیان اور واضح کیا)

۴۔ "كنز الحقائق في حديث خير الخلائق" (جس میں تیس ہزار مختصر احادیث نبوی جمع کیں۔ یہ مجموعہ دس دفاتر (کراریس) پر مشتمل تھا کہ ہر دفتر ایک ہزار کا مجموعہ تھا)

۵۔ قاضی بیضاوی کی احادیث کی تخریج کی

۶۔ شرح الجامع الصغير.

۷۔ "التيسير" جو جامع صغیر کی شرح کی تلخیص تھی اور حجم میں اس کے ایک ثلث پر مشتمل تھی۔

۸۔ "لسان الميزان" سے ایک کتاب کا مواد منتخب کر کے اس کی تمام موضوع، منکر اور متروک وضعیف روایات پر مشتمل ایک نئی کتاب مرتب کی جو الجامع الصغير کے مانند تھی۔

۹۔ امام نووی کی الاربعین کی شرح لکھی، اور ان کے علاوہ بھی متعدد کتب حدیث کی شروح لکھیں۔

۱۰۔ "بغية الطالبين لمعرفة اصلاح المحدثين" اصول حدیث میں ان کی اہم کتاب تھی۔ کحالہ

کے مطابق ان کی ایک اور تالیف حدیث تھی: الاتحافات السنیة بالاحادیث القدسیة۔

۱۱۔ "تیسیر الوقوف علی غوامض احکام الوقوف" فقہ کی ایسی بے نظیر کتاب تھی کہ اس سے قبل اس جیسی نہیں لکھی گئی۔

۱۲۔ "تهذیب التسهیل فی احکام المساجد"، مسجد کے آداب و احکام پر کتاب التسہیل کی تلخیص ہے۔

۱۳۔ "کتاب فی مناسک الحج" میں چاروں فقہی مسالک کے مسائل بیان کئے تھے۔

۱۴۔ "النزهة الذهبیة فی احکام الحمام الشرعیة والطبیة" حمام کے فقہی احکام سے متعلق تھی۔

۱۵۔ امام مزنی کے "المختصر" کی شرح لکھی لیکن وہ نا تمام رہ گئی۔

۱۶۔ فرائض اور ترکہ کے مسائل پر ایک کتاب لکھی۔ ان کے علاوہ بھی شیخ مناوی نے فقہ پر کچھ اور کتابیں لکھی تھیں۔ کحالہ نے شرح التحریر فی فروع الفقه الشافعی کا ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ سیرت نبوی پر شیخ مناوی کی تالیفات زیادہ تر شروح ہیں جیسے انھوں نے قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کے باب اول کی شرح لکھی۔

۱۸۔ امام ترمذی کی کتاب الشمائل کی شرح کامل لکھی۔

۱۹۔ شمائل ترمذی کی تلخیص کی اور اس پر نصف سے زیادہ اضافے کئے اور اس کا عنوان "الروض الباسم فی شمائل المصطفیٰ ابی القاسم" رکھا۔ اس کا ذکر کحالہ کے ہاں بھی ہے۔

۲۰-۲۱۔ حافظ عراقی کی "الفیہ" کی دو شرحیں لکھیں ایک کا عنوان تھا: "الفتوحات السبحانیة فی شرح نظم الدرر السنیة فی السیرة الزکیة" اور دوسری کا "العجالة السنیة فی السیرة النبویة".

۲۲-۲۳۔ امام سیوطی کی کتاب "الخصائص الصغریٰ" کی بھی دو شرحیں لکھیں: چھوٹی کا نام رکھا: "فتح الرؤف المجیب لشرح خصائص الحبیب" اور بڑی کا "توضیح فتح الرؤف المجیب"۔ کحالہ کے مطابق شیخ مناوی نے صوفیہ کی سوانح پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان تھا: "الکواکب الدریة فی تراجم السادة الصوفیة".

۲۴۔ امام مناوی نے لغت میں بھی بعض کتابیں تالیف کیں جیسے شرح القاموس جس میں حرف دال تک ہی وہ پہنچے ہیں۔

۲۵۔ دوسری "احکام الاساس فی اختصار الاساس وترتیبہ" تھی۔

۲۶۔ تیسری تالیف لغت "کتاب الأمثال" تھی۔

مذکورہ بالا علوم کے علاوہ بھی شیخ مناوی کی بعض تالیفات تھیں جن کا ذکر مؤلف خلاصۃ الاثر نے کیا ہے اور شیخ اسماعیل الانصاری نے ان سے صرف نظر کیا ہے۔ صاحب خلاصۃ الاثر نے پھر لکھا ہے کہ علامہ مناوی مجموعی طور سے آثار و تالیفات کے لحاظ سے اپنے عہد کے عظیم ترین عالم تھے اور ان کی تالیفات بڑی نفع بخش اور مقبول و متداول ہیں۔ اہل علم کو بھی ان کی تالیفات سے بہت محبت تھی اور وہ ان کو مہنگے داموں خریدا کرتے تھے۔ ان کی تمام تالیفات میں بہر حال سب سے زیادہ مشہور ان کی شرح الجامع الصغیر اور حافظ عراقی کی الفیہ کی شرح ہے۔ بقول علامہ مناوی حافظ عراقی لغت و نحو، فقہ و اصول میں بھی مہارت تام رکھتے تھے لیکن ان پر فن حدیث غالب آ گیا تھا اور وہ اسی کے ہو رہے تھے۔ کحالہ نے ان کو مختلف انواع علوم کا ماہر بتایا ہے۔ کحالہ نے ان کی بعض تصانیف کا ذکر مزید کیا ہے جیسے غایۃ الارشاد فی معرفۃ الحیوان والنبات والجماد۔

## وفات

شیخ عبدالرؤف مناوی نے بروز جمعرات ۲۳ صفر ۱۰۳۱ھ/ ۱۶۲۱ء کو بوقت صبح وفات پائی اور دوسرے دن جمعہ کو ان کی نماز جنازہ جامع از ہر میں پڑھائی گئی۔ ان کی تاریخ وفات "مات شافعی الزمان" کے جملہ سے نکلتی ہے۔ اس سے ان کی جلالت و عظمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ امام شوکانی نے ان کی تاریخ وفات ۱۰۲۹ھ لکھی ہے جو زیادہ قابل قبول نہیں سمجھی گئی ہے۔

## مقام و مرتبہ

شیخ مناوی اگرچہ متعدد علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے تاہم حدیث و فقہ ان کے امتیازی اور تخصیصی میدان تھے۔ ان کے تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ وہ نادرۂ روزگار اور اپنے زمانے کے عبقری

تھے۔ان کی تصانیف ہی ان کی جلالتِ شان اور عظمت مقام کی گواہ ہیں، خاص کر مختلف علوم وفنون میں ان کی ماہرانہ تالیفات، **خلاصة الاثر** کے مؤلف گرامی نے شیخ مناوی کو آثار کے لحاظ سے اس دور کی تاریخ کے تمام علماء میں عظیم ترین قرار دیا تھا۔لوگ نہ صرف ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے بلکہ ان کی خریداری میں قیمتیں بڑھا چڑھا کر دیتے کہ وہ مقبول عوام وخواص ہی نہیں بلکہ بڑی منافع اور عظیم فوائد والی تھیں۔اسی کے ساتھ ساتھ ان کی خدمت میں حاضرین، مستفیدین اور عوام وخواص کا ہجوم رہتا کہ وہ بہت محبوب ومحترم شخص تھے۔اسی بنا پر جس کسی نے ان کی تاریخ وفات "مات شافعي الزمان" (زمانہ کے امام شافعی فوت ہوگئے) نکالی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور ان کی جلالت وعظمت کی پوری طرح نشاندہی کرتی ہے۔

## طریقۂ تالیف

شیخ مناوی نے شارحین اور حواشی نگاروں کا طریقۂ تالیف اپنایا اور اپنے خیال کے مطابق اصل متن کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کی الگ الگ تشریح کی تاکہ مؤلف اور قاری دونوں کو لکھنے اور پڑھنے کی سہولت رہے۔چونکہ وہ حافظ عراقی کے اشعار کے شارح تھے لہٰذا وہ ایک یا ایک سے زیادہ اشعار کا مجموعہ بنا کر تشریح کرتے ہیں۔ابواب کے آغاز میں وہ کبھی باب میں وارد ہونے والے الفاظ واصطلاحات کی تفسیر کرتے ہیں اور کبھی بلاتفسیر وتعبیر براہ راست اشعارِ عراقی نقل کردیتے ہیں اور پھر ان کی تشریح کرتے ہیں۔

ان کے طریقۂ تالیف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ الفاظ وعبارت کے لغوی معانی بتانے کے ساتھ اکثر وبیشتر ان کا املا وتلفظ بھی بتاتے ہیں اور پھر ان کی لغوی تشریح کرتے ہیں۔

موضوعاتی لحاظ سے وہ اشعارِ عراقی میں وارد ہونے والے واقعات، حالات اور امور کی وضاحت وصراحت کرتے ہیں اور ان پر مآخذ سیرت سے اضافہ کرتے ہیں کیونکہ اشعار میں صرف اشارے ہوسکتے ہیں، تفصیل سے ضخامت میں اضافہ ہوتا ہے۔چنانچہ اگر اشعار میں اشخاص کا نام آتا ہے تو ان کے نام ونسب کی توضیح کرتے ہیں، مقامات وامکنہ کی جغرافیائی وضاحت کرتے ہیں اور واقعات وحقائق کی تفصیل بتاتے ہیں۔

شارح گرامی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ صرف عراقی کے متن کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی

وہ کسی ایک سیرت پر بھروسہ کر کے اس کے مواد سے تلمیحات عراقی کی تعبیر وتشریح کرتے ہیں بلکہ متعدد مآخذ استعمال کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ تمام دستیاب مآخذ سے مواد حاصل کریں۔ ان کے اہم ترین مآخذ میں ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن سعد کے علاوہ کثرت سے جن کا ذکر آتا ہے وہ ہیں: حافظ عبدالغنی کی سیرت، سیرت دمیاطی، سہیلی، ابن عبدالبر، سیرت مغلطائی جس پر الفیہ عراقی مبنی ہے، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، بیہقی، طبرانی، قاضی عیاض، ابن العربی مالکی، سبکی، سُلمی، جلال سیوطی، ابن حجر، نووی، ابن دحیہ، ابن قدامہ، ابونعیم، رافعی، ابن سید الناس، ابن حزم، ابن عساکر وغیرہ۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے مآخذ بھی ہیں جیسے زمخشری، ابن الشحنہ، ابوالشیخ، ابن کثیر، ابن قیم، ابن عبدالہادی، ابن عبدالرزاق، حاکم، ابوالعالیہ، حجاج، بلقینی، شافعی، ماوردی، ابن رزین، ابن سراقہ، ابوسعید نیشاپوری، ابن القاص، بغوی، ابویعلیٰ (مسند)، عبدالرزاق (جامع)، ابن الکلبی، مسعودی، ابن مندہ، ابن الاثیر، یعمری، ثعالبی، ثعلبی، وغیرہ۔ متعدد دوسروں کے علاوہ عام محدثین اور اہل سیر کے بھی برابر حوالے ملتے ہیں۔

مناوی کا ایک اور شاید سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ اہل سیر اور اہل حدیث دونوں کی روایات کو جمع کرتے اور تطبیق دیتے ہیں اور اس طرح سیرت نبوی میں انھوں نے دونوں قسم کے مآخذ کا بہت خوبصورت امتزاج پیدا کیا ہے جو حافظ ابن کثیر کی خصوصیت بھی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ بھی اہم ترین وصف ہے کہ وہ روایات پر برابر محاکمہ کرتے ہیں اور قاری کو اقوال کے گورکھ دھندے میں پھنسا کر نہیں چھوڑتے بلکہ کسی نہ کسی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنی ترجیح کے دلائل بھی دیتے ہیں۔

محدث ہونے کے باوجود علامہ مناوی میں اہل حدیث کو ترجیح دینے کی عصبیت بالکل نہیں ہے اگرچہ وہ عام طور پر محدثین کی روایات کو ہی زیادہ صحیح سمجھتے ہیں لیکن جہاں جہاں ان کے خیال میں محدثین میں سے کسی نے تفرد سے یا اجماع کے خلاف کام لیا ہے وہاں وہ ان پر نقد کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی مثال امام بخاری کی ہے کہ وہ ان کے تفردات کو خاص کر ان کو جو اہل سیر کے اجماع کے خلاف ہیں قبول نہیں کرتے اور امام موصوف پر نقد کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، اسی طرح وہ اپنے متن یعنی حافظ عراقی سے بھی برابر اختلاف کرتے ہیں اور ان پر نقد بھی کرتے ہیں۔ علامہ مناوی کی بعض اور بھی صفات نگارش ہیں جیسے ایجاز واختصار، خوبصورت اسلوب اور دلنشیں زبان وبیان وغیرہ۔

# مصادر و مآخذ

| | |
|---|---|
| اسعد طلس | الکشاف: ۲۸۳،۴۷ |
| شیخ اسماعیل الانصاری | مقدمۃ العجالۃ السنیۃ فی السیرۃ النبویۃ. مؤسسۃ النور للطباعۃ والنشر ریاض (غیر مورخہ) |
| البغدادی | ایضاح المکنون ۱/۲۰-۱۹،۴-۳۲-۵۷،۳۲/۸۰-۷۹،۹-۱۰۱ وغیرہ۔ |
| البغدادی | ہدیۃ العارفین ۱،۱۱-۵۱۰ |
| جمیل العظم | عقود الجوہر ۶۳-۲۵۷ |
| حاجی خلیفہ | کشف الظنون ۷/۱۹۳،۴۰۸،۵۰۸،۶۲۷،۷۳۴،۷۴۷ وغیرہ |
| المحبی | خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ۲/۱۶-۴۱۲ |
| الشوکانی | البدر الطالع ۱/۳۵۷ |
| فہرس الازہریہ | ۱/۴۱-۲،۵۳۹/۴۲۷،۴۸۱،۵۵۰،۶۲۴ وغیرہ |
| فہرست الخدیو | ۱/۹۱-۲،۲۹۴،۲۹/۳،۱۱۴-۵/۴،۲۱۳/۷،۱۷۴-۲۳۰ وغیرہ |
| الکتانی | فہرس الفہارس ۲/۴-۲ |
| کحالہ | معجم المؤلفین مطبعۃ الترقی دمشق ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء پنجم ۲۱-۲۲۰ |
| یوسف العش | فہرست مخطوطات الظاہریہ ۲/۶۳،۲۹۱ |

# الفیۂ حافظ عراقی اوراس کی شرح مناوی

سب سے پہلے اس حقیقت کی وضاحت کردی جائے کہ الفیہ عراقی اوراس کی شرح مناوی کی بحث ساتھ ساتھ چلے گی کیونکہ دونوں کوالگ الگ زیر بحث لانے سے نہ صرف تکرار کا دھبہ آئے گا بلکہ بلاوجہ طوالت کا بھی جرم سرزد ہوگا۔ اس سے زیادہ یہ کہ دونوں کا لازم وملزوم کا رشتہ ہے اوروہ جداگانہ بحث میں ٹوٹ جائے گا۔ علامہ مناوی کا طریقہ تشریح ہی اس تعارف میں بھی اختیار کیا جائے گا کہ وہی بہترین طریقہ کار ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے چند اشعار الفیہ سے نقل کرتے ہیں اور پھر ان کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ تشریح موضوع/عنوان وار ہے۔ علامہ مناوی نے پہلے بسملہ، صلوٰۃ وسلام اور حمد وتحمید کے بعد الفیہ عراقی پر اپنی شرح اوراس کے عنوان کا ذکر کرکے انھیں تمہیدی موضوعات سے متعلق حافظ عراقی کے ساتھ اشعار نقل کئے ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کی تشریح نثر میں کی ہے۔ تمہیدی اشعار میں نظم نگار نے اپنا نام عبدالرحیم بن الحسین بنا کر حمد وصلوٰۃ پیش کی ہے پھر اپنی منظوم الفیہ کا مقصد یہ بتایا ہے کہ سیرتی مواد میں صحیح ومنکر اور مستند وبلاسند میں سے صرف صحیح کو منتخب کرکے اس کا ذکر کیا ہے۔ علامہ مناوی نے ان اشعار کی تشریح میں نظم نگار حافظ عراقی کا مختصر مگر جامع سوانحی خاکہ لکھا ہے پھر حمد وصلوٰۃ کے بعض الفاظ وعبارات کی تشریح وتفہیم کی ہے (۶-۳)۔ یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ محقق اسمٰعیل انصاری کی تحقیق کے ساتھ مطبعہ مؤسسۃ النور، ریاض (غیر مورخہ) سے چھپی ہیں اور کل صفحات مع فہرست وغیرہ دوسوستاسی ہیں۔

سیرت نبوی کا آغاز ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ'' کے باب سے ہوتا ہے۔ حافظ مناوی نے اسم کی لغوی ومعنوی تشریح کرنے کے بعد اسماء گرامی پر مشتمل دوشعر عراقی نقل کئے ہیں اوران میں محمد، احمد، حاشر، عاقب، ماحی، نبی الرحمۃ، نبی التوبہ کا ذکر کیا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ نبی الرحمۃ کے

لئے مسلم کا بھی حوالہ دیا ہے۔ علامہ مناوی نے تشریح میں لکھا ہے کہ اسماء نبوی تو بہت ہیں جن میں سے صرف تیس کا ذکر نظم نگار نے کیا ہے اور پھر یہ بات کہی ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں آپ کے فرمان کہ ''میرے پانچ نام ہیں'' کا اس سے کوئی تعارض نہیں ہوتا ہے اور اس کی تشریح کرنے کے علاوہ متعدد سیرت نگاروں اور محدثوں وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں جیسے قاضی عیاض کی تشریح اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، عربوں میں محمد نام سے موسوم کرنے کی روایت اور ان کی تعداد، اس پر حافظ ابن حجر کا استدراک کہ یہ تعداد پندرہ کے قریب تھی، لفظ المقفی کی تشریح مناوی، احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی لغوی تشریح اور بضرورت نظم محمد سے اس کو مؤخر کی وجہ، احمد ومحمد پر اور ان کی ترتیب پر بحث جس کے متعلق محقق گرامی نے حافظ ابن قیم کا نقد نقل کیا ہے کہ تورات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد ہی مذکور تھا اور اس بنا پر اسی کو احمد پر فضیلت حاصل ہے، حاشر وعاقب کی تشریح کے بعد ماحی کی تشریح میں بخاری کی ایک روایت مرفوع کے علاوہ حضرت نافع بن جبیر اور حافظ ابن حجر کا ایک قول نقل کیا ہے جبکہ نبی الرحمۃ اور نبی التوبہ اور نبی المرحمۃ (الملحمہ ہے) کیلئے صحیح مسلم وغیرہ کی متعلقہ احادیث اور ان کے حوالے دیئے ہیں، طٰہٰ ویٰس، عبداللہ کیلئے حافظ مکی، امام سلمی، ابن سعد وغیرہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد سورۂ جن کی آیت کا حوالہ دیا ہے جس میں ہے: ''**أنه لما قام عبدالله يدعوه**'' پھر النبی الأمی، الرؤف الرحیم کے معانی کے علاوہ قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح اشعار عراقی میں شاہد، مبشر، نذیر، سراج منیر کے لئے مناوی نے آیات کریمہ نقل کی ہیں اور ان کے معانی بیان کیے ہیں۔ بقیہ اسماء شریفہ جیسے مزمل، مدثر، داعی، مذکر، رحمت، نعمت، ہادی کے معانی کی تشریح اور ان کے قرآنی مآخذ کے علاوہ حافظ ابن حجر سے آپ کے مشہور اسماء۔ المختار، المصطفیٰ، الشفیع، المشفع، الصادق، المصدوق۔ وغیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ حافظ عراقی نے آخری تین شعروں میں اسماء شریفہ کی تعداد کے سلسلے میں ابن العربی کے قول (۶۷ یا ۶۹) یا ۹۹ یا ابن دحیہ کے بقول (تین سو) یا صوفیہ کے نزدیک ایک ہزار ہونے کا ذکر کیا ہے۔ علامہ مناوی نے اس کی تشریح میں قاضی ابن العربی مالکی کی **العارضہ/ الاحوذی فی شرح الترمذی**، ابن دحیہ اور بعض صوفیہ کے اقوال مذکورہ پر ابن فارس (کہ وہ ہزار بیس نام تھے) کا اضافہ کیا ہے۔ دحیہ کی تشریح لغوی کے بعد جلال الدین سیوطی کے قول منقول از بارزی کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ توقیفی تھے جس طرح کہ اسماء الٰہی تھے غریب قرار دیا ہے اور فائدہ کے تحت حافظ

ابن حجر کے حوالہ سے ان کے بعض شیوخ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کے اسماء گرامی تو بہت تھے لیکن آپ کو خطاب کرنے کے لئے صرف یارسول اللہ وغیرہ ہی صحیح ہے (۱۰-۳)۔

اگلی فصل آپ کے نسب مطہر سے متعلق ہے۔ مناوی نے نسب، نسبت اور انتساب کے معانی ابن السکیت کے حوالہ سے پیش کر کے اجداد نبوی کے بارے میں عراقی کے چھ اشعار نقل کئے ہیں جن میں حضرت عبداللہ سے معد تک متفقہ نسب نبوی بیان ہوا ہے۔ مناوی نے ان کی تشریح میں اجداد اور ان کے قبیلہ قریش کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ پھر دو اشعار عراقی میں عدنان اور ان تک نسب پر اہل سیر کے اتفاق کے ذکر کے بعد اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ مناوی نے عام اہل نسب کے علاوہ ابن دحیہ، ابن قدامہ، ابن سعد کے اقوال و روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ پھر تین اشعار عراقی میں عدنان سے اوپر یشجب تک نسب بیان ہوا ہے جس کی تشریح مناوی میں سہیلی، ابن عساکر، ابن عبدالبر، حافظ عبدالغنی، دمیاطی، ابن اسحاق کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ مناوی کے شرف کی بات ہے کہ وہ وزن اور قافیہ ردیف کی رعایت سے لائے جانے والے الفاظ کا بھی برابر حوالہ دیتے رہتے ہیں۔ اگلے تین اشعار عراقی میں نسب کو نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام سے عیبر بن شالخ تک اور تفسیر و تشریح مناوی کے بعد چار اشعار عراقی میں حضرت آدم تک لے جایا گیا ہے اور خاتمہ صلوٰۃ و سلام پر کیا گیا ہے۔ مناوی نے ان دونوں حصوں کی تشریح میں سہیلی، نووی، حافظ (عبدالغنی)، ملک مؤید، اور حدیث نبوی کے حوالہ سے اسماء کی تشریح، ان کے معانی و املاء اور مورخین کے اختلافات کا ذکر کیا ہے (۱۴-۱۰)۔ اس سے متعلق خاتمہ میں نسب نبوی کو حضرت آدم تک منتہی کرنے پر امام مالک کی کراہت اور اکثر علماء کے جواز اور ابونعیم کی ایک حدیث کا ذکر کر کے تین اشعار عراقی میں قریش سے مراد فہر، اس کے لغوی معنی، والدہ ماجدہ کے نسب اور پدری نسب سے اس کے جا ملنے کا حوالہ ہے اور تشریح مناوی میں ابونعیم، بیہقی، شیخین، رافعی اور نووی کے اقوال کے حوالے ہیں (۱۵)۔

اگلا باب ولادت و رضاعت اور ان سے متعلق معجزات و عجائب پر ہے جس کا آغاز چار اشعار عراقی سے ہوتا ہے اور ان میں ۲ ربیع الاول عام الفیل بروز دوشنبہ کی تاریخ کو ترجیح دے کر ۱۲ ربیع الاول، عام الفیل ایک عرصہ بعد یا تیس چالیس سال بعد کی تاریخوں کو "قیل" سے بیان کر کے ان کی تردید کا بھی اشارہ ہے۔ شرح مناوی میں مقام و مکان ولادت کا مستدرک کے حوالہ سے، طلوع فجر کے

وقت ولادت نبوی کا مغلطائی کے حوالہ سے، ربیع الاول اور دوشنبہ کی فضیلت کا شریعت و مستدرک کے حوالہ سے ذکر کر کے دو ربیع الاول کی تاریخ ولادت کو اکثر کے نزدیک صحیح ترین قرار دیا ہے اور اس کے عدم ذکر پر سیرت حافظ عبدالغنی پر نقد کیا ہے پھر بارہ ربیع الاول کو مشہور و معمول بہ قرار دے کر آٹھ، دس، سترہ، بائیس تاریخوں اور عام الفیل کے ایک عرصہ بعد تاریخ ولادت کی روایات پر نقد و تردید کی ہے اور اسی طرح جمعہ، شہر حرام، رمضان وغیرہ کی تاریخوں کی تردید کی ہے۔ دو مزید اشعار عراقی میں قصور بصریٰ، نور نبوی کے ظہور اور آسمان کی طرف نگاہ نبوی ہونے کا ذکر ہے جس کی تشریح مناوی میں مسند احمد، ابن عساکر (معرفۃ الصحابہ)، قیروانی وغیرہ کے اقوال ہیں۔ پھر ابن حزم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نے آپ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جنم دیا (۱۸-۱۵)۔

اگلے پانچ اشعار عراقی میں والد ماجد کی وفات کے وقت دو سال چار ماہ (عامان وثلث)، اس سے کچھ کم مدت یا آپ رحم مادر میں تھے کہ تین روایات کے علاوہ حضرت ثویبہ کی رضاعت نبوی و حمزہ وابوسلمہ مخزومی کا حوالہ ہے اور اس کی تشریح مناوی میں حضرت عبداللہ کی پچیس سال عمر کو ترجیح دے کر دوسری روایات نقل کی ہیں، اسی طرح آپ کی عمر شریف کے بارے میں مختلف روایات سہیلی، دولابی اور مستدرک کے حوالہ سے دیکر ترجیح خیال عراقی کو دی ہے۔ رضاعت ثویبہ کے سلسلہ میں ابن مندہ کا قول نقل کیا ہے جس میں ان کے اسلام کی تصدیق کی گئی ہے اور زیادہ بحث ابولہب کے انجام آخر پر ہے۔ اس کے بعد عراقی کے تین اشعار میں حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت، اس کی برکت، چار سال بنو سعد میں قیام نبوی کی مدت کا ذکر ہے اور تشریح مناوی میں موضوعات کی تشریح کے علاوہ ابن حبان، حاکم اور تہذیب کا حوالہ ہے۔ اگلے پانچ اشعار میں عراقی نے شق صدر، حضرت آمنہ کے پاس واپسی، مدینہ کی زیارت، ابواء میں وفات والدہ ماجدہ، آپ کی چھ سال اور سو دن عمر اور والدہ کے ساتھ قیام کی سعادت کا ذکر ہے۔ تشریح مناوی میں سبکی کا حوالہ ہے۔ پھر دو مزید اشعار عراقی ہیں جن میں برکہ (ام ایمن) کے ساتھ دادا کے پاس مکہ واپسی، ان کی کفالت اور وفات اور آٹھ سال عمر نبوی کا حوالہ ہے اور یہی تشریح مناوی ہے (۲۰-۱۸)۔

کفالت ابی طالب اور اس کے متعلقات کے باب میں دادا کی وصیت کفالت، ابوطالب کی کفالت، عمدہ پرورش کا ذکر دو اشعار عراقی اور ان کی تشریح مناوی میں ہے۔ مناوی نے سبب یہ بتایا ہے کہ ابوطالب آپ کے والد کے سگے بھائی تھے۔ عمدہ تربیت میں جسمانی اور معنوی اوصاف سے آراستہ

ہونے کا ذکر ہے۔ پھر چار اشعار عراقی میں آپ کے لقب امین سے متصف ہونے، بارہ سال کی عمر میں چچا کے ساتھ شام کا سفر کرنے، بحیرا کی پیشگوئی کرنے کا ذکر ہے۔ تشریح مناوی میں امین لقب کا وقت سفر شام کے وقت عمر نبوی پر ابن سعد، ابن عبدالبر اور ماوردی کے تین اقوال ہیں اور بحیرا راہب کا واقعہ مذکور ہے جس میں حوالہ صرف جامع ترمذی کا ہے۔ پھر دو مزید اشعار عراقی میں مال خدیجہ کے ساتھ میسرہ کی معیت میں دوسرے سفر شام کا ذکر ہے۔ تشریح مناوی میں سفر شام کی تاریخ ۱۴رذوالحجہ ۲۵ھ عام الفیل اہم ہے۔ اگلے چار اشعار عراقی میں میسرہ کے عجائب کا مشاہدہ کرنے، حضرت خدیجہ کے متاثر ہونے اور شادی کرنے کا ذکر ہے جس میں صرف آپ کی عمر پچیس سال کا حوالہ ہے۔ تشریح مناوی میں نکاح کے وقت عمر نبوی کے بارے میں ابن عبدالبر اور زہری کا حوالہ دے کر حضرت خدیجہ کی چالیس کے قریب عمر اور ان کے دو سابق شوہروں اور دو بچوں کا مختصر حوالہ دیا ہے (۲۳-۲۲)۔

پانچ اشعار عراقی اور ان کی تشریح مناوی میں ''کعبہ شریفہ کی تعمیر کا قصہ'' بیان ہوا ہے۔ مناوی نے سبب تعمیر اور دوسری تعمیرات جاہلی واسلامی، تعمیر کے واقعات، رقبہ تعمیر کا ذکر کیا ہے اور اس میں صرف سہیلی کا حوالہ دیا ہے (۵-۲۴)۔

''باب کیف کان بدؤ الوحی'' کے اگلے باب میں مناوی نے رویاء صالحہ سے آغاز بعثت ہونے کا ذکر کیا ہے پھر چھ اشعار عراقی میں غارِ حراء میں حضرت جبرئیل سے دوشنبہ ۸ر ربیع الاول کو اولین تنزیل قرآن کا ذکر کرنے کے علاوہ دوسری تاریخوں جیسے سترہ رجب اور رمضان کا حوالہ دیا ہے۔ مناوی نے نزول قرآن کی تشریح کی ہے۔ اس کی تاریخوں میں دوشنبہ کی فضیلت وقطعیت کیلئے مسلم کا حوالہ دیا ہے اور رمضان کی تاریخ پر اکثر علماء کے اتفاق کا حوالہ ابن الشحنہ کے حوالہ سے دیا ہے۔ اس کے علاوہ زمخشری، سفر السعادہ (فیروز آبادی) کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس میں زیادہ اقتباس مؤخر الذکر کا ہے۔ پھر اولین تنزیل قرآنی (سورۂ اول العلق، مدثر، فاتحۃ الکتاب) میں سے اول الذکر کو عراقی نے تین اشعار میں ترجیح دی ہے اور مناوی نے ان تینوں کے بارے میں شیخین بخاری ومسلم، احمد، دارقطنی، حاکم، مسلم، بیہقی، نووی کے اقوال نقل کئے ہیں جن میں وضو اور نماز کی تعلیم جبریلی اور سورۂ فاتحہ کے نزول کے بعد ملاقات حضرت ورقہ بن نوفل کا بھی ذکر ہے۔ اگلے دو شعر میں حضرت خدیجہ کے پاس آپ کی آمد اور آنحضرت کی تصدیق وایمان کا ذکر ہے جس کی تشریح مناوی نے کی ہے جس

میں حضرت خدیجہ کی تسلی کے الفاظ کے علاوہ حضرت جبرئیل کی آمد اور فرشتہ ثابت کرنے والی روایت بھی ہے۔ پھر اگلے تین اشعار عراقی میں حضرت ورقہ سے ملاقات نبوی، ان کی تصدیق وایمان اور انجام خیر کا حوالہ ہے اور مناوی کی تشریح میں عام روایات کے علاوہ ابن کثیر اور ابن الشحنہ کا ذکر خاص ہے۔ فائدہ کے تحت مناوی نے اپنے شیخ شعراوی کے حوالہ سے ایک دلیل نبوت کا ذکر کیا ہے جو معجزہ تھا (۳۰-۲۵)۔

اگلا باب مکہ میں نبوت کے بعد قیام نبوی کی مدت سے متعلق ہے جس میں آغاز دو اشعار عراقی سے ہوتا ہے اور وہ تیرہ سال کی مدت کو راجح وصحیح اور دس و پندرہ سال کی مدت کو قول ضعیف قرار دیتے ہیں۔ مناوی نے ان اقوال کے مآخذ بخاری، ابن سعد اور مغازی سے نشاندہی کر کے اوّل الذکر کی بنیاد پر نظم نگار کی تصدیق مزید کی ہے۔ پھر چار اشعار عراقی میں اولین قبلہ بیت القدس کی طرف نماز پڑھنے اور ہجرت کے بعد سولہ سترہ ماہ تک اسے قبلہ بنائے رکھنے اور پھر تحویل قبلہ کرنے کا ذکر ہے۔ تشریح مناوی میں صحیح بخاری، صحیح ابی عوانہ کا حوالہ بھی ہے (۳۲-۳۱)۔

سابقین اولین کے ذکر پر مبنی اگلا باب ہے جس میں مختصر تشریح مناوی کے بعد دو اشعار عراقی میں حضرت ابوبکر صدیق کی اولیت وسبقت کا ذکر قصیدہ حضرت حسان بن ثابت کے حوالہ سے کیا ہے۔ مناوی نے اولین کے قبول اسلام پر اختلاف کا محض اشارہ دے کر حضرت ابوبکر صدیق کو بالغ مردوں میں اول ہونے کی روایت کو ترجیح دی ہے اور ان کا نسب اور قصیدۂ حسان کے تین اشعار دیئے ہیں پھر عراقی کے اس بیان کی کہ حضرت ابوبکر صدیق کی متابعت میں دوسروں نے اسلام قبول کیا تشریح کی ہے۔ حضرت خدیجہ کو اول مسلم خاتون، حضرت علی (بعمر آٹھ، دس، چھ، پانچ یا زیادہ) کو اول بچہ، اور موالی میں حضرت زید بن حارثہ کو اولین کہا ہے۔ مناوی نے اس کی تشریح میں ابن عبدالبر کے حوالہ سے حضرت زید کا واقعہ زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضرت ابوبکر کی دعوت پر ایمان لانے والوں- عثمان، زبیر، ابن عوف، طلحہ، سعد، ابن مظعون وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ کا ذکر ابن اسحاق کے حوالہ سے عراقی نے کیا ہے اور حضرت عائشہ کے قبول اسلام کرنے کی روایت ابن اسحاق پر نقد بھی کیا ہے۔ مناوی نے ان تمام سابقین اولین کے مختصر سوانحی خاکے دیئے ہیں جن کی تعداد اٹھارہ بنتی ہے۔ پھر پانچ مزید اشعار عراقی میں دوسرے سابقین کا ذکر خیر ہے اور ان کی تعداد تشریح مناوی میں اٹھائیس تک جا پہنچتی ہے۔ آٹھ مزید اشعار عراقی میں اولین مسلمانوں کا ذکر ہے اور مناوی نے ان کے خاکوں کے ساتھ ان کی تعداد

چوالیس تک پہنچادی ہے۔ پھر پانچ مزید اشعار عراقی ہیں اور آخر میں ایک ہے اور تشریح مناوی میں اولین مسلموں کی تعداد ستاون ہو جاتی ہے۔ اس میں صرف زہری کا ایک حوالہ ہے (۴۲-۳۲)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسلام کے لئے ایک خاص باب باندھا ہے جس کا آغاز مناوی کے ذکر سبب سے ہوتا ہے اور اس میں چھ اشعار عراقی ہیں جن میں غیر دودھاری بکری کے دودھ دینے کے معجزہ کا ذکر ہے۔ مناوی نے ایک قرآنی آیت اور **معجم صغیر** کے حوالہ سے تشریح کی ہے (۴۳-۴۲)۔ دار ارقم میں مسلمانوں کے اجتماع کا باب مختصر ہے جس میں عراقی کے پانچ اشعار ہیں اور ان میں خفیہ طور سے نماز ادا کرنے، مکہ کی وادیوں میں فرض ادا کرنے، تین برسوں کے بعد اعلان دعوت کرنے، آیت قرآنی "**فاصدع بماتؤمر**" کے نازل ہونے اور "**انذر عشیرتک الأقربین**" کے حوالہ سے خاندان والوں کو انذار کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہی تشریح مناوی ہے جس میں کسی ماخذ کا حوالہ نہیں ہے (۴۳)۔

معجزہ قرآن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید پر اگلا باب ہے جس کا آغاز عراقی کے چھ اشعار سے ہوتا ہے جن میں دس سورتوں کو یا ایک سورت بنالانے کی قرآنی تحدی اور کافرین مکہ کی عاجزی کا ذکر ہے اور مناوی نے اپنی تشریح میں قرآنی آیات کے حوالہ سے کام لیا ہے۔ پھر چھ مزید اشعار عراقی میں کلام اللہ کے بارے میں سرورانِ مکہ کے الزامات کا ذکر ہے۔ خاص کر ولید، نضر، عقبہ، اخنس ابن شریق اور ابوجہل کے اسماء کے حوالے سے، مناوی نے ان کی نثری تشریح پیش کی ہے۔ پھر پانچ اشعار عراقی میں قرآن کے معجزہ ہونے کا ذکر ہے جس کی مناوی تشریح میں حوالہ کسی کا نہیں ہے (۴۶-۴۴)۔

اگلا باب استہزاء کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی کفایت پر ہے اور اس کا آغاز بھی عراقی اشعار سے ہوتا ہے جن میں آٹھ کفار شیوخ مکہ- اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدیغوث، عاص بن وائل، حارث بن الحنظلہ، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، حکم بن ابی العاص- کا ذکر ہے اور مناوی نے ان کی تفصیل بیان کی ہے (۴۶-۷)۔ پھر ابوطالب سے قریشی شکایت کا باب ہے جس کی مختصر تشریح مناوی کے بعد پانچ اشعار عراقی میں کئی قریشی سفارتوں اور ان کی تجویزوں خاص کر عمارہ کے بدلے آپ کو حوالہ کرنے کی تجویز اور اس کے مسترد کئے جانے کا حوالہ ہے۔ مناوی کی تشریح بلاسند ہے، اگلے چار اشعار عراقی میں نبوی دعوت کے اعلان، آپ کو ساحر کہنے کے قریشی افتراء، مواسم حج میں

زائرین کو آپ سے خبردار کرنے کی قریش کوشش اور اسلام کی نشر و اشاعت کے خوبصورت حوالے ہیں جن کی وضاحت مناوی نے کی ہے اور اس میں ابن ہشام کی ایک روایت کا حوالہ ہے (۴۸-۵۰)۔ "باب ذکر وفد نجران" میں مناوی نے ان کا نسب بیان کر کے تین عراقی اشعار نقل کئے ہیں جن میں بیس نجرانی زائرین کے قبول اسلام اور ابوجہل کی مخالفت کا حوالہ ہے اور مناوی نے ابن اسحاق کی روایت سے اس کی تشریح کی ہے (۵۰-۵۱)۔ اگلی مختصر فصل حضرت ضماد بن ثعلبہ کی آمد و قبول اسلام پر ہے اور اس میں دو اشعار عراقی کی تشریح مناوی ہے (۵۱)، پھر "باب اذی قریش للنبی ﷺ" کے آغاز میں مناوی کی مختصر تشریح میں کمزور مسلمانوں کی تعذیب کا حوالہ ہے اور اس کے بعد سات اشعار عراقی میں ان کی تعذیب کے حوالہ سے حضرت عمار، ان کی والدہ، والد، بلال، زنیرہ الرومیہ، ام عبس اور ان کی دختر، عامر بن فہیرہ وغیرہ بزرگوں کا ذکر ہے اور ان کو خرید کر آزاد کرنے کے حضرت ابوبکر صدیق کے کارنامے کا بیان ہے، مناوی نے ان کی تشریح کی ہے (۵۱-۵۲)۔ پھر شق قمر کے معجزہ پر پانچ اشعار عراقی اور ان کی تشریح مناوی ہے (۵۲-۳) اور تنبیہ کے عنوان سے علامہ مناوی نے حافظ عراقی کے اس دعوے پر کہ شق قمر کا معجزہ دوبار ہونے پر علماء کا اتفاق ہے نقد کیا ہے اور اپنی جامع مختصر بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ معجزہ کے رونما ہونے پر تو اجماع ہے تاہم دوبار ہونے کا معاملہ مختلف فیہ ہے اور اس کے لئے حافظ عراقی پر ان کے شاگرد ابن حجر کی تنقید کے علاوہ شارحین حدیث خاص کر احمد بن عبدالرزاق، ابن قیم اور ابن کثیر کی تاویلات بالعموم بیان کی ہیں (۵۴)۔

"باب ذکر الھجرتین الی النجاشی" کے آغاز میں مناوی کی تشریح نجاشی اور شعب ہے اور عراقی کے نو اشعار میں رجب ۵ھ میں پانچ عورتوں اور بارہ مردوں کے سفر ہجرت کا بیان ان کے اسماء گرامی کی تصریح کے ساتھ ہے، مناوی نے اپنی تشریح میں تعداد مہاجرین کے سلسلے میں ابن اسحاق پر ابن سید الناس کے استدراک اور سیرۃ عبدالغنی پر قطب حلبی کی تنقید کا ذکر کیا ہے اور مہاجرین کے سوانحی خاکے میں رنگ بھرا ہے۔ اس کے بعد چھ اشعار عراقی میں قریشی وفد کی ناکامی، مہاجرین کی واپسی اور دوسری ہجرت اور مہاجرین کی تعداد کا حوالہ ہے جس کی تشریح مناوی نے آیاتِ قرآنی، وفد قریش کی دوبار نجاشی میں تقریر اور اس کے جواب میں حضرت جعفر کی تقریر، حضرت نجاشی کی حمایت، بطارقہ کی مخالفت کے حوالہ سے کی ہے۔ پھر دس اشعار عراقی میں مقاطعہ، اس کے صحیفہ، اس کی مدت اور

منسوخی وغیرہ کا بقیدِ سنہ ذکر ہے۔ علامہ مناوی نے اس کی تشریح اہل سیر کی روایت کے علاوہ ابن سید الناس کی روایت سے کی ہے جو منسوخی صحیفہ کے سلسلہ میں دیمک کے کارگزاری کا ذکر کرتی ہے۔ اس میں ابو طالب کے تین اشعار بھی منقول ہیں (۶۰-۵۴)۔

"باب وفاة ابی طالب و خدیجه بنت خویلد" میں عراقی کے تین اشعار کی تشریح مناوی نے کی ہے اور ابو طالب کی کفر پر موت ہونے کا ذکر صحیح کے حوالہ سے کیا ہے اور خاتمہ ابو طالب کی وصیت اور ان کے چار پانچ اشعار پر کیا ہے (۶۱-۶۰)۔ وفات ابو طالب کے بعد تعذیب نبوی پر علامہ مناوی نے کافی شرح وبسط سے واقعات کے حوالہ سے لکھا ہے اور عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل کی شرارتوں کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے دونوں بزرگوں کی وفات کے درمیانی عرصہ کے بارے میں روایات دی ہیں اور سفر طائف کا بھی ذکر کیا ہے جس کا ذکر عراقی نے نہیں کیا ہے (۶۳-۶۱)۔

عراقی نے پھر تین اشعار میں نصیبین کے جنات کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے جس کی تشریح مناوی میں مسلم، تفسیر عبد بن حمید، اور حضرت ابن مسعود کی ایک حدیث کا حوالہ ہے (۶۴)۔ "باب ذکر قصة الاسراء" میں پہلے دس اشعار عراقی ہیں جن میں اسراء و معراج اور فرضیت نماز پنجگانہ کا ذکر ہے۔ علامہ مناوی نے اپنی تشریح میں معراج و اسراء کے ایک یا دو ہونے، جسمانی اور روحانی ہونے اور تاریخ اسراء و معراج پر اختلاف کا ذکر ابن لہیعہ، حاکم، اور صحیح احادیث و آیات قرآنی کے حوالہ سے کیا ہے، پھر حضرت ابو بکر کی تصدیق اور کفار کی تکذیب کا ذکر چار اشعار عراقی میں ہے جن کی تشریح مناوی نے روایات کے حوالہ سے کی ہے خاص کر ابن سعد، ابن کثیر، ابن العربی کے حوالہ سے (۷۰-۶۵)۔

اگلا باب قبائل عرب پر دعوت کی پیشکش اور بیعت انصار سے متعلق ہے جس کے شروع میں مناوی نے قبائل، بیعت، انصار کی تشریح کی ہے پھر گیارہ اشعار عراقی میں تینوں بیعتوں کا ذکر ہے۔ مناوی کی تشریح میں تمام بیعتوں کے شرکاء، ان کی شرائط وغیرہ کا ذکر روایات کے حوالہ سے خاص کر ابن الجوزی کے حوالہ سے ہے۔ پھر تین مزید اشعار کی تشریح ہے جس میں شیوخ مدینہ خاص کر دونوں سعدوں کے قبول اسلام کا ذکر ہے۔ اس میں کچھ دوسرے اشعار بھی ہیں اور تاریخ بخاری اوسط کا حوالہ بھی (۷۶-۷۱)۔ ہجرت مدینہ کے باب میں سات اشعار عراقی سے آغاز ہوتا ہے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے ارادۂ ہجرت اور اس کی منسوخی، ہجرت نبوی میں ان کی معیت، ابن اریقط کی رہبری اور سراقہ

کے تعاقب کی ناکامی کا ذکر ہے۔ مناوی نے ہجرت نبوی سے قبل عراقی پر اضافہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی ہجرت کے واقعات بیان کئے ہیں پھر ہجرت نبوی کا ذکر کیا ہے جس کا خاتمہ ابوجہل کے طنز کے جواب میں سراقہ کے اشعار اور امان نبوی وغیرہ پر ہوتا ہے۔ (۸-۷۶)۔ پھر حضرت ام معبد کے گھر سے گذرنے کا باب دلپذیر ہے جس میں پہلے چار اشعار عراقی کی تشریح مناوی ہے اور خاتمہ ہاتف کے چھ اشعار پر ہوتا ہے جن میں آپ کی ہجرت کا اعلان ہے (۸۰-۷۸)۔ قبا میں آمد نبوی، تعمیر مسجد اور نماز جمعہ پر نو اشعار عراقی کی تشریح مناوی ہے پھر تین اشعار عراقی میں مدینہ آمد اور حضرت ابوایوب کی میزبانی کا ذکر اور اس کی تشریح مناوی ہے۔ اس میں مناوی نے مغلطائی کا حوالہ دیا ہے پھر چار اشعار عراقی میں مدنی قیام کے آغاز میں وباء سے ابتلاء اور اس کی جلاوطنی کا ذکر اور اس کی تشریح مناوی ہے (۸۴-۸۰)۔

اسی باب میں چار اشعارِ عراقی میں نماز کی تکمیل، مسجد نبوی کی تعمیر، یہود سے معاہدہ اور اذان کی ابتداء کا ذکر ہے، مناوی نے اپنی شرح میں ان کی تفصیل بیان کی ہے اور کتاب نبوی/صحیفہ کی صرف تمہیدی سطریں نقل کی ہیں اور اس کے بعد مواخاۃ کا ذکر کیا ہے جو عراقی کے اشعار میں مفقود ہے۔ مواخاۃ سے متعلق حدیث کے مقام و مرتبہ پر بھی مختصر بحث کی ہے۔ اس کے بالمقابل اذان کی بحث زیادہ مفصل ہے اور خاتمہ حضرت عبداللہ بن سلام کے قبول اسلام اور جہاد کے اذن الٰہی پر کیا ہے۔ محقق کتاب انصاری نے معاہدہ/صحیفہ کا پورا متن ابن ہشام کے حوالہ سے ابن اسحاق سے نقل کر دیا ہے۔ اگلے تین اشعار عراقی میں روزہ، زکوٰۃ فطر، عیدین کی نماز، خطبہ، قربانی، زکوٰۃ مال، تحویل قبلہ اور حضرت عائشہ کی رخصتی کا حوالہ ہے۔ مناوی نے اپنی تشریحات میں تحویل قبلہ کی تاریخ، حضرت عائشہ کی عمر وفضیلت و وفات، رخصتی کے بارے میں اختلاف روایات اور حضرت فاطمہ کی شادی کے بارے میں کچھ معلومات کا اضافہ کیا ہے (۸۹-۸۴)۔

عراقی نے اسی کے ساتھ سلسلہ غزوات شروع کر دیا ہے اور اگلے چار اشعار میں بدر، ۳ھ میں حضرت حفصہ اور دونوں زینب سے شادی، حضرت عثمان کے حضرت ام کلثوم سے نکاح، غزوۂ احد، ۴ھ میں بئر معونہ، غزوۂ بنی النضیر اور ذات الرقاع کا حوالہ دے دیا ہے اور مناوی نے اس کی تشریح مختصراً کی ہے اور غزوۂ ذات الرقاع کے بارے میں امام بخاری کی تاریخ اختلاف کا بھی حوالہ دیا ہے (۹۰-۸۹)۔ اگلے پانچ اشعار عراقی میں نماز کے قصر، شراب کی حرمت، تیمم، نمازِ خوف، آیت حجاب کی

تنزیل، چاند گرہن کی نماز کی سنت، غزواتِ خندق، بنوقریظہ اور مصطلق اور ان کی جنگوں، حضرت جویریہ سے شادی اور واقعہ افک کا ذکر کیا ہے اور ان کی تشریح میں مناوی نے ابن الجوزی، دمیاطی، بخاری کے حوالے دیئے ہیں (۹۱-۹۰)۔ اگلے چار اشعار عراقی میں ۶ ھ کے چند واقعات جیسے عمرہ حدیبیہ، بیعت رضوان، فرضیت حج، اس کی تاریخ پر اختلاف، مسابقت خیل، آیت ظہار کے نزول کا ذکر ہے اور اس میں نہایہ کا حوالہ بھی ہے جو بقول مناوی امام الحرمین کی کتاب ہے، مناوی نے سورۂ فتح اور امام قرطبی کا بھی حوالہ دیا ہے۔

آئندہ برسوں کے واقعات کو مختصراً عراقی نے بیان کیا ہے اور مناوی نے ان کے چھوٹے چھوٹے مجموعے بنائے ہیں جیسے ۷ھ میں خیبر، عمرۃ القضاء، حضرت ام حبیبہ کی آمد ور خصتی، حضرت میمونہ اور صفیہ سے شادی، پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کی حرمت، حلت اور پھر ابدی حرمت کا ذکر ہے۔ مناوی نے اپنی تشریح میں غزوۂ خیبر کی صحیح ترین تاریخ جمادی الاولیٰ ۷ھ دی ہے۔ ۸ھ کے واقعات سے متعلق دو اشعار میں واقعہ موتہ، فتح مکہ، حنین، مجوس ہجر سے جزیہ کی وصولی اور منبر کی تعمیر کا حوالہ ہے اور مناوی کی تشریح میں کھجور کے ستون کے رونے کے حوالہ کے علاوہ اور کوئی اضافہ نہیں ہے۔ اگلے پانچ اشعار عراقی میں غزوۂ تبوک، نجاشی (اصحمہ) کی نماز جنازہ، واقعہ ایلاء، واقعۂ لعان، حج ابی ابکر صدیق، ارسال حضرت علی، وفود کی آمد کا ذکر ہے اور مناوی نے واقعہ ایلاء کے ایک غیر معروف سبب کو ذکر کرنے کے علاوہ اپنی تشریح میں کوئی نئی بات نہیں کہی۔ اس باب کے آخری مجموعہ میں، جو چھ اشعار عراقی پر مشتمل ہے، حجۃ الوداع، حجاج کرام کی تعداد، اسود عنسی کے ارتداد، عمرۂ نبوی کا حوالہ ہے اور مناوی کی تشریح میں ان کی وضاحت و تفصیل ہے، جس میں تعداد حجاج کرام کی مختلف روایات اہم ہیں (۹۴-۹۱)۔

اگلا باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پاکیزہ پر ہے جو پانچ اشعار عراقی سے شروع ہوتا ہے اور حلیہ نبوی پر مشتمل ہے۔ مناوی نے اپنی تشریح میں زہریات اور دوسری روایات سے موئے مبارک کے بارے میں مختلف احادیث میں تطبیق دی ہے۔ اگلے پانچ اشعار عراقی میں حلیہ مبارک حاوی ہے جس میں صحیح بخاری کا حوالہ ہے اور ابن حجر، مسلم، عبدالغنی، ابن عساکر کی روایات اور ان میں سے بعض پر محاکمہ مناوی کی تشریح میں ہے۔ اگلے دو شعر، تین شعر اور پھر تین کے مجموعے بھی حلیہ نبوی سے متعلق ہیں اور مناوی نے ان کی تشریح میں مسلم، طبرانی، بیہقی، امام احمد، ابویعلیٰ، البزار، بخاری، مسند ابن

سفیان، دارمی، ترمذی، دارقطنی کے روایات واحادیث اورتشریحات دی ہیں۔ پھر حضرت ام معبد کے وصف شمائل پر اگلا باب باندھا ہے جس میں چار، چار اور پانچ اشعار عراقی کے تین مجموعوں میں ان کی زبان سے حلیہ ووصف نبوی کو نظم کیا گیا ہے اور مناوی کی تشریح میں مسلم، ابوداؤد، ابن الجوزی، ابن عساکر، نفطویہ، انطاکی وغیرہ کے اقوال وتشریحات اور روایات کے حوالہ سے تفسیر کی گئی ہے (۱۰۲-۹۵) پھر حضرت ہند بن ابی ہالہ کی زبان مبارک سے توصیف نبوی کا باب ہے جس میں آٹھ اشعار کے مجموعہ میں عراقی نے اور ان کی تشریح میں مناوی نے ابن الاثیر، بیہقی، زمخشری اور صحاح کے حوالہ سے تفصیل ہے (۵-۱۰۲)۔

"باب ذکر اخلاقه الشریفة" کے عنوان سے اگلا باب ہے جس میں پانچ، پانچ، ایک، تین، دو، تین، دو، تین، ایک، ایک، ایک، ایک، تین، دو، ایک، تین، چار، تین، تین، دو، ایک کے مجموعہ ہائے اشعار میں عراقی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا ذکر کیا ہے اور مناوی نے ان کی تشریح میں بغوی، طبرانی، ترمذی، الصحاح، ابوداؤد، عیاض، الفراء، بخاری، احمد، مسلم اور ان کی روایات کا ذکر کرنے کے علاوہ ان میں سے بعض پر محاکمہ بھی کیا ہے (۱۳-۱۰۵)۔

کھانے پینے اور ان کے متعلقات سے وابستہ سنتوں کا باب عراقی کے اشعار کے دو، تین، چار، دو، ایک اور دو کے مجموعوں پر مشتمل ہے اور مناوی نے اپنی تشریحات میں صحیحین، ترمذی، شعب الایمان بیہقی، طبرانی، ابن ماجہ کی نہ صرف روایات دی ہیں بلکہ ان پر محاکمہ بھی کیا ہے (۱۶-۱۱۴)۔ پھر لباس کی سنت پر مختصر باب میں سات، دو، ایک، ایک، دو، ایک اور چھ اشعار عراقی کے مجموعوں میں بحث ہے جس کی تشریح میں مناوی نے بخاری، ترمذی، ابی الشیخ، سہیلی وغیرہ کی روایات وتشریحات سے کام لیا ہے (۱۹-۱۱۶)۔ پھر خاتم نبوی کے باب میں تین اور تین کے دو مجموعوں میں اشعار عراقی ہیں جن کی تشریح مناوی میں عراقی کے مسلم و بخاری کے حوالوں پر شمائل ترمذی کا اضافہ اور احادیث پر محاکمہ بھی ہے (۲۰۰-۱۱۹)۔ فراش نبوی پر تین اشعار عراقی اور ان کی تشریح مناوی کا مختصر باب ہے جس میں شیخین اور ترمذی کے حوالے ہیں۔ پھر خوشبو اور سرمہ کی سنت پر چار اشعار عراقی کی تشریح مناوی ہے اور اس میں حدیث نبوی کا متن اور ترمذی کا حوالہ موجود ہے (۱۲۱-۱۲۰)۔ اس پر اخلاق کا وسیع باب ختم ہوتا ہے۔

بعض معجزات کے ذکر پر جو باب باندھا گیا ہے اس کا آغاز مناوی کی تشریح معجزہ اور اس کے مقصد سے ہوتا ہے۔ اس میں عراقی کے اشعار کے دو، دو اور پانچ اشعار کے مجموعوں میں گیارہ معجزات

نبوی کا ذکر ہے اور مناوی نے ان کی نمبروار ترتیب وتشریح کی ہے اور آیات قرآنی کے علاوہ بخاری، ترمذی، ابن عساکر، ابوداؤد (سنن)، طبرانی کے حوالے ہیں۔ پھر ''تنبیہ'' کے تحت جلال سیوطی کا حوالہ دینے کے بعد مزید معجزات کا ذکر مزید مجموعوں میں کیا گیا ہے (تین، ایک، ایک، ایک، ایک، ایک، دو، دو، تین، دو، دو، دو، ایک، ایک، چار، تین، دو، چار، تین، دو، پانچ، دو، دو اور دو) اور مناوی نے ان کی کل تعداد اڑتالیس گنائی ہے اور اس میں متعدد اہم شیوخ وماخذ کے حوالے دیئے ہیں جیسے امام طبرانی، بیہقی، ابوداؤد، نسائی، حاکم، سہیلی، صحیح بخاری، ابن اسحاق، ترمذی، ابن عبدالبر، ابوالعالیہ، مسلم، صحیحین، ابونعیم، احمد اور عام اہل سیر وغیرہ (۳۳-۱۲۲)۔

''باب ذکر خصائصه'' اگلا باب ہے جس کے آغاز میں مناوی نے ان کی کثرت تعداد اور اس پر کثرت تالیفات کا ذکر کیا ہے اور ان کی چار اقسام/ واجبات کی ہیں۔ اس باب میں بھی اشعار عراقی کے مختلف مجموعے اور پھر ان کی تشریحات مناوی ہیں پہلے تین اشعار میں وتر، مسواک، قربانی، ضحیٰ، مشاورہ، مصابرہ کے ذکر کے علاوہ شافعی اور بیہقی کے حوالے بھی ہیں۔ مناوی نے اپنی تشریح میں بلقینی، بیہقی، شافعی (كتاب المعرفه للبيهقى) اور ماوردی کے مزید حوالے دیئے ہیں۔ اگلے ایک شعر میں تہجد و وتر کا ذکر اور تشریح مناوی ہے۔ اس سے اگلے شعر میں لاوراث مدیون کے قرض کی ادائیگی کا ذکر اور پھر اس کی تشریح مناوی ہے۔ اسی طرح تخییر نساء کا ذکر اور اس کے اگلے شعر وتشریح میں ہے۔ مناوی نے ابن رزین وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور اسی کی تشریح میں چار مزید اشعار ہیں اور مناوی نے ان کی تشریح دوسری قسم -محرمات- کے ذیل میں ابن القاص، ابوسعید، ابن سراقہ کے حوالہ سے کی ہے۔ اگلے تین شعر پر مشتمل مجموعہ میں مزید پانچ محرمات کا ذکر ہے اور تشریح مناوی میں ماوردی، بغوی (تهذيب)، بیہقی کا حوالہ ہے۔ پھر چار اشعار عراقی کی تشریح تیسری قسم مباحات کے تحت مناوی نے قرآنی آیات، فقہی اقوال خاص کر مالکیہ، ابن کج (التجريد) کے حوالہ سے کی ہے۔ اگلے دو اشعار کی تشریح میں سات آٹھ نو مناجات کا حوالہ ہے اور پھر مختصر تنبیہ میں بحث ہے۔ تین مزید اشعار میں دس گیارہ کا ذکر ابن رزین کے حوالہ سے ہے۔ پھر اگلے شعر واحد میں بارہویں/ تیرہویں خصوصیت کا حوالہ ہے اور تشریح میں جلال سیوطی اور قشیری کا۔ اگلے دو اشعار میں پھر تین مزید اشعار اور ایک، دو، ایک، ایک، ایک، ایک، ایک شعر میں واجبات وغیرہ کا ذکر ہے اور ان کی تشریح میں مناوی نے آیات

واحادیث کے علاوہ الغزالی (الخلاصہ)، رافعی، ابن العربی (الاحوذی)، جلال (الخصائص)، احمد، نسائی، ابن حجر، زمخشری وغیرہ کے اقوال وآراء اوران پر محاکمہ کیا ہے (۴۳-۱۳۳)۔

تتمہ میں خواص امت کا بیان تشریح مناوی سے ہوتا ہے اور اس میں تمام خصائص کو بیان کر کے اشعار عراقی کے مختلف مجموعوں میں مختلف مآخذ جیسے زرکشی (التحریر)، حلیمی (شعب الایمان)، ابن سراقہ، (الاعداد)، ابوسعد نیشاپوری (شرف المصطفیٰ)، ابن عبدالسلام، غزالی (احیاء)، سبکی، بارزی کے حوالہ سے پندرہ خصائص کا ذکر کیا ہے۔ اس تنبیہ کے تحت مزید تشریحات مناوی اور اشعار عراقی ہیں جن میں خصائص کی تعداد چونتیس تک پہنچتی ہے اور مآخذ ہیں: عیاض، ابن دحیہ، نووی، سبکی، قزوینی (العروۃ الوثقی)، جلال (الخصائص)، ابن رزین، اسفراینی، شافعی، قونوی، صحیح اور متعدد احادیث۔ خاتمہ میں شاتم رسول پر اقوال علماء ہیں جیسے محاملی (الاوسط)، ابن قدامہ (المقنع)، شیخ ابوعلی (التلخیص)۔ اس میں مزید کچھ خصائص ومباحث ہیں (۵-۱۴۳)۔

حج نبوی کے باب میں تین تین کے تین مجموعے ہیں اوران کی تشریحات مناوی میں بخاری، مؤطا، شافعی، ترمذی، الاکلیل وغیرہ کے حوالے سے ایک حج اسلام اور چار عمرات اسلام کی وضاحت کی ہے اور قبل ہجرت حج وعمروں پر کسی صحیح روایت کے نہ ہونے کا اظہار کیا ہے (۲-۱۵۱)۔

"باب ذکر مغازیه" کے تحت غزوات نبوی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کے آغاز میں مناوی نے غزوہ وغیرہ کے معانی مصباح وغیرہ کے حوالہ سے بیان کرنے کے بعد ستائیس غزوات اور اول دوم ودان وابواء کے شعری ذکر کی تشریح کی ہے۔ اس میں ابن سعد، سیرۃ عبدالغنی، بروایت ابن اسحاق، جامع عبدالرزاق، مسند ابی یعلیٰ کے حوالہ سے تشریح کی ہے پھر دوسرے شعر عراقی میں بواط، العشیرہ، بدرالاولیٰ اور بدرالکبریٰ کا حوالہ ہے اور اسی ترتیب سے تشریحات مناوی ہیں جن میں سے غزوۂ بدرالکبریٰ کی تشریح بہت مفصل ہے۔ ان میں سے صرف بدرالاولیٰ میں ابن سعد کا حوالہ ہے۔ بدرالکبریٰ میں متعدد مآخذ کا حوالہ ہے جیسے مسلم، ابوالربیع، بیہقی، بخاری وغیرہ کے حوالے ہیں مگر کم ہیں (۶۷-۱۵۲)۔

قینقاع، سویق، غطفان، بحران کا اگلے شعر عراقی میں ذکر ہے اور تشریح مناوی میں آیت قرآنی کے علاوہ ابن سعد، ابن عبدالبر کے حوالے ہیں۔ پھر دو اشعار عراقی میں احد، حمراء الاسد، بنوالنضیر، ذات الرقاع، بدرالموعد، دومہ اور خندق کا حوالہ ہے اور اس کے بعد تشریح مناوی ہے جس میں احد

وخندق کی تشریح کافی مفصل ہے اور مآخذ کا ذکر کم ہے (۸۶-۱۶۷)۔ اگلے شعر عراقی میں قریظہ، لحیان، ذوقرد، مریسیع کا ذکر ہے اور پھر حسب دستور تشریحات مناوی ہیں۔ ان میں صحیح مسلم وغیرہ احادیث کے بھی حوالے ہیں (۹۵-۱۸۶)۔ عمرۃ الحدیبیہ کا ذکر مناوی نے اپنی تشریح میں اکیسویں غزوہ کے بطور کیا ہے اور شعر عراقی کا حوالہ مفقود ہے (۸-۱۹۵)۔ اسی طرح غزوۂ خیبر کا بطور بائیسویں غزوہ ذکر ہے اور تیسواں غزوۃ القضیہ بھی بلا شعر عراقی ہے ۲۰۰-۱۹۸)۔ بعد کے اشعار عراقی میں ان کا حوالہ آیا ہے وہ بھی فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک کے حوالہ سے اور پھر تشریحات مناوی ہیں (۱۳-۲۰۱)۔

سرایاو بعوث کا بھی اس طرح باب باندھا ہے جس میں ان کے معانی بیان کرنے کے بعد عراقی نے ان کی تعداد ساٹھ گنا کر ان کو ترتیب وار بیان کیا ہے اور مناوی نے ان کی تشریح مختلف مجموعوں کے تحت کی ہے (۴۴-۲۱۳)۔ مناوی کے مآخذ ہیں: سہیلی نے مسعودی کی روایت پر سرایا و بعوث کی تعداد ساٹھ بیان کی ہے اور مجہول اقوال کی بناء پر ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے اور سہیلی ہی ان کے بنیادی ماخذ معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ابن اسحاق، ابن عبدالبر، ابن سعد (طبقات)، بخاری (کتاب التوحید وغیرہ)، مسلم (صحیح)، صحیح بخاری، ابن الکلبی، الطوسی، ابن الاعرابی، قطب الحلبی (سیرۃ)، حاکم (الاکلیل) کے اختلافی اور اضافی معلومات کے لئے حوالے دیئے ہیں اور تعداد سرایا اکسٹھ تک پہنچادی ہے۔

اگلا باب کتاب/کاتبین نبوی سے متعلق ہے جن کی تعداد عراقی نے بیالیس گنا کر ان کے اسماء گرامی بیان کئے ہیں اور مناوی نے ان کی تشریح مختلف مجموعوں کے تحت کی ہے (۴۷-۲۴۴)۔ مناوی کے مآخذ ہیں: حافظ جمال الدین المزنی (سیرۃ)، عبدالغنی المقدسی (سیرۃ)، ابن مسکویہ (تجارب الامم)، النیشاپوری وغیرہ، ابن عبدالبر، قرطبی (الاعلام)، ابن عساکر، ابن سید الناس، الثعلبی، ہلال، ابن حزم، ابن الاثیر وغیرہ، العمری، ابن سعد، اور عام اہل سیر اور کاتبین کرام کے انفرادی مآخذ بیان کئے ہیں۔

پھر سلاطین کے نام فرامین وسفراء نبوی کا باب ہے جس کا آغاز عراقی کے چار اشعار سے ہوتا ہے اور ان میں اولین سفیر نبوی حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو بتایا گیا ہے پھر حضرات دحیہ، ابن حذافہ، حاطب، ابن العاص، السلیط، شجاع الاسدی، مہاجر ابن ابی امیہ، العلاء بن الحضرمی، معاذ، ابوموسیٰ، جریر، عمرو الضمری، عیاش اور متعدد دوسروں اور بعض نامعلوم/غیر مذکور سفراء اور انکے منازل کا حوالہ دیا

ہے۔مناوی نے ان کی مختصر مختصر تشریح کی ہے (۵۲-۲۴۴)۔اس میں مآخذ مناوی حسب ذیل ہیں:
ابن الاثیر کا حوالہ صرف ایک جگہ آیا ہے اور بقیہ مآخذ کا ذکر نہیں ہے۔غالباً ان کا انحصار اہل سیر پر ہے۔
آخر میں بعض فرامین کا ذکر مزید کیا ہے۔

اگلا باب اولادِ نبوی پر ہے۔عراقی کے مطابق تین فرزند گرامی قدر- قاسم، عبداللہ (طیب وطاہر القاب) اور ابراہیم تھے اور چار بنات طاہرات۔ان کی مختصر سوانح اور ان کے شوہروں کا بھی ذکر کیا ہے یہی تشریح مناوی میں بھی ہے (۵۳-۲۵۲)۔مناوی نے صرف ابن عساکر اور طبقات ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔اس کے بعد ذکر اعمام وعمات کا باب ہے جس میں پانچ اشعار عراقی اور ان کی تشریح مناوی بلا حوالہ ہے (۵۵-۲۵۴)۔پھر ازواجِ مطہرات کے ذکر خیر کا باب ہے جن میں نکاحیوں کی تعداد بارہ یا گیارہ بتا کر ان کے نام گنائے ہیں اور مناوی نے ان کی تشریح مختصر کی ہے پھر ان خواتین کا ذکر عراقی نے چھ اشعار میں کیا ہے جن سے نکاح تمام نہیں ہوا۔عراقی نے معمر بن مثنی، اسد الغابہ کے حوالہ سے تعداد تیس کے قریب بتائی ہے۔تشریح مناوی میں دمیاطی کا حوالہ ہے (۸۷-۲۵۵)۔پھر خدام نبوی کا باب ہے جس میں مرد اور عورت دونوں صنف کے خادمانِ نبوی کا ذکر ہے اور مآخذ میں ابن مندہ، ابن عبدالبر کے صرف دو حوالے دیئے ہیں۔خواتین کی تعداد تو پانچ بیان کی ہے لیکن مرد خادموں کی تعداد نہیں جوڑی ہے۔
اس کے بعد موالی نبوی کا باب ہے جس کے مآخذ ہیں: ابونعیم، ابن ماکولا، مغلطای، القطب الحلبی، عبدالغنی (سیرۃ)، ابن الجوزی، بغوی، دمیاطی، ابن حبیب، خود حافظ عراقی نے عبدالغنی کا حوالہ اپنی نظم میں دیا ہے اور کل مرد موالی کی تعداد انچاس بتائی ہے اور عورت موالی کی تعداد پانچ جس میں ابن سعد کا حوالہ ہے۔ان کے بیان کے علاوہ بعض دوسرے اہل سیر کے حوالہ سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔عراقی کے اشعار کے چھ، دو، دو، تین، چار، پانچ اور تین کے مجموعوں کی تشریحاتِ مناوی ہیں (۶۲-۲۵۷)۔

عراقی نے افراس نبوی کے ذکر میں چار اشعار لکھے ہیں اور مناوی نے ان کی تشریح ثعالبی، سہیلی، ابن سیرین کے حوالے سے بالخصوص اور عام اہل سیر کی سند پر بالعموم کی ہے اور ان کی تعداد سات گنائی ہے اور ان کے اسماء کی لغوی تشریح کی ہے (۳-۲۶۲)۔پھر "بغال وحمیر" کا باب ہے جس میں تین تین اشعار عراقی کے دو مجموعوں کی تشریح مناوی نے کرتے ہوئے ان کی تعداد پانچ، چھ اور تین بالترتیب گنائی ہے اور اپنے مآخذ میں ثعالبی (تفسیر)، ابوالشیخ (کتاب اخلاق النبی)، یحییٰ بن

مندہ کا ذکر کیا ہے(۵-۲۶۴)۔ پھر جمال اور لقاح (اونٹوں اور اونٹنیوں) کا باب ہے جس کا آغاز الفاظ کی تشریح مناوی سے ہوتا ہے اور چھ اشعار عراقی میں ان کے تمام اسماء مذکور ہیں جن کی تشریح مناوی نے کرتے ہوئے ان کی کل تعداد بہت زیادہ بتائی ہے اور مآخذ میں ابن اسحاق، عیاض کا حوالہ دیا ہے(۶-۲۶۵)۔ اگلا باب "منائح و دیک" پر ان کے لغوی معانی اور تشریح سے شروع ہوتا ہے اور اس میں پانچ اشعار عراقی ہیں۔ مناوی نے اول الذکر کی تعداد دس اور موخر الذکر کی صرف ایک بتائی ہے اور مآخذ میں ابن سعد، ابوداؤد (سنن)، کتاب الطھارۃ کے حوالہ سے ایک سو بکریوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کا ذکر محب طبری کے حوالہ سے کیا ہے اور الحافظ کا حوالہ بھی دیا ہے(۷-۲۶۶)۔

"باب ذکر سلاحہ" میں چھ، پانچ، چھ، اور چار تین اشعار عراقی کے مجموعے اور ان کی تشریحات مناوی ہیں، ان میں پانچ رماح (نیزوں)، پانچ اقواس (کمانوں)، پانچ ترس (ڈھالوں)، گیارہ یا بہت اسیاف (تلواروں)، سات ادراع (زرہ بکتروں)، منطقہ، رایات، الویہ، مغفر وغیرہ کا اور مآخذ میں ابن خیثمہ (تاریخ)، دمیاطی، ابن فارس وغیرہ، ابن سعد، طبرانی، ابوالشیخ، منذری (حواشی سنن)، نیساپوری کا ذکر کیا ہے۔

اسلحہ کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ یا چار جوڑ موزوں (خفاف)، عصا (ڈنڈے) اور جبوں کا بھی ذکر کیا ہے اور عام اہل سیر کا حوالہ اپنے مآخذ میں دیا ہے(۷۱-۲۹۷)۔

گھریلو سامان ضرورت جیسے پیالوں، برتنوں، چار پائیوں یا تختوں وغیرہ پر الگ باب باندھا ہے۔ اس میں پانچ، چھ کے دو مجموعے ہیں اشعار عراقی کے اور مآخذ میں ابویعلی، قاضی القضاۃ السعدی الحنبلی، احمد، سہیلی، بلاذری، طبرانی، اور ابن حماد کا ذکر ہے، مناوی نے اقداح کی تعداد کثیر بتائی ہے اور ان کے اسماء کی تشریح کی ہے اور بقیہ سامان کی بھی تفصیل دی ہے۔ اس میں سرمہ دانی، آئینہ، سریر وغیرہ کا بھی ذکر خاص ہے(۷۲-۲۷۱)۔

اس کے بعد باب ذکر الوفود ہے جس کی لغوی تشریح کے بعد پانچ اشعار عراقی کا پہلا مجموعہ ہے اور اس کے بعد پانچ، پانچ، پانچ کے تین مزید مجموعے ہیں اور ان کی تشریحات مناوی ہیں۔ وفود کی حاضری کا ذکر تاریخی ترتیب سے کیا گیا ہے۔ مناوی نے مآخذ کا ذکر نہیں کیا ہے مگر تنبیہ کے تحت عراقی پر نقد کیا ہے کہ ان کو جنات کے وفد کا حوالہ ضرور دینا چاہیے تھا جیسا کہ ابونعیم نے ذکر کیا ہے (۷۶-۲۷۲)۔

اگلا "باب ذکر امراء نبوی" سے متعلق ہے جس کا آغاز پانچ اشعار عراقی سے ہوتا ہے اور پھر سات اور پانچ اشعار کے دو مجموعوں میں اس کی تکمیل کی گئی ہے۔ مناوی نے ان کی تشریحات میں صرف واقدی کا حوالہ دے کر امراء اور ان کے فرائض منصبی اور مقامات تعین کا ذکر کیا ہے (۹-۲۷۶ب)۔

الفیہ عراقی کا آخری باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفاۃ اور وفات وغیرہ سے متعلق ہے اور اس کا آغاز آٹھ اشعار عراقی سے ہوتا ہے۔ ان میں حافظ موصوف نے مرض کے آغاز کی تاریخ، مرض کے عرصہ کی مقدار، تاریخ وفات، اس پر جمہور، ابن حزم اور ابن عبدالبر کی اختلافی آراء اور وقت وفات کا ذکر کیا ہے۔ مناوی نے اپنی تشریحات میں ابن الجوزی، ابن عبدالبر، ابن مندہ، طبری، سہیلی، ابن حزم، حاکم کے علاوہ جمہور علماء اور اہل سیر کے اقوال سے استشہاد کیا ہے، پھر غسل و تجہیز و تکفین پر آٹھ مزید اشعار عراقی ہیں جن میں حاکم کا حوالہ ہے۔ تشریح مناوی میں قطب حلبی کے ذریعہ شاطبی، زمخشری اور عسکری (ابن عبداللہ الخزرجی السلمی)، بغوی، واقدی شیخین (بخاری و مسلم)، نووی اور حاکم کے اقوال و روایات مذکور ہیں، اگلے سات اشعارِ عراقی میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی بانوے تعداد کا ذکر ہے اور امام مالک کا حوالہ ہے۔ مناوی نے اپنی تشریح میں بیہقی، بزار، حاکم، قطب حلبی، منذری کے حوالے دیئے ہیں اور حضرت ابوبکر کی بیعت کے حوالہ سے نقد روایات بھی پایا جاتا ہے، پھر مزید آٹھ اشعار عراقی ہیں جن میں دفن، قبر میں اترنے والوں، لحد، تدفین کی تاریخ وغیرہ پر حاکم کی اکلیل، ابن سعد کے حوالہ سے مواد ہے۔ مناوی کی تشریح میں اضافوں کے علاوہ حاکم (اکلیل)، ابن سعد (طبقات)، واقدی، ابن الاثیر، بیہقی، ابن عبدالبر کے اقوال و روایات ہیں اور آخری مجموعہ اشعار عراقی میں جو پانچ اشعار پر مشتمل ہے حضرت عائشہ کے خواب کی تعبیر صدیقی اور ان کے حجرہ میں تین قبور بزرگان کے حوالہ سے تعبیر کا ذکر ہے اور اسی پر الفیہ عراقی ختم ہوتی ہے۔ تشریح مناوی میں تفصیل کے علاوہ احادیث کا حوالہ ہے اور اس پر ان کی تشریح بھی تمام ہوتی ہے۔ آخر میں حمد و صلوٰۃ ہے: "بحمد اللّٰہ وعونہ وحسن توفیقہ صلی اللّٰہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحٰبہ وسلم"۔

# علامہ ابن خلدون

## (۷۳۲-۸۰۸ھ/۱۳۳۲-۱۴۰۶ء)

اسلامی تاریخ نگاری کا ایک نادرو بے مثال رجحان فلسفۂ تاریخ کی صورت میں ابن خلدون کے ہاں پہلی اور آخری بار نظر آیا، وہ انھیں سے شروع اور انھیں پر ختم ہوا کہ دوسروں کے بس کی بات نہ تھی۔ علامہ ابن خلدون نے اسی فلسفۂ تاریخ کے مطابق اپنی عالمی اسلامی تاریخ لکھی لیکن وہ بیشتر ناقدین کے مطابق فلسفۂ ابن خلدوں کے معیار کو چھو بھی نہ سکی۔ دراصل ابن خلدون کو اس باب میں تھوڑا سا معذور سمجھنا چاہیے کہ وہ باعتراف خود مشرقی تاریخ نگاری کے ماہر نہ تھے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مشرقی تاریخ کے جو مآخذ مواد جمع کر کے پیش کر چکے تھے ابن خلدون کو چاروناچار اسی پر اکتفا کرنا تھا۔ البتہ ان کی تاریخ مغرب نہ صرف انفرادی اور بے نظیر ہے بلکہ طٰہٰ حسین جیسے سخت ناقدین کی نظر میں صحیح ترین ہے اور ان کے فلسفۂ اجتماع اور فلسفۂ تاریخ کے قریب پہنچتی ہے۔ بہر کیف ابن خلدون کی اسی عالمی اسلامی تاریخ کا ایک باب ان کی سیرت نبوی پر بھی مشتمل ہے جو بہت زیادہ مفید نہیں ہے۔

### نام ونسب

وہ ابن خلدون کی خاندانی نسبت سے اتنے زیادہ معروف ومشہور ہیں کہ ان کا اصل نام ونسب ماند پڑ گیا ہے، ویسے اصل نام عبدالرحمٰن تھا، ولی الدین لقب اور ابوزیدُ کنیت، ان کا پورا نسب تھا: عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن بن محمد بن جابر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم الحضرمی۔ انھوں نے اپنا سلسلۂ نسب حضرموت کے مشہور قبیلہ کندہ کے صحابی جلیل حضرت وائل بن حجر کندی سے جوڑا ہے اور طٰہٰ حسین نے ان کے نسب پر شک وشبہ کا اظہار کیا ہے جبکہ محسن مہدی وغیرہ دوسرے محققین کو اس پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ ابن خلدون کے جدامجد، جو خالد بن عثمان بن الخطاب بن

کریب بن معدی کرب بن الحارث بن وائل بن حجر کندی تھے، مگر اندلسی اندازِ تعارف میں خلدون بن گئے تھے، غالباً اندلس کی اسلامی اموی فتح ۹۱ھ/ ۷۱۱ء کے بعد ہی کسی وقت دمشق وشام سے اندلس ہجرت کر گئے تھے اور اس سے قبل ان کا خاندانی مورث حضر موت سے ہجرت کر کے دمشق/ شام کا باسی بن گیا تھا۔ خاندانِ خلدون اندلس کے صوبہ اور شہر اشبیلیہ میں سکونت پذیر ہو گیا۔ جب اندلس کے سیاسی حالات خراب ہوئے تو یہ خاندان اندلس/ اشبیلیہ سے دوبارہ ہجرت کر کے شمالی افریقہ کے شہر تیونس میں مقیم ہو گیا۔

## ولادت اور تعلیم وتربیت

تیونس ہی میں ابن خلدون کی ولادت یکم رمضان ۷۳۲ھ/ ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء کو ہوئی۔ ابن خلدون کے دو بھائی محمد اور یحییٰ تھے۔ ان میں سے اول الذکر نے گمنامی کی زندگی گذاری، البتہ یحییٰ نے سیاسی اور علمی زندگی بسر کی اور نام کمایا۔ ابن خلدون کی اولین تعلیم وتربیت ان کے والد گرامی محمد بن محمد کے ہاتھوں ہوئی جو ایک عابد وزاہد اور عالم وصوفی بزرگ تھے اور سیاست کی آلودگیوں سے پاک زندگی گذارتے تھے۔ ابن خلدون نے ان سے قراءت، کتابت، نحو، اصول اور ادب وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے قرآن مجید بھی حفظ کیا تھا۔ بعد میں ابن خلدون نے تیونس، مراکش اور دوسرے شمالی افریقہ کے علمی مراکز اور ان کے شیوخ واساتذہ سے مختلف علوم وفنون میں اعلیٰ ترین تعلیم پائی۔ ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، لغت، ادب اور شعر وشاعری کے علاوہ ریاضی، علم کلام اور منطق وفلسفہ اور قانون شریعت وغیرہ متعدد دوسرے شامل تھے۔ انھوں نے اپنے شہر کے اساتذہ وشیوخ کے علاوہ ان اکابر فن سے بھی استفادہ کیا جو مرینی، زیانی اور حفصی درباروں سے وابستہ تھے اور بسا اوقات ان اساتذہ کرام سے استفادہ کی خاطر سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

کحالہ نے ان کے اساتذہ میں صرف دو عبدالمہیمن الحضرمی اور محمد بن ابراہیم الاربلی کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے مگر قدیم تذکرہ نگاروں نے ان کے متعدد شیوخ کرام کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور اتنی ہی تفصیل سے خود ابن خلدون نے اپنی خود نوشت سوانح میں کیا ہے۔

## سیاسی زندگی

علامہ ابن خلدون نے تعلیم پوری کرنے کے بعد شمالی افریقہ کی سیاست میں حصہ لینا پسند کیا جس طرح ان کے والد ماجد کے سوا دوسرے آباء واجداد اور افراد خاندان نے پہلے اندلس کے قرمونہ اور اشبیلیہ اور پھر شمالی افریقہ کے علاقوں سبتہ (Ceuta)، بونہ (Bona) اور بنو حفص کے دربار تیونس میں اہم سرکاری مناصب حاصل کئے تھے۔ ابن خلدون کے دادا محمد بن محمد بن الحسن حفصی دربار میں متعدد اہم مناصب پر فائز رہے تھے اس لئے ابن خلدون کے لئے سرکاری منصب کا حصول کچھ مشکل نہ تھا۔ ابن خلدون کی سیاسی زندگی شمالی افریقہ کے تین حکمراں خاندانوں۔ حفصی، مرینی اور زیانی - اور اندلس کی سلطنت غرناطہ کے ساتھ زیادہ تر وابستہ رہی کہ وہ مختلف اوقات مین ان حکمرانوں کے ساتھ سیاست وانتظام کی گتھیاں سلجھاتے رہے۔ محسن مہدی نے ان کے سیاسی کیریر کو متعدد ادوار میں تقسیم کر کے مطالعہ کیا ہے اور آسانی اور بہتر تفہیم کے لئے ان کا طریقہ کار زیادہ اچھا ہے:

۱۔ اول دور: ۶۳-۷۵۳ھ/۶۳-۱۳۵۳ء: علامہ کی عمر بمشکل بیس اکیس سال تھی جب انھوں نے تیونس کے حکمراں کے دربار میں کاتب العلامۃ کی معمولی نوکری سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ لیکن جلد ہی بدامنی کے سبب ابن خلدون کو حاکم زاب ابن مزنی کے پاس بسکرہ میں پناہ لینی پڑی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد مرینی حکمراں ابوعنان نے تلمسان اور بجایہ تک کے تمام مشرقی علاقوں پر قبضہ کر کے حفصی سلطنت کے خاصے بڑے علاقے پر اقتدار قائم کر لیا اور ابن خلدون کو عمدہ ملازمت کی پیشکش کی جو انھوں نے قبول کر لی۔ انھوں نے پہلے ایک فوجی مہم میں حصہ لیا اور پھر علماء دربار کے اصرار پر سلطان ابوعنان نے ابن خلدون کو ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء میں اپنے دار الحکومت فاس بلالیا۔ وہاں ابن خلدون نے اپنی تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ سلطان کے کاتب کی خدمات بھی انجام دیں۔ ابن خلدون کی سیاسی زندگی میں اتار اور نشیب اس وقت پیدا ہوا جب ان کو سازش کے جرم یا شبہ میں دو سال بعد ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۶ء میں قید کر دیا گیا۔ یہ قید واسیری کی آزمائش دوبارہ اٹھانی پڑی اور اس سے ابوعنان کی وفات ۷۵۹ھ/ ۱۳۵۸ء کے بعد ہی نجات ملی۔ نئے حکمرانِ فاس و مرینی نے ابن خلدون کو ان کی وفاداری اور سیاسی حمایت کے سبب آزاد کر کے ۷۶۰ھ/ ۱۳۵۹ء میں پہلے کاتب اور پھر قاضی القضاۃ بنا دیا۔ لیکن

تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ابو سالم کا قتل ہو گیا اور اس کے جانشین و وزیر عمر بن عبداللہ کے سبب ابن خلدون کو عتاب کا نشانہ بننا پڑا اور ابن خلدون کو غرناطہ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی پر دور اول کا خاتمہ ہوا۔

۲۔ دوسرا دور: ۶۶-۷۶۵ھ/ ۶۴-۱۳۶۳ء: ابن خلدون کو غرناطہ جانے کی اجازت اس لئے ملی تھی کہ مرینی حکمراں ان کو حفصی اور زیانی یا دوسرے شمالی افریقی حکمرانوں کے دربار میں جانے نہیں دینا چاہتے تھے کہ مبادا وہ اپنی سیاسی سوجھ بوجھ اور کارکردگی کے سبب ان کے لئے خطرناک ثابت ہوں۔ ابن خلدون نے بھی غرناطہ جانے میں عافیت سمجھی کہ بنواحمر کے معزول حکمراں محمد خامس اور ان کے وزیر کبیر ابن الخطیب سے مرینی دربار میں خوشگوار بلکہ دوستانہ تعلقات استوار ہو گئے تھے جہاں وہ جلاوطنی کی زندگی مرینی حکمراں کی عنایت سے گذار رہے تھے۔ چنانچہ ۷۶۵ء/ ۱۳۶۴ء میں جب ابن خلدون غرناطہ پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور دربار میں عزت و توقیر کا اعلیٰ منصب دیا گیا، وہ سلطان محمد پنجم کے اتالیق واستاد بن گئے اور ان کو ایک طاقتور حکمراں بنانے کی کوشش میں سرگرم ہو گئے۔ اسی دوران انھوں نے سلطنت غرناطہ کے سفیر کی حیثیت سے لیون وقسطلہ کے حکمراں پیڈرو سے اشبیلیہ میں ملاقات کر کے ایک معاہدہ غرناطہ کے حق میں کروالیا جس سے ان کی اور توقیر بڑھی۔ خود عیسائی حکمراں پیڈرو اتنا متاثر ہوا کہ اس نے ابن خلدون کو اشبیلیہ میں از سر نو بسنے کی دعوت دی اور ان کی آبائی جائدادیں واپس دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن ابن خلدون نے اس کو منظور نہ کر کے غرناطہ کی راہ لی۔ لیکن وہاں ابتدائی جوش وخروش کے بعد صورت حال ناگوار ہونے لگی کہ وزیر سلطنت ابن الخطیب ابن خلدون کی دوستی، خلوص اور لیاقت کے باوجود ان کی مساعی کو غرناطہ کے لئے خطرناک سمجھتے تھے لہذا دو سال بعد ابن خلدون کو شمالی افریقہ کی راہ لینی پڑی۔

۳۔ تیسرا دور: ۷۶۶ھ/ ۱۳۶۵ء: ان کے سیاسی کردار کا تیسرا دور ان کے وطنی حکمراں بنوحفص کے ابوعبداللہ کی دعوت پر بجایہ سے شروع ہوا۔ وہ حکمراں کے حاجب، جامع مسجد کے خطیب اور جامعہ کے استاد بن گئے۔ دوسرے سال جب والی قسطنطین نے بجایہ فتح کر لیا تو ابن خلدون نے بسکرہ میں پناہ لی۔ اسی دوران تلمسان کے زیانی حکمراں ابوحمو دوم نے ابن خلدون کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی مگر علامہ موصوف نے خود جانے کی بجائے اپنے بھائی یحییٰ کو وہاں بھیج دیا اور وہ تلمسان میں حاجب بن

گئے۔ البتہ خود انھوں نے زیانی حکمراں کے لئے متعدد عرب قبائل کی حمایت حاصل کی اور حفصی سلطان تیونس ابو اسحاق اور ان کے جانشین فرزند خالد کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرادیا اور کچھ عرصہ بعد خود بھی تلمسان پہنچ کر دربار میں اپنی جگہ بنالی۔ کچھ عرصہ گذرا تھا کہ مرینی حکمراں عبدالعزیز نے زیانی حاکم ابوحمو دوم کو تلمسان سے نکال باہر کیا اور اس طرح ابن خلدون کو مرینی دربار میں جگہ مل گئی کہ وہ سلطان عبدالعزیز کے قدیمی دوست اور حمایتی تھے۔ لیکن دوسال بعد ابن خلدون کو مرینی سلطان سے بھی مایوسی ہوئی تو انھوں نے ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء میں فاس کا رخ کیا اور ایک بار پھر حکمراں کے ساتھ اپنی سیاسی قسمت وابستہ کرلی۔ فاس میں دوسال گذار سکے تھے کہ حالات نے پھر کروٹ لی اور ابن خلدون کو پھر اندلس کا رخ کرنا پڑا۔

۴۔ **چوتھا دور: ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء:** غرناطہ میں ابن خلدون کا استقبال بڑی سردمہری سے کیا گیا۔ احمری حکمراں محمد پنجم میں خودسری اور تکبر پیدا ہو چکا تھا اور وزیر کبیر ابن الخطیب کی دوستی میں بھی سردمہری آچکی تھی۔ اس کے علاوہ مرینی حکمرانوں کی سازشوں نے بھی ابن خلدون کے لئے سرزمین اندلس تنگ کردی۔ بالآخر ابن خلدون کو غرناطی حکمرانوں نے تلمسان کے بندرگاہ حنین روانہ کردیا۔ اگرچہ ابوحمو دوم نے ابن خلدون کا والہانہ استقبال کیا اور انھیں اپنے دربار میں جاہ و منصب سے نوازنا چاہا مگر ابن خلدون کا دل سیاسی زندگی سے اکتا چکا تھا۔ انہوں نے ان کی پیشکش مسترد کرکے قلعہ ابن سلامہ کی راہ لی۔

۵۔ **پانچواں دور: ۷۷۶-۸۲ھ/۱۳۷۴-۸۰ء:** قلعہ ابن سلامہ (توغزوت) میں اپنے چار سالہ قیام کے دوران ابن خلدون نے اپنا سارا وقت اور پوری قوت مطالعہ و درس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ چالیس برس سے اوپر بے انتہا مصروف و سرگرم سیاسی زندگی کے پس منظر میں جب انھوں نے غور وفکر کیا تو عالمی اسلامی تاریخ لکھنے کا خیال آیا اور اس کے ابتدائی اجزاء لکھ بھی ڈالے جن میں ان کا شہرۂ آفاق مقدمہ بھی شامل تھا کہ کم از کم اسکا اولین مسودہ وہیں تیار ہوا۔ اس الگ تھلگ علاقے میں ضروری کتابوں کی کمی تھی لہذا چار سال بعد وہ تیونس روانہ ہوگئے۔ وہاں ایک بار پھر ان کو سیاسی سرگرمیوں کی دعوت دربار شاہی کی طرف سے ملی مگر اب انھوں نے پوری طرح سے علمی زندگی گذارنے کا فیصلہ کرلیا تھا لہٰذا اس کو نامنظور کردیا۔ حفصی سلطان نے ان کے انکار پر برافروختہ ہوکر ان کو کہیں دوسری

جگہ جانے سے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر بڑی مشکلوں سے ابن خلدون کو تن تنہا حج کے لئے جانے کی اجازت ملی۔

۶۔ **چھٹا اور آخری دور: ۸۰۸-۷۸۴ھ/ ۱۴۰۶-۱۳۸۲ء:** ابن خلدون کو حج کے لئے سفر کرنے کی اجازت ملی تھی لہٰذا وہ بحری راستے سے روانہ ہوئے اور یکم شوال ۷۸۴ھ/ دسمبر ۱۳۸۲ء کو مصر کی بندرگاہ اسکندریہ پہنچے اور وہاں سے ارادہ بدل کر قاہرہ کے لئے روانہ ہو گئے اور ۹/ ذوقعدہ ۷۸۴ھ/ ۴/ جنوری ۱۳۸۳ء کو قاہرہ پہنچ گئے۔ وہاں بقول محسن مہدی ان کی شہرت ان سے پہلے پہنچ چکی تھی اس لئے ان کا شاندار استقبال ہوا اور ابن خلدون کو بھی قاہرہ بہت پسند آیا لہٰذا انھوں نے وہاں مستقل سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا اور تقریباً بیس سالہ بقیہ زندگی وہیں بسر کر دی۔

قاہرہ میں سلطان برقوق نے نہ صرف ابن خلدون کا اعزاز و اکرام کیا بلکہ ان کو پہلے جامع ازہر میں اور پھر مدرسہ القمحیہ میں استاد مقرر کر دیا۔ کچھ مدت بعد سلطان مملوک نے ان کو مالکی قاضی بھی بنا دیا جو قاہرہ کے چار مسالک میں سے ایک منصب دار ہوتا تھا۔ سلطان موصوف نے از راہ مرحمت خسروانہ ابن خلدون کا خاندان بھی تیونس سے بلوالیا مگر بدقسمتی سے وہ جہاز کے حادثہ میں سمندر میں غرق ہو گیا جس کا ابن خلدون کو زندگی بھر قلق اور ملال رہا۔ ابن خلدون نے اس حادثہ فاجعہ کے بعد ہی ۷۸۹ھ/ ۱۳۸۷ء میں اپنا فریضۂ حج ادا کیا اور پوری زندگی علم اور دین کے لئے وقف کر دی۔ وہ اپنی تاریخ اور فقہ وغیرہ علوم کی تعلیم دیتے اور قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء میں حج سے واپسی کے بعد انھوں نے مدرسہ صرغتمس کے استاد کا منصب سنبھالا۔ ۸۰۱ھ/ ۱۳۹۹ء میں وہ پھر قاہرہ کے قاضی بن گئے، منصب قضا پر ان کی چھ بار تقرری ہوئی کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ معزولی یا دستکشی اختیار کر لیتے تھے، اور آخری تقرری سے قبل وہ جان بحق ہو گئے۔

دربار ممالیک سے وابستگی کے زمانے میں ان کی سیاسی سوجھ بوجھ اور دانشمندی سے بھی سلاطین ممالیک فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ سلطان برقوق ان کے خاص طور سے مداح تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند سلطان فرج کے ہاں بھی اسی طرح معزز و محترم تھے چنانچہ ۸۰۳ھ/ ۱۴۰۱ء میں جب سلطان فرج مشہور تیمور لنگ کے حملوں کے سدباب کے لئے شام روانہ ہوئے تو ابن خلدون دوسرے علماء اور اہل دربار کے ساتھ ان کے ساتھ تھے۔ بعد میں جب مملوک سلطان مختلف وجوہ سے شام سے

قاہرہ واپس چلے گئے تو ابن خلدون شام میں موجود رہے اور دمشق کے قلعہ کی فصیل سے اتر کر محاصرہ کے نرغہ میں تیمور لنگ سے ملاقات کرنے کے لئے اس کے خیمہ گاہ گئے تا کہ اس کو محاصرہ اٹھا لینے پر آمادہ کرسکیں۔ تیمور لنگ ابن خلدون کی جرأت، علمیت اور وجاہت سے بہت متاثر ہوا۔ ابن خلدون نے کافی دنوں اس کے خیمہ گاہ میں مقیم رہ کر اس کے لئے مصر کے جغرافیہ پر ایک رسالہ بھی لکھا اور دمشق کے شدائد کم کرنے میں کافی اہم حصہ لیا۔ مارچ ۱۴۰۱ء میں ابن خلدون واپس قاہرہ پہنچے اور لگ بھگ پانچ برس علم ومطالعہ، تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گذار کر ۲۵ رمضان ۸۰۸ھ/ ۱۶ مارچ ۱۴۰۶ء کو جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔

ابن خلدون کی سیاسی زندگی کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شمالی افریقہ کی سیاسی سرگرمیوں میں بہت دلچسپی لیتے رہے اور حفصی، مرینی اور زیانی سلطنتوں میں بہت اہم مناصب پر فائز رہے بلکہ انھوں نے سمندر پار اندلس کی سلطنت غرناطہ میں بھی اہم مناصب پر کام کیا۔ ایک طرح سے وہ سلطان کے بعد سب سے اہم منصب حاجب پر فائز رہے تھے جو وزیر اعظم کے برابر اور مساوی تھا اور انھوں نے اپنے سیاسی اور انتظامی فرائض بڑی مہارت اور فنی قابلیت کے ساتھ انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو حریف ومتحارب سلاطین اور حکمرانوں کے ہاں برابر کی مقبولیت حاصل تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے شمالی افریقہ کی تینوں بڑی سلطنتوں اور ان کے حکمرانوں کی ملازمتیں چھوڑ چھوڑ کر یکے بعد دیگرے ان کی خدمات انجام دیں۔ اس بنا پر طہٰ حسین جیسے ناقدوں نے ابن خلدون پر موقعہ پرستی، غداری اور اصول سے انحراف کا الزام لگایا ہے اور ان کی سیاسی زندگی کو سیاسی کھیل اور شاطرانہ چال سے تعبیر کیا ہے کہ وہ صرف اپنے سیاسی مفادات کے تحت کام کرتے تھے۔

لیکن یہ تجزیہ پوری طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اگر وہ صرف اپنے سیاسی مفادات کے تحت کام کررہے ہوتے تو ان کو تینوں شمالی افریقی سلاطین اتنی تیزی اور دلچسپی کے ساتھ اپنے ہاں نہ طلب کرتے اور نہ وہ اتنے مقبول ومطلوب ہوتے۔ دراصل ان کے سیاسی کردار کا تقریباً زیادہ صحیح اور عمدہ تجزیہ محسن مہدی نے کیا ہے۔ ان کا خیال اور نظریہ ہے کہ ابن خلدون کی سیاسی زندگی کا ایک عظیم مقصد تھا اور وہ تھا اسلامی دنیا کی سیاسی عزت ووقار کی بحالی جو ابن خلدون کے خیال میں صرف ایک فلسفی حکمراں ہی واپس لاسکتا تھا۔ اس لئے ابن خلدون نے سکندر اعظم کے فلسفی استاد ارسطو کی مانند فلسفی

بادشاہ گر بننے کی کوشش کی اور ہر سلطان اور بادشاہ کو اپنے فلسفہ کے مطابق فلسفی سلطان بنانے کی کوشش کی لیکن ان کو ہر سلطان وحکمران نے مایوس کیا۔ بعض نااہل ثابت ہوئے، بعض کمزور تھے، بعض باصلاحیت تھے لیکن ان کو شاہی جاہ واقتدار غلط راستوں پر لے گیا۔ اپنی اسی فلسفیانہ سیاست گری کی کاوش میں وہ اندلس کی سلطنت غرناطہ کے حکمراں محمد پنجم کے دربار میں گئے، ان کا وزیر باتدبیر ابن الخطیب ابن خلدون کے خلوص اور فلسفہ دونوں کا قائل تھا لیکن وہ حالات کو کم از کم سلطان غرناطہ کے لئے سازگار نہیں سمجھتا تھا کہ فلسفۂ سیاستِ ابن خلدون کے اپنانے کے نتیجہ میں اس کو رہی سہی سلطنت غرناطہ جاتی نظر آرہی تھی حالانکہ یہ اس کی بے تدبیری تھی۔ غرناطہ بالآخر ایک صدی کے بعد صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ اندلس کے تحفظ کا اور شمالی افریقہ کی حفاظت کا بھی واحد راستہ وہی تھا جو ابن خلدون نے سمجھا اور سمجھایا تھا اور جس پر وہ سلاطین اسلام کو گامزن کرنا چاہتے تھے کیونکہ سیاست میں مفاہمت صرف مہلت تو دے سکتی ہے مگر زوال وخاتمہ سے بچا نہیں سکتی۔

## تصانیف

طٰہٰ حسین کا بیان ہے کہ ''ابن خلدون نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے منطق میں مزاولت پیدا کی اور ابن رشد کے فلسفہ کا اختصار کیا، فقہ، ریاضی اور ادب میں بھی اس نے کتابیں تصنیف کیں لیکن ہمارے پاس بجز ان ناموں کے جن کا ذکر لسان الدین ابن الخطیب (م۱۳۷۴-۱۳۱۳ء) نے اپنی کتاب ''الاحاطہ فی اخبار غرناطہ'' میں کیا ہے۔ ان کتابوں میں سے کوئی کتاب موجود نہیں ہے.....''۔ طٰہٰ حسین نے تاریخ اور مقدمہ ابن خلدون کے سوا اور کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا البتہ مقالہ نگار اردو دائرۃ المعارف نے تین مزید کتابوں۔ (۱) **شرح البردہ** (۲) **الحساب** (۳) **المنطق**۔ کا ذکر کیا ہے جبکہ کحالہ نے تاریخ کے علاوہ چار کتابوں۔ (۱) **شرح قصیدۃ ابن عبدون الاشبیلی** (۲) **لباب المحصل فی اصول الدین** (۳) **رحلۃ** (۴) **طبیعۃ العمران**۔ کا نام گنایا ہے۔

لیکن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ابن خلدون کی علمی جلالت اور فنی شہرت ان کی تاریخ اسلامی اور اس سے زیادہ اس کے مقدمہ کے سبب ہے۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کا نام بھی کافی بڑا مفصل اور عجیب وغریب رکھا ہے: ''**کتاب العبر وديوان المبتدأ والخبر فی ايام العرب والعجم**

والبربرو من عاصرهم من ذوى السلطان الاكبر"- پوری تاریخ اوراس کا مقدمہ الگ الگ کئی بار چھپ چکے ہیں جیسے پیرس ۵۸-۱۸۴۸ء، مصر ۱۸۵۸ء، ۱۹۰۰ء، قاہرہ ۶۲-۱۹۵۷ء (چار جلدوں میں)۔ موخر الذکر کو اب تک کی بہترین اشاعت سمجھا جاتا ہے اوراس کے مختلف زبانوں جیسے اردو، فرانسیسی، لاطینی وغیرہ میں ترجمے بھی چھپ چکے ہیں۔ مقدمہ کا انگریزی ترجمہ فرانز روزنتھال نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا ہے۔

## طریقۂ تالیف

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں منفرد اور عدیم النظیر طریقۂ تالیف اختیار کیا ہے جس سے یہاں بحث نہیں ہے، اصل بحث اس وقت ان کے سیرت نبوی کے طریقہ سے ہے جو انھوں نے اپنی تاریخ میں اپنایا ہے۔ اس کے تجزیہ سے جو نکات ابھرتے ہیں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابن خلدون کا طریقۂ تالیف سیرت دراصل قدیم مآخذ ومصادر کے مواد پر انحصار کے سبب روایتی اور پرانا ہے۔ انھوں نے موضوعاتی طریق بیان اپنایا ہے لیکن اس میں بھی ایک انفرادیت پائی جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اور آباء واجداد کا ذکر خیر قبائلی عرب کی تفصیل کے ضمن میں دیا ہے جس کو قبیلہ وار مرتب کیا ہے۔ پھر سیرت نبوی کا باب "امر النبوة والهجرة" کے عنوان سے شروع کیا ہے اوراس کے بعد المولد الكريم اور بدء الوحی کی دو فصول میں آپ کی قبل نبوت زندگی اور بعد بعثت حیات طیبہ مختصراً بیان کی ہے۔ اسی بزرگ تر فصل کے تحت ہجرۃ الحبشہ کی فصل ہے، پھر اسلام عمر بن الخطاب، الاذی والاستهزاء، الاسراء، عقبہ اولی اور عقبہ ثانیہ کی فصول کے بعد ہجرت، مواخاۃ کی دو فصلوں کے بعد الغزوات کی سرخی کے تحت غزوات وسرایائے نبوی اور دوسرے مدنی واقعات کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد وفود کی مفصل فصل ہے، پھر حجۃ الوداع کی مختصر فصل اور عمال نبوی کی فصل کے بعد "خبر العنسی" بعث اسامہ، اخبار الاسود ومسیلمہ وطلحہ کا ذکر کر کے آپ کے مرض اور وفات پر سیرت نبوی تمام کردی ہے۔

۲۔ مباحث کے آغاز میں وہ اکثر "ثم" کا استعمال کرتے ہیں اوراسی سے توقیت کا کام لیتے ہیں، وہ

عام طور سے بلکہ اکثر و بیشتر تاریخ، دن اور سال کا حوالہ نہیں دیتے۔ البتہ درمیان میں کہیں کہیں سنین کا ذکر لے آتے ہیں جیسے وفات خدیجہ وابی طالب کے سلسلہ میں کہا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے۔

۳۔ غالباً انداز بیان، مآخذ کے عدم استعمال یا عدم ذکر اور تلخیص کرنے کے طریقہ کے سبب ابن خلدون نے پوری سیرت صیغۂ معروف کی بجائے صیغۂ مجہول میں لکھی ہے اور اس بنا پر اس میں کافی مجہولیت پیدا ہوگئی ہے۔

۴۔ سیرت نبوی کے باب میں ابن خلدون بنیادی طور سے اپنے مآخذ کا ذکر نہیں کرتے لیکن کہیں کہیں اہم یا اختلافی ابواب میں کسی نہ کسی مؤلف کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں نے کہا۔ مثلاً قریش اور آباء واجداد نبوی کے بارے میں وہ طبری، طبری بروایت واقدی، سہیلی، ابن اسحاق، بکری، ابن حزم وغیرہ کا نام لے لیتے ہیں۔ لیکن ظہور الاسلام والے باب میں پوری سیرت طیبہ اسراء ومعراج تک بیان کر جاتے ہیں اور کسی ماخذ کا حوالہ نہیں دیتے۔ الاسراء کا باب البتہ ابن حزم کے حوالہ سے شروع کرتے ہیں پھر دوسرا حوالہ طبری کا آتا ہے جو غزوہ ودان کے ضمن میں ہے، تیسرا غزوہ ذات الرقاع کے سلسلہ میں واقدی کا ہے، چوتھا شاہ روم ہرقل کے نام فرمان نبوی کے ضمن میں ابن اسحاق کا حوالہ ہے جبکہ واقدی کا ایک اور حوالہ مقوقس کے نام نامہ نبوی کے سلسلہ میں دیا ہے۔ وفود کے ضمن میں ابن اسحاق کا، فرضیت صدقات پر طبری کا، مسیلمہ کذاب کے خط کے جواب نبوی میں طبری اور عامر بن صعصعہ کے وفد کے سلسلہ میں ابن اسحاق وطبری کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض اور مقامات پر اپنے مآخذ کا نام لیا ہو لیکن اس لحاظ سے ابن خلدون کی سیرت نبوی کافی ناقص ہے۔

۵۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں سیرت نبوی کو ابن اسحاق، واقدی اور طبری کی کتابوں پر نہ صرف مبنی کیا ہے بلکہ انھیں سے اس کی تلخیص کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے اکابر سیرت نگاروں یا مؤرخوں کا حوالہ نہیں دیتے ہیں حالانکہ قریش کے سلسلہ میں انھوں نے سہیلی وغیرہ کا خوب حوالہ دیا ہے۔ ابن حزم کا حوالہ صرف اسراء کے بارے میں ایک خاص وجہ سے دیا ہے کہ ان کی اس مسئلہ پر ایک خاص رائے تھی۔

۶۔ ابن خلدون کی سیرت نگاری میں تلخیص کا رجحان پایا جاتا ہے اس لئے وہ مختصرات کے زمرہ میں آتی ہے۔ اختصار کا سب سے زیادہ اثر ان کی قبل ہجرتِ سیرت میں نظر آتا ہے کہ محض چند صفحات میں انھوں نے مکی دور حیات کو سمیٹ دیا ہے۔ اس کے مقابل مدنی دور حیات زیادہ مفصل ہے مگر وہ بھی اختصار ہی کا حامل ہے۔ مدنی دور میں بھی غزوات وسرایا پر زیادہ زور ہے اور بقیہ حوادث اور واقعات کو زیادہ تر چند سطروں میں نمٹا دیا ہے اگرچہ وفود عرب جیسے بعض ابواب میں کچھ تفصیل دی ہے۔

۷۔ ابن خلدون اپنی سیرت نبوی میں اکثر وبیشتر بیانیہ انداز اپناتے ہیں لیکن کہیں کہیں تنقیدی بصیرت کا بھی ثبوت دے جاتے ہیں اور ایسا بالعموم روایات مختلفہ میں اصول ترجیح اپنا کر کرتے ہیں مثلاً واقدی کے حوالہ سے جس قول طبری کا ذکر کیا ہے وہ آپ کے والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کے مدینہ میں وفات پانے کے سلسلہ میں یہ صراحت کرتا ہے کہ ایسا ان کی شام سے واپسی پر ہوا تھا اور یہی صحیح قول ہے۔

# مصادر و مآخذ


ابن خلدون رحلة مرتبہ Deslane پیرس ۱۹۶۳ء

ابن الخطیب الاحاطة فی تاریخ غرناطه مرتبہ محمد عبداللہ عنان، دار المعارف مصر ۱۹۵۵ء

ابن العماد شذرات الذهب ہفتم ۷-۷۶

احمد بن محمد ابراز الوهم

احمد بابا التنبکتی نیل الابتهاج ۷۰-۱۶۹

اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ لاہور ابن خلدون (مقالہ)

انور سعیدہ Political Philosophy of Ibn Khuldun پی ایچ ڈی مقالہ مخطوطہ دانشگاہ پنجاب لاہور

ساطع الحصری دراسات عن مقدمة ابن خلدون مصر ۱۹۵۳ء

بروکلمان دوم ۵-۲۴۲، تکملہ دوم ۳۴۵

البغدادی ایضاح المکنون، هدیة العارفین اول ۲۵۹

سخاوی الضوء اللامع چہارم ۱۴۵

سیوطی حسن المحاضرة اول ۲۶۳

الشوکانی البدر الطالع اول ۹-۳۳۷

الصعیدی المجددون فی الاسلام ۳۰۱-۲۹۵

طٰہٰ حسین فلسفة ابن خلدون مصر ۱۹۲۵ء اردو ترجمہ بعنوان ابن خلدون، مولانا عبدالسلام ندوی اعظم گڈھ ۱۹۴۰ء

عبدالقادر ابن خلدون: معاشرتی، سیاسی اور معاشی خیالات، حیدر آباد دکن ۱۹۴۳ء

عمر فروخ ابن خلدون قاہرہ، ۱۹۷۸ء

عنان ابن خلدون: حیاته وتراثه الفکری قاہرہ طباعت ۱۹۵۳ء

اور اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۴۱ء

| | |
|---|---|
| کحالہ عمر رضا | معجم المؤلفین، دمشق ۱۹۵۵ء |
| محمد الخضر حسین | حیاۃ ابن خلدون، مقدمہ تاریخ ابن خلدون ۱۹۵۴ء |
| محمد حنیف | افکار ابن خلدون ۱۹۵۴ء |
| المقری | نفح الطیب چہارم ۴۱۴ |
| محمد کرد علی | کنوز الاجداد ۹۶-۳۸۷ |

مہدی محسن، Ibn Khaldun's Philosophy of History لندن ۱۹۵۷ء

نگہت شاہجہاں پوری ابن خلدون کی عظمت اور علمائے یورپ بمبئی ۱۹۴۴ء

یوحنا قمیر ابن خلدون

# ابن خلدون کی سیرت نبوی - تاریخ ابن خلدون

اسلامی عالمی تاریخ نگاری کے ایک عظیم الشان اور منفرد مورخ علامہ ابن خلدون کی سیرت نبوی ان کی تاریخ عالم کا ایک حصہ ہے اور وہ ایک طرح سے خاصا منفرد ہے۔ علامہ موصوف نے سیرت نبوی کا باب "ظہور الاسلام" سے شروع کیا ہے لیکن سیرت نبوی کے پس منظر کے طور پر اس سے قبل ان کے ایک باب "قریش" کو بھی شامل کرنا چاہیے جس میں وہ نضر بن کنانہ کو اولین قریش اور ان کی اولاد کو قبیلہ قریش قرار دے کر اس کے مختلف لفظی معانی اور وجوہ تسمیہ کا ذکر کرتے ہیں اور مختلف خاندانوں اور بطونِ قریش کا ذکر کر کے ان کے اہم ترین افراد کے حوالہ سے ان کا تعارف اور سلسلۂ نسب بیان کرتے ہیں۔ ان کے اہم افراد- مرد اور عورت دونوں- کے بعض سوانحی واقعات اور معاشرتی حالات کا بھی حوالہ دیتے جاتے ہیں، یہ حصہ دو الگ الگ ابواب میں منقسم ہے: اولین حصہ میں نسبی تعلقات و روابط کا ذکر ہے اور دوسرے حصہ میں مکہ میں اولین آبادی اور وہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی آباد کاری اور ان کی اولاد کی حکمرانی وغیرہ کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اسی میں خانہ کعبہ کی تعمیر، اس کے مناصب کی تقسیم اور مکہ کی سیاسی اور سماجی زندگی کا مختصر ذکر ہے۔ ابن خلدون نے اگرچہ سند کا اہتمام کہیں بھی نہیں کیا ہے لیکن وہ اپنے مآخذ و مصادر کا ذکر کرتے ہیں جیسے ابن حزم، سہیلی، ابن اسحاق، مسعودی، دارقطنی، واقدی، بکری، عیاض، طبری، اور زبیر بن بکار وغیرہ کا ذکر کئی جگہ کیا ہے۔ کتابوں کا ذکر کم کیا ہے، صرف ایک جگہ واقدی کی کتاب "انتقال النور" کا حوالہ دیا ہے۔ قریش کے بطون کے تذکرہ میں ابن خلدون نے البتہ "**عمود النسب الکریم**" کا خاص خیال رکھا ہے اور خاتمہ ثقیف سے ان کے تعلقات پر کیا ہے (۹۹-۲۶۹)۔ تاریخ ابن خلدون کے جلد دوم میں یہ باب پایا جاتا ہے اور ہمارے زیر مطالعہ جو نسخہ ہے وہ دارالکتاب اللبنانی بیروت ۱۹۵۶ء کی طباعت ہے۔ اس میں سیرت نبوی کا حصہ بہت مختصر

ہے جو صرف ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے (۸۵۳-۷۰۳) لیکن اگر قریش کا باب بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو یہ حصہ ایک سو اسی صفحات کے قریب ہو جاتا ہے۔

ظہور الاسلام کے باب سیرت میں علامہ ابن خلدون نے پہلے "امر النبوۃ والھجرۃ" کے عنوان کے تحت قریش کے اس تیسرے طبقہ میں عربوں کے اسلام پر متفق و متحد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ بحث متعدد فصول و ابواب میں منقسم ہے۔ انھوں نے پہلے قبائل و بطون کے عرب میں انتشار و سکونت کا ذکر کیا ہے اور ظہور اسلام کے پس منظر کے طور پر عربوں کے عروج اور سیاسی قوت، قریبی ممالک و بطون و قبائل سے ان کے تعلقات، ایران سے تعلقات، حلف الفضول اور احناف وحنفیت کا اور یمن میں عرب عروج اور آثارِ نبوت کے ظہور کا خاص کر ذکر کیا ہے (۹-۷۰۳)۔

"المولد الکریم وبدء الوحی" سے سیرت نبوی کا اصل بیان شروع ہوتا ہے اور چند صفحات میں قبل نبوت کی زندگی بیان کر دی ہے۔ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ولادت نبوی کی تاریخ مان کر بعض دوسری تاریخوں کا حوالہ دیا ہے اور مختصر الفاظ میں والد عبداللہ کی وفات، دادا کی کفالت، رضاعتِ حلیمہ، شق صدر، کفالت والدہ، مدینہ کی زیارت بغرض ملاقات اعزہ، عبدالمطلب کی وفات، وصیت پدری کے مطابق ابوطالب کی کفالت وحمایت، امور جاہلیت سے حفاظت الٰہی، تعمیر کعبہ میں بچپن میں شرکت اور ستر کی ربانی حفاظت، برکاتِ نبوی کا ظہور، تیرہ سال کی عمر میں چچا ابوطالب کے ساتھ سفرِ شام اور بحیرا راہب کی بصریٰ میں ملاقات اور آپ کی نبوت کی پیشگوئی، دوسری بار مال خدیجہ کے ساتھ شام کا دوسرا سفر اور نسطور راہب سے ملاقات و پیشگوئی، حضرت خدیجہ کی تحریک پر ان سے آپ کی شادی اور ابوطالب کا خطبہ نکاح اور مال خدیجہ، اور آپ کی عمر شریف، پندرہ سال بعد جنگ فجار، عمر کے پینتیسویں سال تعمیر کعبہ میں دوسری شرکت اور حجر اسود کی تنصیب، آپ کے مکارم اخلاق، امین کا لقب، کرامت الٰہی کے ظہور اور تنہائی میں حجر و شجر کی تسلیم بیان کر دی ہے جس میں صرف دوسری تعمیر کعبہ کا ذکر نسبتاً مفصل ہے (۱۴-۷۱۰)۔

"بدء الوحی" کی بحث کے اہم نکات حسب ذیل ہیں: رویائے صالحہ کی ابتداء، تحنث، غار حراء میں چالیس سال کی عمر میں نزول وحی، اور اس کی مختلف کیفیات، سورۂ اقراء کی اولین پانچ آیات، ایمان و تصدیق خدیجہ، نماز اور طہارت کی تعلیم، اسراء و معراج میں نماز کی کیفیات کی تعلیم، ایمان علی

وجعفر، ایمان ابوبکر وزید، بلال بن حمامہ، عمرو بن عنبسہ سُلمی وخالد بن سعید اموی، حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اسلام لانے والوں کی فہرست اور دوسرے سابقین اولین کی فہرست، اسلام میں انفرادی (ارسالاً) داخلہ، وادیوں میں نماز، تین سال کے بعد اعلان دعوت اور صفا کا خطبہ نبوی، اور اس کے بعد چالیس بنو عبدالمطلب کو دعوت، قریشی اصنام کی مذمت اور اختلاف وعداوت قریش، ابوطالب کی حمایت اور اکابر قریش کی دوبار انصاف کے لئے ابوطالب سے فریاد وملاقات (۱۹-۱۴/۷)۔

"هجرة الحبشه" کے عنوان کے تحت قریش کے بطون کے اپنے اپنے مسلمانوں پر مظالم کو سبب ہجرت قرار دے کر اولین گیارہ مہاجرین حبشہ کے بعد مسلسل ان کی ہجرت کا ذکر کیا ہے تا آنکہ تراسی افراد کا وہاں اجتماع ہوگیا۔ ابن خلدون نے آپ پر قریش کے الزامات جادو، کہانت، جنون وشعر کا حوالہ دے کر قریش کے اہم ترین موذیوں اور مذاق اڑانے والوں کے نام گنائے ہیں (۲۰-۱۹/۷) جو جلد دوم کی قسم رابع تک وسیع ہیں اور اسی کے آخر میں اسلام حمزہ اور نجاشی کے پاس قریشی وفد بھیجنے اور اس کے ناکام واپس آنے کا مختصر حوالہ ہے۔ "اسلام عمر بن الخطاب" کا عنوان باندھ کر ان کے قبول اسلام کی مشہور روایت مختصراً دی ہے اور پھر بنو ہاشم اور مسلمانوں کے سماجی مقاطعہ اور صحیفہ کے لکھنے اور اس کے ختم کئے جانے، ابوبکر صدیق کے ارادۂ ہجرت اور "ابن الدغنہ" کی جوار کا مختصر حوالہ دے کر مہاجرین حبشہ کے مکہ واپس آنے والوں کے اسماء گرامی اور ان کے قیام مکہ کا نسبتاً زیادہ ذکر کیا ہے (۲۶-۲۰/۷)۔

"الاذى والاستهزاء" کی سرخی کے تحت وفات ابوطالب وخدیجہ اور اس کی تاریخ کے مختصر حوالہ کے بعد قریشی تعذیب کے سبب سفر طائف کا مختصر ذکر کیا ہے جس میں آپ کی دعا کا ذکر زیادہ ہے، واپسی کے سفر میں جنات کے قرآن سننے اور مطعم بن عدی کی جوار میں مکہ میں قیام کرنے اور حضرت طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے خاندان دوس کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے (۷-۲۶/۷)۔ "الاسراء" کی سرخی کے تحت ابن حزم کے حوالہ سے مختصر ذکر اسراء ومعراج ہے جس میں نماز کی فرضیت کا حوالہ ہے جبکہ طبری کے حوالہ سے اسراء اور فرض نماز کو اولین وحی کہا ہے۔ اس کے بعد وفود عرب کے سامنے مواسم میں اسلام پیش کرنے اور اپنی حمایت حاصل کرنے کا مختصر ذکر کر کے چند نام گنائے ہیں اور ان کے مختصر ردعمل کا حوالہ دیا ہے پھر مدنی وفود میں سُوید بن صامت، انس بن رافع اور ایاس کا ذکر کیا ہے اور خزرج کے چھ افراد کے قبول اسلام کا نسبتاً زیادہ ذکر کیا ہے اور خاتمہ اس پر کیا ہے کہ انصار کے ہر گھر میں آپ کا ذکر جمیل ہوتا تھا (۹-۲۶/۷)۔

"العقبة الاولی" کے عنوان کے تحت ابن خلدون نے حضرت جابر بن عبداللہ کے سوا پہلے سال کے پانچ مسلموں اور نئے سات انصاریوں کی شرکت اوران کے اسماء کا ذکر کیا ہے اور شرائط بیعت بیان کر کے حضرت مصعب بن عمیر کے بطور معلم وداعی مدینہ جانے اور وہاں اسلام پھیلانے اور تقریباً پورے مدینہ کے مسلمان ہونے کا مختصر ذکر کیا ہے۔ پھر "العقبة الثانیة" کے تحت حضرت مصعب کے ساتھ مدینہ کے مسلمین وغیر مسلمین کے مکہ آنے، آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے اور بیعت کرنے، بیعت کرنے والوں کی تعداد، بارہ نقیبوں کی تقرری، قریش کو اس بیعت کی سن گن ملنے اور مدنی گروہ سے بات کرنے اور حضرت سعد بن عبادہ کے گرفتار کرنے اور پھر جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ کے چھڑانے کے علاوہ "سعدین" کے قبول اسلام کے بارے میں ندائے ہاتف کا بھی معہ اشعار ذکر کیا ہے۔ اذن قتال کے حکم الٰہی "وقاتلوهم حتی لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله" کے نزول کے بعد ہجرت مدینہ، مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی طور سے ہجرت کرنے اور مختلف مہاجرین کا ذکر کیا ہے (۳۶-۳۹/۲)۔

"ہجرت" کے بیان میں دارالندوۃ کے اجتماع قریش، آپ کے منصوبۂ قتل، آپ کو ہجرت کے حکم الٰہی، حضرت ابوبکر کی صحبت میں ہجرت، غارثور کے قیام، قریشی تلاش، سراقہ کے تعاقب، قبا میں آمد اور قیام، حضرت علی کی ہجرت وملاقات، جمعہ کی نماز کا قیام، ناقہ نبوی کا واقعہ، حضرت ابوایوب انصاری کی میزبانی، تعمیر مسجد نبوی، یہود سے معاہدہ وصلح، حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات اور آپ کی "نقیبی"، حضرت ابوبکر کے خاندان کی ہجرت، حضرت عائشہ کی رخصتی، حضرت سودہ اور بنات مطہرات کے لانے کی خبر کے علاوہ بعض اکابر قریش کی موت کا بھی مختصراً ذکر کیا ہے (۴۱-۳۷/۲)۔

"المواخاة" کی سرخی کے تحت انصار ومہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس میں حضرت جعفر بن ابی طالب اوران کے دینی بھائی معاذ بن جبل کا بھی ذکر اس تصریح کے ساتھ کیا ہے کہ وہ اس وقت حبشہ میں تھے۔ متعدد جوڑوں کے علاوہ زکوٰۃ کی فرضیت، نماز کی تکمیل، عبداللہ بن سلام کے اسلام، جمہور یہود کے کفر اور اوس وخزرج اور یہود کے منافقین اوران کے سرداروں کا ذکر کیا ہے (۴۳-۴۱/۲)۔

"الغزوات" کے باب میں غزوۃ الابواء کی سرخی کے تحت اس کا ذکر کیا ہے اور اسی میں ضمنی طور سے غزوۂ بواط کا ذکر بعض نئی معلومات کے ساتھ کیا ہے۔ پھر غزوۃ العشیرہ اور غزوۂ بدر الاولیٰ کا مختصر

بیان ہے۔ ''البعوث'' کی سرخی کے تحت آپ کے سرایائے حمزہ، عبیدہ بن الحارث، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن جحش کا ترتیب وار ذکر ہے اور موخر الذکر مفصل ہے۔ اس میں بعض مآخذ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس کے بعد تحویل قبلہ کا ذکر ''صرف القبلة'' کے عنوان سے کیا ہے (۴۸-۷۴۴)۔

''غزوة بدر الثانية (العظمىٰ والكبرىٰ)'' کا باب نسبتاً مفصل ہے لیکن معروف خطوط اور عام معلومات پر مبنی ہے: قریشی کاروان تجارت کے لئے نکلنے کا ذکر اور پھر قریشی لشکر سے مڈبھیڑ کا بیان مختصر ہے البتہ آپ کے انتظامات، سفر کے مراحل، قریشی سقوں کی گرفتاری، بدر میں خیمہ گاہ لگانے اور حباب بن منذر کی رائے، مقتولین مکہ، اسیران بدر اور شہداء بدر کا ذکر نسبتاً مفصل ہے (۵۵-۷۴۸)۔ بعد کے غزوات- الکرز، السویق، ذی امر، بحران- کا مختصر ذکر کر کے کعب بن الاشرف کے قتل کا واقعہ نسبتاً مفصل بیان کیا ہے۔ غزوۂ بنی قینقاع کا بیان بھی زیادہ مفصل نہیں ہے اور اس کے آخر میں اولین نماز عید الاضحیٰ اور قربانی کا بھی ذکر ہے پھر مختصر ذکر سریۂ زید (قردہ) اور قتل ابی الحقیق'' کا ہے (۶۱-۷۵۵)۔

غزوۂ احد کا بیان کچھ مفصل ہے۔ قریشی لشکر کی تعداد اور جنگی طاقت، خواتین قریش کی معیت کے سبب، مسلم لشکر کی عددی اور جنگی طاقت کا ذکر خاص اضافہ ابن خلدون ہے۔ باقی عام تفصیلات غزوہ ہیں۔ شہداء احد کی تعداد پینسٹھ بتائی ہے اور آخر میں حضرت حمزہ کی شہادت اور مثلہ کا ذکر کر کے مثلہ کی ذمہ داری ہندہ اور ان کی سہیلیوں (صواحبتها) پر ڈالی ہے۔ اسی کے بعد مختصر مختصر ذکر ''حمراء الاسد''، ''بعث الرجیع''، ''غزوۂ بئر معونہ''، ''غزوۂ بنی النضیر'' ''غزوۂ ذات الرقاع''، ''غزوۂ بدر الصغریٰ- الموعد'' اور غزوۂ دومۃ الجندل کا کیا ہے۔ البتہ ''غزوة الخندق'' کا ذکر نسبتاً مفصل ہے اور اس کے وقوع کا سنہ چار ہجری بتایا ہے اور حضرت ابن عمر کی عمر اور ان کی غزوۂ خندق میں شرکت سے استدلال کیا ہے۔ پھر قریشی و یہودی اتحاد کو سبب بتا کر، خندق کے واقعہ، طرفین کے لشکروں کی تعداد، بنو قریظہ کی غداری سے روکنے کی مساعی، بنو حارثہ وغیرہ کی بزدلی، غطفان سے مصالحت کی منسوخی، شہسواران قریش کے حملوں، اور حضرت نعیم بن مسعود کی احزاب کے اتحاد کی شکست کی مساعی کا ذکر خاص کر کیا ہے۔ بنو قریظہ کے غزوہ کا ذکر بھی اسی طرح کچھ مفصل ہے۔ حکم الٰہی سے ان کے خلاف اقدام، یہود کے سردار کعب بن اسد کی تین تجاویز اور تینوں کی نامنظوری، حضرت ابولبابہ کی سفارت، غلطی اور توبہ، بعض یہودی اکابر کا اسلام، نزول بلا شرط، حضرت سعد بن معاذ کی تحکیم اور ان کا قتل و اسارت اور بعض

اسیروں کی معافی کا ذکر کر کے غزوۂ دومۃ الجندل کا اسی ضمن میں ذکر کر دیا ہے (۸۰-۷۶۱)۔

ایک ساتھ غزوۃ الغابہ وذی قرد کا ذکر کر کے پھر غزوۃ بنی المصطلق کا شعبان ۶ھ میں ہونا مذکور کیا ہے۔ مریسیع پر ان سے جنگ کے بعد ان کے قتل واسیری کا ذکر کر کے حضرت جویریہ کی گرفتاری، آزادی وشادی کا ایک جملہ میں حوالہ دے دیا ہے اور پھر منافقین کی سازش اور واقعہ افک کا نسبتاً مفصل ذکر ہے۔ آخر میں تمام قیدیوں کی رہائی اور حضرت ولید بن عقبہ اموی کی صدقات بنی مصطلق پر تقرری کا واقعہ بھی بلا کسی نقد وتبصرہ کے نقل کر دیا ہے (۸۴-۷۸۰)۔

عمرۃ الحدیبیہ کے بیان میں تاریخ، مسلم شرکاء کی تعداد، حدیبیہ کی منزل، ناقہ اور پانی کے معجزات کا مختصر ذکر کر کے اور سفراء کی آمد ورفت کا حوالہ دے کر بیعت رضوان، سہیل بن عمرو کے ساتھ طے کی جانے والی شرائط صلح تحریر صلح، آپ کے اپنے ہاتھ سے خاص عبارت کو محو کرنے کا واقعہ، حضرت ابوجندل کے واقعہ، مسلمانوں کے ملال، ابوبصیر کے واقعہ کا زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ آخر میں حضرت ام کلثوم اموی کی ہجرت اور بعض شرائط کی منسوخی اور کافر عورتوں کی شادی کی تحریم کا حوالہ ہے (۸۸-۷۸۴)۔

''سلاطین کے نام سفیروں کی روانگی'' کا باب ابن اسحاق کی روایت سے شروع ہوتا ہے اور حضرات سلیط (ہوزہ حنفی)، علاء بن حضرمی (منذر بن ساویٰ)، عمرو بن العاص (عمان)، حاطب بن ابی بلتعہ (مقوقس، صاحب الاسکندریہ)، دحیہ کلبی (قیصر ہرقل) کا بس حوالہ دیا ہے۔ پھر قیصر کے نام کے فرمان نبوی کا متن، ابوسفیان کے واقعہ کا صحیح سے حوالہ اور بعض توضیحات دی ہیں۔ اسی طرح نجاشی کے نام مکتوب والا اور جواب نجاشی بھی مذکور ہے اور حضرت ام حبیبہ سے آپ کی شادی کا واقعہ بھی۔ کسریٰ کے نام آپ کے گرامی نامہ کا متن اور بعد کے واقعات کا بھی خاصا ذکر ہے اور خاتمہ واقدی کی اس روایت پر کیا ہے کہ مقوقس عظیم القبط کو اسلام کی دعوت دی تھی جو اس نے قبول نہ کی (۹۵-۷۸۸)۔

غزوۂ خیبر کے مختصر ذکر میں اس کی ہجرت کے ماہ سے تاریخ متعین کی ہے۔ تعداد لشکر، نائب رسول اور راستہ کا مختصر بیان ہے کہ ان کے قلعوں کے یکے بعد دیگرے فتح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ قموص کے قلعہ کا تو حوالہ ہے لیکن حضرت علی کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ پھر حضرت صفیہ کی گرفتاری اور شادی کا واقعہ مختصراً مذکور ہے البتہ کسی قلعہ کی فتح کے لئے حضرت علی کو پرچم دینے کا ذکر کیا ہے۔ ''بعض خیبر'' کو طاقت سے اور بقیہ کو صلح کے ذریعہ فتح کرنے کا حوالہ دے کر ''خراج نصف'' اور اس کے عمال نبوی، حضرت عمر

کے عہد میں ان کی جلاوطنی، شہداء، بعض ماکولات ومشروبات کی تحریم اور زہر آلود کھانے کا بھی حوالہ ہے (۷-۷۹۵) اور اسی کے ساتھ الگ عنوان کے تحت مہاجرین حبشہ کی واپسی کا بیان ہے (۹۸-۷۹۷) اور فتح فدک اور وادی القریٰ کا بھی (۷۹۸)۔

عمرۃ القضاء کا ذکر بہت مختصر ہے اور اس سے زیادہ ذکر غزوۂ موتہ کا ہے جس کو ''غزوۂ جیش الامراء'' کا عنوان بھی دیا ہے۔اس کے عام ومعروف نکات ہیں اور آخر میں حضرت جعفر کے ''ذوالجناحین'' کے لقب سے سرفراز ہونے کا ذکر ہے۔ فتح مکہ کا بیان خاصا مفصل ہے، سبب غزوۂ (خزاعہ پر بنوبکر وقریش کے حملہ) کا حوالہ جاہلیت کے اختلاف کے ساتھ دے کر خزاعہ کی طلب امداد، ابوسفیان کی تجدید صلح کی کوشش اور حضرت حاطب کے خط کا کافی ذکر کیا ہے۔ پھر مسلم لشکر کی تعداد، راستہ کے منازل، ابوسفیان کی ملاقات واسلام، مکہ میں اسلامی لشکر کے داخلہ، بعض مجرموں کے قتل کے اعلان نبوی، کعبہ میں آپ کے داخلہ، نماز اور تطہیر اور خطبہ اور بیعت کا خاص ذکر ہے اور خاتمہ مکہ کے گرد سرایا کے بھیجنے پر ہوتا ہے (۸۱۰-۷۹۸)۔

''غزوۂ حنین'' کے بیان کا آغاز پندرہ دن کے قیام نبوی میں نماز قصر پڑھنے سے ہوتا ہے۔ پھر اجتماع ہوازن اور اس کا سبب، اس کے دو سرداروں مالک بن عوف اور درید بن الصمہ اور ان کے قبائلی اور جنگی پالیسی پر اختلاف کا ذکر کر کے مسلم لشکر کی تیاری اور روانگی اور جاسوسوں کی خبر گیری، ذات انواط کے واقعہ، اولین مسلم ہزیمت اور اس کے سبب، مسلم لشکر کی واپسی اور آپ کی استقامت اور مسلم فتح، بنو مالک کے مقتولین کی تعداد اور اکابر کے فرار اور بعض اکابر ہوازن کے قتل، مال غنیمت، سریۂ اوطاس اور مسلم شہداء کا ذکر کر کے ''حصار الطائف'' کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔اس میں اسیروں اور اموال کی جعرانہ میں ذخیرہ اندوزی، اہل طائف کے وفود کی آمد، بعض قلعوں کے انہدام، محاصرہ اور اس کے بعض واقعات، بعض غلاموں کے اسلام اور شہداء کا ذکر ہے پھر محاصرہ اٹھانے کے بعد جعرانہ میں تقسیم غنائم، مولفۃ القلوب کے حصوں اور اسیران حنین کی آزادی، جعرانہ سے عمرہ نبوی، مکہ کی گورنری پر عتاب بن اسید کی تقرری اور ان کی امارت میں اولین حج اسلام کی ادائیگی، حضرت معاذ کی بطور معلم تقرری، حضرت عمرو بن العاص کی سفارت عمان اور صدقات کی وصولیابی، اور حضرت کعب بن زہیر کے قصیدۂ بردہ کا ذکر ہے (۱۸-۸۱۰)۔

غزوۂ تبوک کے بیان کے تمام مندرجات یوں تو معروف خطوط پر ہیں لیکن بعض اہم انفرادی

تفصیلات بھی ہیں مثلاً اس کا آغاز بنو اسد کے وفد کی آمد اور قبول اسلام سے ہوتا ہے۔ پھر سخت حالات میں جنگ کے اعلان نبوی، مجاہدین کی تیاری، منافقین کی ریشہ دوانی اور گریز، مسلم انفاق خاص کر حضرت عثمان کے خطیر عطیہ، رونے والوں کے واقعہ، راستہ میں منافقین کی حرکات، تبوک آمد اور ایلہ وغیرہ بستیوں کے حکمرانوں کی صلح، اکیدر کے خلاف سریہ خالد، مسجد ضرار کی شکست اور تین مخلص مسلمانوں کے واقعہ کو مختصراً بیان کیا ہے (۲۲-۸۱۹)۔ اس کے فوراً بعد ''اسلام عروہ بن مسعود، وفد ثقیف اور ہدم لات'' کا خاص ذکر کیا ہے (۲۴-۸۲۲)۔

''الوفود'' کا بابِ ابن خلدون نسبتاً مفصل ہے۔ فتح مکہ سے ان کی آمد کا تعلق جوڑ کر ان کے آنے کا ذکر کیا ہے اور ترتیب سے بنو تمیم، ملوک حمیر، ذویزن کے پاس حضرت معاذ کی سفارت نبوی، بہراء، بنو البکاء، بنو فزارہ، عدی بن حاتم (کا مفصل ذکر ہے)، نزول سورۂ توبہ، امارت حج ابو بکر، طبری کے حوالہ سے فرضیت زکوٰۃ، وفد ثعلبہ، وفد سعد ہذیم، بنو سعد بن بکر وغیرہ کا ۹ھ میں ذکر کے ۱۰ھ کے واقعات میں حضرت خالد کی مہم نجران اور حضرت عمرو بن حزم کے نام فرمان نبوی کا خاص ذکر کیا ہے اور اس کی فقہی اور اسلامی اہمیت کے پیش نظر اس کا پورا متن نقل کیا ہے۔ جس کے بعد دوسرے وفود کی آمد کا ذکر کیا ہے جیسے وفود غسان، سلامان، ہمدان (معہ سریہ حضرت علیؓ)، فروہ بن مسیک مرادی، عبدالقیس، بنی حنیفہ، کندہ، حضرموت اور وائل بن حجر (ان کے نام فرمان نبوی کا متن ہی ہے)، محارب، نجران کے نصاریٰ، صدف، خولان، عامر بن صعصعہ اور طے وغیرہ۔ ابن خلدون نے اس ضمن میں بعض سرایا اور واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جیسے حضرت زید بن حارثہ کا سریہ عامر کے غداری سے آپ کے قتل کا منصوبہ، مسیلمہ کذاب کے دعوائے نبوت وغیرہ (۳۹-۸۲۴)۔

''حجۃ الوداع'' کا بیان کافی مختصر ہے اور اس میں پورا زور صرف خطبۂ نبوی پر ہے۔ خاتمہ میں حج کے دوسرے اسماء اور آپ کے حج اور عمروں کی تعداد کا ذکر ہے۔ ابن خلدون نے حدیث الغدیر کا ذکر نہیں کیا ہے جو حاشیہ میں ناشرین کی طرف سے بڑھا دیا گیا ہے (۴۲-۸۳۹)۔ اگلی بحث ''العمال علی النواحی'' کے عنوان سے آپ کے گورنروں اور عمال صدقات پر ہے (۴۴-۸۴۳)۔ پھر الگ الگ عنوان کے تحت عنسی کی خبر بیان کی ہے، حضرت اسامہ کے لشکر کا ذکر کیا ہے اور پھر مجموعی طور سے اسود، مسیلمہ اور طلیحہ کا ذکر کیا ہے (۴۸-۸۴۴)۔

آپ کے مرض الوفاۃ کا عنوان "مرضہ" باندھ کر سورۂ نصر کو وفات نبوی کا عنوان بتایا ہے۔ پھر بیماری کے آغاز اور حضرت عائشہ کے گھر مستقل قیام، خطبہ میں تخییر، حضرت ابوبکر کی رقت، آپ کے خطبہ، آپ کے غسل وکفن ونماز جنازہ کے بارے میں صحابہ کے سوالات اور آپ کے جوابات کا ذکر بالکل نیا ہے۔ پھر آپ کی تین وصیتوں کا ذکر کر کے بیماری کی شدت، حضرت ابوبکر کی امامت، سکرات کے وقت کی کیفیات، آخری نماز، مسواک، آخری کلام اور وفات کا ذکر ہے۔ پھر وفات کے عنوان کے تحت تاریخ، وقت ومقام وفات، مسلم حزن وملال، حضرت عمر کے اضطراب، حضرت ابوبکر کی سنح سے آمد اور خطبہ اور سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع اور بیعت ابی بکر کا مختصر ذکر کر کے آپ کے غسل، تجہیز وتکفین اور تدفین کا ذکر ہے اور خاتمہ بحث بارہ ربیع الاول کی تاریخ وفات، دس سالہ قیام مدینہ کی مدت، اور عمر شریف کی روایات پر کیا ہے۔ پھر سقیفہ بنی ساعدہ کا مفصل ذکر ہے جو سیرت کے باب سے الگ ہے (۸۴۸-۵۳)۔ اسی پر ابن خلدون کی سیرت نبوی کا باب تمام ہوتا ہے۔

# علامہ مقریزی

## (۸۴۵-۷۶۶ھ/۱۴۴۲-۱۳۶۴ء)

آٹھویں، نویں/ چودھویں پندرھویں صدی کے اہل علم میں مقریزی ایک خاص امتیاز اور عظیم مقام کے مالک ہیں۔ انہوں نے متعدد علوم وفنون کی نہ صرف تعلیم پائی بلکہ ان میں گراں قدر تالیفات بھی کیں۔ اسی کے ساتھ وہ مصر کی دولت ممالیک کے انتظامیہ سے بھی وابستہ رہے اور اپنی انتظامی خدمات کی بدولت جو زیادہ تر کتابت وانشاء اور تہذیبی امور سے متعلق ہیں شہرت وعظمت اور جلالت حاصل کی۔ وہ عظیم مورخوں، محدثوں اور فقیہوں کے شاگرد بھی رہے تھے اور ابن خلدون سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ وہ نثر وشعر اور ادب وعلم کی مختلف شاخوں میں مہارت رکھتے تھے جن میں عربی شعر وادب کے علاوہ تاریخ وسیرت، عقائد وکلام، حدیث وفقہ وغیرہ میں بھی خاصا درک رکھتے تھے۔ ان کی کتاب سیرت "امتاع الاسماع" اگرچہ متاخر سیرت نگاری کا نمونہ ہے تاہم وہ اپنی گوناگوں صفات اور بوقلموں خصوصیات کے سبب اس عظیم موضوع کی ایک اہم ترین کتاب ہے۔

### خاندان اور نام ونسب

وہ اپنی نسبت المقریزی سے زیادہ معروف ہیں جو شام کے علاقہ بعلبک کے ایک محلہ مقارزہ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ بقول تذکرہ نگاران یہ کہنا مشکل ہے کہ مقریزی عالم موصوف کی نسبت تھی یا ان کے خاندان کی کیونکہ زیادہ تر مراجع ومصادر اس کی تشریح پر ساکت ہیں۔ لیکن اندازہ یہی ہوتا ہے کہ عالم موصوف کی نسبت ہی تھی کہ دوسرے اس نسبت سے معروف نہ تھے۔ ان کا اصل خاندان شامی تھا جو ان کے والد ماجد کی زندگی میں مصر منتقل ہو گیا اور قاہرہ کا باسی بن گیا۔ ان کا پورا نام ونسب یہ تھا۔ احمد بن علی بن عبدالقادر بن محمد بن ابراہیم بن تمیم بن عبدالصمد بن ابی الحسن بن عبدالصمد بن تمیم التمیمی ابوالعباس

بن العلاء بن المحیوی الحسینی العبیدی۔ ان کے خاندان اور اس کے حسینی، علوی یا عبیدی پس منظر کے بارے میں خاصا اختلاف ہے اور ابن حجر اور سخاوی وغیرہ نے اس پر خاصا کلام کیا ہے۔

## ولادت اور تعلیم

مصادر کا اس پر اتفاق ہے کہ مقریزی کی ولادت مصر کے دارالسلطنت قاہرہ میں ہوئی لیکن تاریخ ولادت پر کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیوطی، سخاوی اور ابن حجر نے ۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء کے بعد کی تاریخوں اور سنین کا ذکر کیا ہے۔ سیوطی کے نزدیک ۷۶۹ھ/۱۳۶۷ء ہے جبکہ زیادہ تر مورخین نے سنہ ولادت ۷۶۶ھ/۱۳۶۴ء متعین کیا ہے۔ اور غالباً یہی زیادہ صحیح ہے۔

مقریزی کی زیادہ تر تعلیم و تربیت قاہرہ میں ہوئی جو اس وقت علم و ادب کا ایک عظیم ترین مرکز تھا۔ ابتدا ہی سے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ دی گئی اور مقریزی نے ابتدائی تعلیم زبان و ادب کے ساتھ ساتھ قرآن کریم حفظ کیا اور پھر نحو اور اصول کی تعلیم پائی۔ قراءت کے فنون اور فقہ کے علم میں مہارت حاصل کی۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے حنفی نانا شمس الدین ابن الصائغ (م ۷۷۶ء/ ۷۷۶ھ) کی توجہ کی مرہون منت تھی۔ اسی بنا پر مقریزی نے شروع میں حنفی مسلک اختیار کیا لیکن بعد میں شافعی بن گئے۔ مورخین اور تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ مسلک کی تبدیلی ان کے والد ماجد اور نانا کے انتقال (۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء) کے بعد ہوئی۔ لیکن اس تبدیلی کے اسباب کا بالعموم ذکر نہیں ملتا ہے۔

ان کی خوش بختی تھی کہ اساطین علم و ادب سے ان کو تلمذ کی سعادت ملی اور بکثرت ملی۔ بقول علامہ سخاوی ان کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد چھ سو سے زیادہ یا لگ بھگ تھی۔ ان کے اہم ترین شیوخ کرام تھے:

۱- شیخ برہان الدین بن ابراہیم التنسائی
۲- ناصر الدین محمد بن علی الحراوی
۳- شیخ برہان الدین الآمدی
۴- شیخ العز بن الکویک
۵- حافظ زین الدین عراقی ابوالفضل عبدالرحمٰن بن حسین (۸۰۶-۷۲۵ھ/۱۴۰۳-۱۳۲۵ء)
۶- شیخ النجم بن رزین
۷- شیخ الشمس بن الخشاب
۸- شیخ سراج الاسلام البلقینی ابوحفص عمر بن رسلان (۸۰۵-۷۲۴ھ)
۹- شیخ ابراہیم بن احمد التنوخی (۸۰۰-۷۰۹ھ/۷۸-۱۳۰۹ء)

۱۰-حافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی (۷۳۵-۸۰۷ھ/۱۳۳۴-۱۴۰۴ء)

۱۱-ابن ابی الشیخہ ۱۲-ابن ابی الجد

۱۳-الفرسیسی

ان کے علاوہ مقریزی نے دوسرے مراکز علم وادب کے اساتذہ وشیوخ سے بھی استفادہ کیا۔ مکہ مکرمہ کے شیخ ابن سکر حنفی (۸۰۱-۷۱۸ھ/ ۱۳۹۸-۱۳۱۸ء)، شیخ الامیوطی، قاضی ابوالفضل النویری، امام سعد الدین الاسفرائنی اور شیخ ابوالعباس بن عبدالمعطی وغیرہ کی پوری جماعت علماء ومحدثین سے سماعت کی۔ دمشق میں حافظ ابوبکر بن المحب، ابوالعباس بن العز اور ناصر الدین بن محمد بن داؤد جیسے علماء سے کسب علم کیا اور ان کے ساتھ ساتھ شیخ شہاب الدین عبدالرحیم بن الحسن الاذرعی (۷۰۴-۷۰۴ھ/ ۱۳۰۴-۷۰ء)، شیخ علی بن یوسف الزرندی، شیخ جمال الدین الاسنوی، شیخ بہاء الدین ابوالبقاء محمد بن عبداللہ السبکی (۷۰۸-۷۷ھ/ ۱۳۰۸-۷۵ء) وغیرہ متعدد شیوخ وقت نے ان کو اجازت سے نوازا۔ لیکن مقریزی کے عظیم ترین استاد وشیخ امام تاریخ وفلسفۂ تاریخ ابن خلدون تھے جن سے وہ سب سے زیادہ متاثر ومستفید ہوئے۔

مقریزی کے اپنے تلامذہ کی تعداد بھی کافی تھی اور اس میں وقت کے عظیم علماء شامل تھے۔ ان میں مورخ وتذکرہ نگار ابن تغری بردی (ابوالمحاسن جمال الدین بن یوسف) سرفہرست تھے۔ دوسرے اہم ترین شاگرد رشید شیخ سخاوی تھے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے تلامذہ کا ذکر خیر بھی ملتا ہے۔

## مشاغل حیات

تعلیم وتربیت کی تکمیل کے بعد مقریزی نے سرکاری ملازمت کو ترجیح دی اور مصر کی سلطنت ممالیک کی متعدد خدمات انجام دیں۔ بائیس سال کی عمر میں انہوں نے سب سے پہلے قلعۂ معلّی قاہرہ میں دیوان انشاء میں توقیع نگاری کی خدمت سے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد انہوں نے متعدد دوسری خدمات انجام دیں جیسے شافعی قاضی القضاۃ کی نیابت حکم کی اور جامع عمرو بن العاص کے خطیب رہے، مدرسہ سلطان حسن کے مدرس ومعلم بنے۔ انہوں نے جامع حاکم بامر اللہ میں امامت اور مدرسہ مویدیہ میں تدریس حدیث کی خدمت بھی انجام دی ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء میں سلطان برقوق (ناصر بن

فرج بن برقوق (عہد ۸۰۱-۸۱۵ھ/۱۳۹۸-۱۴۱۲ء) نے ان کو قاہرہ کا محتسب بنا دیا۔ اس منصب عظیم پر مقریزی نے ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء سے ۸۱۰ھ/ ۱۴۰۷ء تک کئی بار خدمت انجام دی۔ انہوں نے اپنی سرکاری ملازمت کے دوران کئی بار بالخصوص ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء میں دمشق کا سفر سلطان ناصر بن فرج بن برقوق کے ساتھ کیا اور مختلف فرائض انجام دیئے۔ اس سلسلہ میں ان کو دمشق میں تقریباً دس سال تک قیام بھی کرنا پڑا۔ بعد میں وہ سرکاری ملازمت سے تنگ آ گئے اور اپنا سارا وقت علمی مشاغل میں صرف کیا۔ غالباً سرکاری ملازمت سے انہوں نے رخصت نویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے میں لی تھی۔

مقریزی کی عائلی زندگی کے بارے میں ہماری معلومات کافی کم ہیں۔ استاذ مصطفیٰ زیادہ کا خیال ہے کہ انہوں نے غالباً تیس سال کی عمر میں شادی قاہرہ میں کی اور اس سے ان کی ایک دختر تھی جو بعد میں طاعون کی بیماری میں راہی ملک عدم ہوگئی۔ زندگی کے آخری برس انہوں نے تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گذارے اور دو حج کیے۔ اور حج کے دوران مکہ مکرمہ میں کافی طویل مدت تک قیام بھی کیا تا کہ اس کے شیوخ واساتذہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ انہوں نے ان مذہبی قیاموں کے دوران بعض تالیفات بھی کیں جن میں ان کی مشہور کتاب سیرت امتاع الاسماع بھی شامل تھی۔ ان کا یہ سفر حج اور قیام مکہ ۸۳۴ھ/ ۱۴۳۰ء اور ۸۳۹ھ/ ۱۴۳۵ء کے درمیانی عرصہ میں رہا۔ سفر حج سے واپسی پر باقی زمانہ قاہرہ میں گذارا اور جمعرات ۱۶/رمضان ۸۴۵ھ/ فروری ۱۴۴۲ء کو طویل علالت کے بعد قاہرہ ہی میں انتقال کیا اور دوسرے دن جمعہ کو نماز سے قبل صوفیہ بیرسیہ کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ انہوں نے لگ بھگ اسی سال کی عمر پائی۔

ان کی علمی جلالت وعظمت کے ساتھ ساتھ ان کے اوصاف حمیدہ کا بھی تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے۔ بقول سخاوی اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن اخلاق اور کثرت تواضع وانکسار، بلندی ہمت، حسنِ عبادت، تہجد ونوافل کی مداومت سے حصہ وافر عطا کیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں فرائض ونوافل سے کبھی غافل نہیں رہے لیکن آخری عمر میں ان پر مداومت اور مواظبت بڑھ گئی تھی اور تصنیف وتالیف سے جو وقت بچتا تھا وہ عبادت الٰہی میں لگا دیتے تھے۔ ان کی ایک اور اہم صفت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات کبھی بھی سرکاری ملازمت کے باوجود کسی امیر یا حکمراں کی نظر کرم حاصل کرنے کے لیے نہیں پیش کیں اور نہ ہی اپنے علمی کاموں کو سرکاری ضروریات اور تقاضوں کے تابع کیا۔

## تالیفاتِ مقریزی

مقریزی کی تعلیم وتربیت ایسے عظیم اساتذہ کی گود میں ہوئی تھی جو مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے جیسے ابن خلدون مورخ وناقد تھے، ابن الصائغ فقیہ تھے، آمدی، عزبن کوبیک وغیرہ محدث تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے اساتذہ وشیوخ شعروادب، تاریخ وسیرت اور اسماء الرجال کے ماہرین تھے۔ بعض دوسرے نحو، جاہلی ادب اور بعض سائنسی علوم میں خاصا درک رکھتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بعد کی زندگی میں جب انہوں نے تصنیف وتالیف کا مشغلہ اپنایا تو مختلف علوم وفنون میں اپنی کتابیں لکھیں۔ ان کی تعداد ایک موٹے اندازے کے مطابق کئی درجن تک پہنچتی ہے۔ ان میں کئی مطبوعات کے زمرے میں آتی ہیں اور متعدد مخطوطات کی شکل میں ملتی ہیں اور متعدد دوسری مفقودات کی ذیل میں گنائی جا سکتی ہیں۔ کفیل احمد قاسمی نے ان کو دو قسموں مطبوعات اور مخطوطات کے تحت ذکر کیا ہے۔

### مطبوعات

المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، جو زیادہ تر "خطط مقریزی" کے عنوان سے معروف ہے، وہ مصطفیٰ زیادہ کے بقول ۱۴۱۷-۱۴۳۶ء کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئی اور زیادہ تر چھپتی رہی ہے۔ وہ مصر اور قاہرہ کی تاریخ بیان کرتی ہے جس میں اعلام واشخاص کے سوانح بھی ہیں۔ وہ خاصی ضخیم کتاب ہے۔ مصر سے ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء میں پیرس سے ۱۸۹۵ء اور ۱۹۰۱ء میں چھپنے کے علاوہ مصر نے ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۰ء میں بھی چھپی۔ وہ بیس جلدوں میں ہے۔

۲- اغاثہ الامۃ لکشف الغمہ مصر کے قحطوں کی تاریخ قدیم ترین ایام سے ۱۴۰۵ء تک بیان کرتی ہے۔ یہ کتاب مصطفیٰ زیادہ اور جمال محمد الشیال کی توجہ سے ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں دوسرے اہم واقعات ومباحث بھی ہیں۔ وہ اگرچہ چھیاسی صفحات کا مختصر رسالہ ہے۔

۳- الالمام بأخبار من بارض الحبشۃ اوسط درجہ کی کتاب ہے جو ملک حبشہ کی جغرافیائی تفصیلات کے علاوہ اس کے باشندوں کی خصوصیات وعادات، ان کے مذاہب وتحریکات اور سلاطین وغیرہ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ بلاد زیلع کا بھی ذکر کرتی ہے اور اس کی تیسری فصل قریش کی عربی

حکومت کے لئے اور چوتھی سوڈان کے لئے خاص ہے۔ مقریزی نے ۸۴۱-۸۳۹ھ کے دوران اسے تالیف کیا تھا اور ۱۸۹۵ء میں وہ مطبع تالیف سے چھپی۔

۴- **الذهب المسبوک فی ذکر من حج من الملوک** وہ تالیف مقریزی ہے جو خلفاء اسلام کے حج کرنے کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ وہ ۸۴۰-۸۳۰ھ کے دوران لکھی گئی تھی، مقریزی نے اپنی یہ کتاب ابن اثیر کی الکامل اور ابن حزم کی جمہرۃ الانساب اور حجۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء پر مبنی کر کے لکھی ہے۔ اس میں بعض معلومات بھی پائی جاتی ہیں خاص کر مصر کی سماجی زندگی کے بارے میں۔ یہ کتاب استاد جمال الدین الشیال کی توجہ سے مصر سے ۱۹۵۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی ہے۔

۵- **السلوک لمعرفة دول الملوک** مقریزی کی اہم ترین تالیفات میں سے ہے۔ وہ مصر کی کامل تاریخ پیش کرتی ہے اور سنہ وار واقعات بیان کرتی ہے۔ اس میں کافی حد تک اسلامی تاریخ اور ادیان و مذاہب وغیرہ کی تاریخ بھی آ گئی ہے۔ استاد مصطفیٰ زیادہ نے اس کتاب کا محقق ایڈیشن مصر سے شائع کیا ہے۔

۶- **تجرید التوحید المفید** عقائد و کلام پر مقریزی کی اہم تالیف ہے۔ وہ الوہیت ربوبیت اور مالکیت جیسے اوصاف الٰہی اور شرک و توحید جیسے عقائد اور حقوق عبودیت وغیرہ جیسے احکام سے بحث کرتی ہے۔ وہ زیادہ تر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابوں سے مستفید ہے۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں مصر کے مطبعہ مشرق سے چھپی تھی۔

۷- **کتاب اتعاظ الحنفاء** مصر کی فاطمی خلافت کی تاریخ کی کامل تاریخ ہے۔ وہ استاد شیال کی توجہ سے ۱۹۴۸ء میں پہلی بار مصر سے چھپی تھی اور دوسری بار ۱۹۶۷ء میں بھی قاہرہ سے شائع ہوئی۔

۸- **النقود القديمة الاسلاميه** مقریزی کی وہ نادر کتاب ہے جو اسلامی نظام سکہ کی تاریخ بیان کرتی ہے اور اس کے پس منظر میں جاہلی سکوں اور دوسرے نظاموں کا بھی مطالعہ کرتی ہے۔ وہ کئی بار چھپی ہے جیسے پیرس ۱۷۹۷ء، ۱۸۹۸ء وغیرہ۔ بلاشبہ وہ مقریزی کی اہم ترین تالیفات میں شمار ہوتی ہے۔

۹- **الطرفة الغريبة فی اخبار حضرموت العجيبة** کی تالیف مقریزی نے ۸۳۹ھ میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران کی تھی اور وہ حضرموت کے علاقہ کی تاریخ و ثقافت بیان کرتی ہے۔ وہ

۱۸۶۶ء میں جرمنی سے چھپی تھی۔

۱۰- کتاب النزاع والتخاصم فیما بین بنی امیة وبنی هاشم مشہور رقابت اموی اور ہاشمی کی تاریخ سے بحث کرتی ہے۔ وہ لائیڈن سے ۱۸۸۸ء میں چھپی تھی اور اس کا ترجمہ بھی ہوا تھا۔

۱۱- المکائیل والموازین الشرعیة اسلامی ماپ وپیائش کے اوزان سے بحث کرتی ہے روستوکی سے ۱۸۰۰ء میں چھپی تھی۔

۱۲- نحل عبر النحل حیوانات خاص کر شہد کی مکھیوں کی عادات وحالات سے متعلق ہے۔

۱۳- البیان والاعراب عما في ارض مصر من الاعراب مصر میں بسنے اور اس کی زیارت کرنے والے عرب قبائل سے بحث کرتی ہے۔ وہ گوتجن سے ۱۸۴۷ء میں چھپی تھی اور وستنفلڈ نے اس کا جرمن میں ترجمہ کیا تھا۔

۱۴- تاریخ الاقباط /اخبار قبط مصر مصر میں بسے ہوئے قبطی نژاد لوگوں کے بارے میں ہے اور اصل مع جرمن ترجمہ کے ساتھ گوتجن سے ۱۸۴۵ء میں چھپی تھی۔

۱۵- تاریخ الحبش کو بھی زرکلی نے ان کی مطبوعہ کتابوں میں شمار کیا ہے۔

۱۶- ذکر دخول قبط مصر فی دین النصرانیة مصر کے قبطی لوگوں کی نصرانیت میں داخلہ سے بحث کرتی ہے، یورپ سے ۱۲۲۸ھ میں چھپی تھی۔

۱۷- حروب الروم والفرنج رومیوں اور فرنگیوں کی جنگی تاریخ پر ہے۔ دارالکتب الآصفیہ حیدر آباد میں اسکا ایک مطبوعہ نسخہ ہے۔

۱۸- امتاع الاسماع بما للرسول من الانباء والاموال والحفدة والمتاع سیرت نبوی پر مقریزی کی کتاب ہے جو زیر بحث ہے۔

مخطوطات مقریزی میں کفیل احمد قاسمی نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں یہ ہیں:

۱- کتاب المقفیٰ جو بنیادی طور سے اسی جلدوں میں لکھی جانی تھی لیکن مقریزی صرف سولہ جلدیں لکھ سکے۔ وہ مصر کے اعیان پر سوانحی دائرۃ المعارف ہے۔

۲- عقد جواهر الاسفاط جو مصر کے پایۂ تخت فسطاط کی تاریخ ہے اور بقول شیال وہ مفقود ہے۔

۳- درر العقود الفریده فی تراجم الاعیان المفیده مقریزی کے معاصرین کے سوانح پر ہے۔

۴- جنی الازھار من الروض المعطار عام جغرافیائی معلومات سے متعلق ہے۔

۵- الخبر عن البشر عام تاریخ اور جغرافیہ پر ہے جو تاریخ قبائل، انساب نبوی، تاریخ ساسانی سلطنت بھی بیان کرتی ہے۔

۶- الاشارة والاعلام ببناء الكعبة بيت الله الحرام.

۷- الدرر المضيئة فی تاريخ الدولة الإسلامية.

۸- ذكر ماورد فی بنی امية وبني العباس الاقوال.

۹- منتخب التذكرة .

۱۰- تراجم ملوک الغرب.

۱۱- مقالة لطيفة وتحفة سنية شريفة فی حرص النفوس الفاضلة علی بقاء الذكر.

۱۲- المعرفة بمايجب لآل البيت الشريف من الحق علی من عداهم.

۱۳- الاشارة والايماء الٰی حل نغز الماء.

۱۴- ازالة التعب والعناء فی معرفة حال الغناء.

۱۵- البيان المفيد فی الفرق بين التوحيدو التلحيد.

۱۶- صلوٰة الليل مثنی مثنی / مختصر قيام الليل.

۱۷- المقاصد السنية فی معرفة اجسام المعدنية.

۱۸- حصول الانعام والميرفی سوال خاتمة الخير.

۱۹- الاخبار عن الاعذار.

۲۰- كتاب شارع النجاة.

۲۱- كتاب مجمع الفرائد ومنبع الفوائد.

۲۲- قرض سيدة المؤيد لابن ناهمن

ان تمام مطبوعہ، مخطوطہ اور گمشدہ تالیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ مقریزی نے امکانی طور سے

متعدد مزید کتابیں مختلف علوم وفنون پر لکھی تھیں جو آج ہمیں نہ دستیاب ہیں اور نہ معلوم ہیں۔ معلوم کتابوں کے موضوعاتی تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ مقریزی کا بنیادی موضوع اور میدان تبحر تاریخ تھی البتہ انہوں نے تاریخ اسلامی کے نئے نئے موضوعات جیسے سکوں کے نظام، تاریخی جغرافیہ، تہذیبی ترقی وغیرہ پر خامہ فرسائی کر کے تاریخ نگاری کے موضوع کو کافی وسعت دی اور اس میں نئی اور جامع جہات پیدا کیں۔ دوسرے موضوعات میں جغرافیہ پر ان کی تحریریں کافی قیمتی مواد رکھتی ہیں۔ انہوں نے توحید وعقائد اور کلامی موضوعات پر بھی اپنی کئی کتابیں چھوڑیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے تاریخ مذاہب پر بھی اپنی بعض تحریروں میں روشنی ڈالی۔ مقریزی کا ایک اہم علمی کارنامہ بعض سائنسی علوم پر تحریروں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ ان میں سکوں کے نظام کے ساتھ ساتھ اوزان کی ساخت، معدنیات، حیوانیات میں شہد کی مکھیوں، پانی اور موسیقی پر بھی ان کی نگارشات شامل ہیں۔ مقریزی کی اس ہمہ جہت یا کثیر الجہات علمی نگارشات کا ابھی تک تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔

## طریقۂ تالیف

علامہ مقریزی کی کتاب سیرت امتاع الاسماع کی موجودہ جلد اوّل ان کے ایک وسیع تر دائرۃ المعارف کا صرف ایک جزو ہے جیسا کہ اس کے محقق وشارح شیخ محمود شاکر نے اپنے مقدمۂ کتاب میں صراحت کی ہے۔ انہوں نے بقیہ جلدوں کے موضوعات کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے تاہم عنوان کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ بقیہ حصے بھی سیرت نبوی سے وابستہ تھے اور متعلقات سیرت کی ضمن میں آتے ہیں۔ امکان بہر حال اس کا بھی ہے کہ دوسرے واقعات واحوال بھی ان میں زیر بحث آئے ہوں، خاص کر خاندان رسالت کے حالات۔

امتاع الاسماع کی جلد اوّل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت مبارکہ پر حاوی ہے اور مکی اور مدنی دونوں ادوار حیات کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ مولف گرامی نے سیرت نبوی کی تالیف عام مسلمانوں سے زیادہ فقیہان عالم اور مفتیان ممالک کے لئے تھی کہ وہ موخر الذکر کے لئے زیادہ ضروری ہے۔ اپنے اس مقصد تالیف کا بہت واضح ذکر انہوں نے اپنے مقدمۂ کتاب میں کیا ہے۔ اس لحاظ سے امتاع الاسماع ابن حزم جیسے سیرت نگاروں کی کتب سیرت کے

زمرے میں آجاتی ہے۔ مقریزی نے اپنے موادِ سیرت کی تدوین و تالیف میں تشریعی نقطۂ نظر کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے اور متعدد امور و مسائل پر فقہی آراء کا ذکر ضرور کیا ہے۔

مقریزی کی سیرت نگاری کی ایک اہم خصوصیت یہ نظر آتی ہے کہ وہ پوری کتاب میں ایک ہی طریقۂ تالیف اپناتے ہیں اور امام طبری اور ان کے خوشہ چینوں کی مانند موضوعاتی اور سنہ وار تاریخ نگاری کا امتزاج نہیں پیش کرتے۔ ان کی امتاع الاسماع از اوّل تا آخر موضوعاتی ترتیب رکھتی ہے اور مدنی دور میں بھی یہی طریقۂ تالیف جاری رہتا ہے۔

امتاع الاسماع کی ایک اور صفت یہ ہے کہ وہ حیات طیبہ کے مختلف ادوار و مراحل میں عمر نبوی کے حوالہ سے توقیت کی نئی اور بھرپور کوشش کرتی ہے اور دو واقعات کے درمیانی عرصہ کی مدت اکثر و بیشتر متعین کرتی ہے۔ مثلاً رضاعت نبوی کے بارے میں تصریح کرتی ہے کہ ولادت کے بعد سات روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا پھر چند روز ثویبہ نے یہ سعادت حاصل کی اور اس کے بعد دو سال تک حلیمہ سعدیہ نے جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام پانچ سال رہا اور پانچ سال اور ایک ماہ کی عمر شریف میں آپ والدہ ماجدہ کے پاس آئے اور چھ سال تین ماہ اور دس دن کی عمر شریف میں والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی۔ اس طرح کی توقیت بعثت وغیرہ کے مباحث میں بھی وہ کرتے ہیں۔

ان کی سیرت نگاری کی سب سے اہم خصوصیات معلومات کی جدت اور اضافہ ہے۔ سیرت نبوی کے تقریباً ہر باب میں انہوں نے نئی معلومات فراہم کی ہیں جن کا احاطہ وقت طلب ہے تاہم بعض عناوین کے تحت اہم اضافات کا ذکر کیا جارہا ہے تا کہ ان کی جدت کا اندازہ ہو سکے: حضرت حلیمہ کی کنیت ام کبشہ، سات سال کی عمر شریف میں آنکھ میں تکلیف اور اس کا علاج، سوق حُباشہ کی تجارت نبوی، حضرت خدیجہ کا لقب صدیقہ اور اولین صدیق، فاتحہ کا بسملہ کے ساتھ نزول، نماز کی ارتقائی فرضیت، ابوبکر صدیق کی اولیت، قتل نبوی کے منصوبہ کا دفاع صدیقی، نصیبین کے جنات کا قبول اسلام بعد سفر طائف، مہاجرین مکہ کی اپنی جائدادوں کی تولیت قریش، اولین سنہ ہجری میں فرضیت زکوٰۃ بقول امام ابن حزم، غزوات بدر و احد وغیرہ میں متعدد نئی معلومات لاتے ہیں۔ حضرت ریحانہ بنت زید کے اسلام پر ان کی بحث بھی نئی معلومات کے ضمن میں آتی ہے۔ بنو قریظہ کے قتل پر بعض اوسی اکابر کی ناپسندیدگی کا ذکر بھی

نیا ہے۔غزوہ خیبر کے بعد منبر نبوی کی ایجاد اور حضرت ابوالعاص کے پاس حضرت زینب کی واپسی، فتح مکہ کے سبب میں خزاعہ اور بنو بکر کے اختلاف کا واقعہ کہ آپ کی ہجو کرنے والے ایک رئلی کو ایک خزاعی غلام نے قتل کر ڈالا تھا۔۸ھ/۶۳۰ء میں حضرت ابراہیم کی ولادت اور حضرت فاطمہ کلابیہ سے آپ کی شادی، غرض کہ مقریزی کی کتاب سیرت بہت سی نئی معلومات بھی رکھتی ہے جو عام طور سے کتابوں میں نہیں ملتیں۔

علامہ مقریزی عام طور سے اپنے مصادر و مراجع اور شیوخ و اساتذہ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی سندوں کا اہتمام کرتے ہیں البتہ کہیں کہیں ان کا حوالہ لے آتے ہیں جیسے ولادت تا بعثت کے مراحل حیات میں امام احمد بن حنبل، بخاری اور زبیر بن بکار وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔زکوٰۃ کی فرضیت کی توقیت کے بارے میں امام ابن حزم کا اور غزوۂ احد کے خطبۂ نبوی کے ضمن میں واقدی کا حوالہ دیتے ہیں۔ غزوۂ احد کے بعد تحریم خمر کے لئے بلاذری کا حوالہ دیتے ہیں۔صلح حدیبیہ کی منسوخی کے ضمن میں ابن اسحاق کا حوالہ دیا ہے۔

ان کی سیرت نگاری میں ایک اور وصف یہ ہے کہ وہ خالص تاریخی اور سوانحی واقعاتِ سیرت کے ساتھ ساتھ اسلامی تشریعی اور تہذیبی واقعات و احکام کو بھی تاریخی ترتیب کے ساتھ واقعات سیرت میں سمو کر پیش کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد تالیف بھی پورا ہوتا ہے اور ساتھ ہی وہ اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کی ارتقا کی کہانی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ قبل ہجرت کے واقعات میں قرآنی آیات اور سورتوں کے نزول، نماز وغیرہ کے احکام وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں اور بعد ہجرت واقعات وہ مختلف اکابر کی شادیوں، وفیات وغیرہ کے معاشرتی واقعات کے پہلو بہ پہلو اسلامی و تشریعی احکام کی توقیت بھی کرتے جاتے ہیں جیسے زکوٰۃ، صدقۂ فطر، رمضان، عیدالاضحیٰ، صلاۃ پنجگانہ کی تکمیل و ارتقاء، صلاۃ خوف، تحریم خمر، پردہ کے احکام، یہودی زناکاروں کا رجم، تیمم کے احکام، رات میں سفر سے واپسی کے بعد گھر نہ آنے کی ہدایت نبوی، احکام عزل، ۵ھ/ ۶۲۷ء میں فرضیت حج کا حوالہ، حدیبیہ کے بعد کافر بیویوں کو طلاق دینے کا حکم الٰہی، غزوۂ خیبر کے ضمن میں بعض ماکولات و مشروبات کی تحریم، فتح مکہ کے بارے میں ائمہ اور فقہاء کا اختلاف، طواف و قیام مکہ کے اسلامی احکام اور حج کے قوانین وغیرہ۔

وہ تقریباً ہر باب میں دلائل نبوت کا بھی برابر ذکر کرتے ہیں اور اس لحاظ سے مقریزی کی حسِ توقیت کو فضیلت ملتی ہے کہ دوسرے عام طور سے دلائل نبوت کو الگ بیان کرتے ہیں۔ ولادت،

رضاعت، شق صدر، بعثت وغیرہ کے علاوہ بعد ہجرت کے واقعات میں وہ واقعات کے ضمن میں زمانی ترتیب کے ساتھ دلائل نبوت کا ذکر کرتے ہیں جیسے ذات الرقاع کے ضمن میں دلائل نبوت کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔

## مصادر و مآخذ


| | | |
|---|---|---|
| ابراہیم حسن علی | تاریخ المماليك البحريه | مکتبہ نہضہ مصریہ قاہرہ ۱۹۴۸ء |
| ابن تغری بردی | المنهل الصافي والمستوفي بعد الوافي | مکتبہ دارالکتب المصریہ قاہرہ ۱۹۵۶ء |
| | النجوم الزاهره | قاہرہ ۱۹۴۹ء |
| ابن حجر عسقلانی | الدرر الكامنه | حیدرآباد دکن ۱۳۵۰ھ |
| | رفع الاصر | وزارۃ الثقافۃ قاہرہ ۱۹۶۱ء |
| ابن العماد حنبلی | شذرات الذهب | مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۱ھ |
| اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ لاہور | مقالہ المقریزی | |
| اسماعیل باشا | هدية العارفين | استانبول ۵۵-۱۳۵۱ھ دوم |
| بروکلمان | | لائیڈن ۴۹-۱۹۳۷ء دوم وسوم |
| حاجی خلیفہ | كشف الظنون | لندن ۱۸۳۵ء دوم |
| رزق سلیم محمود | عصر سلاطين المماليك | مکتبہ الآداب قاہرہ ۱۹۶۲ء جلد ہشتم |
| زرکلی، خیرالدین | الاعلام | مکتبہ الآداب قاہرہ ۱۹۶۲ء جلد دہم |
| زیدان، جرجی | تاريخ آداب اللغة العربية | مطبعہ الہلال قاہرہ ۱۹۳۱ء چہارم |
| سخاوی | الضوء اللامع | مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ دوازدہم |
| سرکیس، یوسف الیان | معجم المطبوعات | مطبعہ سرکیس مصر ۱۹۲۸ء |
| سیوطی | بغية الوعاة | مطبعہ السعادۃ قاہرہ ۱۳۲۶ھ |

| | | |
|---|---|---|
| | حسن المحاضره | مطبعہ ادارۃ الوطن قاہرہ ۱۲۹۹ھ |
| الشوکانی | البدر الطالع | مطبعہ السعادہ قاہرہ غیر مورخہ دوم |
| صدیق حسن خان | التاج المکلل | مطبعہ الہندیہ بمبئی ۱۹۶۳ء |
| طرخان، ابراہیم علی | مصرفي عصر دولة المماليک البحرية | قاہرہ ۱۹۶۰ء |
| کاشف السیدۃ اسماعیل | مصرفي عصر الولاة | مکتبہ النہضہ المصریہ قاہرہ غیر مورخہ |
| کحالہ، عمر رضا | معجم المؤلفين | المکتبہ العربیۃ دمشق ۱۹۵۷ء |
| کفیل احمد قاسمی | المقريزى، حياته، بيته و آثاره | علی گڑھ ۱۹۹۵ |
| مصطفیٰ زیادہ | المورخون فى مصرفي القرن التاسع | قاہرہ ۱۹۵۴ء |
| المنجد، صلاح الدین | اعلام التاريخ والجغرافيا عند العرب | بیروت ۱۹۵۹ء دوم |

# مقریزی کی امتاع الاسماع

امام تقی الدین احمد بن علی مقریزی کی کتاب إمتاع الأسماع کا پورا نام "إمتاع الأسماع بما للرسول من الانباء والاموال والحفدة والمتاع" ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ وہ سیرت نبوی کے علاوہ دوسرے امور وواقعات پر بھی مشتمل ہے۔ اس کی جلد اوّل خاص سیرت پر مبنی ہے اور خاصی اہم کتاب سیرت سمجھی جاتی ہے۔ مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر نے ۱۹۴۱ء میں عظیم محقق محمود محمد شاکر کی تصحیح وشرح کے ساتھ شائع کی ہے رئیس اللجنہ ڈاکٹر احمد امین کی مختصر تقدیم کے بعد متن کتاب ۵۵۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد فہرست اعلام و اماکن، ایام وغزوات، کتب ومستدرک اور فہرست کتاب کے صفحات ہیں (ص: ۶۸۶-۵۵۳) اور آخر میں محقق وشارح کا تین سطری خاتمہ ہے۔

مولف گرامی اپنے مقدمہ میں عمدہ ادبی زبان واسلوب میں حمد وصلوٰۃ لکھنے کے بعد عام مسلمانوں کے لئے سیرت نبوی کی معرفت ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد صاحبان افتاء اور حاملانِ علم اور قاضیان شرع کے لئے اسے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں اور اس غرض ومقصد کے لئے اپنی کتاب لکھنے کا حوالہ دیتے ہیں اور کتاب کا عنوان اور اللہ کا احسان تسلیم کرنے کے بعد براہ راست کتاب شروع کر دیتے ہیں (ص: ۲-۱)۔

نسب گرامی میں وہ آپ کے اسماء، کنیتوں اور القاب کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے کئی نئے ہیں جیسے "سید ولد آدم، ابوابراہیم، ابوقثم، ابوالارامل" پھر عدنان تک نسب گرامی بیان کر کے النبی المصطفیٰ والرسول المجتبیٰ، خیرۃ رب العالمین وغیرہ القاب بیان کرتے ہیں۔ پھر والدہ ماجدہ کا نسب گرامی کعب تک اور آپ کے حمل مبارک کے مقام وتاریخ کا حوالہ دے کر آپ کی ولادت باسعادت کی جائے

ولادت، دن، تاریخ، ماہ اور سنہ کے بارے میں مختلف روایات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔اس میں مختلف تقویموں کا بھی حوالہ ہے اور پھر آپ کی صفت ولادت یعنی معجزات کا ذکر کرتے ہیں اور مدت حمل کی روایات کے ساتھ والد گرامی عبداللہ کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال کا ذکر بلا سند لفظ قیل کے ساتھ کرتے ہیں (ص: ۵-۲)۔

رضاعت نبوی کے بارے میں مقریزی نے سات روزہ رضاعتِ والدہ ماجدہ کے بعد چند روزہ رضاعتِ ثویبہ کنیز ابی لہب اور پھر دو سالہ رضاعتِ حلیمہ کا ذکر کیا ہے۔آپ کے تمام رضاعی بہنوں بھائیوں کے ذکر کے علاوہ حضرت حلیمہ کا نسب ان کی کنیت ''ام کبشہ'' کے ساتھ بیان کیا ہے۔بنو سعد میں چار سالہ قیام، معجزۂ شق صدر، پانچ سال اور ایک ماہ کی عمر میں والدہ گرامی کے پاس واپسی، چھ سال تین ماہ اور دس دن کی عمر میں والدہ ماجدہ کی وفات، دادا کی کفالت، سات سال کی عمر میں آپ کی آنکھ کی تکلیف و علاج، حضرت ام ایمن کی پرورش، وصیت پدری کے سبب کفالت ابی طالب اور کیفیت کفالت، چچا کے ساتھ اولین سفر شام، قصۂ بحیرا راہب، سوق حُباشہ میں حضرت حکیم بن حزام سے تجارت کا واقعہ، حضرت خدیجہ کے مال کے ساتھ تجارت، حضرت سائب کی تجارت میں شراکت، اس کے بعد بکریاں چرانے کا نبوی کام، حرب فجار میں شرکت، تجارت خدیجہ کے ضمن میں دوسرا سفر شام اور نسطور راہب سے ملاقات، حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی اور دونوں کی عمر کے بارے میں مختلف اقوال، حلف الفضول میں شرکت کا مختصر حوالہ، تعمیر کعبہ میں شرکت اور تنصیب حجر اسود کا مفصل بیان آپ کے قبل بعثت زندگی کے مختلف مراحل ہیں جن کا ذکر مقریزی نے اسی ترتیب سے کیا ہے۔اس میں کہیں کہیں مآخذ و محدثین و رواۃ کے نام بھی مذکور ہیں جیسے بخاری، زبیر بن بکار، امام احمد (ص: ۱۲-۵)۔

مقریزی ابواب و فصول میں مباحث سیرت نبوی کو تقسیم کیے بغیر مسلسل بیانیہ کی شکل میں اپنا مواد پیش کرتے ہیں۔اسی وجہ سے قبل بعثت کی حیات مطہرہ کے بعد بعدِ نبوت حیات مبارکہ کا ذکر اسی تسلسل کے ساتھ لاتے ہیں۔چنانچہ نبوت کی اولین ابتداء کا ذکر معائنہ فضل الٰہی جیسے شق صدر، معائنہ عینی، شجر و حجر کی تسلیم، علماء و امم کی پیشگوئیوں اور رویاء صادقہ کے حوالہ سے کرتے ہیں۔نبوت کے آغاز کا ذکر غار حراء میں قیام، حضرت جبریل کی رویت اور چالیس سال کی عمر میں نبوت اور نزول قرآن سے کرتے ہیں اور عمر نبوت کے بارے میں مختلف اقوال کے علاوہ کئی راویوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز

کلمات بیان کر کے ان کو پہلی "صدیق" قرار دیتے ہیں پھر بسملہ، فاتحہ کے نزول کے بارے میں دوسرا قول ذکر کر کے فترۂ وحی اور اس کے عرصہ، سورۂ مدثر کے نزول، وحی کے مسلسل نزول، دعوت اسلامی کے آغاز، تین سالہ خفیہ تبلیغ اور اعلان دعوت کے مباحث کو ایک پیراگراف میں سمو دیتے ہیں (ص: ۱۵-۱۲)۔

اولین مسلمانوں میں حضرت خدیجہ کے بعد بالترتیب حضرت ابوبکر اور ان کی دعوت پر اسلام لانے بزرگوں کے بعد حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کا ذکر ان کے نسب اور بعض سوانحی تفصیل کے ساتھ دیتے ہیں۔ نمازوں کی ارتقائی فرضیت پر مختصر تبصرہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے اسلام کو اولین اور اہم ترین قرار دیتے ہیں پھر حضرات ورقہ بن نوفل، ارقم بن ابی ارقم مخزومی کے قبول اسلام کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تعذیب اور دعوت اسلامی پر الگ الگ مختصر بحث کرتے ہیں اور ان موالی مسلمانوں کا ذکر خیر لکھتے ہیں جن کو ابوبکر صدیق نے عذاب اسیری و قریش سے آزاد کرایا تھا۔ اسی میں آپ کے قتل کے ایک قریشی منصوبہ اور حملہ اور حضرت ابوبکر کے دفاع کا مختصر حوالہ دے کر حضرت ابن مسعود کی مردانہ وار تلاوت قرآن مجید اور پانچ اکابر قریش کے اسلام سے رجوع کا حوالہ دیتے ہیں (ص: ۲۰-۱۵)۔

اگلے مختصر مباحث ہجرت حبشہ اولی، مسلمانوں کو واپس لانے کے لئے قریشی وفد کی حبشہ زیارت، حضرت جعفر کی تقریر اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری کی سفارتِ نبوی کا حوالہ مختصر مآخذ سے دیتے ہیں۔ وہ مختلف مہاجرین کے اسماء اور ان پر اختلاف مورخین کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ اگلی بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو طبقات اعداء پر مشتمل ہے جو نسبتاً مفصل ہے پھر حضرات عمر و حمزہ کے قبول اسلام اور اسلام کے لئے ان کے اثرات پر ہے۔ مقاطعۂ کے صحیفہ اور شعب ابی طالب کی محصوری کے ذکر کے بعد تراسی مکی مسلمانوں کی دوسری ہجرت حبشہ کا مختصر حوالہ دے کر صحیفہ کے معجزاتی خاتمہ کا اور بعض رحمدل قریشی اکابر کی مساعی کا ذکر کرتے ہیں۔ اگلے مختصر مباحث ہیں: حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی موت اور اس کا اثر، سفر طائف، نصیبین کے جنات کا قبول اسلام، نخلہ کا قیام، مطعم بن عدی کی جوار میں مکہ واپسی اور قیام، حضرت طفیل بن عمرو دوسی اور انکے اسی خاندانوں کا قبول اسلام، اسراء و معراج اور پنجگانہ نمازوں کی فرضیت، جسدی یا روحانی اسراء و معراج، رویت باری وغیرہ کی بحث، قبائل کے سامنے نبوی پیشکش میں قبائل کے نام اور واقدی کے حوالہ سے ان کی قبیلہ وار تفصیل کا حوالہ،

انصار مدینہ کے اولین تعارف اسلام کے حوالہ سے سوید بن صامت کے تاثر اسلام اور ایاس بن معاذ کے قبول اسلام کا ذکر، بیعت عقبہ اولیٰ اور ان کے اصحاب، اسلام انصار، بیعت عقبہ ثانیہ، حضرت مصعب کی مدینہ روانگی، بنو عبد الاشہل کا قبول اسلام، مدینہ پہنچنے والے اولین مہاجرین مصعب و ابن ام مکتوم، اولین جمعہ اور اس کے امام، بیعت عقبہ اخیرہ، اولین بیعت کرنے والے بارہ نقیبوں کی تقرری اور ان کے اسماء (ص: ۳۷-۲۰)۔

ہجرت کا مبحث مکہ کے مسلمانوں کی انفرادی اور خفیہ ہجرت کے ذکر سے شروع ہوتا ہے۔ مقریزی نے ایک نئی بات یہ کہی کہ مہاجرین اپنے قبیلہ/قوم کے کسی شخص کو اپنے مال و جائداد کا متولی بنا دیتے تھے تو بعض لوگوں نے امانت کی حفاظت کی اور بعض متولیوں نے ان کی بیچ ڈالا اور حفاظت کرنے والوں میں سے ایک ہشام بن حارث بن حبیب تھے کہ ان کی مدح حضرت حسان نے اسی بنا پر کی تھی پھر عقبہ اخیرہ کے بعد ہجرت کرنے والوں کا مختصر ذکر ہے اور ہجرت نبوی کے پس منظر میں قریش کے قتل نبوی کے منصوبہ، حضرت علیؓ کے استخلاف کا ذکر بعض نئی معلومات کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کے گھر سے قرآن پڑھتے ہوئے دشمنوں کے سامنے سے نکلنے، حضرت ابوبکر کے گھر جانے، ان کو ہجرت کی تیاری کرنے، مکہ سے دونوں کے روانہ ہونے، غارِ ثور کے قیام، تعاقب کرنے والوں کے ناکام رہنے، سراقہ بن جعشم کے ناکام تعاقب، غار ثور سے روانگی اور اس کی تاریخ، حضرت بریدہ اور ان کے قبیلہ کے اسلام، ام معبد کے واقعہ کا ذکر کر کے مدینہ میں آپ کی آمد، تاریخ ہجرت، بعثت و ہجرت کے وقت آپ کی عمر شریف، اہل مدینہ میں سے اولین دیکھنے والے یہودی، قباء کے قیام، عبداللہ بن سلام اور مخیریق کے قبول اسلام، ناقۂ نبوی کا واقعہ، اولین خطبۂ نبوی، حضرت ابوایوب کی میزبانی، انصار کے اولین ہدایا، مسجد اور حجروں کی تعمیر اور ان کی تعداد و ساخت، حضرت ابوبکر کی منزل سُنح، حضرت علی کی ہجرت و قیام گاہ، حضرت عثمان کی قیام گاہ، خاندان رسالت کے لانے کے لئے حضرات زید بن حارثہ اور ابورافع کی مکہ روانگی اور مدینہ واپسی کا ذکر مختصراً کیا ہے (ص: ۴۹-۳۸)۔

مدینہ منورہ کے دوسرے اولین اقدامات نبوی میں یہود کیساتھ معاہدہ، انصار و مہاجرین کے درمیان مواخاۃ، نماز کی تکمیل، زکوٰۃ کی فرضیت بقول ابن حزم، مکان ابی ایوب سے اپنے حجروں میں منتقلی، حضرت عائشہ کی رخصتی، نمازوں کے لئے اذان کی مشروعیت، نماز حضر کی تکمیل، قتال و جہاد کی

فرضیت، اولین سریۂ اسلام، سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ بن الحارث، اسلام کے اولین تیرانداز اور واقعہ تیر اندازی، سریۂ سعد بن ابی وقاص، غزوہ ودان/ ابواء، حضرت فاطمہ کی شادی، غزوۂ سفوان/ بدر اولی، غزوۃ العشیر ہ، حضرت علی بن ابی طالب کی کنیت ابوتراب، سریۂ نخلہ اوراس کے مفصل ذکر میں اولین خمس، اولین غنیمت، اولین مقتول اور اولین اسیر اور اولین امیر المؤمنین کے لقب یا نام سے مسمّیٰ، واقعہ نخلہ کی دوسری روایت ابن ابی شیبہ، تحویل قبلہ، صیام رمضان اور زکوٰۃ الفطر کی مشروعیت کا ذکر کیا ہے (ص: ۶۰-۴۹)۔

غزوۂ بدر کا مبحث نسبتاً کافی مفصل ہے۔ اس کو حق و باطل کے درمیان فرقان قرار دے کر غزوہ کے اندر پنہاں دلائلِ نبوت جیسے کاروان تجارت کے بالمقابل لشکر مکہ سے تصادم، جنگ کے وقت بارانِ رحمت کا نزول، مسلم لشکر کی غیبی ملائکہ کی امداد، آپ کی رمی جمار (حصیٰ)، دشمنوں کی تعداد کی تقلیل الٰہی، مصارع اکابر قریش کی پیشگوئی وغیرہ کا ذکر کافی تفصیل سے کیا ہے پھر غزوۂ بدر کے مختلف مراحل کا بیان ہے جیسے بدر کی طرف اولین روانگی، مسلم جاسوسوں کی خبرگیری، تاریخ روانگی، مجاہدین کا عرض و معائنہ اور کم عمروں کی واپسی، نبوی دعائے کریمہ، جاسوسوں کی تقرری اور نائب نبوی کا استخلاف، مسلم لشکر کی تعداد، دوسری نبوی دعاء، سواری کے اونٹوں کی کمی اور قلت رسد کے سبب فراخی کی دعائے نبوی اور اس کی قبولیت، لشکر کی تیاری اور صف بندی، مسلم شہسواروں کی تعداد، کاروان قریش کی مالیت اور حملہ کے خوف سے لشکر قریش کی طلبی، قریش کی تیاری اور روانگی، بدر کی طرف روانگی سے کراہت قریش، ابوجہل کی ضد، ضمضم اور عاتکہ کے خواب، قریشی لشکر کے کھلانے والے، ان کے گھوڑوں اور اونٹوں کی تعداد، بدر میں قریشی لشکر کی آمد، جہیم بن الصلت کا خواب، کاروان تجارت کی بحفاظت مکہ واپسی اور لشکر کو ابوسفیان کا واپسی کا حکم، ابوجہل وغیرہ کا انکار، بنوزہرہ اور ان کے سردار کی مکہ واپسی، مکہ میں مسلم فتح کی غیبی نداء، عرق الظبیہ کے ایک اعرابی سے کلام نبوی، ابوجہل وغیرہ کے لئے نبوی بددعا، آپ کی روانگی اور روزہ افطار کرنے کا حکم، ناقۂ نبوی کے بیٹھ جانے کا واقعہ، بدر سے قبل مشاورت نبوی، مصارع قریش کی نبوی پیشگوئی اور تعیین، پرچموں کی تقسیم، قریشی سقوں کی گرفتاری اور لشکر کی تعداد، حضرت حباب بن منذر کا جنگی مشورہ، بارش و اونگھ کے انعامات، عریش کی تعمیر، مسلم لشکر کی صف بندی، ملائکہ کی آمد، افسران لشکر مسلم، خطبۂ نبوی، قریش کو واپس بھیجنے کے لئے حضرت عمر کی سفارتِ نبوی، عمیر بن وہب کی قریشی لشکر کے اندر جاسوسی، بعض اکابر قریش کی واپسی کی تجویز، جنگ کا آغاز اور اولین مقتول، نبوی الحاح وزاری اور دعاء، قتال میں نبوی قیادت

وامامت، مبارزت ابوجہل کی دعائے فتح، ابلیس کی فتنہ انگیزی، شعار مسلم، ملائکہ کی جنگی شرکت، بعض اکابر قریش کے قتل کی نبوی ممانعت، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف، ابوجہل کے قتل، مسلمانوں کے تین دستے، غنائم پر اختلاف اور نزول قرآن، تقسیم غنائم اور مسلم حصص، اکابر قریش کی قید و اسارت، مقتولین بدر کا معاملہ، اہل مدینہ کو فتح کی بشارت، منافقین کا اسلام، حضرت عمیر کا قبول اسلام، قریشی اسیران بدر کا فدیہ، شہداء بدر کی تعداد اور اسی پر بدر کے مباحث ختم ہوتے ہیں (ص: ۱۰۱-۶۰)۔

بدر کے بعد کے اہم مباحث یہ ہیں: عصماء بنت مروان کا قتل، زکوۃ الفطر کی فرضیت، ابوعفک یہودی کا قتل، غزوۂ بنی قینقاع، غزوۃ السویق، اولین عید الاضحیٰ اور قربانی، معاقل و دیات کی کتاب نبوی، حضرت فاطمہ کی شادی، غزوۂ قرارۃ الکدر/قرقرۃ بنی سلیم، کعب بن اشرف کے قتل کا سریہ، ابن سنینہ کا قتل، غزوہ ذی امر، دعثور کا منصوبہ قتل اور اسلام، حضرت ام کلثوم کی شادی، غزوۂ بنی سلیم، قردہ کا سریہ حضرت زید، حضرت حفصہ اور حضرت زینب ام المساکین سے آپ کی شادی۔ ان میں سے بنوقینقاع کے غزوہ اور کعب کے قتل کا ذکر نسبتاً زیادہ مفصل ہے (ص: ۱۱۳-۱۰۱)۔ باقی مختصراً مذکور ہیں۔

غزوۂ احد کا بیان غزوۂ بدر کی مانند کافی تفصیلات کا حامل ہے: اس میں پہلے بعض دلائل نبوت کا ذکر کیا ہے پھر سبب غزوہ کا جس میں عربوں کو برانگیختہ کرنے کی قریشی سفارتوں کا بھی ذکر ہے۔ دوسرے اہم ترین مباحث ہیں: قریشی لشکر کی تعداد و روانگی، حضرت عباس کی مخبری، مسلم جاسوسوں کی خبرگیری، احد کے پاس مسلم شہسواروں سے تصادم اور مدینہ کی حفاظتی تدابیر، رویائے نبوی، کھلے میدان میں نکل کر نہ لڑنے کی نبوی حکمت، جوشیلے صحابہ کا اختلاف اور آپ کا احد کی طرف نکلنے کا فیصلہ، غزوۂ احد میں مسلم علمبردار، منافقین کی علیحدگی، مسلم شہسوار دستہ، کم عمر مقاتلین کی واپسی، محافظ دستہ اور راہبر، فریقین کی صف بندی، خطبۂ نبوی، (بروایت واقدی)، ابوعامر راہب کی جنگی اولیت، مشرک خواتین کی شمولیت اور رجز، قزمان کی شجاعت، تیراندازوں کی تعیناتی اور مشرکین کا حملہ اور قتل، تیراندازوں کی نافرمانی اور مسلمانوں کی ہزیمت، شہادت نبوی کی افواہ سے افراتفری اور مسلمانوں کا قتل، مسلمانوں کی شجاعت اور آپ کی موجودگی کی خبر پاکر واپسی اور مشرکین پر حملہ، ان کی واپسی، آپ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں کے نام، موت پر بیعت کرنے والوں کے اسماء، آپ کا دفاع کرنے والے جان نثاروں کی شجاعت اور حضرت ام ایمن کا واقعہ، حضرت قتادہ کی آنکھ کا معجزہ، حضرت ابوطلحہ کی جاں نثاری، قریشی

قاتلین نبوی کے نام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جراحت کی تفصیل اور علاج، مسلم خواتین کی خدمات، ابی بن خلف اور عثمان مخزومی کا نبوی ہاتھوں سے قتل، حضرات سہل بن حنیف، طلحہ بن عبیداللہ، علی، حباب بن منذر وغیرہ کی شجاعت، حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے فرزند کا واقعہ، حضرت شماس کی جانثاری، اولین ہزیمت کے بعد واپس آنے والے صحابہ، قتال پر آمادہ کرنے والے صحابہ، حضرت ابودجانہ، رشید الفارسی، عمرو بن ثابت، مخیریق، عمرو بن الجموح، ام عمارہ، حنظلہ کی شجاعت اور دوسرے جاں نثاروں کے واقعات، مسلم مفرورین کی مدینہ میں درگت، آپ کا ابن العواتک ہونے کا اعلان، حضرت انس بن مالک، خارجہ بن زید، اور ثابت بن الدحداحہ وغیرہ کی مجاہدانہ شہادت، حضرت حمزہ کی وحشی کے ہاتھوں شہادت کی تفصیل، حضرت عبداللہ بن جحش کی شہادت، آپ کی سلامتی اور جنگی اقدام، نعاس کا واقعہ، ابوسفیان کے اعلان کے جواب میں حضرت عمر کا جواب، مشرکین کی واپسی اور مکہ آمد، مکہ میں اولین خبر لانے والے کا نام، ابوعزہ جمحی کا واقعہ، شہداء کی تدفین، حضرات حمزہ و مصعب کا ذکر خیر، شکر الٰہی، مدینہ واپسی اور ماتم شہداء، منافقین کی شماتت اور غزوہ کے بارے میں آیات قرآنی کا نزول، حضرت حمزہ کا مثلہ کرنے والے معاویہ بن مغیرہ کا انجام اور اسی پر غزوۂ احد کا باب ختم ہوتا ہے (ص:۲۶-۱۱۳)۔

مقریزی نے غزوہ حمراء الاسد کا ذکر نسبتاً مفصل کیا ہے اور اس کے بعد بالترتیب سریہ ابی سلمہ (قطن)، غزوۂ بئر معونہ، غزوۂ رجیع خاص کر شہادت حضرت خبیب کا ذکر کیا ہے۔ پھر خاصا اچھا بیان غزوۂ بنی النضیر کا دیا ہے اور حضرت عثمان کے فرزند حضرت عبداللہ کی وفات اور حضرت ام سلمہ سے آپ کی شادی کا ذکر کر کے غزوۂ بدر الموعد کی تفصیل دی ہے۔ پھر ابورافع کے قتل کیلئے سریہ ابن عتیک کا بیان ہے اور اسی سنہ میں حضرت زید کی کتاب یہود کی تعلیم اور حضرت حسین کی ولادت کا حوالہ ہے۔ غزوہ ذات الرقاع کے بیان میں مقریزی نے دلائل نبوت، مسلم لشکر کی روانگی، صلاۃ خوف پر بحث و تحقیق اور اہل مدینہ کو اپنی سلامتی کی خبر دینے کے لیے دو سفیروں کی روانگی، بعض معجزات، غورث کے واقعہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں تحریم خمر کا حوالہ بلاذری سے دیا ہے پھر غزوہ دومۃ الجندل کا مختصر بیان ہے اور بعض معاشرتی واقعات جیسے حضرت زینب سے شادی، پردہ کے احکام نزول، یہودی زناکاروں کے رجم، چاند گرہن وغیرہ کا حوالہ ہے (ص:۹۵-۱۶۶)۔

غزوہ المریسیع کا مفصل بیان ہے، جس کے اہم مباحث ہیں: سبب غزوہ، راستہ میں ایک عبدالقیسی

کا قبول اسلام، مریسیع آمد اور دشمن سے تصادم، ان کی شکست اور قتل اور اسیری، واحد مسلم شہادت، شعار مسلم، اسیروں اور غنائم کی تقسیم، حضرت جویریہ کی اسیری، رہائی اور شادی اور اس کی برکت سے پورے بنوالمصطلق کی آزادی، عزل کے احکام، انصار و مہاجرین کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی منافقین کی سازش، منافقین کی دوسری حرکات کا بیان، تیمم کے احکام کا نزول اور واقعۂ افک کا مفصل بیان، رات میں گھر نہ آنے کی نبوی ہدایت اور غزوہ کی تاریخ پر مورخین کا اختلاف واقوال (ص: ۲۱۵-۱۹۵)۔

غزوۃ الخندق/ الاحزاب کا مبحث بھی مقریزی نے بہت مفصل دیا ہے اور اس کے اہم امور ونکات یہ ہیں: مختصر تمہید، آغاز وسبب، مشرکین اور یہود کا اتحاد، قریشی لشکر کی روانگی اور احزاب کے منازل، مشاورت نبوی اور خندق کی جنگی ترکیب، خندق کی کھدائی کی تفصیلات، معجزات ومبشرات نبوی، مسلم عددی طاقت، نبوی مساعی قتال، مسلم لشکر کے مقامات جنگ، بنوقریظہ کی غداری اور معاہدہ کی خلاف ورزی، ان کے روکنے کی نبوی کوششیں، منافقین کی سازشیں، حی بن اخطب سے اکابر قریش کے معاملات، خندق کی حفاظت کے انتظامات، مشرکین کی خندق پار کرنے کی کوششیں، مہاجرین کا شعار اور بہادری، مشرکین کی تیراندازی اور مسلم مجاہدین کی ابتلاء وخوف، بعض مقابلوں کی تفصیل اور ضمنی واقعات، احزاب کو توڑنے کی حضرت نعیم بن مسعود کی مساعی، احزاب پر قہر الٰہی اور بددعائے نبوی، ان کی واپسی، محاصرہ کی مدت، ابوسفیان کا خط اور آپ کا جواب، خندق کے بارے میں نزول قرآن، مسلم شہداء اور مقتولین مکہ (ص: ۲۴۱-۲۱۵)۔ اسی کے بعد غزوہ بنی قریظہ کا ذکر ہے جس کے اہم عناوین یہ ہیں: تاریخ وسبب، روانگی اور محاصرہ، تیراندازوں کی تقدیم اور قلعوں کے گرد مسلم صف بندی، صلح کے لئے یہودی درخواست، بنوقریظہ کے بعض اکابر کا نزول ومعافی، حضرت ابولبابہ سے مشاورت یہود اور ان کی توبہ، یہود کا نزول بلاشرط اور ان کی قید واسارت، حضرت سعد بن معاذ کی تحکیم اور قاتلین کا قتل واسیری، ان کے قتل پر بعض اوسی اکابر کی ناپسندیدگی، رفاعہ بن سموال اور ریحانہ بنت زید وغیرہ کا اسلام اور اموال غنیمت کی تقسیم، اسیروں کی فروخت، حضرت صفیہ وغیرہ صحابیات کا فے میں حصہ، حضرت معاذ کی وفات اور مسلمانوں کا ملال، خیبر کے بنوالنضیر کو بنوقریظہ کے انجام کی خبر (ص: ۲۸-۵۳)۔

بعض روایات کے مطابق حضرت زینب بنت جحش سے شادی، فرضیت حج کا مختصر حوالہ دے کر سفیان بن خالد کے قتل کے سریۂ عبداللہ بن انیس، غزوۃ القرطاء، غزوہ لحیان، غزوۂ غابہ کا بیان ہے جس

میں موخر الذکر کا مفصل بیان ہے۔ پھر چار سرایائے عکاشہ، محمد بن مسلمہ، ابی عبیدہ اور زید کا مختصر ذکر ہے۔ جس کے بعد حضرت ابوالعاص کے قبول اسلام اور مغیرہ بن معاویہ کے حضرت عائشہ کی قید سے فرار کے واقعات کو بیان کیا ہے جس میں حضرت عائشہ کے لئے دعائے نبوی کا بھی حوالہ ہے۔ تین سرایائے زید (طرف وحسمی) اور دومۃ الجندل کے بعد حضرت علی کے سریۂ بنوسعد، سریہ ام قرفہ، سریہ عبداللہ بن رواحہ، کرز بن جابر فہری اوران کے واقعات ہیں (ص: ۲۴۷-۲۵۳)۔

عمرۂ حدیبیہ کے بیان میں بعض نئے اور بعض معروف امور ونکات کا ذکر ہے جیسے بسر بن سفیان کا اسلام اوران کی خریداری ہدی، مسلمان مجاہدوں کا فتح کے بارے میں ایقان اوران کے اسلحے اور قربانی کے جانور، تاریخ روانگی اور عمرہ کے مناسک کی تیاری، مسلم مجاہدین اور خواتین کی تعداد، آپ کے سفر کے بارے میں بنوبکر، جہینہ اور مزینہ اور بنوہند کا خیال وہدیہ، ہدایا میں سے مشرکین کے ہدایات کا ردکرنا، احرام کے مسائل احوال واشخاص کے حوالہ سے، جحفہ کا قیام اور خطبہ نبوی، قریشی لشکر کی آمد اور آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے کا قریشی فیصلہ، بدیل بن ورقاء کی ملاقات نبوی، خالد مخزومی کا دستہ اور مسلمانوں کی نماز خوف، اولین صلوٰۃ خوف کے بارے میں اختلاف علماء، سفر مسلم کے واقعات، حدیبیہ کی منزل وقیام، دلائل نبوت جیسے بارش وغیرہ، بدیل بن ورقاء کی آپ سے گفتگو، قریشی سفارتیں جیسے عروہ بن مسعود، مکرز بن حفص، حلیس وغیرہ اور نبوی سفارت خراش وعثمان، مسلمانوں کی گرفتاری اور بیعت رضوان، صلح کی ابتدا اور سہیل بن عمرو کی آمد اور صلح کی شرائط، حضرت عمر کی ناراضگی اور مسلم کراہت، ابوجندل کی واپسی، حضرت ابوبکر کا ردعمل، صلح کی تحریر اور متن، بنوبکر اور بنوخزاعہ کا قریش ورسول علیہ السلام سے بالترتیب حلف، مدت صلح، قربانی وغیرہ، حضرت ام کلثوم کی ہجرت، سورۂ فتح کا نزول، حضرت ابوبصیر کا واقعہ، امیمہ اور ام کلثوم کی ہجرت اور بعض شرائط کی منسوخی، کافر بیویوں کو طلاق دینے کا حکم الٰہی، (ص: ۲۷۴-۳۰۷)۔

سلاطین کے نام نبوی سفارتوں کے ضمن میں حضرات حاطب (مقوقس مصر)، شجاع (حارث غسانی)، دحیہ کلبی (قیصر روم)، سلیط (یمامہ)، عبداللہ سہمی (کسریٰ)، عمرو بن امیہ (نجاشی حبشہ)، علاء بن حضرمی (بحرین) کے مختصر ذکر کے بعد ان کے جوابات کا بھی اسی ترتیب کے ساتھ حوالہ دیا ہے (ص: ۳۰۷-۹)۔ پھر آپ پر لبید بن الاعصم کے سحر کرنے کا حوالہ دے کر غزوۂ خیبر کا مفصل بیان لکھا

ہے جس کے اہم عنوانات ہیں: مسافت و وجہ تسمیہ، سبب، روانگی مسلم لشکر، دعائے نبوی، یہود سے جنگ، اہل نطاۃ سے قتال، حضرت محمود بن سلمہ کی شہادت، ایک یہودی کو امان، نطاۃ کی فتح، پرچم مسلم، یہود کی مددِ غطفان، قلعۂ ناعم کا محاصرہ اور حضرت علی کے ہاتھوں اس کی فتح، قتل مرحب و اسیر و یاسر کے واقعات، صعب بن معاذ کے قلعہ کی فتح، ماکولات مشروبات کے اسلامی احکام، قلعۂ صعب کی غنیمت، قلعۂ زبیر، قلعۂ شق کی فتح، کنانہ کا خزانہ، حضرت صفیہ سے شادی اور زہر آلود کھانے کی سازش، غنائم خیبر کی تقسیم اور اس کے واقعات، بعض ممانعات نبوی، مہاجرین حبشہ کی آمد، نجاشی کے نام آپ کا فرمان اور حضرت ام حبیبہ سے شادی، مہاجرین حبشہ وغیرہ کی مال غنیمت میں حصہ داری، خمس کی تقسیم، غزوۂ خیبر میں شریک خواتین اسلام، مسلمان شہسوار اور ان کے حصص، پیداوار خیبر کی مساقات، اسلامی انصاف، کتیبہ کا خالصۂ نبوی ہونا، شہدائے خیبر، اہل مکہ کو فتح خیبر کی خبر وغیرہ (ص: ۳۱-۳۰۹)۔

اسی ضمن میں اہل فدک کی مصالحت، حضرت صفیہ سے شادی، وادی القریٰ اور تیماء کے غزوات، واپسی کے سفر میں نماز فجر کی قضا، جبل احد کی محبت، منبر نبوی کی ایجاد اور حضرت زینب کی حضرت ابو العاص کے ہاں واپسی کا ذکر کیا ہے (ص: ۳۳-۳۳۱)۔ اس کے بعد متعدد سرایا کا ذکر ہے جیسے سریۂ عمر (تربہ)، سریۂ ابوبکر (بنی کلاب)، سریہ بشیر (فدک)، سریۂ زبیر (بنومرہ)، سریہ غالب (بنومرہ) اور (بنومیفعہ)، سریہ بشیر (یمن وجُبار)۔ اس کے بعد تھوڑی تفصیل کے ساتھ عمرۂ قضا کا بیان ہے جس کے آخر میں حضرت میمونہ سے آپ کی شادی اور حضرت عمارہ بنت حمزہ کی تولیت کا ذکر ہے۔ اسی ذیل میں بنوسلیم کی طرف ابن ابی العوجاء کے سریہ اور حضرات خالد، عمرو و عثمان کے قبولِ اسلام کا ذکر ہے اور پھر سرایائے غالب (کدید)، کعب (ذات اطلاح)، شجاع (السی)، قطبہ (تبالہ) کا مختصر ذکر ہے لیکن اس کے بعد غزوۂ موتہ کا بیان ذرا مفصل ہے جس میں اس کے سبب، امراء ثلاثہ، روانگی اور ہدایات نبوی، واقعۂ عبداللہ بن رواحہ، جنگ کی بعض تفصیلات، امرائے ثلاثہ کی شہادت، مسلم ہزیمت، خالد بن ولید کی قیادت اور مدینہ میں ان کے استقبال کے علاوہ قتال کے بارے میں نبوی معجزاتی اخبار، حضرت جعفر پر ماتم وغیرہ کا ذکر ہے۔ خاتمہ موتہ کے بعض غنائم پر ہوتا ہے (ص: ۵۲-۳۳۳)۔

غزوۂ ذات السلاسل اگلا مبحث ہے جو خاصا مفصل ہے۔ اس میں جغرافیائی تعین مقام، سبب، تاریخ، امارت کے بارے میں حضرات عمرو اور ابوعبیدہ کا اختلاف اور بعض واقعات کا ذکر ہے۔ پھر سریۂ الخبط،

سریہ ابی قتادہ (خضرہ) اور (بطن ضم) اس کے حوالہ سے بعض آیات کا نزول مذکور ہے (ص: ۷-۳۵۲)۔

مقریزی کے بیان فتح مکہ میں بعض اہم نئی معلومات ہیں اور باقی معروف تفصیلات بھی۔ اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ انس بن زنیم دیلی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ اسے ایک خزاعی ''غلام'' نے سنا تو اس کو زخمی کر دیا۔ اس سے بنو بکر اور بنو خزاعہ میں اختلاف و شر پیدا ہوا اور انہوں نے خزاعہ پر قریش کی مدد سے حملہ کر کے ان کے کئی لوگ مار ڈالے، بعض قریشی اکابر کو اس نقض عہد پر افسوس ہوا اور انہوں نے ابوسفیان کو تجدید صلح کے لئے بھیجا مگر اسی دوران خزاعی وفد استمداد کیلئے مدینہ پہنچ چکا تھا۔ مقریزی نے اپنی تاریخ نقض عہد کے علاوہ ابن اسحاق کی تاریخ بھی بیان کی ہے پھر مدینہ میں ابوسفیان کی آمد، ام المؤمنین ام حبیبہ اور اکابر صحابہ کرام سے ان کی ملاقات، حضرت علی کے مشورہ اور ان کی واپسی وغیرہ بیان کر کے فتح مکہ کے تمام مراحل تفصیلات کے ساتھ بیان کئے ہیں جیسے فتح مکہ کی تیاری اور اس کو انتہائی خفیہ رکھنا، حضرت حاطب کے خط اور خط بردار کی گرفتاری، مسلم قبائل کو جہاد میں شرکت کی دعوت اور مخصوص مقامات پر نبوی لشکر کے آملنے کا حکم، تعداد مسلم لشکر، فتح کے لئے روانگی اور اس کی تاریخ مختلف واقعات سفر جیسے افطار صوم کا حکم، عرج میں قیام، بلی کی اپنی اولاد کی حفاظت، طلائع کی روانگی اور خبر گیری، ابوسفیان ہاشمی کی آمد و اسلام، عباس ہاشمی اور مخرمہ بن نوفل کی آمد، رویائے ابوبکر، قدید میں قیام، ابوسفیان کی مرالظہران میں ملاقات نبوی اور قبول اسلام، ابوسفیان و حکیم بن حزام سے آپ کا کلام مبارک، دار ابوسفیان کو دار الامان قرار دینا، ابوسفیان کے سامنے سے اسلامی دستوں کا گذر، حضرت سعد بن عبادہ کی علمبرداری سے معزولی اور ان کے فرزند کی تقرری، ابوسفیان اور عباس کا داخلہ مکہ، مختلف سمتوں سے اسلامی لشکر کا داخلہ، خالد بن ولید سے بعض قریشیوں کی جھڑپ اور شکست، امان عام، مجرموں کے قتل کا حکم اور ان میں سے بعض قریشیوں کی جھڑپ اور شکست، امان عام، مجرموں کے قتل کا حکم اور ان میں سے بعض کی معافی، آپ کی قیامگاہ اور طواف کعبہ، کعبہ کی بتوں سے تطہیر، باب کعبہ پر خطبۂ نبوی، کلید برداری کعبہ کی بنو عبدالدار میں برقراری، قتال کی ممانعت، انصاب حرم کی تجدید، دوسرا خطبۂ نبوی، کعبہ میں اذان بلالی اور نماز نبوی، اکابر قریش کا اسلام اور مجرموں کا قتل، صفوان سے قرض نبوی، بعض اسلامی احکام جیسے مردار کی چربی کی تحریم، شرابی کی حد، نذر کی ماہیت، ہند بنت عتبہ کا اسلام اور ہدیہ، مکہ کے ارد گرد صنم کدوں شکست کے لئے سرایا، حضرت حلیمہ کی وفات، بنو جذیمہ کے خلاف حضرت خالد کی مہم اور اس کی

دیات ادا کرنے کے لیے حضرت علی کی مہم اور فتح مکہ کے بارے میں فقہی اختلاف ائمہ (ص: ۴۰۰-۳۵۲)۔

غزوۂ حنین کا بیان مقریزی بہت مفصل نہیں ہے اور اس کے اہم نکات وامور یہ ہیں: حنین کی جغرافیائی تعیین اور وجہ تسمیہ، ہوازن/ثقیف کے بطون جو جنگ کے لیے جمع ہوئے، ان کی خیمہ گاہ، مالک بن عوف اور درید بن الصمہ کا موقف، مسلم لشکر کی مکہ سے روانگی اور اپنی کثرت پر ان کا غرور، صفوان بن امیہ سے اسلحہ کی عاریت، ذات الانواط کا واقعہ، آپ کے قتل کا منصوبہ، حنین میں آمد اور قیام، مسلم لشکر میں غیر مسلموں کی موجودگی، فریقین کی صف بندی (تعبیہ)، جنگ کا اولین معرکہ اور مسلم ہزیمت، استقامت نبوی اور صحابۂ کرام، آپ کی پکار، صحابہ کرام کی جان نثاری، ام عمارہ، ام سلیم جیسی خواتین اسلام کی بہادری، بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت، ملائکہ کی مدد، شیبہ بن عثمان کا قبول اسلام، منافقین کی فتنہ پردازی، ہوازن کی شکست اور درید بن الصمہ کا قتل، غنائم جنگ اور اسیران حنین اور شہداء حنین (ص: ۴۰۱-۴۱۵)۔ اسی سے متصل غزوۃ الطائف کی فصل میں ذوالکفین کے صنم کدہ کی شکست، مقدمہ پر حضرت خالد کی تقرری، قلعۂ طائف کا محاصرہ، طائف سے اترنے والوں، اکابر قریش وثقیف وغیرہ کا ذکر کرکے محاصرہ کے اٹھانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر جعرانہ کی طرف سفر اور اس سے متعلق بعض واقعات کا ذکر کرکے جعرانہ کے قیام، تقسیم غنائم مؤلفہ القلوب کے عطایا، ذوالخویصرہ تمیمی کے مطالبۂ عدل، حصص مسلمین، ہوازن کے وفد کی آمد اور ان کے قبول اسلام اور تمام اسیران جنگ کی آزادی کا ذکر کیا ہے۔ اس میں آپ کے دو اہم خطبے بھی منقول ہیں۔ تیسرا خطبہ انصار سے خطاب کرکے ارشاد کیا تھا۔ جعرانہ کے قیام اور وہاں سے عمرہ پر یہ باب ختم ہوتا ہے (ص: ۴۱۵-۴۳۲)۔ مدینہ روانگی کے ضمن میں مکہ کے گورنر اور معلمین کی تقرری اور مدینہ میں فتح حنین کی خبر پہنچنے کا بھی ذکر ہے۔

۸ھ/۶۳۰ء کے دوسرے واقعات میں حضرت عمرو بن العاص کی عمان روانگی بطور عامل صدقات، حضرت فاطمہ بنت الضحاک کلابیہ سے آپ کی شادی، حضرت ابراہیم بن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، امارتِ عتاب میں حج کا قیام اور ۹ھ کے آغاز میں مختلف عمال صدقات کی تقرری اور روانگی اور خزاعہ کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ پھر وفد تمیم کی آمد اور ان کے شعراء وخطباء کے مقابلہ کا کافی مفصل بیان ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول اور ان کے رئیس وفد کا ذکر ہے۔ اسی کے بعد بنو مصطلق پر حضرت ولید بن عتبہ کی تقرری کے واقعہ کا بھی ذکر ہے، پھر دوسرا ایائے قطبہ وضحاک (خثعم وبنو کلاب)، بنو حارثہ کے نام

سفارت عبداللہ بن عوسجہ، وفد بلی کی آمد، رعیۃ السحیمی کے خلاف سریہ، سریۂ علقمہ بن مجزز (شعیبہ)، سریہ علی بن ابی طالب (فلس)، اسلام خاندان حاتم طائی اور نجاشی کی وفات کا ذکر کیا ہے (۴۳۳-۴۵)۔

مقریزی نے غزوۂ تبوک کا باب خاصا مفصل باندھا ہے۔ اس کے تمام اہم مباحث ہیں: اسماء غزوہ، سبب غزوہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبائل عرب اور مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم، مسلمانوں کے صدقات، عورتوں کے عطیات، پیچھے رہ جانے والوں کے نام، بکاؤن کے اسماء گرامی، کمزور و بلا سواری کے مجاہدین کو ممانعت، منافقین کا طرزِ عمل، حضرت علی کی اہل خاندان میں تقرری اور سباع بن عرفطہ غفاری کی مدینہ پر نیابت نبوی، رایاتِ نبوی، تعداد مسلمانان، راہبر علقمہ بن فغواء خزاعی کی تقرری، حضرت ابوذر اور حضرت ابورہم وغیرہ کے واقعات، مسلمانوں کی مساعی، منافقین کی ریشہ دوانیاں، راستے کی منازل، یہود کا ہدیہ، حجر کا کنواں، پانی کا معجزہ، ناقۂ نبوی کا واقعہ، نماز صبح کی تاخیر اور امامت عبدالرحمٰن بن عوف کا واقعہ، سفر کے دوسرے واقعات، تبوک میں خطبہ نبوی، کھانے کا معجزہ، مشاورتِ نبوی، اکیدر بن عبدالملک کے خلاف سریۂ خالد، اکیدر کی مصالحت اور معاہدۂ نبوی کا متن، حاکم ایلہ کی صلح، اہل جرباء کی صلح، اذرح کی صلح، مقنا کے لوگوں کی صلح بعض اسلامی احکام، تبوک کا قیام وحرس، حضرت ذوالبجادین کی وفات، پانی کی کمی اور معجزات، منافقین کی سازشِ قتل اور اس کی ناکامی، مسجد ضرار کے اصحاب اور اس کا ہدم، مسجد ضرار کے بانی اور نزول قرآن، مخلص مسلمانوں کی لاپرواہی، واپسی مدینہ، حضرات کعب و ہلال و مرارہ کا واقعہ اور ان کی توبہ اور تبوک کے بارے میں آیات قرآنی (ص: ۴۴۵-۸۹)۔

اس کے بعد مقریزی نے ثقیف کے وفد کی آمد اور ان کے قبول اسلام کا مفصل ذکر کیا ہے (۴۸۹-۹۴) اور حضرت کعب بن زہیر کے قبول اسلام اور قصیدہ بردہ کا ذکر کر کے وفود عرب کی مدینہ حاضری کا مختصر ذکر اس ترتیب سے کیا ہے: بنو اسد، ملوک حمیر، بہراء، بکاء، فزارہ، ثعلبہ، سعد اور داری حضرات کا پھر تفصیل کے ساتھ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت اور تدفین وغیرہ کا ذکر کیا ہے (۹۵-۹۸)۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر کی امارت حج اور اس کے واقعات کا ذکر عرب کے دوسرے وفود کا ذکر کیا ہے۔ ان میں شامل ہیں: غسان، غامد، نجران (نجران کا ذکر نسبتاً مفصل ہے) پھر حضرت علی کے سریۂ یمن کا مفصل ذکر ہے جو ان کے قدوم مکہ برائے حج پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرے وفود کا ذکر اس کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں ازد، مراد، فروہ جذامی، زبید، عبدالقیس، بنو حنیفہ،

کندہ، محارب، عبس، صدف، خولان، عامر بن صعصعہ، طے کے بعد، مسیلمہ کے خط، صدقات کے امراء، نجران کے لئے حضرت علی کی روانگی وغیرہ کا ذکر ہے (ص: ۴۹۸-۵۱۰)۔

حجۃ الوداع کا بابِ مقریزی بھی کافی مفصل ہے۔ اس کے اہم ابواب ومباحث ہیں: آپ کی روانگی، صفت احرام وہدی، احرام حضرت عائشہ، نماز، عمرہ وحج کا احرام، سفر کے منازل، سفر کے واقعات جیسے حضرت ابوبکر کے غلام کے اونٹ کا واقعہ، حضرت سعد بن عبادہ کے اونٹ کا واقعہ وغیرہ، مکہ اور قیام، طواف کرنے والوں کو تکلیف دینے کی ممانعت اور دوسرے اسلامی احکام، صفا ومروہ کی سعی، حضرت علی کی آمد، ابطح میں آپ کا قیام، کعبہ میں داخلہ، مکہ میں قیام، منیٰ، عرفہ، مزدلفہ کے مقامات، خطبۂ عرفہ، مناسک کا ذکر، حج کے دوسرے مناسک کا ذکر وغیرہ، حجۃ الودع کے خطبات کی تعداد اور اس کی تفصیل، خطبۂ یوم النحر کا متن، واپسی، حضرت عائشہ اور صفیہ کا ذکر خاص، مدینہ واپسی، حضرت سعد بن ابی وقاص کی بیماری اور عیادت، مکہ میں حضرت سعد بن خولہ کی وفات، حضرت جریر بن عبداللہ بجلی، فیروز (یحییٰ)، باذان وغیرہ کا قبول اسلام، وفد نخع کی آمد، سریہ اسامہ کی تیاری اور انتظام (ص: ۵۱۰-۳۶)۔

نبوی حیات طیبہ کا آخری باب بھی مقریزی نے مختلف سرخیوں کے تحت باندھا ہے جو حضرت اسامہ کے لیے ہدایت اور آپ کے مرض سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت اسامہ پر لوگوں کے طعن اور آپ کے خطبہ وغیرہ کے بعد جو اہم مباحث آتے ہیں وہ ہیں: حضرت ابوبکر کا قیام سُنح، لشکر اسامہ کا خیمہ گاہ میں قیام، وفات نبوی وتاریخ وفات کے بارے میں اختلاف، مجاہدین کی واپسی، لشکر اسامہ کی روانگی، وفات کی خبر الٰہی (سورہ نصر کے حوالہ سے)، رمضان میں دوبار قرآن کی عرض، اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت اور زیارت، دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی ترجیح، بیماری کی تفصیل، بیماری کی مدت، نوعیت، خیبر کے زہر آلود کھانے کا اثر، واقعہ لدود، مکان حضرت میمونہ میں قیام، بیماری میں ازواج کے ہاں طواف اور حضرت عائشہ کے یہاں مستقل قیام، شدت مرض، وفات سے قبل خط کا ذکر، وفات کے وقت کتاب لکھنے کا ارادہ اور اس کا واقعہ، یہود ونصاریٰ پر لعنت، سکرات موت کی شدت، وفات سے قبل حضرت فاطمہ سے سرگوشی، وفات سے قبل امامت ابی بکر، وفات، مقام تدفین، تجہیز وتکفین، غسل وکفن، نماز جنازہ اور اس کی مدت، ازواج مطہرات کا ماتم، یوم تدفین، لحد قبر، عمر شریف، اور اسی پر مقریزی کی سیرت نبوی ختم ہوتی ہے۔ (ص: ۵۱-۵۳۶)۔

# امام یحییٰ بن ابی بکر العامری

## (۸۹۳-۸۱۶ھ/۱۴۸۸-۱۴۱۳ء)

## مؤلف بهجة المحافل

یمن میں علمِ دین کی قدیم زمانے سے بہت مستحکم روایت چلی آرہی ہے جس کا تاریخی سلسلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ حضرات معاذ بن جبل خزرجیؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی مدینہ منورہ سے بطور عامل و معلم تقرری اور یمن آمد سے قبل مکی حیات نبوی کے ابتدائی دور میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی جس کے قیام و استحکام میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مساعیٔ جمیلہ کے علاوہ حضرات عامر بن طفیل دوسیؓ، ابوہریرہ دوسیؓ اور متعدد دوسرے قدیم مکی صحابہ کرام کی خدماتِ جلیلہ بھی کارفرما رہی تھیں۔ خلافت راشدہ اور امویہ کے دوران صحابہ کرام کی یمن تشریف آوری اور سکونت پذیری نے اس کو مزید استحکام بخشا۔ عہد صحابہ کرام کے آغاز سے ہی یمن میں دوسرے موضوعات ومضامین کے علاوہ سیرت نبوی اور حدیث شریف کا ارتقا اور اثبات ہونا شروع ہوگیا تھا۔ حضرت وہب بن منبہ نے سیرت نبوی کو ایک نئے زاویہ نظر اور بہتر جہت سے روشناس کرایا۔ بعض دوسرے یمنی اہل قلم بالخصوص محدثین کرام نے اس کو اپنے اپنے انداز سے مزید رفتار اور محکم ترقی بخشی۔

سیرت نبوی کے یمنی ماہرین واہل تصانیف کا ابھی تک کوئی اہم اور تحقیقی جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ اگر ایسا کوئی تجزیہ کیا جائے گا تو اس میں یہ صحت مند روایت ضرور موجود ملے گی کہ یمنی سیرت نبوی میں حدیث نبوی کا رنگ و آہنگ بہت زیادہ رہا ہے۔ غالباً اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یمن حدیث نبوی کا ایک بڑا عالمی مرکز رہا ہے اور سیرت مدتوں حدیث کی ایک شاخ رہی ہے۔ قرون وسطیٰ میں سیرت نبوی کے یمنی طرزِ فکر کے ایک نمائندہ مؤلف امام یحییٰ بن ابی بکر عامری ہیں جو نویں/ پندرہویں صدی کے ایک عظیم ترین محدث، شیخ اور مؤرخ تھے، دوسرے ان کے متاخر، ہم قلم امام ابن الدیبع شیبانی تھے جو

دسویں/سولہویں صدی کے محدث وسیرت نگار تھے۔ ان دونوں کو ہم نے اپنے مطالعہ میں شامل کیا ہے کہ ان کی کتب سیرت نہ صرف یمنی سیرت نگاری کی نمائندہ ہیں بلکہ وہ سیرت وحدیث کے مضبوط رشتہ اور مستحکم اثر پذیری کی روایات بھی پیش کرتی ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی سیرت نگاری حدیثی روایات پر زیادہ مبنی ہے بہ نسبت سیرتی اخبار کے۔

## نام ونسب

ان کا پورا نام ونسب یحییٰ بن ابی بکر بن محمد بن یحییٰ العامری الحرضی بتایا گیا ہے۔ شوکانی اور زرکلی نے اتنا ہی لکھا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کا تعلق بنو عامر کے قبیلہ سے تھا لیکن موجودہ معلومات کے تحت یہ کہنا مشکل ہے کہ کون سا بنو عامر تھا کہ اس نام کا ایک قبیلہ شمالی عرب کا بنو عامر بن صعصعہ بھی تھا اور بعض دوسرے بھی تھے۔

## تعلیم وتربیت

امام عامری نے یمن ہی میں تعلیم وتربیت حاصل کی۔ ان کے سوانحی معلومات کی کمی کے سبب تفصیلات نہیں ملتیں مگر ان کی کتاب سیرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور خاص کر علم حدیث کی۔ غالباً ان کے عہد کے تمام شیوخ یمن نہ سہی تو بیشتر ان کے استاد تھے۔ امام شوکانی نے اپنے ایک صفحی خاکہ میں چند تفصیلات بیان کی ہیں۔ ان کے مطابق امام موصوف نے مختلف امصار کا سفر کیا تھا اور مکہ میں شیخ ابوالفتح المراغی سے سماعت کی تھی اور یمن میں شیخ علی بن ابراہیم النحوی سے اور محمد بن ابی الغیث الکرمانی سے ابیات حسین کی سماعت کی تھی، فقہ میں اپنے والد ماجد کے علاوہ اپنے تمام شیوخ خاص کر النعی بن فہد سے جن کا ذکر شوکانی نے کیا ہے، مہارت حاصل کی تھی۔ دوسرے علوم وفنون میں بھی ان کے بہت سے عظیم اساتذہ تھے۔

## وفات

ہمارے مخطوطہ اور زرکلی کے مطابق امام عامری کی وفات ان کے وطن حرض/یمن میں ۸۹۳ھ/ ۱۴۸۸ء میں ہوئی۔ زرکلی نے ایک مخطوطہ العقیق الیمانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ان کا سنہ وفات ۸۹۴ھ ہے لیکن یہ غلط ہے، شوکانی کے بقول ان کا مدفن حرض میں ہی ہے۔

## مقام ومرتبہ

زرکلی کے بقول وہ اپنے زمانے میں یمن کے محدث وشیخ تھے۔ ان کو مورخ بتایا ہے اور مفردات طب کا عالم بے بدل بھی۔ امام شوکانی نے بھی ان کو محدث وشیخ یمن کہا ہے اور بتایا ہے کہ طلبہ علم ان سے استفادہ کرتے تھے اور ان کی خدمت میں دور دور سے آتے تھے۔

## تصانیف

امام عامری کی متعدد کتابیں تھیں جن کا ذکر شوکانی اور زرکلی کے ہاں ملتا ہے، بقول ان کے ان کی تمام تصانیف مقبول ومتداول اور مفید ونافع تھیں:

(۱) **العدد فیما لایستغنی عنه احد** رات دن کے عمل پر کتاب مختصر ہے۔

(۲) **غربال الزمان** تاریخ کے موضوع پر ہے۔

(۳) **بهجة المحافل وبغية الاماثل** کتاب سیرت ہے۔

(۴) **التحفه** علم طب پر ہے۔

(۵) **الریاض المستطابه فی معرفة من روی فی الصحیحین من الصحابه:** امام بخاری ومسلم کے صحابی رواۃ کی سوانح پر عمدہ کتاب ہے اور چھپ چکی ہے۔

## طریقۂ تالیف

امام عامری چونکہ بنیادی طور سے محدث تھے اس لئے انھوں نے اپنی سیرت نبوی۔ بہجۃ المحافل۔ میں حدیثی روایات کو زیادہ جگہ دی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتاب کی بنیاد حدیث نبوی پر رکھی گئی ہے۔ حدیث کے بہت سے مصادر وکتب انہوں نے استعمال کئے ہیں مگر سب سے زیادہ استفادہ امام بخاری کی صحیح سے کیا ہے۔ اس کی شروح میں اپنے شیخ سراج الدین انصاری کی شرح کا کہیں کہیں حوالہ دیا ہے۔ حدیث کی دوسری اہم کتاب امام مسلم کی صحیح ہے جس کی شرح نووی کی زیادہ تشریحات ملتی ہیں۔ دوسرے محدثین میں امامان عصر ابوداؤد وترمذی کا متعدد جگہوں پر حوالہ دیا ہے مگر موطا امام مالک کا بہت کم استعمال ملتا ہے۔ امام بخاری کی صحیح کا عموی حوالہ دیا ہے مگر ایک جگہ ان کی کتاب **الاعتصام** کا

ذکر کر دیا ہے۔ بہت سی جگہوں پر صحیحین/شیخین کی روایات لائے ہیں یا ان کی احادیث متفقہ کا بلفظ بخاری حوالہ دیا ہے۔ دوسرے محدثین گرامی جن کے حوالے دیئے ہیں یہ ہیں: امامانِ عصر دار قطنی، ابن ماجہ، ابن صلاح، زہری، ابوسعید الحسن بن الحسن البصری وغیرہ۔ کہیں کہیں وہ صرف محدثین کے عام بیانات بھی نقل کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ آیات قرآنی سے کسی بھی کتاب سیرت میں استناد کرنا یا استفادہ کرنا تقریباً لازمی ہے اس لئے امام عامری کی بہجۃ المحافل میں ان کے حوالوں کے علاوہ مفسرین کرام کی آراء واقوال بھی آتے ہیں۔ ان کے عمومی حوالے کئی مقامات پر ہیں اور خاص محدثین کرام کے مخصوص حوالے بھی۔ شیخ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلام کی کتاب الناسخ والمنسوخ، حسین بن مسعود بغوی کی تفسیر، ابن عطیہ، ابوحیان وغیرہ دوسرے مفسرین اوران کی کتب تفسیر یا علوم قرآنی کا ذکر بھی ہے۔ ایک بحث میں انہوں نے قرآن مجید میں مذکورہ آٹھ اسمائے مکہ مکرمہ کا ذکر کیا ہے اور قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کریم سنت کا ناسخ ہے۔ وہ کتاب وسنت میں تطبیق بھی دیتے ہیں اور واقعاتِ سیرت کا استناد واستحکام کتاب الٰہی اوراس کے مفسرین سے لاتے ہیں جیسے ہرقل کے نام نامۂ مبارک کے ضمن میں خطابی وغیرہ کے اقوال اور دوسرے فوائد نقل کرتے ہیں۔

حدیثی روایات سے استفادۂ کثیر بلکہ انحصار کبیر کے ساتھ ساتھ امام عامری اہل سیر کی روایات واخبار سے بھی برابر استفادہ کرتے ہیں، وہ ان سے بے اعتنائی نہیں کرتے جیسا کہ ابن الدیبع شیبانی یا عصر جدید کے صاحب سیرت اکرم ضیاء عمری کا طریقہ ہے۔ کتب سیرت میں ان کا سب سے بڑا مرجع ابن اسحاق کی سیرت ہے جس کے اخبار وروایات وہ براہ راست دیتے ہیں اور کہیں کہیں ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں اور جہاں ایسا کرتے ہیں وہاں اس کی صاف تصریح کر دیتے ہیں۔ کہیں کہیں اس کی بھی صراحت کرتے ہیں کہ ابن اسحاق کی یہ روایت ابن ہشام کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے ہے جیسا کہ انھوں نے شہداء احد کے فضل ومقام کے ضمن میں کیا ہے، کہیں وہ ابن ہشام کی خاص روایت دے کر صراحت کرتے ہیں کہ یہ ابن اسحاق کے علاوہ ہے جیسے حضرت خبیبؓ کی شہادت کے سلسلہ میں کیا ہے۔ وہ روایاتِ اہل سیر کا مقابلہ وموازنہ بھی کرتے ہیں جیسے مریسیع کی تاریخ وقوع کے مسئلہ پر موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کا اختلاف نقل کیا ہے۔ یہ غالباً کیا یقیناً امام بخاری کا اثر ہے بلکہ یہ ان کا ہی فیضان واثر ہے۔

وہ ابن اسحاق/ ابن ہشام اور دوسرے اہل سیر کی تصحیح وتنقید بھی کرتے ہیں کبھی براہ راست کبھی دوسروں کے حوالے سے جیسے ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت سے ابن اسحاق کی تصحیح کی ہے، بئر معونہ پر اہل التواریخ / اہل السیر کا موازنہ ونقد کیا ہے۔ قاضی عیاض سے کثرت سے استفادہ کرنے کے باوجود کہیں کہیں ان سے اختلاف بھی کیا ہے اور نقد بھی۔

ان کے دوسرے مآخذ سیرت میں شامل ہیں: ابن سعد اور ان کی طبقات، طبری، ابن عبدالبر، قاضی عیاض، محبّ طبری، فاسی کی تاریخ مکہ، البکری، مجدالدین شیرازی کی سفر السعادۃ، ابراہیم بن علی یمری کی تاریخ مدینہ وفضائل۔ ان کے علاوہ دوسرے اہل سیر واہل التواریخ کا برابر ذکر کرتے ہیں۔

مؤلف بہجۃ المحافل نے متعدد دوسرے مآخذ ومولفین سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان کا برابر ذکر کیا ہے۔ ان میں ان کے اپنے شیوخ واساتذہ کے علاوہ دوسرے صاحبانِ علم ودانش اور اہل قلم وتحریر بھی شامل ہیں جیسے ابوالحسن حرانی مغربی محدث، جمال الدین ابوعبیداللہ محمد بن احمد المطری، حافظ محبّ الدین محمد بن ابی حامد المطری، ابوالفتح محمد بن ابی بکر بن الحسین العثمانی المراغی المدنی، جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم اللخمی، برہان الدین ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن محمد بن صدیق الدمشقی، امام الریاضیات والسیاحات والبرکات عبدالعزیز الدیرینی الدمیری وغیرہ۔

شیخ عامری جابجا اشعار بھی بیان کرتے ہیں جیسے ابوطالب کے اشعار وقصیدے، قصیدہ بوصیری یا قصیدہ بردہ۔ وہ ابوطالب اور ان کے اشعار کے بہت زیادہ دلدادہ معلوم ہوتے ہیں کہ جابجا ان کو نقل کرتے ہیں۔ وہ اشعار پر تبصرہ بھی کرتے ہیں اور ان سے استشہاد بھی۔ دوسروں کے اشعار بھی ہیں جیسے مذکورہ بالا الدیرینی الدمیری کے اشعار۔

وہ سیرت وحدیث کے بہت سے مسائل وامور پر بھی بحث کرتے ہیں یا ان کے فرق کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً وہ مریسیع وغیرہ غزوات وسرایا یا دوسرے بعض واقعات کے سلسلے میں موسیٰ بن عقبہ کی روایت کو ترجیح دے کر غالباً امام بخاری کے زیر اثر ۴ھ کے واقعات میں بیان کرتے ہیں اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایت کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ فتح مکہ کے مسئلہ پر وہ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ وہ بزور شمشیر حاصل ہوئی تھی۔ وہ بعض مسائل کو اجتہاد نبوی پر مبنی بتاتے ہیں جو بہت دقیق مسئلہ ہے، وہ حدیث واجتہاد نبوی میں فرق کرتے ہیں۔ فقہی مسائل میں سے بھی بعض ان کے مباحث میں آئے ہیں

جیسے نماز قصر کے بارے میں امام شافعی وغیرہ کے اقوال لائے ہیں۔ قرآن سے سنت کے نسخ کا اوپر گذر چکا ہے۔ وہ معراج نبوی کو روحانی اور جسمانی دونوں مانتے ہیں اور اس کے دلائل لاتے ہیں۔

ان کا ایک دلچسپ طریقہ طبری کے طریقہ کی یاد دلاتا ہے۔ وہ بعض مباحث کے دوران جب ذیلی اور ضمنی مباحث یا مسائل میں کافی دور چلے جاتے ہیں تو پھر اصل واقعہ یا مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو ''رجوع الی القصہ'' جیسے فقرے کے تحت گریز سے اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ان کی سیرت نبوی کی کتاب کا ترتیبی منہج محدثین کرام اور قاضی عیاض کے طریقوں کا مرکب ہے۔ وہ تاریخی ترتیب تو بخاری کی قبول کرتے ہیں اور زیادہ تر طریقہ بحث قاضی عیاض کا اختیار کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان کی کتاب بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ مواخاۃ کے ضمن میں انھوں نے عام سیرت نگاروں کی طرح غلطی کی ہے کہ مکی مواخاۃ کے برادروں کو مدنی برادروں سے خلط ملط کر دیا ہے۔ غالباً ان کو مکی مواخاۃ کا علم واندازہ ہی نہ تھا۔

ان جیسی تمام غلطیوں کے باوجود ان کی کتاب بہجۃ المحافل سیرت نبوی کی ایک بنیادی کتاب اور مرجع ہے اور کتب خانہ سیرت میں ایک معیاری اور شاندار اضافہ۔

# مصادر و مآخذ


| مصنف | کتاب | تفصیل |
|---|---|---|
| آصفہ میمنت | | ۷۸۲ |
| براکلمان | | ۲، ۶-۲۲۵ |
| | تحفة الاخوان | ۴۸ |
| | الدر الفريد | ۳۶ |
| زرکلی | الاعلام | دار العلم للملايين بيروت ۱۹۹۰ء، ہشتم ۱۳۹ |
| سرکیس | معجم المطبوعات ۱۲۶۱ | |
| شوکانی | البدر الطالع | مطبعۃ السعادۃ قاہرہ ۱۳۴۸ھ دوم ۳۲۷ |
| | فهرس الفهارس | ۲، ۴۴۵ |

# یحییٰ عامری شافعی کی

## بهجة المحافل وبغية الاماثل
## فی تلخیص السیر والشمائل

امام عمادالدین یحییٰ بن ابی بکر العامری (م۸۹۳ھ) کی کتاب سیرت بہجۃ المحافل اگرچہ دو بار چھپ چکی ہے، پہلی بار قاہرہ سے ۱۳۳۰ھ میں اور دوسری بار مدینہ منورہ سے۔ لیکن علی گڈھ میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں، اگر موجود ہے تو مخطوطہ/قلمی شکل میں۔ وہ مولانا آزاد لائبریری کے عبدالسلام کلکشن میں عربی مخطوطات میں شامل ہے اور اس کا نمبر ہے ۸/۸۔ یہ کتابِ سیرت مصنف نے مخطوطہ کے ترقیمہ کے مطابق ۸۵۵ھ میں یعنی اپنی وفات سے اڑتیس سال قبل مرتب کی تھی۔ اس کے کاتب کا نام اسمٰعیل عبدالرحمٰن بن محمد ہے جنھوں نے ۱۰۹۹ھ میں اس کی کتابت سے فراغت پائی تھی۔ مخطوطہ کل ایک سو انتالیس اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر انتالیس سطریں ہیں۔ عبارت شکستہ نسخ میں ہے اور الفاظ کافی چھوٹے ہیں، پوری کتاب سیاہ روشنائی میں ہے مگر اس کی سرخیاں بالعموم سرخ روشنائی میں لکھی گئی ہیں۔ بعض مسائل و امور کو بھی سرخ روشنائی میں لکھ کر ممتاز کیا گیا ہے۔ حاشیہ پر علامہ احمد بن حجر ہیتمی کے شاگرد رشید ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر الزبیدی کے تشریحی حواشی ہیں۔ جن سے مخطوطہ کی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نادر مخطوطہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب محدثین کے طریقۂ تالیف کی بھی نمائندگی کرتی ہے کہ اس میں زیادہ تر روایات حدیث کو روایات سیرت پر ترجیح دی گئی ہے۔ انھیں اسباب سے ہم نے اس کو اپنے اس مقالہ کے لئے منتخب کیا ہے۔

بسملہ، حمد وصلوٰۃ کے بعد مصنف علام نے سیرت نبوی (التواریخ النبویه) کی بعض اہم ترین کتابوں کا ذکر کیا ہے جو یہ ہیں: محمد بن اسحاق المطلبی کی السیرۃ الکبریٰ، اس کی تہذیب عبدالملک بن ہشام النحوی، سیرت کی بہترین (احسن) مختصر محبّ الطبری کی خلاصة السیر، شمائل میں ابوعیسیٰ

ترمذی کی کتاب اور ابو محمد بن حیان کی جامع، اپنے انداز کی عجیب و نادر کتاب قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی کی کتاب الشفا، جس میں مصنف رحمۃ اللہ نے ذات نبوت، اس کے احکام و معاملات، شمائل، ہدایات، معجزات وغیرہ کو بہت عمدہ اسلوب اور پرقوت انداز میں بیان کیا ہے۔ مصنف عامری نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عوامی عقیدت اور وسیع محبت کی بنا پر ان تمام جامع کتب کا ایک مختصر تیار کیا۔

علامہ زبیدی کے حاشیہ کا اندازہ بعض تصریحات سے کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ابن اسحاق کی مختصر سوانح کے علاوہ ان کی کتاب کا تعارف، اس کا مقام و مرتبہ، علماء و محدثین کی آراء وغیرہ بیان کی ہیں۔ شمائل کی تشریح کی ہے، ابن ہشام پر مختصر سوانحی نوٹ لکھا ہے، احادیث و الفاظ کی تشریح کی ہے۔ لیکن ان کے تمام حواشی خاصے مختصر ہیں اور کہیں کہیں ہیں۔

صاحب کتاب علامہ عامری نے اپنی کتاب کو تین اقسام میں بانٹا ہے: قسم اول سیرت نبوی کی تلخیص پیش کرتی ہے جس میں ولادت تا وفات کے واقعات و حوادث ہیں اور وہ چھ ابواب میں منقسم ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

باب اول: شرف نسب، عظمت خاندان، فضیلت بلاد مکہ و مدینہ، فضائل آباء و اجداد، تعداد اجداد از حضرت آدم علیہ السلام

باب دوم: تاریخ ولادت تا نبوت و بعثت مع ان کے اہم واقعات و حوادث کے

باب سوم: نبوت تا ہجرت کے واقعات

باب چہارم: ہجرت اور اس کے بعد کے واقعات و حوادث تا وفات

باب پنجم: اولاد و ازواج، اعمام و عمات اور مرضعات کے علاوہ رضائی بھائی بہنوں، موالی، خدام، سفیروں، کاتبوں، عشرۂ مبشرہ، اصحاب نقباء اور اصحاب فتاویٰ کا ذکر ہے۔

باب ششم: سواری کے جانوروں جیسے گھوڑوں، گدھوں، خچروں کے علاوہ دوسرے مویشیوں جیسے بھیڑوں، بکریوں، اونٹوں کے ساتھ ساتھ ہتھیاروں، ملبوسات وغیرہ کا ذکر ہے اور ان کے خاتمہ پر غزوات و سرایا کا بیان اور ان کی تعداد کا حوالہ ہے۔

قسم دوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی، اخلاق عالیہ، خصائص و معجزات وغیرہ کا ذکر ہے اور اس میں چار ابواب ہیں: اول اسماء گرامی میں، دوم: اخلاق، شمائل اور کمالات میں، سوم خصائص

میں جو دو انواع میں منقسم ہے: اول ان خصائص خاصہ میں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسرے انبیاء کرام سے ممتاز کرنے کے لئے نوازا تھا اور جن کے سبب آپ کی امت کو امتیاز وخصوصیت نصیب ہوئی۔ دوسری نوع ان خصائص میں ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منفرد ہیں اور امت اس میں شریک نہیں۔ ان میں واجبات، مباحات اور محرمات شامل ہیں۔ باب چہارم معجزات میں ہے۔

قسم سوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وفضائل واقوال وافعال میں ہے اور اس میں تین ابواب ہیں: باب اول مباحات اور آپ کی عادات وضروریات پر ہے۔ دوم اخلاق حسنہ میں ہے۔ سوم آپ کی عبادات وغیرہ کے شمائل میں ہے۔ آخری باب میں ایک فصل جامع آپ کے اہل بیت، صحابہ وغیرہ کے ذکر خیر کے لئے مخصوص ہے۔ یہ فہرست دعائے مصنف پر ختم ہوتی ہے (الف ۲-اب)

قسم اول کے باب اول میں شرف نسب وغیرہ کا بیان ہے۔ اس میں آیت قرآنی سورۂ توبہ: ۱۲۸ ''لقد جاء کم رسول منکم'' اور آیت نساء کے علاوہ احادیث نبویہ اور آیات کی قراءات کا ذکر ہے۔ مفسرین ومحدثین میں حضرات ابن عباس، علی بن ابی طالب، صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، طبری، قاضی عیاض وغیرہ کا حوالہ ہے اور بہترین نسل انسانی میں آپ کی خلقت کی احادیث ہیں اور عہد جاہلیت کے مختلف اقسام نکاح کا ذکر ہے۔ خاتمہ فصل ابوطالب کی تعریف خاندان پر کیا ہے جس میں قریش، بنوعبد مناف، بنو ہاشم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بدرجہ ذکر ہے (الف ۳-۲ب)۔ بعد میں کچھ اشعار ہیں۔

اگلی فصل میں آپ کی نبوت کی قدامت وازلیت پر قاضی عیاض کی الشفاء، شیخ ابوالحسن حرانی مغربی کی کتاب اسماء النبی ﷺ، ترمذی وغیرہ کی روایات ہیں اور چند اشعار بھی۔ اس کے بعد کی فصل میں مکہ اور مدینہ کی فضیلت میں روایات واحادیث، اقوال فقہاء مع ان کے اختلاف وغیرہ کا ذکر صحیح بخاری، جامع ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ہے اور اسماء مکہ کا ذکر اور ان کے مقامات عالیہ کا بیان ہے، خاص کر مکہ کے پندرہ مقامات کا جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔ خاتمہ حسب دستور دو شعروں پر ہوتا ہے (۴-۳)۔ اس کے بعد مدینہ کے فضل وتقدم کا بیان صحیحین، تورات، محب الدین طبری، قاضی عیاض وغیرہ کے حوالہ سے ہے (۵-۴)۔

اگلی فصل آپ کے شجرۂ نسب میں ہے جس کو حضرت آدم تک لے گئے ہیں لیکن عدنان تک متفق

علیہ بتاتے ہیں اور اوپر کے شجرہ کو مختلف فیہ۔ اس موضوع میں متعدد کتابوں اور شیوخ کی روایات نقل کی ہیں جیسے ابن سعد کی طبقات، سراج الدین انصاری کی شرح البخاری وغیرہ۔ اس کے بعد ایک فصل میں آپ کے آباء واجداد کے اوصاف (مزایا) بیان کیے ہیں اور ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتدا کر کے درجہ بدرجہ یا پیڑھی بہ پیڑھی والدین ماجدین، عبدالمطلب، ہاشم، عبد مناف کا ذکر فہر تک اور والدہ ماجدہ کا مختصر سوانحی خاکہ دیا ہے (۶-۵)۔

باب دوم ولادت تا نبوت کے واقعات بیان کرتا ہے۔ اس میں تاریخ ولادت، مختلف اقوال واختلافات سمیت، حمل وولادت اور اس کے معجزات جن میں تمام مشہور روایات بیان ہوئی ہیں۔ رضاعت ثویبہ کے حوالہ سے حمزہؓ وابوسلمہؓ کی رضاعی اخوت، حضرت حلیمہ کے ہاں رضاعت و پرورش، شق صدر وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان سب میں سنہ کی قید بھی ہے، پانچویں سال کے اواخر یا چھٹے سال کے اوائل میں والدہ ماجدہ کے پاس واپسی اور ان کی کفالت، زیارت مدینہ، یہود کی بشارت، وفات والدہ وغیرہ، ساتویں/آٹھویں سال میں سیف ذی یزن سے عبدالمطلب کی ملاقات وزیارت کا ذکر ہے اور خاتمہ کفالت ابی طالب پہ ہوتا ہے۔ پھر متعدد روایات کی بنا پر ابوطالب کے ساتھ آپ کے سفر شام کا ذکر ہے اور عمر کا اختلاف بیان کیا ہے کہ وہ نویں، آٹھویں یا تیرہویں سال میں پیش آیا تھا۔ شوال چودہویں سال میں جنگ فجار میں شرکت کا ذکر ہے۔ اسی طرح سترہویں سال کا ذکر ہے جس میں کسریٰ کے قتل کا بیان ہے۔ پچیسویں سال میں میسرہ کے ساتھ سفر شام اور حضرت خدیجہ سے شادی کا ذکر ہے اور ان کا سوانحی خاکہ ہے (۸-۶) پینتیسویں سال میں حضرت فاطمہؓ کی ولادت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و برکت، کعبہ کی تعمیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق ودیانت کا ذکر کرنے کے بعد مختلف اسلامی ادوار میں تعمیرات کعبہ کا بیان ہے، اسی میں مسجد حرام کی تعمیر اور حضرات حنفاء جیسے زید وورقہ بن نوفل کا ذکر خیر ہے، اشعار کے علاوہ حضرت سلمان فارسی کے اسلام، اڑتیس سال کی عمر میں خلوت نبوی اور غار حرا اور بعض دوسری مبشرات کا ذکر ہے۔ صحیح کے علاوہ مجد الدین شیرازی، جو ان کے شیخ تھے، کا بھی حوالہ دیا ہے (۱۰-۸)۔

باب سوم نبوت تا ہجرت کے واقعات بیان کرتا ہے۔ اس کے اہم مباحث یہ ہیں: آغاز وحی الٰہی/تنزیل قرآن کریم کے لئے صحیح بخاری کی حدیث عائشہؓ مع اپنی طویل ومفصل سند کے، دوسرے

مصادر میں امام بخاری کی دوسری روایت، قاضی مجدالدین کی سفر السعادة، سیرة ابن اسحاق وغیرہ کے حوالہ سے حضرت جبریل کے نزول کی کیفیت، فترۂ وحی، رویت جبریل، تاریخ نبوت/ وحی ۸/ یا ۱۰/ دوشنبہ ربیع الاول، چند اشعار، تبلیغ خفیہ، اسلام کی دعوت، اولین مسلمان، ان کی ترتیب پر اختلاف، اسلام علی کی ترجیح اور دوسرے ابتدائی صحابہ کرام کے اسماء سامی، چوتھے سال ''فاصدع بما تؤمر'' کا نزول اور علانیہ تبلیغ اسلام، پانچ مستہزئین کے اسماء، رشتہ داروں کو دعوت، صحابہ کی نماز خفیہ، ابوطالب سے قریش کی شکایات ووفود، مخالفت بنی ہاشم و مسلمین، اشعار، بنومطلب اور بنو ہاشم کی قرابت اور بنوعبد مناف کا خاندان، قریش کی مخالفت، اوس وخزرج میں اسلام کی اشاعت خاص کر ابتدائی مسلمانوں کا ذکر، حضرت ابن مسعودؓ کی علانیہ تلاوت قرآن، مجالس قریش در صحن کعبہ، کوہ صفا سے خطبہ نبوی، مسلمانوں کی تعذیب قریش، پانچویں برس میں ہجرت حبشہ، مہاجرین حبشہ کے حالات، فوائد خصوصیاتِ ہجرت، ہجرت وسفر (ذہاب) کی تقسیمِ علماء (جوایک نیا اور دلچسپ موضوع ہے)۔ چھٹے برس اسلام حمزہ وعمر، ساتویں برس کے آغاز میں مقاطعہ بنی ہاشم و مسلمین، ابوطالب کے اشعار، اسلام طفیل بن عمرو دوسی، ساتویں برس میں واقعہ/ جنگ بعاث اور مدینہ والوں کی قبولیت اسلام، بیعت عقبہ اولیٰ، آٹھویں برس سورۂ روم کا نزول اور حضرت ابوبکر کا کردار، نویں برس شعب کی محصوری سے نجات اور مقاطعہ کا خاتمہ، ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات، اول الذکر کا مفصل بیان، ابوطالب کا قصیدہ، قریش کا ظلم وتعدی، طائف کا سفر نبوی، نصیبین کے جنات کا اسلام، حقیقت وتعریف جن اور علماء کا اختلاف، مکہ واپسی اور جوار مطعم بن عدی، ۱۰ء نبوی میں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے شادی، گیارہویں برس قبائل عرب کے سامنے پیشکش، مدینہ میں اسلام کی اشاعت، اسراء ومعراج کی بحث اور اس سال اس کا وقوع، بیعت عقبہ ثانیہ، تیرہویں برس میں بیعت عقبہ آخرہ اور اس کے واقعات۔ مآخذ میں صحاح اور دوسری کتب حدیث کے علاوہ اہل سیر جیسے ابن اسحاق وغیرہ کی روایات (۲۵-۱۰)۔

باب چہارم ہجرت نبوی کے واقعات وحالات سے بحث کرتا ہے۔ اس کے اہم مباحث ہیں:
تاریخ ہجرت اور تقویم اسلامی کی ابتدا، حضرت ابوبکرؓ کی تیاری اور معیت نبوی، غار ثور کا قیام، قباء آمد اور مدینہ تشریف آوری، اشعار صحابہ/ ابوقبیس رضی اللہ عنہ، تعمیر ومقام وفضیلت مسجد نبوی الگ فصل میں، دوسری فصل میں اولین مہاجرین اور ان کی منازل، ہجرت علیؓ بن ابی طالب، الگ فصل میں اولین

مہاجرین کی فضیلت اور اسلام نہ قبول کرنے والوں کی درجہ بندی خاص کر مکہ مکرمہ کی فتح کے بعد مسلمان ہونے والوں کا مقام، ایک فصل میں یہود و منافقین کی مخالفت، ایک اور فصل میں مدینہ کی وبا اور اس کی انتہا، خاص فصلِ جہاد وانتقام کے بعد آغازِ سرایا وغزوات کا ذکر کرنے کے بعد واقعات کو سنہ وار بیان کرنا شروع کیا ہے (۲۹-۲۵)۔

اھ کے واقعات ہیں: تعمیر مسجد ومکانات نبوی، صحیفہ/کتاب نبوی کا نفاذ، مواخاۃ کی ابتداء، خاندان رسالت کی مہاجرت، عاشورا کا روزہ اور اذان کی مشروعیت، بعض اکابر صحابہ وصنادید قریش کی وفات وغیرہ (۳۰-۲۹)۔

۲ھ کے واقعات ہیں: غزوۂ ودان، تحویل قبلہ اور اس کی حکمت، فرضیت صیام رمضان، شوال میں رخصتی عائشہؓ، حضرت علی وفاطمہ کی شادی، صدقہ فطر کی فرضیت، دار قطنی کی مفسرین پر سورۂ اعلیٰ کی آیت کی تفسیر کے ضمن میں تنقید، اسلام حضرت عباس بن عبد المطلب بعد واقعہ بدر، غزوات وسرایا جیسے بواط، العشیر ۃ وغیرہ، احادیث واہل سیر کی روایات (۳۱-۳۰)۔ پھر غزوۂ بدر الکبریٰ کی تفصیلات ہیں (۳۳-۳۲)، چھٹا غزوہ بنوقینقاع چار پانچ سطروں میں ناقص بیان کیا ہے، اس کے بعد چھٹے ، ساتویں، آٹھویں غزوات سویق، بنی سلیم اور ذوامر کا مختصر حال ہے، ابن اسحاق کے حوالہ سے قتل کعب بن اشرف اور اس کے بعد قتل ابی رافع کا ذکر ہے (۳۴-۳۳)۔

۳ھ کے واقعات ومباحث یہ ہیں: حضرت حفصہؓ سے زواج نبوی، حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی، حضرت زینبؓ بنت خزاعہ الھلالیہ سے شادی، حضرت حسنؓ کی ولادت، نویں غزوہ کی تفصیلات (۳۸-۳۴) موخر الذکر کی تفصیلات زیادہ ہیں۔ غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنی النضیر بروایت بخاری، غزوہ بدر سوم نووی کے حوالہ سے۔ اس برس کے سرایا میں سریہ عاصم بن ثابت کا مفصل ذکر ہے (۳۹-۳۸)۔

۴ھ کے واقعات میں اہم ترین یہ ہیں: بئر معونہ اہل حدیث واہل سیر دونوں کی روایات سے، شہداء سریہ کی فضیلت، نماز کی تقصیر اور اس کے بارے میں روایات ومباحث، حضرت ام سلمہؓ سے شادی، ولادت حضرت حسینؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت کی کتاب یہود کی تعلیم، آیات قرآنی کا نزول، غزوات نبوی میں ذات الرقاع اور صلوٰۃ خوف کی تفصیل اور غورث کا واقعہ، غزوہ بنی المصطلق بروایت موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق کا اختلاف تاریخ، حضرت جویریہؓ سے شادی، ولید بن عقبہ کی تقرری بطور عامل صدقات، تیمم کی رخصت،

احکام وفرائض تیمم، واقعہ افک مع تفصیلات، فوائد واقعہ اور احکام قذف دو فصول میں (۴۶-۳۹)۔

۴ھ یا ۵ھ میں "قیل" کے ساتھ غزوۂ خندق کا بیان ہے۔ جس میں واقعات کے ساتھ معجزات کا ذکر بھی ہے۔ اس سال کے مسلمانوں میں نوفل بن حارث ہاشمیؓ کے اسلام کا ذکر کیا ہے۔ پھر غزوۂ بنی قریظہ کا مفصل ذکر دو اوراق میں ہے۔ اس کے علاوہ تحریم خمر پر خاصی مفصل بحث ہے (۴۹-۴۶)۔

۵ھ کے واقعات وحوادث میں فرضیت حج کا ذکر معہ دوسری تفصیلات کے ہے جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج وعمرے کے ذکر کے علاوہ شروط واحکام حج بھی مذکور ہیں۔ دوسرے حوادث میں قدوم ضمامؓ بن ثعلبہ کا ذکر معہ اختلاف روایات جس میں زیادہ تر بحث صحاح واحادیث بالخصوص صحیح بخاری پر مبنی ہے۔ اسی سنہ میں حضرت زینبؓ بنت جحش سے آپ کی شادی کا مفصل ذکر ہے جس میں اختلاف تاریخ وآراء مفسرین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ حجاب کے احکام پر بھی بحث ہے، بعض اور حوادث جیسے غزوات دومۃ الجندل، بنی لحیان، گھوڑسواری کے دوران آپ کا زخمی ہونا بھی بیان ہوا ہے (۵۲-۴۹)۔

۶ھ کے "تواریخ" ہیں: استسقاء وکسوف کے واقعات واحکام خاصے مفصل مذکور ہیں (۵۳-۵۲)۔ دوسرے حوادث میں نزول حکم ظہار اور احکام ظہار کا خاصا مفصل ذکر کر کے صلح حدیبیہ کے واقعات کو فتح مبین کے عنوان سے بہت مفصل بیان کیا ہے۔ اس میں بعض فصول بھی ہیں جیسے تعداد مسلمان پر یا اس کی خصوصیات پر خاص فصل باندھی ہے۔ دوسرے حوادث میں حضرت خالد بن ولیدؓ، عمروؓ بن العاص کے اسلام اور نجاشی کی طرف عمروؓ بن امیہ ضمری کی سفارت شامل ہیں۔ ایک نئی بحث یہ ہے کہ اس میں حضرت عقیلؓ بن ابی طالب ہاشمی کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے اور پھر غزوہ غابہ یا ذوقرد کا مفصل بیان ہے (۵۷-۵۳)۔ اس کے بعد عرینہ والوں کا قصہ، بنوفزارہ کے خلاف حضرت زید کا سریہ، حضرت ام رومان کی وفات، ذوالحجہ میں "ملوک اقالیم وجبابرہ" کے نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور سفیران گرامی، متون کے علاوہ ان کے فوائد پر بحث بھی ہے جو بہت قیمتی ہے (۵۸-۵۷)۔

۷ھ یا عمر نبوی کے ساٹھویں سال کے اہم واقعات ہیں: غزوۂ خیبر کی تفصیلات واحکام زیادہ تر محدثین سے، اس زمانے میں اسلام لانے والوں کے اسماء گرامی (۶۱-۵۸)، غزوۂ جذام از حضرت زید بن حارثہ، غزوۂ ذات السلاسل، امارت کے بارے میں احادیث واحکام کی تفصیل نئی ہے اور بہت قیمتی بھی، عمرۃ القضاء اور حضرت میمونہؓ سے شادی (۶۳-۶۱)۔

۸ھ کے اہم حوادث ہیں: عبد القیس کے وفد کی آمد تفصیل کے ساتھ، حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، منبر نبوی کی تعمیر و روایت، غزوۂ موتہ زیادہ تر صحیح بخاری اور احادیث سے (۶۵-۶۳)، غزوۂ سیف البحر کا جلی سرخی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ پھر فتح مکہ کا مفصل بیان ہے جس میں واقعات فتح کے بعد کے حوادث کا بھی کافی مفصل ذکر ہے (۶۷-۶۵)۔ غزوۂ حنین کی تفصیلات (۶۹-۶۷)، غزوۂ اوطاس، غزوۂ طائف، غنائم حنین کا بیان، ہوازن کے وفد کی حاضری خدمت، حضرات خالد و علی وغیرہ کے سرایا، قصیدہ بانت سعاد کے علاوہ فوائد سفر فتح پر بہت قیمتی معلومات ہیں، پھر ان سرایا کا ذکر کیا ہے جن کے مقام و تاریخ غیر معلوم ہیں (۷۴-۶۹)۔

۹ھ کے اہم واقعات یہ ہیں: وفود کی آمد کہ وہ سنہ وفود تھا (۷۷-۷۴)، غزوۂ تبوک کی تفصیلات (۸۰-۷۷) جن میں حضرت کعب بن مالک کی حدیث پوری نقل کر کے اس کے فوائد پر ایک خاص فصل باندھی ہے، واقعہ ایلاء کی تفصیلات و احکام معہ واقعات لعان و احکام لعان، دوسرے حوادث میں غامدیہ کا واقعہ اور زنا کے احکام پر مفصل بحث شامل ہے، اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فضائل، بیعت اور خطبہ وغیرہ کی تفصیلات بھی آگئی ہیں، حضرت ام کلثومؓ و حضرت نجاشی کی وفات اور عبداللہ بن ابی کے انتقال کا ذکر ہے اور خاتمہ میں حج ابی بکر کی تفصیلات ہیں (۸۳-۸۰)۔

۱۰ھ کے اہم حوادث میں یہ شامل ہیں: بجیلہ کے سردار حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کا قبول اسلام اور ان کی خدمات اسلامی، حارث بن کعب اور اہل نجران کے وفد کی آمد، حضرت تمیم داری کا قصہ، فروہ بن عمرو جذامی کا سریہ، حضرت علی کا سریہ اور حضرت خالد کا سریہ یمن، مسیلمہ کے خط اور دوسرے وفود کی آمد وغیرہ (۸۴-۸۳) اور خاتمہ باب پر حجۃ الوداع کی تفصیلات دی ہیں (۸۶-۸۴) جس کے بعد حجۃ الوداع کے نوادر واقعات پر بحث ہے جو زیادہ تر حدیث پر مبنی ہے۔

سال آخر یعنی ۱۱ھ میں وفات نبوی کا مفصل ذکر ہے اور متعدد فصول میں ہے جیسے مرض کا آغاز، خروج سے عاجزی، معاملات جو پیش کیے گئے، وفات اور بعد کے واقعات، وفات نبوی کے بعد حالات و احوال صحابہ کی تبدیلی کی تفصیلات، مراثی، مدت حیات، عمر شریف، بعض حسین اتفاقات تاریخی جیسے عمر نبوی اور عمر خلفائے ثلاثہ باستثناء حضرت عثمانؓ کی مدت، میراث نبوی، خواب میں رؤیت نبوی وغیرہ (۹۲-۸۶)۔

باب پنجم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، ازواج، اعمام، عمات، مرضعات، رضائی اخوۃ واخوات اور دوسرے عمال نبوی سے متعلق ہے۔ اس میں متعدد فصول ہیں جیسے فصل اولاد، فصل ازواج، فصل اعمام وعمات، فصل مرضعات، فصل موالی، فصل خدام احرار، فصل حرس، فصل سفیران، فصل کتاب، فصل رفقاء، فصل نقیبان دوازدہ (۹۸-۹۲)۔

باب ششم آپ کے سواری کے جانوروں پر مشتمل ہے اور متعدد فصول ہیں۔ اسی میں سلاح وملبوسات کا بھی ذکر ہے (۹۹ - ۹۸)۔ اس کے آخر میں غزوات وسرایا کی تعداد پر مختصر نوٹ ہے۔

قسم دوم آپ کے اسماءِ گرامی اور اخلاق عالی کے لئے خاص ہے۔ اس کا باب اول اسماءِ گرامی اور ان کے مناسبات پر ہے۔ اس میں کئی فصول ہیں (۱۰۰-۹۹)۔ باب دوم اخلاق کیلئے ہے (۱۰۱-۱۰۰) جس کے آخر میں خاتم نبوی پر ایک خاص فصل ہے۔ باب سوم خصائص نبوی کیلئے خاص ہے (۱۰۳-۱۰۱)۔ باب چہارم معجزات پر ہے (۱۱۰-۱۰۳) جس میں متعدد فصول ہیں، جیسے باب اول عادات ومباحات کے باب میں، اس میں غذا سے متعلق احکام وسنن وآداب ہیں، دوسری فصل مشروبات میں ہے۔ تیسری فصل خواب ومنام میں، چوتھی نکاح وعطر کی سنت میں، پانچویں فصد لگوانے سے متعلق ہے۔ اگلی فصل جلوس کے آداب وسنت سے متعلق احادیث رکھتی ہے۔ اس میں گھر، مسجد وغیرہ مختلف مقامات پر جلوس اور دوسری مجلسی سنن کا ذکر ہے۔ پھر بعض فصول آپ کے نطق، ہنسی (ضحک)، بکاء، علامت رضا وناراضی، لباس، داڑھی مونچھ، حلق نہ کرنے کی سنت، غض صوت، مزاح اور گھوڑوں کی تربیت، تیراندازی اور شہسواری سے متعلق ہیں (۱۵-۱۱۰)۔

باب دوم میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق معنوی کا بیان ہے جن کی تقسیم اکتسابی اور غیر اکتسابی کی کی ہے جیسے علم وحلم، صبر وشکر، عدل وزہد، تواضع وعفو وغیرہ۔ ایک مختصر فصل اکتسابی وعدم اکتسابی پر ہے۔ دوسری علم پر، تیسری جود وسخاوت پر، چوتھی شجاعت سے متعلق، پانچویں حیا وشرم پر، چھٹی حسن معاشرت پر، ساتویں شفقت اور رحمت ورافت پر، آٹھویں حسن اخلاق پر، نویں تواضع پر، دسویں عدل وانصاف پر، گیارہویں وقار واعتبار پر، بارہویں زہد پر، تیرہویں خشیت الٰہی پر، چودھویں کمال وجمال کے امتزاج پر۔ اس باب میں زیادہ تر انحصار واستفادہ قاضی عیاض سے کیا ہے (۱۸-۱۱۵)۔

باب سوم کا موضوع شمائل نبوی ہے: پہلے عبادات نبوی کا بیان ہے جیسے طہارت، غسل، وضو، نماز،

اذکار، تیمم، دعا نماز سے متعلق سلف صالحین کا طریق بھی بتایا ہے۔ اذان و تکبیر/ اقامت کے دوران سنت نبوی، نماز اور اس کی متعلقات پر متعدد فصول ہیں۔ پھر متعدد نمازوں کا ذکر کئی فصول میں ہے جیسے نماز جمعہ، نماز شب، نماز تراویح، نماز استخارہ، نماز حفظ قرآن، نماز تسبیح، نماز ضحیٰ، نماز حاجت وغیرہ۔ اس کے بعد ایک فصل ان ممنوعات نماز کیلئے خاص ہے جو نماز کو خراب کرتی ہیں۔ اگلی فصل روزہ نبوی کی سنتوں پر ہے، اگلی تلاوت قرآن پر، ایک خاص فصل اجتماعی تلاوت قرآن کی سنت و عادت و حکم پر باندھی ہے، دوسری صبح و شام کے اذکار و ادعیہ پر ہے اور ایک اور عام ادعیہ و اذکار پر ہے۔ ایک فصل میں تعوذ پڑھنے کے مواقع مذکور ہیں۔ ایک فصل ذکر کے حلقوں اور ان کی فضیلت پر ہے، ان تمام فصول میں مختلف کتب حدیث سے مواد لیا ہے (۳۴-۱۱۸)۔

باب چہارم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے فضائل پر ہے۔ فصل اول میں آیات واحادیث کے علاوہ اہل بیت کے شرکاء وارکان کا ذکر ہے اور ان کی عمومی فضیلت کا بیان ہے۔ فصل دوم صحابہ کرام کی فضیلت پر، فصل سوم تعظیم واحترام صحابہ پر، فصل چہارم حدیث و روایت حدیث کی فضیلت سے متعلق ہے جس میں اشعار بھی ہیں۔ پانچویں فصل جلی سرخی سے درود و صلوٰۃ پر ہے، اس میں منظوم حمد و صلوٰۃ بھی ہے اور اسی پر مخطوطہ ختم ہوتا ہے (۳۹-۱۳۴)۔

# امام قسطلانی

## مؤلف المواهب اللدنیہ

## (۸۵۱-۹۲۳ھ/۱۴۴۸-۱۵۱۷ء)

نویں دسویں/پندرھویں سولھویں صدی کے سنگم پر جن عظیم سیرت نگاروں نے اپنے نقوش تحریر وتالیف چھوڑے ان میں ایک شافعی عالم ومحدث امام قسطلانی تھے۔ وہ امام جلال الدین سیوطی کے متاخر معاصر اور علامہ دیار بکری کے پیشرو معاصر تھے۔ ان کا تعلق مصر کے ایک اہم علاقے سے تھا اور اس لحاظ سے مصر میں سیرت نبویہ کے ارتقاء میں ان کا اہم حصہ رہا۔ مصر میں اسلامی عہد کے آغاز سے ہی اسلامی علوم وفنون کا ارتقاء برابر ہوتا رہا اور ہر دور میں عظیم وجلیل مؤلفین پیدا ہوتے رہے۔ ان کے فن سیرت میں پیشرو ہموطن تھے: امام احمد بن علی المقریزی (م۸۴۵ھ/۱۴۴۲ء) جن کی کتاب ''امتاع الاسماع'' نے ایک خاص مقام پایا۔ پھر ان کے متاخر ہموطن مؤلفین سیرت میں امام علی بن برہان الدین الحلبی (م۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء) اور ان کے کارنامے ''انسان العیون'' نے، جو زیادہ تر ''السیرۃ الحلبیہ'' کے عنوان سے مشہور ہے، مصری فن سیرت کو چار چاند لگائے اور آخر میں ان کے اپنے شارح علامہ زرقانی (م۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) نے شہرت دوام حاصل کی۔ اور عصر جدید میں یہ سلسلۂ نگارش برابر جاری ہے۔

### نام ونسب

علامہ قسطلانی کا پورا نام ونسب یہ ہے: ابوالعباس احمد بن محمد شہاب الدین بن ابوبکر بن عبدالملک بن احمد بن حسین بن علی القسطلانی۔ ان کی نسبت قسطلانی کے ساتھ زرقانی نے ان کی ایک اور نسبت القتیبی بھی نقل کی ہے اور تیسری مصری ہے اور چوتھی ان کے مسلک فقہ کے سبب شافعی بھی بیان کی ہے۔ سخاوی

کے مطابق ان کی والدہ ماجدہ کا نام حلیمہ تھا اور وہ شیخ ابوبکر بن احمد بن حمیدہ النحاس کی دختر تھیں۔

## ولادت

امام قسطلانی بقول امام سخاوی ۱۲رذوالقعدہ ۸۵۱ھ/ ۱۹رجنوری ۱۴۴۸ء کومصر/قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ عیدروسی نے بھی اسی حوالہ سے یہی تاریخ ولادت نقل کی ہے۔یہی تاریخ بروکلمان کے مقالہ میں بھی ہے۔

## تعلیم وتربیت

علامہ قسطلانی کی تعلیم وتربیت مصر ہی میں ہوئی۔ انہوں نے قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد ساتوں قراءات سیکھیں اور قراءت وتجوید کی اہم کتابیں جیسے شاطبیہ، جزریہ اور وردیہ وغیرہ بھی حفظ کیں۔سن رشد کو پہونچنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور متعدد علوم وفنون میں مہارت بہم پہونچائی۔ انہوں نے حافظ شاوی سے پانچ مجالس کے دوران صحیح بخاری پڑھی۔ان کے دوسرے استاد گرامی امام سخاوی تھے جن سے ان کی کئی تالیفات کا درس لیا۔قراءات سبعہ کی تعلیم علامہ سراج عمر بن قاسم الانصاری سے لی اور انیسویں پارے کی قراءات ثلاثہ کی تعلیم علی الزین عبدالغنی الہیثمی سے پائی پھر قراءات سبعہ اور عشرہ کی مزید تعلیم امام الشہاب بن اسد سے حاصل کی اور دوسرے اساتذہ قراءات علی الزین خلد الازہری، الشمس بن الحمصانی امام جامع مسجد ابن طولون اور الزین عبدالدائم الازہری سے بھی قراءات سبعہ وغیرہ کے حاصل کرنے کا ذکر آتا ہے۔امام قسطلانی کو اس علم شریف سے عشق تھا۔ پھر مکہ کے قیام کے دوران وہاں کے متعدد اساتذہ سے، جن میں سخاوی کے علاوہ دوسری اہم شخصیات شامل تھیں، مختلف علوم پڑھے۔ان کے مکی اساتذہ میں شیخ النجم بن فہد بھی شامل تھے۔ان کے اساتذہ فقہ میں امام فخر المقسی، شہاب العبادی، الشمس البای البرہان العجلونی، جلال البکری وغیرہ کا نام آتا ہے جن سے المنہاج، البہجۃ، الحاوی، حاشیۃ الجلال البکری علی المنہاج وغیرہ کے پڑھنے کا حوالہ ہے۔نحو تو امام عجلونی سے پڑھا تھا اور شرح الشذ وراس کے مؤلف گرامی سے۔حدیث کے اساتذہ بھی متعدد تھے جن میں امام سخاوی کے علاوہ امام رضی الاوجاقی، ابوالسعود الغراقی وغیرہ شامل تھے اور ان سے متون حدیث خاص کر صحیح بخاری، مسند احمد، مشیخہ ابن شاذان الصغریٰ وغیرہ شامل تھیں۔

بقول عیدروسی امام قسطلانی نے متعدد بار حج کیا اور بیت اللہ کے جوار میں مدتوں قیام کیا۔ ان میں سے ۸۸۴ھ اور ۸۹۴ھ کے قیاموں کا ذکر خاص طور سے کیا ہے کہ وہ خاصے طویل اور نتیجہ خیز تھے اور مدینہ منورہ کے قیام سے بھی وہ برابر مستفید ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں انہوں نے محدثہ زینب بنت الشوبکی سے سنن ابن ماجہ وغیرہ پڑھی اور امام البرہان المتبولی وغیرہ سے صحبت پائی۔

## تدریس وتذکیر

امام قسطلانی ایک عظیم استاد اور زبردست واعظ تھے۔ وہ جامع عمری وغیرہ میں وعظ وپند کی مجالس آراستہ کرتے تو ان میں جم غفیر جمع ہو جاتا۔ ان میں عوام وخواص دونوں بڑے شوق وذوق سے شریک ہوتے کہ ان کا وعظ میں کوئی ثانی نہ تھا۔ امام سخاوی کے مطابق امام قسطلانی نے جامع عمری میں ۸۷۳ھ سے اور پھر صبانمین کے الشریفیہ میں بھی وعظ وتذکیر کی اور اسی طرح مکہ کے دوران قیام میں بھی۔ وہ قرافہ صغریٰ کی خانقاہ میں شیخ احمد بن ابی العباس الحرار کے شیخ المشائخ کے عہدے پر فائز ہوئے اور شیخ مذکور کے مناقب میں ایک کتاب بھی تالیف کی۔

درس وتدریس میں وہ اپنے طلبہ وتلامذہ کو پڑھاتے بھی تھے اور ان کو لکھاتے بھی تھے اور پھر ان کو سندیں بھی عطا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لئے اور اپنے تلامذہ دونوں کے لئے بہت کچھ لکھا۔ امام سخاوی نے لکھا ہے کہ امام قسطلانی بہت سے امراض میں گرفتار تھے تاہم قناعت پسند اور صابر وشاکر تھے۔ قرآن وحدیث کے بہترین قاری اور عمدہ خطیب تھے کہ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ وہ بہت سے اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ کے مالک ہونے کے باوجود بہت ہی منکسر المزاج، متواضع، محبت والے، عمدہ معاشرت واخلاق والے تھے۔ وہ بہت سرعت کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ ۸۹۷ھ میں ایک بار پھر انہوں نے ابن اخی الخلیفہ کے ساتھ مکہ کا سمندری سفر کیا اور حج کر کے ان کے ساتھ واپس گئے۔

امام سخاوی اور دوسرے سوانح نگاروں نے ان کے تلامذہ کے اسماء گرامی نہیں گنائے ہیں لیکن ان کے تدریس وتعلیم کے حلقہ میں چونکہ ہزارہا لوگ شریک ہوتے تھے لہذا ظاہر ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں متعدد حضرات بہت بلند مقام کے بھی مالک تھے۔

## تصانیف

غالباً امام قسطلانی کی سب سے پہلی تالیف ان کے شیخ کی کتاب المناقب تھی جس کا عنوان تھا: "نزھة الابرار فی مناقب الشیخ ابی العباس الحرار"۔ اپنی آخری عمر میں وہ پوری طرح سے تصنیف و تالیف کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ ان کی اہم کتابوں میں حدیث و سیرت، تزکیہ و تصوف اور قراءت و تجوید وغیرہ پر مبنی تالیفات شامل ہیں۔ سخاوی اور عیدروسی وغیرہ نے ان کی تالیفات میں سے حسب ذیل کا ذکر کیا ہے:

(۱) لطائف الاشارات لفنون القراء ات: بروکلمان نے اس کو اس موضوع پر قسطلانی کی سب سے قابل ذکر تصنیف قرار دیا ہے۔

(۲) العقود السنية فی شرح المقدمة الجزريه: جو علم تجوید کی اہم کتاب کی شرح ہے۔

(۳) الكنز فی وقف حمزة وهشام: یہ بھی علم قراءت و تجوید کی ایک عمدہ تالیف ہے۔

(۴) شرح الشاطبيه: میں ابن الجزری کے اضافے شامل کرنے کے علاوہ بہت سے نادر فوائد کا بھی اضافہ کیا جو دوسری شروح میں نہیں پائے جاتے۔

(۵) شرح البردة بعنوان مشارق الانوار المضيئة فی ملح خير البرية: جس کو امام سخاوی نے ان سے لے کر خود بھی پڑھا تھا اور دوسروں کو بھی پڑھایا تھا۔

(۶) كتاب نفائس الانفاس فی الصحة واللباس

(۷) سوانح ابوالقاسم الشاطبی: کا ذکر بروکلمان نے کیا ہے کہ قسطلانی نے اپنے قراءت قرآن کے استاد کی ایک سوانح عمری بھی لکھی ہے۔

(۸) الروض الزاهر فی مناقب الشیخ عبد القادر۔

(۹) شرح كتاب الشمائل للترمذی: بروکلمان نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

(۱۰) مقامات العارفين: بروکلمان کے مطابق یہ کتاب تصوف پر ہے۔

(۱۱) مسالک الحنفاء الی مشارع الصلوة علی النبی ﷺ: بروکلمان نے اس کو بھی تصوف میں شمار کیا ہے لیکن عنوان اس کو کتاب سیرت بتاتا ہے۔

(۱۲) تحفة السامع والقاری بختم صحیح البخاری.

(۱۳) رسائل فی العمل بالربع المجیب: جس کے بارے میں امام سخاوی کا خیال ہے کہ اس فن کی تعلیم یا استفادہ علامہ الغزالوفائی سے حاصل کیا تھا۔

(۱۴) ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری: جو صحیح بخاری کی دس ضخیم جلدوں میں شرح ہے اور جس کو سب سے عمدہ، سب سے خوبصورت اور سب سے جامع شرح ہونے کا فخر حاصل ہے۔

(۱۵) المواهب اللدنیه بالمنح المحمدیة: سیرت نبوی کی عظیم الشان کتاب ہے جو اپنے حسن ترتیب وتالیف اور افادہ اور اضافہ کے لحاظ سے بیمثال ہے اور جس کی متعدد شروح لکھی گئیں جن میں زرقانی کی شرح سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہوئی۔ زرقانی کی شرح المواهب اللدنیه کا جو نسخہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں (م ۱۹ ق ش/ ۱۵۳۵۸) ہے وہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے (۱۲۷۹ھ) میں مکہ معظمہ میں خریدا تھا اور اس پر ان کی مہر و تحریر کے علاوہ بعض دوسری تصریحات بھی انہیں کے قلم سے ہیں اور ان میں امام قسطلانی کی مختصر سوانح کے علاوہ مواہب کی شروح کا ذکر بھی ہے۔ ان میں مولانا نور الدین علی القاری المکی (م ۱۰۱۴ھ) علامہ شیخ ابراہیم بن محمد المیمونی المصری الشافعی (م ۱۰۷۹ھ)، شیخ ابوالضیاء علی بن علی الشبر املسی (م ۱۰۸۷ھ) کے حواشی اور زرقانی کی شرح کا ذکر کشف الظنون کے حوالہ سے دیا ہے۔ ایک بیان کے مطابق قسطلانی نے اپنی کتاب ۸۹۹ھ میں تالیف کی تھی۔ مولانا محمد عبدالجبار خاں آصفی نظامی نے اس کا ترجمہ اردو سیرت محمدیہ کے عنوان سے ۱۳۴۲ھ میں شائع کیا تھا۔ عبدالباقی نے اس کا ایک ترکی ترجمہ کیا جو ۱۲۶۱ھ میں استانبول سے چھپا اور علامہ النبہانی صدر عدالت عالیہ بیروت نے اس کی ایک تلخیص الانوار المحمدیه من المواهب اللدنیه کے عنوان سے ۱۲-۱۳۱۰ھ میں شائع کی۔ قسطلانی کی المواہب اللدنیہ دو ضخیم جلدوں میں قاہرہ سے ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی تھی۔ اس کی دوسری متعدد طباعتیں اب تک آچکی ہیں اور اس کی جلدوں کی تعداد بھی کافی بڑھ گئی ہے۔

معاصرین کی علمی چشمک اور امام قسطلانی کی فروتنی کا ایک واقعہ بھی عام طور سے بیان کیا جاتا ہے۔ امام سیوطی کو غلط فہمی ہوگئی تھی کہ امام قسطلانی ان کی کتابوں سے بلا حوالہ نقل کر لیتے تھے اور اس بنا پر

ان کے دل میں کچھ تکدر بھی پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک بار شیخ الاسلام زکریا کے سامنے برسر عام یہ دعویٰ کیا اور شیخ موصوف کے مطالبہ پر متعدد مقامات کی نشاندہی کی جہاں امام قسطلانی نے بیہقی کی روایات اصل کتابوں کے بجائے ان کی تالیفات سے نقل کی ہیں حالانکہ ان کو سیوطی کا حوالہ دینا چاہئے تھا۔ بہر حال صورت حال کچھ بھی ہو شیخ جار اللہ بن فہد کے مطابق امام قسطلانی نے امام سیوطی کی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔ وہ قاہرہ سے پیادہ پا روضہ گئے جہاں امام سیوطی خلوت نشین تھے اور ان کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ امام سیوطی کے استفسار پر باہر ہی سے کہا کہ میں قسطلانی حاضر خدمت ہوں اور ننگے پیر اور ننگے سر حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ کی رنجش دور کر کے خوشنودی حاصل کروں۔ امام سیوطی نے دروازہ نہیں کھولا اور نہ ملاقات کی لیکن یہ ضرور کہا کہ میں آپ سے خوش ہوں، ناراض نہیں۔

## وفات

امام قسطلانی نے اپنی پوری زندگی اپنے وطن ہی میں بسر کی اور بروز جمعہ ۷رمحرم ۹۲۳ھ/ ۳۱رجنوری ۱۵۱۷ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔

## طریقہ تالیف

بلاشبہ امام قسطلانی اپنے عہد کے عظیم امام، ماہر عالم، مسلم حافظ اور جلیل القدر مؤلف تھے۔ وہ حسن تقریر اور جمال تحریر دونوں کے مالک تھے۔ ان کی عبارت بلیغ، اشارت لطیف، تالیف حسین، تدوین جمیل ، ترتیب جاذب ہوتی تھی۔ وہ اپنے زمانہ کے تمام اکابر کے لئے مایہ زینت اور سرمایہ فخر تھے۔ ان کے تبحر علمی پر ان کی دو کتابیں ارشاد الساری اور المواہب اللدنیہ ہی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں۔ امام قسطلانی نے اپنی کتاب سیرت ۱۵رشعبان ۸۹۹ھ/۲۲رمئی ۱۴۹۴ء کو مکمل کی تھی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام سخاوی نے اپنی کتاب میں ان کی اس تصنیف لطیف کا ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ نویں صدی ہجری کے بالکل اواخر کا واقعہ تھا جس کی خبر امام سخاوی کو نہ ہو سکی۔

المواہب اللدنیہ کو امام قسطلانیؒ نے سیرت نبوی سے زیادہ اسلامی کشکول بنا دیا ہے۔ ان کے شارح امام زرقانیؒ نے اپنے اصل متن پر بہت سے اضافے کر کے اس کی ضخامت اور تالیفی نوعیت اور

بڑھا رہی ہے۔ اصل مؤلف اور ان کے شارح کا طریقہ تالیف اگرچہ کافی متحد ہے تاہم موخر الذکر نے بعض اضافات وتشریحات کر کے اس کو معنوی ضخامت بھی عطا کر دی ہے۔ قسطلانیؒ کی اصل کتاب کی نوعیت اور اس کے طریقۂ تالیف کا ایک اندازہ اس کے موضوعاتی تجزیے سے کیا جا سکتا ہے۔

امام قسطلانیؒ نے اپنی کتاب سیرت کو ایک قاموس سیرت بنانے کی کوشش کی ہے لہٰذا اصل سیرت کے ساتھ بہت سے متعلق موضوعات اور اطراف سیرت اور اسلامی احکام کو اس کا حصہ بنا دیا ہے۔ مولف گرامی نے اپنی کتاب کو ابواب کی بجائے المقاصد میں تقسیم کیا ہے۔ مقصد اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ازلیت وابدیت اور افضلیت سے بحث کرتا ہے۔ اس کے آخر میں نسب نبوی بیان کیا ہے جو سیرت نبوی کا اولین باب بنتا ہے۔ اس مقصد میں پوری سیرت نبوی آ گئی ہے۔ ولادت تا وفات کے تمام مباحث کو اسی مقصد میں سمو دیا ہے جو پوری کئی جلدوں کو حاوی ہے۔ مواہب قسطلانی کا دوسرا مقصد پہلے مقصد کی مانند متعدد فصول، ذیلی سرخیوں اور عنوانوں میں منقسم ہے۔ اس مقصد دوم کی متعدد فصول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء وصفات، اولاد وامجاد، ازواج مطہرات، اعمام وعمات اور رضاعی بھائی بہنوں، اولاد نبوی، خدام نبوی، امراء نبوی، خطباء وموذنین، سواری کے جانوروں کے علاوہ تمام وفود عرب کا ذکر کیا گیا ہے۔

مقصد سوم دراصل کتاب الشمائل النبویہ ہے۔ اس میں اصولی اور نظریاتی بحثیں بھی ہیں اور خاص جسمانی شمائل اور اخلاقی صفات بھی۔ ان کی مختلف فصول میں غذا، لباس، نکاح، آداب اکل وشرب، فقر وزہد، سونے جاگنے کی سنتوں وغیرہ پر بہت مفصل مباحث ہیں۔

مقصد چہارم کا بنیادی موضوع معجزات نبوی ہے اور اس کا نام ہی ''کتاب فی المعجزات والخصائص'' رکھا ہے۔ عام اصولی علماء کی مانند ان معجزات اور خصائص محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام بیان کی ہیں۔ ان کے بعد امت محمدی کے خصائص کی بحث ہے جو مختلف الانواع ہے اور ان میں سے ہر ایک جہت پر ایک الگ الگ فصل قائم کی ہے۔

مقصد پنجم اسراء ومعراج پر مفصل ومدلل بحث پیش کرتا ہے۔ اس میں تمام روایات واحادیث کے علاوہ متاخر علماء اور اصولیین کے آراء ونظریات بھی پوری طرح موجود ہیں۔ یہ کتاب'' الاسراء والمعراج'' ہے۔

مقصد ششم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عظمت ورفعت سے بحث کرتا ہے۔ اس کے تحت تمام متعلقہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال علماء ومحدثین کے علاوہ کتب سابقہ کی روایات وتصدیقات بھی ہیں۔

مقصد ہفتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کے وجوب سے بحث کرتا ہے۔ عام نظریاتی مباحث کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی بحث بہت جامع ہے۔ اسی کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ محبت وحسن ظن رکھنے کی بحث الگ فصل میں پیش کی ہے۔ صحابہ کرام کی فضیلت ومقام وغیرہ پر بھی اس میں مباحث ہیں۔

مقصد ہفتم طب نبوی پر مشتمل کتاب لطیف ہے جو دونوں طرح کے امراض- بدنی وقلبی- کی دوائیں تجویز کرتی ہے۔ اس میں کتاب التعبیر بھی ہے جو خوابوں- رویاء ظنی اور رویاء صادقہ- سے بحث کرنے کے علاوہ ان کی تعبیریں بھی بتاتی ہے۔ الگ فصول میں اخبار غیبت اور پیشگوئیاں کا بھی ذکر کی گئی ہیں۔

مقصد نہم عبادات نبوی کے لطائف سے بحث کرتا ہے۔ یہ کتاب الطہارۃ، وضو، صلاۃ، صوم، زکوٰۃ، حج وغیرہ پر حاوی ہے۔

مقصد دہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں سے متعلق ہے۔

مواہب قسطلانی کی ایک بنیادی خاصیت اور عقیدت مندانہ نگارش کی نوعیت ضعیف وکمزور روایات کی جمع وتدوین ہے۔ بعض دوسرے محدثین اور سیرت نگاروں کی مانند وہ ایسی روایات وآثار جمع کرنے میں بڑی دلچسپی دکھاتے ہیں جو روایتی اور درایتی اعتبار سے محققین علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں جیسے واقعہ بحیرا کی روایات، ولادت نبوی کے وقت کے مبشرات ومعجزات، غار ثور میں پیش آنے والے خوارق، شمائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی بحث، معجزات ومبشرات میں ایسی بہت سی ضعیف روایات دی ہیں۔

بلاشبہ امام قسطلانی کی المواہب اللدنیہ سیرت نبوی اور اطراف سیرت کے تمام بنیادی ماخذ کی جامع ہے۔ امام موصوف کی پوری کوشش رہتی ہے کہ وہ کسی بھی معتبر اور بسا اوقات غیر معتبر ماخذ کو نہ چھوڑیں۔ جامع الروایات علماء میں استقصاء کرنے کے رجحان کے غالباً ایک عظیم ترین نمائندے امام قسطلانی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین ان کی کتاب کی طرف معلومات کے لئے بھی رجوع کرتے ہیں۔ وہ

صرف سیرت کی مخصوص کتب سے روایات نہیں لیتے بلکہ قرآن مجید، تفسیر، حدیث، تاریخ، علم کلام، تصوف اور نہ جانے کن کن موضوعات کی کتابوں سے روایات و آراء لیتے ہیں۔ زرقانی نے اس متن میں عظیم الشان اضافے کر کے اسے جامع سیرت بلکہ کشکول بنا دیا ہے۔

نقد و استدراک بھی امام قسطلانی اور ان کے شارح کی ایک خصوصیت ہے۔ لیکن اس کا مظاہرہ بالعموم ان کے پسندیدہ موضوعات اور روایات کے خلاف آراء و افکار ہی میں ہوتا ہے اور یہ بالعموم کبھی کبھار ہی ہوتا ہے۔ اس لئے نقد و تنقید ان کی کتاب میں ذرا کم ہی بار پاسکتی ہے۔

مواہب اللدنیہ اور اس کی شرح دونوں میں کثرت موضوعات اور کثرت معلومات کے طریقہ کے سبب ایک خامی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہ اطراف و متعلقات سے زیادہ بحث کرتی ہیں اور اصل سیرت نبوی سے کم۔ توازن کا فقدان اور اعتدال کی کمی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اصل سیرت نبوی کا مواد صرف مقصد اول میں محدود کر دیا گیا ہے، بعض اور مقاصد میں بھی اگرچہ مواد سیرت موجود ہے مگر اس کی حیثیت اطراف سیرت ہی کی ہے۔

امام قسطلانی کی مواہب اللدنیہ کی ایک بے مثال اور شاندار خصوصیت اس کی انتہائی خوبصورت عربی ہے۔ زبان و بیان دونوں کے لحاظ سے وہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ اسلوب و طرز ادا میں بے نظیر ہے۔ سیرت نبوی کے پورے کتب خانے میں بالخصوص طویل کتب میں ایسی فصیح و بلیغ زبان نظر نہیں آتی۔ غالباً اس کا ایک سبب حضرت مولف کی تقریری صلاحیت بھی تھی۔ سیرت نبوی کو ادبی زبان دینے میں غالباً امام قسطلانی سچ مچ امامت کا درجہ رکھتے ہیں۔

# مصادر و مآخذ


| | | |
|---|---|---|
| بروکلمان | "العسقلانی" مقالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور | |
| | البدر الطالع | ۱/۱۰۲ |
| | | ۶/۱۱ |
| زرکلی | الاعلام | اول ۲۳۲ |
| سخاوی | الضوء اللامع، مکتبہ القدسی ۱۳۵۳ھ ۲/۱۰۳-۱۰۴ (خاکہ ۳۱۳) | |
| علی مبارک پاشا | الخطط التوفیقیہ، بولاق ۱۳۰۶ھ ۶/۱۱ | |
| شیخ عنایت اللہ | "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگار" مقالہ نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۳ء | اول، ۱۸-۱۷ |
| العیدروسی عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ | تاریخ النور السافر من اخبار القرن العاشر، مکتبہ عربیہ بغداد ۱۹۳۴ء | ۱۵-۱۱۳ |
| | الکواکب السائرہ | ۱/۱۲۶ |

# علامہ زرقانی

## مؤلف شرح المواهب اللدنیه
## (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)

مصر میں فن سیرت نگاری کا جو ارتقا دوسری/آٹھویں صدی میں شروع ہوا تھا وہ مختلف صدیوں میں مختلف مراحل سے گذرتا ہوا مقریزی، قسطلانی اور حلبی وغیرہ جیسے سیرت نگاروں کی تحریروں میں مختلف صورتیں اختیار کرتا اور نئے رجحانات اپناتا ہوا گیارھویں-بارھویں اور سولھویں-سترھویں صدی میں ایک خاص منزل پر پہونچ گیا۔ اس دوران دو تین نئے رجحانات واضح طور سے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے اہم ترین یہ تھا کہ مؤلفین سیرت متعدد ماخذ سے معلومات اکٹھی کر کے اپنی کتاب تالیف کرتے تھے جو طبعزاد ہوتی تھی اور نئی معلومات کے سبب اس کی اپنی افادیت بھی ہوتی تھی۔ دوسرا ایک اہم رجحان یہ پیدا ہوا کہ کچھ مؤلفین نے اختصار و خلاصہ کی راہ اپنائی جس کی درسی اور نصابی افادیت ہوسکتی ہے اور تیسرا اہم رجحان حاشیہ/شرح نگاری کا تھا جو کسی پیشرو کتاب کے متن پر مبنی ہوتا تھا اور اس میں بھی دو طرح کے رجحانات تھے: اول یہ کہ مؤلف متن کتاب پر اپنی معلومات کا اضافہ ضرور کرتا تھا مگر اصل مؤلف کے متن کی لفظ بلفظ تشریح کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتا تھا جیسا کہ حلبی کی سیرت طیبہ میں نظر آتا ہے اور دوم یہ کہ شارح باقاعدہ متن کتاب کی تشریح لفظ بلفظ اور جملہ در جملہ کرتا تھا اور اسی کے حوالہ سے اپنی اضافی معلومات بڑھاتا تھا۔ یہ طریقہ کار سب سے زیادہ زرقانی کے ہاں نظر آتا ہے۔ اسی بنا پر ان کی کتاب سیرت سب سے زیادہ مفصل ہے اگرچہ اس میں سیرتی مواد خاص تکنیکی معنوں میں بہت کم ہے۔

## نام ونسب

زرکلی نے علامہ زرقانی کا نام محمد اور ان کے والد ماجد کا عبد الباقی اور جد امجد کا یوسف لکھا ہے۔ اوپر کی دو مزید پیڑھیوں کا ذکر کیا ہے کہ پر دادا احمد تھے اور سگڑ دادا علوان۔ وہ زرقانی تھے کہ ان کا گاؤں مصر کے منوف علاقہ میں شامل تھا اور اس لئے وہ مصری بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی دو مزید نسبتیں ہیں: ایک ازہری اور دوسری مالکی: ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ازہر کے تعلیمیافتہ اور مسلک کے لحاظ سے مالکی فقہ کے پیرو تھے۔

## ولادت

علامہ زرقانی کی ولادت مصر کے دار الحکومت قاہرہ میں ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء میں ہوئی۔

## وفات

زرکلی کے مطابق امام زرقانی نے اپنے مولد و مامن قاہرہ میں ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء میں وفات پائی اور ان کی عمر اس وقت سرسٹھ سال کے قریب تھی اور وہیں مدفون ہوئے۔

## تصانیف

علامہ زرقانی کی تصانیف میں زرکلی نے **تلخیص المقاصد الحسنہ** کو مخطوطہ بتایا ہے اور یہی بات حدیث کی دوسری کتاب **وصول الامانی** کے بارے میں بھی کہی ہے۔ ان کی بقیہ کتابوں میں سے جن کا ذکر کیا ہے ان میں مصطلحات کی کتاب **شرح البیقونیة**، فن حدیث کی تالیف **شرح موطا الامام مالک** اور سیرت کی تصنیف **شرح المواھب اللدنیہ** کو مطبوعہ بتایا ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت ان کی کتاب سیرت کو ملی۔ ان کی تصانیف کے عناوین اور مطالعہ دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ زرقانی اصلاً شارح تھے یا تلخیص نگار، وہ مؤلف و مصنف اپنے معروف معنوں میں نہ تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے علم و فضل میں تبحر و گہرائی کی کوئی کمی تھی۔ صرف **شرح المواھب اللدنیہ** ہی ان کے تبحر علمی اور گوناگوں فضیلت کے اثبات کے لئے کافی ہے۔

## طریقۂ تالیف

علامہ زرقانی نے کتاب سیرت میں جو طریقۂ تالیف اختیار کیا ہے وہ خالصتاً شرح کا طریقہ ہے ۔انہوں نے اپنے ماخذ و مصدر امام قسطلانی کی کتاب المواھب اللدنیہ کے متن کی لفظ بلفظ اور کلمہ بہ کلمہ تشریح کی ہے، یہاں تک امام قسطلانی کے بسملہ کی تشریح کی ہے پھر ان کی حمد و صلوۃ کی عبارت میں ایک ایک کلمہ، فقرہ، یا جملہ کی تشریح کی ہے۔ وہ متن کو پہلے نقل کرتے ہیں اور اس کو قوسین میں دیتے ہیں تاکہ امام کا متن شارح کی تشریح سے الگ رہے اور پھر اپنی شرح دیتے ہیں۔ اس میں وہ بہت سی نئی معلومات، قیمتی تفصیلات اور علمی مباحث متعدد کتابوں اور اماموں سے نقل کرتے ہیں۔

شرح المواھب اللدنیہ کا اگر معلومات کے لحاظ سے تجزیہ کیا جائے تو بلاشبہ ان کی کتاب سیرت نبوی کا گنجینہ اور دائرہ معارف ہے تاہم یہ بھی صحیح ہے کہ علامہ زرقانی نے بہت سی معلومات و تفاصیل سے دانستہ یا نادانستہ طور سے گریز کیا ہے اور بہت سے دوسرے مآخذ کی روایات و ابحاث ان کے ہاں بار نہیں پاسکی ہیں۔

جہاں تک مصادر و مآخذ کا تعلق ہے علامہ زرقانی کے شرف کی بات ہے کہ وہ اپنے اکثر و بیشتر بلکہ تمام مآخذ کا برابر حوالہ دیتے جاتے ہیں اور شاید ہی کوئی ایسا مقام آیا ہو جہاں انہوں نے اپنے مآخذ کا ذکر نہ کیا ہو یا بلا سند کوئی بات کہی ہو۔

امام قسطلانی کے متن میں جہاں کسی کلمہ، فقرہ، حدیث، آیت، جغرافیائی مقام، ماخذ، امام، مسلک، عقیدہ وغیرہ کا ذکر یا حوالہ آگیا ہے علامہ زرقانی نے اس کی تشریح و تفصیل ضرور کی ہے۔ اس میں سیرتی مصادر اور ان کے مؤلفین گرامی کا سوانحی خاکہ بہت اہم ہے اور اس کتاب کی بنیاد پر ان تمام مؤلفین اور ان کی کتابوں کی ایک مختصر کتابیات تیار کی جاسکتی ہے۔ یہی حال صحابہ کرام، تابعین عظام، علمائے اسلام، مورخین و مفسرین وغیرہ تمام دوسری شخصیات کا ہے کہ ان کا مختصر سہی مگر سوانحی خاکہ ضرور دیتے ہیں۔

علامہ زرقانی روایات و احادیث پر محاکمہ اور مباحثہ بھی برابر کرتے ہیں خاص کر فقہی اور کلامی امور و مسائل پر وہ مختلف نظریات و افکار اور اقوال و آثار کو جمع کر دیتے ہیں اور پھر ان پر اپنی صوابدید کے مطابق محاکمہ کر کے کسی نہ کسی کو ترجیح بھی دیتے ہیں البتہ روایات سیرت پر ان کا تنقیدی ذہن ذرا کم کام

کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے پسندیدہ خیالات وافکار یا مسلکی وفکری رجحان کے سبب یا مشہور روایت کی شہرت سے مرعوب ہو کر صحیح نقد واستدراک سے کام نہیں لیتے۔

شرح المواهب اللدنیه میں امام قسطلانی کے متن کی مانند بعض ضعیف بلکہ موضوع روایات واحادیث بھی آگئی ہیں اور ایسا بالعموم فکری رجحانات کے تحت ہوا ہے یا عقیدت ومحبت کے غلو کے مقامات پر خصائص نبوی، مبشرات وغیرہ کے مباحث میں ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں جن پر علماء کرام نے کلام کیا ہے۔

زرقانی کی کتاب سیرت امام قسطلانی کے اتباع میں موضوعاتی لحاظ سے عدم توازن کی شکار ہے۔ سیرت نبوی کا کل بیان پہلی دو جلدوں اور تیسری جلد کی چوتھائی بحث تک محدود ہے جو مقصد اول کے تحت بیان ہوا ہے۔ پھر متعلقات سیرت کا بیان ہے جس میں اسماء گرامی، ازواج، اولاد، خدام وغیرہ کا ذکر ہے جو وفود عرب کی آمد کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔ مقصد سوم / جلد چہارم شمائل، اخلاق، دنیوی حوائج وغیرہ پر مبنی ہے اور کافی مفصل ہے۔ جب کہ مقصد چہارم معجزات کی بحث طویل پر مبنی ہے۔ پھر خصائص کی بحث ہے جب کہ مقصد پنجم اسراء ومعراج اور خصائص نبوی کے لئے خاص ہے، ساتویں مقصد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی سنت کی پیروی موضوع ہے۔ مقصد ہشتم طب نبوی اور امور غیب سے آگہی پر، مقصد نہم عبادات نبوی پر اور مقصد دہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمات الٰہی کی تکمیل پر ہے۔ یہی کل مقاصد ہیں اور ان کے تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیرت نبوی کا بہت وسیع معنی مراد لے کر تمام معلومات کو جمع کیا گیا ہے اور بعد کی تقریباً پانچ جلدیں متعلقات سیرت پر مبنی ہیں۔

# مصادر و مآخذ

بروکلمان ۲-۴۳۹

پرنسٹن ۴۲۶

الجبرتی ۱/۶۹

الرسالۃ المستطرفۃ ۱۴۳

الزرکلی الاعلام ششم ۱۸۴

شیخ عنایت اللہ، ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگار''، مقالہ نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۳ء، اول ۱۸-۲۱۷

محمد الخلیل المرادی، سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر المعروف بالتاریخ المرادی۔

بولاق ۱۳۰۱ھ، ۴/۳۳-۳۴

سرکیس معجم المطبوعات ۹۶۷

# علامہ زرقانی کی شرح المواہب اللدنیہ

فن سیرت نبوی میں شاید سب سے ضخیم کتاب علامہ زرقانی کی شرح المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه ہے جو آٹھ جلدوں میں پہلی بار بولاق سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوئی تھی اور بعد میں بھی شائع ہوتی رہی۔ ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ مطبعہ از ہریہ مصریہ کا ۱۲۲۵-۲۹ھ کا مطبوعہ ہے اور وہ بھی آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی ایک علمی اہمیت یہ ہے کہ وہ مشہور عالم مولانا ابوالحسنات عبد الحی فرنگی محلی کا خرید کردہ مملوکہ ہے جو انہوں نے ۱۲۷۹ھ میں مکہ معظمہ میں خریدا تھا اور اس کے ابتدائی صفحات پر خاص کر مولانا موصوف کے بعض تبصرے اور تحریریں ہیں۔

جلد اول میں پانچ سو پچپن صفحات ہیں اور جلد دوم میں تین سو باون صفحات، جلد سوم میں تین سو بانوے، جلد چہارم میں چار سو تینتالیس، جلد پنجم میں چار سو گیارہ، جلد ششم میں تین سو باسٹھ، جلد ہفتم میں چار سو اکیس اور جلد ہشتم میں چار سو چھبیس صفحات ہیں۔ اس طرح ان کی مجموعی تعداد تین ہزار تین سو چھیاسٹھ صفحات ہے۔ یہ کتاب بڑی تقطیع اور خاصی گھنی چھپی ہے۔ جدید ایڈیشن دستیاب نہیں لیکن وہ یقیناً پانچ ہزار صفحات سے اوپر ہوگا۔

علامہ زرقانی کی شرح مواہب متاخرین کی کتابوں میں سے اہم سمجھی جاتی ہے کہ وہ تقریباً تمام اولین کتابوں کی جامع ہے، انہوں نے اپنی کتاب کی تیاری میں چونکہ مختلف مصادر و مآخذ سے مدد لی ہے اس لئے اس میں ان کتابوں کے اقتباسات بھی ملتے ہیں جو آج کل عام طور سے دستیاب نہیں۔ حمد وصلوۃ کے بعد مؤلف گرامی نے کتاب کی تالیف کا مقصد قسطلانی کی کتاب کی روایت کی اپنی اسناد بیان کر کے امام قسطلانی کی مختصر سوانح دی ہے اور پھر مواہب قسطلانی کے متن کی لفظ بلفظ تشریح وتفسیر کرنی

شروع کی ہے۔اس موضوع میں انہوں نے متقدمین ومتاخرین کی شرح کا مسلمہ طریقۂ کار اختیار کیا ہے کہ پہلے وہ متن کتاب کا ایک جزو دیتے ہیں اور پھر اس کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ جزو کبھی ایک جملہ ہوتا ہے کبھی ایک لفظ/اسم اور کبھی دو چار الفاظ پر مشتمل فقرہ۔ مثلاً قسطلانی کی کتاب کے تمہیدی حصوں کی تشریح میں انہوں نے بسملہ، الحمد للہ اور حمد الٰہی کے دوسرے الفاظ وعبارات کی اسی طرح تشریح کی اور پھر درود وصلوۃ کی تفسیر کے بعد فہرست موضوعات سمیت دوسرے تمہیدی حصوں کی تفسیر ہے (۳۰-۲)

امام قسطلانی نے اپنے متن کا پہلا باب (المقصد الاول) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ازلیت اور افضلیت پر قائم کیا ہے۔اس دوران اگر امام قسطلانی نے اپنی کسی روایت میں راوی کا نام لیا ہے یا کوئی دوسرا نام کسی سبب سے آ گیا ہے تو اس کے بارے میں معلومات جمع کر دی ہیں مثلاً ۳۶-۳۵ پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا ذکر خیر آیا تو زرقانی نے ان کا سوانحی خاکہ دے دیا یا آگے چل کر (۳۹-۳۸) امام احمد بن حنبل کا حوالہ آیا تو ان کے بارے میں سوانحی معلومات جمع کر دی ہیں۔ یہی سلسلہ تحریر حافظ بیہقی، حاکم میسرہ، امام بخاری، ان کی تاریخ کبیر، ذہبی، ابونعیم کی کتاب الحلیہ وغیرہ متعدد اکابر کے بارے میں بھی نظر آتا ہے۔قسطلانی کے متن کی تشریح میں امام زرقانی نے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوی کو پیدا فرما کر آپ کو اور آپ کی نبوت کو تمام انبیاء کرام پر فضیلت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ وجود وظہور کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں لیکن حقیقت وآغاز کے اعتبار سے اولین ہیں۔اس میں زیادہ تر روایات واحادیث، علماء وصوفیہ کے اقوال اور ان کی دوسری تعبیرات پر انحصار کیا گیا ہے۔ بہت سے علماء وصحابہ اور اکابر کے سوانحی خاکوں، ان کی کتابوں اور دوسرے معلوماتی تبصروں پر یہ بات مشتمل ہے۔علامہ زرقانی نے اصل کتاب کے متن کی روایات کی تائید میں دوسری کتابوں سے اضافے کیے ہیں۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حواء، ابلیس کا مفصل واقعہ بھی بیان کیا ہے پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مختصراً دوسرے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت آدم علیہ السلام سے نور محمدی نسل در نسل منتقل ہوتا رہا تا آنکہ وہ آپ کے جد امجد عبدالمطلب اور آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ میں منتقل ہوا (۷۹-۳۱)۔ پھر آپ کے نسب شریف کی طہارت وعظمت کا ذکر کیا ہے جو متعدد روایات واقوال علماء اور بیانات کتب پر مبنی ہے (۸۵-۷۹) جس میں یہ ذکر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب ترین خاندانوں میں پیدا فرمایا۔

نسب اطہر کے بیان کا سلسلہ اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑا ہے پھر اس کی تعریف وتشریح کے بعد والد ماجد اور جد امجد کا ذکر اور اس کی مختصر سوانح دی ہے اور پھر اوپر کے سلسلہ نسب کا ذکر کرتے ہوئے ہاشم، قصی، کلاب، مرہ، کعب، لوی، غالب، فہر، مالک، نضر، کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، مضر، نزار، معد، عدنان کے سوانحی خاکے، اس نسب تک علماء کا اجماع اور عدنان کے بعد حضرت ابراہیم تک علماء نسب کا اختلاف اور اس کی روایات نقل کی ہیں اور حسب دستور تمام اسماء وغیرہ کی تفصیل دی ہے (۱۰۰-۸۵)۔ اس باب کا خاتمہ پھر عبدالمطلب کے ذکر خیر پر ہوتا ہے۔

امام قسطلانی نے اس کے بعد ''قصہ الفیل'' کا مختصر ذکر کیا ہے جس کی مفصل تشریح علامہ زرقانی نے متن کے الفاظ اور جملوں کے حوالہ سے کی ہے اور اس میں متعدد کتابوں اور ان کے مؤلفوں کے حوالوں سے اپنی تشریح کو آراستہ اور مدلل کیا ہے۔ اس میں سورۂ فیل کے حوالہ سے اس کی تفسیر بھی ہے۔ علامہ قسطلانی نے واقعۂ فیل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف وعظمت کی دلیل اور آپ کی نبوت ورسالت کی تاسیس کے طور پر نقل کیا ہے (۱۰۹-۱۰۰)۔ اس کے بعد زمزم کی کھدائی اور دونوں ذبیح۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب۔ کی سرخی کے تحت ان دونوں واقعات کا یکے بعد دیگرے ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی قربانی کے بیان میں جدامجد عبدالمطلب کے دس فرزندوں کے نام گنائے ہیں۔ حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کی روایات بھی نقل کر کے ان کی تعبیر وتشریح کی ہے اور ذبیح پر مختلف علماء ومحدثین کی آراء نقل کی ہیں اور ذبیح کے حکم الٰہی کے مقصد وحکمت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور یہودی علماء کے اقوال کی تردید بھی کی ہے (۲۲-۱۰۹)۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی حضرت آمنہ سے شادی اور شادی کیلئے جاتے وقت راستہ میں ملنے والی خاتون کی پیشکش کا بیان ہے جس کے بعد نکاح کے بعد پیشکش کرنے والی خاتون رقیقہ بنت نوفل کے پاس واپسی، حمل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، انتقال نور نبوت دررحم حضرت آمنہ پر فرشتوں کی مسرت، مدتِ حمل، اور تاریخ حمل، فردوس کی کشادگی، ندائے ہاتف، عالمی مسرت وانبساط، دوران حمل کے معجزات ومبشرات، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے موسوم کرنے کی ہدایت، وفات حضرت عبداللہ کی مختلف روایات پر محاکمہ اور ان کی تدفین ومرثیہ حضرت آمنہ، آپ کی یتیمی پر امام ابوحیان کی تفسیر البحر المحیط کی تفسیر وتعبیر، وقت ولادت کے معجزات ومبشرات کے

علاوہ امام قسطلانی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام انبیاء کرام کی چیدہ چیدہ صفات کے جمع کرنے کا ذکر کیا ہے اور ولادت کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں۔ان کے علاوہ ولادت نبوی کے بارے میں یہودی علماء کی پیشگوئیوں کا بھی مفصل ذکر ہے جن میں علامات نبوت کا حوالہ ہے جیسے خاتم نبوت، ایوان کسریٰ کا انہدام، مختون و مسرور پیدائش اور ان روایات پر ابن القیم وغیرہ کا محاکمہ ، انبیاء کرام میں سے مختون پیدا ہونے والوں کا ذکر، آپ کے ختنہ کئے جانے کی روایات کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں ختنہ کیا گیا، ختنہ کی حیثیت، سنت اور وجوب پر بحث، تاریخ ویوم ووقت ولادت پر مفصل روایات، ولادت کی شب کی فضیلت پر روایات ہیں اور ان کا خاتمہ مقام ولادت شریفہ کے ذکر پر ہوتا ہے (۶۵-۱۲۲)۔

اگلی سرخی اور بحث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور اس کی متعلقہ چیزوں سے متعلق ہے۔اس میں رضاعت ثویبہ، مولود شریف کی روایت اور اس کی تحسین، حضرت ثویبہ کی حیات کے بارے میں تفصیل، رضاعت حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کی سوانح اور واقعہ رضاعت کی کامل تشریح، آپ کے رضاعی بھائیوں اور بہنوں کا ذکر، شق صدر کے معجزہ، ولادت کے بعد کلام نبوی، عہد نبوی، دودھ چھڑانے اور اس دوران کے تمام معجزات بالخصوص شق صدر کے معجزہ کے اوقات کا ذکر خاص ہے (۸۵-۱۶۵)۔

علامہ قسطلانی نے ''خاتم النبوۃ'' کا ذکر تو اپنی عبارت میں تسلسل کے ساتھ کیا تھا لیکن شیخ زرقانی نے اس کی خاص سرخی باندھ کر اس کی تشریح کی ہے۔جس کے اہم مباحث ہیں: اس کا علامت نبوت ہونا، اس کی تعریف وساخت، مقام، اور اس کی روایات، اختلافِ روایات پر محاکمہ اور صحیح روایت کی ترجیح، ولادت کے وقت اس کی موجودگی یا ناموجودگی وغیرہ (۹۶-۱۸۵)۔

شیخ زرقانی نے امام قسطلانی کی عبارت متن کی بنا پر والدہ ماجدہ کی وفات اور والدین سے متعلق روایات کی سرخی لگا کر والدہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت عمر نبوی شریف اور اس کے بارے میں مختلف روایات، مقام وفات ابواء کی تفصیل، مدینہ زیارت کے اسباب، حضرت ام ایمن کی معیت، مدینہ کے قیام، یہودی علماء کی شناخت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، واپسی اور وفات، وصیت مادری، اشعار مرثیہ، بعد وفات و نبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قبر وغیرہ، ایمان حضرت آمنہ اور احیاء پر غروب آفتاب کے بعد طلوع ہونے کے معجزہ سے استدلال، زمانہ فترہ کے مرحومین کے اسلام کے بارے میں

علماءخاص کر اشاعرہ کا مسلک اور دوسرے آباء واجداد کے اسلام وایمان کے بارے میں علماء کی رائے، استغفار ابراہیمی کے واقعہ پر بحث، والدہ ماجدہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی روایت پر کلام، فترہ کی حقیقت اور اس کے زمانے کے اقسام ثلاثہ اور اس پر اشعار، ابوطالب کے اسلام وعدم اسلام کی بحث (۱۹۶-۲۲۶) دادا عبدالمطلب کی کفالت، عمر ووفات وغیرہ، عمر نبوی، کفالت ابوطالب، کفالت زبیر بن عبدالمطلب، والد کی وصیتِ کفالت کی روایت، ابوطالب وزبیر کی عبداللہ سے حقیقی برادر ہونے کی نسبت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ابوطالب کی زمانہ قحط میں دعائے استسقاء اور ان کے قصیدہ لامیہ کے اشعار پر بحث، کچھ آیات قرآنی اور اشعار کا حوالہ، ابوطالب کے ساتھ سفر شام اور بحیرا راہب سے ملاقات اور اس سفر کے معجزات وغیرہ اور آپ کی نبوت کی بشارت شامل ہیں (۲۲۶-۳۸)۔

زرقانی نے متن قسطلانی میں وقفہ کر کے حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی کی سرخی لگائی ہے اور پھر دوسرے سفر شام، نبوی تجارت، اس کے واقعات ومعجزات، نسطورا راہب سے ملاقات، حضرت خدیجہ سے شادی، دونوں کی عمروں اور ان کے تفاوت، تجویز نکاح کا اعمام سے ذکر اور حمزہ وابوطالب کے شریک ہونے، مہر کی رقم، خطبۂ نکاح کا ذکر کیا ہے (۲۳۸-۴۵)۔ پھر بنیان قریش الکعبة کے عنوان کے تحت آپ کی پینتیس برس کی عمر شریف کے زمانے میں کعبہ کی قریشی تعمیر نو کا مفصل ذکر ہے جس میں حجر اسود کے نصب کرنے کے لئے آپ کو حکم بنایا گیا تھا، اس کی تعمیر میں آپ کی شرکت وغیرہ کا بھی ذکر ہے (۲۴۵-۴۹)۔

امام زرقانی نے بسملہ کے بعد ''باب مبعث النبی ﷺ'' کا عنوان قائم کر کے متن قسطلانی کی بنیاد پر چالیس برس میں آپ کے نبی ہونے کا واقعہ مفصل بیان کیا ہے اور اس کے ذیلی مباحث ہیں: بوقت بعثت عمر نبوی کے بارے میں مختلف روایات، ماہ وسال اور یوم ووقت کی روایات، نزول قرآن کریم کی ابتداء ومدت، وحی الٰہی کی حقیقت پر بحث، تحنث کی بحث، حضرت جبریل کی آمد اور تنزیل وحی، حضرت خدیجہ کی تصدیق وتسلی، حضرت ورقہ بن نوفل کی تصدیق ووعدہ امداد وتعاون، فترۂ وحی اور اس کی مدت اور اس کی حقیقت وحکمت، خشیت نبوی کی تشریح، حضرت جبریل کے ذریعہ تنزیل وحی کی حکمت، حضرت ورقہ کے قول کی تشریح، نزول سورۂ مدثر اور اس کی تاریخ، غار حراء کو مقام تنزیل بنانے کی حکمت، غار حراء وغار ثور کی تعریف وتاریخ وغیرہ (۲۴۹-۷۱)۔ ''مراتب الوحی'' کا عنوان قائم کر کے اس کی

اقسام وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے (۸۳-۲۷۱) پھر شجر و حجر کی تسلیم کرنے کا حوالہ دے کر وضو اور نماز کی تعلیم جبریلی اور حضرت خدیجہ کو ان کی تعلیم نبوی، نماز کی تعیین وتشریح، انداز و دعوت کی ابتداء اور اس کی حقیقت، فترۂ وحی کی حکمت اور سورۂ اقراء اور سورۂ المدثر کے نزول کی لازمی متابعت کا ذکر کیا ہے (۸۶-۲۸۳)۔

اولین ایمان لانے والوں پر ایک خاص عنوان کے تحت ایمان کی تعریف، اولین مومنین - حضرات خدیجہ، ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب اور حضرت زید وغیرہ - کے بارے میں اختلاف روایات کو بیان کیا ہے (۹۵-۲۸۶)۔ حضرت زید کے بعد مسلمان ہونے والوں جیسے حضرات عثمان، زبیر، عبدالرحمٰن، عبیدہ وغیرہ کا مفصل ذکر ہے۔ اس کے بعد خفیہ تبلیغ کے زمانے کا ذکر ہے (۹۸-۲۹۵)۔ علانیہ تبلیغ کے زمانے کا ذکر کر کے قریش کے مظالم، ابوطالب کی حمایت نبوی، قرآنی آیات بابت دعوت اور حمایت الٰہی، موذیوں کو سزائے الٰہی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام کے لئے مساعی، آپ پر الزامات ومظالم، حضرت ابوبکر صدیق کی حمایت، بحالت سجدہ اونٹ کی اوجھڑی رکھنے کا واقعہ، دشمنان اسلام کا ذکر، اوجھڑی کے واقعہ پر فقہی بحث اور بعض اکابر قریش کے انجام بد کا حوالہ آیا ہے (۳۰۸-۱۹۸)۔

"اسلام حمزہ" کا عنوان زرقانی حضرت حمزہ کے اسلام کے بیان قسطلانی سے شروع ہوتا ہے اور پورا واقعہ بیان کرتا ہے: حضرت حمزہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد کے بعض واقعات وروایات کا اضافہ سیرۃ مغلطائی وغیرہ سے کیا ہے خاص کر قریشی تجاویز کا مفصل ذکر کیا ہے جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلامی سے باز رکھنے کے لئے پیش کی تھیں۔ اس میں آپ کی تقریر دلپذیر کا بھی بیان آیا ہے اور دشمنان اسلام کے سوالات بابت ذوالقرنین، روح اور اصحاب الکہف وغیرہ کا بھی۔ اس پر زرقانی نے مختلف علماء کی روایات اور بحثیں تفصیل سے نقل کی ہیں۔ حضرت سمیہ، عمار و یاسر، ابوذر، بلال وغیرہ کمزور مسلمانوں کے قبول اسلام اور ان کی قریشی تعذیب کا ذکر کیا ہے جس کا خاتمہ غلام مسلمانوں کی حضرت ابوبکر کے ذریعہ خریداری اور آزادی کے بیان پر ہوتا ہے (۲۵-۳۰۸)۔

الھجرۃ الاولیٰ الی الحبشہ کے عنوان زرقانی کے تحت پہلی ہجرت حبشہ پر روایات جمع کی ہیں (۲۸-۳۲۵)۔ "اسلام عمر الفاروق" کے عنوان کے تحت حضرت عمر بن خطاب کے قبول اسلام اور اس کے متعلق واقعات کا مفصل بیان آیا ہے (۳۵-۳۲۸)۔ "دخول الشعب وخبر الصحیفہ" کے عنوان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حامیوں کے سماجی مقاطعہ کے آغاز

وانجام کا مفصل بیان ہے اور اسی میں غرانیق کے واقعہ اور مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی کا مفصل ذکر ہے۔ غرانیق کی روایات پر کلام اور مباحثہ بہت عمدہ ہے اور وہی آخری نکتہ ہے۔ اس میں بعض علماء پر سخت تنقید بھی کی ہے (۴۵-۳۳۵)۔ دوسری ہجرت حبشہ اور صحیفہ مقاطعہ کی منسوخی کے عنوان کے تحت ان دونوں واقعات کا تفصیل کے ساتھ بیان ہے (۵۰-۳۴۵)۔ اس میں مہاجرین حبشہ جیسے حضرت ام حبیبہ وغیرہ کا ذکر کر کے حضرت ابوبکر صدیق کے قصد ہجرت، واپسی، جوار ابن الدغنہ، اس کے نام کی تعیین، اس کی جوار کی منسوخی، صحیفہ کو ختم کرنے والوں کے نام اور ان کی مساعی کا ذکر کر کے اگلی سرخی وفات خدیجہ وابی طالب کے تحت دونوں کی وفات، ابوطالب کے اسلام واستحقاق شفاعت، ان کے انجام کا ذکر کیا ہے اور خاتمہ حضرت سودہ وعائشہ سے شادی کے ذکر پر کیا ہے (۵۷-۳۵۰)۔

اگلی سرخی اور بحث سفر طائف سے متعلق ہے اور پورا واقعہ سفر پوری تفصیل سے بیان کرتی ہے جس میں طائف کے سرداروں کے طرز عمل، واپسی میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ کے حسن سلوک، عداس کے قبول اسلام کا ذکر ہے (۶۲-۳۵۷) جنات کے قبول اسلام کا واقعہ علیحدہ سرخی "ذکر الجن" کے تحت کیا ہے (۶۹-۳۶۹)۔ اسی میں آپ کی دعائے دلسوز کا ذکر خیر بھی ہے۔ اگلا مبحث "وقت الاسراء" کے عنوان سے واقعہ اسراء ومعراج پر ہے (۷۲-۳۶۹)۔ قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنے، ان کی حمایت حاصل کرنے کی نبوی مساعی اور انصار کے وفود سے متعلق مبحث ہے اور تینوں بیعتوں/ وفود کا مفصل ذکر ہے۔ شرکاء بیعت کے اسماء گرامی کے ساتھ ساتھ ان کی سوانح بھی ہیں (۸۳-۳۷۲)۔

"باب هجرة المصطفیٰ واصحابه الی المدینه" اگلا مبحث ہے جس میں آپ اور آپ کے صحابہ کی ہجرت مدینہ کا مفصل بیان ہے۔ اس کے ذیلی مباحث ہیں: خواب میں دار الہجرۃ کا الٰہی اشارہ، خواب میں ہی مدینہ کی تعیین، بیعت عقبہ اخیرہ کے بعد صحابہ کرام کو اذن ہجرت، ان کی مہاجرت جماعت میں اور انفرادی طور سے، مہاجرین اولین کے اسماء، مدینہ میں انصار کے ہاں قیام وطعام، مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام کا رکنا اور اذن الٰہی کا انتظار کرنا، قریش کا اتفاق برائے قتل نبوی، آپ کو اذن ہجرت، آپ کی روانگی اور حضرت علی کی قربانی، آیات سورہ انفال وغیرہ کا حوالہ، مدینہ کی فضیلت وحرمت، تاریخ ہجرت، حضرت ابوبکر کی معیت اور اس کی ہدایت جبریلی، حضرت ابوبکر صدیق کے گھر سے غار ثور تک، حضرت عائشہ کی روایت ہجرت، اونٹنیوں اور راہبر کا انتظام، غار ثور

کے قیام کے دوران معجزات کی روایات، حضرت ابوبکر کے خدشات اور اطمینان نبوی، فضائل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت موسیٰ کے قول "کلا ان معی ربی سیھدین" (آیت قرآنی) کا حوالہ، مکڑیوں کے جال بننے کے دوسرے واقعات کا حوالہ جیسے حضرت زید بن علی بن حسین کی شہادت کے بعد ان کی عریاں نعش پر، غارثور میں حضرات عبداللہ بن ابی بکر اور عامر بن فہیرہ کے انتظامات اکل وشرب، غارثور سے روانگی، حضرت ام معبد کی مہمان نوازی اور اس کے دوران معجزات، ان کا بیان در بابت حلیہ نبوی، ندائے ہاتف اور اشعار بابت آمد نبوی (۴۱۷-۳۸۳)، حضرت سراقہ بن جعشم کے تعاقب کا واقعہ ایک الگ عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور اسی میں دوسرا واقعہ / معجزہ بیان کیا ہے جو حضرت ام معبد کی مانند ہے، اس میں مدینہ آمد، انصار کا استقبال، یہود کا اعلان، تاریخ قدوم مدینہ ۱ھ ہجری کا آغاز، مسجد قباء کی تعمیر اور اس کی فضیلت، نمازیوں کی تعداد، مدینہ شہر کو روانگی، آمد، استقبال، حضرت ابوایوب کے گھر قیام، مسجد نبوی کی تعمیر، ثنیۃ الوداع والے گیت پر ہجرت اور غزوہ تبوک کے حوالہ سے بحث، انصاری بچیوں کا گیت، صحابہ کرام کی بیماری، مدینہ کی وباء کی دعائے نبوی سے جلاوطنی، مدینہ کی آب وہوا میں برکت، حضرت ابوایوب انصاریؓ کے خانہ مبارک میں سات ماہہ قیام بھی مذکور ہے (۳۸-۴۱۷)۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور منبر نبوی کی بناوٹ پر دوسری سرخی ہے جس کے تحت ان دونوں کا مفصل ذکر ہے (۴۴۶-۴۳۸)۔ اس کے ذیلی مباحث ہیں: زمین کی خریداری، دس دینار میں، رقم کی ادائیگی از حضرت ابوبکر صدیق، تعمیر میں شرکت نبوی اور اس کی ساخت، حضرت عمار کے قتل کی پیشگوئی، اشعار گوئی اور قراءت، بیت المقدس کی جانب رخ قبلہ، اس کے تین دروازے اور ان کے نام، لمبائی چوڑائی (۴۶-۴۳۸)۔ اسی کے بعد حضرت عائشہ کی رخصتی اور دونوں گھروں کی تعمیر، حضرت زید بن حارثہ کے ذریعہ خاندان رسالت کی مکہ مکرمہ سے منتقلی اور مہاجرت، صفہ اور اصحاب صفہ، منبر کی تعمیر اور کھجور کے ستون کا واقعہ گریہ وزاری، منبر کی تعمیر کی تاریخ پر اختلاف روایات (۹-۴۴۶)۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مواخاۃ اگلا مبحث ہے اسی عنوان سے ہے جس میں اس کی تاریخ، مواخاۃ کی بنیادیں، مواخاۃ کے جوڑے، ان میں باہمی توارث، وراثت کی منسوخی کا ذکر ہے (۵۲-۴۴۹)۔ "باب بدء الاذان" کے تحت اذان کی ابتداء کی روایات پوری تفصیل سے بیان کی ہیں اور ان پر کلام کیا ہے، حضرت بلال کی تقرری اور ان کی فضیلت، صحابی کے پیچھے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا واقعہ غزوہ تبوک کے حوالہ سے اور فاضل کی مفضول کی اقتداء پر فقہی بحث وغیرہ بھی ہے۔ اسی طرح مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز پڑھنے کی روایات بھی دی ہیں۔ ہجرت کے بعد نماز حضر میں دو رکعتوں کے اضافے کی مختلف تاریخیں مختلف مآخذ سے دی ہیں اور سفر کی نماز قصر پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد کے اہم مباحث ہیں: احبار یہود کی مخالفت، لبید بن الاعصم کا سحر، روایت سحر پر کلام اور راس المنافقین ابن سلول کا ذکر ہے (۶۲-۴۵۲)۔

امام زرقانی نے امام قسطلانی کے متن میں اپنی طرف سے بسملہ اور کتاب المغازی کی سرخی کا اضافہ کر کے غزوات و سرایا کا باب کھولا ہے اور اس کے اہم مباحث دئے ہیں جیسے قتال و جہاد کا اذن الٰہی، آغاز غزوات و سرایا، ان کے مفاہیم، ان کی تعداد، غزوات میں قتال والی مہمات، لشکر کے مختلف اسماء جیسے جیش، سریہ، خمیس، کتیبہ وغیرہ کی تعریف (۷۰-۴۶۲)۔ اس کے بعد ترتیب سے سرایا و غزوات کا الگ الگ حال ان کے عناوین کے تحت لکھا ہے جیسے بعث حمزہ (۷۱-۴۷۰)، سریہ عبیدہ المطلبی (۷۲-۴۷۱)، اول المغازی - ودان (۷۸-۴۷۲) اور اسی میں غزوات بواط، ذوالعشیرہ اور اس میں معاہدات بنی مدلج و بنوضمرہ اور ان کا متن بھی دیا ہے۔

غزوہ بدر الاولیٰ کا بیان اس کی جداگانہ سرخی کے تحت بہت مفصل آیا ہے لیکن اس میں پہلے غزوہ عسفان (۴۷۸)، سریہ عبداللہ بن جحش طرف نخلہ (۸۱-۴۷۸) کا ذکر کیا ہے، اسی میں تحویل قبلہ، فرضیت صیام رمضان اور زکوٰۃ الفطر کا الگ عنوان کے تحت ذکر لائے ہیں (۸۹-۴۸۱)، غزوہ بدر العظمیٰ کا باب ہے جو بہت مفصل ہے (۴۸۹) اس کے اہم ذیلی مباحث ہیں: غزوہ کے اسماء، بدر کی جغرافیائی تعریف اور جاہلی تاریخ، اہمیت غزوہ بحوالہ آیات سورہ انفال، تاریخ روانگی، مدینہ کے خلفاء، انصار کی اولین شرکت، تعداد مجاہدین، بلاشریک جنگ کی بدریت، اونٹ اور گھوڑے کی تعداد، مشرکوں کی تعداد، قتال کا دن اور تاریخ، سبب غزوہ، قافلہ تجارت مکہ، ابوسفیان کا کردار، لشکر کی روانگی، صحابہ کرام کی پرجوش حمایت اور تقاریر، مختلف مآخذ کی روایات، آیات انفال کی تفصیل، عریش کی تعمیر، نصر الٰہی، مبارزت کے واقعات، دعائے نبوی، نیند کا غلبہ، ملائکہ کا نزول، ابلیس کی واپسی و پسپائی، جنگ، کنکریوں کی رمی، ابوجہل کا قتل، اکابر قریش کا قتل، اسیران بدر، مقتولین بدر کی تدفین اور ان سے کلام نبوی، حضرت عائشہ کی روایت پر کلام، بعض مقتولین مکہ کا ذکر، اسیروں کا ذکر اور ان کے باب میں مشاورت نبوی، اس باب

میں آیت قرآنی پر بحث، زر فدیہ کی تعیین، شہداء بدر، بعض مقتولین بدر کی تعداد و اسماء، اسیران بدر کے مسلمان ہونے والے صحابہ، حضرت رقیہ کی وفات و تدفین، بعض اسیروں کا قتل، حضرت ابوالعاص بن ربیع کا واقعہ، فدیہ دے کر اسیروں کو چھڑانے والے، حضرت عباس کے قبول اسلام کا واقعہ (۴۸۹-۵۴۶)۔اس کے بعد جلد اول میں عصماء بنت مروان کے قتل کے سریہ عمیر بن عدی (۷-۵۴۶)، صلاۃ الفطر کی اولین ادائیگی، غزوہ قرقرۃ الکدر، ابوعفک یہودی کے قتل، غزوہ سویق کا مختصر ذکر کر کے دوسرے سنہ ہجرت کے بعض وقائع کی سرخی کے تحت نماز عید الاضحیٰ، قربانی، وفات حضرت عثمان بن مظعون، ولادت حضرات عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن جعفر، مسلمہ بن مخلد/نعمان بن بشیر کا ذکر کیا ہے (۵۵۵-۵۴۶) اور اسی پر زرقانی کی جلد اول تمام ہوتی ہے۔

امام زرقانی نے اپنی شرح المواہب اللدنیہ کی دوسری جلد کا آغاز حضرت فاطمہؓ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شادی خانہ آبادی کے ذکر مبارک سے کیا ہے جو بہت سی روایات پر مبنی ہے اور اس میں دوسرے متعلقہ مباحث بھی ہیں (۸-۲) پھر قتل کعب بن الاشرف کے سریہ محمد بن مسلمہ کا بیان ہے (۱۴-۸)۔اس کے بعد کے اہم عنوانات و موضوعات ہیں: غزوہ غطفان اور واقعہ حضرت دعثور (۱۶-۱۴)، غزوہ بحران، سریہ زید بن حارثہ طرف قردہ (۱۸-۱۶)۔

غزوہ احد کا مفصل بیان آیا ہے (۶۱-۱۸) جس کے ذیلی اہم عناوین و مباحث ہیں: احد کی جغرافیائی اور دینی تعریف، اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر کی موجودگی کی روایت، تاریخ غزوہ احد، سبب غزوہ، ابوسفیان اموی کا فیصلہ جنگ اور اس کی تیاری، حضرت عباس کی اطلاع، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اور اس کی تعبیر، شہر میں مدافعت کا ارادہ نبوی، پر جوش صحابہ کا کھلے میدان میں لڑنے پر اصرار، روانگی لشکر، احد میں آمد، راستہ سے نابالغ مجاہدین کی واپسی اور عرض لشکر، مسلم لشکر اور مکی فوج کی تعداد، منافقین کی غداری، مشرکین کے امراء لشکر، تیر اندازوں کی تعیناتی، مختلف صحابہ کرام کی شجاعت کے واقعات، حضرت حمزہ کی شجاعت اور شہادت، دوسرے صحابہ کی شہادت، بعض طبقات صحابہ کرام کی شکست و فرار، دوسروں کی ثابت قدمی، عام مسلم ہزیمت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کرام، آپ کا زخمی ہونا اور شہادت کی افواہ کا پھیلنا، آیات قرآنی سے بحث، دعائے نبوی، حضرت سعد وغیرہ کی جاں نثاری، صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کی قربانی، بعض معجزات نبوی،

بعض اکابر قریش کا قتل، آپ کے زخموں کی مرہم پٹی، مسلم شہداء کا مثلہ، خواتین قریش کا رجز، لشکر مکہ کی واپسی، مسلم خواتین کی میدان احد کی طرف روانگی، مسلم شہداء کی تدفین اور ان کی نماز جنازہ، شہداء اور مقتولین کی تعداد، ہزیمت پر بحث اور اس کی حکمت، غزوہ حمراء الاسد اور مدینہ واپسی۔ اسی سال تحریم خمر پر بحث کی ہے (۶۲-۶۱) جو اس باب کی آخری بحث ہے۔

دوسرے سرایا وغزوات کا بالترتیب اس طرح ذکر زرقانی نے کیا ہے: سریہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد (۳-۶۲)، سریہ حضرت عبداللہ بن انیس (۶۳-۶۴)، واقعہ رجیع (۶۴-۷۴) جس میں حضرت خبیب کی شہادت کا واقعہ کافی مفصل آیا ہے۔ سریہ بئر معونہ (۷۴-۷۹) کا ذکر کر کے غزوہ بنی النضیر کا بیان ہے (۷۹-۸۶) جس کے بعد غزوہ ذات الرقاع (۸۶-۹۳)، غزوہ بدر الاخیرہ/الصغریٰ (۹۳-۹۴)، غزوہ دومۃ الجندل (۹۴-۹۵) کا مختصر ذکر کر کے غزوہ مریسیع کا مفصل بیان ہے (۹۵-۱۰۲) اور اس میں زیادہ زور واقعہ افک پر ہے۔ پھر غزوہ الخندق/الاحزاب کا اس کے متعلقات سمیت واضح اور مفصل ذکر ہے (۱۰۲-۲۶) اور اسی میں بنو قریظہ کے واقعات کا بھی ذکر ہے، غزوہ بنی قریظہ کے عنوان سے الگ اس کا بیان ہے (۱۲۶-۴۳) جس کا خاتمہ حضرت سعد بن معاذ کی تحکیم اور ان کی شہادت پر ہوتا ہے۔ آخر میں فرضیت حج کا بھی اس برس کے واقعات میں حوالہ دیا ہے۔

دوسرے سرایا وغزوات کا زرقانی نے حسب ذیل بیان پیش کیا ہے: حضرت محمد بن مسلمہ کا سریہ القرطاء اور حضرت ثمامہ بن اثال حنفی کا قبول اسلام (۱۴۳-۴۶)، غزوہ بنی لحیان (۱۴۶-۴۸)، غزوہ ذی قرد/غابہ (۱۴۸-۵۳)، سریہ عکاشہ بطرف الغمر (۱۵۳-۴)، سریہ محمد بن مسلمہ طرف ذوالقصہ (۱۵۴-۵۵)، حضرت زید بن حارثہ کے سرایائے جموم، العیص، جس میں حضرت ابوالعاص بن ربیع کی گرفتاری، حضرت زینب کی جوار، ان کے قبول اسلام کا بھی ذکر ہے۔ سرایائے الطرف وحسمیٰ اور وادی القریٰ کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے سریہ دومۃ الجندل کا ذکر ہے (۱۵۵-۶۲)، سرایائے علی (بنی سعد)، زید (ام قرفہ)، عبداللہ بن عتیک (قتل ابی رافع یہودی)، عبداللہ بن رواحہ (اسیر بن رازم)، سریہ کرز بن جابر بخلاف عکل وعرینہ، سریہ عمرو بن امیہ ضمری (ابوسفیان اموی) کا ذکر کیا ہے اور ان میں حضرت ابن عتیک کے سریہ کا ذکر زیادہ مفصل ہے (۱۶۲-۷۹)۔

صلح حدیبیہ کا غزوہ "امر الحدیبیہ" کے عنوان سے بہت مفصل بیان ہوا ہے (۱۷۹-۲۱۲) اور

اس کے اواخر میں رمضان ٦ ھ میں حدیبیہ سے قبل نمازِ استسقاء کا ذکر آیا ہے (٢١٧-٢١٢) جس میں تحریم خمر پر اچھی خاصی بحث ہے۔ اس کے بعد غزوہ خیبر کا بیان ہے (٢١٧-٤٧) اور اس کے خاتمہ پر حضرت صفیہ سے نکاح کا ذکر بھی ہے اور بعض جانوروں اور بعض دوسرے کاموں کی تحریم کا بھی۔ بالکل آخر میں آپ کو زہر دینے کی یہودی سازش کا بیان ہے جو خاصا مفصل ہے۔ مدینہ واپسی کے بیان میں نمازِ فجر کے قضا ہونے کے واقعہ کا بھی ذکر ہے۔ اس کے بعد الگ عناوین کے تحت وادی القریٰ وغیرہ کا ذکر ہے (٤٩-٢٤٧) اور غزوہ خیبر اور عمرۃ القضاء کے درمیان پانچ سرایا۔ عمر (تربہ)، ابوبکر (بنوکلاب / نجد)، بشیر (فدک)، غالب (المیفعہ)، بشیر (یمن)۔ کا مختصر مختصر ذکر ہے (٥٢-٢٤٩) جس کے بعد باب عمرۃ القضاء ہے (٦٣-٢٥٣) جو خاصا مفصل اور مناسک عمرہ پر مشتمل ہے اور آخر میں حضرت میمونہ سے شادی کا واقعہ رکھتا ہے۔ اس کے بعد زرقانی نے ایک دلچسپ عنوان قائم کیا ہے: ''آپ کی وفات سے قبل پانچ سرایا کا ذکر'' اور اس کے تحت جن سرایا کا ذکر کیا ہے وہ ہیں: سریہ ابن ابی العوجاء (بنوسلیم)، غالب بن عبداللہ لیثی (بنوالملوح) اور اسی میں حضرات خالد بن الولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن ابی طلحہ کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے، پھر سریہ غالب (فدک)، سریہ شجاع (بنو عامر / السی) اور سریہ کعب بن عمیر (ذات اطلاح) کا ذکر خیر ہے (٥٧-٢٦٣)۔

''باب غزوہ موتہ'' کے عنوان سے سریہ موتہ کا ذکر حسب دستور سیرت نگاران وقت بہت مفصل ہے (٧٧-٢٦٧) جس کا خاتمہ حضرت حسان کے مرثیہ شہداء پر ہوا ہے۔ اس کے بعد غزوہ ذات السلاسل کا بیان ہے (٨٠-٢٧٧)۔ اس کے بعد کے دوسرے سرایا یہ ہیں: سریہ الخبط (٨٤-٢٨٠) جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے، نجد کا سریہ ابوقتادہ (٥-٢٨٤)، اضم کا سریہ ابوقتادہ (٨٨-٢٨٥)۔

فتح مکہ کے باب کو زرقانی نے ''باب غزوہ الفتح الاعظم'' کا عنوان دیا ہے اور اس کو بہت مفصل طور سے بیان کیا ہے (٣٤٧-٢٨٨)۔ اس کے ذیلی مباحث ہیں: غزوہ کی اہمیت، سبب، خزاعہ کی جاہلی جنگیں، خزاعہ پر بنوبکر و قریش کا حملہ، ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد، قریش کو نبوی الٹی میٹم، قریش کا صلح حدیبیہ کو توڑنا، ابوسفیان کی تجدید کی ناکام مساعی، جنگ کی تیاری، حضرت حاطب کا خط اور مخبر کی گرفتاری، حضرت حاطب کی توبہ اور آیات قرآنی، قبائل کے لشکروں کا اجتماع، روانگی، مکہ میں مختلف راستوں سے داخلہ، راستے میں اکابر قریش کی ملاقات، ابوسفیان کا قبول اسلام

،مسلم لشکر کا مکہ میں داخلہ، عام امن وامان، ابوسفیان کا گھر دارالامان، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عاجزانہ داخلہ، بعض مقاتلین مکہ کا قتل، اشتہادی مجرموں کے قتل کا حکم، ان کا انجام اور اکثر کی معافی اور قبول اسلام، مکہ کی فتح کی نوعیت / بزور شمشیر فتح یا صلح کی فتح، مسجد حرام اور بیت اللہ میں نبوی داخلہ، نبوی منزل اور اس کے حوالہ سے وراثت مسلم و کافر کے مسئلہ پر بحث، فتح کے بعد خطبۂ نبوی، اعلان معافی عام، بیت اللہ کو بتوں سے پاک کرنا، تولیت وحجابت کی خاندان بنوعبدالدار میں بحالی، سقایہ کی عباسی خانوادہ میں بحالی، خانہ کعبہ میں نماز نبوی، نمازوں کا قصر وغیرہ۔ پھر عزیٰ، مناۃ وغیرہ کے بتوں کے انہدام کے سرایا کا الگ عناوین سے ذکر کیا ہے (۴۹-۳۴۷)۔ اسی پر زرقانی کی جلد دوم ختم ہوتی ہے۔

علامہ زرقانی کی شرح المواهب اللدنیہ کی تیسری جلد کا آغاز حضرت خالد بن الولید کے سریہ بنی جذیمہ سے ہوتا ہے جو علامہ قسطلانی کے مطابق اصلاً تبلیغ ودعوت کی کوشش ومہم تھی نہ کہ جنگ وجدال کی لیکن اس میں غلطی سے خونریزی ہوئی (۵-۲)۔ اس کے بعد غزوہ حنین کا مفصل ومشرح بیان ہے جس کے اہم ذیلی مباحث ہیں: حنین کا قصد نبوی، اس کی جغرافیائی تفصیل، غزوہ کا دوسرا نام غزوہ ہوازن، سبب غزوہ، حضرت مالک بن عوف کی قیادت، تاریخ روانگی مسلم لشکر، کثرت اور اس پر ناز، دوہزار طلقاء مکہ کی شمولیت، مکہ پر حضرت عتاب بن اسید کی بطور گورنر تقرری، حضرت صفوان بن امیہ سے سوزرہوں کی عاریت نبوی، ذات انواط کا واقعہ، حنین آمد، جاسوسوں کی خبرگیری، اہل وعیال اور مال ومنال کے ساتھ ہوازن کا میدان جنگ میں ورود، بنوسلیم کے گھوڑ سواروں کی پسپائی مسلم ہزیمت کا نکتہ آغاز، اہل مکہ کی ہزیمت، مسلم مجاہدین کا فرار، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ثابت قدم صحابہ کی جاں نثاری، آپ کی پکار اور لشکر کی واپسی، آپ کی رمی جمار وتراب، مشرکین کی شکست فاش اور فرار، ملائکہ کی شمولیت جنگ، فرار صحابہ کی روایات پر بحث، جنگ میں ثابت قدمی پر کلام، بچوں عورتوں کے قتل کی ممانعت نبوی، اول وہلہ میں ہزیمت کی حکمت الٰہی، مسلم شہداء اور مشرک مقتولین کی تعداد (۲۴-۵)، غزوہ اوطاس کی روایات دی ہیں ایک الگ عنوان کے تحت (۲۷-۲۴)۔ اس کے بعد حضرت طفیل بن عمر دوسی کے سریہ ذی الکفین کا ذکر ہے جس میں انہوں نے اپنے قومی بت کدہ کو ڈھادیا تھا (۲۸-۲۶)۔ اس کے بعد غزوہ طائف کا مع اس کے متعلقات کے بیان ہے (۳۵-۲۸)۔ اسی کے بعد اموال حنین کی تقسیم اور انصار کی سرزنش کا بیان ہے (۴۲-۳۵) جس میں حضرت حسان کے اشعار بھی

ہیں۔ پھر جعرانہ سے عمرہ کرنے اور مدینہ واپسی کا ذکر ہے۔

امام زرقانی نے متن قسطلانی کے مطابق کچھ سرایا کے باب/فصل باندھی ہیں جیسے حضرت قیس کی مہم صداء/یمن، حضرت عیینہ بن حصن الفزاری کی مہم بنی تمیم (۲۶-۴۲)، بنوالمصطلق پر بطور عامل صدقات حضرت عقبہ بن الولید کی تقرری (۴۸-۴۶)، حضرت ابن عوسجہ کی مہم بنی عمرو بن حارثہ، حضرت قطبہ کی مہم خثعم، حضرت ضحاک کی مہم القرطاء، حضرت علقمہ کی مہم حبشہ جو خاصی مفصل ہے، حضرت علی کی مہم الفلس برائے ہدم صنم طے (۵۳-۴۸) جو حضرت عدی بن حاتم کے قبول اسلام پر منتج ہوئی۔ اسی میں سریہ عکاشہ طرف الجباب بنوعذرہ کا مختصر ذکر ہے پھر حضرت کعب بن زہیر کے مدینہ آنے اور قصیدہ پڑھنے کا مشہور واقعہ بیان ہوا ہے (۶۲-۵۴) اس میں بعض دوسری تفصیلات بھی ہیں۔

غزوہ تبوک اگلا مبحث ہے جس کے اہم موضوعات ہیں: تبوک کی جغرافیائی تشریح، غزوہ کے دوسرے نام جیسے غزوۃ العسرۃ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی تاریخ، غزوہ کے زمانے کی آب وہوا اور موسم کی شدت، سبب غزوہ، مسلم عطیات، بڑی تعداد مجاہدین کی اعانت عثمانی، فوجوں کی تیاری اور قبائل سے استمداد، بے سروسامان مجاہدین کی گریہ وزاری، منافقین کی عذر خواہی اور گریز، حضرت علی کی خاندان پر بطور محافظ تقرری، روافض پر تنقید، حضرت کعب اور بعض دوسرے مخلص مسلمانوں کی لاپرواہی سے عدم شرکت، مسلم لشکر کی روانگی، سفر کے واقعات، دشمن لشکر کی تعداد اور اس کی غیر حاضری، ناقہ نبوی کی گمشدگی اور بازیابی، چشمہ تبوک پر آمد، اور پانی کا معجزہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شاہ ایلہ کی آمد اور صلح، معاہدہ کا متن، حضرت خالد بن ولید کی مہم دومۃ الجندل اور شاہ دومہ کی صلح، تبوک سے شاہ روم ہرقل کے نام فرمان نبوی (۹-۷۸) اور اس کا جواب وقبول اسلام، واپسی مدینہ اور مسجد ضرار کی شکست وریخت، آپ کا مدینہ میں استقبال، منافقین کی عذر خواہی اور حضرت کعب وغیرہ کی قبول توبہ (۸۹-۶۲)۔

اگلا مبحث حضرت ابوبکر صدیق کی امارت میں اولین حج کی ادائیگی پر بعنوان **حج الصدیق بالناس** ہے (۹۴-۸۹) جس میں حضرت علی کو بطور منادی نبوی بھیجا گیا تھا۔ اس میں حضرت ابوبکر پر فرضیت حج وغیرہ کی بھی بحث کے علاوہ کافروں کے بارے میں بھی مباحث ہیں۔ دوسری سرخی "راس المنافقین کی ہلاکت" ہے جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی موت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ نقل ہوا ہے

(۹۷-۹۴)، پھر واقعہ ایلاء کا مفصل ذکر ہے (۹۹-۹۷) "البعث الی الیمن" کے عنوان سے حضرات ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل خزرجی وغیرہ کی بلاد یمن کے مختلف حصوں پر بطور امیر تقرری کی بحث ہے (۱۰۲-۹۹)۔ نجران پر حضرت خالد کی اور یمن کی حضرت علی مہم کا ذکر ہے (۴-۱۰۲)۔ اس کے بعد حجۃ الوداع کا مفصل بیان ہے (۷-۱۰۴) لیکن وہ نسبتاً ہی مفصل ہے۔ نبوی مہمات کے آخری حصہ میں حضرت اسامہ بن زید کے سریہ کا ذکر ہے (۱۱۲-۱۰۷) جو بعد وفات نبوی خلافت صدیقی میں پورا ہوا۔ علامہ زرقانی کی کتاب شرح المواہب کا مقصد اول اسی آخری مہم عہد نبوی پر پورا ہوتا ہے۔

شرح المواہب زرقانی کا مقصد دوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ وغیرہ پر ہے جو متن قسطلانی کے مطابق ہے۔ اس میں آپ کی صفات حمیدہ، اولاد امجاد، ازواج مطہرات، اعمام وعمات، رضاعی بہنوں وغیرہ پر دس فصول ہیں۔ فصل اول اسماء گرامی سے متعلق ہے جس میں اسم، تسمیہ، اسم و مسمیٰ کے معانی پر آیات قرآنی اور دلائل عقلی وغیرہ کے حوالہ سے بحث کرنے کے بعد تمام اسماء گرامی کا ذکر مفصل روایات واحادیث کے حوالہ سے کیا ہے اور ان کو حروف تہجی کے اعتبار سے الگ الگ بیان کیا ہے۔ یہ فصل بہت وقیع ہے (۹۶-۱۱۲) کیونکہ اس میں متعدد نئے اسماء سامی کا بہت عمدہ بیان اور ان کی تشریح کی گئی ہے جو کتب سماوی وغیرہ مختلف مآخذ کی جامع ہے۔

دوسری فصل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام کا بہت مفصل اور وقیع بیان ہے اور تمام روایات کا تجزیہ بھی کیا ہے (۲۱۶-۱۹۲) اور صرف اولاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان تک محدود نہیں بلکہ ان کی ولادت، حیات ووفات کیساتھ ان کی اولادوں اور نسلوں کو بھی محیط ہے۔

تیسری فصل ازواج مطہرات کیلئے خاص ہے اور اس میں آپ کی باندیوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کے عالی مقام ومرتبہ پر بحث بھی کی ہے، پہلے مجموعی بحث ہے پھر ترتیب سے حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت زینب ام المساکین، حضرت میمونہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ کا الگ الگ ذکر خیر ان کے عنوان سے کیا ہے (۶۰-۲۱۶)۔ اس کے بعد ان خواتین کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کیا یا ان سے نکاح کیا لیکن وہ تمام نہیں ہوا اور ان کی تعداد بارہ بتا کر ان کا الگ الگ ذکر کیا ہے (۷۱-۲۶۰) آپ کی سراری (باندیوں) کا ذکر ہے جن میں حضرت ماریہ قبطیہ وغیرہ شامل تھیں (۷۴-۲۷۱)۔

چوتھی فصل میں آپ کے تمام چچاؤں، پھوپھیوں اور رضاعی بہنوں اور دادیوں کا ذکر ہے۔ اعمام میں حارث، ابوطالب، زبیر، حمزہ، عباس، ابولہب، قثم وغیرہ کا مختصر ذکر کر کے حضرت حمزہ کے مناقب کی سرخی قائم کر کے الگ ذکر کیا ہے پھر مناقب العباس کا بیان ہے (۸۶-۲۷۴) اس کے بعد پھوپھیوں کا ذکر خیر ہے (۸۹-۲۸۶) جو بہت مختصر ہے۔ اس کے بعد آپ کی جدات پدری و مادری کا ذکر خیر ہے (۹۲-۲۸۹) رضاعی بھائیوں کا بیان ہے (۹۵-۲۹۲) جس میں آپ کی رضاعی ماؤں کا بھی حوالہ وذکر ہے۔ زرقانی نے قسطلانی پر نقد کیا ہے کہ انہوں نے آپ کے ماموؤں (اخوال) کا ذکر نہیں کیا اور ان کا مختصر ذکر اس فصل کے خاتمہ میں کیا ہے (۹۶-۲۹۵)۔

چھٹی فصل میں آپ کے سعید خادموں کا ذکر خیر ہے جس میں حضرات انس بن مالک، ربیعہ بن کعب، ایمن ابن ام ایمن، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، اسلع، سعد مولی ابوبکر صدیق، ابوذر غفاری، مہاجر مولی ام سلمہ، حنین مولی عباس، نعیم بن ربیعہ الاسلمی، ابوالحمراء، ابوالسمح وغیرہ شامل تھے۔ آپ کی خادماؤں میں حضرت ام ایمن، سلمٰی، میمونہ بنت سعد، ام عیاش/مولاۃ رقیہ بنت رسول اللہ کے علاوہ حضرت علی، ضحاک بن سفیان، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، بلال، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی وغیرہ کا ذکر ہے پھر آپ کے محافظوں (حراس) کا ذکر ہے جیسے سعد بن معاذ، محمد بن مسلمہ، زبیر بن عوام، ابوبکر صدیق، مغیرہ بن شعبہ، عباد بن بشر اور متعدد دوسرے۔ اس کے بعد آپ کے موالی کا ذکر خیر ہے جن میں حضرت اسامہ بن زید اور ان کے والد ماجد، ثوبان، ابوکبشہ، شقران، اوس/سلیم، فارس، رباح، الاسود وغیرہ کا شمار کیا ہے (۳۱۱-۲۹۶) اس میں خواتین موالی (مولات) کا ذکر بھی شامل ہے۔

چھٹی فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء کرام کے لئے خاص ہے جن میں امراء/ گورنروں کے علاوہ سفیروں (رسل) کاتبوں (کتاب) وغیرہ کا ذکر خیر ہے اور ان میں حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبداللہ تیمی، زبیر بن عوام، سعید بن العاص، سعد بن ابی وقاص، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن الارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، حنظلہ بن الربیع، ابوسفیان بن حرب، حضرت معاویہ، زید بن ثابت، شرحبیل بن حسنہ، خالد بن الولید، عمرو بن العاص، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، ابان بن سعید، خالد بن سعید وغیرہ کے سوانحی حالات (۲۶-۳۱۱) کے علاوہ بعض فرامین نبوی

کے متون بھی دیے ہیں خاص کر صدقات کے متعلق فرامین اور سلاطین عالم کے نام فرامین نبوی اور ان کا بیان کافی مفصل ہے (۳۲۶-۶۳)۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاہدات کے متون بھی ہیں۔ اس کے بعد امراء ولایات کا ذکر ہے جیسے باذان، شہر بن باذان، خالد بن سعید، زیاد بن لبید، معاذ بن جبل، ابوسفیان وغیرہ (۳۶۳-۶۷) اور امراء حج وغیرہ کا بھی ذکر ہے اور سفراء کرام کا دوبارہ ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ ہدایا کے امراء کا الگ ذکر ہے (۳۶۷-۹)۔

ساتویں فصل آپ کے خطیبوں اور موذنوں پر ہے (۳۶۹-۷۷)۔ شاعر رسول حضرت حسان کا ذکر اس کے بعد ہے۔ آٹھویں فصل آپ کے آلات حرب کیلئے خاص ہے (۳۷۷-۸۴)۔ اس میں برتنوں، انگوٹھی، عمامہ وغیرہ بھی ذکر ہے۔

نویں فصل میں آپ کے سواری کے گھوڑوں کا ذکر ہے (۳۸۴-۹۳)، پھر خچروں وغیرہ دوسرے جانوروں کا بیان ہے۔ اسی پر زرقانی کی شرح المواهب اللدنیه کی تیسری جلد تمام ہوتی ہے۔

زرقانی کی کتاب کی چوتھی جلد کا آغاز دسویں فصل سے ہوتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود عرب کیلئے خاص ہے اور جو خاصی مفصل ہے اور اس میں حسب ذیل وفود کا خاص طور سے ذکر کیا ہے: ہوازن، ثقیف، بنو عامر، عبدالقیس، بنو حنیفہ، طے، کندہ، اشعر، صرد بن عبد اللہ ازدی، بنو الحارث بن کعب، ہمدان، مزینہ، دوس، نصاریٰ نجران، فروہ بن عمرو الجذامی، ضماد بن ثعلبہ ازدی، طارق بن عبداللہ/تجیب، سعد ہذیم، بنو فزارہ، بنو اسد، بہراء، عذرہ، بلی، بنو مرہ، خولان، محارب، صداء، غسان، سلامان، بنو عبس، غامد، ازد، بنو المنتفق اور نخع۔ کل پینتیس وفود کا ذکر کیا ہے (۸۳-۲)۔

کتاب شرح المواہب اللدنیہ زرقانی کا مقصد سوم "کتاب الشمائل النبویه" کے عنوان اول اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضائل نبوی کے عنوان دوم سے شروع ہوتا ہے اور ان میں ان صفات جسمانی اور اخلاقی روحانی اور اوصاف ذاتی وکمال سے بحث کی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آراستہ کر کے دوسروں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی تھی اور اس بحث کو چار فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

فصل اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تخلیق اور جمال صورت اور جسمانی اوصاف کیلئے خاص ہے اور ان سب کو تسلیم کرنا ایمان کا حصہ بنایا ہے۔ اس میں امام بوصیری وغیرہ متعدد علماء اور احادیث وروایات کے ذریعہ آپ کے حسن وجمال اور کمال خلقت کو بیان کیا ہے خاص کر شمائل کی روایات نقل کی

ہیں (۱۱۶-۸۳)۔ زرقانی نے امام قسطلانی کے متن میں وقفے دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عضو وحصہ کی الگ الگ اس کے عنوان کے تحت تعریف بیان کی ہے۔ اس میں جسمانی صفات جیسے کلام، رفتار، چال، مسکراہٹ، تعلیم وتادیب، فصاحت وبلاغت وغیرہ کی تشریح کے علاوہ متعدد روایات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح بھی کی ہے۔ علماء کے اقوال وتعبیرات پر نقد واستدراک بھی پایا جاتا ہے۔ جوامع الکلم اور اقوال نبوی پر مفصل بحث ہے (۹۴-۱۱۶)۔ حدیث کے فن کے نقطہ نظر سے یہ بحث بہت وقیع ہے۔ اسی میں ان مراسلات وفرامین کے بعض متون سے بحث کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل عرب کے وفود یا عمال صدقات کو عطا فرمائے تھے (۲۱۶-۱۹۴) اور ان سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لغات عرب سے واقف تھے اور ان سے ان کی زبان میں کلام فرماتے تھے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اور مسکراہٹ (ضحکه) پر ذیلی فصل قائم کی ہے جس میں آپ کی احادیث بھی اس موضوع پر نقل کی ہیں۔ اس کے بعد غیظ وعالم کی تصویر کھینچی ہے (۱۹-۲۱۶) اور ان سب کا ذکر چہرہ/منہ کے بیان کے حوالہ سے ہوا ہے۔ پھر آپ کے دست مبارک کی تعریف بیان کی ہے اور دوسرے اعضاء وجوارح کی بھی، آپ کے قلب وباہ کی قوت کا ذکر کیا ہے جس کے بعد آپ کے طول قامت کا ذکر خیر ہے۔ موئے مبارک کا اسی میں آپ کے شیب (بڑھاپے) کے حوالہ سے ہے اور اس کی بابت احکام کا بھی جیسے خضاب وغیرہ کے لگانے کے احکام، پھر داڑھی، مونچھوں، ان کی آراستگی، غیر ضروری بالوں کی صفائی، ناخنوں وغیرہ کی صفائی کا ذکر ہے اور اس کے بارے میں علماء کے اقوال ومسالک کا بھی حوالہ ہے (۶۰-۲۱۹)۔ جس کے بعد سرمہ لگانے کی سنت کا ذکر ہے۔ اور پھر آپ کی چال پر ایک ذیلی فصل باندھی ہے (۶۴-۲۶۰)۔ ایک اہم اور دلچسپ مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، نہ تو دھوپ میں اور نہ چاندنی میں کہ آپ سراپا نور تھے جو بہت مختصر بحث ہے اور اس کے معاً بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت کا ذکر کیا ہے۔ اسی کے ساتھ جسم کی خوشبو کا بیان ہے۔ اس میں جسم اطہر کے علاوہ پسینہ، تھوک اور بول وبراز کا بھی حوالہ آیا ہے۔ اور فقہی مسئلہ بیان کیا ہے کہ آپ کا بول وبراز اور خون پاک تھا۔ متعدد روایات واحادیث پر فنی کلام بھی کیا ہے (۹۲-۲۶۴) اور اس میں امت مرحومہ کے لئے استنجا کے مسائل واحکام بھی بیان کئے ہیں۔

مقصد سوم کی دوسری فصل آپ کے ''اخلاق زکیہ'' کے لئے وقف کی ہے اور اس میں آپ کے

اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ سے بہرہ مندی کا مجموعی ذکر کر کے اخلاق کی تعریف کی ہے اور احادیث کے حوالہ سے فضائل اخلاق پر بحث کی ہے۔قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے جو آپ کے عظیم اخلاق پر دلالت کرتی ہیں۔قرآن کو اخلاق نبوی کا بیان بتایا ہے اور احادیث بیان کر کے الگ الگ صفات واخلاق پر بحث کی ہے (۹۸-۲۹۲) جیسے عقل جو ہر شے کا جوہر ہے، اس کی تخلیق، اس کی ماہیت، اس کی افادیت اور عقل نبوی (۳۰۱-۲۹۸)، صبر وعفو اور حلم وکرم (۱۶-۳۰۱)، رحمت ورافت اور دوسری ایسی صفات کا بھی اس میں حوالہ آتا رہا ہے۔ پھر آپ کے تواضع وانکسار پر بحث کی ہے (۲۲-۲۱۶)، عیادت مریض، جنازہ کی مشایعت، ازواج کے ساتھ خواب، ازواج کے ساتھ حسن معاشرت (۲۷-۳۲۲)، مزاج وخوشدلی (۳۳-۳۲۷)، صحابہ کرام کے ساتھ مجالست ومصاحبت، اکل وشرب کی سنت، عوام سے مسلسل ربط وتعلق، حیاء وشرم (۴۶-۳۳۳)، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خشیت (۴۹-۳۴۶)، شجاعت وشہامت (۵۴-۳۴۹)، سخاوت وفیاضی (۶۸-۳۵۴)، اس میں اور دوسری بحثیں بھی ہیں۔

مقصد سوم کی فصل سوم کو زرقانی نے دنیاوی ضروریات جیسے غذا، لباس، نکاح وغیرہ کیلئے خاص کیا ہے اور ان کو چار انواع میں بیان کیا ہے۔اول نوع کا بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے اور زندگی بسر کرنے کے طریقہ (عیش) سے ہے۔عام بحث کرنے کے بعد آپ کے کھانے پینے کی سنتوں، معمولی کھانے، اسلامی آداب اکل وشرب، فقر وزہد نبوی، پسندیدہ کھانوں، شادی بیاہ اور دعوت کے کھانوں، صحابہ کرام کے کھانے پینے کے معمولات، فقہی مسائل متعلقہ کا بہت مفصل ذکر کیا ہے۔اس میں بہت سے دوسرے متعلقہ امور بھی زیر بحث آئے ہیں۔آخر میں کھانے پینے کے سلسلہ میں نبوی دعاؤں کا ذکر ہے اور بعض معمولات کے ترک کا بھی بیان ہے۔کھانے پینے کے سلسلہ میں بہت سی روایات خاص کر بظاہر متصادم اور متضاد روایات پر بحث خاصہ کی چیز ہے (۴۴۳-۳۶۹)۔اسی پر زرقانی کی جلد چہارم ختم ہوتی ہے۔

امام قسطلانی کی کتاب مستطاب کی شرح زرقانی کی پانچویں جلد مقصد سوم کی فصل سوم کی نوع ثانی سے شروع ہوتی ہے اور جس کا موضوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور اس کے متعلقات ہیں۔پہلے فراش اور بستر، بدنی لباس پر روایات ہیں اور ان میں ایک نکتہ خاص طور سے اہم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقدر کفاف وضرورت استعمال فرماتے تھے، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ وہ لباس استعمال

فرماتے تھے جو جسم و بدن کے لئے ساز گار اور ہلکا اور نفع بخش ہو۔ اس میں خاص طور سے عمامہ، ازار، بردہ/قمیص، حلہ وغیرہ کا ذکر کر کے لباس کے اسلامی آداب، خواتین کے لئے بعض چیزوں کی اجازت ،لباس نبوی کی ساخت، مختلف اوقات و مقامات کے لباس، سفید لباس کی فضیلت اور نظافت وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کے حوالہ سے لباس تقویٰ پر زور دیا ہے۔ مختلف رنگوں کے استعمال کی اجازت بیان کی ہے ۔ بعض مباح اور مکروہ اور ناجائز لباسوں کا بھی ذکر موجود ہے (۲۹-۲)، پھر خاتم (انگوٹھی) کا ذکر کیا ہے جو مختصر ہے (۳۴-۲۹)۔ اس کے بعد مکروہ و ناپسندیدہ لباس کا بیان بھی ہے اور انگوٹھی کے استعمال کے اسلامی احکام کا بھی ۔ اسی میں سراویل اور خفین کے استعمال و مسائل کا ذکر ہے پھر جوتوں کے استعمال کی روایات اور مباحث ہیں اور آخر میں فراش نبوی کی روایات دی ہیں (۵۶-۳۴)۔

اس مقصد وفصل کی نوع سوم کا موضوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ سے متعلق ہے جو آپ نکاح کے باب میں اختیار فرماتے تھے۔ اس نوع میں مباشرتی آداب وسنن کے ذکر کے علاوہ اسلامی آداب مباشرت پر بھی خاصا مواد موجود ہے (۶۷-۵۶)۔ آپ کی بشریت اور بشری تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے بیان میں خشیت وعبادت اور پاکیزگی وطہارت کا بھی بیان آیا ہے۔

نوع چہارم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کی سنت اور طریقے سے بحث کرتی ہے کہ آپ اول رات میں سو جاتے اور نصف رات کے اولین پہر جاگ جاتے، صرف ضرورت بھر سوتے، اٹھتے اور مسواک فرماتے اور عبادت کرتے۔ سوتے تو داہنی کروٹ سوتے اور بوقت خواب بائیں کروٹ بھی سوتے، پوری طرح غافل نہ ہوتے بلکہ قلب مبارک جاگتا رہتا۔ قسطلانی کے متن کی تشریح میں زرقانی نے احادیث واقوال بیان کئے ہیں اور سونے کے طریقوں اور آداب کے علاوہ آپ کی مسنون دعاؤں کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض روایات واحادیث پر کلام بھی کیا ہے (۷۴-۶۷)۔ اسی پر مقصد سوم اور اس کی فصول وانواع ختم ہوتی ہیں۔

قسطلانی وزرقانی کا مقصد چہارم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات سے بحث کرتا ہے جو آپ کی نبوت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں اور جس کا سرنامہ زرقانی نے "**کتاب فی المعجزات والخصائص**" رکھا ہے۔ زرقانی نے معجزات وخصائص پر ایک تمہیدی پیراگراف میں روشنی ڈالی ہے پھر

معجزات نبوی سے بحث اصلی کا آغاز کیا ہے۔ اس کے اہم مباحث ہیں: معجزہ کی تعریف اور حقیقت اور اس کا سرچشمہ، شروط وارکان معجزہ جو چار بتائے ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کی مثالیں، معجزہ اور غیر معجزہ کا فرق، معجزات کے مقاصد ومحرکات، معجزات کا انکار کفر ہے، معجزات کے مترادفات جیسے آیات، بینات، براہین، ان کی تعریف، کرامات وخوارق کا فرق (۸۱-۷۴) معجزات کی شفاء قاضی عیاض کے حوالہ سے تین قسمیں کی ہیں: اول وہ معجزات جن کا علم قطعی ہے اور جن کی روایات متواتر ہیں جیسے قرآن کا معجزہ، دوسرے وہ معجزات جن کی اخبار مشہور اور محدثین کے نزدیک مقبول ہیں جیسے انگلیوں سے پانی کا نکلنا یا کھانے میں برکت وغیرہ اور تیسرے جو زیادہ مشہور نہیں۔ اس کے بعد متعدد معجزات کا ذکر مختلف مآخذ سے کیا ہے اور دوسرے انبیاء کرام کے معجزات سے ان کا مقارنہ کر کے قرآن مجید کے معجزہ پر مفصل بحث کی ہے (۱۰۰-۸۱)۔ اس میں وجوہ اعجاز قرآن پر بھی بحث ہے اور سیرت کے واقعات کا بھی ذکر ہے۔ متعدد معجزات وآیات کا حوالہ دینے کے بعد زرقانی وقسطلانی نے شق قمر پر کافی بحث کی ہے اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ خاص قرار دیا ہے (۱۳-۱۰۱)۔ اس بحث میں بہت سے علماء کی آراء اور دلائل کا ذکر کیا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد اس کو واپس لانے کے معجزہ کا اسی طرح ذکر ہے (۱۹-۱۱۳)۔ دوسرے معجزات ہیں: کھانے اور کنکریوں کی دست مبارک میں تسبیح (۲۲-۱۱۹)، شجر وحجر کی تسلیم (۳۳-۱۲۲)، کھجور کے تنہ کی گریہ وزاری (۴۰-۱۳۳)، اونٹ کا سجدہ اور شکایت (۴۳-۱۴۰)، اس میں جمادات وحیوانات پر بھی عمدہ بحث ہے۔ بھیڑیے کا کلام (۴۶-۱۴۳) اور اس کی تصدیق رسالت، حدیث حمار (۸-۱۴۶)، حدیث الضب (۵۰-۱۴۸) اور حدیث غزال (۱-۱۵۰)، انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا (۵۴-۱۵۱)، زمین سے چشمہ صافی رواں ہونا (۷۱-۱۵۴)، کھانے میں برکت (۸۲-۱۷۱)، بیماروں کی شفاء، احیاء موتی، اور نومولودوں کا کلام وغیرہ (۸۸-۱۸۲)، قاضی عیاض، امام بیہقی، ابن الجوزی اور دوسرے بہت سے علماء کے اقوال ومباحث کے علاوہ ان تمام معجزات کے بیان میں روایات واحادیث پر کلام بھی ہے اور واقعات سیرت کے حوالے بھی۔ معجزات کی فصل اول اسی پر ختم ہوتی ہے۔

دوسری فصل میں ان خصائص ومعجزات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کو عطا فرمائے تھے اور کرامات کے باب میں تمام انبیائے کرام پر آپ کو فضیلت وبرتری ارزانی فرمائی تھی۔ یہ بہت سے

خصائص تھے جیسے جوامع الکلم، ان تمام کی مختصر تشریح کرنے کے بعد ان کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اول آپ کے وہ خصائص ہیں جو واجبات میں سے ہیں، دوسری قسم ان کی ہے جو آپ پر حرام ہیں، تیسری مباحات کی ہے اور چوتھی قسم میں فضائل وکرامات کا ذکر ہے۔ اولین قسم واجبات میں اسراء ومعراج وغیرہ کا ذکر ہے اور متعدد اسلامی احکام کو بھی اس میں شمار کیا ہے (۲۲۰-۱۸۸)۔ دوسری قسم محرمات جیسے صدقہ وزکوۃ وغیرہ کی حرمت آپ اور آپ کے آل کے لئے، نکاح کتابیہ، کنکھیوں سے فیصلہ وحکم کرنا وغیرہ (۲۶-۲۲۰)، مباحات کی تیسری قسم جیسے بحالت ناپاکی مسجد میں قیام، تقبیل زوجہ، وغیرہ (۴۲-۲۲۶)، چوتھی فضائل وکرامات جیسے اولین مخلوق، میثاق الٰہی میں آپ کی اولیت، کتب سماوی میں آپ کی بشارت، پاکیزہ نسب وحسب، بوقت ولادت سجدہ وغیرہ (۲۴۲)۔ اس میں بہت سے خصائص کا ذکر ہے جیسے عرش الٰہی پر اسم محمدی کی کتابت، ولادت کے وقت بتوں کا منہ کے بل گرنا، مسرور ومختون ولادت، شق صدر، قرآن میں عضو عضو کا ذکر، اللہ کی طرف سے آپ کو کھلانا پلانا، اسراء، درود وصلوۃ، امی ہونے کے باوجود کتاب عزیز سے سرفرازی، کتاب الٰہی کی حفاظت، سبعہ احرف پر قرآن کا نزول، آیت الکرسی سے نوازنا، خزانوں کی کلیدوں کی ملکیت، جوامع الکلم، رعب وداب، غنائم کی حلت، زمین کی طہارت وپاکیزگی (۶۵-۲۴۲)۔

دوسرے خصائص نبوی ہیں: معجزۂ محمدی قیامت تک جاری، تمام انبیاء کرام سے زیادہ معجزات، شق قمر، تسلیم حجر وغیرہ کے علاوہ خاتم الانبیاء، قیام قیامت تک شریعت محمدی کا نفاذ اور اس کی ابدیت، اگر کوئی نبی آپ کے زمانے کو پالے تو اس پر آپ کی اتباع واجب، جنات کے لئے بھی نبی، ملائکہ کے لئے بھی رسول، رحمۃ للعالمین، تمام انبیاء کرام کو ان کے ناموں سے خطاب الٰہی اور آپ کو رسول ونبی کے اسم صفت سے خطاب، آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنا حرام، حبیب اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر، عمر، اور رسالت کی قسم کھائی، تمام اصناف وحی کا اجتماع، آپ پر حضرت اسرافیل کا نزول خاص، تمام اولاد آدم کے سردار، تمام گناہ معاف، تمام مخلوقات میں سب سے مکرم، خطا سے محفوظ، تمام مردوں سے ان کی قبروں میں آپ کی رسالت کے بارے میں سوال، ازواج مطہرات سے نکاح حرام، اولاد وبنات کی نسبت آپ کی طرف، آپ کی دختروں کی موجودگی میں دوسری شادی حرام، نیند میں آپ کا دیدار جاگتے حال کی مانند، آپ کے نام کی برکت، آپ کی کنیت رکھنے کی ممانعت، حدیث نبوی کی تلاوت

وقراءت کے لئے وضو/غسل اور خوشبو لگانا (۳۰۴-۲۶۵) وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ دوسرے خصائص ہیں: آپ کے تمام صحابہ عدول، نمازی تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی" سے خطاب کرے، نماز میں بھی بلائیں تو آدمی پر لبیک کہنا فرض، آپ کو زور سے پکارنا ناجائز، آپ پر جھوٹ باندھنا سخت ترین گناہ، گناہوں سے معصوم، آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا واجب القتل، عام انسانوں سے دوگنی طاقت اور دوگنی ابتلاء، حالت مرض میں حضرت جبریل کی مزاج پرسی، نماز جنازہ انفرادی طور سے، وفات کے بعد جسد مبارک محفوظ، عدم وراثت، قبر مبارک میں زندہ، درود وسلام قبر میں پیش کیا جانا، آپ کا منبر حوض پر، مقام محمود، لواء الحمد سے سرفرازی، اولین مبعوث بروز قیامت، شفاعت عظمیٰ، کوثر، وسیلہ وغیرہ سے سرفرازی (۳۰۴-۳۶)۔ اسی پر آپ کے خصائص کی انتہا ہوتی ہے۔

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی نے اس کے بعد ''خصائص امت محمدی'' بھی پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں جیسے غنائم کی حلت، وضو، نماز پنجگانہ، اذان واقامت، بسملہ، آمین، رکوع، ملائکہ کی مانند نماز کی صف بندی، سلام، جمعہ، جمعہ کی ساعت مبارک، شب رمضان، سحری، افطار، لیلۃ القدر، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا، متعدد آلام کی دوری اور بہت سی چیزوں کی حلت، خطا پر گرفت سے حفاظت، کامل ترین شریعت، پوری امت کا ضلالت پر اجماع ناممکن، اختلاف امت رحمت، طاعون وغیرہ سے موت شہادت، کم عمل پر زیادہ اجر، جنت میں داخلہ تمام امتوں سے قبل اور ستر ہزار کا بلا حساب کتاب داخلہ وغیرہ وغیرہ (۴۱۱-۳۴۶) اسی پر جلد پنجم ختم ہوتی ہے۔

امام زرقانی کی شرح المواھب اللدنیہ کی جلد ششم مقصد پنجم سے شروع ہوتی ہے جس میں معراج واسراء کے خصائص کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ اس کے اہم ذیلی مباحث میں شامل ہیں: ان کی اہم ترین معجزاتی حیثیت، اسراء اور معراج کی تعریف، بحالت خواب یا بحالت بیداری کی بحث، عمرہ حدیبیہ کے رویا کے حوالہ اور دوسرے دلائل کے حوالہ سے رویا ہونے پر بحث اور اس کے قائلین کے دلائل، امام نووی جیسے اہل فکر کا دو اسراء کا نظریہ کہ ایک بحالت رویا تھی اور دوسری عینی، مکی اور مدنی اسراء کے افکار، جسمانی اسراء ومعراج کی بحث اور دلائل، شب اسراء کی فضیلت واہمیت، معراج کے واقعات، دوران اسراء ومعراج شق صدر، ایمان پر کلامی اور فلسفیانہ بحث، براق کی تعریف، مختلف سماوی منازل

کی تعریف، انبیاء کی امامت وملاقات، ملائکہ کا ذکر، آسمانوں کا بیان، بیان مقاماتِ معراج، سدرۃ المنتہیٰ کی تعریف، سورہ نجم کی آیات کی تشریح، لوح وقلم کا ذکر، عطایائے الٰہی، نماز پنجگانہ کی فرضیت، عرش الٰہی تک رسائی، رویت باری کی بحث، حضرت ابوبکر صدیق کی تصدیق اور کافروں کی تضحیک وغیرہ (۱۲۸-۲)۔

چھٹے مقصد میں قسطلانی اور زرقانی نے قرآن مجید/تنزیل کی ان آیات کریمہ کی تشریح کی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قدر اور جلالت شان کو بیان کرتی ہیں۔ اس کے اہم مباحث ہیں: اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی شمولیت ومقرونیت، آپ کی نبوت ورسالت کی صحبت کی شہادت الٰہی اور ثبوت وبرہان ربانی، اور ایسی تمام متعلقہ بحثوں کو اس انواع میں بیان کیا ہے (۳۰-۱۲۸)۔ نوع اول ان آیات کریمہ کے ذکر میں ہے جو آپ کی جلالت شان اور علوئے مرتبہ کے ساتھ ساتھ دوسرے انبیا کرام پر آپ کی فضیلت ثابت کرتی ہیں اور اس بحث میں علما واہل نظر کے اقوال وآراء بھی دی ہیں۔ تفصیل پر کافی اہم بحث ہے۔ اس میں احادیث وروایات بھی ہیں اور بعض واقعات سیرت بھی، سورۂ کوثر کے حوالہ سے کوثر پر بحث بہت مفصل ہے۔ امامت انبیاء، خطاب الٰہی، صفت نبوی وغیرہ دوسرے دلائل فضیلت ہیں (۶۲-۱۳۰)۔ دوسری نوع میں یہ بحث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یثاق لیا تھا کہ وہ آپ کی بشارت دیں گے، آپ کی تصدیق کریں گے۔ یہ بحث بھی عقلی اور نقلی دلائل سے بھرپور ہے (۶۶-۱۶۲)۔ تیسری نوع ان شہادتوں پر مبنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کے بارے میں بنفس نفیس دی ہیں جیسے ”انا ارسلناک شاھدا“، حضرت ابراہیم کی دعا، بشارت عیسیٰ علیہ السلام، دوسری متعدد آیات اور عقلی بحثیں ہیں جن میں علماء، فقہاء اور اہل کلام ومتکلمین کے دلائل ہیں (۸۸-۱۶۶)۔

چوتھی نوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رفعت شان اور جلالت مقام کے لئے خاص کی ہے جو دوسری کتب سماوی میں آپ کے ذکر عظیم سے واضح ہوتی ہے۔ اس میں تورات وانجیل کی آیات کے علاوہ بعض روایات واحادیث کا ذکر ہے اور اشعار وغیرہ کے حوالہ سے بعض اسلامی اکابر کا بھی ذکر آیا ہے اور متاخرین کے بعض قصائد کا بھی حوالہ ہے (۲۰۴-۱۸۸)۔ پانچویں نوع ان آیات کریمہ پر مشتمل ہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت وثبوت وحی الٰہی کے لئے قسمیں کھائی ہیں۔ اس میں امام ابن القیم کی اقسام القرآن کا حوالہ دے کر آیات کریمہ ”یٰس

والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین'' وغیرہ سے بحث کی ہے اور متعدد متکلمین کے اقوال ومباحث کو بھی بیان کیا ہے۔ اس میں پانچ فصلوں میں بحث کو منقسم کر کے اس کو مکمل کیا ہے: فصل اول ان قسموں کے باب میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق عظیم کے حوالہ سے کھائی ہیں (۹-۲۰۴)۔ فصل دوم ان اقسام الٰہی میں ہے جو آپ پر انعامات الٰہی کے حوالہ سے آئی ہیں (۱۴-۲۰۹)۔ فصل سوم ان الٰہی قسموں سے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کی تصدیق کے لئے کھائی گئی ہیں (۲۷-۲۱۴)۔ فصل چہارم ان اقسام الٰہی کو بیان کرتی ہے جو آپ کی رسالت کے ثبوت وتحقیق کے لئے ہیں (۳۰-۲۲۷) اور فصل پنجم میں ان اقسام الٰہی کا بیان ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات، زمانہ اور شہر کے حوالہ سے کھائی گئی ہیں (۳۶-۲۳۰)۔

مقصد ششم کی نوع ششم کا موضوع وہ آیات قرآنی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''النور'' اور سراج منیر'' کہا ہے (۴۰-۲۳۶)۔ اسی مقصد کی نوع ہفتم آپ کی اطاعت واتباع سنت کے وجوب سے متعلق آیات الٰہی پر مشتمل ہے (۴۷-۲۴۰)۔ چھٹے مقصد ہی کی نوع ہشتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے احکام سے بحث کرتی ہے (۵۱-۲۴۷)۔ اسی مقصد کی نوع نہم ان آیات قرآنی پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ بنفس نفیس آپ کے دشمنوں کی تردید فرماتا ہے (۵۴-۲۵۱) اور مقصد ششم کی آخری اور دسویں نوع ان آیات ومعجزات کے بارے میں شبہات کے ازالہ سے بحث کرتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے تھے (۸۰-۲۵۴)۔ ان تمام انواع میں آیات قرآنی کے ساتھ ساتھ احادیث وروایات سیرت کے واقعات اور اہل علم ومتکلمین کے بیانات ومباحث بھی برابر آتے رہتے ہیں۔

امامین ہمامین قسطلانی وزرقانی کی کتابوں کا مقصد ہفتم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اتباع سنت کے وجوب سے بحث کرتا ہے اور اس ''وجوب'' میں انہوں نے واجب، مستحب، مباح سب کو شامل کر لیا ہے۔ ان تینوں کی تشریح کر کے اپنی بحث کو تین فصول میں تقسیم کیا ہے: فصل اول آپ کی محبت اور اتباع سنت اور آپ کی ہدایت وسیرت کی اقتداء کے وجوب پر باندھی ہے۔ اس کے اہم ذیلی مباحث ہیں: محبت کی تعریف، اہل محبت کی جلالت شان اور ان کی اہمیت، ان کے مقامات، درجات محبت، کمال محبت، محبت کی مراد کے بارے میں نظریات جیسے نظریہ خطابی کہ مراد ''حب الاختیار''

ہے۔ پھر محبت الٰہی پر بحث کی ہے۔ آیات قرآنی، احادیث وآثار پر بحث کے علاوہ واقعات سیرت خاص کر صحابہ کرام اور دوسرے عاشقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات محبت بیان کئے ہیں۔ محبت کے تقاضوں کو گنایا ہے کہ محبت الٰہی کثرت عبادت میں اور محبت نبوی کثرت درود وسلام میں منتج ہوتی ہے۔ محبت کی نشو ونما کے طریقے، محبت نبوی ایمان کی کاملیت ہے، محبت رعب وہیبت پیدا کرتی ہے۔ اس میں اقوال علماء اور مباحث کی کثرت ہے (۳۲۶-۲۸۰)۔

دوسری فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے احکام سے متعلق ہے اور اس کی امت پر فرضیت اور اس کی فضیلت سے بحث کی ہے اور آغاز آیت الٰہی: "ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھاالذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" (احزاب) سے کیا ہے اور پھر اس کی تشریح کی ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے معانی، ان کے مقصود، فقہاء ومتکلمین کے فتاویٰ وآراء، تشہد میں درود کی قراءت، بہترین تشہد ودرود ابن مسعود وابوبکر صدیق، نماز میں صلاۃ کے احکام فقہی، صلوٰۃ وسلام کی تعلیم نبوی، درود وسلام ملائکہ، صلوٰۃ الٰہی، صلوٰۃ وسلام کے انعامات وثمرات، اس کے مقامات ومواطن، اوقات، موجبات صلوٰۃ شفاعت کا وجوب، مختلف نماز کی دعائیں، جمعہ کے دن کثرت درود وسلام، تعداد، ثواب درود وسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنفس نفیس جواب وغیرہ اس کے ذیلی مباحث ہیں (۶۲-۳۲۶)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے طریقے بھی ذکر کئے ہیں اور آپ کے دوسروں پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی آیات واحادیث کی تشریح بھی کی ہے۔ جمہور کا مسلک بیان کیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ دوسروں پر درود وسلام/صلوٰۃ بھیجنا ناجائز ہے کہ وہ اہل بدعت کا شعار ہے۔ اسی پر جلد ششم زرقانی کی شرح المواھب کی ختم ہوتی ہے۔

محدث زرقانی کی شرح المواھب اللدنیہ کا آغاز مقصد ہفتم کی تیسری فصل سے ہوتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کے ذکر اذکار پر مبنی ہے۔ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت اور ذریت کرام کی محبت کا ذکر بھی شامل ہے۔ پہلے اہل بیت کا ذکر خیر ہے جس میں آیت تطہیر کے حوالہ سے ازواج مطہرات اور خاندان حضرت علی کا ذکر کیا ہے اور آل، اہل اور عترۃ کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال بیان کئے ہیں۔ اولاد بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خاص کیا ہے۔ یہ دراصل خاندان رسالت - بنو عبدالمطلب - کا شجرہ بھی ہے اور ان کے

مناقب کا بیان بھی (۲۲-۲)۔اس کے بعد صحابہ کرام کا ذکر سورۂ فتح کی آیت کریمہ "**محمد رسول الله والذین معه**" الخ سے کیا ہے اوران کے فضائل ومناقب، تعریف صحابی، مختلف صحابہ کرام کا ذکر خیر، ان کے حجت وعدول ہونے کی بحث، آخری صحابی کی وفات، ان کی تعداد کی روایات، افضل صحابہ-ابوبکر وعمر وعثمان-کی عہد نبوی میں روایت، دوسرے صحابہ کرام کی فضیلت کے لحاظ سے درجہ بندی، ان کے بارے میں علماء کا اختلاف اوران کی محبت کی فرضیت وغیرہ شامل ہیں۔اسی پر مقصد ہفتم اوراس کی فصول تمام ہوتی ہیں (۴۷-۲۲)۔

امام قسطلانی اورامام زرقانی کی کتابوں کا مقصد ہشتم طب نبوی کے لئے خاص ہے کہ وہ امراض بدنی اور قلبی کی نبوی دوائیں تجویز کرتا ہے۔تمہیدی کلمات کے بعد اس میں تین فصول کی ہیں: فصل اول میں بیماریوں کے شکاروں کی دواؤں کا ذکر کیا ہے (۵۱-۴۷)، پھر طب قلوب اوراس کے معالجہ کی ذیلی فصل ہے (۵۴-۵۱) پھر جسمانی امراض کی فصل ہے (۶۴-۵۴) جس کی دو نوع کی ہیں اوراس میں طب قلبی کو طب بدنی کیلئے لازمی قرار دیا ہے اور مختلف "پرہیز" تجویز کئے ہیں جیسے معاصی سے گریز، جہالت سے اجتناب وغیرہ، پھر طبیب حاذق کی تعریف کی ہے، دواؤں کی حقیقت اور تاثیر پر کلام کیا ہے (۶۴-۵۴)۔آگے یہ بحث کی ہے کہ مرض کا علاج نبوی تین قسموں/طریقوں سے ہوتا تھا: (ا) روحانی الٰہی ادویہ سے، طبیعاتی دواؤں کے ذریعہ اور تیسرے دونوں کے مرکب سے، پھر ان تینوں کا ترتیب سے بیان ہے: نوع اول (۱۱۲-۶۵) جس میں تعویذ (رقیہ)، دعا وغیرہ کے ذریعہ نظر لگنے، بے خوابی، غم وحزن، فقر وفاقہ، مصیبت وبلاء، سحر وجادو، غرض کہ ہر بیماری کے علاج کا ذکر کیا ہے۔ان میں سر درد، وجع الضرس (دانت درد) پیشاب کی تکلیف، بخار، دردزہ، نکسیر، عرق النساء، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

نوع دوم میں طبیعاتی/طبعی دواؤں کے ذریعہ علاج نبوی کا بیان ہے۔اس میں آشوب چشم، سر درد وغیرہ، پیٹ کی تکالیف، قلب کی تکالیف، بے کیفی و بے چینی، ذات الجنب، استقاء کی بیماری، عرق النساء، ورم، داغنے کے طریقہ، طاعون بخار، سلعہ، جوئیں وغیرہ اور زہر جو آپ کیلئے خیبر میں استعمال کیا گیا تھا شامل ہیں (۴۸-۱۱۲)۔اسی کی تیسری نوع الٰہی اور طبعی دواؤں کے مرکب سے علاج نبوی کیلئے خاص ہے اوراس میں تمام شکایات زخم وغیرہ خاص طور سے بچھو کے کاٹے، گرم پانی، نملہ، بواسیر وغیرہ، مکھی کے پر اور ٹھنڈک وغیرہ کے سبب ہونے والی بیماریوں کا علاج تشخیص کیا ہے (۶۰-۱۴۸)۔

مقصد ہشتم کی دوسری فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر خواب کی روایات سے متعلق ہے (۹۹-۱۶۰) جس میں ذیلی مباحث ہیں: رویا کی تعریف، اس کے اسباب، قرآنی آیات، علماء کے افکار، رویا کی حقیقت، ان کی اقسام، رویا اور ایمان اور دوسرے اوصاف حمیدہ، اور ان کے رویاء پر اثرات۔ یہ ظنی رویا کا بیان ہے (۷۳-۱۶۰)۔ پھر دوسری قسم میں رویائے صادقہ یعنی انبیاء کرام اور سلف صالحین کے رویا کا مفصل ذکر کیا ہے (۹۹-۱۷۳)۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آغاز سے متعلق رویا پر بحث ہے اور بہت سے خوابوں کی تعبیر نبوی اور ان پر علماء کے خیالات ہیں اور متعدد دوسرے ذیلی مباحث بھی آئے ہیں۔

اس مقصد ہشتم کی تیسری فصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں یا اخبار غیب کی اطلاع دینے سے متعلق ہے۔ امور غیب (مغیبات) کی تعریف، اللہ تعالیٰ کا عطیۂ خاص، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد امور غیب کی خبر دینے کا تمہیدی ذکر کرنے کے بعد ان کی دو قسمیں کی ہیں: اول قسم ان پیشگوئیوں کی ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں جیسے روم کی فتح وغیرہ (۲۰۴-۲۰۱)۔ دوسری ان پیشگوئیوں پر مبنی ہے جو قرآن مجید کے علاوہ آپ کی خاص زبان مبارک سے کی گئی تھیں (۳۴-۲۰۴) ان میں بہت سی پیشگوئیاں شامل ہیں جیسے قیامت کے آثار، فتن کے اسرار، حضرت نجاشی کی وفات، خلفاء ثلاثہ کی خلافت، کسریٰ وقیصر کی ہلاکت، سراقہ کو کسریٰ کے کنگن کے عطیہ، ایران وروم کی فتح، بدر میں قریشی اکابر کے مصارع، غزوہ موتہ میں امرائے ثلاثہ کی شہادت، فتوحات امت، حضرت فاطمہ کی وفات، حضرت عمار کی شہادت، حضرت حسن کی صلح معاویہ، حضرت عیسیٰ کی آمد، مختلف گمراہ فرقوں کی بدعت، دجال وکذاب کی آمد، مدعیان نبوت کا ظہور وغیرہ وغیرہ (۳۶-۲۰۴)۔

امام قسطلانی وحافظ زرقانی کی کتاب کا مقصد نہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کی لطافتوں سے متعلق ہے۔ اس میں عبادت، تسبیح وتحمید کی مختلف آیات قرآنی کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم الٰہی دیئے جانے کی بحث کی ہے۔ اس بحث کی سات انواع کی ہیں (۲۴-۲۳۷): اول نوع طہارت نبوی کے باب میں ہے اور پھر اس کی چھ فصول ہیں جو بالترتیب وضو ومسواک (۵۲-۲۴۳)، وضو میں اعضاء وجوارح کو دھونے کی تعداد، صفت وضو، خفین (موزوں) پر مسح، تیمم اور غسل سے بحث کرتی ہیں (۸۰-۲۵۲)۔ دوسری نوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی ادائیگی پر

ہے اور اس میں پانچ اقسام کی ہیں: قسم اول فرائض اور ان کے متعلقات پر ہے اور وہ بھی کئی ابواب میں منقسم ہے: باب اول پانچوں نمازوں کے بیان میں ہے اور اس کی اپنی چند فصول ہیں: اول فرض وفرضیت، دوم تعیین اوقات نماز پنجگانہ، سوم کیفیت نماز میں اور یہ فصل چند فروع میں منقسم ہے جیسے نماز شروع کرنے کی فرع، قراءت کی فرع، فاتحہ کی قراءت، کی فرع، فاتحہ کے بعد سورہ کی قراءت نماز فجر، ظہر وعصر کی قراءت میں، مغرب کی قراءت میں، عشاء کی قراءت میں، رکوع کی کیفیت کے بیان میں آٹھویں فرع ہے، نویں فرع رکوع کی مقدار میں، دسویں رکوع کی تسبیح اور سر اٹھانے میں، گیارھویں سجدہ کی کیفیت اور تسبیح میں، بارھویں تشہد کے جلسہ میں، تیرھویں تشہد کے ذکر میں، چودھویں تسلیم/سلام پھیرنے میں، اور پندرھویں قنوت پڑھنے کے ذکر میں ہے ((۲۸۰-۳۴۸))۔

اس مقصد کی چوتھی فصل میں آپ کے سجدہ نماز اور سجدہ سہو کے بیان میں ہے (۶۳-۳۴۸)۔ پانچویں فصل کا تعلق نماز کے بعد کے جلوس، اس کی دعاؤں اور جلد روانہ ہونے کے بارے میں ہے (۲-۷-۶۳-۳)۔ دوسرا باب اس فصل کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جمعہ کی ادائیگی سے متعلق ہے (۹۶-۲-۳۷)۔ تیسرا باب آپ کی نماز تہجد کا بیان پیش کرتا ہے (۴۰۰-۳۹۶) آپ کی نماز شب کی کیفیت پر ایک مبحث ہے (۱۵-۴۰۰)۔ اس جلد کا آخری مبحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی عبادات خاص کر نمازوں سے متعلق ہے (۲۱-۴۱۵)۔ اسی پر زرقانی کی جلد ہفتم تمام ہوتی ہے۔

امام زرقانی کی شرح **المواهب اللدنیه** کی آخری اور آٹھویں جلد اس فصل کے چوتھے باب سے شروع ہوتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز وتر سے متعلق ہے (۸-۲)۔ پانچواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ضحیٰ پڑھنے پر ہے (۱۶-۸) جب کہ قسم ثانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں اور ان کے احکام کے باب میں دو باب ہیں: اول ان نوافل میں ہے جو اوقات کے ساتھ متعین ومقرر ہیں اور اس کی دو فصلیں ہیں: فصل اول نماز پنجگانہ اور جمعہ کی سنت مؤکدہ رکعات پر ہے، اس میں سات فروع ہیں: اول فرع ان کی مشترکہ احادیث بیان کرتی ہے (۱۷-۱۶)، دوم فجر کی رکعتوں میں، سوم ظہر کی، چہارم عصر کی، پنجم مغرب کی اور ششم عشاء کی اور ساتویں جمعہ کی سنت رکعتوں پر ہے (۲۶-۱۷)۔ فصل ثانی عیدین کی نماز نبوی سے متعلق ہے اور اس میں بھی سات فروع کی گئی ہیں: اول تعداد رکعات، دوم تکبیر، سوم وقت ومقام، چہارم اذان واقامت، پنجم عیدین کی نماز میں قراء

ت، ششم عیدین کی نماز کے بعد خطبۂ نبوی اور ساتویں نماز عید سے قبل عیدگاہ جانے سے پہلے آپ کی کھانے کی سنت پر ہے (۴۷-۲۶)۔

دوسرا باب ان نوافل نبوی کی تفصیلات بیان کرتا جو اسباب وعلل کی ماتحت ہوتی تھیں اور وہ چار فصول میں منقسم ہیں: فصل اول نماز سورج گرہن میں، فصل دوم نماز استسقاء میں، فصل سوم دعائے استسقاء میں اور فصل چہارم خلافت فاروقی میں نماز استسقاء کے بیان میں ہے جو حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر ختم ہوئی تھی (۶۹-۴۷)۔

تیسری قسم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سفر کے بیان میں ہے۔ اس میں بھی چند فصلیں ہیں: اول نماز قصر اور اس کے احکام پر ہے اور اس کی دو فرع کی ہیں: اول کتنے سفر پر قصر فرماتے تھے، دوم اقامت میں/حضر میں قصر کرنے کے حکم میں (۷۱-۶۹)، دوسری فصل جمع بین الصلوٰتین میں ہے اور اس میں بھی دو فروع ہیں: اول جمع کرنے کی سنت نبوی میں، دوم عرفات ومزدلفہ میں جمع کرنے میں، سوم سفر کے دوران نفل نماز پڑھنے میں، چہارم سواری کے جانور پر نفل ادا کرنے کے مسئلہ پر ہے (۷۸-۷۱)۔

چوتھی قسم نماز خوف پڑھنے کی سنت سے متعلق ہے (۸۱-۷۸)۔ پانچویں قسم نماز جنازہ کے بیان میں ہے اور اس میں چار فروع ہیں: اول تکبیرات کی تعداد، دوم قراءت ودعا، سوم قبر پر نماز جنازہ اور چہارم نماز جنازہ غائبانہ میں (۸۷-۸۱)۔

نوع سوم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وطریق زکوۃ کا بیان شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے (۹۳-۸۷) جب کہ نوع چہارم آپ کے روزوں/صیام سے متعلق ہے اور اس میں مختلف مباحث ہیں جس کے سبب وہ کافی مفصل ہے۔ روزہ کی تعریف کرنے کے بعد بحث کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: اول رمضان کے روزوں کے بارے میں ہے اور اس میں کئی فصول ہیں: اول رمضان کی خاص عبادات اور اس کی کثرت اور کثرت جود وسخا میں ہے، دوم رویت ہلال پر روزہ رکھنے کے باب میں ہے، سوم ایک شاہد عدل کی گواہی پر رویت ہلال کی شہادت قبول کرنے سے متعلق ہے، چوتھی روزہ کی حالت میں آپ کے افعال اور کاموں پر ہے، پانچویں افطار کے وقت میں، چھٹے سامان افطار میں، ساتویں دعائے افطار میں، آٹھویں آپ کے وصال روزہ کے باب میں، نویں سحری کے بیان میں اور دسویں دوران سفر روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے حکم میں ہے (۱۱۶-۹۳)۔ قسم ثانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے غیر رمضان کے روزوں کے بارے میں ہے اور اس میں چند فصول ہیں: اول ہر ماہ کے روزوں اور افطار کے دنوں کی تعداد کے بیان میں، دوم صوم عاشوراء میں، سوم صوم شعبان میں، چہارم دسویں ذوالحجہ کے روزہ کے حکم میں، پانچویں ہفتہ کے دنوں کے روزہ کے بیان میں اور چھٹی چاندنی راتوں کے روزوں پر ہے (۳۵-۱۱۶)۔

نوع پنجم کا موضوع ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف، رمضان کے اخیر عشرہ میں آپ کی کثرت عبادت اور لیلۃ القدر کی تلاش (۴۱-۱۳۵)، جب کہ نوع ششم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج و عمروں پر ہے اور وہ خاصا مفصل بیان ہے: پہلے حج / حجۃ الوداع کا بیان ہے (۲۱۴-۱۴۱) پھر آپ کے عمروں کا ذکر ہے (۱۷-۲۱۴)۔ نوع ہفتم میں آپ کی دعاؤں اور قراءت کا بیان ہے (۴۹-۲۱۷) اور اسی پر مقصد نہم ختم ہوتا ہے۔

امامین ہمامین قسطلانی وزرقانی کا مقصد دہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اتمام و تکمیل کے بارے میں ہے جو آپ کی وفات سے پایہ تکمیل کو پہونچیں۔ اس کو تین فصول میں تقسیم کیا ہے۔ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے رخصتی اور جنت مکانی ہونے پر ہے (۹۷-۲۴۹)، دوسری فصل آپ کی مسجد شریف اور قبر کریم کی زیارت کے احکام میں ہے (۳۳۹-۲۹۷)، تیسری آخرت میں آپ کے فضائل و مناقب اور درجات میں ہے جن پر آپ بلا شرکت غیر فائز ہوں گے (۴۱۳-۳۳۹)۔ ان میں اولین مبعوث ہونے، شفاعت اور مقام محمود سے سرفرازی، اولین جنتی ہونے، کوثر سے سرفرازی، وسیلہ اور فضیلہ اور درجہ رفیعہ سے سرفرازی وغیرہ شامل ہیں۔ امام زرقانی نے ان تمام فصول و ابواب میں بہت سی آیات کریمہ، روایات و احادیث اور اقوال و آثار جمع کر دئے ہیں۔ پھر خاتمہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اور ان کے شیخ مولف نے حسن خاتمہ کی دعا کی ہے اور اس میں بھی بہت سی روایات و احادیث موجود ہیں (۲۶-۴۱۳)۔ اس کے بعد ناشر کا خاتمہ کتاب ہے جس کی طباعت کی آخری تاریخ ۱۳۲۹ھ وی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زرقانی کی **شرح المواھب اللدنیہ** کی طباعت آٹھ جلدوں میں چار برسوں میں ۲۹-۱۳۲۵ھ میں پوری ہوئی۔ اسی پر کتاب زرقانی کا حسن خاتمہ ہوتا ہے۔

# امام ابن الدیبع الشیبانی
## (۸۶۶-۹۴۴ھ/۱۴۶۱-۱۵۳۷ء)

سیرت نبوی کی تالیف و تصنیف میں رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقیت کا ایک عنصر بایں طور پر پایا جاتا ہے کہ عالم اسلام کے تمام بلاد وامصار میں خصوصاً اور پوری دنیا کے ممالک وعلاقہ جات میں عموماً کوئی نہ کوئی کتاب سیرت ضرور لکھی گئی اور اسی طرح عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آغاز سے موجودہ زمانے تک ہر دور وہر صدی میں سیرت نبوی پر اس کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ زیر بحث مؤلف سیرت نبوی کا تعلق مکانی جزیرہ نمائے عرب کے ایک عظیم مرکز علم ودانش اور معدن تہذیب وثقافت یمن سے تھا جو ان کے عہد میں عظیم تر یمن کہلانے کا مستحق تھا کہ جنوبی عرب کے بیشتر علاقے اس کے لازمی اجزاء واعمال تھے۔

مؤلف گرامی کا زمانہ زندگی اور عرصہ حیات یمن میں بنوطاہر کی حکمرانی کا زرین عہد تھا جب اس قریشی اموی عربی خاندان ذی شان نے ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ سے ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء تک عدن وزبید اور اس کے سواحل وبلاد پر شاندار طریقہ سے حکومت وفرمانروائی کی۔ ان کی حکمرانی کا عرصہ تقریباً تریسٹھ سال تک جاری رہا۔ اس خاندان حکمراں کی بنا سلطان طاہر بن معوضہ نے ملک الناصر احمد الرسولی کی حمایت وتائید سے رکھی تھی۔ اس کے اقتدار کو ان کے دو فرزندوں ملک ظافر صلاح الدین عامر اول (م ۸۶۹ھ/۱۴۶۴ء) اور ملک مجاہد شمس الدین علی (م ۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء) نے مضبوط ومستحکم کیا۔ (۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء) میں رسولی حکمراں ملک مسعود (۸۴۸-۸۵۸ھ/۱۴۴۳-۵۴ء) نے جب بنوطاہر کی مسلسل ضربات کی تاب مقاومت اپنے اندر نہ پائی تو یمن سے فرار حاصل کیا اور مکہ مکرمہ میں پناہ وعزلت پائی اور دونوں طاہری بھائیوں کو حکمرانی کے لئے آزاد چھوڑ دیا اور اس طرح یمن سے رسولی

خاندان ختم ہو گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنے عہد میں قرب و جوار کے بہت سے علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا حصہ بنایا اور اپنے زمانے میں اپنی سلطنت کو ایک شاندار اسلامی تہذیب کا مرکز بنا دیا۔ ملک مجاہد کے بعد ان کا بھتیجا عبدالوہاب بن داؤد بن طاہر حکمراں ہوا جس نے تاج الدین کا لقب اختیار کیا اور ۸۹۴ھ/ ۱۴۸۹ء تک اپنے دونوں چچاؤں کی طرح شاندار طریقے سے حکومت کی لیکن اس کے فرزند ملک صلاح الدین عامر ثانی کا زمانہ اخلاقی اور مادی زوال و انحطاط کا دور تھا جس کا ماتم امام ابن الدیبع نے اپنی تاریخ وطن "الفضل المزید" میں کیا ہے۔

اسی زمانے میں مصر کے مملوک وجرکسی سلطان قانصوہ الغوری کے ایک امیر حسین کردی نے گجرات کے سلطان خلیل مظفر شاہ بن محمود گجراتی (۹۱۴ھ/ ۱۵۰۸ء) کی مدد سے فارغ ہونے کے بعد یمن پر قبضہ کر لیا اور ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء میں زبید پر قبضہ کر کے وہاں اپنا نائب مقرر کر دیا۔ ملک عامر ثانی اور ان کا بھائی عبدالملک دونوں اس کا مقابلہ کرتے ہوئے ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں مارے گئے۔ اس کے بعد ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں صفا پر جراکسہ کا قبضہ ہو گیا اور بنو طاہر کی حکمرانی تمام ہوئی۔ نئے حکمرانوں نے شرف الدین یحییٰ بن شمس الدین ابن الامام المہدی احمد بن یحییٰ کو یمن کا حاکم مقرر کیا۔ جب مملوک سلطان مصر نے عثمانی سلطان ترکی سلطان سلیم بن بایزید کی اسی برس اطاعت کی تو یمن بھی ان کی حکمرانی میں آ گیا اور امام شرف الدین یحییٰ وہاں باقاعدہ حکمرانی کرنے لگے اور پورا علاقہ ان کے قبضہ میں بزور شمشیر یا بذریعہ اطاعت آ گیا۔ بعد میں یمن پر ترکی حاکم مقرر کیے گئے جو روملی لوند کے نام سے معروف تھے۔ اور ان کا آخری حکمراں اسکندر تھا جس نے ۹۴۳ھ/ ۱۵۳۶ء میں چھ سات سال تک حکمرانی کی۔ پھر عثمانی والیوں کا دور شروع ہوا جو ہمارے مؤلف گرامی کا آخری عرصہ حیات ثابت ہوا۔

## نام و نسب

امام ابن الدیبع الشیبانی کا پورا نام و نسب یہ تھا: وجیہ الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن عمر بن علی بن یوسف بن احمد بن عمر الشیبانی العبدری الزبیدی۔ الدیبع اصل میں سوڈانی/ نوبہ زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سفید فام یا خوبصورت (الابیض) اور وہ ان کے جد امجد علی بن یوسف کا لقب تھا۔ ان کے والد ماجد علی بن محمد شیبانی ان کی ولادت کے سال اور اس واقعہ کے پہلے ہی تلاش معاش

میں پہلے زبید سے چلے گئے اور پھر وہاں سے ہندوستان تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ۸۷۶ھ/۱۴۷۱ء میں وفات پائی۔ اس وقت ابن الدیبع کی عمر دس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کی صورت کبھی نہیں دیکھی کہ وہ ہمیشہ گھر سے باہر ہی رہے اور وراثت میں صرف آٹھ طلائی دینار چھوڑ گئے تھے۔

## ولادت

امام سخاوی کے مطابق امام ابن الدیبع کی ولادت جمعرات بوقت عصر ۴ محرم ۸۶۶ھ/ ۱۴۶۱ء کو زبید میں ان کے والدین کے گھر میں ہوئی اور اسی میں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی۔

## پرورش و پرداخت

ابن الدیبع کی نشوونما اور پرورش و پرداخت ان کے نانا شرف الدین ابوالمعروف اسماعیل بن محمد بن مبارز شافعی کی گود میں ہوئی جو اپنے نواسہ اور بیٹی سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ وہ اپنے عہد کے عالم صالح اور امام فنون تھے۔ ان کا بچپن زبید میں ماں اور نانا کی نگرانی اور نگہداشت میں گذرا۔ وہ اپنے نانا کے ہمیشہ شکر گذار و احسان مند رہے کہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں ان کا زبردست ہاتھ رہا تھا۔ نانا کے انتقال (۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء) کے بعد ان کے ماموں جمال الدین ابوالنجا محمد الطیب بن اسماعیل نے ان کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور ان کو بہترین تربیت دی اور ان کی تعلیم کا عمدہ انتظام کیا۔

## تعلیم و تہذیب

ابن الدیبع نے اپنی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا اور زبید میں پہلے اس کو حفظ کیا پھر انفرادی طور سے اور جماعت میں قراءات سبعہ سیکھیں اور تجوید و قراءت کی اہم کتابیں۔ الشاطبیہ، الزبد، امام بارزی کی تالیفات اور البہجہ۔ کا کچھ حصہ پڑھا جب کہ ان کی عمر ابھی دس سال سے کم ہی تھی۔ ان کے ابتدائی اساتذہ میں شیخ نورالدین علی بن ابی بکر حطاب اور ان کے ماموں موصوف شامل تھے جو اپنے عہد و علاقہ کے شیخ، فقیہ اور علامہ تھے۔

دوسرے علوم و فنون میں انہوں نے اپنے ماموں موصوف ہی سے علم حساب، الجبرا، ہندسہ،

فرائض ،فقہ اور عربی زبان وادب کی تعلیم پائی۔ان کے علاوہ شیخ تقی الدین عمر بن محمد الفنا بن معید الاشعری سے ۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء میں امام شرف الدین البارزی کی کتاب الفقہ پڑھی اور فقیہ ابراہیم ابن ابی القاسم بن ابراہیم بن عبداللہ بن جمعان سے فقہ وعربی ادب کی مزید تعلیم پائی ۔ پھر علامہ وقت اور محدث عصر زین الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی کی صحبت میں علوم حدیث حاصل کئے اور ان سے صحیحین کے علاوہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی کی سنن، امام مالک کی موطا، قاضی عیاض کی ''الشفاء''، ابن السنی کی ''عمل الیوم واللیلۃ'' اور ترمذی کی ''الشمائل'' کے ساتھ ساتھ متعدد دوسری عظیم وجلیل کتب احادیث کا درس لیا۔ پھر انہوں نے ''بیت الفقہ ابن عجیل'' کا سفر کیا اور وہاں شیخ جمال الدین محمد الطاہر بن جمعانی سے فقہ کی مزید تعلیم حاصل کی اور امام سخاوی سے بلوغ المرام وغیرہ کتابوں کے علاوہ علوم واصول حدیث کی دوسری کتابیں پڑھیں جیسا کہ امام سخاوی نے خود تصریح کی ہے۔اپنے نانا سے مشہور کتاب التیسیر پڑھی اور معمر اسماعیل بن ابراہیم بن بکر الشویری سے بھی اس کا درس لیا۔امام سخاوی سے پہلے حج کے زمانے میں مکہ میں درس لیا تھا۔

## درس وتدریس

امام ابن الدیبع کی پوری زندگی اپنے وطن زبید میں درس وتدریس،افادہ واستفادہ اور عبادت وزہد میں گذری۔انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنی تمام صلاحیتوں کو علم وعبادت کے لئے وقف کر دیا تھا چنانچہ وہ اپنے گھر اور اپنی مسجد سے باہر کم جاتے تھے اور ایک طرح سے عزلت و خانہ نشینی کی زندگی گذارتے رہے۔تعلیم وتدریس اور عبادت وریاضت سے جو وقت ملتا تھا وہ تالیف وتصنیف میں گذارتے کہ وہی ان کے محبوب مشاغل تھے۔سلطان صلاح الدین عامر بن عبدالوہاب نے مسجد زبید میں ان کو قراءت حدیث کیلئے مقرر کیا تھا اور انہوں نے سب کو جنہوں نے ان کو پایا اپنی سند سے روایت کی اجازت دے رکھی تھی۔

البتہ انہوں نے اپنی زندگی میں تین بار حج کیا کہ بیت اللہ اور مدینہ منورہ سے ان کو عشق تھا۔امام سخاوی کے بقول انہوں نے کئی بار حج کیا۔ان میں سے اولین ۸۸۳ھ/ ۱۴۷۸ء میں کیا پھر دوسرا دوسال بعد ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء میں کیا اور آخری اور تیسری سعادت تقریباً دس سال بعد ۸۹۲ھ/ ۱۴۹۱ء میں حاصل کی۔

## مقام ومرتبہ

ان کے اساتذہ، معاصرین، تلامذہ اور دوسرے علمائے وقت وخلف ان کی علمیت وفضیلت تبحر وتدبر، تفکر وتعقل اور زہد وعبادت اور دوسرے اوصاف حمیدہ اور خصائل ستودہ کے بہت زیادہ اور دل سے معترف تھے۔ ان کے استاذ حدیث امام سخاوی نے ان کا سوانحی خاکہ لکھا تو ان کو "فاضل، بیدار مغز، تحصیل واستفادہ میں رغبت عظیم رکھنے والا بتایا اور دعا کی کہ ان کے علم سے نفع پہونچے۔" علامہ عیدروس نے ان کو شیخ الاسلام، علامۃ الانام، جمہور امام، مسند الدنیا، امیر المومنین فی حدیث سید المرسلین، خاتمہ المحققین، اوائل سے اواخر کو جوڑنے والا، بیشمار اساتذہ عظام کا شاگرد اور علمائے اکابر کا استاد جن میں حافظ طاہر بن حسین الاہدل، الشیخ احمد بن علی المز جاجی شامل تھے بتایا، اور ان کو ثقہ، صالح، اخبار وآثار کا حافظ، حددرجہ متواضع اور منکسر المز اج، علم حدیث کے حصول کی خاطر رحلہ واسفار کا منتہا اور روئے ارض کے طالبان علم کا مرجع ومقصد قرار دیا ہے۔ امام شوکانی نے فرمایا کہ وہ یمن میں شہرت عام رکھتے تھے۔

## شعر وادب

امام سخاوی نے تصریح کی ہے کہ جماعت طلبہ نے میرے سامنے ان کے متعدد اشعار پڑھے جو ان کے اپنے خط میں لکھے ہوئے تھے اور ان کے نو اشعار نقل کئے ہیں:

ان امرا باع اخراه بفاحشة لک الفواحش يأتيها لمغبون
ومن تشاغل بالدنيا وزخرفها من جنة مالها مثل لمفتون
فكل من يدعى عقلا وهمة فيما يبعد عن مولاه مجنون

احبابنا ان لكم سولت انفسكم امرا فصبر جميل
وان اردتم هجرنا والقلى فحسبنا الله ونعم الوكيل

قال النصيح أما تخاف غدا اذا حشر الورىٰ شوم المعاصى والجرم

قلت استمع منی مقالی یا اخی أبشر یکون من الکریم سوی الکرم
الی علم الحدیث لی ارتیاح وها انا فیه مجتهد وراوی
لعلی ان اکون به اماما .ارویه علی قدم السخاوی

ان اشعار میں ان کی سلاست زبان، بلندی افکار، علوئے ہمت، پاکیزگی خیال وغیرہ کے علاوہ قرآن وحدیث سے ان کے گہرے شغف اور شعری آیات قرآنی کو سمونے کا سلیقہ بھی نظر آتا ہے۔
ابن العماد حنبلی نے ان کے امام بخاری وامام مسلم کے مابین فضیلت پر چار مزید اشعار نقل کئے ہیں:

تنازع قوم فی البخاری ومسلم لدی وقالوا ای دین یقدم
فقلت لقد فاق البخاری صنعة کما فاق فی حسن الصیاغة مسلم
قالوا لمسلم سبق قلت البخاری جلی قالوا تکرر فیه قلت المکرر املی

## وفات

امام ابن الدیبع کی وفات ان کے وطن مالوف زبید میں چھبیس یا ستائیس رجب ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء بروز جمعہ ہوئی اور جامع اشاعرہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور شیخ اسماعیل الجبرتی کے قبہ کے قریب باب سہام کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

## اولاد

ان کی اولاد میں صرف ان کے ایک فرزند علی کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کے جانشین بنے اور اپنے والد مرحوم کی مسند تدریس پر جامع زبید کبیر میں حدیث کی تعلیم دینے لگے۔

## تالیفات

امام ابن الدیبع نے علوم وفنون میں اپنے گراں قدر آثار چھوڑے ہیں جن کو تین اہم موضوعات ۔حدیث سیرت اور تاریخ ۔ میں تقسیم کر کے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی تعلیم وتربیت کے لحاظ سے قرآن کریم وغیرہ کے دوسرے علوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔

## حدیث وعلوم حدیث

میں ان کی کم از کم پانچ کتابوں کا پتہ چلا ہے جو یہ ہیں:

۱- تیسیر الوصول الی جامع الاصول (دوجلدیں)، جو امام ابن اثیر جزری کی عظیم کتاب "جامع الاصول" کی خوبصورت تلخیص ہے اور طلبہ کے لئے انتہائی مفید و کارآمد- یہ کتاب قاہرہ سے کئی بار شائع ہو چکی ہے- ابن الدیبع نے اپنی اس کتاب کی شان میں اشعار بھی کہے تھے جن میں سے دو شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری نے نقل کئے ہیں اور ان میں کتاب کی افادیت پر مؤلف کا لہجہ افتخار وانبساط کا ہے-

۲- تمییز الطیب من الخبیث مما یدور علی السنة الناس من الحدیث: وہ ان کے استاد امام سخاوی کی کتابِ جلیل المقاصد الحسنة کی تجرید ہے اور وہ بھی قاہرہ اور دمشق میں چھپ چکی ہے-

۳- غایة المطلوب واعظم المنة فیما یغفر اللّٰہ تعالیٰ به الذنوب ویوجب الجنة.

۴- کشف الکربة فی شرح دعاء الامام ابی حربة.

۵- مصباح المشکاة.

تاریخ پر امام ابن الدیبع کی کئی کتابیں ان کے مقامی معاملات وامور کی مہارت کو ظاہر کرتی ہیں اور ان کا زیادہ تر تعلق ان کے وطن اور اس کے علاقوں سے ہے:

۱- بغیة المستفید فی اخبار مدینة زبید- وہ شہر زبید کی سنہ وار مفصل تاریخ ہے اور اس میں مؤلف گرامی نے اپنی معاصر حکمراں جماعت تک تمام خاندانوں کا ذکر کیا ہے- اور عظیم مورخین یمن جیسے عمارۃ الیمنی، الجندی، الخزرجی، ابن عبدالمجید القرشی، النسابہ اور شرف الدین ابن المقری وغیرہ سے کافی مواد لیا ہے- وہ کتاب دس ابواب پر حاوی ہے جس میں بالترتیب یمن واہل یمن کے فضائل، شہر زبید، حکمرانوں جیسے بنوزیاد، بنونجاح، بنونجاح کے وزراء، بنومہدی، بنوایوب، بنورسول، علی الطاہری، ان کے فرزند عبدالوہاب اور ان کے فرزند محمد کی تاریخ بیان کی ہے وہ ابھی تک مخطوطہ ہے اور اس کے متعدد نسخے مکتبہ مدینہ منورہ، امبروزیانا اور دارالکتب المصریہ میں پائے جاتے ہیں-

۲- الفضل المزید علی بغیة المستفید، اولین کتاب تاریخ کا تکملہ ہے جس میں ۹۰۱ھ/ ۱۴۹۵ء سے ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء تک کی تاریخ بیان کی ہے۔ وہ دراصل سلطان سلیم کی شام ومصر کی فتوحات پر مبنی سنہ وار تاریخ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ دار الکتب المصریہ میں اور دوسرا رضا لائبریری رامپور میں پایا جاتا ہے۔

۳- احسن السلوک فی نظم من ولی مدینة زبید من الملوک، شہر زبید کا منظوم تاریخی ارجوزہ ہے جس میں ۹۲۳ھ تک کی تاریخ مختصراً بیان کی گئی ہے۔ اس کے متعدد نسخے ہیں جو دار الکتب المصریہ اور مکتبہ الحبشی میں پائے جاتے ہیں۔ ان تینوں کتابوں کا لاطینی ترجمہ بون سے ۱۸۲۸ء میں شائع ہوا ہے۔

۴- قرة العیون فی اخبار الیمن المامون، تین ابواب پر مشتمل تاریخ یمن ہے جو یمن کے ذکر کے ساتھ صنعا اور عدن کی حکومتوں کا ذکر باب اول میں کرتی ہے۔ شہر زبید اور اس کے امراء وملوک کا باب دوم میں اور تیسرے باب میں حکومت طاہریہ کا ذکر کرتی ہے۔ اس کے نسخے دار الکتب المصریہ، برٹش میوزیم اور عراقی میوزیم میں پائے جاتے ہیں۔

۵- العقد البــاهر فی تاریخ بنی طاهر، یہ خاص طاہری خاندان کی حکومت کی تاریخ ہے جو ان کی بغیة المستفید سے مستعار ہے۔

۶- تاریخ الدولتین الطاهریة والناصریة۔

۷- تحفة الزمن بفضائل الیمن، آیات واحادیث پر مبنی ہے۔

۸- فضل الیمن واهله، فضائل یمن کا نسخہ مکتبہ امبروزیانا میں موجود ہے۔

۹- مختصر طبقات الملک الاشرف الرسولی۔

۱۰- نشر المحاسن الیمانیه فی خصائص الیمن ونسب القحطانیة، اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہے۔

سیرت نبوی: پر ان کی عظیم کتاب "حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرة النبی المختــار ﷺ وعلی آله المصطفین الاخیار" ہے جس کا تجزیہ آگے آتا ہے۔ ان کے علاوہ ابن العماد حنبلی نے ان کی دو اور کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور وہ ہیں:

۱- المعراج

۲- مولد شریف نبوی

## طریقۂ تالیف

کتب سیرت کی تالیف کا بنیادی رجحان اور فنی طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ امامانِ سیرت وسوانح کی روایات و بیانات پر لکھی جاتی ہیں اور محتاط و سنجیدہ تر علمائے سیرت روایات حدیث سے بھی جا بجا استفادہ کرتے ہیں۔ ان کے بالمقابل بعض ''اہل حدیث'' سیرت نگار رہتے ہیں جو صرف حدیثی مواد پر ہی اپنی کتابوں کو مبنی کرتے ہیں اور سیرتی روایات سے یا تو قطعی مواد نہیں لیتے یا جزوی طور سے لیتے ہیں۔ اس کی حیثیت بہرحال ثانوی ہوتی ہے۔ یہ رجحانِ تالیف جدید دور کا پیدا کردہ نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل حدیث کا دعویٰ ہے بلکہ قرون وسطیٰ میں بھی اس کے علمبردار اور نمائندے تھے۔

امام ابن الدبیع شیبانیؒ ان ہی معدودے چند سیرت نگاروں میں سے ایک ہیں جو اپنی کتاب سیرت کو حدیثی روایات ہی پر استوار کرتے ہیں۔ البتہ وہ فراخ دل اور صاحب نظر اہل علم تھے کہ انہوں نے امہات کتب سیرت سے اعراض نہیں کیا اور ان سے برابر کسب فیض کیا۔ اپنے مقدمہ میں امام موصوف نے وضاحت کردی ہے کہ ان کی کتاب سیرت کے بنیادی ماخذ صحیحین، سنن اربعہ، موطا امام مالک کے علاوہ سیرت ابن ہشام اور شفاء قاضی عیاض ہیں۔ اسی کے مطابق انہوں نے اپنی کتاب سیرت میں بہت سی غیر معتبر یا ضعیف روایات نہیں لی ہیں۔

اس کا ایک دلچسپ اور اہم زاویہ یہ ہے کہ حدائق الانوار میں سیرت کا بیان براہ راست ولادت نبوی سے ہوتا ہے اگرچہ شروع تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ اور تخلیق انبیاء کا سلسلہ بھی آیا ہے مگر وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہونے کیلئے آیا ہے۔ ان کی کتاب سیرت موضوعاتی ثبوت و ترتیب رکھتی ہے اور وہ دو بڑی قسموں میں منقسم ہے اور پھر ان دونوں کے اپنے اپنے ذیلی ابواب ہیں۔ دو بنیادی قسموں کے عناوین بھی بہت دلچسپ اور معنیٰ خیز ہیں: اوّل قسم قسم الحضرۃ کے نام سے اور دوسری قسم قسم المقاصد واللواحق کے عنوان سے ہے۔ اول الذکر مکی حیات طیبہ بیان کرتی ہے اور دوسری مدنی دور کو اجاگر کرتی ہے لیکن یہ بڑی موضوعاتی تقسیم ہے۔ امام موصوف نے اول الذکر کے باب اول میں ہی پوری حیات

نبوی از ولادت تا وفات بیان کر دی ہے اور پھر دوسرے ابواب میں دوسرے مباحث لائے ہیں جیسے آباء اجداد کے فضائل ومناقب اور سوانح، حرمین کی فضیلت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارت وغیرہ، ان کی تفصیلات کتاب کے مباحث میں ملتی ہے۔

امام ابن الدیبع بہرحال سیرتی روایات کے اس مجموعے کو بیان کرتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد وظہور کے بارے میں مبشرات کی نوعیت رکھتا ہے اور اس میں کافی ضعیف روایات اور کمزور واقعات ہیں جو دونوں قسم کے مرجوح مآخذ سے لی گئی ہیں جیسے قسم اول کے باب سوم یا باب چہارم میں ولادت نبوی کے وقت کے معجزات ومبشرات وغیرہ۔

حدائق الانوار کی ایک ترتیبی خامی یہ ہے کہ وہ سیرت نبوی کے واقعات میں تکرار بیان کی مرتکب ہوتی ہے۔ قسم اول کے باب اول میں پوری سیرت نبوی از اول تا آخر بیان کرنے کے بعد پھر باب چہارم سے اس کا تفصیلی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ یہ باب ولادت تا بعثت کے واقعات کو دہراتا اور تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ باب ہفتم بعثت سے ہجرت تک کے واقعات بیان کرتا ہے اور اسی طرح تفصیل سے دوسرے ابواب مکی مدنی حیات کے دور کو مکرر بیان کرتے ہیں۔

اس کتاب سیرت کے بعض دلچسپ ابواب ہیں جو سیرت نگاری میں نئے رجحان کو سامنے لاتے ہیں۔ مثلاً قسم اول کا باب پنجم جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاقی رسول اور خاتم الانبیاء ہونے سے بحث کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دین محمدی تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ اس میں اثبات وادراک نبوت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر بھی دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ باب ششم تو سارا کا سارا دلائل نبوت اور معجزات پر ہے۔ باب ہشتم خاص اسراء ومعراج پر مبنی ہے اور خاصا قیمتی ہے۔ قسم دوم میں وفات نبوی کے بعد ایک دلچسپ اور اہم باب نصب امام کی ضرورت اور اس کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ ومسلک کا ذکر کرتا ہے۔ اسی میں خلفائے اربعہ کی فضیلت اور ان کی خلافت سے مختصر بحث ہے۔

واقعات سیرت کے بیان میں امام ابن الدیبع جمہور سیرت نگاروں کی ڈگر سے بالعموم نہیں ہٹتے اور ان کے اجماع اور اتفاق کو قبول کرتے ہیں جیسے ولادت نبوی کی تاریخ ۱۲/ ربیع الاول، رضاعت وپرورش کے واقعات، بعثت سے قبل اور بعد کے واقعات اور مدنی دور کے واقعات میں بھی وہ جمہور کی پیروی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ قسم دوم میں غزوات وسرایا اور دوسرے متعلقہ واقعات سیرت بیان کرکے

احوال نفیسہ اور اقوال قدسیہ کے تحت متعدد فصول میں شمائل اور خصائص حمیدہ پر مباحث ہیں۔ ان میں دعائیں اور اذکار بہت غالب ہیں۔ یہ غالباً قاضی عیاض کی کتاب شفاء کا اثر خاص ہے۔

ان کے ابواب کے خاتمہ میں ایک نئی بات زیادہ تر یہ نظر آتی ہے کہ وہ اشعار بالخصوص امام بوصیری کے قصائد متعلقہ پر حسن خاتمہ کرتے ہیں جیسے قسم اول کا باب مناجاۃ المصطفیٰ کے قصیدے پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا باب مدح آباء کی نظم پر۔ باب سوم حضرت ورقہ کے اشعار پر، باب چہارم بوصیری کے قصدہ میمیہ پر، باب ششم بوصیری ہی کے نظم معجزات پر، باب ہفتم ہاتف غیبی کے قصیدہ پر اور باب ہشتم بوصیری کے قصیدہ پر تمام ہوتا ہے۔ قسم دوم میں اتنا التزام تو نہیں ملتا تاہم وہ اشعار و مراثی بیان ضرور کرتے ہیں جیسے قصیدہ ہجرت از حضرت حرمہ یا مرثیہ حضرت جعفر از حضرت حسان وغیرہ، یا قصیدہ بوصیری در فضائل و اخلاق حتی کہ خاتمہ کتاب بھی دعائیہ نظم اور درود و صلاۃ پر ہے۔

غرض کہ امام ابن الدیبع شیبانی کی کتاب سیرت بنیادی مآخذِ سیرت و حدیث کی ایک تلخیص پیش کرتی ہے اور حدیثی مواد خاص کر قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کی طرح اسے اسوہ و نمونہ بناتی ہے جس پر مسلمان عمل پیرا ہو سکیں۔

# مصادر و مآخذ


ابن العماد حنبلی شذرات الذهب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ہشتم ۶ - ۲۵۵

سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن الضوء اللامع لا هل القرن التاسع
مکتبہ القدسی ۱۳۵۴ھ، سوم ۵-۱۰۴/۲۹۵

الشوکانی، محمد بن علی البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع
مطبعہ السعادہ قاہرہ ۱۳۴۸ھ، اول ۶ - ۳۳۵

العیدوسی، عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ، النور السافر عن اخبار القرن العاشر
مکتبہ عربیہ بغداد ۱۹۳۴ء، ۲۱-۲۱۲

## ابن الدیبع کی کتاب سیرت

# حدائق الانوار ومطالع الاسرار

### فی سیرۃ النبی المختار علیہ ﷺ وعلی آلہ المصطفین الاخیار

امام ابن الدیبع کی کتاب سیرت پہلی بار شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری کی تحقیق سے دوجلدوں میں امیردولۃ قطر الشیخ خلیفہ بن حمد آل ثانی کے اخراجات سے شائع ہوئی ہے۔محقق کتاب نے شروع میں دو نقشے تصدیر، امیر قطر کی تصویر اور عام مقدمہ برارتقائے فن سیرت، سیرت نگاری کے مختلف زاویوں، عصر المؤلف اور ان کی سوانح، کتاب کے مخطوطات اور تحقیق کتاب کے طریقے اور رموز وغیرہ پر اولین اسی صفحات وقف کئے ہیں پھر متن کتاب شروع ہوتا ہے۔محقق گرامی کا مقدمہ کافی عمدہ اور معلوماتی ہے۔ جلد اول میں متن کے صفحات از سر نو شروع ہوتے ہیں جو بڑی تقطیع کے چار سو نو صفحات پر مبنی ہے اور پھر ۲۹ - ۴۱۱ میں فہرس کتاب ہے جو ابواب وار کافی مفصل ہے۔جلد دوم کا آغاز قسم ثانی سے ہوتا ہے اور اس کو قسم المقاصد واللواحق کہا گیا ہے۔دوسری جلد ۵۱۶ صفحہ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۱۲۰۸ پر ختم ہوتی ہے۔دونوں جلدوں کے صفحات سلسلہ وار ہیں۔

جلد اول کے متن میں پہلے حمد وصلوۃ اور سیرت وسنت کی عظمت اور اس کی پیروی پر بحث ہے (۷-۸)۔مؤلف نے اپنی کتاب سیرت کے مصادر گنائے ہیں جن میں صحیحین، سنن اربعہ، موطا امام مالک، سیرت ابن ہشام، شفاء قاضی عیاض شامل ہیں اور اپنی کتاب کے ابواب کی تفصیل دی ہے اور دعا ومناجات کے بعد خاتمہ منظوم حمد اور نام کتاب پر کیا ہے جو بیاض ہونے کے سبب ناقص رہ گیا ہے (۹-۱۶)۔

سیرت نبوی کا آغاز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر ایک ادبی خطبہ سے ہوتا ہے

جس میں تخلیق حضرت آدم سے کلام کا آغاز کر کے بعض چیدہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ ربیع الاول کی ولادت، آپ کے حمل کی برکات، والد ماجد کے انتقال، والدہ ماجدہ کی تربیت، رضاعت ثوبیہ وحلیمہ، ولادت کے وقت معجزات، رضاعت کی مدت، شق صدر، فضیلت آب زمزم، وفات والدہ، کفالت جد وعم، نشوونمائے نبوی، تحنث، بتاشیر بعثت، نبوت، تنزیل قرآن، مکہ کے قیام کی مدت، اسراء ومعراج، ہجرت، غزوات اور ایک صفحہ کی طویل دعا پر مشتمل ہے (۲۳-۱۷)۔

قسم اول سیرۃ الحضرۃ کے عنوان سے ہے جس کے متعدد ابواب ہیں۔ باب اول ولادت تاوفات بشمول معجزات وغزوات پر حاوی ہے جیسا کہ اولین باب کے پیش لفظ میں صراحت کی ہے۔ پھر ولادت ورضاعت بنی سعد، آمنہ کی زیارت اور وفات، ذی یزن کے دربار میں عبد المطلب کے وفود، ان کی وفات، کفالت ابوطالب، شام کے سفر، جنگ فجار، حلف الفضول، تجارت مال خدیجہ، کعبہ کی تعمیر نو، تحنث، وحی، نزول قرآن، حبشہ کے اولین مہاجرین، اسلام حمزہ وعمر، بنوہاشم کا مقاطعہ قریش، شعب ابی طالب کی محصوری، وفات ابی طالب وخدیجہ، سفر طائف، قبائل پر پیشکش، اسراء وفرضیت نماز، بیعت عقبہ اول ودوم، اجازت ہجرت مدینہ، دارالندوہ میں قتل نبوی کے لئے مشورہ کا ذکر مختصر دو تین سطروں میں ان کے عنوان کے ساتھ کیا۔

الہجرۃ کی الگ سرخی سے مدنی دور کا آغاز کیا ہے اور اس میں اہم ترین عناوین ہیں: ہجرت، داخلہ مدینہ، قباء کا قیام وتعمیر مسجد، اذان کی ابتداء، تحویل قبلہ، فرضیت روزہ وصدقہ فطر، غزوہ بدر، قتل کعب بن اشرف وابورافع سلام، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ احد، یوم الرجیع، قبائل سلیم وغیرہ (بئر معونہ)، غزوہ بنی النضیر، غزوہ بدر آخرہ، ذات الرقاع، واقعہ غورث، غزوہ مریسیع، غزوہ خندق، اور اس میں معجزات نبوی، بنوقریظہ، حضرت زینب سے شادی، صلح حدیبیہ، اسلام عمرو بن عاص وخالد بن ولید، سلاطین کے نام فرامین، فتح خیبر، حدیث/ واقعہ زہر، عمرۃ القضاء، منبر کی تعمیر، وفد عبدالقیس کی آمد، غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، تقسیم غنائم حنین، عمرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولادت ووفات حضرت ابراہیم، اسلام میں فوج درفوج داخلہ، عام الوفود کے تحت نصاریٰ نجران/ یمن کی آمد، غزوہ تبوک، وفات نجاشی، حج ابی بکر، حجۃ الوداع، جیش اسامہ، مرض ووفات نبوی اور خاتمہ مضمون (۷۵-۲۹)۔ پھر مناجاۃ المصطفیٰ کے عنوان سے قصیدہ ہے (۷۸-۷۶)۔

باب دوم مکہ مدینہ کے شرف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور آباء واجداد کے نسب وحسب کی فضیلت پر ہے جس میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی مختلف عناوین کے تحت نقل کی گئی ہیں۔حرمین کے اشتیاق زیارت پر ایک نظم ''لومة المشتاق'' کے عنوان سے ہے۔ پھر حسب ونسب کے بیان میں شرف ،انداز عشیرۃ اقربین ، بنو ہاشم کے فضائل ،عبداللہ ،عبدالمطلب کے فضائل ،بئر زمزم کی کھدائی ،اصحاب فیل کے واقعہ ،مناقب ہاشم ،عبد مناف ،قصی کا خاتمہ مدح آباء پر ایک نظم سے کیا ہے (۱۰۵-۷۹)۔

باب سوم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے باب میں مختلف اکابر کی بشارتوں کا بیان ہے جس میں بشارت انبیاء- آدم ،عیسیٰ- علیہم السلام ،بشارت کعب بن لوئ ، تبع اسعد کامل ، رویاء عبد المطلب ،مبشرات آمد محمدی ، بشارت عیصا الراہب ، وصیت سیف بن ذی یزن ، بشارت بحیرا راہب ،نصاریٰ کے ایک گروہ کا ارادہ قتل ، بشارات نسطور راہب ،قس بن ساعدہ ، زید بن عمرو بن نفیل ، سلمان فارسی ،ورقہ بن نوفل اور حضرت ورقہ کے اشعار پر یہ باب ختم ہوتا ہے (۱۰۷-۲۵)۔

باب چہارم ولادت ورضاعت ونشو ونمائے نبوی تا بعثت محمدی پر مشتمل ہے ۔ اس میں تاریخ ولادت ،مولود کے بارے میں فتویٰ ، معجزات بوقت ولادت ، رضاعت ثویبہ ، اس باب میں رویا عباس ، رضاعت حلیمہ سعدیہ ، شق صدر ، واپسی در گود والدہ ماجدہ ، زیارت مدینہ اور وفات والدہ ، پیراکی کی تعلیم نبوی ، علامات نبوت محمدی سے یہود کی واقفیت ، وفات والد عبداللہ ،نسب مادری ، والدین کے احیاء وغیرہ پر فائدہ عظیمہ ، زیارت قبر والدہ تہنیت سیف ذی یزن ، وفات عبدالمطلب ، کفالت ابی طالب ، حرب الفجار ، حلف الفضول ، تجارت خدیجہ میں شراکت ، معجزات سفر ، حضرت خدیجہ سے شادی ، مدح خدیجہ ، حضرت خدیجہ وعائشہ میں مفاضلہ ، کعبہ کی تعمیر قریش ، غار حراء میں خلوت وتحنث اور بعثت نبوی اور دیوان البوصیری کے قصیدہ میمیہ کا ایک حصہ بنیادی مباحث ہیں (۶۰ - ۱۲۷)۔

باب پنجم اس موضوع پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آفاقی رسول اور خاتم النبیین اور تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ اس کے اہم ذیلی مباحث ہیں: اثبات نبوت ، ادراک نبوت کے طریقے ، دلائل نبوت ، معجزات موسیٰ وعیسیٰ ، آپ کی دعوت رسالت ، آپ کے معجزات ، قرآن عظیم ترین معجزہ ، تمام انبیاء پر فضیلت ، معجزہ ، کرامت اور جادو کا فرق ، صحابہ کرام سے کرامات کے نقل نہ ہونے کا بیان (۸۶-۱۶۲)۔

باب ششم میں معجزات نبوی اور دلائل نبوی میں بعض مشہور ترین جیسے شق قمر، ردشمس، پانی کا انگلیوں سے نکلنا، کھانے میں اضافے، حجر وشجر کا کلام کرنا، حیوانات کی گواہی، بیماروں کی شفاء، اجابت دعاء، لمس کے معجزات، غیب کی خبریں اور قرآن کریم کا معجزۂ اعظم ہونا بیان ہوا ہے اور ان سب کو الگ الگ انواع کے تحت تفصیل سے بیان کیا ہے (۲۹۰-۱۸۷)۔ اس میں زیادہ تر احادیث وآثار سے استناد کیا ہے اور ہر نوع کے ذیلی عناوین مقرر کر کے ان کے معجزات ودلائل کو بیان کیا ہے۔ یہ دس انواع اور معجزات ہیں۔ اس کا خاتمہ بوصیری کی نظم معجزات پر ہوا ہے۔

باب ہفتم بعثت سے ہجرت تک کے بعض واقعات سیرت پر مشتمل ہے، اس کے ذیلی عناوین ہیں: حضرات عیسیٰ ومحمد علیہما السلام کے مابین فترہ، رسالت وحی، فترہ وحی اور نزول سورہ ضحیٰ، بعثت کی آیات، خفیہ تبلیغ، علانیہ دعوت، ابوطالب کا موقف اور حمایت نبوی، ابوطالب کا قصیدہ، قریش کی مخالفت، ابوطالب کا مشہور قصیدہ لامیہ، بنو ہاشم وبنو مطلب کی حمایت اور ان کی فضیلت، کمزور مسلمانوں پر مظالم، ابوجہل کی ایذا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اولین ہجرت حبشہ اور بعض مہاجرین کی واپسی اور ہجرت مدینہ، اسلام حمزہ وعمر، مقاطعہ قریش اور قصیدہ ابوطالب، صحیفہ مقاطعہ کا خاتمہ، انشقاق قمر کا معجزہ، وفات ابی طالب وخدیجہ، نبوی ابتلاء اور صبر نبوی، تاریخ ولادت حضرت فاطمہ واخوات، اسلام ابوذر غفاری، سفر طائف، قریشی تعذیب نبوی پر حدیث عائشہ، جوار مطعم بن عدی، انصار سے ملاقات نبوی، مدینہ میں اشاعت اسلام، یوم بعاث، نکاح عائشہ، بیعت عقبہ اولیٰ وکبریٰ، اولین مہاجرین، قتل نبوی کی سازش، ہجرت مدینہ کی تیاری اور مفصل روداد سفر، ام معبد کے خیمہ میں نزول، ہاتف غیبی کا قصیدہ آخری مضمون ہے (۳۷۸-۲۹۱)۔

باب ہشتم میں اسراء ومعراج کا مفصل بیان مختلف عناوین کے تحت قاضی عیاض وغیرہ مختلف مآخذ اور احادیث سے کیا گیا ہے (۴۰۹-۳۷۹) اور حسب معمول قصیدہ بوصیری میں ذکر اسراء سے متعلق اشعار پر باب کا خاتمہ کیا ہے۔ اس کے بعض اہم مباحث ہیں: تاریخ اسراء، حدیث الاسراء، دقائق ورموز اسراء، ملاقات انبیاء کرام، سدرۃ المنتہیٰ تک عروج، سواری براق کی حکمت، مسجد اقصیٰ میں آمد پر روایت امام احمد بن حنبل۔

اس جلد کے آخر میں محقق کتاب نے ابواب کتاب کی فہرست بہت مفصل دی ہے (۴۱۱-۲۹)۔

امام ابن الدیبع کی کتاب سیرت حدائق الانوار ومطالع الاسرار کی جلد دوم کا آغاز قسم

ثانی سے ہوتا ہے جو قسم المقاصد واللواحق پر مبنی ہے اور جس میں جہاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں کو اس کے لئے آمادہ کیا گیا ہے اور پھر غزوات وسرایا کا ذکر آیا ہے۔ جہاد پر آمادہ کرنے کے مضمون پر مبنی خطبہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی وغیر پر مبنی ہے (۴۸-۴۴۱)۔ جہاد ومجاہدین کی فضیلت پر ایک فصل ہے (۷۰-۴۴۹)۔ اس فصل کے صفحات غلط لگ گئے ہیں: ۴۶۴ کے بعد ۵۲۸-۴۹۷ ہے اور پھر ۶۷-۴۶۵ ہے۔ ۴۷۱ سے سیرت نبوی کے باب جہاد کا ترتیب وار وسنہ وار ذکر شروع ہوتا ہے۔ ۱ھ میں مدینہ آمد نبوی، تاریخ ہجرت اور مکی مدنی قیام اور عمر کی مدت، تعمیر مسجد قباء ،ولادت عبداللہ بن زبیر وفات عثمان بن مظعون، تعمیر مسجد نبوی، اس کی توسیع در خلافت راشدہ اور اس کی فضیلت وغیرہ، ابتداء اذان واقامت، وبائے مدینہ کو دور کرنے کی دعائے نبوی، صرمہ بن ابی انس کا قصیدہ ہجرت، جہاد کی اجازت الٰہی، جہاد کی فرضیت عینی وکفایہ کی بحث، قرآن کی مکی مدنی سورتوں ،غزوات وسرایا کی تجہیز وتعداد، تحویل قبلہ اور منسوخی قبلہ اول ،فرضیت صیام رمضان وصدقہ فطر پر مختصر اور چھوٹی بڑی فصول (۹۶-۵۷۱) پائی جاتی ہیں۔

غزوہ بدر الکبریٰ کا باب کافی مفصل اور متعدد ذیلی فصول میں تقسیم ہے اور اس کا آغاز مصادر غزوہ سے کیا گیا ہے جو غالباً محقق گرامی کا اضافہ ہے۔ آیات قرآنی، تعداد مجاہدین ،فضیلت بدریین ،اسباب، دعائے نبوی، مشرک مقتولین کی تدفین ،واپسی مدینہ پر مختصر فصول ہیں اور ان میں واقعہ جنگ کا حوالہ مختصر ترین ہے اور اس کے خاتمہ پر حضرت عائشہ کی رخصتی کا ذکر ہے (۵۰۸-۴۹۷)۔ سرایائے کعب بن الاشرف اور ابورافع بن ابی الحقیق کے اسباب کو مختصراً بیان کرکے دونوں واقعات الگ فصول میں نسبتاً کچھ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کے آخر میں مختصراً بنوقینقاع کے نقض عہد کا ذکر ہے (۱۶-۵۰۸)۔

غزوہ احد کے باب میں اس کے مصادر، آمد قریش، مشاورت نبوی، آپ کا میدان جنگ کی طرف روانہ ہونا، منافقوں کی غداری، ترتیب لشکر، تیراندازوں کی حکم عدولی کے نتائج ،صحابہ کرام کی واپسی، قتل ابی بن خلف، سکون وطمانیت مجاہدین ، ابوسفیان کی واپسی اور مباہات ،شہداءِ غزوہ ،ان کی تدفین ،حکمت ونتائج احد، سبب غزوہ حمراء الاسد، حضرت انس بن النضر کی بہادری وشہادت، ان کی شان میں آیات قرآنی ، ملائکہ کی شرکت ،حضرت سعد بن ابی وقاص کی تیراندازی اور آپ کی دعائے خیر ،مقتولین نبی پر غضب الٰہی اور شہید اور سایہ ملائکہ پر فصول ہیں (۳۴-۵۱۷)۔

واقعہ رجیع اور واقعہ بئر معونہ کو اسی طرح ایک تمہید، مصادر، واقعہ رجیع، شہادت حضرت خبیب وغیرہ، واقعہ بئر معونہ، اس کے مصادر اور شہادت عامر بن فہیرہ وغیرہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے (۴۴-۵۳۵)۔ غزوہ بنی النضیر کے مصادر اور واقعہ کا ذکر ہے (۵-۵۴۵) جس کا خاتمہ کچھ اشعار اور مال فے پر ہوا ہے۔ غزوہ ذات الرقاع کا بیان اس کے بعد مختصر ہے (۵۴-۵۴۶)۔ غزوہ بنی المصطلق کا باب ہے جو خود تو کافی مختصر ہے لیکن سورۃ المنافقین کے نزول اور حدیث الافک کی فصول کافی مفصل ہیں (۸۰-۵۵۵)۔ مرتب گرامی نے ان تینوں کے مصادر الگ الگ ان کی ابتداء میں نقل کئے ہیں۔

۴ھ کی سرخی اور تمہید میں غزوہ خندق/احزاب کو مصادر اور واقعات کے ساتھ بیان کیا ہے (۹۲-۵۸۱)۔ غزوہ بنی قریظہ کو اسی طرح بیان کر کے (۹۹-۵۹۳) حضرت زینب بنت جحش سے آپ کی شادی کا واقعہ کافی تفصیل سے نقل کیا ہے (۶۰۷-۵۹۹) اور اس کو ۵ھ کا واقعہ بتا کر غزوہ احزاب و بنی قریظہ کے ضمن میں بیان کیا ہے جب کہ غزوہ حدیبیہ کے واقعہ کو ۵ھ کے واقعہ ہونے کے باوجود الگ فصل میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے آخر میں فائدہ کے تحت مقام صدیقیت اور اطاعت الٰہی پر دو فصلیں ہیں۔ آخری فصل صلح حدیبیہ کی فضیلت پر ہے (۲۴-۶۰۸)۔ اسلام عمرو بن عاص اور خالد بن الولید کو اسی سنہ کا واقعہ بتا کر بیان کیا ہے (۲۶-۶۲۵)۔ اسی سنہ میں سلاطین کے نام فرامین نبوی کے لکھے جانے کا ذکر بھی ہے اور کسریٰ، قیصر کے نام بالترتیب رسالات نبوی کے متون ہیں اور مباحث بھی اور موخر الذکر کافی مفصل ہے (۳۹-۶۲۶)۔ فتح خیبر کو بھی محرم ۶ھ کا واقعہ بتا کر بیان کیا ہے (۴۷-۶۴۰) جس کے آخر میں حضرت صفیہ کے انتخاب اور مدینہ واپسی کا ذکر ہے (۴۹-۶۴۷)۔ اسی سنہ میں جس کی تعبیر مرتب نے ۷ھ کی ہے عمرۃ القضاء کا بیان ہے (۵۱-۶۵۰)۔ رجب ۷ھ میں وفد عبدالقیس کی آمد اور منبر کی تعمیر کا ذکر کر کے (۲-۶۵۱) غزوہ موتہ کو اسی سنہ کے جمادی الاولیٰ کے ایک واقعہ کی طرح بیان کیا ہے، جس میں سہیلی کا بیان اور حضرت حسان کا مرثیہ جعفر بھی ہے (۵۸-۶۵۲)۔

غزوہ فتح مکہ کا بیان ابن الدیبع اس کے مصادر، تاریخ رمضان ۸ھ، سبب، قصہ حاطب بن ابی بلتعہ، اسلام عباس بن عبدالمطلب، اسلام ابی سفیان بن الحارث، واقعات غزوہ، مقتل عبدالعزیٰ بن خطل، ابن ہبیرہ کے لئے اجازہ نبوی، داخلہ مسجد اور بیت اللہ میں داخلہ اور تمام اہل مکہ کے لئے عام معافی کے حوالہ سے کیا ہے (۷۵-۶۵۹)۔ ایک الگ باب میں غزوات حنین واوطاس وطائف کے علاوہ وفد

ہوازن، عمرۃ الجعرانہ، ولادت ابراہیم اور سورج گرہن کے واقعات کو پہلے ۸ھ کے واقعات بتایا ہے پھر الگ الگ بیان ہے جیسے غزوہ حنین (۲۷-۶۸۲)، اس کے آخر میں ایمان شیبہ العبدری کی فصل ہے۔ غزوہ اوطاس (۸۹-۶۸۶)، غزوہ طائف (۹۳-۶۹۰)، تقسیم اموال غنائم حنین (۷۰۱-۶۹۳)، اس میں انصار کو محروم رکھنے کی حکمت اور ہوازن کے قیدیوں کی آزادی کا بھی ذکر ہے، پھر عمرۃ الجعرانہ (۷۰۲)، ولادت ابراہیم کا ذکر ہے (۳-۷۰۲)۔

عام الوفود کا باب کافی اہم ہے اور وہ ایک تمہید کے بعد بنو حنیفہ، نجران، اہل یمن، کعب بن زہیر اور ان کے متعلقات جیسے نجران کے ساتھ معاہدہ کی حکمت، اہل یمن کے فضائل اور قصیدہ کعب کا بھی حوالہ ہے (۱۵-۷۰۴)۔ غزوہ تبوک کا باب اس کے بعد ہے جو خاصا مفصل ہے اور آخری فصل حضرت کعب کی توبہ کی قبولیت پر رکھتا ہے اور پھر سورہ براءت کے نزول اور حضرت علی کی حج ابی بکر میں شرکت اور حضرت علی کے اعلان کا ذکر ہے (۳۵-۷۲۰)۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کا باب الگ سے ہے (۴۲-۷۳۸)۔ اگلا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت اور وفات پر ہے (۵۲-۷۴۳) جس میں اس کے متعلقات جیسے امامت ابی بکر صدیق وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان تینوں موخر الذکر ابواب کے صفحات دو بار لگ گئے ہیں۔

امام ابن الدیبع نے عام سیرت نگاروں کی روش سے ہٹ کر سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ وفات نبوی کے بعد نہیں بیان کیا ہے بلکہ ایک باب میں نصب امام پر اہل سنت کے مذہب، حد امامت، قریش کے حق امامت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والے امام حق، خلفائے اربعہ کی فضیلت پھر تمام صحابہ کی فضیلت پر فصول دی ہیں۔ اس میں حضرت ابوبکر سے لے کر حضرت علی کی خلافت تک مختصر بحث ہے پھر صحابہ کرام کی فضیلت کو درجہ وار بیان کیا ہے اور مختلف علماء کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ یہ بہت اہم باب ہے اور نادر بھی (۸۱۴-۷۵۳)۔

خاتمۃ الکتاب کے مباحث کی تمہید میں سیرت نبوی کے احوال نفیسہ اور اقوال قدسیہ کا حوالہ دے کر سات فصول الگ الگ مباحث کے لئے قائم کی ہیں۔ فصل اول حسن خلقت میں ہے (۲۱-۸۱۹) جس میں آپ کے مشابہ صحابہ کا بھی ذکر ہے اور پھر حسن اخلاق کی فصل ہے (۲۳-۸۲۲)، پھر وفور عقل پر فصل ہے (۲۶-۸۲۴) جس کے خاتمہ پر بوصیری کے قصیدہ سے اخلاق و خلق پر کچھ اشعار ہیں، پھر

حسن معاشرت پر ایک مختصر فصل ہے (۲۹-۸۲۷)، اس کے بعد سخاوت و جود پر فصل ہے (۳۲-۸۳۰) پھر شجاعت نبوی (۴-۸۳۳)، زہد نبوی (۳۷-۵۳۵) معہ قصیدہ بوصیری پر فصول ہیں۔

اقوال قدسیہ پر دس فصول قائم کی ہیں اور تمہید میں ان کو گنا کر الگ الگ بیان کیا ہے جو پھر اپنی اپنی ذیلی فصول میں منقسم ہیں جیسے نماز سے قبل دعاہائے نبوی کی فصل میں نیند سے بیدار ہونے پر، لباس پہننے پر، گھر سے نکلنے پر، قضائے حاجت سے پہلے، طہارت کے وقت، مسجد روانہ ہونے کے وقت اور اذان کی ساعت پر الگ الگ فصول ہیں اور ان میں مسنون دعائیں منقول ہیں (۵۱-۸۴۱)۔ نماز میں آپ کے اذکار کی ذیلی فصول ہیں: نماز کے آغاز، قیام، رکوع، اعتدال، دونوں سجدوں اور ان کے درمیان جلوس اور تشہد اور اس کے بعد کی دعائیں (۸۶۹-۸۵۳)۔ اس میں علامہ ابن دقیق العید کی ایک تشریح اور تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی" کی حکمت پر بھی مختصر بحث ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد مسنون دعاؤں کی فصل کے ذیلی مباحث ہیں، صبح و شام اور مختلف اوقات کے اذکار، تلاوت کے اذکار، ماثورہ دعائیں، سوتے وقت کی دعائیں اور اذکار بھی بیان کئے ہیں (۹۳-۸۷۱)۔

مرض اور اس کے متعلقات و توابع پر جو فصل ہے اس کی ذیلی بحثوں میں بلاء و مصیبت پر اذکار نبوی، عیادت، مریض اور تیمارداروں وغیرہ کی دعائیں، تعزیت کے باب میں اذکار، نماز جنازہ کی دعائیں اور اس کی فضیلت، قبور کی زیارت کے باب میں اذکار ہیں (۹۰۴-۸۹۴)۔

روزوں (صیام) سے متعلق اذکار نبوی کی الگ فصل ہے (۸-۹۰۵) پھر سفر کی دعاؤں کی فصل ہے (۱۳-۹۰۸)۔ اس کے بعد حج کے باب میں فصل ہے اور اس سے متعلق اعمال و اقوال نبوی کو اس میں بیان کیا گیا ہے (۳۴-۹۱۴)۔ اس میں قبر نبوی کی زیارت، قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان فاصلہ وغیرہ پر احادیث و روایات موجود ہیں جو کافی اہم ہیں۔ اس کے بعد جہاد کے باب میں وارد ہونے والی احادیث و اذکار کا ذکر ہے (۴۰-۹۳۵)۔

پھر معاش کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں (۴۸-۹۴۱) جس کے بعد سلام، ملاقات، چھینک، نوشادی شدہ اور نومولود وغیرہ کے بارے میں آپ کے اذکار و ہدایات بیان کئے گئے ہیں (۶۲-۹۴۹)۔ اسی میں خطبہ نکاح کی تعلیم نبوی وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ آخری فصل کو "فصل الختام" کے نام سے موسوم کیا ہے اور اس میں کفارہ مجالس پر دعائے نبوی بیان کی ہے پھر اپنی کتاب کی

فراغت وتکمیل کی تاریخ دوشنبہ ۲۲/محرم ۹۳۸ھ اور مقام کتاب وتحریر مکہ مکرمہ بیان کر کے کاتب علی بن عبدالناصر العصری کا ذکر کیا ہے اور دعائیہ اشعار اور صلوٰۃ ودرود پر کتاب کو ختم کیا ہے (۴-۹۶۳)۔

مرتب گرامی قدر نے قسم ثانی کی فہرس موضوعات پہلے دی ہے (۷۸-۹۶۵) پھر الفہارس العامہ کے عمومی عنوان کے تحت آیات قرآنیہ کی فہرست (۱۰۲۰-۹۸۳)، احادیث نبویہ کی فہرست (۸۰-۱۰۲۱)، اشعار (۸۴-۱۰۸۱)، اعلام (۱۲۷۶-۱۰۸۵)، مقامات (۱۳۲۴-۱۲۷۷)، طبقات وجماعات (۴۰-۱۳۲۵)، غزوات وسرایا (۴۲-۱۳۴۱) مشکل اور دینی اصطلاحات (۷۸-۱۳۴۳)، متن میں آنیوالی کتب (۷۰-۱۳۶۹) اور تحقیق کے مآخذ (۹۶-۱۳۷۱) کی فہرستیں ترتیب وار دی ہیں۔

آیات قرآنیہ کی فہرست سورت وار ہے جب کہ احادیث کی فہرست حروف تہجی کے مطابق ہے۔ اشعار میں صدر البیت، قافیہ، بحر، شاعر، تعداد اشعار اور صفحہ نمبر حروف تہجی کے مطابق دیا ہے۔ اعلام حروف تہجی کے مطابق ہیں اور ان میں سوانحی تفصیلات بھی موجود ہیں خاص کر صحابہ کرام کے ضمن میں اور ان کے بعض مصادر کا بھی ذکر ہے اور باقی تمام فہارس بھی حروف تہجی کے اعتبار سے ہیں۔ اس کے آخر میں ''خطا وصواب'' کی جدول ہے صفحات کی ترتیب کے مطابق (۱۴۰۵-۱۳۹۷)۔ سب سے آخر میں الاستدراکات کی فہرست ان تصحیحات سے بحث کرتی ہے جو مرتب ومحقق نے اپنی صوابدید سے متن کتاب میں کی ہیں (۸-۱۴۰۶)۔ اسی پر امام ابن الدیبع کی کتاب سیرت **حدائق الانوار ومطالع الاسرار** ختم ہوتی ہے۔

# مصادر و مراجع

مطبوعہ کتب سیرت جو علی گڑھ میں نہیں ہیں اور جن کا ذکر محقق کتاب ابن الدیبع نے کیا ہے:

ابوالربیع الکلاعی الاندلسی، الاکتفا فی مغازی رسول اللہ ﷺ و الثلاثۃ الخلفاء، تحقیق مصطفیٰ عبدالواحد، مطبعہ السنۃ المحمدیہ ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء۔

ابوہلال العسکری، الاوائل، تحقیق محمد المصری، ولید قصاب، مطبعہ وزارۃ الثاقفہ دمشق ۱۹۷۵ء۔

ذہبی، تاریخ الاسلام، مغازی: جز اول، تحقیق محمد عبد الہادی شعیرہ، مطبعہ دارالکتب المصریہ، قاہرہ ۱۹۷۳ء

جز دوم: تاریخ الاسلام تحقیق حسام الدین القدسی، مطبعہ المدنی ۱۹۷۴ء

سہیلی، الروض الانف، تحقیق عبدالرحمٰن الوکیل، دارالنصر للطباعۃ قاہرہ، طبع اول ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء

شمس الشامی، سبل الهدی و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد، کا ذکر نہیں کہ مطبوعہ ہے کہ مخطوطہ

المحب الطبری، السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین، مطبعہ الفنون حلب غیر مورخہ

قاضی عیاض، الشفاء، دارالکتب العربیہ الکبریٰ، المطبعۃ المیمینہ بمصر ۱۳۲۹ھ

محمد عبدالوہاب، مختصر سیرۃ الرسول، الطبعہ السّلفیہ ومکتبہا قاہرہ، ۱۳۷۹ھ

نویری، نہایہ الارب، میں سیرت کا مواد ہے۔

# علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری

## (م حدود ۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء)

دسویں/سولھویں صدی میں جن علمائے اسلام نے سیرت نبوی میں بہت وقیع اضافے کیے ان میں علامہ دیار بکری بہت اہم اور جامع صفات سیرت نگار ہیں۔ اس صدی میں بلکہ اس سے قبل ساتویں/تیرھویں صدی سے سیرت نگاری میں جامعیت کا اہم رجحان پیدا ہوا اور بہت جلد ترقی پذیر ہوگیا۔ ویسے اس کی بنیاد تو طبری جیسے مورخین اور سہیلی جیسے سیرت نگاروں نے رکھی تھی کہ وہ مختلف مآخذ سے اپنی معلومات اکٹھا کرتے تھے لیکن اس وقت تک اتنی معلومات بھی نہ تھیں اور ان کے مآخذ ومصادر بھی کم تھے۔ جوں جوں کتابیں اور رسائل لکھے جاتے رہے ان میں معلومات اور مآخذ دونوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ حافظ ابن کثیر اور دوسرے حفاظ حدیث اور اماماں سیرت وتاریخ نے تمام دستیاب مآخذ ومصادر کی روایات کو سمو کر جامعیت سے بھرپور کتاب سیرت لکھنے کی طرح ڈالی اور وہ دسویں/سولھویں صدی تک بہت تندرست وتوانا رجحان بن گئی۔ بعد کی صدیوں میں دیار بکری اور ان کے پیشرو ابن کثیر کی طرح متعدد سیرت نگاروں نے جامع سیرت نبوی یا سیرتی دائرہ معارف یا قاموسی کتب لکھیں جن میں زرقانی بہت اہم ہیں۔ بہر حال دیار بکری اسی قاموسی کتب سیرت کے مولفین کے سلسلہ زریں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کی سوانح حیات کے بارے میں اتنی کم معلومات ملتی ہیں کہ چند سطریں ہی لکھی جاسکتی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ ابہام ہے کہ ان کو ایک دوسری شخصیت سے ملا دیا جاتا ہے۔ اور اب یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ یہ دو شخصیات ہیں یا ایک ہی ہیں۔ عام طور سے شیخ حسین بن محمد دیار بکری کو مشہور مالکی قاضی مکہ مکرمہ علامہ حسین مالکی کی حیثیت سے شناخت کیا جاتا ہے جن کی وفات (۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) میں ہوئی۔ قاضی موصوف کو عیدروسی نے اور ابن العماد حنبلی نے بھی ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں مکہ کے عہدہ قضا پر فائز ہونا بتایا

ہے اوران کا اسی حیثیت سے خاکہ لکھا ہے لیکن مقالہ نگار اردو دائرہ معارف اسلامیہ روزنتھال کو اس خیال سے اتفاق نہیں اور وہ ان دونوں کو الگ الگ شخصیت مانتے ہیں: ''لیکن ان کے ایک ہی شخص ہونے کا ثبوت میسر نہیں آیا۔ ہوسکتا ہے کہ النہروالی کی غیر مطبوعہ تصانیف سے اس مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے۔ بہرکیف دونوں کا ایک ہونا غیر اغلب ہے''۔ پھر انہوں نے استانبول میں موجود کتاب الخمیس کے نسخوں/مخطوطوں کی تاریخ تصنیف وکتابت کی بنا پر ان دونوں کے الگ الگ شخص ہونے کی دلیل قائم کی ہے۔ مزید دلیل حاجی خلیفہ کے بیان سے ملتی ہے کہ یہ تاریخ ۹۴۰ھ/۱۵۳۴ء میں پایہ تکمیل کو پہونچی اوراس کا مصنف مکہ معظمہ میں رہتا تھا اور ۹۶۰ھ/۱۵۵۰ء کے عشرے میں فوت ہوا۔ غالباً اسی بنا پر شیخ عنایت اللہ نے دیار بکری کی تاریخ وفات ۹۶۶ھ یعنی ۱۵۵۹ء تسلیم کی ہے اور ایک مخطوطہ کی تاریخ کتاب وغیرہ کی بنا پر کتاب الخمیس کی تاریخ تالیف ۹۴۶ھ یعنی ۱۵۴۰ء بتائی ہے۔ اس کے علاوہ عیدروسی نے النور السافر میں قاضی حسین المالکی کے نام ونسب کی مزید تفصیلات دینے سے گریز کیا ہے اور ان کے تقویٰ اور علم وغیرہ کا ذکر کر کے نہ تو ان کے دیار بکری ہونے کا حوالہ دیا ہے اور نہ ہی ان کی تالیفات (بشمول کتاب الخمیس) میں سے کسی کا ذکر کیا ہے۔

ایک اہم شہادت یہ ہے کہ کتاب کے آغاز میں مؤلف گرامی نے اپنا نام ونسب یوں بیان کیا ہے: ''حسین بن محمد الحسن الدیار بکری''۔ اس میں نہ تو اپنے قاضی ہونے کا حوالہ دیا ہے اور نہ مکی ہونے کا حالانکہ موخر الذکر کم از کم بہت اہم شرف تھا جس کا ذکر آنا ناگزیر اور فطری تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کے بعد مؤلف گرامی نے اپنے مختلف مآخذ ومصادر کی فہرست دی ہے جن کی تعداد ایک سو بائیس ہے اور جو مختلف علوم وفنون سے متعلق ہیں۔ جن کا ذکر ذرا بعد میں آئے گا۔

زرکلی نے ان کا مذکورہ بالا نام ونسب اور نسبت دے کر ان کو مورخ اور دیار بکر کی طرف منسوب اور مکہ کا قاضی اور وہیں وفات پانے والا بتایا ہے اور ان کی دو کتابوں۔ تاریخ الخمیس (دو جلدوں )اور مساحة الكعبة والمسجد الحرام .کا ایک رسالہ مخطوطہ کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اور کتاب کی تعریف میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اس میں مؤلف موصوف نے سیرت نبوی، تاریخ الخلفاء والملوک کو بہت اچھے ڈھنگ سے بیان کیا ہے۔ عمر رضا کحالہ نے جو اضافے کئے ہیں وہ یہ ہیں: ان کو فقیہ کہا ہے ،۹۶۶ھ/۱۵۵۹ء کے حدود میں ان کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ الخمیس کے علاوہ ان کی ایک اور کتاب کا ذکر کیا

ہے جس کا عنوان ہے: "اھبة الناسک والحاج لانتفاعه بها لدی الاحتیاج علی المذاهب الاربعه"، پھر اپنے مصادر دئے ہیں جن کو ہم نے نقل کر دیا ہے۔ نظم الدرر کا حوالہ صرف زرکلی کے ہاں ہے۔ دونوں نے جرجی زیدان کی کتاب کے حوالہ سے دیار بکری کی تاریخ وفات ۹۸۲ھ نقل کی ہے۔

## طریقۂ تالیف

دیار بکری کی تالیف چونکہ طبعزاد ہے لہٰذا اس کا طریقۂ تالیف تمام طبعزاد عظیم مؤلفین سیرت کے مانند ہے کہ وہ پوری سیرت نبوی کو مختلف ابواب میں تاریخی ترتیب اور زمانی تنظیم کے مطابق اپنی کتاب میں پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے حمد و صلوۃ کے بعد شروع میں اپنے تمام مآخذ کی فہرست دے دی ہے۔ ان میں تفاسیر، کتب احادیث و تراجم، سیرت و دلائل، مقامی تواریخ، فرق و ملل وغیرہ سبھی موجود و شامل ہیں جیسے تفاسیر میں (۱) رازی، (۲) زمخشری کی تفاسیر کے علاوہ (۳) معالم التنزیل، (۴) انوار التنزیل، (۵) مدارک التنزیل (۶) قشیری، (۷) بحر العلوم، (۸) النهر، (۹) لباب التاویل، (۱۰) حدادی، (۱۱) عمدة المعانی، (۱۲) تفسیر الینابیع، (۱۳) تبصیر الرحمن، (۱۴) تفسیر ابو اللیث السمر قندی، (۱۵) ابن الجوزی کی زاد المسیر، (۱۶) شریف جرجانی کا حاشیه کشاف اور (۱۷) الکشف اور (۱۸) الوسیط کا ذکر کیا ہے۔

احادیث میں (۱۹-۲۴) صحاح ستہ کیساتھ (۲۵) شمائل ترمذی، (۲۶) مصابیح، (۱۷) شرح السنة، (۲۸) مشکاة اور اس کی شرحِ (۲۹) طیبی، (۳۰) صغانی کی مشارق الانوار، (۳۱) مالک کی موطا، (۳۲) ابن حجر اور کرمانی کی (۳۳) شروح بخاری، (۳۴) مسند امام احمد، (۳۵) مستدرک حاکم، (۳۴) ابن اثیر کی جامع الاصول اور (۳۶) نهایة.

سیرۃ و سوانح میں (۳۸) اسد الغابه، (۳۹) کامل، (تاریخ و تراجم میں) (۴۰) شفاء عیاض، (۴۱) شعب الایمان بیہقی اور ان کی (۴۲) دلائل النبوة، (۴۳) احیاء العلوم غزالی، (۴۴) تلقیح ابن جوزی، اور انہیں کی (۴۵) صفوة الصفوة، (۴۶) شرف المصطفیٰ، (۴۷) الحدائق اور (۴۸) الوفاء، سمہودی کی (۴۹) خلاصة الوفاء، (۵۰) ایضاح النووی اور انہیں کی (۵۱) منهاج، (۵۲) اذکار اور (۵۳) ریاض الصالحین، (۵۴)

النجم الوهاج، (۵۵) معجم طبرانی، محبّ طبری کی (۵۶) ذخائر العقبی اور (۵۷) السمط الثمین اور (۵۸) خلاصة السیر، (۵۹) الریاض النضرة، (۶۰) شواهد النبوة، احمد قسطلانی کی (۶۱) المواهب اللدنیه، (۶۲) روضة الاحباب، (۶۳) اسماء الرجال، (۶۴) مزیل الخفاء، (۶۵) سیرة ابن هشام، (۶۶) اکتفاء کلاعی، (۶۷) استیعاب ابن عبد البر، (۶۸) سیرة الیعمری (۶۹) سیرة الدمیاطی، (۷۰) سیرة مغلطائی، (۷۱) مناسک الکرمانی، (۷۲) التهذیب رافعی، (۷۳) هدی ابن القیم، (۷۴) التنبیه ابو اللیث السمر قندی، (۷۵) فصل الخطاب، (۷۶) الفتوحات المکیه، (۷۷) ربیع الابرار، (۷۸) حیاة الحیوان، (۷۹) تلخیص المغازی، (۸۰) زین القصص، (۸۱) امثال العسکری، (۸۲) سہروردی کی کتاب الاعلام، (۸۳) ازرقی کی تاریخ مکہ، (۸۴) تاریخ الیافعی، (۸۵) فاسی کی شفاء الغرام، (۸۶) ذہبی کی دول الاسلام (۸۷) شریف جرجانی کی شرح المواقف، (۸۸) تفتازانی کی شرح المقاصد، (۸۹) دوانی کی شرح العقائد العضدیة اور (۹۰) تفسیر سورة الکافرون اور (۹۱) نموذج العلوم، (۹۲) فیروز آبادی کی العقائد، (۹۳) فصوص الحکم، (۹۴) العروة الوثقیٰ، (۹۵) شرعة الاسلام. (۹۶) شہرستانی کی الملل والنحل، (۹۷) الهدایة، (۹۸) المضمرات، (۹۹) کنز العباد، (۱۰۰) المهمات، (۱۰۱) تشویق المساجد، (۱۰۲) المختصر الجامع، (۱۰۳) صحاح الجوهری، (۱۰۴) القاموس، (۱۰۵) سامی الاسامی، (۱۰۶) مورد اللطافة، (۱۰۷) الاصل الاصیل سخاوی، (۱۰۸) الفوائد، (۱۰۹) الانس الجلیل، (۱۱۰) بهجة الانوار، (۱۱۱) العوارف، (۱۱۲) معجم ماستعجم البکری، (۱۱۳) انموذج اللبیب سیوطی اور انہیں کی (۱۱۴) الکشف اور (۱۱۵) الدرجة المنیفة، (۱۱۶) ثعلبی کی عرائس، (۱۱۷) سبح السحابة، (۱۱۸) الصفار، (۱۱۹) البحر العمیق، (۱۲۰) سر الادب اور (۱۲۱) الانسان الکامل، کل کتابوں کی تعداد ایک سو اکیس ہے لیکن یہی تمام مآخذ نہیں ہیں، متن کتاب میں دوسرے متعدد مآخذ کا ذکر کیا ہے جیسے شیخ عبد العزیز الدیرینی کی طهارة القلوب، زرکشی کی البرهان وغیرہ۔

مصادرِ دیار بکری کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خالص سیرت اور تاریخ اسلامی کی اولین کتابوں کی خاصی کمی ہے مثلاً واقدی کی مغازی، ابن سعد کی طبقات، بلاذری، یعقوبی، طبری وغیرہ کی کتب تاریخ اور دوسری متعدد اہم سیرتوں کا ذکر نہیں ہے جب کہ بعض غیر اہم یا مختصر کتابوں کا ذکر ہے جیسے یعمری، مغلطائی کی سیرت وغیرہ۔

مآخذ گنانے کے بعد علامہ دیار بکری نے اپنی کتاب کی فہرست موضوعات خاصی تفصیل سے نقل کی ہے اور پھر کتاب کا متن شروع کیا ہے۔ متن میں دیار بکری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کتاب کے حوالہ سے بالعموم اور مؤلف کے حوالہ سے کمتر ایک بات کہتے یا ایک بیان نقل کرتے ہیں اور پھر دوسری متعدد کتابوں سے اس کی تائید و تفصیل میں مختلف بیانات و روایات نقل کرتے ہیں مثلاً نبی کی تعریف پر اپنے مقدمہ کے طلیعہ اول میں انہوں نے شواهد النبوة، فتوحات مكيه، شرح العقائد العضديه، انواز التنزيل، العروة الوثقى، الينابيع، ربيع الابرار، زمخشرى، المدارك، الانسان الكامل، العرائس، طهارت القلوب شیخ عبد العزيز الدريني، كشاف وغیرہ سے ان کے بیانات نقل کئے ہیں۔ ان میں فہرست مآخذ کے علاوہ دوسرے نئے مآخذ و مصادر بھی ہیں۔

علامہ دیار بکری کبھی کبھی اپنی روایات و بیانات بلا حوالہ کتاب و مؤلف نقل کرتے ہیں اور کبھی قیل کے مجہول صیغہ کا بھی سہارا لیتے ہیں۔ وہ علماء و فقہاء کے اختلافات اور نزاعی اقوال بھی نقل کرتے ہیں جیسے مکی مدنی سورتوں کے سلسلہ میں اور اکثر بیشتر ان میں محاکمہ نہیں کرتے بلکہ اختلاف نقل کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

واقعات خاص کر انساب کے باب میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سلسلہ کلام اور ترتیب موضوع کی خاطر تاریخی ترتیب اور زمانی تنظیم کے برخلاف پورا نسب و واقعہ بیان کر دیتے ہیں جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف چچاؤں کی اولادوں کے بیان میں وہ پورا شجرۂ نسب دیتے ہیں۔ ان میں حضرت عباس کی اولاد کا ذکر خیر بہت مفصل اور طویل ہے۔

سیرت نبوی کے خاص ذکر میں دیار بکری نے ولادت اور اس کے متعلق معجزات، ختنہ کے علاوہ اسماء، القاب، شمائل و صفات، مزاج، طاقت اور خصائص کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے جو عام طور سے بعد میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح معجزات نبوی کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ حضرت خدیجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

شادی کے ذکر کے ساتھ ہی دوسری ازواج مطہرات سے ازدواج کا بھی ذکر لے آئے ہیں جو تاریخی ترتیب کے خلاف ہے۔ اس میں آپ کی تمام دوسری ازواج اور اولاد اور ان کی شادیوں اور اولادوں کا مفصل ذکر کر دیا ہے۔

دیار بکری کسی سیرتی واقعہ سے متعلق دوسرے واقعات یا قصوں کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں مثلاً عبدالمطلب کو نبوت محمدی کی بشارت سیف ذی یزن کے باب میں وہ حضرت سلیمان و بلقیس کا پورا قصہ مع تفصیل نقل کرتے ہیں یا حرب الفجار کے حوالہ سے عبداللہ بن جدعان تیمی کی ثروت وسخاوت وغیرہ کا ذکر لے آتے ہیں۔

وہ سیرت نبوی کے باب میں ایک نادر طریقہ یہ اپناتے ہیں کہ عہد نبوی میں ہونے والے دوسرے واقعات وامور کا بھی زمانی لحاظ سے ذکر ضرور کرتے ہیں مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت ابی طالب کے زمانے میں دو اہم واقعات اور پیش آئے یعنی عرب کے مشہور سخی حاتم طائی اور ایران کے شہنشاہ انوشیروان کا قتل ہوا تو دیار بکری نے ان کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں چرانے کی سنت نقل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کی ولادت کا بھی ذکر کیا ہے یا حرب فجار آخر کے بعد کسریٰ پرویز کی حکومت کے آغاز کا حوالہ دیا ہے یا حضرت عمر کے قبول اسلام کے واقعہ کے بعد انہوں نے واقعہ / جنگ بعاث کا ذکر کیا ہے۔

بعض واقعات سیرت یا واقعات عہد نبوی کے سلسلہ میں دیار بکری نے توقیت اور تعیین کے اصول سے کام لے کر ان کے زمانہ وقوع کو متعین کیا ہے جو عام سیرت نگاروں کے ہاں نہیں پایا جاتا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کی ہجرت کا ذکر تو آتا ہے لیکن اس کے مقام وزمانہ کا حوالہ نہیں ملتا۔ دیار بکری نے ذکر کیا ہے کہ بیعت عقبہ کبریٰ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جو کامل نہیں ہوسکی۔ اسی طرح مدنی دور میں حضرت انس بن مالک آپ کے خادم رہے تھے دیار بکری نے تعیین کی ہے کہ اس کا آغاز حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات کے بعد اھ سے ہوا تھا۔ حضرت عائشہ کی رخصتی کا وقت بطن رابغ کی مہم حضرت عبیدہ بن الحارث کے بعد قرار دیا ہے۔ اذان کی ابتداء کا زمانہ خرار کی مہم حضرت سعد بن ابی وقاص کے بعد۔ پھر صوم عاشوراء اور حضرت فاطمہ کی شادی کا واقعہ غزوہ ابوا سے قبل اور اذان کے بعد کا بتایا ہے۔

توقیتِ واقعات کے لحاظ سے دیار بکری کی کتابِ سیرت کو قریب قریب تمام مصادر پر فوقیت حاصل ہے۔

اسی طرح بعض نئے واقعات کا بھی دیار بکری نے اضافہ کیا ہے مثلاً حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام کا ذکر مواخاۃ سے قبل اور ان کی غلامی سے آزادی کا ذکر پانچویں سنہ ہجرت میں غزوہ دومۃ الجندل سے قبل کیا ہے یا حضرت زینب بنت جحش سے شادی کے بعد مدینہ منورہ میں زلزلہ آنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی میں چاند گرہن اور سورج گرہن کے واقعات کو شمار کرنا چاہئے۔ دوسرے واقعات میں حضرت ام رومان کی وفات، غروب کے بعد طلوع آفتاب کے معجزۂ حضرت علی، ام حبیبہ سے بنا (شب زفاف)، فتح مکہ میں بعض عورتوں کے خون کو ہدر کرنے کے حکم نبوی، مدینہ میں فیروز دیلمی کی آمد وغیرہ کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

دیار بکری کی کتاب الخمیس کی دوسری خصوصیات میں اس کی جامعیت، صراحت، زبان کی سلاست اور اسلوب کی وضاحت وغیرہ آتی ہیں اور انہیں کے سبب وہ سیرت نبوی کا ایک حسین ترین مصدر و ماخذ ہے۔

# مصادر و مآخذ

| | | |
|---|---|---|
| حاجی خلیفہ | كشف الظنون | ۲۰۳، ۷۲۵ |
| زرکلی | الاعلام دار اللملائین | بیروت، دوم ۲۵۶ |
| زیدان، جرجی | تاريخ آداب اللغة العربية | سوم ۳۰۸ |
| | نظم الدرر | مخطوطہ |
| | فهرس المؤلفين بالظاہریہ | کتب خانہ ظاہریہ |
| | فهرست الخديو | ۵۰-۵۱ |
| | کتب خانہ حکیم اوغلی علی پاشا | ۴۶ |
| | کتب خانہ حمیدیہ | ۵۱ |
| | کتب خانہ نور عثمانیہ | ۷۹-۱۷۸ |
| | کتب خانہ ولی الدین | ۵-۱۳۴ |
| | کوپر لی زادہ محمد پاشا کتب خانہ سندہ | ۶۷ |
| لطفی عبدالبدیع | فهرس المخطوطات المصورة | ۱۲۶/۲ |

# دیار بکری کی کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری کی تالیف سیرت بقول ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ پانچ حصوں میں منقسم ہونے کے سبب تاریخ الخمیس کے عنوان سے موسوم ہے۔ انہوں نے ایک قلمی نسخہ کی بنیاد پر لکھا ہے کہ ''دیار بکری نے اس کی کتابت سے ۹۴۶ھ میں فراغت پائی تھی'' جب کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار فرانز روزنتھال نے حاجی خلیفہ (طبع فلوگل ۳/۱۷۷) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تاریخ ۹۴۰ھ/ ۱۵۳۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ انہوں نے استانبول کے مشہور عالم کتب خانے طوپ قپوسرائے کے دو نسخوں/مخطوطوں کی بنا پر لکھا ہے کہ ایک کے مطابق یہ ''تصنیف ۹۳۵ھ/ ۲۹-۱۵۲۸ء کو مکمل ہوئی تھی'' اور دوسرے کے مطابق ''یہ کتاب یکشنبہ ۸/ شعبان ۹۴۰ھ ۲۳/ فروری ۱۵۳۴ء کو مکمل ہوئی تھی''۔ دوسرے مخطوطہ کی تاریخ کتابت ۲۸/ صفر ۹۴۱ھ چہارم شنبہ (سہ شنبہ) ۸/ ستمبر ۱۵۳۴ھ ہے اور اسی میں کتاب مذکور کی تاریخ تالیف مذکور ہے۔ مصنف گرامی نے اپنی تالیف کا نام تاریخ نہیں رکھا ہے۔ انہوں نے کتاب الخمیس لکھا ہے لیکن وہ تاریخ الخمیس کے نام سے شہرت پا گئی ہے اور اسی نام سے چھپتی ہے۔

کتاب الخمیس دو بار مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ پہلی بار مصطفیٰ بن محمد کی تحقیق و تصحیح سے ۱۲۸۳ھ سے مطبع وہبیہ سے اور دوسری بار مطبع عثمان عبدالرزاق سے ۱۳۰۲ھ میں دو جلدوں میں چھپی تھی اور دوسرا نسخہ ہمارے پیش نظر ہے جس کو ناشر و طابع نے طبع اول کہا ہے۔

جلد اول کے آغاز میں سرورق اور فہرست مضامین (۸-۱) کے بعد دوسرا سرورق ہے اور اس کے دوسرے صفحہ سے متن شروع ہوتا ہے جس کے صفحات کی ترتیب نئی ہے اور وہ ۵۶۵ صفحات تک وسیع ہے۔ پھر جلد دوم ہے جس میں فہرست مضامین کے اسی قدر صفحات کے بعد متن کتاب ہے اور وہ چار سو سینتیس صفحات پر محیط ہے۔ گویا کتاب کے کل ایک ہزار دو صفحات ہیں۔ اس میں سیرت نبوی جلد دوم

کے صفحہ دو سو بیس پر ختم ہوتی ہے اور دو سو اکیس سے چار سو سینتیس تک یعنی ڈھائی سو سے کچھ زیادہ صفحات تاریخ اسلامی کیلئے وقف ہیں۔ سیرت نبوی تقریباً ساڑھے سات سو صفحات پر آئی ہے۔ تاریخ اسلامی خلافت راشدہ کے تینوں ادوار- اربعہ، امویہ اور عباسیہ- کے علاوہ کرد، ممالیک اور جراکسہ ملوک مصر کی تاریخ کا مختصر احاطہ کرتی ہے۔

شیخ دیار بکری نے اپنی تمہید کتاب میں ان تمام مآخذ کا اول اول ذکر کیا ہے جن پر ان کی کتاب مبنی ہے اور ایک حساب و اندازہ کے مطابق ان کی تعداد ایک سو بائیس ہے۔ مآخذ کے بعد مؤلف گرامی نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے کتاب کا نام ''الخمیس فی احوال انفس نفیس'' رکھا ہے اور اس کو ایک مقدمہ اور تین ارکان اور ایک خاتمہ پر مبنی کیا ہے۔ مقدمہ نور محمدی کی اولین تخلیق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وظہور کے زمانے تک وسیع ہے اور ''تین طلائع'' پر مبنی ہے۔ ان کی تفصیل دے کر ارکان ثلاثہ کی تفصیل میں لکھا ہے کہ رکن اول تین ابواب میں منقسم ہے۔ رکن ثانی غیر سیرتی حوادث وواقعات پر مشتمل ہے جو آغاز بعثت سے ہجرت تک پیش آئے، رکن ثالث کو گیارہ ''مواطن'' میں تقسیم کیا ہے اور ان کی تفصیل دی ہے۔ خاتمہ میں دو فصلیں کی ہیں جن میں سے اول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام و موالی وغیرہ یعنی متفرقات سیرت سے متعلق ہے اور صرف ''فصل ثانی'' خلفائے راشدین، امویین اور عباسین کے ذکر پر ہے (۱-۷)۔

مقدمہ کے طلیعہ اول میں نبی، رسول، اولوالعزم، خاتم النبیین کی تعریف بیان کی ہے اور ان کے درمیان فرق واضح کیا ہے جس طرح اسکے بعد بشر و ملک، نبی وولی اور ساحر کا فرق بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اولین تخلیق الٰہی، انوار نبوی/محمدی کی آفرینش اور تخلیق آدم سے قبل تخلیق طینت محمدی، دلائل نبوت محمدی اور علامات رسالت محمدی پر بحث کی ہے۔ اسی میں جنات اور کاہنوں کے اخبار بھی ہیں جن کو قدیم کتابوں اور علماء متقدمین کی تالیف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی میں مکی سورتوں کی ترتیب نزولی، مدنی سورتوں کی ترتیب تنزیلی، اس میں علماء کے اختلاف، دوبار کی تنزیلات اور اسی قسم کی دوسری بحثیں درباب تنزیل قرآن کریم، ناسخ ومنسوخ، تدوین وجمع قرآن درخلافت صدیقی وعثمانی، اولوالعزم رسولوں کی تشریح، ولایت ونبوت کی بحث اور سحر کی حقیقت پر چار اقسام، اول مخلوقات اور لوح وقلم، اقسام خلق، تخلیق نور محمدی وتقدیم بعثت محمدی، حدیث صور الانبیاء کی تشریح جس میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے فضائل بھی ہیں،

دلائل نبوت کی تفصیل، کتابوں میں صفت نبوی، اور آخر میں کاہنوں کی اخبار ہیں (۳۵-۲)۔

مقدمہ کا دوسرا طلیعہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق، اس کی مدت، جنات کی تخلیق، مدت دنیا وامت مسلمہ، تخلیق آدم وحوا، میثاق الٰہی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف اصلاب میں منتقلی، والدین ماجدین کی طرف سے نسب، شام اور ارض مقدسہ کی تفصیل، چاہ زمزم کی زمانہ ابراہیمی واسماعیلی میں کھدائی، اس کی گمشدگی اور بازیافت، حضرات یعقوب ویوسف علیہم السلام، بیت المقدس کی بخت نصر کے ہاتھوں تخریب، حضرات انبیاء کرام زکریا، یحییٰ وغیرہ کا قتل ناحق اور عبدالمطلب کے زمانہ میں بئر زمزم کی بازیافت کا بیان ہے (۷۳-۳۵)۔ اس میں متعدد ذیلی مباحث بھی ہیں جیسے حضرت حواء کی آزمائش، شعریٰ کی صفت، حضرت آدم کی صلبی اولاد، ہابیل وقابیل کا واقعہ، عنق واعوج کا قصہ، اشعار ابلیس وحوا وآدم وغیرہ۔

اگلا مبحث متفرق شاہان فرس اور مشہور انبیاء وحکماء کے ذکر پر مبنی ہے۔ اس میں کیومرث، شیخ، طہورث، ادریس علیہ السلام، جمشید، متوسلخ، نوح علیہ السلام، مختلف اصطلاحات جیسے کنائن/کنہ (بہو/فرزند کی بیوی)، عناق (مادہ معز/اونٹنی)، الضحاک، افریدون، سام ابوالعرب وفارس والروم، حضرت ہود، حضرت ابراہیم علیہ السلام، اول بیت البھو وغیرہ کا بھی ذکر ہے (۱۰۰-۷۳)۔

اس کے بعد کی بحث بیت حرام کی اولیت، اس کے استلام والے رکن ومقام کی اہمیت، اس کی ملائکہ وانبیاء کرام کے ہاتھوں تعمیر اور دوسری اقوام وشخصیات کے ذریعہ تعمیر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عہد مبارک میں ظہور زمزم کے علاوہ ہجرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل، ذبیح کی تعیین، کعبہ کی تعمیر ابراہیمی واسماعیلی، ذوالقرنین الاکبر کے واقعہ اور شخصیت، دجال کے خروج، خضر علیہ السلام، حضرت اسماعیل کی اولاد، قصی بن کلاب کی تعمیر کعبہ، دابۃ الارض کی حقیقت، حیات نبوی میں قریش کی تعمیر کعبہ اور بعد کی اسلامی تعمیرات، قرامطہ کی غارت گری بیت اللہ، طول وعرض کعبہ، اس کے اور مسجد حرام کے ستونوں کی تعداد، حرمت مکہ ومدینہ، حج وعمرہ کا ثواب اور مناسک، پھر وفات ابراہیم علیہ السلام کی تفصیل، ختنہ ابراہیمی، اولاد ابراہیمی، قصہ حضرات یعقوب ویوسف جو بہت مفصل ہے، موسیٰ علیہ السلام اور ان کا فرعون مصر، افراسیاب اور دوسرے شاہان ایران بخت نصر، سکندر الملقب بذی القرنین، شام میں حضرات زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام، بنو عدنان وبنو قحطان، اجداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کعب، قصی، عبد مناف، اولاد عبد مناف: ہاشم، عبد شمس، نوفل ومطلب، رقابت بنی ہاشم وبنی امیہ،

عبد المطلب، اولادِ عبد المطلب اور ان کی تفصیل (۹۵-۱۷۸) قتل زکریا وغیرہ، بخت نصر کی تخریب بیت المقدس، ظہورِ زمزم درحیاتِ عبد المطلب ترتیب سے آئے ہیں (۲۰۶-۱۰۰)۔

تیسرا طلیعہ حضرت عبداللہ کی ولادت، عبد المطلب کی ان کے ذبح کرنے کی نذر، حضرت آمنہ سے حضرت عبداللہ کی شادی، خثعمی عورت کے واقعہ، حمل نبوی کے دوران کے واقعات و معجزات، حضرت عبد اللہ کی وفات اور واقعہ فیل کی تفصیلات سے متعلق ہے (۲۱-۲۰۶)۔

رکن اول سیرت نبوی سے براہ راست متعلق ہے کہ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے سال کے واقعات کو آپ کی بعثت مبارکہ کے زمانے تک بیان کیا ہے اور اس کو تین ابواب میں منقسم کیا ہے۔ اول باب ولادت کے سال سے گیارہ سنہ میلادی تک واقعات پر مشتمل ہے اور اس میں خالد بن سنان، حنظلہ بن صفوان، شب ولادت کے واقعات، بوقت ولادت معجزات، ختنہ وغیرہ کے علاوہ اسماء گرامی، القاب سامی، کنیتوں، شمائل، صفات، خصائص و معجزات، رضاعت ورضاعی والدات، حضرت حلیمہ کے پاس قیام کے دوران شق صدر، ولادت حضرت ابوبکر، حلیمہ کے گھر سے ماں کے پاس واپسی، راستہ میں گمشدگی، والدہ ماجدہ کی وفات، عبد المطلب کی کفالت، سیف بن ذی یزن سے ملاقات عبد المطلب، عبد المطلب کی دعائے استسقاء، ذکر حضرت سلیمان و بلقیس، وفات عبد المطلب، کفالت ابوطالب، موت حاتم طائی، موت کسریٰ نوشیروان اور حکومت ہرمز، شام کا سفر ابوطالب، حرب فجار اول، اور شق صدر کی دوسری روایت جیسے اہم مباحث پر مبنی ہے (۲۹۰-۲۲۱)۔

دوسرے باب میں سیرت نبوی سے متعلق بعض بہت اہم ذیلی مباحث ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے: تاریخ ولادت پر اختلاف مورخین (۴-۲۲۱)، مقام ولادت، انبیاء کرام کے مابین مدتوں کے حوالے (۵-۲۲۴)، ذکر خالد بن سنان و حنظلہ بن صفوان (۷-۲۲۵)، شب ولادت کے معجزات (۹-۲۲۷)، ولادت کے آیات (۳۱-۲۲۹)، ختنہ (۳-۲۳۱)، اسماء گرامی (۴-۲۳۳)، شمائل وصفات (۸-۲۳۴)، مزاح نبوی (۹-۲۴۹)، قوت وطاقت (۴۰-۲۳۹)، تواضع وانکسار (۲۴۰)، خصائص کی متعدد قسمیں ہیں (۴۹-۲۴۰)، معجزات (۵۱-۲۴۹)، رضاعت اور رضاعی مائیں (۵۵-۲۵۱)، شق صدر (۲۵۵)، بکریاں چرانا (۹-۲۵۵)، ماں کی وفات (۶۰-۲۵۹)، والدین کا احیاء اور اسلام (۷۰-۲۶۰)، کفالت عبد المطلب ۷ میلادی (۸۶-۲۷۰) جس میں آپ کا آشوبِ چشم، عبد المطلب

کا استسقاء، عبدالمطلب کو سیف ذی یزن کی بشارت، واقعہ سلیمان و بلقیس وغیرہ شامل ہیں، وفات عبد المطلب (۲۸۶)، کفالت ابوطالب (۸۸-۲۸۶)، موت حاتم طائی وکسری انوشیرواں (۲۸۸)، اولین حرب الفجار (۹-۲۸۸)، عبداللہ بن جدعان کی مالداری کا سبب (۹۰-۲۸۹)، دس سال کی عمر شریف میں اول نشانی نبوت (۲۹۰)، ابوطالب کے ساتھ سفر تجارت طرف شام (۹۳-۲۹۱)، بکریاں چرانے کا نبوی اسوہ (۹۲۹۳، ولادت حضرت عمر (۲۹۳)، دوسری جنگ فجار (۴-۲۹۳)، کسریٰ پرویز کی حکومت (۲۹۴)، شام کی تجارت میں ابوبکر صدیق کی صحبت نبوی (۵-۲۹۴)، حلف الفضول (۲۹۵) شق صدر کا دوسرا واقعہ (۲۹۵)۔

تیسرا باب عمر شریف کے پچیسویں برس سے چالیسویں سال تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں اہم مباحث ہیں: دوسری بار حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ سفر شام (۷-۲۹۶) جس میں نسطورا راہب کا واقعہ بھی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت خدیجہ کو پیغام دینے والوں اور شوہروں کا بیان (۸-۲۹۷) اور اس میں ان کے سابق شوہروں سے اولادوں کا بھی ذکر پایا جاتا ہے، حضرت خدیجہ سے شادی اور ولیمہ نبوی (۹-۲۹۸)، دوسری ازواج مطہرات (۳۰۵-۲۹۹)، وہ عورتیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا مگر ان سے نکاح نہیں کیا (۶-۳۰۵)، آپ کی باندیاں (۷-۳۰۶)، آپ کی اولاد امجاد (۱۶-۳۰۷)، جس میں ان کی اولادوں کا بھی کافی مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ ذیلی مباحث میں متعدد صحابہ کرام اور دوسری شخصیات کی ولادت وغیرہ کے بارے میں بھی معلومات دی گئی ہیں جیسے آپ کے انتالیسویں سال حضرت واثلہ بن الاسقع پیدا ہوئے اور چالیسویں سنہ نبوت میں کسریٰ پرویز نے نعمان بن منذر کو قتل کردیا۔

رکن ثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ہجرت مدینہ تک کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جیسے نزول وحی اور اس کی کیفیت اور اس میں تاریخ بعثت کے بارے میں مختلف اقوال، مدت وحی، اولین نزول قرآن کریم، نماز و وضو کی تعلیم جبریل، دوشنبہ کا روزہ، تاریخ نزول قرآن، رویائے صادقہ، حضرت ورقہ بن نوفل کی تصدیق، فترہ وحی، اور اس کی مدت، حضرت جبریل کا پوری عمر نبوی میں چوبیس ہزار مرتبہ نزول، دوسرے انبیاء کرام کے پاس ان کی تشریف آوری کی مدت، حضرت خدیجہ کی تصدیق حضرت جبریل، پھر تفصیل سے نزول وحی کی صفت بیان کی ہے (۳۳-۳۱۶) اور اسی میں شیاطین کے

رجم وغیرہ کے معجزات کا بھی ذکر ہے، پھر اولین مسلمین کا ذکر ہے (۴-۳۲۳)۔

نبوت کے دوسرے اور تیسرے اور بعد کے سال کے واقعات میں دعوت اسلامی کی خفیہ تبلیغ، وفات حضرت ورقہ بن نوفل اور دوسری روایات وفات ورقہ، حکم اعلان دعوت اور اعزہ واقربا کو اسلام کی تبلیغ، صفا کا خطبہ، ابولہب کی مخالفت، مکہ میں اشاعت اسلام، پانچویں سال ہجرت حبشہ، نجاشی اور ان کی سیرت، مہاجرین حبشہ کی واپسی اور اس کا سبب، دوسری ہجرت حبشہ، حضرت جعفر کی دربار نجاشی میں تقریر اور دوسرے واقعات حبشہ (۳۰-۳۲۴)، مشرکوں کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا (۳۱-۲۳۰)، حضرت حمزہ کا اسلام (۳-۲۳۱)، اسلام حضرت عمر (۵-۲۳۳) اور اسلامی تقویم، ساتویں سال نبوت مقاطعہ بنی ہاشم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶-۲۳۵)، آٹھویں سال سورۂ روم کا نزول، نویں سال شق قمر اور اس کی مختلف روایات، دسویں سال وفات ابوطالب کی روایت اور وفات کی تفصیل (۴۰-۳۳۶)، وفات حضرت خدیجہ (۴۱-۳۴۰)، سفر طائف، واپسی اور جوار مطعم بن عدی (۲-۳۴۱)، جنات کا قبول اسلام سفر طائف کے بعد بیان ہوا ہے۔ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ سے شادی (۵-۳۴۴)، اسلام انصار کا آغاز اور بیعت عقبہ اولیٰ (۶-۳۴۵) قصہ معراج (۵۷-۳۴۶)، بیعت عقبہ ثانیہ اور روانگی حضرت مصعب بن عمیر اور بیعت عقبہ کبریٰ (۶۰-۳۵۷)، ابوبکر صدیقؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت (۶۱-۳۶۰)، صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ (۲-۳۶۱) قریش کا مشورہ قتل نبوی (۳-۳۶۲)، اھ کے واقعات کا موطن اول، ہجرت نبوی جس کے واقعات میں غار ثور کا قیام، مدینہ روانگی، معجزہ نبوی، حضرت ام معبد کا قصہ، عوسجہ کا قصہ، حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کا واقعہ اسلام، مدینہ میں استقبال نبوی، تاریخ ہجرت کے اہم اور مفصل مباحث ہیں (۸۲-۳۶۳)۔

فصل دوم میں دیار بکری نے جن اہم مباحث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: قبا سے مدینہ شہر روانگی، اسلام کا اولین خطبہ، مسجد نبوی کی تعمیر اور مکانات نبوی کی ابتداء، حضرت کلثوم بن الہدم اولین میزبان نبوی وصحابہ کرام کی وفات، حضرت عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام، حضرت اسعد بن زرارہ نقیب النقباء کی وفات، حضرت انس بن مالک کی خدمت نبوی کی ابتدا، نماز حضر وقیام میں دو رکعات کا اضافہ، صحابہ کرام کی بیماری، مدینہ سے بیماری کا اخراج، حضرت سلمان فارسی کا اسلام، (۹۷-۳۸۲)، مہاجرین وانصار کی مواخات، یہودی قبائل مدینہ سے معاہدہ نبوی (۸-۳۹۷)، مکہ کے سردار عاص بن وائل کی

موت، خاندان رسالت کو لانے کے لئے حضرت زید بن حارثہ کی روانگی اور مدینہ واپسی، اولین انصاری نعمان بن بشیر اور اولین مہاجر عبد اللہ بن زبیر کی ولادت اور بعض دوسرے واقعات (۴۰۰-۳۹۸)، اسی سالِ ہجرت غزوات کی ابتدا ہوئی، غزوات وسرایا کی تعریف اور بعض دوسری فوجی اصطلاحات کی تشریح جیسے کتیبہ، جیش، عسکر، خمیس، غزوات نبوی کی فہرست وتعداد اور اس پر اختلاف، سرایائے نبوی اور ان کی تعداد، اولین سرایا وغزوات - حمزہ، عبیدہ، سعد بن ابی وقاص وغیرہ - حضرت عائشہ کی رخصتی، ابتداء اذان (۴۰۵-۴۰۰)۔

دوسرے سنہ ہجرت کے دوسرے موطن کے اہم عناوین وموضوعات یہ ہیں: عاشوراء کا روزہ، حضرت فاطمہ سے حضرت علی کی شادی (۴۰۵-۸)، غزوات - الابواء، بواط، عشیرہ، حضرت علی کی کنیت ابوتراب، بدراولیٰ، سریہ نخلہ عبد اللہ بن جحش، تحویل قبلہ، تجدید وتعمیر مسجد قباء، روزہ رمضان کی فرضیت (۴۰۸-۱۵)، پھر غزوہ بدرالکبریٰ کا مفصل ذکر ہے جس کے ذیلی موضوعات ہیں: معجزۂ عصا، بدر کے طبل کا ملوک کے طبل کے مانند ہونا، صحابہ کا کتابت سیکھنا، اسماء اہل بدر، تعداد شہداء بدر، مشرک مقتولین بدر، اسیران بدر اور حضرت رقیہ کی وفات (۳۱۵-۵۷)۔ ۲ھ کے دوسرے واقعات میں عصماء بنت مروان کے قتل کا سریہ عمیر بن عدی، جوامع کلم نبوی، زکاۃ الفطر کی فرضیت اور عیدین، زکوۃ الاموال کی فرضیت، غزوہ قرقرۃ الکدر، سریہ قتل ابی عفک، غزوہ بنی قینقاع، غزوۃ السویق، وفات حضرت عثمان بن مظعون، حضرت فاطمہ کی رخصتی، وفات امیہ بن الصلت (۳۵۷-۶۴)۔

۳ھ کے واقعات پر موطن سوم مشتمل ہے جس کے اہم موضوعات دیار بکری نے یہ قائم کئے ہیں: قتل کعب بن اشرف کا سریہ محمد بن مسلمہ، حضرت عثمان کی حضرت ام کلثوم سے شادی، غزوہ غطفان اور دعثور کا واقعہ اور قبول اسلام، غزوہ بحران، قردہ کا سریہ حضرت زید بن حارثہ (۳۶۴-۸)، حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شادی، حضرت حسن کی ولادت اور حضرات حسنین کا ختنہ، حضرت حسن کی رضاعتِ حضرت ام الفضل، حضرت حسن کی صفت (۴۶۸-۷۱)، پھر غزوہ احد کی تفصیل (۴۷۱-۸۷) اور اس کے ذیلی مباحث ہیں: معجزہ عصا، شہداء کا مثلہ، حضرات عبداللہ بن جحش اور سعد بن ابی وقاص کی دعائیں، اجساد شہداء کی حفاظت کی کرامت، حضرت معاویہ کے دور میں ایک شہید کی قبر کی دریافت، مسلمانوں کی ابتلا، شہداء اور ان کی تعداد وغیرہ

(۴۸۷-۵۰۳)، اس کے بعد غزوہ حمراء الاسد اور طعمہ کے سرقہ کا ذکر ہے (۶-۳-۵۰۳)۔

۴ھ کے واقعات پر مبنی شیخ دیار بکری کی کتاب الخمیس کا چوتھا موطن ہے اور اس کے اہم مباحث میں حسب ذیل شامل ہیں: قطن کا سریہ ابوسلمہ مخزومی، سفیان بن خالد ہذلی کے قتل کا سریہ عبداللہ بن انیس، واقعہ بئر معونہ، واقعہ رجیع جس کے ضمن میں عضل وقارہ کے قبیلوں، حضرت عاصم کے جثہ کی حفاظت کی کرامت اور کرامت اولیاء کی حقیقت بھی بیان کی ہے (۱۴-۶-۵۰۶)۔ پھر حضرت زید بن حارثہ کی قبولیت دعاء، ابوسفیان اموی کے خلاف سریہ عمرو بن امیہ ضمری، غزوہ بنی النضیر، وفات ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ، غزوہ ذات الرقاع، وفات حضرت عبداللہ بن عثمان، ولادت حضرت حسین، حضرت زید بن حارثہ کی تعلیم کتاب یہود، غزوۂ بدر صغریٰ، حضرت ام سلمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اور حضرت ام سلمہ کی سابق شوہر سے اولاد، دو یہودی گناہگاروں کا رجم اور حضرت فاطمہ والدہ حضرت علی بن ابی طالب کی وفات کے اہم واقعات شامل ہیں (۲۶-۵۱۴)۔

۵ھ کے واقعات خمیس دیار بکری کے پانچویں موطن کے موضوعات ہیں جو یہ ہیں: حضرت سلمان فارسی کی غلامی سے آزادی، غزوہ دومۃ الجندل، حضرت سعد کی والدہ کی وفات، چاند گرہن، حضرت بلال بن حارث مزنی کا وفد، حضرت ضمام بن ثعلبہ کے وفد کی آمد (۲۸-۵۲۶)، پھر غزوہ مریسیع، آیت تیمم کے نزول، حضرت جویریہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی، واقعہ افک، حضرت حسان بن ثابت کو بیرحاء کے کنوئیں کے عطیہ کا ذکر ہے (۳۹-۵۲۸) اس کے بعد خندق/احزاب کے غزوہ کا مفصل بیان ہے (۵۴-۵۳۹) اور پھر غزوہ بنی قریظہ کا واقعہ ہے (۶۳-۵۵۴) جس کے ضمنی مباحث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت اور حضرت جابر کی اولاد کا بھی ذکر ہے۔ حضرت زینب بنت جحش سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی، مدینہ منورہ میں زلزلہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑے سے گرنا، گھوڑ دوڑ کے مقابلہ اور حج کی فرضیت کی آیات کے نزول اور قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت دوسرے اہم مباحث ۵ھ ہیں (۶۹-۵۶۳) اسی پر دیار بکری کی جلد اول ختم ہوتی ہے۔

علامہ دیار بکری کی کتاب الخمیس کی جلد دوم کا آغاز ''موطن ششم'' سے ہوتا ہے جو ۶ھ کے واقعات پر مشتمل ہے اور وہ حسب ذیل ہیں: قرطاء کا سریہ محمد بن مسلمہ، حضرت ثمامہ بن اثال شیخ بنی حنیفہ

کا قبول اسلام، سورج گرہن، غزوہ بنی لحیان، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت، غزوہ غابہ/ ذی قرد، غمر مرزوق کا سریہ عکاشہ بن محصن، ذوالقصہ کا سریہ محمد بن مسلمہ، بنوسلیم کا سریہ زید بن حارثہ، عیص، الطرف، حسمیٰ کی طرف انہیں کے دوسرے غزوات، عرینہ کے قاتلوں کے خلاف سریہ حضرت کرز بن جابر فہری، وادی القریٰ کا سریہ حضرت زید، دومۃ الجندل کا سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، بنوسعد کے خلاف سریہ حضرت علی، ام قرفہ کا سریہ حضرت زید، قتل ابورافع کے لئے سریہ عبد اللہ بن عتیک، واقعہ استسقاء، اسیر بن رازم یہودی کے قتل کا سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ، مدین کا سریہ زید بن حارثہ (۱۷-۱)۔ اس سنہ و مبحث کے دوسرے مباحث ہیں: غزوۂ حدیبیہ، بیعت رضوان، ظہار کا حکم، حضرت عائشہ کی والدہ حضرت ام رومان کی وفات، تحریم شراب، حشیش وغیرہ کی مضرتیں، میسر (قمار) کی صفت و تعریف (۳۲-۱۷)۔

موطن ہفتم ۷ھ کے واقعات پر مشتمل ہے اور جس میں شیخ دیار بکری نے حسب ذیل اہم موضوعات پر روایات جمع کی ہیں: خاتم (انگوٹھی) کا استعمال، سلاطین وملوک کے نام فرامین نبوی۔ ترتیب وار نجاشی، قیصر، ہرقل، کسریٰ، مقوقس، حارث غسانی، ثمامہ اور ہوذہ سرداران بنوحنیفہ کے نام (۴۵-۳۲)، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو/سحر کئے جانے کا مختصر ذکر کر کے نجد کے سریہ ابان بن سعید اور حضرت ابوہریرہ کے اسلام و ہجرت کا ذکر ہے (۴۷-۴۵)، پھر غزوہ خیبر کا مفصل بیان ہے جس کے دوسرے اہم مباحث ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہریلا گوشت کھلانے کی یہودی سازش، تقسیم غنائم خیبر، اور حضرت صفیہ سے شادی/صفی (۶۴-۵۷)، غزوہ خیبر کے دوسرے متعلقات، غزوات فدک، معجزہ طلوع شمس، فتح وادی القریٰ، نماز فجر کی قضا، (۶۵-۶۴) اس کے بعد مذکور ہیں۔ پھر حضرت ام حبیبہؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اور شب زفاف، تربہ کا سریہ حضرت عمر، بنو مرہ کے خلاف سریہ بشیر بن سعد، میفعہ کا سریہ حضرت خالد لیثی، یمن و جبار کا سریہ حضرت بشیر بن سعد، نجد کا سریہ عمر، جبلہ بن الایہم کے نام مکتوب، خسرو پرویز کا فرزند شیرویہ کے ہاتھوں قتل، مقوقس مصر کا ہدیہ، عمرۃ القضاء اور حضرت میمونہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی (۷۲-۶۵)۔

۸ھ کے واقعات پر موطن ہشتم مبنی ہے اور ان کا ذکر دیار بکری نے بالترتیب اس طرح کیا ہے: حضرات خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کا قبول اسلام، فدک کا سریہ غالب بن عبداللہ لیثی،

منبر نبوی کی ابتدا و تعمیر، کھجور کے ستون کا گریہ، اسلام میں اولین قود بنو عامر کے خلاف حضرت شجاع کا سریہ، ذات اطلاح کا سریہ کعب بن عمیر (۷۷-۷۲)، پھر سریہ موتہ کا ذکر ہے (۸۳-۷۷)، سریہ عمرو بن العاص بطرف ذات السلاسل، سیف البحر کا سریہ ابوعبیدہ بن جراح، خضرہ کا سریہ ابوقتادہ انصاری بطن اضم کا سریہ ابوقتادہ، غابہ، کا سریہ عبداللہ بن ابی حدرد (۸۵-۸۳)، پھر غزوہ فتح مکہ کا مفصل بیان ہے (۱۰۰-۸۵)۔اس کے بعد ان لوگوں کا بالترتیب ذکر کیا ہے جن کا خون رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدر کر دیا تھا (۵-۱۰۰)۔اس میں مرد و عورت دونوں کا ذکر ہے پھر حضرت ابوقحافہ والد ابوبکر صدیق اور حضرت حکیم بن حزام کے قبول اسلام کا ذکر بطور خاص کیا ہے (۱۰۵) جس کے بعد مختلف اصنام کی شکست وریخت کے سرایا ہیں جیسے حضرات خالد بن ولید، عمرو بن العاص، سعد بن زید کے سرایا اور حضرت خالد بن ولید کی بنوخزیمہ کے خلاف مہم (۹-۱۰۵)۔اس کے بعد غزوہ حنین کا مفصل بیان ہے اور اس کے متعلق غزوات اوطاس وطائف کا ذکر ہے (۳۱-۱۰۹)۔اس کا خاتمہ حضرت مالک بن عوف نصری کے قبول اسلام کے واقعہ پر ہوتا ہے۔پھر جیفر وعبد شاہان عمان کی طرف حضرت علاء بن حضرمی کی مہم، حضرت عروہ بن مسعود کے اسلام، حضرت ملیکہ کندی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اور حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے فرزند رسول حضرت ابراہیم علیہم السلام کی ولادت کا باب ہے۔اس میں جعرانہ میں تقسیم غنائم اور عمرہ کا بھی ذکر ہے اور بعض دوسرے مباحث بھی ہیں جیسے حضرت ولید بن عقبہ اموی کی صدقات بنی المصطلق پر بطور عامل تقرری وغیرہ۔

موطن نہم ۹ھ کے واقعات پر مبنی ہے اور اس کے اہم مباحث ہیں: بنوتمیم کے خلاف حضرت عینیہ بن حصن الفزاری کی مہم، بنومصطلق کے صدقات پر حضرت ولید بن عقبہ کی تقرری، خثعم کی مہم حضرت قطبہ بن عامر، بنوکلاب کے خلاف حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کا سریہ، حبشہ کی طرف حضرت علقمہ بن مجزز کی مہم، حضرت علی کا سریہ فلس، حضرت کعب بن زہیر کا قبول اسلام، وفود کی پیہم آمد، اور واقعہ ایلاء، (۳۷-۱۳۱)۔پھر غزوہ تبوک کا مفصل بیان ہے جس میں دومۃ الجندل کی مہم حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبداللہ ذوالبجادین کی وفات وغیرہ کے ذیلی واقعات کا ذکر ہے (۴۵-۱۳۷) غزوہ تبوک کے تتمہ کے طور پر مسجد ضرار کی انہدامی کارروائی بھی بیان ہوئی ہے۔اسی طرح حضرت کعب بن مالک کی توبہ کا قصہ (۴۸-۱۴۵) ہے جس کے بعد حضرت عویمر بن ابیض العجلانی انصاری کا واقعہ لعان مذکور

ہے اور اگلا مبحث قبیلہ ثقیف کے قبول اسلام کا ہے (۵۲-۱۴۸) پھر لات کے صنم کے انہدام، ملوک حمیر کے نامے بخدمت نبوی، حضرت غامدیہ کے رجم، حضرت نجاشی کی وفات اور حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے علاوہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے انتقال کا ذکر ہے اور اس موطن کی آخری بحث حج ابوبکر صدیق ہے (۵۷-۱۵۲)۔

موطن دہم دسویں سال ہجرت کے واقعات بیان کرتا ہے اور نسبتاً مختصر ہے۔ اس کے اہم مباحث دیار بکری نے یہ رکھے ہیں: یمن کی مہمات وتقررات حضرات ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل خزرجی، خالد بن ولید مخزومی (بنوعبد المدان)، علی بن ابی طالب ہاشمی (یمن)، جزیر بن عبداللہ بجلی (ذوالکلاع)، ابوعبیدہ بن الجراح فہری (نجران: ۶۲-۱۵۷)، واقعہ بدیل وقصہ تمیم داری، وفات حضرات ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سورج گرہن، مجلس نبوی میں حضرت جبریلی کی بشکل آدمی آمد، مدینہ میں حضرت فیروز دیلمی کی حاضری (۶۴-۱۶۲)، حجۃ الوداع کا مفصل بیان معہ اس کے متعلقات کے ہے (۷۰-۱۶۴) اس کے آخر میں حضرت باذان گورنر یمن کی وفات اور آیت استیذان کے نزول کا ذکر ہے (۷۱-۱۷۰)۔

گیارھواں موطن ۱۱ھ کے واقعات پر محیط ہے جن میں سے اہم ترین یہ ہیں: اہل بقیع کیلئے استغفار نبوی، اہل ابنیٰ کی طرف حضرت اسامہ بن زید کا سریہ، اسود عنسی کا ظہور، اسود عنسی کا قتل، مسیلمہ کذاب کا قصہ، سجاح کا قصہ، طلیحہ بن خویلد کا واقعہ- ان تمام مرتدین کا ذکر ایک جگہ کیا ہے (۷۹-۱۷۱)۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفاۃ کے آغاز کا ذکر ہے اور اس کے واقعات مختلفہ مذکور ہیں جیسے حضرت فاطمہ سے سرگوشی، بیماری کی کیفیات، عمر شریف، وقت وفات، اور اس کے بعد بیعت حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر کر کے آپ کی تجہیز وتکفین کے تمام واقعات وتفصیلات کا ذکر کیا ہے (۹۲-۱۷۹)۔ آپ کی وفات کے بعد معاملات کا ذکر ہے جیسے آپ پر درود وسلام، میراث نبوی اور اس کا حکم، خواب میں زیارت نبوی وغیرہ (۹۶-۱۹۲)۔

خاتمہ کتاب کی فصل اول میں علامہ دیار بکری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام، موالی، مولیات (باندیوں)، امراء حکومت، کاتبین گرامی، سفیران محترم، قضاۃ وموذنین، شعراء، گھوڑوں اور جانوروں، خچروں، گدھوں، اونٹوں، اسلحوں، زرہوں، نیزوں، تیر کمانوں وغیرہ کا ذکر کر کے لباس نبوی

کو بیان کیا ہے(۲۱۴-۱۹۶)، پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہونے والے وفودِ عرب میں سے صداء، سلامان، ازد، جبلہ اور ایک خواب زرارہ کا ذکر کیا ہے(۲۱-۲۱۴) اسی پر سیرت نبوی سے متعلق دیار بکری کی کتاب الخمیس ختم ہوتی ہے اور اس کے بعد تاریخ اسلامی کی دو فصول آتی ہیں۔

# علامہ حلبی

(۹۷۵-۱۰۴۴ھ/۱۵۶۷-۱۶۳۴ء)

متاخر صدیوں میں سیرت نگاری کا ایک اہم رجحان حاشیہ نگاری یا تشریح نویسی کا تھا، جو شروع تو ابتدائی قرون میں ہوا تھا اور ابن اسحاق وابن ہشام کی سیرت نبویہ اس کا اہم ترین مرحلہ ومحرک بنی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ رجحان تشریح نویسی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ دسویں گیارھویں/سولھویں سترھویں صدی میں اس کا ایک شاندار مظاہرہ سیرت شامی پر سیرت حلبی کی حاشیہ آرائی کی شکل میں نکلا۔ شام کے ایک اہم سیرت نگار شمس الدین الصالحی الشامی (م ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء) کی کتاب السیرۃ الشامیہ پر سیرت نگار حلبی نے اپنی کتاب بطور تشریح "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" کے عنوان سے لکھی جو سیرت حلبیہ کے نام سے زیادہ معروف ہوئی۔ وہ ایک طرح سے سیرت شامیہ کی تلخیص بھی ہے اور تشریح بھی کہ حلبی نے اپنے پیشرو کی کتاب سے بہت سی چیزیں حذف کی ہیں تو متعدد اضافات بھی کیے ہیں۔ بقول بروکلمان یہ کتاب ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء میں مکمل اور قاہرہ میں ۱۲۸۰ھ اور ۱۳۰۸ھ میں طبع ہوئی۔

## شخصیت اور تصنیف

علامہ حلبی مصری عالم تھے۔ ان کا پورا نام نورالدین بن برہان الدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی بن عمر القاہری الشافعی مقالہ نگار اردو دائرۂ المعارف نے لکھا ہے اور جن کو عرب مصنف کہا ہے مگر ان کا اصل نام نورالدین نہیں تھا۔ وہ تو لقب تھا، اصل نام علی بن ابراہیم تھا۔ مقالہ نگار موصوف نے قاہرہ میں ان کی ولادت کا سنہ ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء اور سنہ وفات ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء ۳۰ رشعبان/۱۷ رفروری تحریر کیا ہے اور ان کے مدرسہ صلاحیہ قاہرہ میں مدرس ہونے کا ذکر کیا ہے۔ مقالہ نگار موصوف کے مذکورہ بالا بیان میں حلبی کی بعض کتابوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ تصوف پر النصیحۃ العلویۃ فی بیان

حسن طريقة السادة الاحمدية ہے جو اب تک موجود دستیاب ہے۔ دوسری کتاب عقد المرجان فیما یتعلق بالجان ہے جو امام سیوطی کی اس ملخص کی تلخیص ہے جو انہوں نے شیخ شبلی کی اصل تصنیف سے کی تھی۔ "ان متعدد شرح الشروح میں جو اس نے (حلبی نے) اپنے زمانے کی مروجہ درسی کتابوں پر لکھیں صرف ایک باقی رہ گئی ہے یعنی وہ شرح جو اس نے النووی کی منہاج الطالبین کی شرح مشروحہ زکریا الانصاری پر لکھی ہے۔ الحجی سوم ۱۲۳اس ۸ کے حوالہ سے قوسین میں یہ تصحیح کی گئی ہے کہ اس کے بجائے حاشیہ علی منہج القاضی زکریا کا ذکر ملتا ہے) مقالہ مذکورہ میں صرف اتنا ہی حلبی کے بارے میں ہے۔

کحالہ نے ان کا نام علی بن ابراہیم، نور الدین لقب اور ابوالحسن کنیت لکھی ہے اور پورا نسب بروکلمان کی طرح ہے۔ ان کو مورخ، فقیہ، اصولی، نحوی، لغوی اور صوفی کہا ہے۔ ان کی تصانیف کثیرہ میں سیرت نبویہ مذکورہ کے علاوہ فرائد العقود العلوية فی حل الفاظ شرح الازهرية فی النحو، النصيحة العلوية فی بيان حسن طريقة السادة الاحمديه، حاشيه على شرح الورقات لجلال المحلی اور لغت میں "زهر المزهر فی مختصر المزهر" کا ذکر کر کے متعدد مآخذ کے حوالے دیئے ہیں۔

## طریقۂ تالیف

امام علی بن ابراہیم حلبی قرون وسطی کی علمی روایات کے مطابق متعدد اسلامی علوم وفنون کے جامع ماہر تھے۔ وہ فقہ، اصول فقہ، سیرت و تاریخ، نحو ولغت اور ادب وتصوف میں خاصا درک رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف ان کی علمی جلالت کی شہادت دیتی ہیں اور ان سے زیادہ ان کی کتاب سیرت، جو سیرت حلبیہ کے نام سے معروف ہے، اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ اس لحاظ سے ان کی کتاب سیرت فقہی، تاریخی، سیرتی، نحوی، لغوی اور دوسرے فنی مواد کی حامل ہے مثلاً لغوی تحقیق میں امام حلبی ہر نام اور لفظ کے لغوی معنی بتاتے ہیں، اس کا اعراب وتلفظ بیان کرتے ہیں اور اپنی کتاب کی تائید میں وہ قرآن وحدیث اور اقوال علماء سے اس کی تائید فراہم کرتے ہیں۔

فقہی تحقیق میں امام حلبی سیرت نبوی کے مختلف مراحل کے ضمن میں بیان کردہ واقعات اور امور پر فقیہانہ نقطۂ نظر سے بحث کرتے ہیں اور نہ صرف عصری پس منظر کو مدنظر رکھتے ہیں بلکہ اسلامی نقطۂ نظر

کو بھی اقوال و مسالک اور آثار و احادیث و آیات سے مدلل کر کے پیش کرتے ہیں جیسے نکاح اور خاص کر نکاح المقت پر بحث، ترکہ نبوی کے حوالہ سے انبیاء کے ترکہ کی بحث، ختنہ کی بحث فقہی، نماز کے اوقات پر فقہی بحث، اذان و اقامت کے فقہی احکام، روزہ، صدقہ، حج کے فقہی مسائل، زکوٰۃ فطر اور عیدین کی نمازوں کی فقہی حیثیت وغیرہ، تیمم کے بارے میں فقہی مسالک واقوال۔

سیرت و سوانح کے اعتبار سے امام حلبی کی کتاب سیرت محض شرح و حاشیہ نہیں رہ جاتی بلکہ وہ بہت جامع انداز میں کامل معلومات مختلف ذرائع اور مآخذ سے ہر شخص کے بارے میں بتانے کی کوشش کرتی ہے مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد۔ عبد المطلب، عبد اللہ، قصی، ہاشم وغیرہ۔ کے بارے میں وہ نئی معلومات دیتے ہیں، ان کے القاب و اسماء گناتے اور ان کی وجوہ تسمیہ کے حوالہ سے ان کا مکمل سوانحی خاکہ دیتے ہیں۔ قصی کا ذکر دس بڑی تقطیع کے صفحات پر کیا ہے اور اسی طرح ہاشم اور عبد المطلب کا بھی سوانحی خاکہ سب سے مفصل ہے۔ رضاعت کے بیان میں آپ کی آٹھ یا دس مراضع کا ذکر کیا ہے اور تمام رضائی رشتہ داروں کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے قبول اسلام اور دوسری سوانحی تفاصیل بیان کی ہیں۔ حلبی ان چند سیرت نگاروں میں سے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کا ذمہ دار آپ کے دونوں حقیقی چچاؤں ابو طالب اور زبیر کو بتاتے ہیں۔ موخر الذکر کے بارے میں مفصل روایات بیان کرتے ہیں اور ان کو حلف الفضول کا اولین داعی قرار دیتے ہیں۔ تجارت نبوی کے ضمن میں ان کا بیان بہت زیادہ مفصل ہے۔ تعمیر کعبہ کے حوالہ سے بیت اللہ کی تعمیر انبیاء پر قیمتی معلومات دی ہیں۔ تبلیغ اسلام کے حوالہ سے آپ کی پھوپھیوں کے بارے میں قیمتی معلومات جمع کر دی ہیں۔

سیرت حلبیہ صرف عہد نبوی کے حدود میں سوانح نگاری کو محدود نہیں رکھتی۔ وہ امام سہیلی کے مقابلہ میں مابعد عصر کی معلومات زیادہ بیان کرتی ہے اور پورا سوانحی خاکہ دیتی ہے جس کے نتیجہ میں اسلامی تاریخ کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ نبوی اشخاص کے حوالہ سے یا واقعات کے پیش نظر اسلامی تاریخ کے متعدد اہم واقعات بھی سامنے لاتے ہیں اور مفصل لاتے ہیں مثلاً نکاح والدین ماجدین کے حوالہ سے وہ متعدد اموی صحابہ اور اموی دور کے بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں، ولادت نبوی کے وقت بصریٰ کے محلات کے روشن ہونے کے معجزہ کے حوالہ سے شام کی اسلامی فتوحات کا ذکر کرتے ہیں۔ ابرہہ کے حوالہ سے عباسی خاندان کے اکابر و خلفاء کا ذکر، ایوان کسریٰ میں

زلزلہ کے حوالہ سے ایرانی تاریخ، ایران کی اسلامی فتح، اور برامکہ کے عروج وزوال کی داستان، تعمیر کعبہ کے حوالہ سے اموی خلیفہ یزید اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اختلاف، واقعہ حرہ، خلافت بنی مروان اور غلاف کعبہ کی پوری مابعد کی تاریخ بیان کردی ہے۔ رسول کو ان کی زبان میں بھیجنے کے حوالہ سے متعدد اسلامی شخصیات پر بحث کی ہے۔ حضرت عمارؓ کے قتل وشہادت کے بارے میں اسلامی تاریخ کے دردناک باب کو بیان کیا ہے۔ منبر نبوی اور مسجد نبوی کے حوالوں سے ان دونوں کی اسلامی تاریخ میں اہمیت وحیثیت، اور غزوات وسرایا کے حوالوں سے اسلامی شخصیات اور ان کی سوانح اور اسلامی تاریخ کے واقعات خاص کر امیر یزید کی قیادت میں روم کی فتح بیان کی ہے۔

امام حلبی اپنے مآخذ ومصادر کا بھی برابر ذکر کرتے ہیں اور ان میں سیرتی / تاریخی اور مذہبی ادب کا فرق روا نہیں رکھتے۔ وہ سیرت وتاریخ کے مصادر ومراجع کے پہلو بہ پہلو قرآن وتفسیر اور حدیث وفقہ وغیرہ کی کتابوں کے حوالے اور اقتباسات دیتے ہیں اور اس طرح وہ اپنی کتاب سیرت کو جامع علوم وفنون اور خزانہ مصادر ومآخذ بنادیتے ہیں مثلاً نسب نبوی کے بیان میں وہ امامان سیرت ابن اسحاق، ابن سید الناس اور شامی وغیرہ کے علاوہ ائمہ حدیث بخاری اور مسلم اور دوسرے امامان فقہ وعلم کے اقوال بیان کرتے ہیں۔ والدین ماجدین کی شادی اور چاہ زمزم کی کھدائی وغیرہ کے دوسرے باب میں قرآنی آیات اور احادیث کا کافی ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ ولادت نبوی اور والدہ ماجدہ کی وفات پر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا حوالہ موجود ہے۔ والدہ ماجدہ کی مغفرت کی دعا کرنے پر وہ بہت سی احادیث بیان کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں ان کے کلامی مباحث بھی آجاتے ہیں چنانچہ فترۂ رسالت کے زمانے کے لوگوں کی عدم تکلیف پر اقوال ودلائل لاتے ہیں اور ان کی اخروی نجات کے بارے میں متعدد اقوال ومسالک بیان کرتے ہیں۔ آپ کے سفر شام کے باب میں ابن اسحاق، دمیاطی، مقریزی، محب طبری کے علاوہ محدثین ذہبی اور ابن حجر وغیرہ کی تمام روایات جمع کردی ہیں۔ بکریاں چرانے کے مسئلہ پر احادیث خاص کر بخاری پر خوب بحث کی ہے۔ حضرت خدیجہ سے شادی کے ضمن میں ابن اسحاق، ابن ہشام وغیرہ کے علاوہ محب طبری، نووی، فاکہی وغیرہ کی روایات بھی نقل کی ہیں۔ شجر وحجر کی تسلیم کے حوالہ سے سبکی، سیوطی، سہیلی اور ابن عربی کی روایات اور اقوال نقل کئے ہیں۔ قرآن کی تنزیل کے سلسلہ میں بہت سی تفسیری آراء اور محدثین کی روایات جمع کی ہیں۔ یہ طریقہ نماز، روزہ، صدقہ، حج، طہارت،

معجزات وغیرہ کے باب میں بھی نظر آتا ہے۔ اسراء و معراج پر ان کی بحث بہت مفصل ہے اور مآخذ سے بھرپور۔ غزوات میں بھی وہ احادیث سے برابر استدلال کرتے ہیں۔

وہ مباحث کے دوران غلط خیالات، واقعات اور افکار پر تبصرہ اور تنقید و تردید بھی کرتے جاتے ہیں۔ یہ تنقید و تبصرہ دو طرح کا ہے: اول دو متصادم روایات خاص کر ضعیف و ثقہ روایات میں محاکمہ اور دوم بعض افراد و طبقات کے عقائد و افکار کا بطلان و تردید۔ اول الذکر میں وفات عبد اللہ بن عبد المطلب، ان کی نذر اور قربانی کے عوض دیت کی روایات میں محاکمہ، اذان کی مشروعیت کے بارے میں روایات کا محاکمہ اور غزوات و سرایا کے بارے میں متصادم روایات کا محاکمہ شامل ہے۔ اسی طرح روزہ، نماز، صدقہ اور حج وغیرہ کے مذہبی امور کی روایات کا معاملہ ہے۔ دوسری نوع میں حضرات اسماعیل و اسحاق میں سے حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کی بحث اور ترجیح، نسب نبوی کی طہارت سے روافض کے استدلال کہ آپ کے آباء و اجداد میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر طاہر نہیں ہو سکتا کی تردید، اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت باسعادت پر قیام اور میلاد کی بدعات پر تنقید، ابو طالب کی کفالت نبوی کے حوالہ سے روافض کے بعض عقائد و اقوال کی تردید، اذان و نماز کے بارے میں پیدا ہونے والی متعدد بدعات پر تنقید، حضرت عائشہ کے بارے میں واقعہ افک پر بحث کے دوران بعض غلط افکار کی تردید، متعہ کے بارے میں بعض طبقات کے نظریات کی تردید وغیرہ جیسے امور شامل ہیں۔

امام حلبی ذرا سے تعلق سے ہر مسئلہ اور معاملہ پر معلومات بہم پہونچاتے ہیں لہذا جغرافیائی مقامات پر تفصیلات کیوں نہ ذکر کرتے کہ وہ تو روایات سیرت کا ایک لازمی حصہ ہیں جیسے اسواق عرب ذوالمجاز، عکاظ، مجنہ وغیرہ، ابواء، سفر شام کے حوالہ سے متعدد مقامات، طائف، نخلہ اور غزوات کے سلسلہ میں دوسرے متعدد مقامات و اماکن کی جغرافیائی تفصیلات بیان کی ہیں وہ متعدد آسمانی مقامات کی بھی تشریح و تعبیر اور ان کی جغرافیائی تصریح کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً اسراء و معراج کے بیان میں وہ سدرۃ المنتہیٰ، البیت المعمور وغیرہ کی تفصیل بتاتے ہیں۔

امام حلبی کی سیرت حلبیہ دراصل سرت نبوی، حلیہ و خصائص اور شمائل اور دلائل سب کی جامع ہے اور وہ بلا شبہ بہت سے مراجع و مصادر کی جامع، نئی معلومات کا گنجینہ اور احادیث و آیات پر مباحث کا خزانہ ہے اور سیرت نبوی کا کوئی طالب علم اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

# مصادر و مآخذ

| | | |
|---|---|---|
| اردو دائرہ معارف اسلامیہ | الحلبی (مقالہ) از بروکلمان | |
| بروکلمان | دوم ۳۰۷ | |
| البغدادی | ایضاح المکنون | اول ۱۰۴، ۱۳۵، ۲۳۴، ۳۵۰، وغیرہ ۱۳۷ |
| البغدادی | هدية العارفين | اول ۷۵۵ |
| حاجی خلیفہ | كشف الظنون | ۱۸۰، ۱۳۶۵ |
| کحالہ، عمر رضا | معجم المؤلفين | مطبعۃ الترقی دمشق، ۱۹۵۹ء، ہفتم ۳ |
| المحبی | خلاصه الاثر | سوم ۴-۱۲۲ |
| وستنفیلڈ | Die Gesechichtsehreiber der Arabes (R) شمارہ ۵٦۰ | |

# علامہ علی بن برہان الدین الحلبی کی السیرۃ الحلبیۃ

السیرۃ الحلبیۃ معروف نام ہے مگر اس کا اصل عنوان ہے:" **انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون**"۔ امام علی بن برہان الحلبی الشافعی کی یہ کتاب سیرت اپنی تفصیلی بحثوں، لفظی موشگافیوں اور معنوی نکتوں کے لئے ممتاز مقام ومرتبہ کی حامل ہے اور کتب سیرۃ کے ذخیرہ میں مفصل ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیرتی ادب میں سیرت حلبی کا ہمیشہ ایک ممتاز مقام رہے گا۔ زیر بحث نسخہ مطبعہ عامرہ قاہرہ ۱۲۹۲ھ کا مطبوعہ تین جلدوں میں ہے اور تقریباً ۱۶۰۰ (سولہ سو) صفحات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے متن کا آغاز حمد وصلوۃ کے بعد امام حلبی کے مختصر مقدمہ سے ہوتا ہے جس میں پہلے انہوں نے سیرت کے موضوع کی اہمیت، جلالت وعظمت کا ذکر حضرت سعد بن ابی وقاص اور امام زہری کے حوالہ سے کر کے موخر الذکر کو اولین مؤلف سیرت قرار دیا ہے۔ پھر حافظ وامام ابن سید الناس کی ''عیون الاثر'' اور امام شمس الدین شامی کی ''السیرۃ الشامیہ'' کی عظمت وجلالت کا ذکر کر کے انہیں دونوں کتابوں پر اپنی سیرت حلبی کو مبنی بتایا ہے اور ان دونوں کے برابر حوالے اور اقتباسات مع ان کی خاص علامات کے دیے ہیں۔ امام بوصیری، امام سبکی وغیرہ کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اور آخر میں اپنی کتاب کا عنوان بالا دیا ہے۔ اسی پر مقدمہ مؤلف ختم ہوتا ہے۔ (۲-۴)۔

کتاب سیرت کا پہلا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف ہے۔ اس کے اہم اوصاف میں پہلا تو یہ ہے کہ وہ ہر نام کے لفظی معنی بتاتے ہیں، دوسرے اس کے متعلق روایات واحادیث ذکر کرتے ہیں، تیسرے اس سے متعلق سوانحی خاکہ وہیں پیش کر دیتے ہیں مثلاً عبدالمطلب کے

نام شیبۃ الحمد، اس کے معانی، وجہ تسمیہ، دوسرے اسماء، عمر، اوصاف، اکابر قریش سے تعلقات وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں اور کئی نئی معلومات بھی دیتے ہیں جیسے جاہلیت میں انہوں نے شراب، عبادت اصنام وغیرہ متعدد گناہ ترک کر دئے تھے۔ ہاشم کی سوانحی تفصیلات اور بھی زیادہ ہیں جو بڑی تقطیع کے تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہیں جب کہ قصی کا ذکر اس سے زیادہ مفصل تقریباً دس صفحات پر مبنی ہے۔ آپ کا نسب شریف عدنان تک اور پھر حضرت ابراہیم تک اور حضرت آدم تک پہونچایا ہے اور انبیاء کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ امام حلبی کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ ائمہ حدیث جیسے بخاری، مسلم وغیرہ، اماماں سیرت و تاریخ ابن اسحاق، ابن سید الناس، شامی وغیرہ کے علاوہ دوسرے علماء و فقہاء اور ائمہ کی روایات و کتب کا برابر حوالہ دیتے ہیں۔ نسب نبوی کا بیان صفحہ ۴۰ تک وسیع ہے۔

دوسرا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کی آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ سے شادی اور زمزم کی کھدائی اور دوسرے متعلقہ امور پر ہے۔ اٹھارہ صفحات (۵۸-۴۰) کے اس باب کے اہم مباحث ہیں: (۱) والد عبداللہ کا حسن صورت و حسن سیرت (۲) ذبیح اور بہترین نام سے موسوم (۳) چاہ زمزم کی تاریخ، اس کی پٹائی، خواب عبدالمطلب میں اس کے مقام کی نشاندہی اور بازیافت (۴) بئر زمزم سے وابستہ مقامات پر اکابر قریش کے مکانات وغیرہ (۵) مکہ میں دوسرے کنوؤں کی تاریخ کے مختلف ادوار میں کھدائی، (۶) اصنام کعبہ، غزالین کعبہ وغیرہ کا بیان اور علماء کے خیالات و اقوال (۷) متعلقہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے (۸) زمزم کی ملکیت پر عبدالمطلب سے قریش کا اختلاف اور کاہنہ بنی سعد بن ہذیم سے فیصلہ کا ارادہ اور قریش کا اتحاد و اقرار ملکیت عبدالمطلب (۹) خانہ کعبہ میں سونا اور قیمتی ساز و سامان چڑھانے کی جاہلی اور اسلامی روایات، (۱۰) غزالین کعبہ کو چرانے کا جرم ابولہب بوجہ شراب خانہ خراب، (۱۱) شراب کی مذمت (۱۲) عبدالمطلب کی نذر، اولاد کا ذکر (۱۳) عبداللہ کی قربانی کے بدلے سو اونٹوں کی قربانی (۱۴) بقول امام زہری دیت میں سو اونٹوں کی عبدالمطلبی روایت اور دوسری روایات، (۱۵) اولاد کی قربانی کی نذر کا کفارہ، فقہاء کے مسالک (۱۶) حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کے دلائل و شواہد (۱۷) عبداللہ کی آمنہ سے شادی سے قبل قتیلہ خواہر ورقہ بن نوفل کی عبداللہ سے تجویز شادی، عبداللہ کا انکار، ایک اور عورت کی پیشکش، (۱۸) آمنہ سے عبداللہ کی شادی، شب زفاف کے مقام کی تصریح، حمل نبوی (۱۹) شعب ابی طالب کی تاریخی

حیثیت (۲۰) مختلف مصادر سیرت و تاریخ و قرآن و حدیث وغیرہ کا ذکر (۲۱) امام حلبی کی تصریحات وتشریحات وغیرہ (۲۲) نکاح المقت اور دوسرے اقسام کا بیان بحوالہ روایات جاہلیت، قرآنی آیات اور اسرائیلی روایات (۲۳) جدات - فواطم وعواتک - کا ذکر، اور ان کی تعداد میں مختلف اقوال علماء (۲۴) نسب نبوی صرف نکاح پر مبنی، سفاح کا شائبہ نہیں، (۲۵) بہترین خاندان میں آپ کے نسب طاہر کا انتقال (۲۶) نسب کی طہارت سے رافضہ کا استدلال کہ آپ کے آباء واجداد میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر طاہر نہیں ہوسکتا۔ (۲۷) تاریخ اسلام خاص کر اموی صحابہ اور اموی دور کے بعض واقعات کے حوالے نکاح کے مبحث میں (۲۸) عبدالمطلب کا زہری خاتون سے نکاح اور اولاد عبدالمطلب کے تعلقات خونی (۲۹) اس کے علاوہ بعض اور مباحث بھی ہیں۔

اگلا باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادر رحم میں تشریف فرما ہونے اور انبیاء ومرسلین پر آپ کی فضیلت سے متعلق ہے۔ اس میں بی بی آمنہ کی بشارات، خوابوں اور حمل کی کیفیات کے متعلق روایات ہیں۔ دوسرے انبیاء کے حمل کے بارے میں ان کی والدات کی کیفیات بھی ہیں۔ آپ کے محمد واحمد کے اسماء گرامی سے موسوم ہونے کی روایات ودلائل اور تشریحات ہیں۔ آپ دعوۃ (دعائے) ابراہیمی اور نوید عیسیٰ ہیں، آپ کی ولادت کے وقت محلات شام وغیرہ کے منور وواضح ہونے کی روایات کا بھی حوالہ ہے۔ بصریٰ کے روشن ہونے کی روایت معجزہ کو اس کی اسلامی فتح سے جوڑا گیا ہے۔ مختلف انبیاء اوران سے متعلق روایات کے علاوہ آیت وحدیث کا بھی کہیں کہیں حوالہ ہے (۶۳ - ۵۸)۔

چوتھا باب آپ کے والد مکرم کی وفات پر ہے۔ ابن اسحاق کے حوالہ سے جمہور علماء کا مسلک بیان کیا ہے کہ آپ ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور آپ کی ولادت باسعادت سے دو ماہ قبل ہوا۔ اس جمہوری مسلک کے مخالف اقوال وروایات بھی بیان کی ہیں اور ان پر محاکمہ کیا ہے۔ عبداللہ غزہ تجارت کے لئے گئے اور واپسی پر بیمار ہوکر مدینہ میں رہے اور وہیں بیماری میں انتقال کیا۔ ان کو لانے کے لئے ایک روایت کے مطابق حارث کو اور دوسری کے مطابق زبیر کو بھیجا لیکن ان کا انتقال ہوگیا اور وہ دار النابغہ میں دفن ہوئے۔ مدفن کے بارے میں بعد کے واقعات اور احادیث نبوی سے بھی حوالے ہیں۔ ابواء میں دفن ہونے کی روایات کو غلط بتایا ہے۔ آمنہ سے دوسری اولادوں یا حمل ہونے کی تمام روایات کی تردید کی ہے۔ ترکہ والدین اور ام ایمن کا ذکر مع ان کے نسب وسوانح کیا ہے۔

۔ترکہ کے بارے میں آپ کی حدیث کہ ہم انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں نہ وارث بناتے ہیں بھی مذکور ہے۔دوسرے متروکات میں پانچ اونٹوں اور ایک مویشی کے گلہ کا بھی ذکر ہے اور ایک غلام شقران ان کے والد کے ترکہ میں تھے۔احادیث اور مصادر سیرت و اسلام کا بھی ذکر ہے (۶۳-۶۷)۔

"ذکر مولد رسول اللہ ﷺ" پانچواں باب آپ کی ولادت باسعادت پر ہے۔اس میں آپ کے نال کے کٹے ہونے اور کپڑوں میں جبریل کے ہاتھوں لپیٹے جانے اور مختون پیدا ہونے کا ذکر ہے۔آپ صاف ستھرے بھی تھے۔مختون و مسرور ہونے کے بارے میں دوسری روایات کا بھی ذکر کیا ہے۔ختنہ پر بھی اسلامی اور اسرائیلی روایات کا ذکر کیا ہے۔ولادت کے بعد سجدہ میں گر گئے،اسی ضمن میں زیاد بن ابی سفیان کے نسب کا بھی ذکر ہے اور فال وطیرہ کے بارے میں احادیث کا بھی۔پھر قصورِ شام وغیرہ کے روشن ہونے کے معجزات کا ذکر ہے۔بصریٰ کی فتح کا بھی حوالہ ہے،والدہ امام شافعی کے مشاہدات کا بھی حوالہ ہے۔پیدائش کے وقت کلام کرنے کی بھی روایات ہیں۔تاریخ و دن پر اختلاف کا ذکر ہے۔عام الفیل کے حوالہ سے واقعہ فیل اور اس سے متعلق روایات و تشریحات دی ہیں۔اس کے حوالہ سے اکابر قریش کے تعلقات،تاریخ اسلام جیسے سفاح عباسی اور حجاج ثقفی کے عہد کے واقعات وغیرہ کا بھی حوالہ آیا ہے۔ولادت نبوی کے ضمن میں اس مکان کا بھی ذکر ہے جہاں وہ ہوئی تھی۔اس کے علاوہ وہ ضمنی مباحث میں بھی الجھ جاتے ہیں جیسے چھینک پر روایات،مقدس عورتوں کے کردار جیسے آسیہ،طویل اور لمبے لوگوں کی فہرست وغیرہ،خاندان عباسی کے بزرگوں کی عبادت وطہارت،کنیت وغیرہ کے حوالہ سے خلفاء اموی کا ذکر وغیرہ،پھر ولادت نبوی پر ابلیس کے جزع وفزع کا ذکر کیا ہے اور دوسرے معجزات اور غیر معمولی واقعات کا بھی جیسے ستاروں کا گرنا،شیاطین کا آسمان پر چڑھنے سے رکنا،یہودی کی ندائے غیبی کہ ستارۂ احمد طلوع ہوگیا،مکی یہودی کی پیشگوئی،اصنام کی بدشکلی اور کعبہ کی عمارت کا زلزلہ،ایوان کسریٰ میں زلزلہ وغیرہ اور اس کے حوالہ سے ایرانی تاریخ،برامکہ کا آغاز وعروج،ولادت کے وقت کلام نبوی کے حوالہ سے دوسرے انبیاء کا کلام وغیرہ (۶۷-۱۰۳)۔

محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے آپ کے موسوم ہونے پر اگلا باب ہے (۱۰۳-۱۱) ۔اس کے اہم ترین مباحث ہیں: اسماء گرامی کے صفات سے متصف ہونا،حضرت آمنہ کو رویاء میں ان سے موسوم کرنے کی ہدایت غیبی اور محمد نام صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالمطلب کا موسوم کرنا،ابن اسحاق

وحافظ دمیاطی کی روایات، ساتویں دن آپ کا عقیقہ، حافظ حلبی کی مختلف ماٰخذ کی مدد سے بحث اور اسماء کے معانی اور خصائص، بعض اچھے اور خراب نام رکھنے کی روایت، اور نام رکھنے کی اسلامی روایت، احمد ومحمد سے موسوم اشخاص جاہلیت اور اسلام میں اسماء نبوی کی برکات، اسم گرامی سننے پر کھڑا ہونا بدعت، مولود کی مجالس کی بدعت وغیرہ۔

رضاعت نبوی اور اس سے متعلقہ امور پر بحث اس کے بعد ہے۔ اس میں آپ کی تمام "مراضع" / رضائی ماؤں کی تعداد بیان کی ہے اور ان کے بارے میں روایات مختلف ماٰخذ سے نقل کی ہیں۔ رضائی ماؤں کی تعداد لفظ یقال کے ساتھ آٹھ اور دس بیان کی ہے پھر والدہ ماجدہ کی رضاعت کے بعد ثویبہ کی رضاعت، ان کی سوانح اور انجام کا مفصل ذکر ہے اور اس رضائی رشتہ سے آپ کے دوسرے رضائی اعزہ کا ذکر خیر ہے۔ آپ کی ایک رضائی ماں کا نام خولہ السعد یہ بھی بتایا ہے جو حضرت حمزہ کی بھی رضائی ماں تھیں۔ پھر تین بنی سلیم کی "ابکار" کی رضاعت نبوی کا ذکر کیا ہے۔ رضاعت حلیمہ سعدیہ کا بیان کافی مفصل ہے۔ درمیان میں دوسری اہم شخصیات کی رضاعت کے واقعات کا بھی کافی ذکر ہے۔ اس دور کے معجزات کے حوالہ سے بعد کے زمانے میں پیش آنے والے معجزات کا بھی حوالہ ہے اور متعدد دوسرے متعلقہ امور کا بیان ہے۔ امام حلبی نے اسی باب میں بنوسعد کے ہاں قیام وسکونت نبوی کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جیسے آپ کا بولنا، کلام اولین، صحت وتندرستی، نشو ونما، والدہ کے پاس دو سال بعد لانا، (دودھ چھڑانے کے بعد)، پھر حضرت حلیمہ کے ساتھ واپسی، شق صدر اور پانچ، چھ یا چار سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کے پاس واپسی وغیرہ کے تفصیلی مباحث اور روایات۔ بعض اسواق عرب جیسے عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ کے بارے میں بھی قیمتی معلومات ہیں۔ شق صدر کے معجزہ پر بہت مفصل بحث ہے پھر حضرت حلیمہ کے بارے میں خاصی معلومات دی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن حضرت شیماء کی غزوہ حنین کے بعد آمد اور حضرت حلیمہ کے قبول اسلام پر بحث کی ہے۔ اور دوسری ماؤں کے قبول اسلام پر بھی (۳۹-۱۱۱)۔

اگلے باب میں والدہ ماجدہ کی وفات، حضرت ام ایمن کی پرورش اور دادا کی کفالت کے بارے میں روایات ومباحث ہیں۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں مختلف اقوال ابن اسحاق اور مواہب کے حوالہ سے، وفات والدہ ماجدہ، ابواء کی جغرافیائی تعیین اور اس سے متعلق واقعات، مدینہ کے قیام کے

واقعات، والدہ کی وفات کے بعد آپ کی واپسی حضرت ام ایمن کے ساتھ، والد کے مقام تدفین کی تحقیق، والدہ کے لئے استغفار سے متعلق احادیث پر بحث، مقام تدفین والدہ پر بحث، فترہ رسالت کے دوران لوگوں کی عدم تکلیف پر دلائل واقوال اوران کی اخروی نجات کے متعلق مسالک، عبدالمطلب کی جلالت وعظمت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ الفت کے واقعات، مقام ابراہیم پر بحث، حضرت ام ایمن کی تربیت، اسقف نجران اور دوسرے لوگوں کی نبوت محمدی کی پیشگوئی، آپ کے ذریعہ سے عبدالمطلب کی دعائے استسقاء دوسرے مباحث ہیں (۵۰-۱۳۹)۔

''وفات عبدالمطلب اور کفالت ابوطالب'' کے باب میں امام حلبی نے حسب ذیل اہم نکات پر روایات جمع کی ہیں: وفات کے وقت عبدالمطلب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر، ابوطالب کو آپ کی کفالت کی وصیت پدری، روافض پر تنقید اور ابوطالب کے عمران نامی ہونے کی تردید، زبیر وابوطالب کے درمیان کفالت نبوی کے لئے قرعہ ڈالنے کی روایت، دونوں کی کفالت کی روایت، وفات عبدالمطلب پر مکہ میں ماتم، عبدالمطلب کا وفد برائے یمن اوراس کی تاریخ، ابوطالب کی کفالت ومحبت نبوی کے واقعات، دعائے استسقاء، زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ آپ کا سفر یمن (بعمر چودہ پندرہ برس) (۵۶-۱۵۰)۔ اگلی فصل ''چچا ابوطالب کے ساتھ سفر شام'' کے لئے مخصوص ہے اوراس میں حلبی نے تمام روایات جمع کردی ہیں اوران میں سے بعض پر محاکمہ بھی کیا ہے۔ ابن اسحاق، دمیاطی، مقریزی، محب طبری، ذہبی، ابن حجر وغیرہ کی روایات کے علاوہ الفاظ کی تشریح، جغرافیائی مقامات کی تفصیل، نسطورا اور بحیرا راہب کا قصہ اور بعض واقعاتی جزئیات بھی شامل ہیں (۶۲-۱۵۶)۔

ایک خاص فصل اس موضوع پر باندھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن ہی میں حفاظت فرمائی تھی اور ہر طرح کی جاہلی گندگی سے محفوظ رکھا تھا۔ اس میں بت پرستی، فحش امور اور برے اخلاق وغیرہ سے آپ کی حفاظت کے ضمن میں ازار اتارنے کے واقعہ، شادی بیاہ اور موسیقی کی تقریب میں شرکت، بوانہ نامی بت کی تعظیم، بتوں کے چڑھاوے کھانے وغیرہ سے اجتناب وتحفظ کے علاوہ بعض دوسرے امور واشخاص کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے جیسے احناف اور حنیفیت، شراب کی تحریم اور جاہلی روایات (۶۷-۱۶۲)۔

اگلی فصل آپ کے بکریاں چرانے کی نبوی سنت پر ہے۔ اس میں احادیث وروایات کے ذکر

کے علاوہ قراریط پر چرانے کی تشریحات ملتی ہیں اور دوسرے انبیاء کرام کے بکریاں چرانے کے حوالے اور واقعات وغیرہ بھی (۶۹-۱۶۷)۔ حرب الفجار میں آپ کی شرکت پر ایک باب ہے۔ اس میں لفظی معانی، فجار کی تاریخ، آخری اور چوتھی جنگ میں آپ کی شرکت کے وقت آپ کی عمر مبارک، سبب جنگ فجار، آپ کی شرکت کی نوعیت، وجہ تسمیہ، جنگ کی مدت (ایام)، قریشی زعماء، بعض بطون قریش کے اکابر کی صلح کی مساعی وغیرہ شامل ہیں (۷۲-۱۶۹)۔ حلف الفضول میں آپ کی شرکت پر ایک مختصر فصل ہے جس میں وجہ تسمیہ، سبب معاہدہ، حلف الفضول کے اولین داعی زبیر بن عبدالمطلب، بطون قریش کی شرکت اور بعض کی عدم شرکت، عبداللہ بن جدعان کی تعریف وخصائص، آپ کی احادیث، مطیبون اور حلفاء کے بطون قریش، حلف کے اثرات اور بعض متاخر اسلامی واقعات کا ذکر ہے (۷۷-۱۷۲)۔

امام حلبی نے آپ کے دوسرے سفر شام کا اگلا باب باندھا ہے جس میں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ ان کا مال تجارت لے کر شام جانے اور وہاں سے نفع کما کر لانے کے واقعہ کا ذکر ہے۔ اس کے جزئی اور ضمنی تفصیلات میں اور کئی چیزوں کا حوالہ ہے جیسے آپ کی عمر شریف کی روایات، مکہ میں قحط، ابوطالب کی آپ سے سفر تجارت کی درخواست اور ان کی حضرت خدیجہ سے آپ کی سفارش، بصریٰ میں نسطور راہب سے ملاقات، اس کی آپ کی نبوت کی پیشگوئی، نسطور پر بحث، بعض اسرائیلی فرقوں کا ذکر، درخت کے معجزاتی طور پر شاداب ہونے کا واقعہ وغیرہ، آپ کی تجارتی امانت ودیانت اور مہارت، آپ کی اجرت، دوسرے اسفار تجارت نبوی (چار یمن کی طرف اور ایک شام کی جانب)، آپ کے شریک حضرت سائب کا معاملہ، حضرت حکیم بن حزام کی آپ سے خرید سوق حباشہ میں اور حضرت خدیجہ کا متاثر ہونا (۸۳-۱۷۷)۔

حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی کا باب اگلا مبحث ہے: نام ونسب حضرت خدیجہ، نسب نبوی سے اس کی قربت واتصال، ان کا پاکیزہ کردار اور شرف ومال وجمال، ان کی شادی کی پیشکش اور آپ سے ان کے چچا کے ہاتھوں شادی، خطبہ نکاح، مہر کی رقم، دونوں زوجین کی عمر شریف، حضرت خدیجہ کی پہلی دو شادیوں اور ان سے اولادوں کے ذکر کے علاوہ متعدد مآخذ جیسے ابن اسحاق، ابن ہشام، محب الطبری، نووی، الفاکہی وغیرہ کے حوالہ سے متعلقہ امور کی جزئیات اس باب کے اہم اور کل مباحث ہیں (۸-۱۸۳)۔

پینتیس برس کی عمر شریف میں تعمیر کعبہ میں شرکت کرنے کے موضوع پر اگلی فصل ہے۔ اس میں

عمارت کعبہ کے انہدام کے سبب، اس کی بلندی اور دوسری تعمیری تفصیلات، بئر کعبہ، خزانہ کعبہ، مال حلال کے ساتھ اس کی تعمیر، آپ کی پتھر ڈھونے کی محنت، ازار کا واقعہ اور اس سے متعلق آپ کی طہارت و پاکیزگی کا حوالہ، کتبہ حرم، سامان تعمیر، سفینہ حبشہ، تعمیر کے لئے ارباع کعبہ کی بطون قریش میں تقسیم، باقوم رومی کی تعمیری ہدایات، حجر اسود کی تنصیب پر اختلاف اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ، نجدی کی صورت میں ابلیس کی فتنہ انگیزی، فضیلت و تاریخ کعبہ، نور محمدی کا حضرت آدم سے قبل تخلیق ہونا اور پھر نسل بعد نسل منتقل ہونا، مختلف ادوار میں تعمیر کعبہ، ہبوط آدم اور تعمیر کعبہ، دوسرے انبیاء کی تعمیر کعبہ، اور ان کا حج اور دوسرے امور پر بہت مفصل اور طویل بحث ہے۔ سیرت نبوی سے متعلق معلومات شروع میں ہیں، باقی زیادہ بحث ہبوط آدم اور تعمیر انبیاء اور ان کے متعلقہ امور پر ہے (۲۴۵-۱۸۸)۔ اسی میں مناسک حج ابراہیمی و اسلامی کا بھی ذکر ہے اور مختلف جاہلی اور اسلامی شخصیات اور ان کے واقعات کے حوالے بھی ہیں خاص کر عبداللہ بن الزبیر اور ان کی تعمیر کعبہ کے حوالے سے خلیفہ یزید اور عبدالملک اور ابن زبیر کا اختلاف، یزید کی خلافت، واقعہ حرہ، خلافت بنی مروان وغیرہ متعدد امور و واقعات اس میں بیان کردئے ہیں۔ پھر غلاف کعبہ کی تاریخ بیان کی ہے۔ حضرت ابن الزبیر اور ان کی تاریخ کشاکش پر بہت طویل بحث ہے اور خاتمہ حرمت کعبہ پر کیا ہے۔

اگلا باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت کی پیشگوئیوں پر باندھا ہے جو احبار یہود، رہبان نصاریٰ، کہان عرب، جنات وغیرہ کی زبانوں سے صادر ہوئیں یا ندائے غیبی، جانوروں، حجر و شجر کی تسلیم و تصدیق کے سبب وجود میں آئیں اور اسی میں کتب قدیمہ میں آپ کی صفات وغیرہ کے مذکور ہونے کا بیان ہے۔ یہ بھی خاصا مفصل باب ہے (۹۸-۲۴۵) جس میں سیرت کا مواد بہت کم ہے۔

بعثت سے قبل آپ کو شجر و حجر کے سلام کرنے پر ایک فصل باندھی ہے جو خاصی مختصر ہے۔ اس میں زیادہ تر احادیث ہیں اور صاحب الھمزیہ، امام سبکی، سیوطی کی خصائص صغریٰ، سہیلی، ابن عربی کی روایات و تصریحات وغیرہ ہیں (۹۹-۲۸۸)۔ اگلا باب آپ کی بعثت کے وقت اور عموم پر باندھا ہے جس میں عمر مبارک کا بعثت کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور متعدد روایات جمع کی ہیں۔ پھر چالیس برس میں تمام انبیاء کی بعثت کے علاوہ حضرت مسیح کے زمانہ بعثت پر روایات نقل کی ہیں۔ دوسرے انبیاء کے بارے میں یہی بحث کی ہے۔ اس کے بعد دوسرے انبیاء کی محدود بعثت کے مقابلہ میں آپ کی عمومی نبوت کا ذکر کیا ہے

اور ہر رسول کو اس کی زبان میں بھیجنے پر بحث کی ہے۔اس میں بعض اسلامی شخصیات، تاریخ اور واقعات کا بھی ذکر ہے۔بعض خصائص نبوی کا بھی بیان ہے (۲۹۹-۳۱۱) اور خصائص کا ذکر بہت زیادہ ہے۔

''وحی کی ابتداء'' پر اگلی بحث ہے۔اس میں حضرت عائشہ کی سند پر مروی بخاری کی روایت سے آغاز ہوتا ہے اور پھر اس کی تشریح، وحی کی تینوں قسموں کا جمع ہونا، رویائے صادقہ کی مدت، وحی الٰہی کی مدت، فترہ وحی کی مدت، غار حراء میں تحنث اور اس کی کیفیت پر بحث، حضرت جبریل کی ندائے غیبی اور اس کی مدت، تحنث کی مدت کے دوران آپ کا زاد طعام، غار حراء کی خصوصیت، تنزیل کتاب کی کیفیت، اولین آیات اقراء کی تنزیل اور اس کی مدت، حضرت خدیجہ کی تصدیق اور ان کی معیت اور دوسری متعلقہ بحثیں، عداس کی تصدیق، حضرت جبریل اور دوسرے ملائکہ کے بارے میں تفصیلات، دوسری آیات اور سورتوں کے بارے میں روایات خاص کر فاتحہ اور بسملہ کے بارے میں، ملائکہ کی صورت انسانی میں آمد سے روافض کا اپنے ائمہ کے بارے میں تصور وعقیدہ پر استدلال پر نقد، حضرت جبریل کی رویت نبوی کے واقعات ومواقع، آیات اور سورتوں کی تنزیل، فترہ وحی کی مدت، سورہ مدثر کی تنزیل اہم مباحث ہیں (۳۱۱-۵۱)۔

بعثت کے آغاز میں آپ کے وضو اور نماز پر دوسری متصل بحث ہے جس میں حضرت جبریل کی تعلیم سے آپ کے سیکھنے کی روایات ہیں۔نماز کی تفصیل ہے، قبلہ کا ذکر ہے، وضو کی تشریع پر بحث ہے، طہارت پر بحث ہے، جس میں وضو اور غسل وغیرہ کی تفصیلات ہیں، فقہی اقوال ومسالک کا بیان ہے، آپ کے نماز پڑھنے کے بعض واقعات کا حوالہ ہے اور فاتحہ کے رکن نماز ہونے کا ذکر ہے (۳۵۱-۵۷)۔

آپ پر ایمان لانے والے اولین شخص کا باب اس کے بعد ہے۔دعوت کی خفیہ مدت کا حوالہ دے کر حضرت خدیجہ کے اولین مسلم ہونے کے بارے میں روایات ہیں پھر حضرت علی، ابوبکر، زید بن حارثہ وغیرہ کے بارے میں نہ صرف ان کے ایمان لانے کی روایات ہیں بلکہ ان کی سوانحی تفصیلات بھی ہیں، اہل بیت کے ایمان کے بارے میں بحث ہے، دوسرے سابقین اولین حضرات زبیر، طلحہ، عثمان، سعد وغیرہ کے اسلام کی روایات ہیں، حضرت خدیجہ کے بعد اسلام لانے والی خواتین قریش ومکہ کا ذکر ہے۔کئی اموی اولین صحابہ کے اسلام کا بیان ہے۔کمزور مسلمانوں کے قبول اسلام کی بھی روایات ہیں۔خاتمہ بحث حضرت عمران بن حصین کے والد حصین کے اسلام پر ہوتا ہے (۳۵۷-۷۷)۔

اگلا باب کئی مباحث پر مبنی ہے یعنی دار ارقم میں آپ کا چھپ کر رہنا، اسلام کی علانیہ دعوت،

ابوطالب سے قریش کا مطالبہ کرنا کہ آپ کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں، قریش کے ہاتھوں مسلمانوں کا عذاب اٹھانا اور حضرت حمزہ کا اسلام لانا، اس باب کے اہم نکات ہیں: تین سالہ خفیہ دعوت کی مدت، دارارقم میں قیام، حضرت سعد وغیرہ کے نماز پڑھنے کا واقعہ اور قریش سے اولین تصادم، دارارقم کا بیان اور عہد عباسی میں اس کی خرید خلیفہ وقت، اعلان حق کا حکم الٰہی، مدت استخفا دارارقم کی مدت، پھوپھیوں کے مشورے سے قریبی اعزہ کو دعوت اولین اور ابولہب کی مخالفت، سورہ لہب کا نزول، قریش کو عمومی دعوت، مختلف دعوتی روایات اور ارشادات نبوی، قریشی مخالفت، ابوطالب کے پاس قریشی وفد کا آنا اور عمارہ کے بدلے آپ کو چھوڑنے کی تجویز رکھنا، ابوجہل کی مخالفت وعداوت اور اس کے واقعات، ام جمیل کا واقعہ، استہزاء قریش پر بددعائے نبوی، دوسرے موذیان قریش، ذبح کی وعید نبوی، حضرت ابن مسعود کی تعذیب، ابوجہل کی عداوت نبوی اور حضرت حمزہ کا قبول اسلام، مسلمانوں پر قریشی قہر، کمزور مسلمانوں پر عذاب قریش کے واقعات، حضرت ابوبکر کا ارادہ ہجرت اور ابن الدغنہ کا پناہ دینا (۳۷۷-۴۰۲)۔

قریش کا مطالبہ معجزات وآیات، مسلمانوں کی تعداد کی روزافزوں کثرت، یہود مدینہ سے آپ کی صفت کے بارے میں استفسار قریش، زبیدی اور اراشی تاجروں کا قصہ اور استہزا کرنے والوں کا بیان اگلے باب کے اہم ترین مباحث ہیں۔ اس میں اہم ترین واقعات وروایات یہ ہیں: عتبہ بن ربیعہ کی آپ سے ملاقات اور اس کا اسلام سے تاثر، اکابر قریش کے چیدہ چالیس افراد کی ولید بن مغیرہ کی قیادت میں ابوطالب سے ملاقات اور مصالحت کی گفتگو اور آپ کا انکار، سورۂ کافرون کا پس منظر اور نزول، آیات قرآنی بدلنے کا مطالبہ قریش، اکابر قریش کو دعوت نبوی اور حضرت ابن ام مکتوم کی حاضری کا واقعہ اور سورۂ عبس کا نزول، منیٰ میں قریشی اکابر کا اجتماع اور آپ سے مطالبہ معجزات اور انشقاق قمر کا معجزہ، ابوکبشہ کی تعریف ووجہ تسمیہ، دوسرے معجزات اور قرآنی آیات کے حوالے، ہدایت کیلئے قرآن کی کفایت، سورۂ کہف کا نزول اور ذوالقرنین، روح وغیرہ کا حوالہ اور مختلف امور پر بحث، استہزاء کے حوالہ سے اراشی سے ابوجہل کی خریداری وغیرہ کا واقعہ، دوسرے مستہزئین جیسے عقبہ بن ابی معیط، ابولہب، حکم بن العاص، وغیرہ کا ذکر اور ان کی سوانح کا بیان، قریش کے بڑے دشمنوں کی عداوت کا ذکر، اور ان کا اخروی اور دنیوی انجام (۴۰۲-۴۳۰)۔

اگلا باب تین موضوعات -حبشہ کی پہلی ہجرت، مہاجرین کی مکہ واپسی کے اسباب اور حضرت عمر کے اسلام- پرمبنی ہے۔ اذن نبوی برائے ہجرت حبشہ، اولین مہاجرین حضرت عثمان ورقیہ وغیرہ کا ذکر خیر، ان کی تعداد، ہجرت کا ذریعہ اور طریقہ، تاریخ، سورہ نجم کا نزول وتلاوت نبوی، آپ کے سجدہ کے ساتھ قریش کا سجدہ اوران کے اسلام کی افواہ، شیطانی آیات پر بحث، مہاجرین کی مکہ واپسی، بعض کی حبشہ کی طرف روانگی اور بعض کا مکہ میں اکابر قریش کی جوار میں قیام، حضرت عمر کے قبول اسلام کی روایات اور بعض مکی واقعات کا ذکر اہم ترین مباحث باب ہیں (۴۹-۴۳۱)۔

''بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مقاطعۂ قریش اور صحیفہ مقاطعہ کی تحریر'' پر اگلا مبحث ہے۔ قتل نبوی میں ناکام رہنے کے سبب قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ بنو ہاشم اور ان کے حلیفوں اور مسلمانوں کا مقاطعہ کردیا جائے اوراس موضوع کا ایک صحیفہ لکھ کر خانہ کعبہ سے لٹکا دیا۔ یہ مختصر فصل اس بحث پر مبنی ہے (۵۰-۴۴۹)۔ اسی سے متصل دوسری ہجرت حبشہ دوم پر باندھی ہے جب کہ تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم ہوگئیں۔ ان مہاجرین کے اسماء گرامی اور بعض سوانحی تفصیلات بیان کر کے ان میں سے بعض کی شرکت یا عدم شرکت پر بحث کی ہے، اسی میں ان مہاجرین کو واپس مکہ لانے کیلئے قریشی وفد کے بھیجے جانے کا ذکر ہے، حضرت جعفر کی تقریر کا بیان ہے اور وفد قریش کے ناکام آنے کی تفصیلات ہیں، نجاشی کے اسلام اور حمایت مسلمین اور بعض دوسرے سیاسی اور سوانحی واقعات کا حوالہ ہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری میں مسلمانوں کی ابتلاء وتکلیف کا بیان ہے، مقاطعہ کے خاتمہ اور صحیفہ کی منسوخی اوراس کی مساعی کرنے والوں کا ذکر ہے اور مسلمانوں کی محصوری سے آزادی کے بیان پرخاتمہ ہوتا ہے (۶۱-۴۵۰)۔

اس کے بعد ایک مختصر فصل میں نصاریٰ نجران کے ایک وفد کے حاضر خدمت ہونے اور اسلام قبول کرنے اور حضرت ضماد ازدی کے قبول اسلام کا ذکر ''باب ذکر وفد نجران'' کے تحت ہے (۴۶۱)۔ پھر ''وفات ابی طالب وحضرت خدیجہ'' کی فصل میں آپ کی زندگی کے ان دو المیوں کا ذکر ہے۔ دوسرے مباحث میں نماز جنازہ اور حضرت خدیجہ سے آپ کے حسن تعلق، حضرت سودہ سے شادی، حضرت عائشہ سے نکاح، ابوطالب کی کفر پر موت اور ان کی موت کے واقعات اور آپ کی شفاعت اور فترۂ رسالت کے لوگوں کے بارے میں بحث شامل ہے (۷۱-۴۶۱)۔ اسی سے متصل آپ کے سفر طائف پر

خاصا مفصل باب ہے جس میں طائف کی وجہ تسمیہ، سبب سفر نبوی، تاریخ سفر، مقصد سفر، اکابر طائف کا تعارف، آپ کی دعوت اور احمقان شہر کی سرکشی، آپ کی زخمی حالت میں واپسی، عتبہ شیبہ کے باغ میں عداس سے ملاقات اور ان کا قبول اسلام، حضرت یونس کا ذکر خیر، واپسی کے سفر میں جنات کا قبول اسلام اور اس سے متعلق واقعہ کی تفصیلات، مطعم بن عدی کی جوار میں مکہ واپسی اور قیام نبوی اور بعض اشخاص و واقعات کا ذکر شامل ہے (۸۶-۴۷۱)۔

ایک مختصر فصل میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے قبول اسلام کا بیان ہے (۷-۴۸۶) اور اس سے متصل مفصل و مطول باب میں اسراء و معراج اور پانچ فرض نمازوں کی تفصیلات تامہ ہیں (۴۸۷-۵۵۱)۔ اس میں بعض عجیب و غریب معلومات ہیں جیسے آپ کی اسراء تیس بار ہوئی۔ اسراء مدنی پر بحث کر کے اس کو ثابت کیا ہے اور احادیث میں تطابق پیدا کیا ہے۔ براق وغیرہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ شق صدر کے معجزہ پر کلام کیا ہے اور اس کے تعدد کو ثابت کیا ہے۔ معراج آسمانی کی منازل سے تعرض کیا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام سے ملاقات نبوی کے ضمن میں ان کے سوانح و فضائل سے بحث کی ہے۔ رویت جبریل اور رویت باری پر روشنی ڈالی ہے، ملائکہ کی فضیلت دکھائی ہے، نماز کے اوقات سے فقہی بحث کی ہے، جنت و جہنم کے اہل کا ذکر کیا ہے، بیت معمور کی تعریف کی ہے، سدرۃ المنتہیٰ کی مراد بتائی ہے، طہارت کی اقسام گنائی ہیں اور دوسری متعلقہ اور غیر متعلقہ تفصیلات کے علاوہ کئی اشخاص اور واقعات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اسی پر سیرت حلبیہ کی جلد اول تمام ہوتی ہے۔

سیرت حلبی کی جلد دوم کا اولین باب ہے: ''قبائل عرب سے آپ کی حمایت و نصرت کا مطالبہ''۔ تین سالہ خفیہ دور تبلیغ اور دس سال تک اعلانیہ تبلیغ کے زمانے کا حوالہ دینے کے بعد مؤلف گرامی نے ہر سال مواسم و مقامات حج میں قبائل کی قیامگاہوں پر جانے اور ان کو اسلام کی دعوت دینے کے نبوی طریقہ کار کا ذکر کیا ہے، اس ضمن میں مقامات حج، اسواق عرب، ابولہب کی مخالفت، مختلف قبائل جیسے بنو حنیفہ، بنو عامر بن صعصعہ، شیبان وغیرہ کا ذکر کر کے خزرج کے اولین زائروں کے قبول اسلام کو بیان کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں یہود مدینہ کی مخالفت اور جنگ بعاث پر روشنی ڈالتے ہیں، پھر بیعت عقبہ اولیٰ، حضرت مصعب کی مدینہ روانگی، مدینہ میں اشاعت اسلام کی ترقی، جمعہ کی نماز کی اقامت اور ایام کی وجوہ تسمیہ، اکابر اوس و خزرج کے قبول اسلام، بیعت عقبہ ثانیہ، عباسؓ کی شخصیت کی تعیین، نقباء کی

تقرری اور اہمیت، اتحادِ نبوی اور اوس و خزرج کے معاہدہ کے خلاف ابلیسی نداء اور اکابر قریش کی مساعی، عمر وبن الجموح کے بت کا واقعہ، اذن ہجرت، اولین مہاجرین کے واقعات ہجرت، بعض مہاجرین کی گرفتاری اور مکہ میں قید و بند کی آزمائش، ہجرت نبوی کے اولین مختلف مراحل اور واقعات، مکہ سے فراق پر آپ کا حزن و ملال، مکہ کی حرمت و تقدس، غار ثور کا قیام، قریش کا تعاقب، معجزات سفر، خدمات صدیقی اور انفاق فی سبیل اللہ اور حضرت ابوبکر سے حب الٰہی پر بہت سی روایات و تفصیلات جمع کی ہیں (۴۵-۲)۔

اسی سے متصل دوسرے باب میں ہجرت مدینہ کے منازل کی تفصیلات اور روایات نقل کی ہیں مثلاً دوران سفر بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر آپ کے ردیف تھے، دعائے سفر، ہجرت کی ابتداء، منازل، قرآنی آیات کے حوالے سے آپ کی مکہ واپسی کی ضمانت الٰہی، سراقہ کے تعاقب کا واقعہ، نبوی پیشگوئی کے حوالہ سے ایران کی فتح اور مال غنیمت کا حوالہ، ام معبد کی میزبانی، دودھ کا معجزاتی واقعہ، حضرت ام معبد کا اسلام و ہجرت اور ان کے حوالہ سے ان کے بارے میں معلومات، سعدین کے قبول اسلام کا غیبی اعلان، مدینہ کے سعد نامی سات اکابر کا ذکر خیر، تاریخ ہجرت، قباء میں قیام، حضرت کلثوم بن ہدم کا ذکر، حضرت ابوایوب انصاری کی میزبانی، خاندان رسالت کو مدینہ لانے کے نبوی انتظامات اور ان کی اور حضرت علی کی ہجرت، مدینہ میں استقبال اور آمد نبوی سے برکت، لوگوں کی بیعت اور استقبال، مساجد قباو مدینہ کی تعمیر، قباء کی نبوی زیارتیں، مکانات نبوی کی تعمیر، مسجد نبوی کی تعمیر کی تفصیل، آپ کی شعر خوانی کا واقعہ، حضرت عمار کی شہادت کی پیشگوئی اور ان کی سوانح مختلف مہاجرات اور نومولود مسلمانوں کا ذکر، انصار کی خدمت و محبت نبوی، صفہ کی تعمیر اور اہل صفہ کا بیان، مساجد میں روشنی کا آغاز دور فاروقی میں اور اس کی تاریخ، اکابر قریش کیلئے بددعاء، مدینہ سے بیماری دور کرنے کی دعاء اور مسلمانوں کی ابتلا، اور نبوی دعا کی قبولیت اور مدینہ کی حرمت و تقدیس، مکانات کا عطیہ حارثہ بن النعمان، اولین مسلمان وفیات، مواخاۃ انصار و مہاجرین اور مکہ میں مقید کمزور مسلمانوں کیلئے دعائے نبوی اہم مباحث ہیں (۱۲۳-۵۴)۔

''اذان کی ابتداء اور اس کی مشروعیت'' پر اگلی بحث ہے جو کافی مفصل ہے۔ اس میں اذان واقامت کی مشروعیت کو امت محمدی کی خصوصیت قرار دے کر دوسری قوموں سے موازنہ کیا ہے۔ پھر اذان کا پس منظر لکھا ہے کہ لوگ نماز کے اوقات میں از خود جمع ہو جاتے تھے، پھر دوران اسراء اذان کی

وحی کا ذکر کیا ہے اور دوسری غریب روایات نقل کر کے ان پر نقد کیا ہے۔ اقامت نماز کیلئے صحابہ کرام کی مختلف تجاویز کا حوالہ دے کر حضرت بلال کے اذان دینے کا واقعہ نقل کیا ہے، اذان واقامت کے فقہی احکام ومسالک کے بارے میں بحث کی ہے اور اذان کے بعد امام کو بطور خاص نماز کی اطلاع دینے کی مشروعیت پر کلام کیا ہے۔ بعض واقعات کے حوالہ سے اذان کے آداب بتائے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام موذنوں کا مفصل ذکر خیر، اذان میں بدعات کی رواج کا حوالہ دیا ہے پھر منارۂ اذان/مبزنہ بنانے کی تاریخ لکھی ہے، اذان ونماز کے حوالہ سے بعض یہودیوں کی دشمنی کے واقعات نقل کئے ہیں۔ جن میں اعصم یہودی کے سحر کرنے کا واقعہ بھی شامل ہے۔ اسلام کے خلاف یہودی سازشیوں اوران کی مکارانہ حرکات کا ذکر کیا ہے خاص کر ان کے اسلام دشمن اکابر کا، آپ سے روح وغیرہ کے بارے یہودی سوالات اور سورۂ کہف کے حوالہ سے ان کے جواب کا مفصل بیان ہے، پھر حضرت عبداللہ بن سلام کے قبول اسلام کے واقعہ اور دوسرے علماء کے انکار پر بحث کی ہے، تورات کے حوالہ سے اسلامی احکام اور یہودی روایات کا موازنہ کیا ہے، یہودی زانی مرد وعورت کے مقدمہ کا بیان ہے۔ بیت مدراس کا واقعہ بھی تفصیل سے دیا ہے۔ پھر منافقین اوران کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کا ذکر شر ہے، ایک ذیلی فصل میں حضرت عائشہ کی رخصتی، اس کی تاریخ اور متعلقہ واقعات اور آپ کے ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر خیر کیا ہے۔ ان مباحث وموضوعات کے تحت مختلف دوسرے ذیلی امور ونکات پر بھی روشنی ڈالی ہے (۶۲-۱۲۳)۔

اس کے بعد غزوات ومغازیٔ نبوی کا طویل باب شروع ہوتا ہے۔ پہلے ان کی تعداد ستائیس بتا کر ان کو ترتیب کے ساتھ گنایا ہے پھر نو غزوات میں قتال ہونے کا حوالہ دے کر ان کے نام لئے ہیں اور فتح مکہ کے معاملہ پر علماء ومورخین کا اختلاف نقل کیا ہے۔ اس کے قتال وجہاد کی اجازت الٰہی پر بحث کی ہے اور متعلقہ آیات جہاد کی شان نزول بیان کی ہے۔ ایک اہم بحث یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس قتال وجہاد فرماتے تھے اور کبھی پیٹھ نہیں دکھائی۔ پھر قتال میں ملائکہ کی شرکت کو بدر، احد اور حنین تک محدود کرنے، منجنیق کو اول بار استعمال کرنے اور احادیث وآیات کے حوالہ سے اسلامی فلسفۂ جہاد پر بحث کی ہے۔ جس میں چار مقدس مہینوں کا ذکر ہے، پھر انذار بلا قتال کے زمانے کا ذکر ہے، پھر دفاعی جہاد کا اور پھر عام جہاد کا اور سورۂ براءت کے نزول کے بعد کفار کے لئے صرف تین صورتوں کے

رہ جانے کا۔ آپ کے عہد میں جہاد کے فرض عین ہونے کا ذکر کر کے غزوہ ودان/ ابواء کے مقصد وسبب کا ذکر کیا ہے اور بنو ضمرہ سے معاہدۂ امن کا (۶-۱۶۲)۔ اس میں بعض کتابوں کے حوالہ سے مقصد ومحرک غزوہ پر روشنی ڈالی ہے۔

اس کے بعد الگ الگ عنوانات کے تحت غزوات وسرایا کا ذکر کیا ہے اور درمیان میں زمانی ترتیب کے مطابق دوسرے واقعات وحالات کا بھی۔ پہلی سرخی غزوۂ بواط کی ہے جس میں لواء بردار کے مقام جیش اور اولین علمبردار حضرت ابراہیم علیہ السلام، مقام غزوہ کی تشریح، الویہ اور رایات کے فرق اور اسلام میں ان کے استعمال اور جبل رضویٰ کے حوالہ سے کیسانیہ فرقہ کے عقیدۂ ظہور امام کا بھی ذکر کر دیا ہے (۷-۱۶۶)۔ غزوۂ العشیرہ کے بیان میں امام بخاری کے اس غزوہ سے آغاز مغازی کرنے، مختلف سیرت نگاروں کے حوالہ سے اس کی تاریخ، مقصد، محرک اور تفصیلات بیان کی ہیں، اسی میں حضرت علی کی کنیت ابوتراب کا پس منظر، ان کی شہادت اور ان کے قاتل اور خوارج کا بھی خاصا مفصل ذکر کیا ہے (۷۰-۱۶۷)۔ پھر غزوہ سفوان کا مختصر بیان ہے جس میں ترتیب مغازی میں اس کے مقام پر نکتہ خاص ہے (۱۷۰)۔ اسی سے متصل تحویل قبلہ کا باب ہے۔ اس میں تاریخ اور روایات واسباب کے علاوہ حضرت ام بشر، ربیع بنت معوذ، ام حرام بنت ملحان اور ان کی بہن ام سلیم کے ہاں تشریف لے جانے، تحویل قبلہ کے وقت اور نماز، بیت المقدس کی اہمیت اور اس کے نبوی قبلہ ہونے وغیرہ کی روایات کا تجزیہ کیا ہے۔ پھر رمضان کے روزوں کی فرضیت، صیام عاشورا، صیام نبوی کی سنت، روزہ کے فقہی مسائل، زکوۃ فطر اور نماز عید الفطر اور اس کی ادائیگی، عیدالاضحیٰ میں قربانی کی سنت، مسجد نبوی میں آپ کے منبر، کھجور کے تنے کے رونے اور خلافت اسلامی میں منبر کے استعمال خلفاء پر کافی مفصل بحث کی ہے (۸۹-۱۷۰)۔

"باب غزوۃ بدر الکبریٰ" خاصا مفصل ہے (۲۷۰-۱۸۹)۔ اس کے متعلقہ اور غیر متعلقہ مباحث بہت سے ہیں: غزوہ کے مختلف نام، سبب غزوہ، قریشی کاروان تجارت اور غزوہ ذو العشیرہ، حضرت ام ورقہ بنت نوفل کی شہادت کا واقعہ اور اس کی پیشگوئی، ابوسفیان کے کاروان تجارت کی حفاظت کے لئے لشکر مکہ کی طلبی، رویائے عاتکہ بنت عبد المطلب اور قریشی اکابر کا ردعمل، قریشی لشکر کی روانگی، سعد بن معاذ کا بدر سے قبل عمرہ کا سفر اور ابوجہل سے تصادم کا واقعہ، تعداد مقاتلین مکہ، سراقہ مدلجی کی شکل میں ابلیس کی فتنہ انگیزی، مسلم لشکر کی روانگی، نوعمروں کی واپسی، مسلم مجاہدوں کی تعداد، حضرت عثمان اور حضرت

رقیہ کا واقعہ، خلفاء مدینہ، مسلم جاسوسوں کی خبر گیری، لواء ورایت نبوی، قریشی علمبردار، صرف مسلم مجاہدین کو شرکت کی اجازت، باری باری سے اونٹوں پر سواری، گھوڑوں کی تعداد اور ان کے مالکوں کے نام، اہل رائے سے نبوی مشاورت اور انصار ومہاجرین کی عزیمت، بدر میں مسلم ورود، دعائے نبوی، قریشی سقوں کی گرفتاری، مختلف اکابر قریش کے اسماء اور ان کی کھانا فراہمی کی مساعی، ابوسفیان کے مشورے کے خلاف ابوجہل کی بدر آمد وقیام کی ہٹ دھرمی، بعض بطون وافراد قریش کی مکہ واپسی اور ان کے بارے میں تفصیلات، بارش اور اونگھ کی کیفیات، خیمہ گاہ کے بارے میں حضرت حباب بن منذر کی رائے اور بدر کے کنوؤں پر قبضہ، عریش نبوی، شجاعت ابوبکر وعلی، مصارع اکابر قریش، عتبہ وحکیم وغیرہ قریشی زعماء کی مساعی امن اور ابوجہل کا جنگ پر اصرار، عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر کا واویلا، جنگ کا مبارزت سے آغاز، ابن الحضرمی کے مسلم بھائیوں کا ذکر، جنگ کا آغاز وسلسلہ، مسلم شہداء، ملائکہ کی شرکت، کنکریاں مارنے کا معجزہ، بعض اکابر قریش کو قتل کرنے کی نبوی ممانعت، حضرت ابوبکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کا واقعہ تصادم اور ان کی سوانح، اکابر قریش کے قتل کے واقعات، ابوجہل کی دعائے فتح اور اس کا قتل، مجاہدین عفراء کے فرزندوں کا جوش وولولہ، شعار مسلم، مقتولین بدر کا کنوؤں میں دفن، آپ کا ان سے خطاب، فتح مسلم، فتح کی بشارت اہل مدینہ کو، حضرت رقیہ کی وفات وتدفین کے حوالہ سے فضائل عثمان، اموال غنیمت اور ان کی تقسیم، مسلم حصے، بعض قریشی مجرمین کا قتل، اسیران بدر اور ان کے بارے میں مشاورت اور فیصلہ اور زرفدیہ، صفوان بن امیہ کا واقعہ وغیرہ مختلف امور جیسے فتح بدر پر نجاشی حبشہ کی مسرت اور بعض مباحث، اسلام نجاشی اور نجاشی کے دربار میں نبوی سفارتیں، حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے کارنامے، اس میں اسلامی خلافت کے عہد کے بعض واقعات، حوادث اور امور وشخصیات کے بارے میں بھی کافی معلومات ہیں اور عہد جاہلیت خاص کر اسرائیلیات کا بھی اچھا خاصا ذکر ہے۔

اگلا باب غزوہ بنی سلیم ہے جس کے تحت غزوہ کا مختصر ذکر کر کے حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے شادی کا واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس میں حضرات علی وفاطمہ کے حالات وازدواجی زندگی کے واقعات کے علاوہ ان کے فضائل بھی ہیں، خاتمہ بحث بنو ہشام بن المغیرہ کی دختر سے حضرت علی کی شادی کی اجازت کی ممانعت پر ہوتا ہے (۲۴۳-۲۷۰)۔ پھر غزوہ بنی قینقاع کا بیان ہے جس میں سبب غزوہ، محاصرہ نبوی، یہود کا اپنے آطام سے بلاشرط اترنا، ابن ابی بن سلول کی منافقانہ حرکات اور

اصرار پر ان کی جلا وطنی ، ان کے اموال کی تقسیم، صفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عطایائے نبوی (۷۷-۲۷۳)۔ پھر تین مختصر فصول میں غزوۃ السویق (۸-۲۷۷)، غزوہ قرقرۃ الکدر (۹-۲۷۸) اور غزوہ ذی امر (۸۰-۲۷۹) کا ذکر ہے، اس کے بعد غزوہ بحران کے نسبتاً مفصل باب میں غزوہ کا ذکر تو چند سطروں پر مشتمل ہے اور دوسرے واقعات کا ذکر زیادہ ہے جیسے حضرت ام کلثوم سے حضرت عثمان کی شادی، آپ کی حضرت حفصہ سے شادی، حضرت زینب بنت خزیمہ سے شادی، حضرت زینب بن جحش سے حضرت زید کی شادی، ان کی طلاق اور آپ کی شادی، ازدواجی زندگی کے بعض عمدہ واقعات، حضرت عائشہ کی فضیلت (۸۴-۲۸۰)۔

حسب توقع غزوہ احد کا باب خاصا مفصل ہے (۳۳۶-۲۸۴) اور اس کے اہم ترین واقعات ونکات یہ ہیں: تاریخ وسبب غزوہ، احد کا محل وقوع اور اس کی اہمیت، مختلف اکابر قریش کی فوج میں شمولیت، خواتین قریش کی شرکت اور رجز خوانی، غزوہ احد کے اہم کرداروں کا تعارف، حضرت عباس کا مکہ سے خبر نامہ، لشکر قریش کی تعداد وجنگی قابلیت، احد میں آمد اور خیمہ زنی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رویائے صادقہ اور اس کی تعبیر، مدینہ میں رہ کر مقابلہ کی نبوی تجویز، پر جوش صحابہ کرام کا کھلے میدان میں لڑنے پر اصرار، آپ کا ان سے اتفاق، آپ کی روانگی اور آپ کی اسلحہ وآلات حرب سے تیاری، مسلم علمبرداروں کی تقرری، عبداللہ بن ابی کی منافقین کے ساتھ علیحدگی، خلیفہ نبوی کی تقرری، راستے کی منازل، عرض لشکر اور نو جوانوں اور کم عمروں کی واپسی، بعض نو جوانوں کی شرکت کی اجازت اور ان کی اولاد کے بارے میں کچھ تفصیل، حرس کی تقرری اور منافقین کی واپسی کا اثر، گذرگاہوں کا بیان اور وادی احد میں آمد اور صف بندی، خطبہ جہاد، مسلم اور قریشی شہسواروں کی تعداد، تیراندازوں کی تقرری اور ان کو ہدایت نبوی، تلوار نبوی کا حضرت ابو دجانہ کو عطیہ اور ان کی شجاعت، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت علی وغیرہ صحابہ کرام کی شہامت، قریشی علمبرداروں اور مقاتلین کا ذکر، حضرت ابوبکر اور ان کے فرزند عبد الرحمٰن کا مقابلہ، قریشی عورتوں کا رجز، حضرت حمزہ کا جہاد اور شہادت، قریشی لشکر کی پسپائی، ابو عامر راہب اور ان کے فرزند حضرت حنظلہ کا ذکر، قریشی شہسوار دستہ کا عقبی حملہ، مسلم لشکر میں افراتفری اور آپ کے چہرۂ مبارک کا زخمی ہونا، حملہ آور کا ذکر شر، حفاظت نبوی پر بحث، آپ کا علاج ومعالجہ، صحابہ کرام کی شجاعت، مسلم مجاہدین کی واپسی اور آپ پر جاں نثاری مختلف مجاہدین کے واقعات، حضرت حمزہ کی

شہادت کا مفصل واقعہ اور مثلہ، قریشی لشکر کی واپسی اور ابوسفیان کے اعلان باطل کے جواب میں حضرت عمر کا اعلان حق، مختلف آیات قرآنی کی شان نزول، شہداء کی تعداد اور ان کی تدفین، ملائکہ کی شرکت، شہداء کا ماتم، اور ان کے اسماء گرامی، اور بعض دوسرے غیر متعلقہ امور جیسے حضرت اویس قرنی کا ذکر خیر وغیرہ اس میں شامل ہیں۔

غزوہ حمراء الاسد کی فصل بھی خاصی مفصل ہے۔ اس میں مسلم لشکر کی روانگی، قریشی سالار کا منصوبہ، مجلس مشورہ، آیات قرآنی اور روایات کے حوالے سے مقاتلین ومجاہدین کا زخمی ہونے کے باوجود تعاقب میں شریک ہونا، ان کے اسماء گرامی، راستہ کی بعض تفصیلات، حمراء الاسد کی منزل اور قیام کے بعض واقعات، معبد خزاعی کی مساعی، بعض جنگی مجرمین کا قتل اور ان کی تفصیلات، تحریم خمر کا پس منظر اور حکم الٰہی اور شرب خمر کے بعض واقعات اس کے اہم مباحث ہیں (۴۴-۳۳۶)۔

اگلا غزوہ بنی النضیر ہے، یہود بنی نضیر کے بارے میں مختصر حوالہ کے بعد اس کی تاریخ کے بارے میں علماء مغازی کی روایات مختصراً نقل کی ہیں۔ پھر سبب غزوہ کا خاصا مفصل بیان ہے۔ آپ کے قتل کے یہودی منصوبہ کا ذکر ہے، آپ کے محاصرہ کرنے اور منافقین کی در پردہ سازش کے سبب محاصرہ کے طول کھینچنے اور دوسرے یہود کی امداد کا حوالہ ہے۔ پھر ان کے ہتھیار ڈالنے اور مدینہ چھوڑ کر جانے وغیرہ کا بیان ہے، بعض کھجوروں کے درخت کاٹنے کے حوالہ سے تمر کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ ان کے اموال کی تقسیم کے علاوہ متعدد نضری اکابر کی معافی کا ذکر ہے (۵۳-۳۴۴)۔

غزوہ ذات الرقاع کی فصل میں اس کے کئی نام، مدینہ کے قیام نبوی، مختلف تاریخوں کے حوالہ سے مورخین ومحدثین کے اختلاف، دوبار غزوۂ ذات الرقاع کے نظریہ پر مفصل بحث، صلوۃ خوف پر شرعی اور فقہی اور تاریخی تفصیلات ہیں۔ اسی کے حوالہ سے خون کے بہنے کے سبب نجاست کے ناقض وضو ہونے پر فقہی مسلک کا ذکر ہے۔ پھر غورث کے حملہ اور آپ کی استقامت کے واقعہ اور مختلف آیات قرآنی کے نزول ومعانی کا ذکر ہے، حضرت جابر کے اونٹ کی خریداری نبوی کا واقعہ بھی ہے، وجہ تسمیہ غزوہ کا بیان ہے اور بعض متعلقہ واقعات وامور کی تشریح ہے۔ خاتمہ حضرت ام سلمہ ہند رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی کے ذکر پر ہوتا ہے جس کے آخر میں تیمم کی مشروعیت کا صرف حوالہ ہے (۶۰-۳۵۴)۔ پھر دو مختصر فصول میں غزوہ بدر الآخرہ/ الموعد کی مختلف روایات پر اور غزوہ دومۃ الجندل کے بارے میں مختلف تفصیلات پر

بحث ہے (۶۴-۳۶۰)۔ حسب معمول ان دونوں میں بھی بعض واقعات کا زمانی ترتیب کے مطابق ذکر ہے مثلاً غزوہ بدرالموعد میں بازار کے قیام اور چار منافقین کے اقوال کے حوالہ سے قرآنی آیات کے نزول وغیرہ کا ذکر، اور غزوہ دومہ میں عیینہ بن حصن فزاری سے مصالحت کا معاہدہ اور ان کی حرکات کا ذکر، ۴ھ میں آیات حجاب کے نزول اور قصر نماز کا مختصر حوالہ اور حضرت حسین کی ولادت وتسمیہ کا واقعہ، اور فرضیت حج پر اختلاف رائے، تیمّم کی مشروعیت اور حضرت سعد کا اپنی مرحومہ ماں کے لئے وقف (بئر کنواں)۔

غزوہ بنی المصطلق کی مفصل فصل بھی مختلف واقعات وامور پر مشتمل ہے۔ غزوہ کے حوالہ سے اس کے مختلف اسماء، بنوالمصطلق کا نسبی سلسلہ، مریسیع کی جغرافیائی تعیین، حضرت بریدہ بن حصیب کے ذریعہ بنو المصطلق کے حملہ کرنے کے منصوبہ کے بارے میں معلومات کی فراہمی، آپ کی تیاری، تاریخ غزوہ کے بارے میں اختلاف، مختلف دستوں کے امراء کے نام، ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی معیت، منافقین کی شرکت، ، مریسیع پہونچکر قتال وجہاد، دشمن کی شکست اور قیدیوں اور اموال غنیمت کے حصول کے بعد بخاری ومسلم وغیرہ کی اختلافی روایات کا ذکر کیا ہے۔ اسی سے متعلق فقہی مسلک بیان کیا ہے کہ عربوں کو غلام بنایا جاسکتا ہے۔ پھر تقسیم غنائم اور اسیران کا ذکر کر کے حضرت جویریہ کی گرفتاری، آزادی اور آپ سے شادی کا واقعہ مختلف روایات کے حوالہ سے اور فقہی جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی میں عزل پر فقہی بحث ہے اور مختلف غزوات اور واقعات کا حوالہ ہے۔ پھر بنوالمصطلق کے قبول اسلام کا بیان ہے جس کے متصلاً بعد حضرت ولید بن عقبہ اموی کے مصدق بنی المصطلق مقرر کئے جانے کے متاخر واقعہ کا مفصل بیان ہے اور حضرت ولید کے بعد حیات کے واقعہ کا بھی ذکر ہے۔ پھر حضرت جویریہ کی شادی اور اس کی برکت سے متعدد خاندانوں کی آزادی کے حوالہ کے بعد مسلم شہیدوں کا ذکر ہے۔ ایک قاتل کے مرتد ہوجانے کے واقعہ کا حوالہ ہے۔ انصار ومہاجرین کے درمیان حمیت جاہلیہ کے ابھارنے کی منافقانہ سازش کا بیان ہے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے منصوبہ کا ذکر ہے۔ بعض صحابہ کرام کے بارے میں بھی روایات وارشادات نبوی ہیں اور منافقین وغیرہ کے واقعات بھی۔ ناقہ نبوی کی گمشدگی کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہ کی مسابقت کا محبت آگیں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے واقعات وروایات پر محاکمہ بھی ہے (۸۳-۳۶۴)۔ اس کے بعد واقعہ افک کا مفصل ذکر ہے (۹۸-۳۸۳)۔ اسی کے ضمن میں حضرت ابن عمر وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی

براءت، فضیلت اور برکات کا ذکر ہے جن میں سے تیمّم کا خاص ذکر ہے۔ تیمّم کے فقہی مسئلہ کے بعد خاتمہ چاند گرہن اور اس کی نماز کے حوالہ پر ہوتا ہے۔

جلد دوم کے آخری دو ابواب غزوۃ الخندق کے مفصل بیان اور اس کے تمہ غزوہ بنی قریظہ کی تفصیلات کیلئے وقف ہیں، غزوہ خندق کے اہم مباحث ہیں: نام ومقصد اور محرک غزوہ، قریشی، یہودی اور عرب قبائل کا اتحاد، یہود کی نافرمانیوں کا ذکر، قریشی اکابر اور ان کی جنگی تیاریاں، مختلف امراء احزاب اور ان کے بطون کی تعداد، کل تعداد لشکر احزاب، مسلم جنگی تیاریاں، خندق کھودنے کا مشورہ سلمانی، خندق کھودنے کا عمل اور آپ کی شرکت، اس کے اہم واقعات اور شعر خوانی وغیرہ، منافقین کی پہلو تہی، فتوحات اسلامیہ کی پیشگوئی، مسلم لشکر کی تعداد اور خیمہ گاہ، تین ازواج مطہرات (حضرت عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش) کی معیت، محاصرہ کی مدت، نوجوانوں کی شرکت کی اجازت اور ان کے نام، مسلم علمبردار، قریشی شہسواروں کا حملہ اور پسپائی، جنگی واقعات میں بعض مسلمانوں کی پسپائی اور ان کے نام، صحابہ کرام کی جاں نثاری، حضرت سعد کی سوانحی زندگی اور شجاعت، یہود بنی قریظہ کی غداری کا منصوبہ، حضرت علی اور عمرو بن ود کا مقابلہ، دوسرے قریشی حملے اور حضرت سعد بن معاذ کا زخمی ہونا، نمازوں کی قضا پر بحث، حضرت نعیم کی مساعی اور احزاب کی واپسی وغیرہ امور پر بحث ہے (۴۲۷-۳۹۸)۔ پھر غزوہ بنی قریظہ کی فصل میں ان کا نسبی سلسلہ، ان سے جنگ کا حکم الٰہی، مسلم لشکر کی روانگی اور ملائکہ کی شرکت، حضرت دحیہ سے حضرت جبریل کی مشابہت، مسلم لشکر کی تعداد، لواء بردار، محاصرہ بنی قریظہ، یہود کی خباثت پر بحث، یہود کا قبول حق سے انکار بعد مشاورت، حضرت ابولبابہ کی سفارت، جرم اور توبہ، بنو قریظہ کا بلاشرط نزول، حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ اور بنو قریظہ کا انجام، ان کے قتل کی تفصیلات، بعض اکابر بنی قریظہ کی معافی، حضرت سعد کی شہادت اور اسیران بنی قریظہ کا معاملہ وغیرہ (۵۰-۴۲۷)۔

"انسان العیون فی سیرة الامین المامون" یعنی سیرت حلبیہ کی تیسری اور آخری جلد غزوہ بنی لحیان کے باب سے شروع ہوتی ہے۔ غزوہ کے عنوان کے بعد مقام وقبیلہ کے بارے میں لفظی ونسبی صراحت کر کے مقصد غزوہ بیان کیا ہے اور مختصر ذکر کر کے بعض سرایا کی قرب وجوار میں روانگی، عسفان میں قیام، تعداد مجاہدین، سفر سے واپسی کی دعا اور واپسی کے سفر میں والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت نبوی کا واقعہ بیان کیا ہے (۳-۲)۔ اس کے بالمقابل غزوہ ذی قرد کا باب نسبتاً زیادہ بڑا ہے۔

اسم کی تصریح، غزوہ کے دوسرے اسماء، سبب غزوہ، حملہ آور عیینہ بن حصن فزاری کا تعاقب، حضرت سلمہ بن الاکوع کی دلیری وشجاعت، بعض افراد کی تعیین، رباح نام سے غلاموں کو موسوم کرنے کی ممانعت بعض دوسرے شہسواروں کی کارکردگی، مدینہ کے لئے حفاظتی فوج کی تعیناتی، حضرت ابوقتادہ کی شہواری وغیرہ کے علاوہ صلوٰۃ خوف کی تاریخی بحث وغیرہ اس غزوہ کے مباحث میں شامل ہیں (۱۱-۴)

''غزوۃ الحدیبیہ'' کے باب کے مفصل مباحث یہ ہیں: حدیبیہ کی لفظی ولغوی اور جغرافیائی تحقیق، عمرہ کا رویائے نبوی، سبب غزوہ، اعلان وتیاری، اور روانگی، عمرہ کے ارکان کی ادائیگی اور مختلف مقامات کا ذکر، تلبیہ کے الفاظ، تاریخ روانگی، خلیفہ نبوی، مسلم مجاہدین کی تعداد اور ان کی قبائلی تقسیم، حضرت ام سلمہ کے علاوہ بعض اور خواتین اسلام کی شرکت، قربانی کے جانوروں کے افسر حضرت ناجیہ کا ذکر، پانی کا معجزہ، عسفان میں قریش کے ارادہ ممانعت کا حوالہ، بعض الفاظ کی لغوی تحقیق، حضرت خالد کی ماتحتی میں قریشی لشکر کی آمد، نماز نبوی کی تفصیل، صحابہ کرام کی عزیمت، راستہ بدل کر حدیبیہ میں آمد اور قیام نبوی، ناقہ نبوی کا واقعہ، پانی کا دوسرا معجزہ، حضرت ابوسفیان کی مکہ سے غیر حاضری، متعدد اکابر قریش ومکہ کی آمد وسفارت جیسے بدیل بن ورقا خزاعی، مکرز بن حفص عامری، حلیس بن علقمہ خزاعی، عروہ بن مسعود ثقفی، (اور ان کے حوالہ سے حضرت مغیرہ کے قبول اسلام کے پس منظر کا مفصل ذکر) پھر سفیران نبوی کی مکہ روانگی کا بیان جیسے حضرت خراش بن امیہ خزاعی، حضرت عثمان بن عفان اموی، پھر مکی سفیر حضرت سہیل بن عمرو کی آمد، بیعت رضوان، صلح حدیبیہ اور معاہدہ کی تحریر، حضرت عمر کا شدید ردعمل اور مسلم حزن وملال، کاتب معاہدہ، شرائط معاہدہ کے مطابق بنوخزاعہ کا مسلم مدینہ سے اتحاد، قربانی اور عمرہ کے احرام وغیرہ کا ذکر، سورۂ فتح کا نزول، بارش کا نزول، مسلم مہاجرات، حضرت ابوجندل کا واقعہ، حضرت ابوالبصیر کا واقعہ، بعض شرائط کی منسوخی اور احرام کے بعض مسائل وغیرہ (۴۴-۱۱)۔

اگلا باب ''غزوہ خیبر'' ہے۔ اس کے اہم مباحث ہیں: خیبر کی لغوی اور نسبی تحقیق، مدینہ سے اس کی مسافت، غزوہ کی تاریخ کے بارے میں مختلف روایات، مجاہدین حدیبیہ کے ساتھ نبوی روانگی، حضرت انس کی بطور خادم شرکت، نبوی خلیفہ کی تقرری، حضرت ام سلمہ کا ساتھ، دعائے نبوی، حضرات عامر اور سلمہ بن الاکوع سے مقابلہ مرحب، حضرت سلمہ کی حدی خوانی اور ہدایت نبوی، یہودی عددی طاقت، اور لشکر نبوی کو دیکھ کر یہودیوں کی گھبراہٹ، خیمہ گاہ نبوی، حضرت محمود بن مسلمہ کا قتل، مختلف قلعوں کے

محاصرے، حضرت علی کو رایت نبوی عطا ہونے کا واقعہ، رایت و لواءِ اسلامی کی روایت، مرحب کے قتل کے بارے میں روایات، مختلف مبارزتیں، شعارِ اسلامی، حصن ناعم اولین قلعہ خیبر کی فتح، غنائم کے حصول کے واقعات، حصن شق کی فتح، دوسرے قلعوں کی فتح جیسے قوص وطیح اور سلالم، اموال نبوی، صلح کا معاہدہ، سلام بن ابی الحقیق کے خزانے کی روایت، حضرت صفیہ سے شادی، متعہ کے مختلف احکام، ماکولات کی تحریم، حضرت جعفر کے ساتھ مہاجرین حبشہ کی واپسی، حضرت ام حبیبہ سے شادی، فدک کی صلح اور مال فدک کے وراثت نبوی ہونے پر بحث، حضرت حجاج بن علاط سہمی کے قرض کا معاملہ، زہر آلود کھانا کھلانے کا واقعہ، خواتین کی غزوہ میں شرکت، آراضی خیبر سے پیداوار کی وصولی کا نبوی انتظامیہ، عہد فاروقی میں یہود خیبر کا اخراج، ان کے علاوہ بعض ضمنی مباحث بھی درمیان میں آتے رہتے ہیں جیسے حضرت صفیہ سے شادی کے ضمن میں امیر یزید بن معاویہ کی قیادت میں غزوہ روم اور حضرت ابوایوب انصاری کی وفات و تدفین کا واقعہ یا ماکولات وغیرہ کے سلسلہ میں بعض مسنونات اور طہارتوں کا ذکر یا دوسرے فقہی مسائل وغیرہ (۸۴-۴۴)۔

اس سے متصل و متعلق غزوہ وادی القریٰ کا بیان ہے جس میں غزوہ کے سبب اور مقصد و واقعہ کا مختصر ذکر کر کے مدینہ کی طرف نبوی لشکر کی واپسی اور نماز فجر کی قضا کا واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر حدیبیہ اور عمرہ قضائے درمیان حضرات خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کے قبول اسلام کی روایات نقل کی ہیں (۸۸-۸۴)۔ اگلی فصل میں عمرۂ قضا، حضرت میمونہ سے شادی اور حضرت حمزۃ کی دختر (عمارہ/امامہ وغیرہ) کی پرورش کا واقعہ بیان کیا ہے (۹۴-۸۸)۔ غزوہ موتہ کی اگلی فصل کے عنوانات بحث ہیں: موتہ کی لغوی اور جغرافیائی تحقیق، تاریخ و سبب غزوہ، تین امراء لشکر کی تقرری، مختصر روداد جنگ، امراء کی شہادت، حضرت خالد مخزومی کی جنگی مہارت و قیادت، مدینہ واپسی پر عوامی اور نبوی استقبال، حضرت جعفر کا ماتم اور ان کے فضائل وغیرہ (۱۰۰-۹۴)۔

فتح مکہ کے مفصل و مطول باب میں امام حلبی نے تاریخ و سبب غزوہ سے اپنے بیان فتح کا آغاز کیا ہے اور جن اہم مباحث کو مفصل بیان کیا ہے وہ ہیں: قریش اور بنو بکر کے خزاعہ پر حملہ کے سبب صلح حدیبیہ کی منسوخی، خزاعہ کی آپ سے استمداد اور ابوسفیان کی ناکام مساعی برائے تجدید صلح کے بعد نبوی تیاری، حضرت حاطب کے خط اور قاصد کی گرفتاری، نبوی لشکر کی روانگی، تاریخ کی روایات، تعداد لشکر اور قبائل کی

عددی طاقت، حضرات ابوسفیان بن الحارث ہاشمی وغیرہ کی ملاقات واسلام، مرالظہران میں حضرت ابوسفیان اموی وغیرہ اکابر قریش کی ملاقات وقبول اسلام، دارابی سفیان کے دارالامان ہونے کا نبوی اعلان، مسلم دستوں کے مکہ میں داخلہ کا منظر، نبوی داخلہ، حضرات ابوسفیان، حکیم بن حزام وغیرہ کا کردار، گیارہ مجرموں کے قتل کا حکم، حضرت سعد بن عبادہ اوران کے فرزند کی علمبرداری، بعض مقاتلین مکہ کا مقابلہ اور قتل، مختلف سمتوں سے لشکر کا داخلہ اور فتح، دخول مکہ کے بارے میں فقہی احکام، مکہ میں قیام نبوی، خانہ کعبہ میں داخلہ، نماز، طواف، اور اصنام شکنی، حجابہ کی خاندان عبدالدار میں برقراری، مسجد حرام میں مجلس نبوی اور اہالی مکہ کی آمد، قبول اسلام اور بیعت، حضرت ابوقحافہ کے حوالہ سے خضاب کے استعمال کی روایت، بچوں کے حوالہ سے ''تحسنیک'' کی تفصیل، انصار کی تشویش اور آپ کی مدینہ قیام کی یقین دہانی، مفرورین کے واقعات فرار، رجوع اور قبول اسلام، مردوں اور عورتوں سے بیعت نبوی، خطبہ نبوی اور شرعی احکام تحریم متعہ پر شافعی بحث، گورنری مکہ پر حضرت عتاب کی تقرری اور ان کی مختصر سوانح وغیرہ (۴۹-۱۰۰)۔

''غزوہ حنین'' کا باب بھی خاصا مفصل ہے اور اس کے معروف مباحث ہیں جیسے مقام حنین کی جغرافیائی تفصیل اور اسماء غزوہ، ہوازن کا اجتماع بطور سبب غزوہ، مالک بن عوف اور درید بن الصمہ کی قیادت ہوازن، نبوی لشکر کی روانگی اور حضرت صفوان بن امیہ سے قرض، تعداد وافسران لشکر اسلامی، حنین میں آمد اور اول ہزیمت، صحابہ کرام کی استقامت اور ان کا ذکر خیر، جنگ کی روداد، فتح اسلامی، قیدیوں اور اموال پر مشتمل غنائم، حضرت ابوعمیر وغیرہ بعض صحابہ کے واقعات، غزوہ اوطاس، ملائکہ کی شرکت وغیرہ (۶۱-۱۴۹)۔ اس میں بھی بعض غیر متعلقہ واقعات وامور بھی زیر بحث آئے ہیں۔

غزوہ طائف کا مفصل باب متعدد موضوعات ومضامین پر مشتمل ہے: طائف میں حنین کے شکست خوردوں کا اجتماع، آپ کا اقدام ومحاصرہ، اموال غنیمت اور قیدیوں کا جعرانہ میں جمع کرنا، سفر کے بعض واقعات، حضرت ابوسفیان وغیرہ صحابہ کرام کا زخمی ہونا اور جنگ یرموک کا حوالہ بمعہ واقعات جنگ، محاصرہ کے بعض واقعات اور غلامان ثقیف کا نزول وقبول اسلام، منجنیق کا استعمال اور اس کی صنعت واستعمال کا ذکر، حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق کی شہادت اور ان کی اہلیہ عاتکہ کی شادی وطلاق کے مختلف واقعات، جعرانہ میں اموال غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں کی آزادی، مولفۃ القلوب کے اسماء اور عطایائے نبوی، منافقین کا تقسیم غنائم پر اعتراض، قتل خوارج پر استدلال وبحث، انصار کا حزن وملال اور آپ کا محبت آگیں خطبہ،

حضرت شیماء کا واقعہ، اور عمرہ نبوی وغیرہ (۸۲-۱۶۱)۔

اسی طرح غزوہ تبوک کے مفصل مباحث معروف ہیں: تبوک کی لغوی تحقیق اور غزوہ کے اسماء کے بعد سبب غزوہ، اعلان نبوی، مشکل زمانہ غزوہ، صحابہ کرام کے عطیات، سات فقہاء صحابہ (بکاؤن) کی درخواست برائے سواری واخراجات اور آپ کی معذوری کا اظہار، تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ روانگی، مدینہ میں نائب نبوی کا تقرر، علمبرداروں کا تقرر، منافقین کی سازشی حرکات، بیاسی عذر خالص رکھنے والوں کی معذرت خواہی اور منافقین کی پہلوتہی، حضرت علی کے واقعہ پر روافض کے استدلال کی تنقید، حضرات ابوخیثمہ وغیرہ مخلص صحابہ کرام کے پیچھے رہ جانے اور پھر لشکر سے جا ملنے کے واقعات، حضرت ابوذر کا واقعہ اور پیشگوئی، طہارت نبوی کا مسئلہ اور عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت نماز، تبوک آمد اور قیام کے بعض مذہبی اور معاشرتی واقعات جیسے نماز فجر کی قضاء، خواب ونیند نبوی کی ماہیت، طہارت، پانی کی خرید کا واقعہ وغیرہ، والی ایلہ وغیرہ سے صلح کے معاہدے، حضرت ذوالبجادین کا واقعہ، بعض اہل کتاب کے ہدایا، وادی میں آپ پر حملہ کرنے کا منافقین کا منصوبہ، مسجد ضرار کے خاتمہ کا ذکر، تین مخلص صحابہ کرام کے پیچھے رہ جانے اور توبہ قبول ہونے کا مفصل ذکر، اور بعض دوسرے واقعات وروایات (۲۱۲-۱۸۲)۔ اس غزوہ کے ذکر میں متعدد مذہبی امور اور دوسرے ضمنی معاملات پر بھی بحث کی ہے اور متعدد کتابوں کے حوالے دئے ہیں۔ اسی پر غزوات نبوی کا باب حلبی ختم ہوتا ہے۔

اس کے بعد حلبی نے آپ کے "سرایا وبعوث" پر طویل باب باندھا ہے اور اس میں تمام سرایا اور مہمات کو ترتیب کے ساتھ الگ الگ بیان کیا ہے۔ بحث کا تمہیدی آغاز سریہ اور غزوہ کے فرق اور بعض سرایا کے غزوہ کے نام سے موسوم ہونے کے ساتھ کیا ہے۔ پھر سریہ کی تعریف، اس کے شرکاء کی تعداد، اس سے متعلق ارشادات نبوی، کل تعداد سرایا (ستر سے زیادہ) امراء سرایا کو ہدایات نبوی سے ہوتا ہے۔ پھر ترتیب وار سرایا کا حسب ذیل بیان ہے: سریہ حمزہ (۴-۲۱۳) سریہ عبیدہ بن الحارث (۵-۲۱۴) سریہ سعد بن ابی وقاص (۶-۲۱۵) سریہ عبداللہ بن جحش (۲۰-۲۱۶) سریہ عمیر (۲۲-۲۲۱) اور اسی طرح بقایا سرایا کا بیان ۲۹۴ تک وسیع ہے اور آخری سریہ حضرت اسامہ کا بھی مفصل بیان اس میں شامل ہے۔ اس پورے باب میں سریہ کی منزل، نام، امیر، تعداد شرکاء، افسران، روداد اور نتیجہ کے علاوہ بعض ذیلی اور ضمنی معلومات بھی دی گئی ہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے والے وفود کے ذکر پر ایک طویل باب ہے جس میں خاص کر حسب ذیل وفود کا ذکر ہے: وفد ہوازن جعرانہ میں اور وفد نصاریٰ نجران اور وفد بنی تمیم، ثقیف، بنو عامر، ضمام بن ثعلبہ، عبد القیس، بنو حنیفہ، زبید، کندہ، مراد، فروہ جذامی، بنو الحارث بن کعب، سعد ہذیم وغیرہ۔ ان کے ضمن میں مختلف واقعات، اشخاص اور امور کا بھی ذکر کیا ہے جیسے نصاریٰ نجران کے حوالہ سے مباہلہ اور ان کے صلحنامہ کے حوالے سے متاخر اسلامی دور کے بعض واقعات کا، متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا بھی ذکر خیر ہے (۲۹۴-۳۳۳)۔

پھر سلاطین وقت کو دعوت اسلام دینے کی خاطر بھیجے گئے سفیران نبوی اور ان کی سفارتوں پر ایک باب ہے جس میں کتاب لکھنے کے سلسلے میں خاتم بنانے اور اس کی عبارت وغیرہ کے بارے میں روایات اور ان پر محاکمہ کیا ہے اور خاتم نبوی کی پوری تاریخ بیان کی ہے۔ پھر الگ الگ سرخیوں کے تحت قیصر روم، کسرائے ایران، نجاشی حبشہ، مقوقس مصر، حاکم بحرین، شاہان عمان، حاکم حنیفہ، حاکم بصریٰ کے نام جانے والی سفارتوں، ان کے فرامین نبوی کے متون، ان سے متعلق واقعات کا ذکر ہے جس میں ہرقل کی فصل سب سے مفصل ہے۔ اس میں اسلامی خلافت کے مختلف ادوار کے واقعات ،اشخاص اور معاملات کا بھی خاصا ذکر پایا جاتا ہے (۳۳۳-۵۵)۔

حجۃ الوداع کی فصل اگلی بحث ہے اور اس کے اہم موضوعات یوں ہیں: وجہ تسمیہ، تاریخ فرضیت حج، آپ کے حج کی تعداد، حج آخرین کے مختلف ابواب ومباحث جیسے روانگی، احرام، غسل، نماز، خوشبو، سواری پر روانگی، حج کے قران، تمتع اور افراد ہونے کے بارے میں روایات ومسالک، حضرت عائشہ کی معذوری اور حیض کے احکام، طواف، عمرہ، اور حج کے مناسک کا ذکر خاص کر قربانی، مختلف مقامات پر خطبات نبوی اور ان کے متون، نماز وغیرہ کے بارے میں فقہی مسائل ومباحث، حضرت عائشہ کا طواف زیارت، غدیر خم کا واقعہ، شیعہ وروافض کی تنقید، اور امامت ووصیت علی کی قطعی تردید اور اس کے دلائل (۳۵۵-۷۹)۔ اسی سے متصل ایک مختصر فصل میں آپ کے چار اسلامی عمروں کا ذکر کیا ہے (۳۷۹-۸۰)۔

ایک خاصے مفصل باب کو آپ کے معجزات کیلئے وقف کیا ہے (۳۸۰-۴۰۰) پھر آپ کے انبیائے کرام اور امت محمدیہ سے الگ اور ممتاز خصائص کا باب باندھا ہے (۴۰۰-۱۳)۔

اگلا باب آپ کی اولاد محترم پر ہے (۴۱۳-۱۹)۔ اس سے متصل ایک مختصر باب آپ کے چچاؤں

اور پھوپھیوں کے ذکر خیر کے لئے وقف ہے (۲۰-۴۱۹) جس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اور ساری محترمات کا ذکر عزیز ہے (۳۲-۴۲۰)۔اس سے متصل مختصر باب میں آپ کے آزاد خدام عظام کا ذکر مبارک ہے (۳۳-۴۳۲)، پھر آپ کے آزاد کردہ مشاہیر موالی کا ذکر گرامی ہے (۴-۴۳۳)۔ اگلی مختصر فصول میں آپ کے مشاہیر کاتبوں، آپ کے حفاظت کرنے والوں، امرائے بازار، آپ کو ہنسانے والوں، آپ کے امینوں، شاعروں، سزا دینے کے افسروں، موذنوں، عشرہ مبشرہ ساتھیوں، حواریوں کا مختصر ذکر ہے (۳۶-۴۳۴)۔اس سے کہیں زیادہ مفصل فصول آپ کے اسلحوں، سواری کے جانوروں پر ہیں (۴۱-۴۳۷)۔

اگلی بحث آپ کے حلیہ مبارک اور ظاہری خصائص سے متعلق ہے (۵-۴۴۱) پھر آپ کے معنوی خصائص، اخلاق و فضائل و آداب پر ہے (۵۵-۴۴۵)۔اس میں آپ کے ملبوسات، ماکولات اور معمولات وغیرہ کا بھی بیان پایا جاتا ہے۔

ایک مفصل باب میں آپ کے مرض الوفات، اس کی مدت اور وفات کا تفصیلی بیان ہے۔اس میں ابتدائے مرض، حضرت عائشہ کے گھر میں قیام، ان کے اور ان کے والد محترم کے فضائل، استخلاف ابی بکر کے اشارہ نبوی، مسجد نبوی میں جنبی وغیرہ کے داخلہ کے فقہی مسائل، امامت ابی بکر، خطبہ نبوی وغیرہ کے ذکر کے بعد وفات نبوی کی تاریخ، دن، وقت اور واقعات وفات کا بیان ہے اور پھر بعد وفات واقعات کا ذکر ہے جیسے مسلمانوں کا حزن وملال، حضرت عمر کی جذباتی تقریر، حضرت ابوبکر کا خطبہ، آپ کے غسل، کفن، اور دفن اور نماز جنازہ، قبر مبارک وغیرہ کی تفصیلات، اسی میں سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت ابی بکر کا بھی خاصا اچھا ذکر ہے۔ اور خلافت صدیقی کے باب میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے رویہ کا بھی حوالہ ہے۔ خاتمہ بحث میں حضرت عمر کی خلافت کی نامزدگی کا بھی حوالہ دے کر نماز جنازہ، تدفین وغیرہ پر کیا ہے (۸۳-۴۵۵)۔آخری مختصر باب میں آپ کی ولادت مبارکہ سے وفات حسرت آیات تک کے واقعات کا مختصر ذکر کیا ہے (۸۹-۴۸۳) جو ایک طرح سے فہرست کتاب بھی ہے اور تجزیہ عہد نبوی بھی اور اسی پر امام حلبی کی طویل و مفصل سیرت نبوی ختم ہوتی ہے۔ مختصر ترقیمہ (۹۰-۴۸۹) میں طباعت وغیرہ کے بارے میں ناشرین کا بیان ہے۔

# نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی

(۱۲۴۸-۱۳۰۷ھ/۱۸۳۲-۱۸۹۰ء)

مؤلف الشمامۃ العنبریۃ

تیرھویں/انیسویں صدی تک پہونچتے پہونچتے سیرت نگاری کا رجحانات خاصے پختہ ہو چکے تھے، کم از کم عربی و فارسی زبان کی حد تک، البتہ اردو ابھی تک خاصی تہی مایہ تھی۔ اس میں ابھی تک رواجی مولود/میلادناموں کا چلن عام تھا۔ ان میں سیرت نگاری سے زیادہ قصیدہ خوانی کا رجحان غالب اور اکابر پرستی کی دیومالائی رنگ کا تسلط قائم تھا۔ ان میلادناموں اور خام سیرت کی کتابوں میں کمزور وضعیف روایات بلکہ موضوع ومنکر اخبار ہی کارفرمائی ہوتی تھی کیونکہ بیشتر لکھنے والے اور تمامتر سننے پڑھنے والے مبالغہ آمیز عقیدت اور دیومالائی/اساطیری محبت میں گرفتار تھے۔

اس ماحول میں نواب سید صدیق حسن قنوجی جیسا مرد مجاہد اور صاحب ذوق اہل قلم پیدا ہوا اور اس نے صحیح روایات اور معتبر واقعات کی بنا پر ایک کتاب سیرت لکھی اور اسے اپنے زمانے کے مطابق میلادنامہ کا نام دیا۔ وہ ایک مختصر کتاب سیرت ہے جو مختصر نویسی کا رجحان سیرت کی ایک عمدہ اور غالباً بیمثال ونمائندہ کتاب ہے۔ اس کے ڈانڈے قدیم سیرت نگاروں کے مختصرات بالخصوص ابن سید الناس کا مختصر سیرت نور العیون سے ملتے ہیں اردو میں نواب سید صدیق حسن خاں کا یہ مختصر رسالۂ سیرت اپنے پیشرو اور متاخر رسائل سے لائق فائق ہے۔

اس کی بنیادی وجوہ تو کئی ہیں اور ان پر تھوڑی سی بحث کتاب کے مطالعہ میں آئے گی۔ لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ صاحب رسالہ حضرت نواب موصوف ایک عبقری عالم اور ماہر فن تھے۔ ان کی فنی مہارت اور ان کا معاصرین کی دینی ضرورت دونوں نے مل کر اس بنظیر رسالہ کی تالیف کرائی

اور اردو میں مختصر نویسی کا وہ معیار قائم کیا جو عربی، فارسی اور دوسری زبانوں میں مختصرات سیرت سے لگا کھاسکتا ہے، بلکہ کئی وجوہ سے ان سے تفوق رکھتا ہے۔ اردو میں سنجیدہ، علمی اور تحقیقی سیرت نگاری کا آغاز سچ پوچھئے تو اسی سے ہوتا ہے۔

## خاندان ونسب

نواب والا کی خود نوشت سوانح اور دوسرے مآخذ ومصادر سے ان کے خاندان ونسب پر کافی معلومات ملتی ہیں۔ وہ حسینی سادات کی ایک علمی ودینی شاخ کے ثمر گہر بار تھے اور تینتس واسطوں یا پیڑھوں سے ان نسب گذر کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا تھا۔ ان کا شجرۂ نسب مآثر صدیقی میں اور بعض دوسرے مآخذ میں تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔

اس کے مطابق حضرت نوابؒ کا نسبی تعلق مشہور صاحب طریقت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م ۷۸۵-۱۳۸۴) بھی متصل ہو جاتا ہے۔ اس طرح ان کا خاندان میں شریعت وطریقت دونوں کے دھارے بہتے ملتے ہیں۔

ان حسینی سادات کے ایک بزرگ حضرت محمد بن نقی (م ) مرکز اسلامی سے دور بخاریٰ میں جا بسے اور اس کو اپنے علمی اور دینی کاموں سے مشرف کیا۔ ان کی نسل میں ایک بزرگ سید جلال البخاری جو جلال گل سرخ کے نام سے معروف تھے۔ ۶۵۲/ ۱۲۵۵ میں بخارا سے ہندوستان آئے اور سکونت پذیر ہوئے وہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے دادا تھے۔ انہوں نے شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر (۵۸۲-۶۶۶) کی خانقاہ میں اولاً ملتان میں قیام کیا پھر بھکر نامی شہر میں جا بسے وہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (۵۶۵-۶۶۶) کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ ان کے پوتے سید جلال سوم ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں بس گئے سلطان دہلی بہلول لودی (۱۴۵۱-۱۴۸۸ء) نے ان کو دہلی میں سکونت کی دعوت دی تھی بلکہ دہلی کے قرب میں قنوج کے علاقے میں ان کو جاگیر بھی عطا کی تھی۔ اس طرح یہ بخاری خاندان سادات قنوجی علماء کا پیشرو خاندان بن گیا۔ اس خاندان ذی شان میں علم دین، تقویٰ وطہارت، شریعت کی پاسداری، طریقت وتصوف کی رنگ آمیزی اور تبلیغ وتعلیم اور ارشاد وتذکیر کی بہت صالح روایات تھیں جو ان کے جانشینوں کی وراثت میں ملیں۔

## ولادت اور تعلیم وتربیت

حسینی بخاری ثم قنوجی خاندان سادات میں سید صدیق حسن کی ولادت ۱۹/ جمادی الاولی ۱۲۴۸/۱۴/اکتوبر ۱۸۳۲ء کو بریلی شہر میں ہوئی جو قنوج کے قریب اور یوپی کا ایک اہم دینی، تعلیمی اور اسلامی مرکز تھا۔ ان کے والد ماجد سید اولاد حسن (۱۲۵۳-۱۷۹۵) اپنے وقت اور خاندان کے ایک عالم ومجاہد تھے۔ انہوں نے حضرت سید احمد شہید بریلوی (۴۶-۱۲۰۱/۱۸۳۰-۱۷۸۶) کے دست حق پرست پر جہاد واصلاح کی بیعت کی تھی اور متعدد جہادی سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۷۶-۱۱۱۴/۶۲-۱۷۰۳) کے فرزند شاہ عبد العزیز دہولی (۱۲۳۹-۱۱۵۹/۱۸۲۳-۱۷۴۶) کے شاگرد، تربیت یافتہ اور صحبت یافتہ تھے۔ حضرت نواب کے دادا سید اولاد علی ریاست حیدر آباد میں ایک بڑے عہدہ دار تھے اور جاگیر کے علاوہ انور جنگ بہادر کے خطاب سے سرفراز تھے۔ سید صدیق حسنؒ کی عمر ابھی پانچ سال ہی کی تھی کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا اور اپنے پیچھے دو فرزند احمد حسن عرشی اور سید صدیق حسن اور تین دختریں۔ فاطمہ، مریم اور محمدی بیگم، چھوڑیں۔ مال ودولت میں ایک بڑا کتب خانہ بھی چھوڑا۔

نوخیز وکمسن صدیق حسن کی تعلیم وتربیت کا باران کے خاندان والوں بالخصوص والدہ ماجدہ اور ان کے رشتہ داروں پر آپڑا۔ اور اسی کے ساتھ عسرت وتنگدستی نے بھی گھر دیکھ لیا۔ تاہم ہونہار بچے کی تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام کیا گیا ''ابتدائی تعلیم اپنے محلے کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد فرخ آباد چلے گئے، وہاں مختلف اساتذہ سے کافیہ، شرح جامی، قطبی، میر قطبی، افق المبین، درمختار، مشکوۃ المصابیح اور دیگر متداول درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر کانپور جا کر ملا محمد مراد بخاری اور مولوی محمد محب اللہ پانی پتی سے تحصیل علم کیا۔ ۱۲۶۹ء میں کانپور سے دہلی پہونچے اور صدر الافاضل مفتی صدر الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر تقریباً پونے دو برس تک مکتب منقول ومعقول پڑھ کر علوم رسمیہ سے فارغ ہو گئے'' مفتی موصوف نے اپنی سندیں اپنے شاگرد کے ذہن سلیم، قوت حافظہ اور فہم درست واستعداد تمام کا ذکر کرنے کے علاوہ کتابوں میں تفسیر بیضاوی، ہدایہ کا ذکر خاص کیا ہے اور فنون وعلوم میں تفسیر وعقائد، فقہ واصول فقہ اور ادب کا ذکر کیا ہے''۔ ان میں حدیث اور علوم حدیث کا ذکر نہیں ہے۔ ان کی تحصیل سید صدیق حسن نے دوسرے جلیل القدر علمائے حدیث وسنت سے کی تھی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے

مقالہ نگار نے ان علمائے حدیث کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعلیم کردہ کتابوں کا۔ اسی طرح ان کے دوسرے فرخ آبادا ساتذہ کا ذکر بھی اس میں نہیں ہے۔ پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی مدظلہ العالی نے ان کی تعلیم وتربیت کا مفصل حال لکھا ہے۔ ان کے مطابق سید صدیق حسن کا ابتدائی اساتذہ میں ان کے بردر اکبر احمد حسن (۷۷-۱۲۴۶/۶۰-۱۸۳۰) شامل تھے۔ ان کے فرخ آبادی اساتذہ میں شیخ احمد علی فرخ آبادی تھے جو سید صدیق حسن کے والد ماجد کے شاگرد اور ایک مرید باصفا تھے۔ دوسرے اساتذہ کرام تھے: شیخ محمد حسین شاہجہاں پوری جن سے کافیہ، شرح جامی اور ہدایت النحو پڑھی اور شیخ اصغر حسین نے ایسا غوجی، شرح الشمسیہ اور میر قطبی پڑھی، اور یہیں درمختار اور مشکوۃ المصابیح کی بھی تعلیم پائی۔ کانپور کے اساتذہ میں متعدد دوسرے شامل تھے جیسے شیخ مردان علی بدایونی، شیخ سلامت اللہ کشفی، شیخ عبدالحلیم لکھنوی، شیخ زین العابدین الہ آبادی، مولوی یحییٰ علی، فیاض علی عظیم آبادی، مولوی فخر الدین اور شاہ غلام رسول کانپوری وغیرہ۔ ان میں تفتازانی کی مختصر المعانی، شرح الوقایہ، ہدایہ، توضیح وتلویح، قطبی ومیر قطبی، محب اللہ بہاری کی سلم العلوم اور ملا جلال، صدر، شمس بازغہ، شرح المواقف، میر زاہد، شرح المطالع اور تحریر اقلیدی اور مقامات حریری وغیرہ شامل ہیں۔

علوم الحدیث میں حضرت نواب کے اساتذہ تھے: شیخ زین العابدین بن محسن انصاری یمانی اور شیخ عبدالحق محدث بنارسی ہندی جو امام شوکانی کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ متعدد علماء ہند واسلام سے علم حدیث میں اجازہ حاصل کی جیسے قاضی عدن شیخ یحییٰ بن محمد حازمی، مفتی بغدادی، سید نعمانی خیر الدین آلوسی، قاضی شیخ حسین بن محسن یمانی اور شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پوتے مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی سے۔ بقول مقالہ نگار وصاحب تذکرہ نواب صاحب نے دہلی میں اپنی رسمی تعلیم مکمل کی اور اپنے خاص استاذ مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی کے حکم سے وطن لوٹ آئے اور مشاغل حیات میں لگ گئے۔

## مشاغل حیات

اکیس برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر وطن واپس لوٹے تو گھر کے مالی حالات کافی دگرگوں پائے۔ تلاش معاش میں بھوپال پہونچے اور مولانا علی عباس چریا کوٹی کے کرم وکوشش سے ملازمت مل گئی، کچھ مدت کے بعد میرے دبیر کے عہدے پر تقرر ہو گیا۔ لیکن ایک سال بعد ہی ان کی

ملازمت کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور معزول ہوئے چنانچہ قنوج چلے آئے۔ ۱۸۵۷ء کے استاخیز نے معاشی حالات اور بیکاری نے اور بھی حالت ابتر کردی۔ لہٰذا ٹونک میں جا کر معمولی سی ملازمت کرلی ۱۲۷۶ء میں حالات نے پھر سید صدیق حسن کو بھوپال کی ملازمت دلا دی۔ اس میں ریاست کے مدار المہام محمد جمال الدین خاں کی مساعی کو خاصا دخل تھا اور ان کی دختر سے نواب صاحب کی شادی۔ پہلی شادی ہوگئی۔ دختر جمال ذکیہ بیگم بیوہ تھیں اور ان سے سید صدیق حسن نے شادی کر کے ایک سنت کو زندہ کیا۔

بھوپال میں اولین ملازمت علمی نوعیت کی تھی۔ ان کو ۷۵ روپے ماہوار پر تاریخ بھوپال لکھنے کا کام سونپا گیا جسے انہوں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ سید صدیق حسن کو حج وزیارت کا بڑا شوق تھا لہٰذا اسی زمانے میں وہ اپنے حج کے لئے گئے اور آٹھ ماہ بعد ۱۲۸۶ میں بھوپال واپس آئے۔ اس میں دینی برکات کے علاوہ علمی فیوض سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

نواب بھوپال شاہ جہاں بیگم ( ) ایک صالح خاتون، صاحب علم حکمران تھیں وہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ ان کو علماء اور صاحبان فقہ وشریعت سے بہت دلچسپی تھی اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت کی عاشق تھیں۔ سید صدیق حسن خاں کے علم وتقویٰ اور طہارت و پاکیزگی اور زہد و پاکدامنی سے وہ بہت متاثر تھیں۔ اس لئے ان پر توجہ خاص کی اور ان کو علمی کاموں کے معارف وناظر مقرر کردیا۔ اور بعد میں ان کو دیوان امیری کا رئیس مقرر کردیا پھر ان سے ۸/مئی ۱۸۷۱ء کو شادی کرلی۔ سید صدیق حسن خاں کو اسی بنا پر نواب والا جاہ کا خطاب اور عہدہ ملا نواب سید صدیق حسن خاں اپنی ملکہ نواب شاہجہاں بیگم کے ساتھ ریاست کے نظم ونسق اور امارت میں شریک ہوگئے اگرچہ یہ ان کی دنیاوی وجاہت کی معراج تھی لیکن اسی میں ان کی خانچاں بربادی بھی چھپی تھی۔ ریاستی سازش اور سیاسی غلاظت نے ان کے علمی پاک دامن پر بڑی گندگی اچھالی اور نواب صاحب کو کافی پریشانیوں اور دقتوں اور آخر کار معزول واخراج کا سامنا کرنا پڑا۔ سید صدیق حسن کو نوابی اور اور ریاست بھوپال میں ان کی شرکت اقتدار کے بارے میں دونوں طرف سے مبالغہ آمیز موقف اختیار کیا جاتا ہے۔ ان کے حامی ان کو اصل اور صاحب اقتدار نواب وامیر بتاتے ہیں اور ان کے مخالفین اقتدار پرستی کا شکار بتاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نواب سید صدیق حسن خاں نواب بھوپال کے شوہر ہونے کے سبب اقتدار میں کسی حد تک شریک تھے۔

## علمی مشاغل

ریاست بھوپال کی نوابی یا اقتدار وامارت میں ان کی شرکت ان کے لئے کسی طرح سے مایہ افتخار نہ تھی اور نہ سید صدیق حسن اس دنیاوی وجاہت ومنصب کے لئے بنے تھے۔ یہ تو ایک دنیاوی وسیلہ تھا جس نے ان کی علمی ترقی کی راہ کھولی نواب سید صدیق حسن خاں امارتِ علم اور مملکت فن پر حکمرانی کے لئے بنے تھے اور وہ آج زندہ ہیں تو صرف اس کے سبب بطور نواب وامیر اور منصب دار سید صدیق حسن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دور کارکردگی میں بہترین کتابیں چھاپیں۔ ان میں اسلامی علوم وفنون کے شاندار کارنامے اور حکمت ودانائی کے عظیم الشان جواہر ریزے شامل تھے۔ انہوں نے ساری دنیا سے عمدہ کتابیں جمع کیں۔ شاندار کتب خانہ ترتیب دیا، اور علماء واہل قلم کی علمی سرپرستی کی۔ لاکھوں روپے صرف کر کے تفسیر وحدیث اور دوسرے اسلامی علوم وفنون کی کتابیں بہترین طباعت وکاغذ کے ساتھ شائع کروائیں۔ ان میں تفسیر ابن کثیر، فتح الباری اور امام شوکانی کی نیل الاوتار شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔

نواب سید صدیق حسن خاں کا دوسرا علمی وتعلیمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پوری ریاست میں اور اس کے باہر بھی مدارس ومکاتب اور کالجوں کا جال بچھا دیا۔ ان میں دینی علوم وفنون کے علاوہ عصری علوم اور صنعتی فنون کے ادارے شامل تھے۔ مدارس میں شامل ہیں: مدرسہ بلقیسیہ، مدرسہ سلیمانیہ، مدرسہ ولیعہد برطانی، مدرسہ جہانگیریہ، مدرسہ صدیقیہ وغیرہ۔ مکاتب یا کتب خانے بھی ان کے قائم کردہ تھے جیسے کتب خانہ فیض عام، مکتبہ جہانگیریہ، مکتبہ امیریہ اور مکتبہ والا جاہی وغیرہ اسی طرح مختلف مطابع قائم کئے جیسے مطبع سکندری، مطبع شاہ جہانی، مطبع صدیقی، مطبع سلطانی۔

## وفات وتدفین

نواب سید صدیق حسن خاں نے ۱۹/ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ/۱۰ فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں وفات پائی اور نظر باغ میں دفن کئے گئے۔ ان کے جنازے پر سارا شہر امنڈ پڑا تھا کیونکہ وہ ایک عالم کبیر اور نواب فن کی موت تھی اہل علم ودانش نے ان کی وفات پر سخت مدحہ کا اظہار کیا اور ان کی وفات سے پیدا ہو جانے والے خلا پر ماتم کیا۔

## آلِ اولاد

مرحوم نواب سید صدیق حسن کی تمام اولاد ان کی اولین زوجہ سیدہ ذکیہ بیگم سے ہوئی۔ ان میں دو فرزند، نورالحسن الطیب (ولادت ۱۲۸۸) اور علی حسن طاہر (ولادت ۱۲۸۹) تھے اور ایک دختر تھیں دونوں فرزند صاحبان علم وادب تھے۔ اول الذکر کی سات کتابوں کا ذکر ملتا ہے اور موخرالذکر کی تصانیف کی تعداد چھ ہے۔ ان میں سے آخری کتاب مآثر صدیقی کے نام سے ہے جو چار جلدوں میں ہے اور وہ نواب سید صدیق حسن کے سوانح میں بہترین اور مفصل ہے۔ نواب علی حسن اور ان کے برادر اکبر نواب شاہ جہاں بیگم کے بعد ۱۹۰۱ء میں بھوپال سے لکھنو منتقل ہو گئے تھے اور لال باغ کے بھوپال ہاؤس کے باسی بنے۔ وہ ایک علمی مرکز بن گیا تھا۔ شیخ علی حسن طاہر کی وفات ۱۳۵۵/۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

## تصانیف سید صدیق حسن

حضرت نوابؒ ایک عظیم عالم اور متبحر محدث ومفسر ہونے کے ساتھ بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کا سارا وقت تصنیف وتالیف میں گذرتا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تصانیف کا ایک بڑا وسیع ووقیع ذخیرہ چھوڑا ہے ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد دوسو بائیں گنائی گئی ہے اور بعض دوسرے رسائل ومضامین کو شامل کرنے کے بعد تین سوتک پہونچتی ہے۔ ان کے فرزند گرامی قدر نے مآثر صدیقی میں اور پروفیسر اجتبا ندوی نے اپنی عربی کتاب میں حروف تہجی کے اعتبار سے ان کی فہرست مرتب کی ہے جس میں نام کتاب، موضوع، طباعت اور زبان کی صراحت باقاعدہ کی گئی ہے۔ فہرست اجتبائی میں اگرچہ ان کی تعداد صرف دوسوگیارہ ہے کہ انہوں نے مکرر کتابوں یا ان کے فرزندوں کی کتابوں کو تعداد سے منہا کردیا ہے۔ تاہم ان کی ایک دلچسپ صراحت یہ ہے کہ نواب صاحب کی کتابوں میں چھپن کتابیں عربی زبان میں ہیں اور باقی فارسی اور اردو میں ہیں۔

مقالہ نگار اردو دائرہ معارف نے ان کی کتابوں اور تصانیف کی تعداد مضمون وار مرتب کی ہے جو یہ ہے: ''تفسیر ومتعلقات تفسیر پر چھے کتابیں، حدیث ومتعلقات حدیث پر تینتیس، عقائد ومسائل پر تیس، فقہ اور متعلقات فقہ پر تئیس، اتباع سنت پر گیارہ، اصول سیاست وحکمرانی پر چھے، تاریخ وسیر پر بائیس

،علوم وادبیات پر بائیس، اخلاقیات پر اڑتیس، تصوف پر سترہ، مناقب وفضائل پر تیرہ، ان میں سے عربی زبان میں تقریباً پچپن، فارسی میں پچاس اور اردو میں ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے بعض کتابیں خاصی ضخیم اور علمی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ چند ایک کتابیں تو مصدر وماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں"۔

ان کی تمام تصانیف کی فہرست تو طول کلام کی موجب ہوگی مگر ان میں سے ہر ایک موضوع کی اہم کتب کا تذکرہ ضروری ہے۔ لہٰذا ان کو مضمون وار ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

## تفسیر واصول تفسیر

۱- فتح البیان فی مقاصد القرآن، تفسیر، مطبوعہ، ۷/جلد میں، عربی زبان میں ہے مصر وبھوپال ۱۲۹۰ھ

۲- ترجمان القرآن تفسیر اردو پندرہ جلد میں، مطبوعہ بھوپال

۳- الاکسیر فی اصول التفسیر، اصول تفسیر، فارسی، مطبوعہ، نظامی کانپور

۴- تذکیر الکل بتفسیر الفاتحہ واربعہ قل، اردو آگرہ

۵- خلاصۃ الکشاف المعروف باعراب القرآن، تفسیر، اردو، عربی، آگرہ، لکھنو ۱۲۷۷ھ،

-علوم قرآن و بعض دوسری کتب ہیں: فصل الخطاب فی فضل الکتاب، (اردو آگرہ)، نیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام، (عربی، دہلی)

## حدیث

۱- عون الباری لحل ادلۃ البخاری، ۲ جلد میں، عربی، مصر

۲- السراج الوہاج فی شرح مختصر الصحیح لمسلم بن الحجاج، ۲ جلد میں، عربی، بھوپال

۳- فتح العلام بشرح بلوغ المرام، عربی، مصر، بھوپال

۴- مسک الختام شرح بلوغ المرام، فارسی، لکھنو

۵- الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ، عربی، کانپور

۶- فتح المغیث بفقہ الحدیث، فقہ حدیث، اردو، بھوپال ۱۲۸۹ھ

۷- منہج الوصول الی اصطلاح حدیث الرسول، مصطلحات حدیث

۸- الادراک فی تخریج احادیث الاشراک، عقیدہ/ حدیث، فارسی، کانپور مطبوعہ

۹- اربعون حدیثا فی فضائل الحج والعمرۃ، عربی، کانپور ۱۳۴۵

۱۰- اربعون حدیثا متواترہ، عربی، مطبع شاہجہانی، بھوپال

حدیث میں ان کی بعض دوسری کتب و رسائل ہیں: الداء والدواء، بغیۃ القاری فی ثلاثیات البخاری، بلوغ العلی بمعرفۃ الحلی (شمائل)، جامع السعادات، الحرز المکنون، حظیرۃ القدس و ذخیرۃ الانس وغیرہ۔

## فقہ و اصول فقہ

۱- اتباع الحسنہ ....، اردو، مطبع شاہجہانی، بھوپال

۲- اعلام البشر بوجوہ الخیر والنشر، اردو، مفید عام آگرہ

۳- البنیان المرصوص من بیان ایجاز الفقہ المنصوص، فارسی، بھوپال

۴- بدور الاہلۃ من ربط المسائل بالادلہ، فارسی، بھوپال

۵- بلوغ السول من اقضیۃ الرسول، فارسی، نولکشور لکھنو

۶- بذل المنفعۃ لایضاح الارکان الاربعۃ، اردو مفید عام، آگرہ

۷- تعلیم الایمان، تعلیم الصلاۃ، تعلیم الزکاۃ، تعلیم الحج، تعلیم الصیام اور تعلیم الذکر والدعاء کے عنوان سے چھ رسائل اردو لکھے جو سب اردو میں ہیں اور بھوپال کے مطبوعہ

۸- الروضۃ الندیۃ شرح الدرر البہیۃ، عربی، لکھنو، مصر

۹- ذکر الحتی بن آداب المفتی، عربی، بھوپال ۱۲۹۴ھ

## سیرت و سوانح

۱- ابقاء المنن بالقاء المحن، خودنوشت، اردو بھوپال، مطبوعہ

۲-ابجد العلوم، علوم وعلماء کی سوانح، تین جلد میں، بھوپال، مطبوعہ

۳-اتحاف النبلاء، سیرت/سوانح، فارسی، کانپور مطبوعہ

۴-التاج المکلل، تاریخ وتراجم، عربی، بھوپال وممبئی ۱۳۸۳ء

۵-تشریف البشر بذکر الائمۃ اثنی عشر، تاریخ، اردو بھوپال

۶-تکریم المومنین بتقویم مناقب الخلفاء الراشدین، تاریخ، اردو، بھوپال

۷-حلب المنفعۃ فی الذب عن الائمۃ الاربعۃ، تراجم، فارسی، آگرہ ۱۳۰۰ھ

۸-الشمامۃ العنبریۃ فی مولد خیر البریۃ، سیرت، اردو، بھوپال ۱۳۰۵ھ

سیرت وسوانح اور تاریخ میں ان کی بہت سی دوسری کتب ورسائل ہیں جیسے: ترجمان وہابیہ، تقصار جیود الاحرار، تحصیل الکمال، توفیق الباری، سلسلۃ المجد، تذکرہ شمع انجمن، وغیرہ۔

عقائد میں ان کے متعدد کتب ورسائل ہیں جن میں الدین الخالص دو جلدوں میں عربی کتاب ہے اور مطبع احمدی بھوپال سے چھپ چکی ہے اور اب اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے رسائل عقیدہ ہیں: دعایۃ الایمان الی توحید الرحمٰن، (اردو، آگرہ)، دعوۃ الحق (اردو بھوپال)، عقیدہ السنی، (اردو، بھوپال)، قوارع الانسان (اردو، آگرہ)، قطف الثمر فی بیان عقیدہ اہل الأثر (عربی، کانپور)، ملاک السعادۃ، (اردو، بھوپال ۱۳۰۶ھ)۔

تصوف میں ان کی متعدد کتب ورسائل کے نام ہیں: ریاض المرتاض وغیاض العرباض، فارسی، بھوپال ۱۳۹۷ھ، لسان العرفان، (اردو، آگرہ)، مقالات الاحسان فی مقامات العرفان (اردو، بھوپال)، المتقصر المختصر (اردو، بھوپال)، وغیرہ خیرۃ الخیرۃ (اردو، مفید عام آگرہ ۱۳۰۴ھ) وغیرہ۔

اگرچہ ان کے موضوعات کے بارے میں ایک مختصر تبصرہ گذر چکا ہے۔ لیکن پروفیسر اجتباء ندوی نے تمام علوم وفنون کی ایک فہرست مرتب کی ہے جو یہ ہے: ۱-علوم القرآن الکریم، ۲-علوم الحدیث الشریف، ۳-التفسیر، ۴-الحدیث، ۵-الفقہ، ۶-اصول الفقہ، ۷-العقائد، ۸-الکلام والتاویل، ۹-الصرف، ۱۰-النحو، ۱۱-علم الاشتقاق، ۱۲-اللغۃ، ۱۳-البدیع، ۱۴-الادب، ۱۵-الموعظۃ، ۱۶-الاذکار والاوراد، ۱۷-الشعر، ۱۸-الاخلاق والتصوف، ۱۹-علم الاسناد، ۲۰-الطبقات، ۲۱-التاریخ والسیر والتراجم، ۲۲-المناقب، ۲۳-آداب القضاء۔

ان تمام علوم وفنون میں نواب سید صدیق حسن خاں نے یا تو اپنی طبع زاد کتاب/کتابیں لکھیں یا متقدمین اور پیشرو علماء کی کتابوں کا فارسی اور اردو میں ترجمہ کیا یا ان کی تلخیص کی یا ان سے استفادہ کیا اور ان پر اضافات خاصہ کر کے ان کو نیا رنگ وروپ دے دیا۔ ان کی ایک اہم تالیفی خصوصیت یہ بھی ہے کہ بہت سی پیشرو کتابوں کے طویل سے طویل تر اقتباسات اپنی کتابوں میں محفوظ کر دئے اور اب وہ سرمہ اہل بصیرت ہیں کہ اصل کتب دستیاب نہیں۔

## مقام ومرتبہ

مولانا سید صدیق حسن خاںؒ قنوجی بھوپال پر دنیاوی مصب وامیرانہ وجاہت کا سایہ زیادہ گہرا ہے۔ اسی وجہ سے وہ نواب کے لقب وخطاب سے زیادہ یاد کئے جاتے ہیں، حالانکہ یہ ہندوستانی سائیکی اور طبقۂ علماء واہل قلم کی حکمرانوں اور نوابوں سے مرعوبیت کی زیادہ دلیل ہے۔ مولانا موصوف اپنے کو عالم دین اور علوم اسلامی کا خادم سمجھتے تھے اور یہی ان کی اصل شناخت، دینی وجاہت وتشخص اور بنیادی طرۂ امتیاز ہے اور اسی کے سبب وہ آج بھی زندہ ہیں۔ علوم وفنون کے لحاظ سے وہ ایک عظیم ترین عالم، ماہر، متبحر تھے اور بطور مصنف ومؤلف ایک بے مثال وجلیل القدر عبقری۔

ان کا مطالعہ بہت وسیع اور علم حاضر تر تھا۔ اس میں ان کی خداداد قوت حافظہ وادراک نے کار فرمائی کی تھی طالب علمی کے کچے ذہن کے زمانے سے وہ اخذ وادراک اور فہم وبصیرت میں ممتاز تھے اور مسلسل مطالعہ اور غور وفکر نے اس کو مزید صیقل کر دیا تھا۔ وسعت جہات یہ حال تھا کہ کوئی علم وفن بھی ان کی دسترس سے باہر تھا اور نہ ان کے قلم کی حکمرانی سے خارج اسی بنا پر تمام اسلامی علوم وفنون۔ تفسیر وحدیث، فقہ واصول سیرت وسوانح، عقائد وکلام اور شعر وادب میں ان کو استاذانہ درک حاصل تھا اور ان تمام میں انہوں نے اپنے قلم کی حکمرانی اور تصنیفی فرمانروائی کی شاندار شہادت قائم کی۔

شیخ علوم وفنون کے علمی جلال ومنزلت اور تصنیفی جاہ ومرتبت کا کھلے دل سے ان کا تمام معاصرین نے اعتراف کیا جن میں عبقریات امت شامل ہیں اور ان کے متاخرین نے بھی ان کے احسانات کو پوری طرح تسلیم کیا۔ ان میں بھی زندہ وتابندہ شخصیات ملت شامل ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ ان کی تصانیف ان کی عظمت وجلالت کی گواہ ہیں غالباً ان جیسا وسیع النظر اور وسیع المطالعہ مصنف

اور کوئی نہیں اس برصغیر یا عالم اسلامی میں اس عہد لپس میں پیدا ہوا وہ وسیع القلب اور صاحب دل شخص بھی تھے کہ اکابر علما و اساطین امت کے علاوہ اپنے تمام معاصرین کا بھی احترام کرتے تھے مسلک و فکر سے اختلاف کے باوجود انکی آراء و تصنیفات کا اکرام کرتے تھے اور ان سے بلا تکلف استفادہ بھی کیا کرتے تھے۔ حدیث و سنت کی صحیح پیروی اور تصوف و طریقت کی اسلامی رہنمائی نے ان میں اعتدال فکر و نظر اور سلامتیِ قلم و خامہ پیدا کر دی تھی۔

## طریقہ تالیف

بقول خود مولانا سید صدیق حسن قنوجی وہ اصلاً سیر و سوانح اور تراجم کے طالب و عالم اور محقق تھے۔ وہ ان کا خصوصی میدان ضرور ہے مگر تفسیر و حدیث اور فقہ وغیرہ کے دوسرے اسلامی علوم میں ان کا درک بھی عظیم و جلیل اور وسیع تھا اس تبحر و وسعت مطالعہ نے ان کے فکر و وجدان میں ایک تیز بینی اور فکری عبقریت پیدا کر دی تھی جس نے ان کے تمام علوم و فنون اور ان کی متعلقہ تصانیف پر اپنی گہری چھاپ چھوڑی اور سیر و سوانح اور تراجم میں بھی ان کی فکری و علمی عبقریت کے نشانات ملتے ہیں سیرت نبوی ان کا خصوصی مطالعہ نہ تھا مگر اس خاص میدان میں ان کے مختصر رسالہ میں ان کی علمی برتری کا ثبوت موجود ہے۔

اپنے مختصر مقدمہ میں سید صدیق حسنؒ نے بڑی تکلفی سے اور بہت دیانت سے صراحت کر دی ہے کہ ان کا مختصر رسالۂ سیرت شیخ احمد شبلنجی المعروف بہ مومن کے ایک عظیم معارف نامے نور الابصار کی سیرت نگاری پر مبنی ہے البتہ اس میں انہوں نے بہت سے دوسرے مآخذ سیرت و علم سے ان کے مباحث پر اضافے کئے ہیں جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حافظ ابن سید الناس کے مختصر سیرت نو العیون کے فارسی ترجمہ میں جا بجا استعدادات کا و اضافات کئے تھے رسالۂ سیرت کے مطالعہ سے ان کی صراحت کی تصدیق ہوتی ہے اور ان کے اضافات کی کثرت و علمیت پر حیرت ہوتی ہے۔

مؤلف گرامی قدر نے دوسری وضاحت یہ کی ہے کہ ان کے زمانے میں صحیح معلومات پر مبنی میلاد نامے موجود نہ تھے اور جو رائج الوقت تھے وہ خرافات سے بھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا میلاد نامہ صحیح روایات پر مبنی کر کے لکھا اور اس کا نام ''الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البدیۃ'' رکھا۔ اس مناسبت میں ان کی فروتنی و عجز و انکسار کے اظہار کے علاوہ کئی باتیں عرض کرنی ضروری ہیں: اول یہ کہ

مؤلف گرامی نے ''من'' کا لفظ لکھا ہے اور اس کے ساتھ وہ رسالہ ان کی زندگی ہی میں ۱۳۰۵ھ میں چھپا تھا بعد کے شارحین اور سوانح نگاروں میں ان کے فرزند اور پروفیسر اجتباء ندوی نے ''من'' کی جگہ ''فی'' رکھ دیا۔ بظاہر مطبوعہ سرورق صحیح لگتا ہے۔ لغت ومفہوم کے اعتبار سے بھی۔ دوسرے یہ کہ وہ میلادنامہ ہرگز نہیں ہے جیسا کہ اس کا عنوان بتاتا ہے۔ وہ پوری سیرت نبوی کا جامع ہے وہ سیرت کے مختصرات۔ مغلطائی، دمیاطی، ابن فارس، ابن سید الناس، مقدسی، محب طبری، خلاطی، ذہبی وغیرہ۔ کے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ اردو کا رسالۂ سیرت ہے مگر اس کا عنوان عربی ہے، حضرت مؤلف کو اپنے رسائل وکتب کے عربی نام رکھنے کا جنون تھا۔ خواہ ان کی زبان غیر عربی کیوں نہ ہو۔

رسالۂ شمامہ عنبریہ کی حد تک مؤلف گرامی قدر کا طریقۂ تالیف ایک وفادار پیروکار اور متبع طریقت کا ہے۔ وہ شیخ احمد شبلنجی مصری کے ذخیرہ معلومات سیرت کو عربی سے اردو میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں جو ترجمہ سے زیادہ ان کی زبان ہے انہوں نے بعض تصرفات اور بھی کئے ہیں۔ ان میں سے ایک فصول وابواب کے عناوین کا معاملہ ہے۔ تمہید وپیش لفظ بلاعنوان میں پہلے عربی زبان میں حمد وصلوۃ کی چار سطریں لکھی ہیں اور اس کے بعد سیرت نبوی کی افادیت کو بیان کیا ہے جو موجب سعادت دنیاوی واخروی ہے۔ اور اس کے لئے اعتقاد صحیح کو لازمی قرار دیا ہے۔ پھر اپنے طبع زاد ''مقدمہ بیان میں مؤلفات میلاد شریف'' کے تحت لکھا ہے کہ ''رسائل میلاد نبوی ﷺ کی تعداد پچاس سے زائد بڑھ گئی لیکن کوئی تالیف اعتماد کل نہیں'' ۔ اس لئے اس میں تمام احوال خاصہ آنحضرت ﷺ کا از ولادت تا وفات لکھنا مناسب جانا''۔ اسی میں سبب تالیف کے علاوہ، ذکر امام سید شبلنجی اور کتاب نورالابصار کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ رسالۂ سیرت کو قبولیت حاصل ہو اور وہ ان کے لئے وجہ مغفرت ہے اور لوگ اسے پڑھا کریں۔ دوسری فصول جو نورالابصار کے ماتحت یا اس سے الگ قائم کی گئی ہیں، اختصار وتلخیص یا جدت پیش کرتی ہیں جیسے فصل ذکر میں نسب وولادت شریف آنحضرت ﷺ کے، فصل بیان میں مرصفات نبوت کے'' وغیرہ۔ ان کا زیادہ فرق مباحث کتاب کی بحث میں ملے گا۔

شمامہ عنبریہ کے مؤلف گرامی کی اضافہ کردہ روایات اور دوسرے اضافات کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی خاص ''تنبیہات'' قائم کر کے اس کے تحت معلومات وروایات کا اضافہ فرماتے ہیں اور ان کی بالعموم اسی نوع سے نشاندہی کردیتے ہیں یہ باب بہت طویل ہے اور اصل کتاب کا خاصا حصہ اس پرمبنی

ہے۔ مباحث میں اس کی تمام مثالیں ملیں گی یہاں صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے دوسرا طریقہ اضافہ یہ بھی ہے کہ وہ بلا کسی امتیازی علامت کے اپنا اضافہ شروع عبارت میں یا درمیان میں یا آخر میں کر دیتے ہیں جیسے نسب نبوی پر عدنان کی پیڑھی تک اتفاق علماء ونسابون اور بعد کی پشتوں پر اختلاف اور اس سے متعلق حدیث کا اضافہ ان کا اپنا ہے، اصل کتاب نور الابصار میں نہیں ہے۔ ولادت نبوی کی تاریخ ۱۲/ربیع الاول عام فیل کو جمہور علماء کا قول قرار دے کر ابن الجوزی کا اس پر اتفاق اور اس سے مختار اہل حدیث کا اختلاف اور اس سے متعلق کئی معلومات حضرت مؤلف نے اپنی طرف سے اضافہ کی ہیں۔ ولادت کے متعلق واقعات میں معجزات کا اضافہ فاسد بھی ان کا ہے۔ یہ خاصا طویل اضافہ ہے جو کئی صفحات پر مبنی ہے۔

حضرت مؤلف کبھی اپنے اصل متن الابصار کی پیروی میں اور کبھی ان کے طریقے سے متاثر ہو کر اپنے متنی حوالوں کا ذکر عربی فقروں اور جملوں میں کرتے ہیں۔ ان کے بیان کردہ اشعار نقل کر دیتے ہیں اور بہت سے اماماں سیرت کی عربی عبارتیں دیتے ہیں اور ان میں سے کسی کا ترجمہ نہیں دیتے جو اردو خواں طبقہ کے لئے باعث پریشانی ہوتا ہے۔ یہ اصلاً قدیم وجدید علماء کا ایک بڑا طریقہ حوالہ ہے۔ نسب وولادت کی فصل میں ہی والدہ آمنہ کے نسب جدی سے متعلق دو شعر عربی میں، ولادت بروز دوشنبہ کے بارے میں حدیث نبوی بلا ترجمہ ہے، خواب آمنہ بابت تسمیہ نبوی عربی عبارت میں ہے، اماماں حدیث کی تصحیح معجزات ولادت کی عبارت خاصی طویل عربی میں ہے اور یہ سلسلہ آخر تک چلتا گیا ہے۔ آخر فصل میں ابن عبدالبر کی کافی طویل عربی عبارت بلا ترجمہ ہے۔ دوسری فصول میں بھی یہی رویہ ملتا ہے۔

شاید خاندان ہاشمی سے نسبت ذاتی کا اثر تھا یا اس سے مبالغہ آمیز عقیدت کا شاخسانہ کہ حضرت مؤلف آباء واجداد نبوی کے علاوہ دوسرے ہاشمی بزرگوں کے بارے میں بہت سی غلط ومنکر اور ضعیف وکمزور روایات بیان کرتے ہیں، ولادت ہجرت، پرورش اور دوسرے واقعات کے باب میں بھی وہ کمزور ومنکر روایات کو بیان کرنے سے نہیں چوکتے اور اپنے اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ان میں بحیرا راہب، نسطورا راہب کے قصے بھی شامل ہیں جن کو محققین قصہ کہانی ثابت کر چکے ہیں۔ ہجرت کے باب قصہ ام معبد کے متعلق ایک درخت کے معجزاتی وکراماتی اثرات کا معاملہ بڑا عجیب وغریب ہے اور اسی ہاشمی غلوئے عقیدت کا ثمرہ ہے۔ اور وہ بھی زمخشری کی ربیع الاوسرار کے حوالے سے ہند بنت ابی الجون کی سند پر منقول ہے۔

نقد کی خاصی کمی ہے تاہم کہیں کہیں وہ نور الابصار کی روایت کی کمزوری یا اس کے بلاسند ہونے کا حوالہ دیتے ہیں یا ختنہ ولادت کی روایات کے متواتر ہونے پر خوب تبصرہ کیا ہے کہ ''شاید مراد اس سے شہرت ہے نہ تواتر بطریق سند''، البتہ مختون پیدا ہونے کو آپ کے خصائص میں ہونے کے خیال پر ابن القیم کے حوالہ سے نقد کیا ہے کہ وہ خصائص میں سے نہیں ہے۔ رضاعت حلیمہ کے زمانے میں جبریل علیہ السلام کی ختنہ کرنے کی روایت کو ذہبی کے حوالے سے منکر کہا ہے۔

مآخذ کا حوالہ خواہ نور الابصار کا ہو یا حضرت مؤلف کا بیشتر ابواب وفصول کی روایات کے ضمن میں ضرور ملتا ہے۔ حضرت مؤلف کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اضافات کے تمام حوالے بہت خوبصورت طریقے سے دئے ہیں۔ ان میں تمام معتبر ومشہور قدیم وجدید مآخذ کے حوالے ملتے ہیں۔ اس مختصر سیرت میں ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے اوپر جا پہونچتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا کوئی بیان حوالہ یا روایت بلا سند نہیں ہے۔ ان مآخذ میں سیرت وسوانح کے علاوہ دوسرے علوم وفنون کی کتب کے بھی حوالے ملتے ہیں جو ان کی وسعت معلومات کے شاہد ہیں۔ خاکسار کے مضمون میں ان کی سیرت نگاری کے تمام مآخذ کی ایک فہرست مرتب کی گئی ہے۔

فصول رسالہ کے عناوین بعض اوقات اتنے مختصر ہوتے ہیں یا کسی خاص واقعہ سے متعلق کہ وہ اس کے مباحث کی وسعت کو سمجھنے میں سدراہ بنتے ہیں جیسے اول فصل میں نسب وولادت کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کی پرورش وپرداخت اس سے متعلق یا ذمہ دار اکابر بنی ہاشم اور رضاعی رشتہ دار اور اخلاق وشمائل کا بھی ذکر ہے۔ ابن عبدالبر کا اقتباس پورا خلاصہ سیرت دیتا ہے۔ دوسری فصل مرصفات پر ہے مگر اس میں رضاعت حلیمہ سعدیہ کے واقعات مابعد بھی ہے جیسے والدہ ماجدہ کے ساتھ سفر مدینہ، بیماری، آشوب چشم، اولین سفر شام اور بحیرا کا قصہ وغیرہ۔ اس میں ہجرت حبشہ اور اس کے بعض مہاجرین کی واپسی تک کے واقعات موجود ہیں۔

اس مختصر سیرت کا سب سے بڑا وصف اور حضرت مؤلف کا عظیم ترین کارنامہ ایجاز واختصار کے ساتھ اس کی جامعیت ہے اور معلومات کی پیوستگی۔ اس میں نئی روایات ومعلومات کی دوسری کتابوں سے آمیزش بھی اس کا طرۂ امتیاز ہے ساتویں سال عمر میں آشوب چشم کی تکلیف، چچا زبیر وعباس کے ساتھ یمن کے تجارتی اسفار، حضرت ثوبیہ کی اسلمی نسبت، رعی غنم کی حکمت الٰہی، ابوطالب ہاشمی کے لئے مغفرت نبوی

اوران کے احسانات شناسی، مختلف واقعات سیرت کی واقعاتی توقیت جیسے وفات خدیجہ کے تین ماہ بعد سفر طائف اور وہاں سے واپسی کی تاریخ، اسراء کی تاریخ صحیح اور عمر نبوی کی قطعی یقین، شق صدر کے واقعات اور تعدد کی روایات پر مباحث علماء، بوقت ہجرت عمر نبوی کی یقین اور تاریخ دوشنبہ ہشتم ربیع الاول۔

بالعموم مختلف روایات کو بیان کرتے ہیں لیکن ان پر محاکمہ یا سبب ترجیح بھی بیان کر دیتے ہیں جیسے ولادت نبوی کی تاریخ ۱۲/ ربیع الاول کو جمہور علماء کا بیان بتایا ہے اور ۸/ ربیع الاول کو مختار اہل حدیث قرار دیا ہے۔ مکان ولادت کے باب میں البتہ ترجیح نہیں دی۔ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد ولادت کو مشہور روایت کہا ہے جبکہ ریاطی کا خیال دیگر بھی نقل کر دیا ہے۔ سہیل سے اپنی سند لاتے ہیں عوانک خواتین اور ان سے متعلق حدیث نبوی کی صحیح توجیہ نہیں کی اور غلط بیان رواۃ پر نقد بھی نہیں۔ صرف روایات مختلفہ نقل کر دیں۔ نبوت کی عمر شریف کی یقین کی روایات میں بھی محاکمہ نہیں کیا۔ یہی حال فترہ وحی کی مدت کا ہے البتہ ابن اسحاق کی غلط روایت کو قبول کی ہے۔ حضرت حمزہ کے اسلام لانے کا ۶ نبوت علی الراجح قرار دیا ہے۔ شب معراج میں نماز پنجگانہ کی رکعات کی تعداد پر قطعیت کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔

ان کا ایک طریقۂ تالیف یہ بھی ہے کہ وہ بالعموم معتبر اور قدیم ترین سیرت نگاروں بالخصوص ابن اسحاق کی پیروی بیان واقعات اور تعبیرات کی حد تک ضرور کرتے ہیں۔ جیسے رضاعت حلیمہ کا واقعہ، فترہ وحی کی مدت، وفات والدہ ماجدہ کے وقت عمر نبوی ابن اسحاق کیمطابق چھ سال تھی، بوقت ہجرت نبوی صرف ابوبکر وعلی کے رہ جانے کی بات ابن اسحاق وغیرہ سے لے لی ہے جو صحیح نہیں ہے ان کے دوسرے معتمد و معتبر اور اہم سیرت نگار کئی ہیں جیسے قسطلانی، مغلطائی، حلبی، اسد الغابہ۔ لیکن کبھی کبھی وہ جمہور علماء و محدثین کے موقف کے خلاف بھی بات بیان کرتے ہیں جیسے معراج میں رویت باری کا ان کا خاص خیال جمہور علماء کے خلاف ہے۔

حضرت مؤلف ایک متبحر عالم و ماہر حدیث بھی تھے اور ان کی نظر وسیع ذخیرہ احادیث پر کافی عمیق تھی۔ وہ واقعات سیرت کے بیان میں کتب احادیث اور ان کی روایات کو جابجا اور موقع بموقع ضرور لاتے اور پیوست کرتے ہیں۔ ولادت نبوی کے وقت قصور شام کے دیکھنے کی روایت کی توضیح کتب سالفہ سے کی ہے جو حدیث میں بھی ہے اور یہ بہت دلچسپ روایت ہے۔ مختون پیدا ہونے کی روایت کو حدیث مرفوع کہا ہے۔ سفر طائف سے واپسی پر یقین کے جنات کے قبول اسلام کا واقعہ سورہ

جن اور حافظ مغلطائی کے بیان کے علاوہ صحیحین سے بھی دیا ہے۔ شب اسراء میں نووی کی شرح مسلم اور فتاویٰ نووی کا بھی حوالہ ہے۔ بخاری، مسلم کا حوالہ بعض دوسرے واقعات کے ضمن میں دیا ہے۔ جیسے شق صدر کے واقعہ میں مسلم کا ذکر وحوالہ، بیت المقدس کا کشف بھی حدیث میں ہے واقعہ ہجرت میں لفظ بخاری کی تصریح کی ہے، غار سے ابوبکر کے مشرکین کے قدم دیکھنے کی روایت صحیحین، حضرت عمار کے بارے میں صحیح کی روایت وغیرہ۔

بعض ضعیف روایات حدیث کی صحیح کرنے کا ذوق ان کو اصول جرح وتعدیل سے واقفیت نے بخشا تھا۔ اس لئے وہ اپنی پسندیدہ مگر ضعیف روایات کی تصحیح وتعدیل کے لئے متعدد علمائے احادیث اور اصول کے ماہرین کی آراء بیان کرتے ہیں۔ جیسے والدہ ماجدہ کے نور وغیرہ بوقت ولادت نبوی دیکھنے کی روایات احمد وبزار وطبرانی وحاکم وبیہقی کی تصحیح حافظ ابن حجر کے بیان سے کی ہے اور اس میں ابن حبان، حاکم وغیرہ کی تصحیح کے علاوہ یہ دلچسپ طریقہ بھی ہے کہ اس روایت معجزات کے بہت سے طرق ہیں۔

دوسری کتب علوم کی روایات سے بھی وہ استفادہ کرتے ہیں جیسے حضرت عداس کے واقعہ کو بغوی کی تفسیر سورۂ احقاف سے نقل کی ہے۔ شیخ ابن عربی کے حوالہ سے کہا ہے کہ تعبد/تحنث حراء وغیرہ قبل بعثت شریعت ابراہیمی کے مطابق تھا۔ شیخ کا دوسری جگہ بھی حوالہ دیا ہے۔ بالخصوص ان کی کتاب محاضرات ومسامرات کے ذریعہ۔

مختصراتِ سیرت میں حضرت سید صدیق حسن قنوجی بھوپال کا شمامہ عنبریہ بلاشبہ بہت ممتاز ہے۔ اپنی بعض کمزور روایات، صوفیانہ رجحانات اور غلط تعبیرات کے باوجود وہ سب سے اچھا اور جامع ترین رسالۂ سیرت ہے۔ اس میں نہ صرف تاریخی واقعات سیرت کو بیان کیا گیا ہے بلکہ خصائص ومعجزات اور شمائل وفضائل واخلاق نبوی کو شامل کیا گیا ہے ایک سو صفحات سے کچھ زیادہ ضخیم رسالہ بلاشبہ ایک جامع ترین سیرت پیش کرتا ہے اور ایک عام قاری کو سیرت نبوی کا نظر لگا دیتا ہے۔

# مصادر و مآخذ


ابویحییٰ امام خاں نوشہروی، تراجم علمائے حدیث ہند، دہلی ۱۹۳۸ء، ۳۱۲، ۲۷۷ھ

اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، مقالہ صدیق حسن خاں قنوجی (ادارہ)

اشفاق علی، بھوپال، پاسٹ اینڈ پریزنٹ (انگریزی) بھوپال ۱۹۶۹ء

براکلمان، فہرست

جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ۴/۲۶۴

رحمٰن علی خاں، تذکرہ علمائے ہند، کراچی ۱۹۶۱ء

زبید احمد

زرکلی، اعلام، ۱۹۵۶ء

سرکیس، معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ، مصر ۱۹۲۹ء

سلطان جہاں بیگم، دی اکاؤنٹ آف مائی لائف / حیاۃ شاہجہانی، بمبئی، ۱۹۲۷ء، آگرہ، ۱۹۱۴ء

سید صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، مطبع صدیقی، بھوپال، ۱۲۹۵ھ

البقاء المنن، شاہجہانی، بھوپال، ۱۳۰۵ھ

اتحاف النبلاء، کانپور، ۱۲۸۸ھ

دیگر کتب حضرت سید صدیق حسن خاں

عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر، نیا ایڈیشن بعنوان الاعلام، حیدرآباد، ۱۳۷۶-۱۳۹۰ھ

علی حسن خاں، مآثر صدیقی، نولکشور، لکھنو، ۴۲-۱۹۴۱ء

عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین

محمد اجتباء ندوی، الامیر سید صدیق حسن خاں، حیاتہ وآثارہ، دار ابن کثیر، بیروت، دمشق، ۱۹۹۹ء

مستقیم سلفی، علمائے اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، بنارس

مسعود عالم ندوی، تاریخ الدعوۃ الاسلامیۃ فی الہند، دار العروبہ، لاہور ۱۳۷۰ھ

# سید صدیق حسن خاں کی الشمامۃ العنبریۃ

مختصراتِ سیرت کی ابتداء، ترقی اور نشو و نما کی ایک پوری تاریخ ہے جس کا آغاز چوتھی پانچویں صدی ہجری سے ہو گیا تھا لیکن اس میں تیزی بعد کی صدیوں میں آئی۔ اس کے وجوہ و اسباب ارتقاء میں سے ایک یہ تھا کہ ضخیم و طویل کتب سیرت کو پڑھنے پڑھانے کی فرصت نہ تھی اور فرصت میسر تھی تو ذوق و شوق مفقود تھا۔ حضرت مؤلف کے علاوہ متعدد نے اس کا شکوہ کیا ہے دوسری وجہ یہ تھی کہ لکھنے والوں نے اختصار نویسی کی نئی طرح ڈالی کہ مفصل کتابوں کے سامنے ان کے مختصرات ٹھہر سکیں۔ ان صاحبانِ قلم میں سے کئی اختصار نویسوں نے طلبہ و اساتذہ کے حفظ و فوری مطالعہ کے لئے مختصرات کو بہتر سمجھا تھا۔ علامہ سید صدیق حسنؒ کا ایک خیال و محرک یہ بھی تھا کہ غلط سلط میلا ناموں کے سیلاب میں ایک صحیح اور معتبر میلاد نامہ لکھا جائے جو از ولادت تا وفات پوری سیرت نبوی کو حاوی ہو اور وہ قارئین و سامعین کو صحیح روایات و معلومات دے سکے۔

حضرت سیدؒ کا دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ ''ہر چند تفصیل کو اس مقام میں بہت دست رس تھا لیکن قصور ہمت ابناء عصر دیکھ کر ہر فصل میں اون ہی مضامین ماثورہ پر اقتصار کیا گیا جو بمنزلۂ راس جسد کے سے ہیں اور فقط ضبط اطراف پر موقوف ہوا....'' انہوں نے دوسرے مختصرات نویسوں کی مانند سیرت نبوی کے مطالعہ کو باعث سعادت دارین بتایا ہے اور اس کی صحیح پیروی کو کتاب و سنت کی صحیح پیروی قرار دیتے ہیں اور اختلاف فقہاء سے بچنے کا مشورہ اور ہر روز نہ سہی تو ہر ہفتہ یا ہر ماہ میں اس کی قراءت و سماعت کا طریقہ بتاتے ہیں تاکہ میلاد صحیح بن سکے اور صرف ماہ ربیع الاول کی بدعت بن کر نہ رہ جائے۔ ان کا یہ اظہار بہت بلیغ ہے کہ صحیح احادیث اور واضح آیات و فضائل آنحضرت ﷺ کافی ہیں لہٰذا بالغات شعریہ

اور روایات غیر ماثورہ سے اسے کیوں آلودہ کریں۔ اس کے بعد ''شیخ امام سید شبلنجی معروف بمومن رحمہ اللہ تعالیٰ'' کی کتاب نور الابصار کے مضامین سیرت پر اپنے رسالہ کی بنیاد رکھنے کا ذکر کیا ہے اور تلخیص مطالب باز یارت حسنہ کا طریقہ اپنانے کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے پیش لفظ کے شروع میں صحیح کتب سیرت جیسے شفا قاضی عیاض، مواہب لدینہ وغیرہ کی طرف توجہ نہ کرنے کا شکوہ بھی کیا ہے۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ، ۱۳۰۵ھ، ۲-۶)

نسب وولادت آنحضرت ﷺ کی فصل کا عنوان ہے اور اس سے اصل بیان سیرت شروع ہوتا ہے۔ متن نور الابصار پر اپنے اضافہ یا زیارت حسنہ سے نسب نبوی مختصرا بیان کیا ہے: ''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم''۔ نسب مبارک کے تا عدنان تک متفقہ اور مضبوط ہونے کا ذکر کرنے کے بعد نسب میہا تا آدم علیہ السلام اختلاف کا حوالہ دیا ہے اور اس پر حدیث نبوی: ''کذب النسابون'' چسپاں کیا ہے، حالانکہ نہ حدیث کا ترجمہ دیا ہے اور نہ اس کا کوئی مصدری حوالہ والدہ ماجدہ کا نسب بیان ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ اور ''نسب میں یک جدئی'' بتایا ہے۔ نسب پر دو شعر عربی میں بلا حوالہ اور بلا ترجمہ ہیں اور نور الابصار سے ماخوذ ہیں۔ (شمامہ: ۶-۷، نور الابصار-۹: نسب عدنان تک پورا ہے اور جد خامس میں نسب نبوی کے پدری و مادری نسب میں اتحاد کا ذکر کیا ہے)

وقت تاریخ ولادت کے بارے میں نور الابصار کا بیان ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول عام الفیل کو بروز دو شنبہ بوقت طلوع فجر ہوئی اور مواہب لدینہ کے حوالے سے رات کی ولادت کی روایت قیل کے لفظ سے کی ہے اور حضرت عائشہؓ کی سند پر مکہ کے ایک یہودی تاجر کی پیشگوئی کی روایت نقل کی ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی ولادت، نبوت اور مہر نبوت کا حوالہ دیا گیا تھا۔ حضرت ان بیانات کو قبول کر کے اس میں بہت قیمتی اضافے کیے ہیں جیسے ابن الجوزی کے حوالے سے جمہور علماء کا قول اور قسطلانی کی سند پر مختار اہل حدیث، اور حمیدی، ابن حزم و قضاعی کے حوالے سے اس کا مختاف اہل معرفت تو اریخ ہوا۔ بعض دوسری تاریخوں میں صرف دہم کا ذکر ہے اور دوازدہم کو اہل مکہ کا عمل بتایا ہے اور اسی بارہ ربیع الاول کو طیبی کے حوالے سے بالاتفاق تاریخ قرار دیا ہے مسلم کے حوالے وروایت پر دو شنبہ کے دن ولادت اور اسی دن نزول نبوت کا ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث کا ترجمہ نہیں لیا البتہ اس سے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دن کو ولادت ہوئی اور اسی دن مکہ فتح ہوا اور سورۂ مائدہ بھی اسی دن اتری۔ زرکشی سے ان کی

ولادت کی سند لائے ہیں پھر مواہب لدینہ کے حوالے سے یہودی تاجر مکہ کی بشارت کا ذکر ہے اور قول اول کو حضرت ابن عمر سے مروی ہونے کا اضافہ کیا ہے (شمامہ-ے، نور الابصار-۹)

اس فصل کے دوسرے مباحث حضرت سید ہیں۔ جو اضافاتِ حضرت ہیں ان کے آگے قوسین میں اضافہ لکھ دیا ہے۔ مکان ولادت میں اختلاف کا ذکر مواہب لدینہ کے حوالے سے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کی والدہ حضرت شفاء کے ہاتھوں ولادت اور بوقت ولادت احوال آنحضرت ﷺ جیسے آسمان کی طرف دیدۂ بینا کا ہوا، زمین پر ہاتھوں کا ٹکا ہونا، سرگیں چشم، پاکیزہ تن ناف بریدہ اور ختنہ شدہ۔ ختنہ نبوی ولادت کے بعد کئے جانے کی مختلف تاریخیں، امام ذہبی کا نقد، کسب احبار کے حوالے سے مختون پیدا ہونے والے تیرہ انبیاء کے اسماء گرامی بحوالہ حیاۃ الحیوان، ولادت کے وقت والد مرحوم ہو چکے تھے اور دوسری روایات بھی ہیں بلا محاکمہ (اضافہ) والدہ کے انتقال کے وقت طفل چہار سالہ یا شش سالہ (اضافہ)، عبدالمطلب کا ساتویں دن عقیقہ کرنا، ولادت کے وقت کے معجزات چودہ کنگروں کے گرنے، نہر ساوہ کے خشک ہونے اور آتش فارس کے بجھنے کا ذکر (اضافہ)، مختون و غیر مختون کی روایات میں تطبیق شبلنجی چھوڑ دی ہے، ۸ برس دو ماہ دس دن کی عمر میں عبدالمطلب کا انتقال اور ابو طالب کی کفالت (اضافہ) پھر دوران حمل و ولادت کا مبشرات و معجزات کا مفصل بیان ہے جو مختلف مآخذ سے اضافہ کیا ہے جیسے ابن اسحاق، ستہ، احادیث، ابو نعیم اور ان تمام روایات کی تصحیح ابن حبان و حاکم وغیرہ سے کی ہے اور اس میں حضرت عباس کے دو شعر بلا ترجمہ ہیں اور قصور شام دیکھنے کی روایت کی حکمت پر بحث اور شام کے فضائل پر حدیث صحیح بیان کی ہے، رجم شیاطین کا ذکر ہے اور پھر مختون و مسرور پیدا ہونے کی روایت ابن درید کی وشاح کے حوالے سے ہے، واقعہ فیل کے بعد پچاس یا پچپن دن کے وقفہ کا اختلاف سہیلی اور دمیاطی کے حوالے سے ہے، معاصر میلاد کی خرافات پر ابن الحاج کی مدخل کی عبارت کو شیخ عبدالحق دہلوی حنفیؒ کے تبصرہ و نقد سمیت نقل کی ہے "ف" کے تحت چار بار شق صدر کی روایت صحیح مانی ہے اور اس کے بارے میں شیخ عبدالحق دہولی کے ایک رسالے کا ذکر کیا ہے۔

اسی میں بعض واقعات سیرت ہیں جیسے حمل کے دو ماہ بعد عبداللہ کا انتقال ہونا راجح بتایا ہے عبدالمطلب کی کفالت، ایک سو بیس یا چالیس برس میں ان کا انتقال، ابو طالب کا اصل نام عبد مناف اور ان کی کفالت اور خشک سالی میں وسیلہ نبوی سے دعا اور بارش، اس سے متعلق قصیدہ ابو طالب کا ایک شعر اور

ابن اسحاق میں مکمل قصیدہ ہونے کا حوالہ اور ابن عبدالبر کا عربی متن جس میں بعثت تا وفات کا ذکر خیر ہے۔ (شمامہ: ۷-۱۳، نورالابصار میں یہ مباحث نہیں ہیں)

دوسری فصل ''مرضعات نبوت'' کے بیان میں باندھی ہے اور اس میں متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے جیسے آٹھ بیویوں کی رضاعت نبوی، ثوبیہ اسلمیہ کی نسبت کے ساتھ چندر روز بعد رضاعت والدہ ماجدہ، حلیمہ سعدیہ، اور دوسری مرضعات لعمری، ابن قیم، سہیلی، حیاۃ الحیوان کے حوالے سے، حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت اور ان کے اسلام وغیرہ پر مختصر بیان ہے اور حلیمہ سعدیہ کے گھر سے والدہ کے پاس واپسی بعمر چھ سال بروایت ابن اسحاق اور حضرت حلیمہ کے فضل کے اعتراف اور اس دو شعر پر یہ بیان ختم ہوتا ہے اور مشترک شمامہ اور نورالابصار ہے (شمامہ: ۱۳-۱۴، نورالابصار: ۹-۱۰) دودھ چھڑانے پر آپ ﷺ کی تسبیح وتحمید (اضافہ)، ام ایمن کی حضانت، والدہ کے ساتھ سفر مدینہ، عبدالمطلب کے پاس مکہ واپسی، سال ہفتم میں آشوب چشم، عبدالمطلب کی وفات اور مرض الموت میں ابوطالب کی وصیت کفالت نبوی، ابوطالب کا مشاہدہ برکات نبوی واقعہ استسقاء اور سفر شام اور واقعہ بحیرا راہب، قصہ بحیرا میں تفصیلات کا اضافہ سید بحوالہ سرورالمحز ون حضرات زبیر وعباس کے ساتھ اسفار یمن، رعی غنم اور حکمت، پچیس برس میں مال خدیجہ کے ساتھ تجارت اور شام کا دوسرا سفر، دوسرے راہب کا مختصر قصہ، معجزات، واپسی پر حضرت خدیجہ سے نکاح اور عمر نبوی کی قطعی یقین، حضرت خدیجہ کی عمر کا حوالہ مفقود ۳۵ سال کی عمر میں تعمیر کعبہ کا واقعہ کچھ تفصیل کے ساتھ، قریب بعثت کے قریب خلوت گزینی، عبادت جو بقول شیخ ابن عربی شریعت ابراہیم خلیل اللہ پر تھی، رویا وصادقہ، اس کی شش ماہہ مدت، رجم شیاطین بحوالہ سیرۃ طبی، نبوت کے وقت عمر نبوی چالس سال کامل، دوسری روایات بحوالہ مواہب، نزول قرآن وجبریل کا واقعہ، وضو اور نماز کی تعلیم جبریل واقعہ تصدیق ورقہ بن نوفل، ابتداء نبوت کی تاریخ پر مختلف اقوال، فترہ کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ، اسلام حمزہ اور عمر کی تاریخ، مسلمانوں کی تعذیب قریش، جماعت مستضعفین شہادت حضرت سمیہ، ایذاء مشرکین کے سبب ہجرت حبشہ، اکرام نجاشی، دو ہجرتیں اول میں حضرت عثمان ورقیہ کا ذکر خاص، دوسری ہجرت کا وقفہ، مہاجرین کی واپسی بہ سبب سورہ والنجم کے سجدہ سے گمان کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ (شمامہ: ۱۳-۲۰، نورالابصار: ۱۰-۱۱، بعض واقعات کی ترتیب کا اختلاف ہے)

صحیفہ مقاطعہ، وفات ابوطالب، سفر طائف اور انصار میں اسلام کی ابتداء وغیرہ جیسے عناوین پر اگلی فصل باندھی ہے نورالابصار میں بھی یہی عنوان فصل ہے۔ اس کے خاص مباحث یہ ہیں: اسلام کی اشاعت، غالبیت اور مہاجرین حبشہ کی محفوظیت کے سبب قریشی اکابر کا فیصلہ قتل نبوی، اس کے نتیجہ میں صحیفہ مقاطعہ اور شعب ابی طالب میں بنو ہاشم و بنو مطلب کی محصوری یکم محرم ۷ نبوی کی تاریخ کتابت صحیفہ اور کاتب منصور بن عکرمہ کا برا انجام، محصورین کی سخت زندگی، نقضِ صحیفہ کے کارگذار اکابر خاتمہ صحیفہ مقاطعہ، ابوطالب کی بعمر ستاسی سال وفات اور اس کی قطعی تاریخ، ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات بحوالہ مواہب، اس کے بعد ابوطالب کو تلقین نبوی اور اکابر قریش کے لعن طعن کے بعد ملت ابراہیمی پر موت، تدفین اور تعریف و تحسین نبوی، تنبیہ کے تحت کفر کی چار اقسام اور چاروں موجب عذاب و کفر، ابوطالب کے تین اشعار بلا ترجمہ دو تعریف دین محمدی ﷺ ''ف'' کے تحت سال دہم نبوت میں وفات کے دونوں حادثوں کی وجہ سے اسے دورنج کا سال، اور سفر طائف شوال کی تین راتوں کے باقی رہنے پر، بعض کے مطابق تنہا اور بعض کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کے ہمراہ، طائف کے سرداروں کی شقاوت اور ظلم زخمی رسول اکرم ﷺ کی واپسی، باغ عتبہ وشیبہ میں قیام وضیافت، حضرت عداس کا واقعہ بہ تفصیل و بحوالہ تفسیر بغوی، ملک جبال کی آمد اور رسول اکرم ﷺ کی رحمت ورافت، ملا دو پیازہ کا خوبصورت فقرہ: ''الرسول خیر خواہ دشمنان''، طائف سے واپسی اور حراس قیام اور وہاں سے طلب جوار، مطعم بن عدی کی جوار میں مکہ واپسی اور اس کی حتمی تاریخ اور واقعہ اسلام۔ (شمامہ: ۲۰-۲۵، نورالابصار: ۱۱-۱۳: صحیفہ مقاطعہ کو ختم کرانے والے پانچ اکابر کے نام اور ان کی مساعی کا زیادہ مفصل ذکر ہے اور قصیدہ ہمزیہ کے کئی اشعار اس میں زیادہ ہیں۔ اسی طرح طائف کے تین سرداروں کے نام، ان کے مکی رشتوں دعوت نبوی کی تفصیل، حضرت زید بن حارثہ کی حفاظت نبوی کی سعی بلیغ اور بعض دوسری تفصیلات سید شبلنجی نے زیادہ دی ہیں جن کو سید صدیق حسن نے تلخیص میں زد کر دیا ہے۔

گیارہویں سال نبوت کے آغاز میں انصار کے درمیان اسلام کی ابتداء کا ذکر کر کے دوسرے واقعات بیان کئے ہیں جیسے اسواق عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز مواسم اور دوسرے منازل میں ہر سال دعوت نبوی اور حمایت و نصرت کا مطالبہ نبوی قبائل کا مختصر منفی ردعمل، اولاد قیلہ داوس وخزرج سے منیٰ میں ملاقات نبوی اور دعوت اور ان کا اسلام حمایت و نصرت کے لئے قوم سے استخراج و مشورہ کا انصاری

/خزرجی جواب، خفیہ تبلیغ واشاعت در مدینہ، دوسرے سال بارہ شخص کی آمد اور ملاقات، یہ عقبہ ثانیہ اور اس کے شرائط کے قبول کرنے کا ذکر ہے۔ اسعد بن زرارہ کا اقامت جمعہ، حضرت مصعب بن عمیر کی روانگی اور آمد مدینہ اور ان کے ہاتھ پر جماعت کثیر کا اسلام بشمول اکابر، تیسری بیعت عقبہ اور شرائط بعض نے عقبہ ثالثہ کو عقبہ ثانیہ کہا۔ دونوں شمامہ اور نور الابصار کا یہ متفقہ بیان ہے اور دونوں میں کسی مآخذ کا حوالہ نہیں۔ (شمامہ: ۲۵-۲۷، نور الابصار: ۱۳-۱۴)

نبوت کے بارہویں سال اور ہجرت سے ایک سال قبل واقعہ اسراء ومعراج ف کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس کے اہم نکات یہ ہیں: عمر شریف کی قطعی تعیین: ۵۱ سال، ۹ ماہ تھی اور بیداری کی معراج پر اختلاف ۲۷/رجب کی تاریخ پر عمل، معراج منام کی بقول شعرانی تعداد ۳۳ ہے، اختلاف تاریخ پر ابن اثیر دونوں کا حوالہ اسراء ومعراج کے واقعات سے زیادہ نماز پنجگانہ کی رکعات کی تعداد پر بحث اور موجودہ تعداد کی روایت کو اصح قرار دیا ہے مآخذ میں حلبی اور خطیب کا ذکر کیا ہے۔ نماز کی فرضیت اور ابتداء کے باب میں اور مسلم کا شق صدر بعمر دو سالہ وچند ماہ کے باب میں تحویل قبلہ بسبب استدبار کعبہ کا خیال نوشق صدر کے پانچ واقعات بحوالہ مسلم، روایت باری تعالیٰ کا منفرد نظریہ اور کفار کی تکذیب پر بیت المقدس کا کشف اور حضرت جبریل کا اسے سامنے کرنے کا واقعہ۔ اسی پر خاتمہ فصل۔ (شمامہ: ۲۷-۲۹، نور الابصار: ۱۴، براق اور آسمان نشینی کے بارے میں صاحب الکنز المدفون کی مختصر بحث کے علاوہ ترمذی کی ایک متعلقہ روایت زیادہ ہے۔ باقی تمام مباحث دونوں میں یکساں ہیں جیسے روایت باری بچشم سر وغیرہ)

ہجرت اور اس سے متصل واقعات پر اگلی باندھی گئی ہے اور اس میں حسب ذیل مباحث سیرت لائے گئے ہیں: عقد مبایعت کے پختہ ہونے اور ایذاء مشرکین مکہ کے جاری رہنے کے سبب اذن ہجرت، ہجرت کا رویا صادقہ بسند حضرت عائشہؓ، عام خفیہ ہجرت، حضرت عمر کی ہجرت علانیہ بشمول فارسی مصرعہ، حضرات ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب کے علاوہ کوئی دوسرا مسلم نہ رہا بقول ابن اسحاق وغیرہ، دارالندوہ کی اہمیت اور قتل نبوی کے لئے مشورہ قریش، شیخ نجدی کی شکل میں ابلیس کی شرکت جبریل علیہ السلام کے ایما پر بستر نبوی پر حضرت علیؓ کو محو خواب کرنے کی ہدایت نبوی اور وصیت ادائے امانت، مٹی کا معجزہ اور بقول ابن اسحاق وعیرہ اور ابن ابی حاتم وتصحیح حاکم اور آیت انفال کے حوالے سے معجزہ کے اثرات مابعد، بروایت حضرت عائشہؓ وبلفظ بخاری ابوبکر صدیق کے گھر میں آمد نبوی، ناقہ

کا بقیت انتظام، خانہ ابوبکر سے شعب جمعہ بعمر ۵۳ سال روز دوشنبہ ہشتم ربیع الاول غار ثور کی روانگی، قیام غار کے بعد آٹھ دن کے سفر کے بعد دوشنبہ ہی کو مدینہ میں ورد، تعاقب قریش سوناتے کا انعام، غار ثور سے متعلق معجزات وخوارق، صحیحین کے حوالے سے حضرت ابوبکر کی پریشانی اور تسکین نبوی اور اس سے متعلق صاحب بردہ کے چار اشعار بلا ترجمہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عامر بن فہیرہ کی خدمات دوران قیام غار ثور، عبداللہ بن الارقط کی دلالت، سراقہ کا تعاقب، ناکامی اور امان اور اس سے متعلق بوصیری کے ہمزیہ کا صرف حوالہ، ''ف'' کے تحت عجائب طریق ہجرت میں حضرت ام معبد کا مفصل قصہ اور واقعہ بجرہ نبوی اور اس کی برکات بحوالہ زمخشری کی ربیع الابرار سے دوسرے ''ف'' کے تحت مسلمانان مدینہ کے روزانہ استقبال کے لئے آمد اور مایوسی، یہودی کا اعلان قدوم، استقبال انصار قباء میں قیام کی مدت اور تاریخیں، مدت قیام مدینہ اور سرور المحزون کی فارسی عبارت کے ذریعہ ان پر اختلاف علماء (اضافہ) پھر مسلم مہاجرین کا قیام، قیامنبوی کی مدت، تعمیر مسجد قباء، مدینہ آمد، ناقہ کی ماموریت، ابوایوبؓ کے دروازے پر قیام ناقہ اور خانہ ابوایوب میں قیامنبوی، خواتین (پردہ نشین) کا استقبالیہ گیت بحوالہ بیہقی وغیرہ، مربد تیمان کی خرید اور تعمیر مسجد نبوی، بعد کی تعمیرات اور اضافوں کی کچھ تفصیل اور مدینہ سے وباء کی بفضل دعائے نبوی جلاوطنی اور حدیث نبوی کی حکمیت وغیرہ۔ (شمامہ: ۲۹-۴۰، نور الابصار: ۱۴-۱۸، میں اصافات ہیں جیسے اشعار بومیری، منزل ابی ایوب میں مدت قیام، وباء کی تفصیل مواخاۃ)

اگلی فصل خصائص آنحضرت ﷺ ودلائل نبوت کے بیان میں ہے۔ خصائص کی آٹھ نوع بتاتی ہیں اور ان کی تفصیل دی ہے۔

۱- ذات شریف نبوی سے مختص خصائص، اس میں متعدد فارسی اشعار کا اضافہ صدیق ہے، مآخذ میں بعض آیات کریمہ کے مسلم، بیہقی کا حوالہ ہے اور قرآن مجید کو معجزہ اعظم قرار دیا گیا ہے (۴۰-۴۲) ۔''نوع دوم وہ ہے جو مختص ہے ساتھ آپ کے اور آپ کی امت کے'' بحوالہ جماعت مفسرین، نووی کی شرح المہذب (۴۲-۴۵) نوع سوم جو آخرت میں آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے، اس میں ایک فارسی شعر کا اضافہ ہے۔ اور حوالہ مآخذ کوئی نہیں (۴۵-۴۷)، نوع چہارم جو آپ ﷺ کے ساتھ امت محمدی کے لئے بھی مختص ہے (۴۷-۴۸)، ''نوع پنجم وہ ہے جو مختص بواجہات ہے بحوالہ مستدرک، ماوردی، زوائد الروضہ وغیرہ (۴۸)، نوع ششم وہ ہے جو مختص بمحرمات ہے جیسے صدقہ، زکوۃ کی بنی ہاشم پر حرمت

بحوالہ مغلطائی اور مالکیہ ،مسند امام الحرمین (۴۸-۴۹) نوع ہفتم مباحات جو آپ ﷺ کے لئے خاص تھے بحوالہ روضہ، رافعی، نووی شرح مسلم، امام غزالی وغیرہ کے لئے (۴۹-۵۱)، نوع ہشتم آپ ﷺ کے مخصوص کرامات وفضائل بحوالہ سترہ مغلطائی، نکتہ رافعی اور سیوطی کی انموذج اللبیب (۵۱-۵۳)۔ اس کے بعد بلا فصل آپ ﷺ کے دلائل نبوت کا بیان شروع کر دیا ہے اور اس کا آغاز کیا ہے: تورات اور کتب سالفہ سے آپ کے فضائل کا بیان ہے اور اس میں عربی روایات کتب احبار وعبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں۔ اور مآخذ میں بیہقی، مواہب، ابن قتیبہ، شیخ محی الدین کی محاضرات ومسامرات، یہ مختصر بیان ہے (۵۳-۵۶)۔ (نور الابصار: ۱۸-۲۳، بیشتر مشمولات یکسا ہیں:

اسماء والقاب نبوی پر اگلی فصل بہت مختصر ہے۔ اس کے مآخذ ہیں قرآن وحدیث، مواہب، حسین بن محمد دامغانی کی شوق العروس وانس النفوس، مگر اصل مآخذ قسطلانی کی المواہب ہے اور کتاب الجوائز والصلات کے حوالے سے اسماء الٰہی اور اسماء رسالت پناہی کا ذکر ہے۔ خاتمہ القاب کے بعد کنیت ابوالقاسم پر کیا ہے (شمامہ: ۵۷-۵۹، نور الابصار: ۲۳، تقریباً یکساں مواد ہے۔ صرف اسماء القاب اور کنیت کی الگ الگ سرخی قائم کی ہے)

سید صدیق حسنؒ نے اگلی فصل بعض شمائل کے بیان میں قائم کی ہے اور براہ راست جسمانی شمائل کا ذکر کیا ہے اور آخر میں شیخ ابن حجر مکی کی شرح شمائل کا حوالہ دے کر اس کا فارسی ترجمہ شیخ عبدالحق دہلوی کی مشکوۃ سے دیا ہے اور اس کا خاتمہ دو اشعار سعدی پر ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ پر اسد الغابہ کی عربی عبارت حلیہ شریف کے بارے میں نقل کر دی ہے اور جن کلمات، عبارات کا ترجمہ گذر چکا ہے ان کے علاوہ دوسرے نئے فقروں وجملوں کا اردو خلاصہ دیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ "بیان حلیہ میں فی الحال رسالہ، بلوغ العلی بمعرفۃ الحلی لکھا گیا ہے۔ بعض شعراء معاصرین نے اوسکو نظم کیا ہے زیارت ،اور شمائل ترمذی، جامع جملہ خصال وخلال نبوت ہے۔ پھر ان خصال کا بیان صدیقی ہے۔ اس میں چند مآخذ کا ذکر ہے۔ جیسے غزالی، مناوی، مشکوۃ شریف درحاشیہ، بعض آیات کریمہ اور احادیث نبویہ بھی ہیں بلا ترجمہ، ترمذی وغیرہ۔ (شمامہ: ۵۹-۶۷، نور الابصار: ۲۳-۲۷، میں شمائل ومعجزات کی فصل ایک ہے مگر دونوں کا بیان یکے بعد دیگرے ہے شمائل کا آغاز شبلنجی اسد الغابہ وغیرہ کے بیان سے ہوتا ہے۔ اس میں ابن حجر، عبدالحق دہلوی کی عبارتیں نہیں ہیں، شمائل ترمذی اور رسالہ بلوغ العلیٰ کا بھی حوالہ نہیں

ہے۔ وہ اضافات صدیقی ہیں۔ البتہ پانچ سادات انبیاء کے ذکر میں دونوں کے ہاں ترمذی کا حوالہ ہے۔ اس کے بعد معجزات کا بیان شبلنجی ہے)۔

معجزات نبوی پر سید موصوف نے الگ فصل قائم کی ہے جب کہ وہ شبلنجی کے یہاں خصائل وشمائل کے ساتھ ہے، بہت سے معجزات کا ذکر کر کے قرآن مجید کے اعظم معجزات ہونے وک بیا نکیا ہے اور ایک فارسی شعر بھی نقل کیا (اضافہ) پھر دوسرے معجزات ہیں جیسے انشقاق قمر، شق صدر، دوشمس، واحد میں معجزات، غار ثور کے معجزات، قصہ سراقہ وام معبد وغیرہ اور مختلف ہیں اور بشارتیں، نقش قدم شریف، ستون مسجد کی نالہ وزاری، شہادت شجر وحجر، تکثیر طعام وآب وغیرہ، احیاء والدین بحوالہ ماثبت بالسنۃ، قصہ مازن بن عضوبہ مع اشعار وغیرہ۔ دوسرے مآخذ ہیں: ابن سید الناس کا نور العیون، سرور المحزون رسالہ الکلام المبین فی معجزات سید المرسلین، نور الابصار سے جامع صغیر سیوطی سے جوامع کی فصل احادیث کو نہیں نقل کیا۔ (شمامہ: ۶۷-۶۷، نور الابصار: ۲۵-۲۷ کا بیان مختصر ہے اور نور العیون وغیرہ کے بیانات نہیں ہیں اور نہ اشعار وغیرہ ہیں)

نور الابصار کی ایک طویل تر فصل بر احادیث شریعہ کو التقط کر کے سید موصوف نے دوسری فصل شبلنجی لے لی ہے۔ فصل احادیث شریعہ کافی مفصل ہے (نور الابصار: ۲۷-۳۴) جس میں احادیث بسند وصحابی اور بحوالہ کتاب مختصرات ہیں) شمامہ کی اگلی فصل غزوات نبوی پر ہے لیکن اس میں غزوات کے ساتھ ساتھ دوسرے واقعات کا تاریخی ترتیب وتوقیت کے ساتھ ذکر ہے اور ان کا ذکر سنین کی ترتیب سے ہے جیسے سال اول، سال دوم وغیرہ۔ ان کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے: آغاز میں بیان کیا ہے کہ "مدینہ منورہ میں بعد ہجرت کے دس سال دو ماہ رہے پھر وفات پائی۔ اور اس کے بعد سنین کے اعتبار سے ہے۔

سال اول: فرضیت جہاد، سرایائے حمزہ وعبیدہ بن حارث، سعد بن ابی وقاص وغزوات ابواء / ودان بحوالہ ابن اسحاق، دوسرے واقعات سنہ ہیں: آغاز اذان، رخصتی عائشہؓ، نماز حضر میں اضافہ، اولین خطبہ نماز جمعہ، مواخاۃ، اور وفات براء وتبع کافی۔

سال دوم: تحویل قبلہ نصف شعبان میں، فرضیت زکوۃ مال اور فرضیت رمضان بحوالہ روضہ نووی، بدر کبریٰ، فرضیت صدقہ فطر، نماز عیدین، نکاح علی وفاطمہ، غزوات بواط، ذوالعشیرہ، بنی قینقاع، سویق، ان کی تاریخیں اور جغرافیائی تشریح۔

سوال سوم: تحریم خمر ماہ شوال/ یا چہارم سال میں، ولادت حضرت حسن، غزوات احد وحمراء الاسد وغطفان وسریہ کعب بن اشرف، ان کی تاریخیں اور جغرافیائی تشریحات مع حدیث شریف درباب محبت احد۔

سال چہارم: غزوات بنی نضیر وذات الرقاع، نماز خوف، ولادت حضرت حسین، نزول آیت تیمم بحوالہ الروضہ، نماز قصر اور رجم زناکاران یہود۔

سال پنجم: غزوات دومۃ الجندل ومریسیع / بنی المصطلق، واقعہ افک بترجیح حاکم وغیرہ، سال ششم کی تاریخ بحوالہ ابن اسحاق وطبری، سال چہارم میں بحوالہ موسیٰ بن عقبہ، نزول آیت حجاب، غزوہ خندق/ احزاب وبنی قریظہ، بحوالہ ابن اسحاق وغیرہ۔

سال ششم: غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان، قحط میں استسقاء، غزوات بنی لحیان وغابہ۔

سال ہفتم: عمرۃ قضاء اور اس کی تاریخ وبعض معلومات، غزوہ خیبر، اسلام ابوہریرہؓ، سلاطین وملوک کے نام فرامین نبوی، مہر/ خاتم کی ایجاد واستعمال، تحریک متعہ وحمر اہلیہ، آمد حضرت ماریہ قبطیہ اور بغلہ دلدل وغیرہ۔

سال ہشتم: فتح مکہ بماہ رمضان، تبشکنی کا واقعہ، اسلام خالد بن الولید وعثمان بن طلحہ وعمرو بن العاص، غزوات حنین وطائف، تعمیر منبر مسجد نبوی/ تاریخ پر اختلاف بحوالہ ابن الجوزی، ولادت حضرت ابراہیم ووفات حضرت زینب وغیرہ۔

سال نہم: غزوہ تبوک، انہدام مسجد ضرار، وفود کی آمد، حج درامارت ابی بکر، اعلان براءت بدست ابوبکر صدیق وفات حضرت نجاشی وام کلثومؓ وغیرہ۔

سال دہم: حجۃ الوداع/ حجۃ الاسلام، تاریخ، ہمرکاب صحابہ کی تعداد مختلفہ ''ایک لاکھ یا زیادہ آدمی تھے'' دوسرے حج وعمرات نبوی کا ذکر، عمرات کی تفصیل بحوالہ صحیحین، فرضیت حج پر اختلاف اور مختلف سنین بلا محاکمہ اسلام حضرت جریر بن عبداللہ بجلی، نزول سورہ نصر، اس کی تاریخ، اس پر اختلاف بحوالہ حاشیہ الشوانی علی المولد تبصرف۔

-غزوات قتال کی تعداد اور نام بحوالہ ابن اسحاق، ابی بن خلف کے سوا کسی کو دست مبارک سے قتل نہیں کیا، اس کا نسبتاً مفصل واقعہ بحوالہ سیرۃ البابلی، تعداد غزوات ۲۵/ ۲۷ بحوالہ ابن سید الناس

/نورالعیون، تعداد سرایا و بعوث "قریب ۳۲ مثل غزوات کے۔ ان کا ذکر نام بنام مع اسامی افسران نورالابصار میں لکھا ہے اور بعض نے کہا بعوث قریب پنجاہ کے تھے سرور المحزون کا ایک فارسی جملہ، خاتمہ میں لبید بن اعصم یہودی کے سحر کرنے اور اس سے شفاء پانے اور حضرت جبریل کا ذکر کیا ہے ۷ھ میں منافقین اور ان کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کا ذکر اور سورہ منافقون کے نزول کا حوالہ، غزوہ خیبر ۷ھ کے حوالے سے یہودیہ کے زہر دینے کا واقعہ مختصر مع انجام زینب بنت الحارث زن سلام بن شکم یہودی کے۔ اس پر فصل ختم ہوتی ہے۔ (شمامہ: ۷۶-۸۲: مع اضافات و تلخیص، نورالابصار: ۳۴-۳۷، مع اضافات مآخذ وتفصیلات بعض واقعات جیسے تبع یمانی کا حوالہ ابن عبدالبر وابن العماد سے ہے، غزوات وسرایا کی بعض تفصیلات ہیں جیسے سویق وغیرہ، مواہب کے حوالے کثرت سے ہیں۔ دوسرے مآخذ ہیں: مولد ابن الجوزی وغیرہ۔ اصل تفصیل سرایا اور بعوث کی فصل میں ملتی ہے جو سید صدیق حسن خاں نے نہیں بیان کی ہے۔ لبید بن اعصم یہودی کے سحر کے واقعہ میں بھی تفصیل زیادہ ہے اور آخری واقعہ زہر خورانی میں قسطلانی اور عبدالرزاق سے اضافے ہی جو شمامہ میں نہیں ہیں)

شمامہ عنبریہ میں اگلی فصل اعمام وعمات اور ازواج وخدم وغیرہ کے ذکر پر باندھی ہے اور خاصی طویل ہے نواب سید صدیق حسنؒ نے آغاز میں نورالابصار، سرور المحزون، مواہب لدینہ اور مدارج النبوہ وغیرہ کتب سیر کے حوالے سے ان تمام اشخاص کے ذکر کے لئے ان کتابوں کو ملاحظہ کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اپنے بیان کو صرف اسماء کے بیان پر مبنی کیا ہے جو اضافہ ہے پھر نورالابصار کے مآخذ ذخائر العقبیٰ سے بیان اعمام وعمات کیا ہے جو پانچ چچاؤں کے حوالے سے ہے اور ذکر صرف حضرات حمزہ وعباس کا ہے۔ پھر پھوپھیوں میں صرف حضرت صفیہ کے اسلام کی صراحت ہے اور اروئی وعاتکہ کے اسلام کے بارے میں خلاف بیان کیا ہے۔ (شمامہ: ۸۳-، نورالابصار: ۳۷، میں تمام اعمام وعمات کا نام بنام ذکر ہے، عمات کے لئے الگ سرخی لگائی ہے اور کچھ مزید بھی ہے)

حدیث حضرت ابوسعید خدری سے بیان ازواج مطہرات شروع کیا ہے جیسا کہ نورالابصار میں ہے اور اس حدیث کی سند نہ بیان کرنے پر نورالابصار پر نقد کیا ہے۔ پھر ترتیب سے تمام ازواج مطہرات کا ذکر خیر ان کے مہر، عمر وغیرہ کے کیا ہے۔

۱-حضرت خدیجہ: اکلوتی بیوی، مہر ساڑھے بارہ اوقیہ، ایک حدیث کی راویہ، عمر بوقت نکاح

چالیس سال، خطبہ نکاح کا متن (خطبہ نکاح کا متن وغیرہ اضافہ صدیقی ہے)۔

۲-حضرت سودہ بنت زمعہ: ۱۰/نبوت میں نکاح، طلاق کے خدشہ سے باری حضرت عائشہ کو، خلافت فاروقی میں وفات۔

۳-حضرت عائشہ: نکاح کے وقت شش یا ہفت سالہ، نو دس سال کی عمر میں رخصتی، ولادت ۴ نبوت، مہر، اٹھارہ سال میں بیوگی، محبوب ترین زوجہ عربی کلمہ، دو ہزار دو سو دس احادیث کی راوی، تاریخ وفات پر اختلاف۔ (نور الابصار میں بعض مآخذ جیسے مواہب کا اضافہ ہے، بعض اضافات صدیقی بھی ہیں)

۴-حضرت حفصہ: شعبان تیس ماہ بعد ہجرت نکاح، مہر، نبوت سے پانچ سال ولادت، مہر ساٹھ احادیث مروی، ۴۵ھ میں وفات (نور الابصار میں نسب مادری کا اضافہ ہے)

۵-حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالی: ۳ھ میں نکاح، مہر، دو تین ماہ کے بعد انتقال، عمر تیس سال، ریحانہ کا ذکر بطور زوجہ۔

۶-حضرت ام سلمہ بنت ہند ابی امیہ: شوال ۴/۲ھ میں نکاح، فرزند ولی نکاح، تین سو ۲۸ حدیث کی راوی، وفات ۶۰ھ میں علی الصحیح بعمر ۸۴ سال، آخری وفات پانے والی زوجہ/ بقول دیگر حضرت میمونہ آخری زوجہ۔ (نور الابصار میں فرزند کی ولایت نکاح کو مذہب شافعی کے خلاف قرار دیا ہے، خلافت یزید میں وفات کو صحیح بتایا ہے)

۷-حضرت زینب بن جحش: طلاق زید کے بعد ۵ھ میں نکاح، دوسری تاریخیں، عمر ۳۵ سال کی، دس حدیثیں مروی، ۲۰ھ/۲۱ھ میں وفات در خلافت فاروقی، سرور المحزون کے حوالے سے جنازہ چوبی کی تفصیل فارسی مہارت میں (آخری حوالہ و واقعہ اضافہ صدیقی ہے)

۸-حضرت جویریہ بنت حارث خزاعی: خرید کر آزاد کیا نکاح کیا، مہر، والد کی تزویج، ۷ احادیث مروی، ۵۶ھ میں بعمر ستر وفات۔ (نور الابصار میں خریدنے کی روایت ابن ہشام سے ہے جو اضافہ شبلنجی ہے)

۹-ریحانہ بنت یزید قرظی: صفی رسول ﷺ، اسلام و نکاح، محرم ۶ھ میں، طلاق و رجوع، حجۃ الوداع کے بعد وفات اکثر کے نزدیک زوجہ مطہرہ نہیں تھیں۔

۱۰-حضرت ام حبیبہ رملہ: حبشہ میں نکاح بوکالت خالد بن سعید، نجاشی قاضی اور مہر کے ادا

کرنے والے، ۷ھ ہجری میں خدمت میں، ۴۴ھ میں وفات (نورالابصار میں پورا نسب پدری و مادری ہے، حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کا ذکر ارسال نبوی ہے)

۱۱- حضرت صفیہ بنت نفری: سبط ہارون علیہ السلام، صفیہ رسول ﷺ، نکاح، مہر آزادی، بعمر سترہ سال، دس احادیث کی راوی، خوبصورت و پاکیزہ، ۵۰ھ/۵۲ھ میں وفات۔ (نورالابصار میں والدہ کا نام برہ بنت شمول لکھا ہے جو اضافہ ہے، نسب پدری میں بھی کچھ اضافہ ہے)

۱۲- حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی: برہ اصل نام، خالہ ابن عباس وخالد بن ولید، ۷۶ احادیث مروی، ۵۱ھ میں بعمر ۸۰ وفات، آخری منکوحہ نبوی ﷺ (نورالابصار میں والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر لکھا ہے جو اضافہ ہے)

وفات کے وقت ''حضرت نو بیبیاں چھوڑ گئے، بعض نے ان کو جمع کیا ہے۔ تین اشعار عربی بلا ترجمہ، حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کی افضیلت پر بحث مختصر بحوالہ شیخ الاسلام ذکریا انصاری کی کتاب: بہجۃ الحاوی، ابن العماد، جوہرہ کی شرح عبدالسلام، افضلیت حضرت فاطمہ پر بھی مختصر بحث کہ افضل ترین ہیں معہ دو فارسی اشعار مگر مختار سبکی افضل خدیجہ و مریم ہیں یہ کافی مفصل و مدلل بحث ہے اور اس میں اشعری اور حلبی کا قول بھی ہے اور موخر الذکر کی عربی عبارت بلا ترجمہ۔

(شمامہ: ۸۳-۸۹، نورالابصار: ۳۷-۳۸، میں ازواج مطہرات میں سے بعض کا لمبا نسب ہے اور بعض اضافات ہیں جن کا ذکر آچکا ہے)

''ف'' کے تحت سراری/ چار باندیوں۔ ماریہ قبطیہ، ریحانہ، موہوبہ حضرت زینب بنت جحش، جاریہ قرظیہ۔ کا ذکر بعض احوال کے ساتھ کیا ہے۔ (شمامہ: ۸۹، نورالابصار: ۳۸-۳۹، مع اضافات جیسے ذکر حضرت سیر بن وہدایا نجاشی جن میں سید شبلنجی کے وطن بنہا نامی گاؤں کے شہد کا ذکر خاص ہے اور اس کے بارے میں دعائے برکت بھی موجود ہے بحوالہ ابن الاثیر وغیرہ)

ف کے تحت ہی اولاد نبوی کی صحیح روایت کے مطابق ساتھ بچے کی بتائی ہے: تین ذکور چار اناث بالترتیب:

قاسم،، زینب، رقیہ، فاطمہ، ام کلثوم،، پھر عبداللہ، لقب بہ طیب وطاہر اور حضرت ابراہیم از ماریہ قبطیہ مع احوال مختصر (شمامہ: ۸۹-۹۱، حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ان کی اولاد کا خاص ذکر مع مناقب

کے ہے، نور الابصار۔ ۳۹ مع اضافات احوال اور وہ زیادہ مفصل ہے۔ تنبیہ کے تحت اجداد نبوی میں سے جناب ابو کبشہ کا ذکر ہے اور دوسرے ابو کبشہ، حضرت حلیمہ سعدیہ کے شوہر نامدار تھے، بحوالہ ذخائر العقبیٰ، یہ حضرت رقیہ کے سوانح میں حضرت عثمان سے ان کی شادی سے قبل کئے ہیں۔ ان کا مفصل تر خاکہ ہے حضرت ام کلثوم کا ذکر بھی زیادہ مفصل ہے اور حضرت عثمان سے ان کے نکاح کو وحی کی بنا پر قرار دیا ہے۔ اس کے کئی مآخذ بھی مذکور ہیں جیسے ابن ماجہ، حافظ ابوالقاسم دمشقی، امام ابوالخیر قرزینی، حاکم، فضائلی، ابوعمرو (ابن عبد البر)، بخندی، ان کی شادی کا خاصا مفصل ذکر خیر ہے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ کے سوانحی خاکے میں خاصے اضافات شبلنجی ہیں جو مختلف مآخذ سے لائے گئے ہیں جیسے دولابی، ابوسعید کی شرف النبوۃ، فضلبن خیرون، ذخائر العقبیٰ، درر الاصداف، ابن حجر کی شرح الھمزیہ، شادی ہدایت وحی سے ہوئی تھی، ان کی فضیلت پر بخاری، مسلم، ترمذی، معالم العشرۃ النبویۃ، مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ متعدد دیگر سے بہت سی روایات ہیں۔ ان کا سوانحی خاکہ کافی مفصل ہے (۴۰-۴۳)۔

''ف'' کے تحت چھ خدم۔ انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، معقیب دوسی، عقبہ بن عامر جہنی، اسلع بن شریک اور بلال موالی جن کو آزاد کر دیا تھا: زید بن حارثہ، ان کے فرزند اسامہ و برادر اسامہ از جانب مادر، ابورافع قبطی، شقران صالح وغیرہ۔ اس میں کافی بزرگوں کا ذکر کیا ہے اور آپ کے غلاموں کے آزاد کرنے کا بھی حوالہ ہے۔ (شمامہ: ۹۱، نور الابصار، ۴۳ میں کافی زیادہ تفصیل ہے۔ موالی کا الگ ذکر ہے، ان کے اعمال اور خدمات کا بھی ذکر ہے اور مآخذ کا بھی جیسے مواہب، سیرۃ حلبیہ وغیرہ)

بقاء بارہ تھے محاضرات کے حوالے سے، عربی عبارت محاضرات، بلا ترجمہ اور ان کے نام جن میں حضرات خلفاء اربعہ کے علاوہ زبیر، جعفر بن ابی طالب، مصعب بن عمیر، بلال، مقداد، عمار اور عثمان بن مظعون اور ابن مسعود شامل تھے۔ (شمامہ: ۹۲، نور الابصار ۴۳، مع اضافات خاصہ)

نجاء دس انصاری تھے، ان کے نام نہیں لکھے بحوالہ محاضرات جو اضافہ صدیقی ہے۔ (شمامہ: ۹۲، نور الابصار، ۴۳ میں ان کے نام بھی ہیں اور بعض احوال بھی۔ یہ بھی بیان بحوالہ مسامرات ہے)

حواری بارہ تھے اور سب قریشی جن میں چار خلفاء ہیں۔ (شمامہ: ۹۲، نور الابصار۔ ۴۳، سب کے اسماء گرامی مذکور ہیں)

نواب سفر غزوہ یا عمرہ وحج میں بنایا ان کی تعداد سولہ تھی بحوالہ محاضرات، نور الابصار اور سرور

المحز ون جن میں ان کے اسماء گرامی بھی لکھے ہیں (شمامہ،۹۲، میں نوابو امراء دونوں کو ایک ساتھ لکھا ہے، نور الابصار،۴۳-۴۴، میں دونوں کا ذکر الگ ہے۔نواب کے اسماء گرامی بھی مذکور ہیں بحوالہ محاضرات)

امراء میں حضرات باذان/یمن، خالد بن سعید/صنعاء زیاد بن لبید/حضرموت ،ابوموسی اشعری/زبید وغیرہ، معاذ بن جبل/جند، ابوسفیان بن حرب/ نجران اور یزید بن ابی سفیان تیم (تماء) پر اور مکہ پر عتاب بن اسید۔ (شمامہ،۹۲، نور الابصار،۴۳-۴۴، میں اتنے ہی بزرگوں کا ذکر ہے بعض تصرفات کے ساتھ) کاتب آپ کے دس نفر تھے۔ منجملہ ان کے عثمان، علی وابی بن کعب وزید بن ثابت ومعاویہ بن ابی سفیان ہیں فہولا کتاب الوحی حیاۃ الحیوان کی عربی عبارت کے زید ومعاویہ، مستقل کاتب تھے۔ دوسرے کتابا اور ان کے اعمال وفرائض کا ذکر بھی ہے۔ (شمامہ:۹۲-۹۳، نور الابصار،۴۴، میں زیادہ معلومات ہیں، پھر جماع وحفاظ قرآن کی مختصر فصل ہے)

گردن مارنے والوں، موذنین، مقیان، فصاۃ، رسل (سفیران کا مفصل ذکر ہے) شعراء، کے علاوہ اسی میں حیوانات، گھوڑے، خچر، ناقہ اونٹ کا بھی خاصا ذکر ہے، پھر ہتھیاروں ذوالفقار وغیرہ کی تفصیل کے ساتھ ہے، دروع، کمانوں ،رایت، لواء، رکابی (برتنوں) چھڑی، لگن ٹوما، رکوہ، مقراض، جوتا کا مختصر مختصر ذکر کیا اور میلا دنامہ میں ان کا بیان ضروری سمجھا ہے۔ (شمامہ:۹۱-۹۹، نور الابصار، ماقبل اور۴۴-۴۵ میں مارس/محافظین کا بھی ذکر ہے اور رضاعی برادروں کی فصل بھی ہے جو شمامہ میں مختصر ہے، حیوانات کے بعد الفصول المہمہ کے تحت ہتھیاروں، تلواروں، زرہوں، کمانوں، ڈھالوں، حربوں وغیرہ کا ذکر مختصر ہے)

بعض سیر نبوی ﷺ وخلفاء راشدین کے بیان میں دوبارہ باندھی ہے اور اس میں اخلاق اور خصائل کا ذکر ہے یہ پوریمٹ سرور المحز ون سے لی ہے اور آخری اس کی تصریح کی ہے۔ دوسرے مآخذ کا بھی ذکر کیا ہے جیسے شیخ محمد طاہر کی مجمع البحار یافعی کی مراۃ الجنان، مغلطائی کی سیرۃ، شیخ رفیع الدین مرادآبادی کی سیرت مصطفویہ/رسالہ سلوۃ الکئیب بذکر الحبیب (فارسی) اور بعض دوسری کتب مستقلہ کا عمومی ذکر بھی ملتا ہے تاکہ وہ اسوۂ مسلم بن کر سعادت دارین کا باعث ہو ،اسلام کی خستہ حالت اور مسلمانوں کی نام نہاد مسلمانی پر شکوہ کر کے خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کے احوال میں رسالہ مستقلہ تکریم المومنین کا حوالہ دیا اور پھر ائمہ اثنا عشرہ کے فضائل میں ایک رسالہ تشریف البشر بذکر الائمہ اثنی عشر کا

ذکر کیا ہے اور آیات کریمہ کی تشریح اور ان سے مراد صحابہ کرام کو لیا ہے جن میں حضرات عشرہ مبشرہ شامل ہیں خلفاء اربعہ میں سے ہر ایک کو ارکان اربعہ کا مماثل بتایا ہے اور ان کی دشمنی پر قول حضرت علی لکھا ہے جو نورالابصار سے ماخوذ ہے مگر اس کی تخریج نہیں کی گئی ہے۔ دو شعر عربی بلاترجمہ کے بعد امام شعرانی کی عربی عبارت فضیلت ومحبت صحابہ کرام میں نقل کی ہے۔ (شمامہ: ۹-۱۰۸، نورالابصار میں یہ فصل نہیں ہے)

مرض ووفات نبوی پر خاتمہ ہے اور اس کے بنیادی مباحث یہ ہیں: حجۃ الوداع کے بعد صفر تک رہے، روز چہار شنبہ آخر صفر کو بیماری کا آغاز، خلافت ابی بکر کی طرف خطبہ میں اشارہ، آیت وحدیث تخییر، امامت صدیقی وغیرہ فضائل، مرض کی شدت میں خانہ عائشہؓ میں قیام، بخاری کی حدیث عائشہ، وفات کا واقعہ، بوقت چاشت ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ، صحابہ کرام کا صدمہ، حضرت عمر کا اندوہ، بخاری کے حوالہ سے حضرت ابوبکر کی آمد، خطبہ اور تقبیل چہرہ انور، خطبہ کے الفاظ عربی، غسل وتکفین اور ان کے ذمہ دار صحابہ، کفن بحوالہ ابن اسحاق، تنہا تنہا نماز جنازہ، نماز جنازہ کی نفی کی روایت، تفریت، مقام تدفین، تدفین اور تاریخ وفات دوبارہ، بیماری کی مدت، عمر شریف ۶۳ سال بحوالہ شیخ عبدالحق کی کتاب ماثبت بالسنہ، انوارالتنزیل ومدارک، آخری آیت کی تنزیل ''واتقوا یوما ترجعون فیہا'' الخ نزول کے بعد کی زندگی کی تعیین پر اختلاف، پھر مرض الموت کی بعض تفصیلات دی ہیں اور قبر شریف کا ذکر فائق ہے۔ (شمامہ: ۱۰۸-۱۱۴) نورالابصار، ۴۶-۴۷، میں مرض، وفات، ردعمل صحابہ وغیرہ کی تفصیلات زیادہ ہیں جیسے آخری نزول حضرت جبریل غسل، تکفین وتدفین کی روایات اور مختلف تاریخیں، تسنیم قبر پر بحث صدیقی ان کا اضافہ ہوا)

آخری فصل ذکر مذہب ورثاء نبوی پر ہے اور مختصر ہے۔ مراثی نبوی میں حضرت فاطمہ کے دو شعر ہیں، پھر ابوالجوزاء کے حوالے سے ساجی روایت مصیبت بیانکی ہے اور تین، دو اور دو اشعار نقل کئے ہیں، آخری حضرت حسانؓ کی ہیں۔ اس میں حوالہ ماثبت بالسنہ کا ہے۔ وراثت وترکہ نبی نہیں ہوتا تھا کی حدیث ہے۔ پھر زیارت آنحضرت کے مستحب ومندوب ہونے پر بحث ہے، مواہب لدینہ کے حوالہ سے خواب میں دیدار نبوی کی مختصر بحث ہیں جس میں عربی عبارات صحیح احادیث کی بھی ہیں اور خاتمہ ابن حجر مکی کی عربی عبارت پر کی ہے اور اسی پر سید صدیق حسن خاں کا رسالہ الشمامہ العنبر یہ تمام ہوتا ہے (۱۱۴-۱۱۶، نورالابصار میں نہیں ہے۔

# شبلی نعمانی

## مؤلف سیرۃ النبی

(۱۲۷۴-۱۳۳۲ھ/۱۸۵۷-۱۹۱۴ء)

امام ابن اسحاق سے پہلے عربی اسلامی سیرت نگاری کا سرمایہ چند کتب المغازی تھیں جو بہرحال اپنی جگہ کامل سیرت نبوی پیش کرتی تھیں۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اولین کتب المغازی صرف غزوات وسرایا کی داستان سرائی تھیں۔ ان کا اختصار بہرحال ان کی خامی بھی تھی اور خوبی بھی۔ امام ابن اسحاق نے ایک مفصل سیرت نبوی لکھنی چاہی اور اس کا کینوس/خاکہ اتنا وسیع کردیا کہ وہ عالمی تاریخ اسلام نگاری کی اولین روایت بن گئی۔ اسی کی نسبت ورعائت سے سیرۃ النبی کا عنوان بھی قرار پایا جو بیک نظر اسلامی تاریخ وسیرت نبوی کے ادوار ثلٰثہ کو ملاحظہ میں لے آتا ہے یعنی "کتاب المبتدا والمبعث والمغازی"۔ ابتدائے آفرینش اور پیغمبران اسلام سے آغاز کر کے عرب اور اس کے قریب ترین جوار کے اقوام وملل کی تاریخ انسانیت کو دامن تحریر میں لیتے ہوئے سیرت نبوی سے اس کا سرا جوڑ دیا اور پھر دو بنیادی ادوار ماقبل بعثت اور مابعد نبوت پر توجہ قلب ونظر مرکوز کردی اور خاتمہ خلافت اسلامی پر کیا کہ انسانی تاریخ اور اسلامی تہذیب کا تسلسل جاری وساری نظر آتا ہے۔

سیرت ابن اسحاق اپنے مختلف راویوں کی روایات وکتب میں مختلف بھی ہوئی اور وسیع بھی۔ اس کے مختلف نسخے متداول ہوگئے جن میں مواد ونقطہ نظر کا تنوع بھی تھا اور تضاد بھی۔ امام ابن ہشام نے اس کو اپنی تہذیب، تلخیص اور تدوین میں ایک معیاری اور مستند متن کی صورت دی۔ یہ سعی وکاوش کچھ ایسی مبارک ساعت میں ہوئی تھی کہ اس سے زیادہ مقبول ومعتبر اور متداول ہوگئی جس کے نتیجہ میں اصل سیرت ابن اسحاق کے نسخے کمیاب ہوتے چلے گئے تا آنکہ ناپید ہوگئے۔ اور آج سیرت ابن ہشام میں اس کے مؤلف گرامی اور جامع سامی دونوں زندہ ہیں۔

اردو میں ابن اسحاق وابن ہشام کی حسین روایت نے شبلی وسلیمان کی صورت میں از سر نو جلوہ گری کی۔ ہماری زبان میں سیرت نگاری کی کوئی پختہ، معتبر اور کامل روایت ودرایت نہیں پڑی تھی۔ کچھ میلاد نامے تھے اور کچھ عقیدت بھری سیرتیں۔ عربی روایات نے بھی برصغیر میں کچھ زیادہ بال وپر نہیں پیدا کئے۔ حیرت ہے کہ فارسی زبان، جو مدتوں سرکاری وعلمی زبان رہی، میدان سیرت نگاری میں کوئی گلکاری نہ کر سکی۔ اردو تو نوخیز اور غیر علمی زبان ہی تھی۔ شبلی سے پہلے جو چند سنجیدہ کوششیں کی گئیں وہ بھی ادھوری رہ گئیں۔ ان میں سرسید کی کتاب خطبات احمدیہ نمایاں اور قابل ذکر ہے۔ وہ جوابی یا معذرت خواہانہ تحریر ہونے کی بنا پر اور بھی سیرت نگاری کی روایت نہ قائم کر سکی۔ شبلی نعمانی ہمارے جدید دور کے ابن اسحاق ہیں بس اس فرق کے ساتھ کہ وہ تکمیل سیرت نہ کر سکے لیکن وہ جو خاکہ تحریر اور نقشہ سیرت بنا گئے تھے وہ ان کے جامع ومرتب سلیمان ندوی کیلئے منارۂ نور بن گئے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے ابن اسحٰق کی تکمیل وتدوین کی بلکہ ابن ہشام بن گئے اور تہذیب وترتیب کا کارنامہ انجام دے گئے۔ شبلی سلیمان کی سیرۃ النبی فن کی بڑی وسیع، حسین اور بلند روایت استوار کرتی ہے۔

## نام ونسب

مؤلف سیرۃ النبی اپنی ابتدائی تحریروں اور کتابوں میں محمد شبلی لکھا کرتے تھے اور یہی ان کا اصل نام ہے۔ بعد میں امام ابوحنیفہ سے عقیدت ومحبت کی بنا پر مولانا فاروق چریاکوٹی کے ایماواصرار سے شبلی نعمانی لکھنے لگے اور یہی ان کی پہچان اور اسم اصلی بن گیا۔ ان کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ تھے جو اپنے عہد میں ایک مالدار تاجر، خوشحال زمیندار اور کامیاب وکیل تھے۔ ان کے سب سے بڑے فرزند شبلی تھے اور بالترتیب مہدی حسن، محمد اسحاق اور جنید دوسرے فرزند تھے۔ اور صرف ایک بیٹی تھی جو شادی کے بعد جوانی ہی میں اللہ کو پیاری ہوگئی۔ مولانا کی والدہ پھریہاں قصبہ کے شیخ "حاجی قربان قنبر انصاری مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ نہایت نیک اور دیندار بی بی تھیں۔ تہجد تک ناغہ نہیں کرتی تھیں۔ مولانا کو سحر خیزی کی عادت ان ہی کے حسن تربیت سے پڑی۔ انہوں نے ۱۸۸۶ء میں وفات پائی۔ مولانا مرحوم نے اپنی والدہ کی یادگار میں شبلی نیشنل اسکول اور ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں صدر المنازل کے نام سے ایک ہال بنوایا ہے"۔ مولانا کے والد نے ایک اور شادی غیر کفو میں کی تھی جن سے ایک صاحبزادے محمد مرحوم تھے۔

وہ علاقہ اعظم گڑھ کی راجپوت برادری - روہتارہ - کے ایک فرد تھے اور نومسلم خاندان کے فرزند۔ ان کے جدامجد شیخ سراج الدین پہلے پہل اسلام لائے تھے۔ان کا راجپوتی نام شوراج سنگھ تھا۔سید سلیمان ندوی کے مطابق ''مورث اعلیٰ آج سے چارسو برس پیشتر مسلمان ہوئے تھے''۔ سید صاحب نے ان کو نومسلم راجپوت کہا ہے۔اور شیوراج سنگھ/سراج الدین سے مولانا شبلی تک بشمول طرفین چودہ پیڑھیاں گنائی ہیں اور پورا شجرۂ نسب دیا ہے اور تفصیل سے مورث اعلیٰ کے قبول اسلام کی روایت نقل کی ہے۔

## ولادت

''مولانا شبلی مرحوم کی ولادت ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ مطابق مئی ۱۸۵۷ء میں عین اس ہنگامہ خیز زمانہ میں ہوئی جو عام طور سے غدر کے نام سے مشہور ہے۔ وہ اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے''۔ سید سلیمان ندوی نے اس کو قصبہ کہا ہے، مولانا شبلی نے اپنے مقام ولادت کی تعریف میں چند اشعار بھی کہے تھے جو اس کی تاریخی وتہذیبی حیثیت اجاگر کرتے ہیں۔

## تعلیم وتربیت

بچپن بہت ناز ونعم سے گذرا، فطرۃً ذہین تھے اور حافظہ بھی قوی تھا۔ والدین نے اپنے مذہبی رجحان کی وجہ سے ''اپنی پہلی اولاد کو خدا کا نام لے کر علم دین کی خدمت کیلئے وقف کیا۔قدیم رواج کے مطابق بڑی دھوم دھام سے اپنے بڑے بیٹے کا مکتب کیا۔ حکیم عبد اللہ جیراجپوری (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) شاگردِ مفتی محمد یوسف فرنگی محلی ومولانا سید نذیر حسین دہلوی پہلے معلم مقرر ہوئے۔مفتی موصوف کے دوسرے شاگرد مولوی شکر اللہ صبر حدی (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) سے بھی کچھ پڑھا''۔مولانا شبلی میں ادبی مذاق، کتابوں سے شغف، اشعار یاد کرنے کا بچپن سے ملکہ تھا۔

مدرسی تعلیم کا آغاز مدرسہ عربیہ اعظم گڑھ سے ہوا جہاں مولوی فیض اللہ (م ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء) سے عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں ۔ان کے دو ابتدائی استاذوں میں مولانا علی عباس چریا کوٹی (م ۱۳۰۲ھ) اور مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری مدرس مدرسہ حنفیہ امام بخش جونپور کے اسمائے گرامی بھی آتے ہیں۔

لیکن مولانا کے اصل استاذ وکردار ساز مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (م رمضان ۱۳۲۷ھ/ ۲۸/اکتوبر ۱۹۰۹ء) تھے جن سے مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی، خاص کر معقولات کی، پھر مدرسہ اسلامیہ اعظم گڑھ میں ان کے آنے کے بعد وہاں تعلیم جاری رکھی۔

قدیم اسلامی روایت کے مطابق مولانا شبلی نے بعض علمی مراکز ہند کے تعلیمی سفر کیے۔ ۹۲-۱۲۹۱ھ میں وہ لکھنو مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے پاس گئے لیکن ان سے تلمذ نہیں ہوا۔ لکھنو سے رامپور گئے اور وہاں مولانا ارشاد حسین (م ۱۳۱۱ھ) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دیو بند بھی گئے مگر تعلیم میں شرکت نہیں کی مگر کتب خانہ سے بعض علوم کی کتابیں فرائض وغیرہ پر پڑھیں۔ پھر لاہور گئے اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری پروفیسر اورینٹل کالج لاہور (م ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء) سے ادب بالخصوص عربی ادب کا علم وکمال حاصل کیا۔ ان سے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت اور دوسری نکتہ شناسیوں کا ملکہ حاصل کیا۔ اس کے بعد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) سے دلی میں فن حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند حدیث حاصل کی۔ مولانا شبلی کی تحصیل علوم کی مدت چودہ برس ہے جو ۱۸۶۳ء سے شروع ہوئی اور ۱۸۷۶ء میں تمام ہوئی۔ عمر انتیس برس تھی۔ والد ماجد کے اصرار پر مولانا شبلی نے ۸۰-۱۸۷۹ء میں وکالت کی تعلیم بھی حاصل کی اور دوسرے سال پاس ہوئے۔

## مشاغل حیات

شبلی کے والد ماجد ان کو ایک وکیل بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تعلیم کی تکمیل کے بعد نقل نویسی کی ملازمت شروع کی پھر قرق امین بن گئے مگر ان کا جی نہ لگتا تھا (۱۸۸۲ء)۔ انہوں نے وسیلہ حیات کے طور پر کچھ مدت تک نیل کی تجارت بھی کی (۱۸۸۲ء) اور والد محترم کے احترام وارشاد میں وکالت بھی (۸۲-۱۸۸۱ء) لیکن ان میں زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ کیونکہ ان غیر علمی مشاغل سے ان کو طبعی مناسبت نہ تھی۔ ان کا رجحان ومیلان علم وادب کی طرف تھا اور اسی کے مطابق ان کی تعلیم وتربیت بھی ہوئی تھی۔ لیکن ان کو قومی اور ملی کاموں سے بھی بہت دلچسپی تھی چنانچہ ۱۸۷۷ء میں انہوں نے سلطان ترکی اور اسلامی خلافت کی بقاء کیلئے چندہ کر کے پہلا قومی کام انجام دیا۔ لیکن یہ ہنگامی معاملات تھے۔ مولانا شبلی کا اصل میدان ورجحان علمی وادبی تھا۔

انہیں اسباب سے شبلی نے علمی کاموں کی طرف توجہ کی اور ان کی شہرت بطور عالم وفاضل ہوئی۔ وہ ۱۸۸۲ء تک اعظم گڑھ اور اس کے اطراف میں سکونت پذیر رہے اور دو برس تک درس وتدریس اور مناظرہ وتلقین میں بسر کئے۔ ان کے تلامذہ میں مولانا حمید الدین فراہی، جو ان کے ماموں زاد بھائی اور حاجی قربان قنبر انصاری کے پوتے تھے، شامل تھے اور نمایاں ترین۔ دوسرا شغل شعروشاعری تھا۔ فارسی غزلیں، قصیدے کہتے اور فارسی نامے لکھتے۔ ایک اور اہم کام غیر مقلدوں کا رد تھا جس میں ان کو سخت غلو تھا اور جگہ جگہ جا کر ان سے مناظرہ کرتے۔ اسی دور میں انہوں نے چند رسالے لکھے جن میں سے ایک " ظل الغمام فی مسئلة القراء ة خلف الامام " ہے جو اردو میں چالیس صفحہ کا رسالہ ہے۔ ۱۲۹۲ء میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا تھا۔ دوسرا رسالہ "اسکات المعتدی علی انصات المقتدی" ہے جو ۲۴ صفحات کا رسالہ ہے اور اسی مطبع سے ۱۲۹۸ھ میں شائع ہوا۔ وہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے رد میں تھا۔ ۱۸۸۱ء میں علی گڑھ کا سفر کیا اور سرسید سے ملاقات کی اور ان کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا جو علی گڑھ گزٹ ۱۵/ اکتوبر ۱۸۸۱ء میں چھپ بھی گیا۔ دونوں عبقری ایک دوسرے سے بہت متاثر ہوئے۔

## تعلیم وتدریس

علی گڑھ کالج ۔ مدرسۃ العلوم ۔ کے علم پرور وبندہ نواز بانی وصدر سرسید نے شبلی نعمانی کی علمی وجاہت سے متاثر ہو کر ان کو اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ بلالیا۔ اگرچہ ان کا تقرر عربی زبان وادب کی تدریس کے لئے ہوا تھا لیکن وہ عملاً مذہبیات / دینیات اور اسلامیات (قرآن پاک) کی تعلیم دیتے تھے اور کالج میں تربیت وتالیف کا کام بھی کرتے تھے۔ جلد ہی وہ سرسید کے رفقائے کرام کے طبقہ میں شمار ہونے لگے کہ سرسید ان کے علم وفضل کے ساتھ ان کے خلوص وعمل اور اقدام وحرکیت کے بھی قائل تھے۔ شبلی نعمانی ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۸ء تک لگ بھگ پندرہ سال تک محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کے استاد و پروفیسر رہے۔ انہوں نے اپنے عہد کے نہ صرف طلبہ کو متاثر ومودب کیا بلکہ اپنے رفقاء واساتذہ بلکہ سرپرست کو بھی کافی متاثر کیا۔ دوسری طرف کسر وانکسار کا عمل ان کی ذات پر بھی ہوا اور وہ علی گڑھ بالخصوص اس کے عظیم سید سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ بقول ان کے وہ انہیں کے زیر سایہ اور انہیں کے زیر اثر شبلی نعمانی بنے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شبلی اگر علی گڑھ نہ

آتے تو شبلی نہ بن پاتے۔ اور بقول خورشید الاسلام مسلمانوں میں پہلے یونانی نہ ہوتے۔ خاک علی گڑھ پر ان کو نادر و نایاب کتابیں دستیاب ہوئیں جو عطیہ سرسید تھیں۔ اسی فضا نے ان میں تصنیف و تالیف کی قوت بھی پیدا کی اور اسے تحریک و مہمیز بھی دی۔

۱۸۹۸ء اور ۱۹۰۱ء کے درمیان کا تین سالہ عرصہ شبلی کی حیات کا عبوری دور ہے۔ سرسید کی وفات کے بعد شبلی نے کالج کی بگڑتی ہوئی صورت حال کی وجہ سے استعفا دے دیا اور جون ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۰ء تک اعظم گڑھ میں رہے۔ جہاں شبلی منزل تعمیر کرائی نیشنل اسکول، جس کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں ڈالی تھی، کی دیکھ بھال کی، الفاروق کی تکمیل کرنے کی کوشش کی۔ اپنا کتب خانہ مرتب و منظم کیا۔ اسی دوران علالت کے صدمے اٹھائے، بحالی صحت کے لئے کشمیر کا سفر کیا (جولائی ستمبر ۱۸۹۸ء)، پھر الہ آباد کا سفر کیا اور وہاں سے دفتر ندوہ لکھنو پہنچے اور علاج بھی کراتے رہے اور کتاب بھی جاری رکھی۔ دسمبر ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ کا پھر سفر کیا۔ جنوری ۱۸۹۹ء میں الفاروق شائع کی۔ شدید علالت میں مبتلا ہوئے لیکن علمی مشاغل جاری رکھے۔ یہ پورا سال علالت میں گذارا، کشمیر کے دوسرے سفر نے کچھ صحت بحال کی اور ندوہ میں قیام کیا لیکن زیادہ وقت درس دیتے رہے اور ندوہ کے اجلاس میں شرکت کی۔

۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۵ء شبلی نعمانی ریاست حیدر آباد میں مقیم رہے۔ تصنیف و تالیف کے لحاظ سے ان کا یہ دور حیات بہت اہم ہے۔ ریاست میں امور مذہبی کی نیابت سپرد ہوئی لیکن اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لہٰذا سررشتہ علوم و فنون کی نظامت پر تقرری ہوئی۔ اس دوران مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تصانیف کی تکمیل کا سلسلہ جاری رکھا اور دوسرے علمی و تعلیمی امور بھی انجام دیتے رہے۔

قیام حیدر آباد دکن کے بعد شبلی نعمانی مقامی سے زیادہ ملکی بلکہ بین الاقوامی شخصیت بن گئے۔ اب وہ علی گڑھ، اعظم گڑھ/لکھنو یا حیدر آباد کی محدود فضا کے شخص نہ تھے۔ اگرچہ ۱۹۰۴ء اور ۱۹۱۴ء کا زمانہ ان کے لئے ذہنی، جسمانی اور روحانی اضطراب کا عرصہ تھا تاہم اسی عرصہ حیات میں انہوں نے ملی اور قومی خدمات انجام دیں۔ تعلیمی تدریسی کارنامے سرانجام دئے اور سیاسی، تہذیبی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۳ء وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے معتمد رہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ کرتا دھرتا رہے۔ اس سے قبل وہ تحریک ندوۃ العلماء کے سرخیل و رہنما تھے اور انہیں کی مساعی کے نتیجہ میں علماء برصغیر میں تحریک و حیات پیدا ہوئی تھی۔ وہ دارالعلوم ندوہ کے اصل بانی تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب اس کا سہرا

کسی اور کے سر ذاتی مصالح وسیاسی اسباب سے باندھا جاتا ہے۔ اسی عرصہ (۱۲-۱۹۰۴ء) میں وہ ندوۃ العلماء کے واحد علمی وتحقیقی رسالہ اور ترجمان الندوہ کے مدیر اعلیٰ رہے، حالانکہ ۱۷/مئی ۱۹۰۷ء کو پاؤں میں بندوق کی گولی لگنے سے وہ بقول خود ''تیمور لنگ'' ہو چکے تھے۔ ان کا جسم علی گڑھ کی جراثیم آمیز آب وہوا سے پہلے ہی گھل چکا تھا اور مختلف بیماریوں سے نحیف ونزار ہو چکا تھا، اس حادثہ نے ان کی حرکت واقدام پر مزید پابندی لگادی لیکن ان کی روح کی حرکیت پر بند نہ باندھ سکی۔ وہ جسمانی معذوری کے باوجود فعال ومتحرک رہے اور برابر ملی، سیاسی، قومی، تعلیمی، تحقیقی، اور تصنیفی سرگرمیوں میں اپنا حصہ وکردار ادا کرتے رہے۔

## سفر اسفار

علمی کمالات کے حصول کے لئے اور تعلیم کی تکمیل کی خاطر قدیم اسلامی روایت کے مطابق سفر وحرکت کا جو سلسلہ شبلی نے اپنی نوجوانی میں شروع کیا تھا وہ ان کی زندگی بھر جاری رہا۔ ملکی سطح پر انہوں نے تقریباً پورے ہندوستان (غیر منقسم) کا دورہ کیا اور مختلف مجالس، کانفرسوں اور سمیناروں میں خطبات دیئے اور ان کی صدارت کی۔ مثلاً کلکتہ کانفرنس میں فارسی زبان کی تعلیم پر تقریر کی، دہلی میں اسلام کی بے تعصبی پر لکچر دیا، ڈھاکہ کانفرنس میں تاریخ اسلام پر خطبہ دیا۔ ان کے اسفار میں کشمیر، الہ آباد، نینی تال، رام پور، حیدر آباد، بھوپال، لکھنو، لاہور، امرتسر، مدراس، بڑودہ، مظفر پور، بنارس وغیرہ شامل ہیں۔

غیر ملکی دوروں اور سفروں میں ان کا اولین سفر حج تھا جو انہوں نے ۱۲۹۳ء/۱۸۷۶ء میں اپنے والد ماجد کی ہمراہی میں کیا تھا جب وہ مولانا احمد علی سہار نپوری محدث سے سنن ترمذی کا درس لے رہے تھے اور اپنے ''مولانا'' کے مشورہ پر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں شبلی نے شام، مصر اور ترکی کا سفر کیا۔ یہ خالص علمی سفر تھا جس نے ان کے تجربات میں وسعت وحدت پیدا کی اور ان کو وسیع نقطۂ نظر عطا کیا۔ وہ ترکی کے عاشق تھے اور اس کی علمی ترقیوں کے دلدادہ، ان کو بلاد اسلامیہ سے بھی بڑا شغف تھا بالخصوص مصر وشام سے کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کے عظیم ترین گہوارے رہ چکے تھے۔

## انجمنوں اور مجلسوں کی رکنیت

مولانا شبلی نعمانی متعدد ملکی مجلسوں اور انجمنوں کے رکن رکین اور سر براہ وسر خیل رہے۔ کالج کے

قیام کے دوران وہ اس کی متعدد انجمنوں کے رکن یا سربراہ تھے۔محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی تا عمر خدمت کی اور اس کے اجلاسوں -علی گڑھ،لکھنو،لاہور،الہ آباد،دہلی وغیرہ- میں مقالے اور مضامین پڑھے (۱۹۰۴-۱۸۸۴ء ومابعد)۔بعد میں مولانا نے ندوہ کے اجلاسوں میں زیادہ دلچسپی لی۔

۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو ہند کی بنیاد پڑی جس کے وہ پہلے سکریٹری مقرر ہوئے۔ریاست حیدرآباد کی تعلیمی خودمختاری کمیٹی کے رکن رہے۔جامعہ عثمانیہ کے رکن رکین بنے،مشرقی بنگال وآسام میں اصلاح مدارس کمیٹی کے ممبر ہوئے (۱۹۱۰ء) مشرقی کمیٹی شملہ برائے ترقی علوم شرقیہ کے رکن تھے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کی کمیٹی برائے اسلامیات کے رکن،ورنا کولر اسکیم الہ آباد ۱۹۱۲ء کے ممبر کی حیثیت سے اردو زبان کے تحفظ کی خدمت انجام دی،یوپی حکومت نے مذہبی تعلیم کمیٹی بنائی تو مولانا اس کے رکن بنائے گئے (۱۹۱۲ء)۔تاریخ ہند میں اغلاط دور کرنے کی کمیٹی کے صدر نشین مقرر ہوئے۔مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے رکن ہوئے اور اس کی تشکیل وتعمیر میں اپنا کردار ادا کیا۔وہ الہ آباد یونیورسٹی کی فیکلٹی آف آرٹس اور بورڈ آف اسٹڈیز کے بھی ممبر رہے۔

مولانا شبلی کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی ہی میں مقبولیت ومحبوبیت سے نوازا تھا۔علماء اور دانشوروں کے علاوہ حکمرانوں نے بھی ان کی قدر دانی کی،حیدرآباد اور بھوپال کی ریاستوں سے ان کے گہرے تعلقات رہے۔نوابین ڈھاکہ،رامپور،وغیرہ بھی ان کے مداح تھے۔ترکی کے دورہ کے دوران مولانا کو وہاں کے سلطان نے ۱۴/محرم ۱۳۱۰ھ کو تمغہ مجیدی سے نوازا۔ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ۱۸۹۴ء میں ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

ملی کاموں سے مولانا کو بہت دلچسپی تھی اس لئے ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ان کے اہم ترین کارناموں سے کچھ یہ ہیں: ۱۲-۱۹۰۸ء میں وقف علی الاولاد کا قانون حکومت ہند سے منظور کرایا۔مسلمان سرکاری افسروں کے لئے نماز جمعہ کی تعطیل منظور کرائی۔اوقاف اسلامی کی تنظیم کے لئے زندگی بھر کوشش کی،مولانا شبلی کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اشاعت اسلام کیلئے بھی پوری جگر کاوی کے ساتھ مساعی کیں اور کامیابیاں حاصل کیں (۱۳-۱۹۰۸ء)۔

## تصانیف

بقول ایک طرحدار ادیب ایک سفید داڑھی والے مولوی نے اتنی کتابیں تصنیف کر ڈالیں جو پوری اکادیمیاں تالیف نہیں کر پاتیں۔ مولانا شبلی نعمانی ایک وسیع النظر اور ہمہ جہت صاحب قلم تھے اور انہوں نے مختلف موضوعات پر بہت قیمتی اور شاندار تالیفات اپنے پیچھے چھوڑیں۔ اگرچہ ان کو بالعموم مورخ یا سوانح نگار سمجھا جاتا ہے لیکن ان کی تصانیف ان کو شاعر و ادیب، مورخ و سیرت نگار، تنقید نگار و مبصر، متکلم و عالم اور مفکر واصولی اور محقق ثابت کرتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خواہ کسی موضوع و مضمون پر ہوں وہ پامال و فرسودہ نہیں تھیں بلکہ سب کی سب مقبول و متداول، زندہ و تابندہ اور رجحان ساز و کردار ساز ثابت ہوئیں۔ ان کو اپنے اثرات و وسعت کے اعتبار سے حیات جاوید اور شہرت دوام کا حامل کہا جا سکتا ہے کہ ایک صدی گذرنے کے باوجود ان کی تازگی، اثر انگیزی، مقبولیت اور بلند علمی حیثیت ابھی تک قائم و دائم ہے اور شاید جب تک اردو زندہ ہے وہ بھی زندہ و تابندہ رہیں گی اور حیات و زندگی بخشتی رہیں گی۔ ان کی تصانیف کی ایک تاریخی ترتیب پر مبنی فہرست حسب ذیل ہے:

بقول شبلی "میری سب سے پہلی تصنیف عربی زبان میں ایک چھوٹا سا رسالہ اسکات المعتدی نام ہے لیکن چونکہ وہ عربی زبان میں تھا اور ایک جزئی مسئلہ پر تھا اس لئے وہ چنداں شائع نہیں ہوا۔ اس کے بعد سب سے پہلی تصنیف مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ہے۔ وہ بہت پھیلی اور بار بار چھپی"۔ (مکاتب اول: ۲۳۹)

۱۔ علی گڑھ کالج میں سیرت نبوی پر ایک مختصر عربی رسالہ بدء الاسلام لکھا جس کا فارسی ترجمہ مولانا فراہی نے کیا۔

پھر صبح امید منظر عام پر آئی (۱۸۸۷ء) اسی برس "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" نامی رسالہ لکھا۔ ان کے علاوہ دیوان شبلی اور مثنوی برگ گل بوئے گل، دستہ گل ۹-۱۹۰۸ء پر مبنی ہے میں فارسی قصائد اور غزلوں کے مجموعے چھپے اور کلیات شبلی کے عنوان سے ان کا اردو کلام ترتیب دیا گیا (۱۹۲۵)۔

۲۔ المامون ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی جو مولانا شبلی کی پہلی مستقل تصنیف ہے اور جس نے ان کی شہرت و علمیت قائم کر دی۔

۳۔ سیرۃ النعمان ۹۰-۱۸۸۹ء میں تصنیف کی اور ۱۸۹۱ء کے اخیر میں کتاب پہلی بار چھپی۔ وہ بہت مقبول ہوئی اور سال بھر میں دوسرا ایڈیشن نکلا۔

۴۔ سفرنامہ مصر و شام وترکی مفید عام آگرہ سے ۱۸۹۴ء میں چھپا۔ اسی زمانہ میں کلیات فارسی "نظم شبلی" کے عنوان سے رعد پریس سے شائع ہوئی۔ مولانا نے ۹۸-۱۸۹۲ء کے زمانے میں بہت سے محققانہ مضامین مختلف جرائد و مجلات میں لکھے تھے جو رسائل شبلی کے عنوان سے چھپے۔

۵۔ الفاروق لکھنے کا ارادہ المامون کے بعد ہی کیا تھا لیکن درمیان میں سیرۃ النعمان کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کی شہرت بھی ہو گئی تھی لیکن بعض مجبوریوں سے اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی رہی بالآخر ۱۸۹۹ء میں وہ شائع ہوئی اور اس نے ہندوستان کی علمی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ مولانا کا اپنا بیان ہے کہ "میں اپنی تصنیفات میں الفاروق کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں" (زمانہ کانپور جنوری ۱۹۱۱ء)۔

۶۔ الغزالی ۱۹۰۲ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ اس کی تالیف کی تجویز سرسید نے بھی کی تھی۔

۷۔ علم الکلام ۱۹۰۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی۔

۸۔ الکلام ۱۹۰۴ء میں رعد نامی مطبع سے چھپ کر شائع ہوئی۔

۹۔ سوانح مولانا روم، اگرچہ مولانا شبلی "کی طبیعت کو تصوف سے کبھی لگاؤ نہ تھا" لیکن غالباً ان کی شاعری نے اس کی تالیف پر آمادہ کیا، ۱۹۰۶ء میں چھپی۔

۱۰۔ موازنہ انیس و دبیر ۱۹۰۷ء۔ یہ تمام کتابیں ۔۶ تا ۱۰- حیدر آباد دکن کے قیام کے زمانے میں لکھی گئیں۔

۱۱۔ شعر العجم کی پانچ جلدیں ہیں۔ اول ۱۹۰۸ء میں چھپی اور باقی تین بھی ان کی زندگی ہی میں شائع ہوئیں لیکن پنجم ان کی وفات کے بعد چھپی۔

۱۲۔ اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۹۰۸ء

۱۳۔ **الانتقاد علی التمدن الاسلامی** "جرجی زیدان کی تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو" جو کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا تھا۔

۱۴۔ سیرۃ النبی کا خیال مولانا شبلی کو بہت پہلے آیا تھا غالباً زمانہ قیام علی گڑھ کے دوران جب انہوں نے اپنا مختصر رسالہ بدء الاسلام عربی میں لکھا تھا۔ وہ چون صفحات پر مشتمل تذکرہ نبوی ہے جو مطبع مفید

عام آگرہ سے چھپا تھا۔ اس کا فارسی ترجمہ مولانا حمید الدین فراہی نے کیا تھا اور اس کا اردو ترجمہ میمونہ سلطان نے آغاز اسلام کے نام سے کیا ۱۳۴۳ء میں چھپا۔ ڈاکٹر لائیز کی سنین اسلام کے زیر اثر وہ پوری تاریخ اسلام لکھنا چاہتے تھے مگر اس کے اسباب فراہم نہ تھے اس لئے انہوں نے فرمانروایان اسلام یا ہیروز آف اسلام پر انفرادی طور سے لکھنے کا منصوبہ بنایا۔ سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ ۱۳۲۳ھ میں وہ سیرۃ النبی کا کام شروع کر چکے تھے اور غزوہ احد تک لکھ بھی چکے تھے مگر اس سے مطمئن نہ تھے۔ وہ مسودہ بقول سید صاحب ابھی تک دارالمصنفین میں موجود ہے اگر چہ اس کے ناظموں نے اس کے وجود کا مسلسل انکار کیا ہے۔ بہر حال اپنی وفات سے قبل انہوں نے سیرۃ النبی کی جلد اول تقریباً پوری کر لی تھی اور دوسری جلد کے بیشتر حصہ کو بھی لکھ لیا تھا جو ان کے شاگردنے جمع وترتیب کے بعد ان کی وفات کے بعد شائع کیں۔

۱۵۔ مقالات شبلی مولانا کے ان مضامین ومقالات کے مجموعے ہیں جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کو موضوع وار آٹھ جلدوں میں چھاپ دیا۔

## وفات

مولانا شبلی کی صحت علی گڑھ کے زمانہ قیام میں متاثر ہوئی اور رفتہ رفتہ خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ کئی بار شدید علالت کے دورے پڑے۔ پھر ۱۹۰۰ء میں پاؤں میں بندوق کی گولی لگنے کا حادثہ اور مولانا کے تیمور لنگ ہو جانے کا فاجعہ پیش آیا جس نے صحت کو اور متاثر کر دیا۔ ایک آنکھ بھی متاثر ہو گئی۔ بالآخر ۲۸ رذوالحجہ ۱۳۳۲ھ/ ۱۸ر نومبر ۱۹۱۴ء کو انتقال فرمایا اور کل ۵۷ سال کی عمر پائی۔ دارالمصنفین (شبلی منزل) میں مسجد کے قریب مدفون ہوئے۔

## آل اولاد

مولانا کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی بندول کی ایک عزیز سے جن سے متعدد اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے بعض نے بچپن میں انتقال کیا اور دو صاحبزادیوں نے مولانا کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ ان کے نام تھے فاطمہ اور رابعہ (بالترتیب م ۱۹۰۹ء اور ۴، ۱۹ء)۔ اولاد نرینہ میں حامد نعمانی تھے

(م۱۹۴۲ء)۔ پہلی بیوی کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں دوسری شادی کی جن سے تین بچے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں مگر انہوں نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ دوسری بیوی نے ۱۹۰۵ء میں انتقال کیا۔ پھر مولانا نے شادی نہ کی اور آخری دس سال تجرد میں بسر کیے۔

## مقام ومرتبہ

اس صدی کے ایک عبقری علامہ اقبال نے شبلی کو ''استاذ الکل'' کہہ کر ان کی عبقریت کو خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ بلا شبہ شبلی ہندی مسلمانوں میں بقول خورشید الاسلام پہلے یونانی تھے۔ ان کے شاگرد رشید علامہ سید سلیمان ندوی نے ان کو عہد جدید کا ''معلم اول'' قرار دیا ہے۔ مہدی افادی کے نزدیک وہ ''تاریخ کے معلم اول تھے۔'' سید سلیمان ندوی اپنی رائے کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ ''ان کے عہد میں ایک نئے دور کی بنیاد پڑی۔ اس لئے وہ قدیم وجدید کے سنگم تھے۔ جس میں دونوں دریاؤں کے دھارے آکر مل گئے تھے۔ اور اس لئے ان کی زندگی کے کارنامے گذشتہ علماء دین کے کارناموں سے نسبتہً مختلف ہیں۔ وہ ہمارے قدیم اور مذہبی علوم کے عالم بھی تھے اور جدید علوم وآراء اور خیالات سے واقف بھی تھے۔ ساتھ ہی محقق فن بھی تھے، ادیب بھی تھے، شاعر بھی تھے، انشا پرداز بھی تھے۔ خطیب بھی تھے، مورخ بھی تھے۔ متکلم بھی تھے، مفکر بھی تھے۔ سیاسی بھی تھے، ماہر تعلیم بھی تھے اور نئے زمانے کے اقتضاءات اور مطالبات کے مقابلہ میں بہت سی باتوں میں انقلابی بھی تھے۔ اور یہ سب گوناگوں رنگ ان کی زندگی کے مرقع میں نمایاں ہیں۔'' سید ندوی نے اپنے استاذ گرامی کی معلم اول کی حیثیت ثابت کرنے کے لئے حقائق وواقعات بیان کئے ہیں۔ معارف اگست ۱۹۱۶ء میں استاذ گرامی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، ملا محمود جون پوری، ملا محب اللہ الہ آبادی، علامہ آزاد بلگرامی اور شیخ علی متقی سے بھی برتر وبہتر قرار دیا ہے۔''

مولانا شبلی نعمانی کو بعض حلقوں نے مذہبی تورع، پابندئ اتقیاء اور علمائے دین کے تقدس سے خالی بتایا ہے اور ان کی کتابوں کو روحانیت سے عاری''۔ اور تو اور سید سلیمان ندوی نے بھی یہ لکھا ہے کہ ان کو ابوبکر شبلی اور جنید نہیں سمجھا جا سکتا۔ پروفیسر محمد ابراہیم ڈار نے سید ندوی کی اس رائے کو تھانہ بھون کا فیض قرار دیا ہے۔ یہ بلا شبہ سچ ہے کیونکہ مولانا شبلی کو قدیم علماء کے ایک متعصب طبقہ کی عداوت

نفرت، بلکہ سازش کا سامنا رہا۔ ورنہ ان کے مکاتب، تحریریں اور خود ان کے شاگرد رشید کے بیانات گواہی دیتے ہیں کہ "خود فرائض وسنن کے سخت پابند تھے اور دوسروں سے نہایت سختی کے ساتھ ان کی پابندی کراتے تھے۔ دوسرے فرائض کا بھی نہایت شدت سے اہتمام کرتے تھے۔"

شبلی عناد واختلاف کے علاوہ سرسید، علی گڑھ اور طبقہ جدید کے ہمنواؤں نے بھی مولانا کے خلاف محاذ قائم کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ علی گڑھ تحریک کے ایک رہنما تھے اور بعض اختلافات کے باوجود سرسید کی سالاری کے قائل ومعترف۔ خاندان فیضی کے بعض حسین افراد بالخصوص عطیہ فیضی سے مولانا کے مراسم ومراسلت نے بھی بعض دیدہ وروں کی نگاہوں کو بھی دھندھلا دیا۔ حالانکہ مولانا مرحوم کے مراسم خالص علمی اور تہذیبی تھے لیکن ان کو عشق عاشقی کا رنگ بعض افسانہ نگاروں نے دے دیا جب کہ ان خواتین ذی شان کے تعلقات ومراسم دوسری معاصر عبقریات سے بھی ویسے ہی یا کچھ زیادہ ہی تھے۔ بلاشبہ شبلی نعمانی اس خانقاہی تصوف کے قائل نہ تھے اور نہ عامل جو عجمی افکار واعمال پر مبنی ہے؛ اس فکر وعمل نے بھی ان کو لباس تقویٰ سے عاری کرنے میں مدد کی تھی۔ قدیم ومعاصر علماء کے طریقہ مرسوم سے شبلی کے اختلاف وانحراف نے دراصل ان پر طنز وتعریض کا دروازہ کھولا تھا۔

بشری تقاضوں اور ان کے تحت بعض خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود شبلی نعمانی اپنے عہد ہی کے نہیں بلکہ مستقل عبقری تھے۔ انہوں نے اپنے رفقاء وتلامذہ کو ہی نہیں سجایا سنوارا تھا بلکہ وہ آج بھی اپنی تصانیف وتحریرات کے ذریعہ متاخر نسلوں کی تعلیم وتربیت کر رہے ہیں اور مستقبل کی نسلوں کی بھی کرتے رہیں گے۔ شبلی نے جو کچھ امیر خسرو کے لئے لکھا تھا وہ ان پر بھی صادق آتا ہے۔

اخلاق وعادات کے لحاظ سے مولانا بہت ہی بلند پایہ انسان تھا۔ خود دار، وضعدار، قناعت پسند، خوشدل وخوش مزاج، علم پرور، حساس، دردمند، دنیا سے نفور، روپیہ پیسہ سے مجتنب، راست باز وصدق مقال، غیبت وسازش سے دور، زودوکوب سے محترز، نظافت پسند، خوش خوراک، خاکسار ومتواضع، نام ونمود سے دور، خلوت پسند مگر علمی کاموں کے لئے، غلط بات کے سخت ناقد، غرض کہ وہ علمائے سلف کا ایک صحیح نمونہ تھے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ کی سیرۃ النبی اپنے طریقۂ تالیف وتصنیف کے لیے بھی تمام پیشرو اور معاصر کتب سیرت میں ممتاز ہے اور غالباً ابھی تک متاخرین میں سے کسی نے بھی اس بلند معیار کو نہیں پایا۔ بلا

شبہ وہ اردو ہی میں نہیں عربی فارسی اور متعدد دوسری کتب سیرت میں اولین اور ابھی تک آخریں علمی سیرت ہے، وہ محققانہ تصنیف ہے اور عالمانہ اسلوب رکھتی ہے اور اسے رجحان ساز اور عہد ساز کتاب سیرت بجاطور سے قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے معاصرین اور متاخرین دونوں نے اپنے اپنے مبلغ علم اور بساط فہم کے مطابق کسب فیض کیا ہے اور متاخرین میں سے بیشتر نے اس کو سامنے رکھ کر اپنی کتب سیرت مرتب کردی ہیں۔

سیرۃ النبی شبلی صرف اولین دو جلدوں پر مشتمل ہے اور وہ موضوعاتی ترتیب رکھتی ہے۔ اس طریقۂ تالیف میں بھی انہوں نے تاریخی توقیت اور زمانی تنظیم وترتیب کا لحاظ رکھا ہے لیکن بہر حال موضوعاتی ترتیب میں کہیں کہیں تاریخی واقعات میں تقدیم وتاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ دونوں طریقوں کے اپنے فائدے اور خسارے ہیں اور مولانا شبلیؒ نے موضوعاتی ترتیب وطریقۂ تالیف کے فائدے زیادہ دیکھے ہیں۔ موضوعاتی ترتیب میں سیرۃ النبی بعض مقامات پر توازن مواد کے مطلوبہ معیار کو قائم نہیں رکھ سکی۔ بعض موضوعات ومضامین بالخصوص ابتدائی تاریخی پس منظر بیان کرنے والے موضوعات خاصے مختصر ہیں اور بیشتر میں تشنگی کا احساس بھی ہوتا ہے جیسے آباء واجداد میں والدین ماجدین، دادا اور دوسرے اکابر کے تذکرے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی، بعثت سے قبل کے سوانح طیبہ وغیرہ۔ غالباً مولف گرامی ان مضامین سیرت کو دانستہ مختصر ہی رکھنا چاہتے تھے تاکہ اصل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ مرکوز رہے۔

مؤلف گرامی قدر نے اپنی کتاب سیرت میں تقریباً تمام دستیاب مصادر سیرت سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا مقدمہ سیرت ابھی تک فن سیرت نگاری پر بہترین تجزیاتی اور تنقیدی تحریر ہے اور وہ بے مثال ہونے کے ساتھ انتہائی معیاری ہے۔ امام ابن خلدونؒ کی مانند شبلی گرامی پر بھی تنقید کی گئی ہے کہ انہوں نے جو اصول سیرت نگاری متعین کئے تھے وہ ان کی پاسداری پوری طرح نہیں کر سکے۔ مولانا موصوف کے بارے میں یہ تنقید تھوڑی سی ناروا ہے۔ نظریاتی تشکیل اور عملی اظہار میں فطری فرق رہ ہی جاتا ہے۔ اس کے باوجود مولانا موصوف کی سیرۃ النبی ان کے اصول سیرت کی بہترین عملی صورت ہے۔ وہ فن تاریخ پر ایک مستقل کتاب ہے جس میں سیرت وتاریخ کے مصادر کے علاوہ حدیث وسنت اور تفسیر وقرآن کے کتب خانے سے بھی خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے اور خوب کیا گیا ہے۔

شبلی کی سیرۃ النبی کا ایک بنیادی وصف اس کا تجزیاتی اور تنقیدی انداز نگارش ہے جو بیشتر کتب سیرت میں نہیں پایا جاتا۔ وہ صحیح روایات وآثار سے استناد کرتے ہیں اور غلط روایات واخبار پر تنقید کرتے جاتے ہیں یا ان کو بالعموم قبول نہیں کرتے، بایں ہمہ بعض ضعیف وکمزور روایات ان کے یہاں مل جاتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ سیرتی روایات اور حدیثی روایات کا فرق ہے جو جوہری فرق ہے۔ حدیث کی روایات محدثین کرام کے حزم واحتیاط اور روایتی ودرایتی نقد وتحلیل کے سبب زیادہ ثقہ اور معتبر ہوتی ہیں جبکہ سیرتی روایات میں اس مطلوبہ معیار صحت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ مولانا شبلی پر حدیثی روایات پر سیرتی روایات کو ترجیح دے کر اپنے قائم کردہ اصول کو توڑنے کا الزام بھی عائد کیا گیا ہے لیکن اس باب میں شبلی نعمانی نے معتبر اور حجت جمہور کی پیروی کی ہے۔ جہاں جہاں اہل سیر کے اجماع کا معاملہ ہے وہاں وہاں تو حافظ مغلطائی جیسے محدثین اور امام ابن حجر جیسے شارحین حدیث نے ان اہل سیر کی روایات کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ محدثین کرام پر نقد بھی کیا ہے۔

اس کی ایک بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا شبلیؒ کا مورخانہ شعور اور اس کا علمی استدلال ان کو احوال وواقعات کے تناظر میں اہل سیر کی روایات قبول کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ بنوالمصطلق کے غزوہ کا بیان ہو یا اس غزوہ میں حضرت جویریہؓ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا معاملہ انہوں نے تمام احوال تاریخی اور واقعاتی تناظر کو سامنے رکھ کر روایات سیرت کو ترجیح دی ہے۔ سیرت نبوی کے متعدد واقعات میں شبلیؒ نے روایات سیرت پر اعتماد کیا ہے اور ان کو زیادہ اجاگر کیا ہے۔ ان میں متعدد واقعات شامل ہیں جیسے مختلف یہودی دشمنوں- کعب بن اشرف، ابورافع وغیرہ کے قتل کا معاملہ یا متعدد غزوات جیسے بدر، احد، موتہ، حنین وغیرہ کیونکہ ان سے متعلق مواد کتب سیرت ہی میں ملتا ہے اور حدیث میں نسبتاً جزوی نوعیت کا۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ مؤلف گرامی قدر اپنی کتاب سیرت کی تکمیل نہیں کر سکے اور نا تمام مسودہ چھوڑ گئے تھے لہٰذا ان کی روایات یا بیانات میں ایک کمی یا خامی حوالوں کی ملتی ہے۔ مولانا مرحوم بیشتر مباحث میں متن کے اندر ہی اپنے حوالے دیتے چلے جاتے ہیں اور کہیں کہیں حاشیہ میں بھی دیتے ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے بیانات اور واقعات بلاحوالہ ملتے ہیں: مثلاً اولاد حضرت حلیمہ سعدیہ میں وہ دو فرزندوں اور دو دختروں کا ذکر بلاحوالہ کرتے ہیں جبکہ دوسرے مآخذ میں ان کے صرف ایک فرزند کا

ذکر ملتا ہے۔ان کے حوالہ دینے کی ضرورت تھی۔مولانا شبلی کا بہرحال یہ شرف ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں حوالوں کا اہتمام کیا جو زمانہ کا چلن نہیں تھا۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شبلی نعمانی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ روایات واحادیث کی بڑی کڑی تنقید وتحلیل کرتے ہیں اور اس میں کسی کی رورعایت نہیں کرتے۔انہوں نے کئی جگہ حافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین پر نقد کیا ہے اور ان کی روایات نہیں لی ہیں جیسے بلاغات زہری کے باب میں وہ وحی الٰہی کے اولین فقرہ کے باب میں ان کا طریقہ ہے یا ایمان ابی طالب کے بارے میں ان کا رویہ ہے۔ موخر الذکر میں شبلی مرحوم نے اپنے خاص ترجیحی نقطہ نظر کو سامنے رکھا ہے اور خاص استدلالی بلکہ خطیبانہ اسلوب میں اپنی بات ثابت کرنی چاہی ہے۔اسی طرح غزوۂ بدر کے محرک کے بارے میں ان کا نقطہ نظر ان کی ترجیح روایات بلکہ تنقیدی ذوق کا آئینہ دار ہے۔وہ مستشرقین کے بیانات اور تجزیوں پر بھی بھرپور نقد کرتے ہیں۔''غزوات پر دوبارہ نظر'' ان کے تنقیدی مطالعہ کا شاہکار ہے جس کی اصل قدر وقیمت غیر مورخ نہیں سمجھ سکتے۔

ان کے طریقہ تالیف میں ایک خاص چیز یہ ہے کہ وہ معاصر تاریخ نبوی کی بازیافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تاریخی واقعات کو ایک خاص ترتیب اور عمدہ اسلوب کے ساتھ تو پیش کرتے ہی ہیں پورے مبحث کو ایک زندہ ومتحرک مرقع بنا دیتے ہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ وہ تمدنی اور سماجی واقعات کو بسا اوقات اپنے سیرتی بیانیہ میں پوری طرح گوندھ نہیں پاتے اور ان کو واقعات متفرقہ کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔اصلاً وہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ایسا کرتے ہیں لیکن جب یہی سماجی اور تمدنی اور علمی واقعات جلد دوم میں آتے ہیں تو وہ ایک مربوط منظم بیان پیش کرتے ہیں۔ان کی دوسری جلد سیرۃ النبی دراصل جلد اول سے بھی زیادہ قیمتی اور بہتر بیانیہ رکھتی ہے اور اس کا جواب مدتوں نہیں ہو سکے گا۔

حضرت مؤلف ایک ادیب وشاعر اور شاندار ادبی اسلوب کے مالک بھی تھے۔لہٰذا ان کی زبان وطرز ادا بہت ہی ادبی ہے۔وہ تاریخی اور سیرتی بیانیہ کے لائق ہے اور اس میں ادبی کاوش کا اثر نہیں۔ شبلی کے طاقتور اسلوب اور علمی اور ادبی زبان وبیان نے سیرۃ النبی کو ایک شاندار ادبی شاہکار بنا دیا ہے۔اس پر ابن اسحاق کی شاندار زبان کا بھی اثر نظر آتا ہے۔وہ جامعیت، ایجاز واختصار، فصیح وبلیغ زبان اور پرکشش اسلوب کی بنا پر ایک اعجاز بیانی کا نمونہ ہے۔

# مصادر و مآخذ


اختر وقار عظیم — شبلی بحیثیت مورخ — تصنیفات لاہور، ۱۹۶۸ء

انور محمود خالد — اردو نثر میں سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۹۸-۵۳۵

خان عبید اللہ خاں — مقالات یوم شبلی — اردو مرکز لاہور، ۱۹۶۱ء

خورشید الاسلام — تنقیدیں — انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۴ء

رام بابو سکینہ — تاریخ ادب اردو (انگریزی) اردو ترجمہ محمد عسکری

رسالہ البصیر — شبلی نمبر، اسلامیہ کالج چنیوٹ، پنجاب، پاکستان اور متعدد رسائل کے شبلی نمبر جیسے کریسنٹ لاہور، جنوری ۱۹۷۱ء

سعید انصاری — شبلی بحیثیت انشاء پرداز — الناظر بک ڈپو لکھنو، ۱۹۳۴ء

سید سلیمان ندوی — حیات شبلی — اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء طبع

معارف عام اور سلیمان نمبر کے متعدد مضامین، یادرفتگان مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۸۳ء

سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مقالہ ''دار المصنفین اور اس کی خدمات'' رسالہ البصیر شبلی نمبر چنیوٹ اسلامیہ کالج، (پاکستان)

سید علی شاہ — اردو میں سوانح نگاری

سید محمد عبداللہ — مقالہ ''شبلی نعمانی'' اردو دائرۂ معارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب، لاہور

اردو ادب کی ایک صدی عامر بک ڈپو کلکتہ، غیر مورخہ، ''فن سیرت نگاری پر ایک نظر'' مقالہ فکر ونظر اسلام آباد، اپریل ۱۹۷۶ء سرسید اور ان کے نامور رفقاء

شبلی نعمانی — مکاتیب شبلی — دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹، مقالات شبلی اعظم گڑھ، ہشتم ۳۲

رسالہ فکر ونظر شبلی نمبر — مسلم یونیورسٹی — علی گڑھ، جون ۱۹۹۶ء

محمد اکرام — شبلی نامہ — یادگار شبلی موج کوثر

محمد امین زبیری ذکر شبلی

محمد یحییٰ تنہا، سیر المصنفین مکتبہ جامعہ، نئی دہلی ۱۹۲۸ء دوم ۸۸-۴۰۲ (کے ماخذ معارف، ادیب الہ آباد اور کسوف الشمسین)

محمد یٰسین مظہر صدیقی

۱- "شبلی کی سیرت النبی کا مطالعہ - نقد سلیمانی کی روشنی میں" تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اپریل جون

۲- شبلی کی سیرت النبی میں اضافات سلیمانی، سید سلیمان ندوی ۱۹۸۴ء سیمینار نمبر، ۵۸-۳۵، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی ۱۹۸۵ء

۳- سید سلیمان ندوی کی تنقیدی بصیرت، بحوالہ سیرت بحوالہ سیرت النبی، مطالعہ سلیمان ۱۱۸-۱۰۲، النبیؐ، مطالعہ سلیمانی بھوپال ۱۹۸۵ء

۴- "علامہ شبلی کی سیرت النبی کی معنویت" فکر و نظر علی گڑھ ۱۹۸۹، ۲۹-۱۵، ۱۹۵-۱۷۷

۵- سیرت النبی شبلی میں فکر فراہی، مشمولہ علامہ حمید الدین فراہی، حیات و افکار، دائرہ حمیدیہ سرائے میر ۱۹۹۲ء، ۴۴۱-۴۱۶

۶- شبلی نگارشات دعوت و اصلاح، فکر و نظر علی گڑھ ۱۹۹۳ء، ۴۴۱-۴۱۶

۷- تالیف سیرت النبی پس منظر و پیشکش، فکر و نظر علی گڑھ، شبلی نمبر جون ۱۹۹۶ء ۲۳۲-۱۹۷

۸- الفاروق اور شاہ ولی اللہ، الفاروق - ایک مطالعہ، علی گڑھ ۲۰۰۲ء، ۱۵۲-۱۳۱

۹- شبلی کی تاریخ نویسی - اصول و طریقہ کار - الفاروق کے حوالے سے، مذکورہ بالا، ۱۹۸-۱۸۷

۱۰- مولانا شبلی کی دینی منزلت، معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۲۰۰۵ء، ۱۸۶-۱۶۵، اکتوبر ۲۰۰۵ء، ۴۰-۲۴۵

# مولانا سید سلیمان ندوی

## (۱۳۰۲-۱۳۷۳ھ/ ۱۸۸۴-۱۹۵۳ء)

## جامع و مؤلف سیرۃ النبی

قدیم اسلامی روایت رہی ہے کہ پیشروؤں، استاذوں اور مصنفوں کے ادھورے کاموں کی تکمیل ان کے جانشینوں، شاگردوں اور تکملہ نگاروں نے کی ہے یا ان کی تصنیفی وتالیفی اور تحقیقی روایات کو آگے بڑھایا ہے۔ یہ روایت تقریباً تمام اسلامی اور دنیاوی علوم وفنون کی رگوں میں جاری ساری رہی ہے۔ تفسیر ہو یا دوسرے علوم قرآنی حتی کہ تدوین متن قرآن مجید میں ہم کو صدیقی روایت کی تکمیل عثمانی روایت میں نظر آتی ہے۔ کتنی ہی تفاسیر یا قرآنیات کی کتابوں کی تکمیل بعد والوں نے کی۔ حدیث وفقہ، ان کے اصول، تاریخ وسیر، کلام وفلسفہ غرض کہ تمام علوم وفنون میں کم وبیش یہ روایت قدیم زمانے میں زیادہ متاخر ادوار میں بالخصوص عصر جدید میں نسبتاً کافی کم نظر آتی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی جدید ومعاصر عہد میں اس قدیم ومستحکم اسلامی روایت کے امین، علمبردار ہی نہ تھے بلکہ اس کے عامل ومبلغ بھی تھے۔

اہل علم پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ مولانا شبلی نعمانی نے اپنی زندگی فانی کے آخری برسوں کی ساری قوت وطاقت سیرت نبوی کی خاکہ سازی، اس کے موادو کتب کی فراہمی اور اس کی تالیف وتصنیف میں لگا دی اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جب سے انہوں نے نامورانِ اسلام کی سوانح نگاری شروع کی تھی وہ سب سے بڑے نامور، اسلام کے بطل اعظم اور اپنے سب سے بڑے ہیرو کی سوانح وسیرت سے غافل نہ تھے بلکہ کچھ نہ کچھ لکھتے اور کرتے رہے تھے۔ آخر آخر میں وہ اپنی موعودہ سیرۃ النبی کی جلد اول تقریباً مکمل کر چکے تھے۔ اور بعض دوسری جلدوں کا مواد فراہم کر چکے تھے یا ان کے ابواب لکھ چکے تھے۔ بہر

حال ان کی سیرت نبوی کا خاکہ پورا موجود تھا۔ بستر مرگ پر استاذ کل نے اپنے شاگرد رشید کے حوالے اپنی ساری عمر کی کمائی کر دی اور تکمیل کا وعدہ لیا۔ علامہ ندوی نے استاذ گرامی کے احسانات عظیم کا قرض اتارنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کی سعادت پانے کی خاطر ادھورے کام کی تکمیل کی۔ لہذا وہ نگارشات شبلی کے جامع بن گئے اور استاذ مرحوم کے خاکے میں نئے رنگ بھر کر مؤلف ومصنف۔ وہ عہد جدید کے ابن ہشام تھے کہ اپنے استاذ ابن اسحاق کی تحریروں سے اپنی تحریروں/اضافوں کو قوسین میں دے کر ممتاز بھی رکھا اور تالیفات کو مکمل بھی کیا۔

## نام ونسب

اپنے نومسلم استاذ کل کے برخلاف علامہ ندوی خالص عرب اور سید اور ہاشمی النسل تھے۔ ان کا پدری سلسلۂ نسب چھتیس واسطوں سے حضرت علی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ حضرت علی کے پڑپوتے حضرت محمد باقر بن حضرت زین العابدین علی ان کے ددھیالی جدامجد تھے اور مادری نسب اتنے ہی واسطوں سے حضرت علی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور حضرت علی کے دوسرے پڑپوتے حضرت زید بن حضرت زین العابدین علی بن حضرت حسین ان کے ننہالی جدامجد تھے۔ پدری اور مادری نسب کا یہ اختلاف محض ظاہری ہے جو نیچے کی پیڑھی میں نظر آتا ہے ورنہ وہ اصلاً حسینی سید تھے، مادری اور پدری دونوں اعتبار سے۔

سید صاحب کے مورث اعلیٰ مشہد (ایران) کے باسی تھے اور سلطان شہاب الدین غوری کے ہمراہ ہندوستان آئے اور مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے بالآخر یہ خانوادہ بہار کے صدر مقام پٹنہ سے سولہ میل دور دیسنہ گاؤں میں آباد ہوا۔ یہ قدیم گاؤں آدم گری اور مردم خیزی کے لئے شہرت خاص رکھتا ہے۔ سید ندوی کا خانوادہ بھی علم وفضل، صلاح وتقویٰ اور خدمت ولیاقت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا۔ اس میں صوفیہ، اتقیاء، علماء، فضلاء، اطباء اور عمال غرضیکہ مختلف علوم وفنون اور میادین حیات کے شہسوار تھے۔ طب کے میدان میں خاص شہرت ولیاقت حاصل کی کہ وہی ان کا وسیلۂ معاش بھی تھا اور طریقہ خدمت بھی۔ تصوف وزہد کی روایات بھی اس خاندان میں برابر جاری ساری رہیں۔

سید سلیمان ندوی کے والد ماجد سید ابوالحسن بھی حکیم وطبیب، عالم دین، فاضل علوم اور نقشبندی

ابوالعلائی سلسلہ کے ایک شیخ و بزرگ تھے اور ریاست اسلام پور کے شاہی طبیب بھی۔ ان کے بڑے فرزند سید ابوحبیب طبابت اور زہد و اتقا کے ساتھ بھوپال کے شاہ ابواحمد کے مرید تھے اور سید صاحب سے اٹھارہ برس بڑے تھے۔

سید ندوی کا اصل نام انیس الحسن اور کنیت ابونجیب رکھی گئی تھی مگر بعد میں ایک طفلانہ کھیل اور رنگونی تاجر سلیمان تاجر کی دین داری وتقویٰ اور شہرت کی بنا پر ان کا نام سلیمان ہو گیا اور بعد میں وہی ان کا اصل نام بن گیا۔ سوانح نگاروں کے بیان میں اختلاف ہے کہ وہ سید ندوی کا اختیار کردہ تھا یا ان کے بزرگوں کا۔ تجزیاتی مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ وہ سید ندوی کی فکر وعمل کا ساختہ و پرداختہ تھا۔

## ولادت

دیسنہ (بہار) میں ۲۳ رصفر ۱۳۰۲ھ / ۲۲ رنومبر ۱۸۸۴ء بروز جمعہ سید سلیمان ندوی اس کے مشہور سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے اپنے مضمون میں یہی تاریخ دی ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ وہ زیدی سادات کے خاندان میں پیدا ہوئے جزوی طور سے صحیح ہے کہ وہ ننہالی رشتہ تھا، ان کا اصل خاندان ددھیالی تھا جو جعفری / کاظمی یا رضوی تھا۔

## تعلیم وتربیت

سید سلیمان نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں اپنے والد ماجد اور برادر بزرگوار سے پائی اور گاؤں کے ایک معلم خلیفہ انور علی اور مولوی مقصود اکھدوی سے پائی۔ اردو فارسی کی ابتدائی کتابوں کے بعد ''میزان منشعب'' اپنے بڑے بھائی سے پڑھی۔ مزید تحصیل علم کے لئے اپنے والد مرحوم کے پاس اسلام پور گئے اور ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف (پٹنہ) کی خانقاہ مجیبیہ میں سال بھر قیام کے دوران مولانا محی الدین سے عربی کی اور شاہ سلیمان پھلواری سے منطق کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دربھنگہ کے مدرسہ امدادیہ میں چند مہینے گزارے اور وہاں طلبہ کی انجمن میں اپنا پہلا مضمون تعلیم نسواں پر پڑھا اور داد حاصل کی۔

۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخل ہوئے اور پانچ برس کے بعد ۱۹۰۵ء میں تکمیل و فراغت کی سند حاصل کی۔ ندوہ کے اساتذہ میں مولانا سید علی زینبی، مفتی عبداللطیف سنبھلی، مولانا شبلی

فقیہ چیراجپوری، مولانا حفیظ اللہ اعظمی، مولانا محمد فاروق چریا کوٹی اور مولانا حکیم عبدالحیٔ کی شاگردی کا شرف پایا۔ مولانا چریا کوٹی کے تلمذ کے رشتہ سے وہ اپنے استاذ الکل مولانا شبلی کے استاذ بھائی بھی بن گئے۔ ۱۹۰۵ء سے وہ علامہ شبلی کے دامن تربیت میں آگئے کہ وہ معتمد تعلیم بن کر ندوہ پہونچے تھے۔ سید ندوی تمام دینی علوم وفنون میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن وتفسیر، حدیث وفقہ، منطق وفلسفہ اور کلام وادب وغیرہ میں بلند پایہ کتب عظیم ترین اساتذۂ وقت سے پڑھی تھیں۔ ''میری محسن کتابیں'' نامی مضمون میں سید والا گہر نے اپنی محبوب ومنتخب کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مولانا شبلی کے زیر اثر انہوں نے اردو عربی مضمون نگاری اور خطابت وتقریر کی بھی انتہائی مشق بہم پہونچائی۔ ایک موقعہ ایسا آیا کہ استاذ شبلی نے ان کی برجستہ وخوبصورت تقریر سے متاثر ہوکر ان کے سر پر اپنی دستار فضیلت باندھ دی۔ تعلیم کے دوران ہی ان کی لیاقت ومنزلت تسلیم کر لی گئی تھی اور تکمیل کے بعد انہوں نے سب سے اپنی قابلیت اور عبقریت کا لوہا منوالیا۔

## مشاغل حیات

خاندان کی روایات کے برعکس سید ندوی نے اپنے استاذ الکل کی خواہش اور اپنے رجحان طبع کے مطابق علمی مشاغل پسند کئے اور طب وحکمت کے مشغلہ کو خیر باد کہدیا۔ ۱۹۰۵ء میں سلیمان ندوی ندوہ میں علم کلام اور جدید عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے اور اسی کے ساتھ ساتھ الندوہ کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی۔ ۱۹۱۰ء میں علامہ شبلی کے قائم کردہ دفتر سیرت میں علمی معاون (لٹریری اسسٹنٹ) بنائے گئے اور سیرت نبوی کے مواد کی فراہمی اور تالیف میں تعاون واشتراک کے حصہ دار بنے۔ ۱۹۱۲ء تک مختلف وقفوں سے وہ الندوہ کے معاون مدیر رہے۔

۱۹۱۱ء میں طرابلس پر اٹلی کے حملہ سے پیدا شدہ صورت حال نے سید سلیمان ندوی کو سیاست کے میدان میں کھینچ بلایا۔ مئی ۱۹۱۳ء سے وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال کی مجلس ادارت میں شریک ہوگئے۔ لیکن جلد ہی وہ واپس کلکتہ سے لکھنو مولانا شبلی کے دفتر سیرت چلے گئے اور اسی سال کے اواخر (۱۹۱۳ء) میں مولانا شبلی کی اجازت وایما سے دکن کالج پونا میں استاد بن گئے اور عربی فارسی کی تدریس میں لگ گئے۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا شبلی کی وفات ہوئی تو سید صاحب تمام تدریسی اور تعلیمی مشاغل چھوڑ کر

سیرۃ النبی کی تیاری میں منہمک ہو گئے۔

علامہ شبلی کا ایک حسین خواب دارالمصنفین کا قیام تھا جس کی تمام تیاری انہوں نے پوری کر لی تھی۔ ۱۹۱۵ء میں اسی خاکہ استاذ کے مطابق مولانا مسعود علی ندوی کے انتظامی وانصرامی تعاون اور مولانا عبدالسلام ندوی کے علمی اشتراک سے دارالمصنفین کی بنا اعظم گڑھ میں ڈالی اور اسی میں پیر توڑ کر بیٹھ گئے۔ یہاں تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ وہ تربیت وتدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اور متعدد اہل قلم کی علمی وتالیفی تربیت فرمائی۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں دارالمصنفین کے علمی مجلّہ ''معارف'' کا اجراء کیا جو آج تک بلا ناغہ جاری ہے۔ جلد ہی دارالمصنفین کو ایک باوقار علمی ادارہ اور تصنیفی اشاعت گھر کا مرتبہ ومقام بخش دیا۔

مولانا سلیمان ندوی اپنے استاذ گرامی شبلی کے سیاسی مسلک کے ہمنوا تھے۔ اس پورے عرصہ میں وہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ساتھ سیاسی تحریکات میں حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۱۹ء میں مجلس خلافت کے پہلے اجلاس منعقدہ لکھنو میں شرکت کی، فروری ۱۹۲۰ء میں مجلس خلافت کے وفد کی قیادت کی اور انگلستان کا سفر کیا۔ سفر یورپ سے واپسی پر ۱۹۲۰ء کے اواخر میں تحریک ترک موالات میں پورے جوش وخروش سے حصہ لیا اور دسمبر میں کانگریس کے ناگپور اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۲۱ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے رکن کی حیثیت اجلاس احمد آباد میں شرکت کی۔ ۱۹۲۴ء میں مجلس خلافت کے دوسرے وفد کی قیادت کی اور حجاز تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں دوسرا وفد خلافت حجاز لے گئے اور موتمر میں شرکت کی۔ ۱۹۲۷ء میں جنوبی ہند کا علمی وتعلیمی سفر کیا۔ ۱۹۲۸ء کے ساردا ایکٹ کی مخالفت کی۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن اردوئے معلیٰ کی دعوت پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا سفر کیا اور خطبات دئے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے سید صاحب برابر وابستہ رہے۔ وہ اپنے استاذ کے بعد جلد ہی معتمد تعلیم ہو گئے تھے اور ۱۹۵۳ء میں اپنی وفات تک اس کے معتمد رہے۔ وہ اس کے معاملات میں برابر دلچسپی لیتے رہے مگر ۱۹۲۵ء سے زیادہ توجہ صرف کرنی شروع کی۔

۱۹۳۳ء میں بڑودہ، بھروچ، سورت اور ڈابھیل کے تعلیمی اسفار کئے۔ اسی سال اکتوبر میں علامہ اقبال اور سر راس مسعود کے ساتھ افغانستان کا دورہ نادر خاں شاہ کی دعوت پر کیا۔ فروری ۱۹۳۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں توسیعی خطبات دئے اور بہار کے پبلک سروس کمیشن کے رکن بنے اور متعدد

کانفرنسوں کی صدارت کی اور ملکی اسفار کئے۔۱۹۴۳ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے سید صاحب کو ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی اور اسی سال مولانا تھانوی کے مرید بن گئے۔وہ اس کے بعد ۱۹۴۴ء میں گاندھی جی کے ساتھ بہار اور داردھا کے پیکٹ میں شریک ہو کر اردو کو اس کا مقام دلانے کی کوشش کرتے رہے۔۱۹۴۶ء میں وہ ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ اور جامعہ مشرقیہ کے امیر مقرر ہوئے ا وران عہدوں پر اکتوبر ۱۹۴۹ء تک فائز رہے۔اسی سال حج کیا اور پھر ہندوستان واپس آئے لیکن جلد ہی پاکستان جانے کا فیصلہ کرلیا۔

## پاکستان میں

۱۴رجون ۱۹۵۰ء کو علامہ سید سلیمان ندوی پاکستان ہجرت کر گئے اور کراچی میں سکونت اختیار کی ۔ ہندوستان کی طرح نئے ملک کے مذہبی ،دینی ،سیاسی ،قومی ،علمی ،تحقیقی اور تہذیبی مسائل ومعاملات سے گہری دلچسپی اوران میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔اسلامی دستور سازی کے ادارہ تعلیمات اسلام اور علماء بورڈ کے صدر مقرر ہوئے اور پاکستان کی دستوری تاریخ بنانے میں گرانقدر کردار ادا کیا۔پاکستان ہسٹاریکل کانفرنس کی صدارت ۱۹۵۳ء میں کی اور اردو کی حمایت میں بنگالی متعصبوں کے ہاتھوں سربازار رسوا ہوئے ،ہندوستان کا دورہ کیا اور اعزہ سے ملاقاتیں کیں۔پاکستان پہونچ کر علیل ہو گئے ،علالت ان کی پرانی تھی جو شدت اختیار کرگئی۔

## وفات

بالآخر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ/۲۲رنومبر ۱۹۵۳ء کو ۷۱ سال کی عمر میں اپنے رب سے ملاقات کے لئے روانہ ملک عدم ہوئے اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے پہلو میں اسلامیہ کالج کے حضیرہ میں مدفون ہوئے۔سید صاحب کا تمام عالم اسلام میں زبردست ماتم کیا گیا۔

## آل اولاد

علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی حیات میں اپنی مرضی سے اور بزرگوں کی خوشی کی خاطر تین شادیاں کیں۔۱۹۰۴ء میں پہلی شادی بنت عم سے ہوئی اور تیرہ برس کی رفاقت کے بعد ۱۹۱۷ء میں ان کا

انتقال ہوگیا۔ ان سے متعدد اولادیں ہوئیں لیکن صرف ایک دختر نیک اختر سیدہ اور ایک فرزند ابوسہیل زندہ بچے۔ ان میں سے سیدہ اپنے شوہر کے بعد سید صاحب کو جواں مرگی کا داغ دے گئیں۔ ۱۹۲۰ء میں والد ماجد کے اصرار مسلسل پر دوسری شادی کی مگر یہ اہلیہ صرف ڈیڑھ سال ساتھ دے سکیں، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسری شادی ۷رجون ۱۹۲۳ء کو مظفر پور کے ایک سادات خاندان کی خاتون سے کی جن سے چار صاحبزادیاں شمیمہ، شکیلہ، شمیسہ اور تارا ہوئیں جو ماشاء اللہ زندہ رہیں اور صاحب آل اولاد ہوئیں۔ ان کے وارث فرزند ڈاکٹر سلمان ندوی ہیں جو صاحب علم شخص ہیں اور جنوبی افریقہ میں ڈربن یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر ہیں اور علمی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

## تصانیف

علامہ سید سلیمان ندوی نے مختلف موضوعات پر بعض مختصر اور کئی ضخیم کتابیں تالیف کیں۔ ان کی کتابیں بالخصوص سیرۃ النبی اسلام کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔ تصنیف و تالیف خاص کر مضمون نگاری کا سلسلہ ان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل میں ہی شروع ہوگیا تھا۔ ان کی فطری صلاحیتوں کو ندوہ کی فضا اور مولانا شبلی کے فیض نے ایسی جلا دی کہ وہ اپنے استاذ گرامی کے صحیح جانشین بنے۔ ان کی تالیفات نئی راہ، انوکھی اپج، گہری تحقیقات، نادر بصیرت اور ہمہ جہت علمی شغف کی شہادت دیتی ہیں۔ یوں تو ان کے موضوعات کئی تھے لیکن استاذ گرامی کے زیر اثر سیرت و تاریخ ان کی امتیازی خصوصیت بن گئی۔ ذیل میں ان کی تصانیف کی ایک فہرست پیش ہے:

۱۔ **دروس الادب**: ندوہ میں عربی کے استاد مقرر ہونے کے بعد ۱۹۰۸ء کے بعد کسی وقت دو جلدوں میں لکھی، وہ درسی کتاب ہے۔

۲۔ **لغات جدیدہ**: عربی زبان کے جدید الفاظ و معانی پر مشتمل ایک لغت لکھی۔ وہ ۱۲-۱۹۱۰ء کے درمیان مرتب ہوئی۔

۳۔ **ارض القرآن**، سیرۃ النبی، کے مقدمہ یا ابتدائی تاریخ عرب کے باب کے طور پر اس کی تالیف شروع کی مگر وہ اتنی وسیع ہوئی کہ بجائے خود ایک کتاب بن گئی۔ اپنے موضوع پر نادر کتاب ہے اور ان تمام اقوام، قبائل، علاقوں وغیرہ کی تاریخ پیش کرتی ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یا

جو عرب تہذیب وثقافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی جلد اول ۱۹۱۷ء میں اور دوسری ۱۹۱۸ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں مولوی مظفر الدین ندوی نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔

۴۔ **سیرۃ النبی جلد اول:** ۱۹۱۸ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ بطور مرتب وجامع شائع کی۔ وہ مولانا شبلی کی تالیف ہے لیکن اس میں خاصے اضافے اور حواشی وتعلیقات جامع کے قلم سے ہیں۔

۵۔ **سیرۃ النبی جلد دوم:** ۱۹۲۰ء میں اپنے ادارہ سے چھاپی۔ کتاب کا بیشتر حصہ مولانا شبلی کے قلم سے ہے اور تقریباً ایک تہائی حصہ سید ندوی کے اضافات وتعلیقات وحواشی کی صورت میں ہے۔

۶۔ **سیرت عائشہ:** سید ندوی کی اپنی تصنیف ہے جو استاذ گرامی کی زندگی ہی میں تیار ہوگئی تھی مگر شائع ۱۹۲۰ء ہی میں ہوئی، بلاشبہ وہ حضرت صدیقہ کی سوانح وخدمات پر بہترین کتاب ہے۔ علامہ اقبال اس کو ''سرمہ سلیمانی'' اور ''مفید اضافہ'' کہا کرتے تھے۔ اب اس کا ایک محقق عربی ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے۔

۷۔ **سیرۃ النبی جلد سوم:** معجزات پر ہے اور خالص سید ندوی کی تالیف ہے، اپنے موضوع پر بے مثال ولاجواب ہے، ۱۹۲۴ء میں چھپی۔

۸۔ **خطبات مدراس:** سیرت نبوی پر آٹھ خطبات کا مجموعہ ہے جو مدراس مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی کی دعوت پر دئے تھے۔ اس میں سیرت نبوی کو بطور اسوہ ونمونہ پیش کیا ہے۔ بلاشبہ وہ مختصر کتاب ہے تاہم سیرت کا عطر کشید کر کے پیش کرتی ہے۔ وہ زبان وبیان کے لحاظ سے بھی ایک شاہکار ہے۔ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ مولانا محمد ناظم ندوی نے **الرسالة المحمدية** کے عنوان سے عربی میں اور Living Prophet کے نام سے انگریزی میں سعید الحق ڈیسنوی نے ترجمہ کیا۔

۹۔ **عرب وہند کے تعلقات:** اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ ہندوستان اکیڈمی الہ آباد کے دعوت نامہ پر جو خطبات دئے وہ کتاب کی صورت اختیار کر گئے۔ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی، الہ آباد سے پھر دارالمصنفین سے، انگریزی ترجمہ سعید الحق ڈیسنوی نے شائع کیا۔

۱۰۔ **عربوں کی جہاز رانی:** بھی خطبات کا مجموعہ ہے جو سید صاحب نے حکومت بمبئی کے شعبہ تعلیم کی

دعوت پر دیئے تھے۔ چار خطبات ہیں اور اپنے موضوع کو پوری طرح سے پیش کرتے ہیں۔ سید صاحب نے اس میں اسلامی جغرافیہ نویسی کی طرح نو ڈالی ہے، ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔

۱۱۔ **سیرۃ النبی جلد چہارم:** ۱۹۳۳ء میں شائع کی جو منصب نبوت کے موضوع پر ہے اور سچ مچ اس دقیق موضوع کو پانی کرتی ہے۔ اس میں اسلامی عقائد کی تشریح وتعبیر قرآن وحدیث اور دوسرے اسلامی مصادر کے ساتھ ساتھ عقل ودرایت کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

۱۲۔ **خیام:** بھی ۱۹۳۳ء ہی میں شائع ہوئی۔ سید صاحب نے پہلی بار خیام کو شاعر خرابات و خمریات کی سطح سے اٹھا کر عالم وفلسفی اور سائنس داں کی بلند سطح پر پہونچا دیا۔ بقول علامہ اقبال خیام پر اب کوئی وقیع اضافہ نہ ہو سکے گا۔

۱۳۔ **سیرۃ النبی جلد پنجم:** بھی ۱۹۳۵ء میں ہی چھپی، وہ اسلامی عبادات کی تشریح کرتی ہے اور فن کو مزید بلندیوں سے روشناس کرتی ہے۔

۱۴۔ **سیرۃ النبی جلد ششم:** ۱۹۳۹ء میں دار المصنفین نے شائع کی۔ وہ اسلامی اخلاق پر ایک حسین وعظیم دائرۃ المعارف ہے۔

۱۵۔ **نقوش سلیمانی:** سید ندوی کے ان خطبات ومقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اردو کانفرنسوں میں پڑھے تھے یا اردو زبان وادب وتاریخ پر متفرق رسائل ومجلّات میں لکھے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی۔

۱۶۔ **رحمت عالم:** بچوں کے لئے سیرت کی درسی کتاب لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ وہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔

۱۷۔ **حیات شبلی:** علامہ ندوی کی زندگی میں شائع ہونے والی آخری کتاب ہے جو ۱۹۴۳ء میں منظر پر آئی۔ وہ ان کے محبوب استاذ کی بہت مفصل ومدلل سوانح عمری ہے۔ وہ مسلم ہندوستان کی تمدنی، تہذیبی اور علمی تاریخ بھی پیش کرتی ہے۔

۱۸۔ **برید فرنگ:** سید ندوی کے ان مکاتیب کا مجموعہ ہے جو انہوں نے انگلستان سے لکھے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں مکتبہ الشرق کراچی سے شائع ہوئی۔

۱۹۔ **مقالات سلیمان:** کے نام سے سید صاحب مرحوم کے مختلف مقالات ومضامین کو کتابی شکل میں

شائع کیا گیا ہے۔ اس کے مرتب شاہ معین الدین ندوی وغیرہ ہیں اور اب تک اس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

۲۰۔ **مکاتیب سلیمان:** کے نام سے مسعود عالم ندوی نے سید صاحب کے خطوط کو ۱۹۵۴ء میں مکتبہ چراغ راہ کراچی سے چھاپا جوان کے نام لکھے گئے تھے۔

۲۱۔ **یادِ رفتگان:** علامہ ندوی نے معارف میں جن عظیم شخصیات کی وفیات لکھی تھیں ان کو سید ابو عاصم نے اس عنوان سے مکتبہ الشرق کراچی سے ۱۹۵۵ء میں چھاپا ہے۔

۲۲۔ **مکتوبات سلیمانی:** عبدالماجد دریابادی کے نام تحریر کردہ خطوط سلیمانی ہیں جو مکتوب الیہ نے دو جلدوں میں شائع کر دئے۔ ۶۷-۱۹۶۳ء

۲۳۔ **سیرۃ النبی ہفتم:** سید ندوی مرحوم کے چند مضامین کا مجموعہ ہے جو اسلام کے سیاسی نظام وتصورات سے بحث کرتا ہے۔ مؤلف گرامی سیرت کی بقیہ جلدیں مکمل نہیں کر سکے۔ ان کے چند مضامین جو وفات کے بعد ملے وہ دارالمصنفین نے مرتب کر کے کتابی شکل میں ۱۹۸۳ء میں چھاپ دئے۔

۲۴-۲۵۔ **حیات امام مالک** اور **خواتین اسلام کی بہادری** کے عنوان سے سید صاحب نے بعض مضامین الندوہ میں شائع کئے تھے۔ وہ بعد میں کتابی شکل میں شائع کر دئے گئے اور بہت مقبول ہوئے۔ ان کے بعض اور مضامین ومقالات کو رسالہ یا کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

## مقام ومرتبہ

علامہ اقبال نے سید سلیمان ندوی کو مولانا شبلی کے بعد استاذ الکل کا لقب دیا تھا اور اسلامی، دینی فقہی اور دوسرے موضوعات پر حتی کہ اشعار/عروض وفن شعر پر بھی وہ سید صاحب سے ہی رجوع کرتے تھے اور ان کی آراء وتشریحات کا بہت احترام کرتے تھے۔ ندوہ اور ندوی طبقہ میں وہ سید الطائفہ کے نام سے معروف ہیں۔ مولانا شبلی ان پر فخر کرتے تھے اور ''ندوہ نے ایک سید سلیمان کو پیدا کیا'' اس کو ندوہ کے لئے بس سمجھتے تھے۔ علامہ اقبال نے ان کو ''جوئے شیر اسلامیہ کا فرہاد'' قرار دیا ہے اور کبھی ان کو سید العلماء اور بحرالعلوم بتایا ہے۔ ان کے تمام معاصر علماء وفضلاء ان کی عبقریت کے قائل ومعترف تھے حتی

کہ ان کے شیخ و پیر مولانا اشرف علی تھانوی ان کے علمی مقام، تحقیقی منزلت کے ساتھ ان کی روحانی بزرگی کو برملا مانتے تھے۔ معارف سلیمان نمبر میں ایک صاحب علم نے لکھا ہے کہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ایک بہت بڑے محقق، نامور مصنف، بلند پایہ عالم اور صاحب طرز انشا پرداز تھے ایک عام اور معمولی پیرایہ بیان ہے جس سے مولانا کا اصل مقام اور رتبہ متعین نہیں ہوتا اور نہ ان کا صحیح حق ادا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی میں ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی کے ذہن وفکر اور یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں... نصف صدی کے اندر مذاق تصنیف وتالیف، طریق فکر واستدلال اور تہذیبی امیال واعمال کے اعتبار سے جو عظیم الشان انقلاب ہوا ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کے علمی و عملی کارناموں کو اس میں بڑا دخل ہے''۔

## طریقہ تالیف

مولانا سید سلیمان ندویؒ کی میرت نگاری میں دو مختلف حیثیتیں ہیں: ایک جامع ومدون کی اور دوسری مؤلف ومصنف کی۔ سیرۃ النبی شبلی کی اولین دو جلدوں میں وہ خالص جامع ہیں اور بقیہ جلدوں میں طبعزاد مؤلف ومصنف۔ ان کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا طریقہ تالیف دو نوعیت اختیار کر گیا۔ جامع کی حیثیت سے انہوں نے اپنے استاذ امام کے متن وفکر کی پیروی کی اور ان کی عبارت جوں کی توں رہنے دی بلکہ اتنی احتیاط برتی کہ اپنے اضافی پیوندوں کو قوسین میں رکھ کر اصل متنِ مؤلف سے بالکل جدا رکھا اور مصنف ومؤلف کی حیثیت سے بقیہ جلدوں میں ان کو اس متن واضافہ کے فرق کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔

جامع کی حیثیت سے سید سلیمان ندویؒ کا طریقہ تالیف یہ ہے کہ وہ اپنے متن کی تشنہ عبارتوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہ اضافہ سلیمانی کبھی ابتدا میں آتا ہے اور کبھی درمیان میں۔ ابتدا میں آنے والا اضافہ بالعموم تمہیدی نوعیت کا ہوتا ہے اور درمیان میں پیوست کئے جانے والا اضافہ معلومات میں اضافہ کی صورت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بعض مقامات پر اپنے خاصے طویل اضافات فرماتے ہیں اور وہ متن میں اصل میں پوری طرح کھپا دئے جاتے ہیں تاکہ بیانیہ سیرت مربوط ومکمل ہو جائے۔ ایسا ان مقامات پر ہوا ہے جہاں مؤلف اصل نے صرف عنوان لکھ دیا تھا یا چند اشارے تحریر کئے تھے اور ان خطوط رہنما کی اساس پر جامع گرامی نے پورا موضوعاتی بیان اضافہ کر کے شامل متن کر دیا۔

وہ خالص استاذ پرست جامع و مدون نہ تھے۔ مصنف اول سے ان کو جن مقامات پر اختلاف فکر ونظر ہوا وہاں انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کو واضح کیا۔ یہ وضاحت سلیمانی اکثر و بیشتر حواشی کی زینت بنی ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کے متن کے بعد ہی اپنی ہی بات کہی تھی۔ اختلاف روایات یا تنوع فکر وخیال کے نتیجہ میں جامع گرامی کو مصنف اول پر جابجا نقد بھی کرنا پڑا ہے۔ یہ تمام تنقیدات سلیمانی بھی حواشی میں آئی ہیں اور خاصی مفصل و مدلل بھی ہیں۔ اسی طرح حوالوں کا معاملہ ہے، مصنف اول بہت سے بیانات وواقعات کو روایات وآثار سے مدلل ومستند نہ کر سکے تھے یا حوالے دینے سے چوک گئے۔ ان حوالوں کا خاصا اضافہ جامع سید نے حواشی میں کیا ہے۔

سیرۃ النبی شبلی کے جامع و مدون کی حیثیت سے حضرت سیدؒ نے جو اضافات کئے ہیں خواہ وہ صحیح روایات وافکار کی نشاندہی سے متعلق ہوں یا تشنہ بیانات کی تکمیل سے یا حواشی وحوالے کے ذریعہ سے یا استاذ امام کی فکر پر نقد وتبصرہ کی صورتوں میں ان میں سے بیشتر میں جامع گرامی کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے لیکن ہر جگہ شبلی نعمانی معرض نقد ونظر میں نہیں آتے۔ بہت سے مقامات مصنف اول کا نقطۂ نظر صحیح لگتا ہے۔ اسی طرح نقد واختلاف کا معاملہ ہے۔ جامع گرامی نے اپنی صوابدید سے ان کا اضافہ فرمایا ہے۔ ضروری نہیں بلکہ عین ممکن ہے کہ مصنف اول کو ان سے قطعی اتفاق ہوتا اور دوسرے اہل علم کو بھی نہیں ہے۔ بعض مقامات پر جامع گرامی بھی چوک گئے ہیں۔

اپنی سیرۃ النبی میں مولانا شبلیؒ نے خاص تفردات کے علاوہ دومختلف فیہ معاملات میں علماء واہل علم کے کسی نہ کسی طبقہ سے اتفاق کیا ہے اور ان کا نقطۂ نظر قبول کیا ہے۔ اس کے بالمقابل جامع گرامی نے جمہور علماء کا نقطہ نظر پیش کر کے اس کی صحت پر اصرار کیا ہے۔ مثلاً مسلم نام رکھنے کے سلسلہ میں دو اقوال مفسرین کہ اللہ تعالیٰ نے نام رکھا یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، ان کو ذبیح اسماعیل کا خواب صادق رویائے عینی تھا یا رویائے تمثیلی، جناب ابو طالب کا انتقال کفر پر ہوا یا ایمان پر، رضاعت ثویبہ میں شبلی ان کے کنیز ابولہب ہونے کے قائل نہ تھے مگر سید صاحب نے حاشیہ میں وہ اضافہ کر دیا ہے۔

مصنف اصلی اور جامع گرامی دونوں کا بہت سے معاملات پر فکری اتفاق تھا لہٰذا جامع گرامی نے اپنے استاذ امام کے بعض تاریخی تسامحات یا تعبیرات کی تصحیح نہیں کی۔ ان کے خیال میں فکر شبلی ہی صحیح تھی حالانکہ تاریخی تناظر میں وہ میزان میں صحیح نہیں تلتی مثلاً بنو ہاشم وبنو امیہ کی افسانوی رقابت اور اس کے

پس منظر میں عبدالمطلب ہاشمی کی وفات کے بعد اموی اکابر کا عروج یا حضرت ابوسفیان اموی کی مخالفت اسلام یا فوجی کارروائیوں کی بنیادی وجہ۔ اسی طرح ہاشمی خاندان کی طرف دونوں کا ذاتی میلان بھی ان کی تعبیر کو متاثر کرتا ہے۔ ولادت نبوی کے ضمن میں دونوں نے محمود فلکی کی تعبیر و تعیین تاریخ قبول کر لی ہے جو جمہور علماء کے اجماعی قول کے خلاف ہے۔

بعض مقامات پر جامع گرامی متن میں تشنگی دور کرنے سے قاصر رہ گئے جیسے اجداد خاص کر والدین ماجدین کے بارے میں معلومات کافی کم ہیں، حضرت ثویبہ اور حضرت حلیمہ کی رضاعت میں بعض معلومات اور ہونی چاہئے تھیں۔ شبلی گرامی نے موخر الذکر کی رضاعت کے برکات نہیں گنائے اور سید صاحب نے بھی اس پر توجہ نہیں دی۔ اولاد حلیمہ سعدیہ کا حوالہ دینے سے بھی دونوں چوک گئے۔ حضرت آمنہ کے سفر مدینہ کا بیان بھی تشنہ ہے، وہ جناب عبدالمطلب ہاشمی کا سفر تھا اور بہو اور پوتے ان کے ہمرکاب تھے، کفالت نبوی میں دادا کا کردار مختصر ترین ہے اور دوسرے حقیقی چچا زبیر بن عبدالمطلب کا حوالہ مفقود ہے، شام و یمن کے اسفار نبوی میں بھی حضرات زبیر و عباس کا ذکر نہیں آیا جبکہ روایات میں موجود ہے۔ بحیرا راہب کے قصہ کو دونوں نے لن ترانی ثابت کیا ہے۔ فجار کی جنگ اور دوسرے غزوات کے حوالے سے قتال نبوی پر دونوں کے بیانات تشنہ ہیں۔ حضرت ورقہ کی اولین تصدیق نبوی کے فقرے کی صحیح تعبیر میں جامع گرامی نے غلطی کی، احناف اور حنیفیت دونوں کے بارے میں مزید معلومات ہونی چاہئے تھیں۔ مکی مواخات کا ذکر بھی جامع گرامی نہیں بڑھا سکے، ایسے بہت سے مقامات ہیں جن کا ذکر طول کلام کا موجب ہوگا۔

حضرت سید صاحب نے بلاشبہ ان تمام تسامحات کے باوجود شبلی کی سیرۃ النبی کی صحیح صورت گری کی اور یہ ان ہی کا خون جگر تھا جس نے شبلی کے ناتمام کام کو تمام کر دیا اور اپنے اضافات، تبصروں اور حوالوں سے کتاب ناقص کو کامل کر کے اس کی قدر و قیمت بڑھا دی۔ بلاشبہ جامع کی حیثیت سے سید سلیمان ندوی کا کارنامہ مصنف اول سے کسی طرح فروتر نہ تھا بلکہ دوسرے کا کام پورا کرنا کچھ زیادہ ہی مشکل تھا۔ اسی کے ساتھ یہ حقیقت ہے کہ جامع گرامی کو اگر صحیح متن کتاب اور رہنما خطوط اور اصل خاکہ سیرت نہ ملا ہوتا تو وہ کتاب سیرۃ کی تکمیل نہ کر پاتے۔ بحیثیت مصنف ان کی بقیہ جلدیں بلاشبہ ان کی اپنی نگارشات اور تحقیقات پر مبنی ہیں مگر ان کی بنیاد و اساس شبلی کی قائم کردہ ہے۔ جلد سوم تا ہفتم

میں حضرت سید ایک طبعزاد مصنف کی حیثیت سے عظیم ترین معیار تصنیف وتالیف پر فائز نظر آتے ہیں۔ ان کی تمام جلدیں اعلیٰ تحقیقات، صحیح نقطۂ نظر، بہترین ترجمانی، شاندار نقد وتبصرہ اور عظیم مصادر سے معلومات کے اخذ وقبول اور بہت ہی سلیس اور شاندار اسلوب کی عکاس ہیں۔ انہوں نے شبلی کے اسلوب سیرت اور زبان ادا میں سلیمانی اسلوب وادا کو اس طرح ملا دیا ہے کہ ان کو مجمع البحرین کہا جا سکتا ہے جس کے درمیان کوئی حجاب فاصل نہیں۔

## مصادر و مآخذ


آفاق صدیقی مرتب اورنگ سلیمان، مجلس علوم اسلامیہ کراچی ستمبر ۱۹۸۵ء

آل احمد سرور، تنقیدی اشارے، لکھنو ۱۹۴۹ء

اختر راہی، کتاب نامہ سید سلیمان ندوی

اختر علی، ''سید سلیمان ندوی اور ان کی علمی وادبی اور دینی خدمات'' مقالہ برائے ڈاکٹریٹ پنجاب یونیورسٹی لاہور، غیر مطبوعہ۔

امداد صابری، علامہ سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں، دہلی ۱۹۴۴ء

حبیب الرحمٰن، خطبات مدراس پر ایک نظر، مکتبہ فنکدہ میرپور خاص (غیر مورخہ)۔

خلیق انجم (مرتب)، سید سلیمان ندوی، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی

خورشید نعمانی، دارالمصنفین اعظم گڑھ کی ادبی خدمات، عبدالخالق فلیٹس بمبئی (غیر مورخہ)

خورشید الاسلام، تنقیدیں، انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۶۴ء

ذوالفقار حسین بخاری، ''سید سلیمان ندوی، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' مقالہ برائے ایم اے، پنجاب یونیورسٹی لاہور، غیر مطبوعہ

رئیس احمد جعفری، مجلّہ ریاض، کراچی سلیمان نمبر، مارچ ۱۹۵۴ء

رشید احمد صدیقی، مقالہ ''مولانا سید سلیمان ندوی'' ہم نفسان رفتہ، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی

سید سلیمان ندوی، مقدمہ برید فرنگ، لاہور، ۱۹۵۲ء مقدمہ ارمغان سلیمان، کراچی

سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مقالہ ''سلیمان ندوی'' اردو دائرہ المعارف اسلامیہ دانش گاہ، پنجاب لاہور
صبیح محسن، مجلّہ بہ یادگار علامہ سید سلیمان ندوی، دیسنہ ایسوسی ایشن، کراچی، ۱۹۷۶ء
عبدالقوی دیسنوی، یادگار سلیمان، بہار اردو اکیڈمی پٹنہ ۱۹۸۴ء
طاہر تونسوی، اقبال اور سید سلیمان ندوی لاہور، ۱۹۷۷ء
عتیق احمد صدیقی (مرتب)، سید سلیمان ندوی، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۸۴ء
محمد اکرام، شبلی نامہ، تاج آفس بمبئی (غیر مورخہ)
غلام محمد، تذکرہ سلیمان، کراچی، ۱۹۶۰ء
محمد اشرف، سلوک سلیمانی، لاہور ۱۹۶۹ء
محمد عبداللہ چغتائی، اقبال اور سید سلیمان ندوی، لاہور، ۱۹۵۶ء
محمد نعیم صدیقی، علامہ سید سلیمان ندوی، شخصیت و ادبی خدمات، مکتبہ فردوس، مکارم نگر، لکھنو ۱۹۸۵ء
محمد نعیم ندوی، دبستان شبلی کی علمی و ادبی خدمات، مقالہ ڈاکٹریٹ سندھ۔
مسعود عالم ندوی، مکاتیب سلیمان، مکتبہ چراغ راہ کراچی، ۱۹۵۴ء یونیورسٹی حیدر آباد، غیر مورخہ
مسعود الرحمٰن خاں و محمد حسان خاں (مرتبین)، مطالعہ سلیمانی، دار العلوم تاج المساجد بھوپال، ۱۹۸۶ء
معین الدین احمد ندوی (شاہ)، حیات سلیمان، اعظم گڑھ ۱۹۷۳ء
معین الدین احمد ندوی (شاہ)، معارف سلیمان نمبر، اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء
محمد یٰسین مظہر صدیقی، مقالات مذکورہ در خاکہ شبلی نعمانی

# سیرۃ النبی تالیف شبلی نعمانی وسلیمان ندوی

ڈاکٹر انور محمود خالد مولف ''اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' نے کتاب شبلی وسلیمان کے تعارف میں پہلا جملہ لکھا ہے: ''اس عہد کی سب سے اہم کتاب مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) اور سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴-۱۹۵۳ء) کی مشترکہ تصنیف سیرۃ النبی ہے'' اور اپنے تجزیاتی مطالعہ کا خاتمہ اس جملہ سے کیا ہے۔ ''چنانچہ ہمیں اختر وقار عظیم کا ہمنوا ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ '' آج تک ''سیرۃ النبی'' سے زیادہ محققانہ، عمدہ اور جامع المعلومات کتاب رسول کریم پر نہیں لکھی گئی۔'' درمیان میں یہ بھی اعتراف کیا ہے: ''بیشتر نقادوں نے سیرۃ النبی کو اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مکمل اور جامع تصنیف قرار دیا ہے بلکہ بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس کا جواب دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے۔'' خود علامہ شبلی کی خود شناسی تھی کہ ''اگر مر نہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی تو انشاء اللہ دنیا کو ایک ایسی کتاب دے جاؤں گا جس کی توقع کئی سو برس تک نہیں ہو سکتی۔'' شیخ محمد اکرام کا تبصرہ ہے: ''حیات نبوی کی پہلی ڈیڑھ جلد انہوں نے جس محنت، دقت نظر، وسیع علمیت، غور وفکر، حسن استدلال اور ادبی شان کے ساتھ لکھی ہے، اس کی مثال عالم اسلامی کے ادب میں مشکل سے ملے گی۔'' شبلی کی سیرۃ النبی پر ایک دوسرے قابل ذکر سیرت نگار مولانا عبدالرؤف دانا پوری کا تبصرہ ہے: ''اردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی اب تک لکھی گئی ہے یعنی مولانا شبلی کی سیرت نبوی''.. اس پر تحسینی تبصرے اور تعریفی جائزے بہت ہیں جو اس کی قدر و قیمت اجاگر کرتے ہیں۔

اس کے برعکس سیرۃ النبی خاص کر شبلی کی تالیف خاص پر سخت نکتہ چینی اور شدید تنقید بھی کی گئی ہے اور اس کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ کسی نے اس کو روحانیت سے عاری بتایا ہے، کسی

کے نزدیک اس کے کئی مباحث تشنہ ہیں، کچھ شاعرانہ زبان کے شاکی ہیں، بعض کو ان کے مآخذ و مصادر کی روایات کے صحیح استعمال نہ کرنے پر اعتراض ہے، بہت سے ایسے ہیں جو ان کے تجزیوں اور تنقیدوں پر چین بہ جبیں ہیں۔ متعدد ایسے ہیں جن کو سوانح نگاری میں غیر متعلق مباحث یا توسیع نگاری پر اعتراض ہے۔ ایسے بھی کچھ ہیں جو کتاب سے کچھ زیادہ صاحب کتاب کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور ذاتی حملے کرتے ہیں۔ بہرحال تحسین و تعریف کے دوش بدوش تنقید و تعریض بلکہ تنقیص کا باب بھی کھلا ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی اپنی تمام خامیوں، تشنگیوں اور کمزوریوں کے باوجود عظیم ترین کتاب سیرت ہے جس سے ان کے ناقدین اور حاسدین بھی مستغنی نہیں رہ سکتے۔

شبلی سلیمان کی سیرۃ النبی کی جلد اول ۱۹۱۸ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری ۱۹۲۰ء میں، تیسری ۱۹۲۴ء میں، چوتھی ۱۹۳۲ء، پانچویں ۱۹۳۵ء میں، چھٹی ۱۹۳۸ء میں اور ساتویں جلد ۱۹۸۰ء میں۔ پاکستان میں اس کا ایک نیا عکسی ایڈیشن چار جلدوں میں شائع ہوا اور وہ تمام جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد ہفتم محمد سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کیا ہے۔ ہمارے تبصرہ و جائزے میں جو طباعت پیش نظر ہے وہ اعظم گڑھ کی چوتھی طباعت ۱۹۸۳ء ہے۔

جلد اول سرورق کے بعد ''دیباچہ طبع چہارم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول'' کے عنوان سے شروع ہوتی ہے اور وہ جامع سلیمان ندوی کا نوشتہ ہے جس طرح دیباچہ طبع دوم اور دیباچہ طبع اول ہے۔ ان تینوں دیباچوں میں جامع مؤلف نے حمد وصلوۃ کے بعد چند وضاحتیں کی ہیں جیسے مسودہ سے مبیضہ کی صحت طبع اول وغیرہ میں نہ جانچنا طبع چہارم میں تقابل کے بعد غلطیوں کو دور کرنا، مؤلف کی عبارت سے جامع کے اضافات کو قوسین کے ذریعہ ممتاز و علیحدہ کرنا، نئے مآخذ سے حواشی میں اضافے کرنا، کتاب کی مقبولیت پر شکر الٰہی ادا کرنا، بیگم بھوپال کی مالی امداد کا شکریہ ادا کرنا، مؤلف شبلی کی تالیف سیرت کا آغاز بتانا، جلد اول اور جلد دوم کے اختتامی مباحث کی تصریح کرنا وغیرہ (۱۰-۱)۔ پھر جلد اول کی مفصل فہرست مضامین ہے جو نئے صفحات سے شروع ہوتی ہے (۱۰-۱)۔ اس کے بعد شبلی کا سرنامہ کتاب (تحریر کردہ شوال ۱۳۳۰ھ) ہے۔

شبلی کا متن کتاب ان کے مقدمہ سے شروع ہوتا ہے جس کا عنوان کوئی نہیں۔ یہ مقدمہ بہت مفصل و تحقیقی ہے اور اس کے ذیلی مضامین وعنوانات یہ ہیں: سیرت نبوی کی تالیف کی ضرورت، جس کا

مذہبی اور علمی پہلو اجاگر کیا گیا ہے۔ علم کلام کی حیثیت سے سیرۃ کی ضرورت، حاشیہ میں سیرت، مغازی اور حدیث کے تعلق، فرق اور محدثین واہل سیر کے طریقوں پر مفصل بحث ہے اور اسلامی سیرت نگاری کا امتیاز بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ اتنی ضمنی سرخیاں متن کتاب کے بجائے اطراف کے حاشیہ میں دی گئی ہیں: ''فن سیرت کی ابتداء اور تحریری سرمایہ'' پہلی ضمنی سرخی ہے جو متن کتاب میں آتی ہے۔ اس کے تحت پھر اطراف حاشیہ کی مزید ایک ضمنی سرخی آئی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی تحریریں، مغازی، تصنیف وتالیف کی ابتداء سلطنت کی وجہ سے ہوئی، اس کی ذیلی/ اطرافی ہے۔ حضرت عائشہ کی روایتیں، پھر مغازی پر خاص توجہ کی اطرافی سرخیاں گئی ہیں: امام زہری کے تلامذہ، موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، تاریخ صغیر وکبیر امام بخاری، امام طبری، پھر ایک نقشہ دیا ہے جس میں خاص سیرت کے ارکان اور معتمد اور ان کی تصنیفات گنائی ہیں جن کی تعداد اکتیس ہے۔ مولف، تاریخ وفات، نام کتاب اور مختصر تعارف ہر ایک کا دیا گیا ہے اور ان قدماء کے بعد مابعد کی تصنیفات کا ذکر متن میں مسلسل عبارت وتبصرہ کے ساتھ دیا ہے اور تقریباً تمام معلوم ومشہور تصانیف کو مع مختصر کیفیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مباحث شروع کئے ہیں جیسے صحت مآخذ، اسماء الرجال کی تدوین، وہ اسماء الرجال کی کتب جو شبلی کے پیش نظر تھیں، درایت کی ابتداء کی سرخی کے تحت اس کے اصول بیان کئے ہیں اور تاریخ درایت از اول تا تحقیقات ملا علی قاری بیان کی ہے اور ملا علی قاری کے تمام اصول درایت نقل کردئے ہیں (۱-۴۷)۔ اس پر مقدمہ کا پہلا حصہ ختم ہوتا ہے جس کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔ البتہ یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ ''یہ سیرت کی ایک اجمالی اور سادہ تاریخ تھی۔''

''تبصرہ'' کے عنوان سے دوسرا حصۂ مقدمہ شروع ہوتا ہے جس میں سیرت اور اس کی تاریخ پر مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کے متنی، اطرافی اور ذیلی مباحث یہ ہیں: چار بنیادی کتب سیرت: ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، طبری، اور ان پر مختصر بحث، کتب حدیث وسیرت میں فرق مراتب، تصانیف سیرت میں کتب احادیث کی طرف سے بے اعتنائی، مصنفین سیرت کی تدلیس، اصول روایت سے ہر جگہ کام نہیں لیا گیا، واقعات میں سلسلہ علت ومعلول نہیں قائم کیا گیا، نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار نہیں قائم کیا گیا، روایت میں قیاس کا کس قدر حصہ شامل ہے۔ فن تاریخ پر خارجی اسباب کا اثر، قیاس ودرایت، صحابہ میں دو گروہ، روایت بالمعنی، روایت آحاد، ''نتائج

مباحث مذکورہ'' کی متنی سرخی کے تحت سیرت نگاری کے اصولوں کو گیارہ عدد کے تحت منضبط کر دیا گیا ہے اور یہ اضافہ سلیمانی ہے (۸۵-۴۸)۔

مقدمہ کا تیسرا حصہ ''یورپین تصانیف'' کے عنوان سے ہے جس میں یورپی زبان بالخصوص انگریزی میں موجود بیشتر کتب سیرت کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں اسباب و محرکات اور ابتدائی کتابوں کا ذکر ہے۔ دوسری سرخیاں ہیں: سترھویں اور اٹھارھویں صدی، اخیر اٹھارھویں صدی، جس کے بعد ۲۷ مولفین سیرت اور ان کی کتابوں پر مشتمل جدول ہے جس میں انگریزی وغیرہ کی قومیت اور سنہ تصنیف کا ذکر ہے۔ مصنفین یورپ اور ان کے زمانے اور خصوصیات بیان کی ہیں اور پھر یورپی مولفین سیرت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ان کے اختلافات اور مولفین کی خصوصیات پر بھی خاصی بحث کی ہے۔ یورپین تصنیفات کے اصول مشترکہ کے عنوان سے ان کے اصول سیرت نگاری کو اجاگر کیا ہے (۱۰۰-۸۶)۔ اصول تصنیف و ترتیب کی سرخی کے تحت اپنی سیرۃ النبی میں ملحوظ رکھے گئے اصول کی وضاحت کی ہے۔ کتاب کے حصے کے عنوان سے اس کے پانچ حصے بتائے ہیں اور ان کی صراحت ہے۔ آخر میں استناد اور حوالے کی سرخی کے تحت مآخذ و مصادر کی ضروری بحث لائے ہیں۔ اسی پر مقدمہ ختم ہوتا ہے (۱۰۳-۱۰۰)۔ بلاشبہ شبلی کا مقدمہ سیرت ابھی تک اصول سیرت نگاری پر بے مثال و نادر تحریر ہے اور اب تک اردو کیا کسی بھی زبان میں اتنا عمدہ تجزیہ مصادر نہیں کیا گیا اور جس نے کیا ہے اس نے شبلی سے ہی کسب فیض کیا ہے۔

مقدمہ کے بعد سیرۃ النبی کے ماحول و فضا اور تاریخی پس منظر کو کئی ابواب و فصول میں پیش کرتی ہے اگر چہ ابواب و فصول کا ذکر و شمار نہیں ہے۔ عرب کے بیان میں وجہ تسمیہ، جغرافیہ، قدیم تاریخ کے مآخذ، عرب کے اقوام و قبائل اور ان میں بنو قحطان اور اس کے ذیلی بطون، یہود کے تین مشہور ترین قبائل، عرب کی قدیم حکومتیں - معینی، سبائی، حضر موتی، قتبانی، ناجی - اور ان کی مختصر تاریخ، تہذیب وتمدن اور اس کا جغرافیائی اختلاف، عرب کے مذاہب، بتوں، پجاریوں اور ان کے علاقوں کا نقشہ، اللہ کا اعتقاد، نصرانیت اور یہودیت اور مجوسیت، مذہبی حنفی، کیا عرب میں ان مذاہب نے کچھ اصلاح کی؟ دوسرے مباحث ہیں (۱۰۴-۲۸)۔

سلسلۂ اسماعیلی کے عنوان سے خاندان رسالت کی تاریخ اور آباء و اجداد نبوی کا بیان پیش کیا ہے

جس کے ضمنی/ذیلی مباحث ہیں: حضرت اسماعیل کہاں آباد ہوئے؟، ذبیح کون ہے؟ ان دونوں مباحث میں تورات، یورپی تحقیقات اور اسلامی مآخذ کے تجزیہ کے ثابت کیا ہے کہ مکہ ان کا وطن تھا اور وہ خود ذبیح، حضرت اسحاق ذبیح نہ تھے، قربانی کی یادگار، قربانی کی حقیقت، خواب ابراہیمی تمثیلی تھی کہ عینی پر بحث اور جامع کی تشریح کہ جمہور علماء کے نزدیک عینی تھا اور معتد بہ تعداد کے نزدیک تمثیلی، قوم ابراہیمی کی تسمیہ مسلمین کی متعلقہ آیت میں ضمیر کا مرجع اللہ کو قرار دینا بھی جامع کی تشریح ہے (۴۸-۱۲۹)۔

مکہ معظمہ کے نئے عنوان کے تحت شہر الٰہی کی تاریخ و تہذیب بیان کی ہے اور اس کے ضمنی مباحث و سرخیاں یہ ہیں: مکہ کا نام قدیم و جدید بکہ و مکہ، اس کی قدامت، مورخین یورپ پر تنقید، جغرافیائی مقام، خانہ کعبہ کی تعمیر، طول و عرض، حضرت اسماعیل کی قربانی، کعبہ کی تولیت و حجابت وغیرہ (۵۹-۱۴۹)۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کی نئی سرخی کے مباحث خاص حسب ذیل ہیں: نسب نبوی، اتفاق و اختلاف علماء، متفقہ نسب تا عدنان اور اختلاف فیہ و غیر مستند حصہ نسب از عدنان تا ابراہیم علیہ السلام، خاندان قریش کی بنا، امتیاز و شرف نسب، قصی، ہاشم، عبدالمطلب، عبداللہ کے مختصر احوال تا وفات عبداللہ و ترکہ پدری (۶۹-۱۶۰)۔

''ظہور قدسی'' عنوان ہے اس ادبی شہپارہ کا جو شبلی نے خون جگر اور روشنائی عقیدت سے لکھا ہے اور جو اگرچہ ڈیڑھ صفحہ کا ٹکڑا ہے مگر وہ لاکھوں عقیدت مندان و عاشقان نبوی کا لخت جگر ہے۔ وہ تاریخی بیان نہ سہی مگر روحانی اظہار و جذباتی طرز ادا ضرور ہے (۷۱-۱۷۰)۔ تاریخ ولادت محمود پاشا فلکی کے رسالہ کی بنیاد پر ''۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ راپریل ۵۷۱ء'' تسلیم کی ہے اور تسمیہ محمدی کے بعد رضاعت نبوی کی ضمنی سرخی کے تحت پہلے حضرت ثوبیہ کی رضاعت کا حوالہ دیا ہے پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کا واقعہ بیان کیا ہے پوری تفصیلات کے ساتھ۔ والدہ کی کفالت، مدینہ کا سفر و قیام اور وفات کا ذکر کر کے عبدالمطلب اور ابو طالب کی کفالت کو بیان کیا ہے۔ جس میں بحیرا راہب پر بحث کر کے اس کی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ حرب فجار کی شرکت، تعمیر کعبہ میں حصہ داری، شغل تجارت، تزویج خدیجہ، جستہ جستہ واقعات کے تحت حدود سفر تجارت، مراسم شرک سے اجتناب، موحدین کی ملاقات، احباب خاص، بعثت نبوی سے قبل کے اہم واقعات حیات نبوی ہیں جن میں سے تجارتی تفصیلات اور بعض دوسری تشریحات سلیمانی قلم سے ہیں (۹۸-۱۷۰)۔

''آفتاب رسالت کا طلوع'' بعثت نبوی کے بعد اولین مرحلہ حیات نبوی کا بیان پیش کرتا ہے۔ قریشی تہذیبی ودینی روایات، فطرت نبوی کی سلامتی، غار حراء کی عبادت، رویائے صادقہ کا دیباچہ، حضرت جبریل کی آمد اور تنزیل قرآنی کی ابتداء، حضرات ورقہ وخدیجہ کی تصدیق، فترۂ وحی اور پریشانی خاطر نبوی، اور فترۂ وحی کی حکمت، روایات پر نقد، تبلیغ کی مشکلات، ابتدائی مسلمان اور ان کے قبول اسلام کے اسباب وعوامل، صحابہ کرام کا تہذیبی اور سماجی پس منظر، خفیہ تبلیغ کے دور کا خاتمہ، علانیہ تبلیغ کے عہد کے واقعات۔کوہ صفا کا خطبہ، خاندان کو دعوت، حرم کعبہ میں اعلان اسلام وتبلیغ نبوی۔قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب پنجگانہ اور اس کے تحت مناصب مکہ کی جدول اور اکابر قریش کا ذکر دوسری بحثیں ہیں۔شبلی کے آخری مبحث کی مانند قریش کے تحمل کے اسباب کی بحث بھی نئی اور تجزیاتی ہے۔عقبہ جیسے اکابر سے ملاقات نبوی وغیرہ کے بعد ایک ہی سرخی کے تحت ''حضرت حمزہ اور عمر کا اسلام ٦ نبوی'' بالترتیب بیان کیا ہے۔ پھر تعذیب مسلمین کی ذیلی سرخی کے تحت معزز وکمزور مسلمانوں کی ابتلاء کے واقعات لکھے ہیں اور ان کے ظلم کے طریقے بیان کئے ہیں۔اگلی بحث ہجرت حبش ٥ نبوی ہے جس میں مہاجرین کی جدول اور حبشہ میں مہاجرین کے حالات وواقعات کا ذکر مفصل ہے۔مہاجرین حبشہ میں سے متعدد کی واپسی، حضرت ابوبکر کے ارادہ ہجرت کی کیفیت، شعب ابی طالب میں مسلم طبقات کی سہ سالہ محصوری، حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی وفات ١٠ نبوی، اسلام ابی طالب پر اختلاف اور شبلی پر سلیمانی نقد، قریشی مظالم، طائف کا سفر، مکہ واپسی، قبائل کا دورہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی دوسرے مباحث ہیں۔

''مدینہ منورہ اور انصار'' کے باب میں شبلی نے مدینہ کے انصار۔اوس وخزرج۔کا تاریخی پس منظر، یہودیوں سے ان کے تعلقات، ان کی معاشی سماجی اور تہذیبی زندگی، معزز افراد کی کارکردگی، قریش سے تعلقات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ خزرجیوں کی ملاقات اور قبول اسلام، بیعت عقبہ اولی ١١ نبوی، مدینہ میں اشاعت اسلام، بیعت عقبہ ثانیہ ١٢ نبوی، فہرست نقباء، صحابہ مکہ کی ہجرت کی ابتداء کا ذکر کیا ہے (٦٧-٢٥٨)۔

شبلی نعمانی نے ''ہجرت'' کے عنوان سے اس کا الگ باب قائم کیا ہے جس کا پہلا پیراگراف سلیمانی قلم سے ہے۔صحابہ کی ہجرت کے عمومی حوالے کے بعد قریشی ارادۂ قتل، اذن الٰہی، ہجرت نبوی

کی تفصیلات - ابوبکر صدیق کی کارکردگی، غار ثور کا قیام، روانگی، منازل ہجرت کی تفصیل، صحابہ کرام کی ملاقات - قباء آمد و قیام، مسجد نبوی کی تعمیر اور قباء کا زائچہ فلکی، مدینہ آمد، استقبال، ابوایوب انصاری کے مکان میں سات ماہ قیام نبوی، مسجد نبوی اور حجرات کی تعمیر، اذان کی ابتداء، مواخاۃ، مہاجرین کا کاروبار، مواخاۃ کی اہمیت پر بحث اور انصار کی بے مثال میزبانی، صفہ اور اصحاب صفہ، مہاجرین کی معاشی تنگی، نبوی معیشت میں انصار کا حصہ، مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ اور متن صحیفہ کی اہم دفعات کے بعد واقعات متفرقہ کے تحت بعض اکابر کی وفات، مسلم نومولودوں کی ولادت، نماز کی رکعتوں میں اضافہ بیان کیا ہے (۹۸-۲۶۸)۔

''۲ھ تحویل قبلہ و آغاز غزوات'' وہ سرخی ہے جو مدنی حیات طیبہ کے دوسرے سال کے واقعات بیان کرتی ہے۔ اس کا پہلا پیرا سلیمانی اضافہ ہے، تحویل قبلہ شعبان ۲ھ کی بحث شبلی قلم سے قبلہ اسلام کی حکمت و تاریخ اور اس کے اثرات پر ہے۔ آغاز غزوات کا عنوان تو ہے مگر بحث اگلی سرخی کے تحت ہے (۲۹۹-۳۰۲)۔ ''سلسلہ غزوات'' کے عنوان سے بڑے قیمتی مباحث آئے ہیں: مغازی میں اہل یورپ و اہل سیر کی دلچسپی، ہجرت کے بعد مسلمانوں کے مصائب میں اضافہ، قریش، منافقین اور یہود کا سہ گانہ اتحاد اور اسلام کے خلاف سازش، قریش کی جنگی تیاریاں، دفاعی جہاد کا اذن الٰہی، مسلمانوں کی حفاظت خود اختیاری کی کوششیں اور ابتدائی مہمیں، سرایا اور غزوات ان کی اصل شکلیں، اطراف کے قبائل سے معاہدے، سریہ نخلہ میں حضرمی کا قتل اور باعث غزوہ بدر (۳۰۴-۱۴)۔

''غزوہ بدر'' شبلی کا نیا نظریہ پیش کرتا ہے جس پر سخت تنقید ہوئی ہے۔ وہ تاریخی و حدیثی مآخذ کی روایات و حقائق سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرمی کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قریش مکہ مدینہ پر چڑھ دوڑے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لشکر کے آنے کی خبر مدینہ ہی میں مل گئی تھی اور آپ مجاہدین کے ساتھ ان کا مقاتلہ کرنے کے لئے نکلے تھے نہ کہ قریشی کارواں لوٹنے کے لئے۔ اس کے بعد کے وہی مباحث معلوم و معروف ہیں: مدینہ سے روانگی، صحابہ سے مشورہ، قریش کی آمد، بدر میں خیمہ زنی، جنگ ٹالنے کی کوشش، جنگی تفصیلات، مبارزت، جنگ مغلوبہ، متعدد صحابہ کی جان نثاری کے واقعات، قریشی اکابر کا قتل، قیدیوں کی گرفتاری، فتح مسلم کے اسباب، اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک، غنائم کی تقسیم، اسیروں کی رہائی، مکہ پر اثرات بدر، غزوہ بدر کا بیان قرآن میں (۴۲-۳۱۵)۔

''غزوہ بدر پر دوبارہ نظر'' کے عنوان کے تحت شبلی نے اپنے نظریہ کو بدلائل وشواہد ثابت کیا ہے اور اصل سبب سے اہل تاریخ وسیر کی غفلت اور قریشی کارواں پر حملہ کرنے کی توجیہ پر روشنی ڈالی ہے (۳۴۳-۶۵)۔ خاتمہ بدر کے نتائج پر کیا ہے۔ اور اسی عنوان کے تحت ۲ھ کے بقیہ اہم واقعات بھی بیان کئے ہیں جیسے غزوہ سویق ذی الحجہ ۲ھ، حضرت فاطمہ زہرا کی شادی اور واقعات متفرقہ میں فرضیت رمضان، صدقہ فطر، عید الفطر میں اور غزوہ بنی قینقاع کا صرف حوالہ ہے (۳۶۵-۶۸)۔

۳ھ کے تحت غزوہ احد کا بیان بہت مفصل ہے اور بدر کی مانند قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ آل عمران۔۱۴ سے شروع ہوتا ہے۔ شبلی نے غزوہ کا سبب عرب روایتِ ثار اور غزوہ بدر کی قریشی شکست بتایا ہے، قریشی اکابر کی تیاری، خواتین قریش، رزمیہ شاعری، حضرت عباس کی خبر فراہمی، صحابہ کرام سے مشورہ، غزوہ کے لئے احد روانگی، تیراندازوں کی تعیناتی، جنگ کی تفصیلات، مسلم اکابر کی شہامت وشہادت، قریشی مقتولین کی بہادری، تیراندازوں کی نافرمانی، قریشی لشکر کا عقب سے حملہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا اور مسلمانوں کا فرار، جاں نثاروں کی ثابت قدمی، مسلم فوجیوں کی واپسی اور قریشی لشکر کی پسپائی، مسلم خواتین کی جنگی شرکت اور کارنامے، مسلم شہداء کی تعداد، تدفین، مدینہ پر اثر، حمراء الاسد کا ضمنی حوالہ، سورۂ آل عمران میں غزوۂ احد کے مفصل ذکر کا حوالہ وغیرہ دوسرے مباحث ہیں (۳۶۹-۸۷)۔ اس کے بعد حسب معمول واقعات متفرقہ کا ذکر ہے۔

۴ھ کے نیچے پھر ''سلسلہ غزوات وسرایا'' کی سرخی لگائی ہے اور غزوۂ احد کے بعد واقع ہونے والی سرایا کا ذکر کیا ہے جیسے سرایائے ابی سلمہ، ابن انیس، بئر معونہ، رجیع، اور پھر واقعات متفرقہ کی ضمنی سرخی کے نیچے سماجی واقعات ہیں (۳۸۸-۹۴)۔ موخر الذکر کا بیان بلا حوالہ اور بلا ذکر روایات ہے۔

مولانا شبلی ان خاص سیرت نگاروں میں ہیں جنہوں نے یہود مدینہ کے ساتھ اسلامی حکومت کے تعلقات کو ایک الگ باب میں بیان کیا ہے اور اس کا عنوان ہے: ''یہودیوں کے ساتھ معاہدہ اور جنگ'' ۲ھ و۳ھ و۴ھ''۔ اس میں یہود مدینہ کی مختصر تاریخ اور سماجی وسیاسی حالت، تین مشہور قبائل یہود کی تفصیل کیساتھ سماجی واقتصادی قوت بیان کرنے کے بعد ہجرت کے بعد ان سے اسلام کے معاہدہ کا ذکر کیا ہے اور اسلام کے بارے میں ان کے رویہ اور ردعمل کو واضح کیا ہے۔ تاریخی روایات کے علاوہ قرآن مجید سے بھی شہادتیں فراہم کی ہیں اور یہود ومنافقین کے اشتراک پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر

ترتیب سے بنو قینقاع اور بنو النضیر کے غزوات کو بیان کرنے کے علاوہ بعض یہودی اکابر اور دشمنوں کے خلاف مہمات جیسے قتل کعب بن اشرف کو بیان کیا ہے (۴۱۲-۳۹۵)، غزوہ بنی قریظہ کا ذکر یہاں نہیں کیا ہے بلکہ اگلے مبحث میں لائے ہیں۔

''۵ھ غزوہ مریسیع، واقعہ افک و غزوۂ احزاب'' اگلا مبحث و عنوان ہے۔ تمہید میں غزوات ذات الرقاع و دومۃ الجندل کا مختصر ذکر کر کے ترتیب سے غزوہ مریسیع کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت جویریہ کا واقعہ الگ سرخی کے تحت آیا ہے۔ واقعہ افک کا بیان کافی مختصر ہے۔ غزوہ احزاب کو تمام عرب کی متحدہ جنگ قرار دے کر اس کی تفصیلات دی ہیں اور اس کے بعد ''بنو قریظہ کا خاتمہ'' کا عنوان مدینہ منورہ کے آخری خلاف ورزی کرنے والے یہودی قبیلہ کے انجام کا بیان ہے۔ بنو قریظہ کے غزوہ پر دلائل و براہین بھی لائے ہیں اور ان کی سخت سزا کی توجیہ کی ہے، ان کے علاوہ بعض دوسری تفصیلات بھی ہیں۔ دوسرے واقعات میں حضرت ریحانہ سے شادی پر بحث کی ہے پھر حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی تفصیلات دی ہیں اور غلط روایات پر تنقید کی ہے اور واقعات متفرقہ میں حجاب، متبنیٰ، زنا، تہمت، لعان، ظہار، تیمم کے احکام کا ذکر ہے (۴۶-۴۱۳)۔

''۶ھ صلح حدیبیہ و بیعت رضوان'' کے تحت ان دونوں اہم واقعات کا مفصل ذکر ہے، خاص کر صلح کی شرائط اور اثرات کا۔ آخر میں حضرت ام کلثوم کی ہجرت اور ان کی بنا پر صلح حدیبیہ کی ایک شرط کی تنسیخ اور کافر بیویوں کی علیحدگی کا شرعی حکم زیر بحث آیا ہے (۶۱-۴۴۷)۔ ''سلاطین کو اسلام کی دعوت'' کی تاریخ آخر ۶ھ یا شروع ۷ھ بیان کر کے باب کا آغاز آیت کریمہ سے کیا ہے اور قیصرِ روم، خسرو ایران، عزیزِ مصر، نجاشی حبش، روسائے یمن وغیرہ کے نام فرامین نبوی کے ارسال اور سفیران نبوی کی کارگذاری کا ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر کے نام سفارتوں کا ذکر مختصر ہے۔ واقعات متفرقہ کے تحت حضرات خالد بن ولید و عمرو بن العاص کے قبول اسلام، اول الذکر کے خطاب سیف اللہ فتح مکہ و غزوہ موتہ کے حوالہ سے اور ان دونوں کے فاتح قیصر و ایران ہونے کا حوالہ ہے (۷۴-۴۶۲)۔

اگلا باب غزوہ خیبر کے لئے خاص کیا ہے جس کا عنوان ہے: ''۷ھ خیبر آخر ۶ھ یا اوائل ۷ھ''۔ اس کے مباحث ہیں: خیبر کے معنی، جغرافیہ، یہودی قوت و تاریخ خیبر، مدینہ پر یہودی حملہ کی تیاری، اسلام کا حریف قریش کے بعد خیبر اور غطفان کا اتحاد، یہود خیبر سے معاہدہ نبوی کی کوشش، غطفان سے

بات چیت، اسی کے ضمن میں غزوہ ذی قرد کا ذکر اور اس کے تین دن بعد غزوہ خیبر کا وقوع، اختلاف تاریخ کی تطبیق، محاصرہ اور جنگ کی تفصیلات، خواتین کی شرکت، حضرت عمر کے واقعہ کی تحقیق، حضرت علی کی فتح قلعہ مرحب/قموص، فتح کے بعد معاہدہ (۹۰-۴۷۵)۔ ''حضرت صفیہ کے واقعہ کی تحقیق'' کی ضمنی فصل کے تحت ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے واقعہ کی تفصیلات فراہم کی ہیں اور بعد کے دوسرے واقعات بھی جیسے زہریلے گوشت، مسلم مقتول کا معاملہ، اور کنانہ بن ابی الحقیق کے خزانہ کی روایت۔ ایک اور نکتہ کے تحت تاریخ قتال پر بحث ہے، تقسیم دین اور ملکی حالت اور فقہی کام کی بحثوں کے بعد۔ اسی باب میں وادی القریٰ اور فدک سے صلح کا ذکر ہے اور آخر میں اسی کے تحت ادائے عمرہ کی سرخی سے عمرۃ القضاء کا مختصر ذکر ہے (۵۰۴-۴۹۱)۔

''۸ھ غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ'' کے عنوان سے اس اہم غزوہ کا ذکر کیا ہے جو صرف چار صفحات پر مشتمل ہے (۸-۵۰۴)۔ فتح مکہ کی تاریخ وقوع دے کر آیت کریمہ فتح سے اس کا آغاز کیا ہے، خانہ کعبہ کی تطہیر کا فرض، صلح حدیبیہ کے تحت بنوخزاعہ کا مسلمانوں سے حلف اور ان پر قریش کا ظلم، سبب غزوہ، مسلم لشکر کی روانگی، ابوسفیان کا قبول اسلام، امن عام، مکہ میں داخلہ، کعبہ کی تطہیر، خطبہ فتح، خطبہ کے اصولی مطالب، جباران قریش کی معافی، خانہ کعبہ میں نماز، خواتینِ قریش بالخصوص ہند سے بیعت، اشتہاریان قتل اور ان میں سے بیشتر کی معافی، روایات پر تنقید، فتح مکہ اور بت شکنی، اور اطراف کے بتکدوں کی شکست دوسرے مباحث ہیں (۲۹-۵۰۹)۔

ہوازن وثقیف، غزوہ حنین، اوطاس وطائف کا مبحث اگلا ہے جو آیت کریمہ سے شروع ہوتا ہے، حنین کا جغرافیہ، اہمیت، قبائل کے ذکر کے بعد جنگ کی تفصیلات ہیں، مولف گرامی کے بعض بیانات پر جامع کی تنقید یا توضیح ہے جو حاشیہ میں ہے اور کئی صفحات پر حاوی ہے، پھر اوطاس وطائف کا الگ الگ ضمنی عنوانات سے ذکر ہے، تقسیم غنائم کے بعد واقعات متفرقہ کی معمول کے مطابق سرخی ہے (۴۶-۵۳۰)۔

۹ھ واقعہ ایلا، وتخییر وغزوہ تبوک کا عنوان اگلا ہے لیکن اس کے تحت صرف اول الذکر کا مفصل بیان ہے جس میں روایات کی تنقید وتنقیح ہے جو بہت قیمتی ہے (۶۲-۵۴۷)۔ غزوۂ تبوک کے لئے الگ عنوان قائم کیا ہے جس میں تاریخ، جغرافیہ، مقام، اسباب غزوہ، صحابہ کی حالت، تیاری، صحابہ کرام کی مالی معاونت، روانگی، راستہ کے منازل وواقعات، ایلہ ودومہ کی صلح، منافقین کی حرکات اور مسجد ضرار کا انہدام

مذکور ہے (۶۸-۵۴۷)۔ اسی کے تحت حج ابی بکر اور واقعات متفرقہ کا بیان ہے (۴۷-۵۶۸)۔

''غزوات پر دوبارہ نظر'' جلد اول کی آخری بحث و باب ہے جس میں شبلی کی تجزیاتی صلاحیت اپنے عروج پر ہے۔ اسباب و محرکات غزوات کے علاوہ بعض بہت عمدہ مباحث ہیں جیسے عرب اور جنگ و غارت گری، ثار کا عقیدہ، لوٹ کا مال اور مختلف احکام شرعی جیسے حرمت شراب وغیرہ کے سلسلے میں تدریجی احکام کی حکمت اور جنگ میں وحشیانہ افعال بیان کیے ہیں۔ پھر غزوات نبوی کے اسباب اور انواع کے تحت شبلی نے سرایا و غزوات کی مقصد کے لحاظ سے قسمیں بیان کی ہیں جو پورے سیرتی ادب میں نئی چیز ہے۔ محکمہ تفتیش کے قیام پر روشنی ڈالی ہے اور مدافعت کے تحت سرایائے غطفان ،ابوسلمہ، ابن انیس ،فدک وغیرہ ،غزوات ذات الرقاع ،دومۃ الجندل ،مریسیع ،وغیرہ کا ذکر ہے۔ امن و امان قائم کرنا دوسرا ذیلی عنوان ہے جس کے تحت سرایائے زید بن حارثہ، دومۃ الجندل/عبدالرحمٰن، خبط/سیف البحر اور غزوہ غابہ کا ذکر ہے۔ بے خبری میں حملہ کا سبب بتایا ہے اور اس کے تحت غزوات و سرایا کا ذکر کیا ہے جیسے غزوات بنوسلیم، ذات الرقاع، بنولحیان کے سرایائے عکاشہ، علی، عمر، کعب ۔اشاعت اسلام کی مہمات تھیں: بئر معونہ، رجیع/مرثد، غزوہ بنی لحیان، سریہ ابن ابی العوجا، سریہ کعب بن عمیر وغیرہ۔ پھر جنگی اصلاحات نبوی بیان کی ہیں جو سیرت میں نیا عنوان و مبحث ہے۔ غنائم کے مسئلہ پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے اور آخر میں ثابت کیا ہے کہ ''لڑائی عبادت بن گئی'' اور پھر فاتح اور پیغمبر کا امتیاز واضح کیا ہے اور اسی پر جلد اول سیرۃ النبی ختم ہوتی ہے (۶۲۲-۵۷۳)۔

شبلی کی جلد دوم کل ۴۴۰ صفحات پر مبنی ہے اور موضوعاتی تقسیم رکھتی ہے اگر چہ ابواب کا شمار و حساب نہیں ہے۔ پیش نظر نسخہ فہرست مضامین اور ایک دیباچہ (اول طبع) کے بعد ''اسلام کی امن کی زندگی'' کا عظیم تر باب و عنوان ہے جو آخری تین برسوں پر محیط ہے اور جس کے ذیلی عناوین/فصول ہیں: قیام امن، اشاعت اسلام، تاسیس خلافت، تکمیل شریعت، ان چاروں فصول کی اپنی ضمنی اور ذیلی تقسیمیں ہیں۔ قیام امن کا پورا ابتدائی باب سلیمانی اضافہ ہے جس میں عرب قبائل کی سیاسی انفرادیت و آزادی، باہمی چپقلس و مناقشت، جنگجوئی اور غارتگری وغیرہ کے مسائل اور ان کے متعلقہ واقعات کو بیان کیا ہے۔ پھر اسلام کے عروج اور عرب کے سیاسی و سماجی پس منظر میں اس کی مساعی قیام امن کی تاریخ کا تجزیہ کیا ہے جس میں بیرونی خطرات، یہودی قوت، اور اندرونی مشکلات کا تجزیہ بھی شامل ہے اور

اس کے بعد عرب میں امن و امان کے قیام کو اسلام و رسول اسلام کا عطیہ ثابت کیا ہے (۱۱-۱)۔ اس میں قرآن مجید، بخاری/ حدیث اور تاریخی مآخذ کے حوالے ہیں۔

تبلیغ و اشاعت کے باب میں شبلی کا قلم جو لانیاں دکھاتا ہے اور مکی و مدنی ادوار حیات طیبہ میں اسلام کی نبوی مساعی اور صحابہ کرام کی کوششوں کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ سلیمان ندوی نے چند ابتدائی پیروں کے بعد حضرات طفیل بن عمرو دوسی، عمرو بن عبسہ سلمی، ضماد بن ثعلبہ ازدی اور ان کے قبیلہ کے قبول اسلام کے علاوہ حضرت ابوذر غفاری کے اسلام لانے کا پورا واقعہ بڑھایا ہے جو بخاری، مسلم، فتح الباری، اور زرقانی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں قبائل اسلم و غفار، اوس وخزرج میں اسلام کی اشاعت کے علاوہ مدینہ میں بعض قریشیوں کے قبول اسلام اور اشاعت اسلام کی عام کوشش کا بھی مختصر ذکر ہے۔ شبلی مباحث اور سلیمانی اضافات پر مشتمل ملا جلا بیان حسب ذیل مباحث رکھتا ہے: جبیر بن مطعم کا اسلام، روم کی فتح کی قرآنی پیشگوئی کا اثر، قبائل مزینہ، اشجع، جہینہ کا اسلام، صلح حدیبیہ کا اثر، فتح مکہ کے اثرات، عمال صدقات کے کردار و اشاعت کا اثر اور ان کی جدول، دعاۃ خاص کی جدول، روسائے قبائل کی فہرست مع علاقہ و کیفیت، عرب کے مختلف علاقوں جیسے حجاز، یمن، بحرین، عمان، عرب شام وغیرہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام، دعاۃ، سفیروں، ولاۃ، عمال وغیرہ کے ذریعہ (۳۵-۱۲)۔

قیام امن اور اشاعت اسلام کے ایک ضمنی مبحث کے بطور شبلی و سلیمان نے وفود عرب کا باب باندھا ہے اور اس میں تمام قبائل عرب نہ سہی بیشتر کے وفود، زیارت مدینہ اور قبول اسلام و اطاعت اسلامی حکومت پر بحث کی ہے۔ ان کی آمد کی تاریخ، عرب قبائل کے رویہ وغیرہ کا تمہیدی حصہ میں ذکر کر کے جن وفود عرب کا باقاعدہ ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں: مزینہ، تمیم، بنوسعد، اشعریین، دوس، طے، (عدی بن حاتم طائی)، بنوحارث بن کعب، (بن حرث لکھا گیا ہے)، ثقیف، نجران، اسد، فزارہ، کندہ، عبدالقیس، بنوعامر اور حمیر وغیرہ کی سفارتیں (۵۵-۳۶)۔

''تاسیس حکومت الٰہی-استخلاف فی الارض'' کا عنوان و مبحث بالکل نیا ہے جو عطیہ شبلی ہے۔ آیت کریمہ کے بعد پورا باب اضافہ سلیمانی ہے۔ جس میں اس نظریہ کے اظہار کے بعد کہ ''حکومت الٰہی واستخلاف فی الارض نبوت کے ضروری لوازم نہیں لیکن جب دعوت الٰہی سیاست ملکی کی دیواروں سے آ کر ٹکراتی ہے.... تو پیغمبر ابراہیم اور موسیٰ کے قلب میں آگے بڑھتا ہے....'' اسلام کی حکومت کی غرض وغایت

بیان کرنے کے بعد دوسرے مباحث خاص یہ ہیں: انتظام ملکی، امیر العسکری، افتاء، فصل قضایا، توقیعات وفرامین، مہمانداری، عیادت مرضیٰ، احتساب، اصلاح بین الناس، کتاب (کاتبین نبوی)، حکام اور ولاۃ (مع فہرست)، وصایائے وہدایات نبوی، محصلین زکوۃ وجزیہ (مع فہرست)، اصول تقرری، قضاۃ، جلاد، غیر قوموں سے معاہدہ، اصناف محاصل ومحاسب، جاگیریں اور افتادہ زمینوں کی آبادی (۸۶-۵۶)۔

عام مبحث کا ایک اور ذیلی باب ''مذہبی انتظامات'' کے عنوان سے ہے جس کے تحت اصل نبوی کام اور فریضہ کا بیان آیا ہے، اس میں بعض اضافات سلیمانی کے ساتھ شبلی مباحث خاص ہیں جو چند سرخیوں کے تحت آئے ہیں جیسے دعاۃ اور معلمین اسلام، ان کی تعلیم وتربیت، مساجد کی تعمیر، ائمہ نماز کا تقرر اور ان کی فہرست، موذنین مع فہرست (۱۰۰-۸۷)۔

''تاسیس وتکمیل شریعت'' کا باب اگرچہ خود اپنی جگہ ایک مکمل اور کامل مبحث ہے مگر شبلی سلیمان نے اس کو قیام امن وامان یا اسلام کی امن کی زندگی کے تحت لاکر اس کو نئے معنی اور جدید ووسیع جہات عطا کردی ہیں۔ اس میں اسلامی عبادت واحکام پر بحث ہے۔ ان کی غرض وغایت، انسانی زندگی اور معاشرہ پر ان کے اثرات اور اخلاق وفضائل کی تکمیل میں ان کے کردار کی وضاحت ہے۔ مختصر تمہید کے بعد الگ الگ ابواب ذیلی میں ان کا ذکر کیا ہے جیسے عقائد اور اسلام کے اصول اولین -توحید، رسالت، آخرت وغیرہ - پر ایمان لانا، یعنی ایمانیات کا باب ہے (۷-۱۰۱)۔ عبادات میں طہارت، تیمّم، نماز، نماز عیدین وجمعہ، صلوۃ خوف وغیرہ، روزہ، زکوۃ، حج، حج کے اصلاحات وغیرہ کے مباحث ہیں (۲۸-۱۰۷) اور تسلسل میں ''معاملات'' کے عنوان سے معاشرتی احکام ومسائل پر بحث ہے جس کی اہم سرخیاں ہیں: وراثت، وصیت، وقف، نکاح وطلاق، حدود وتعزیرات، حلال وحرام اور اس کی تقاسیم جیسے ماکولات، مشروبات- شراب کی حرمت وغیرہ- اور سود خواری کی حرمت خالص مالی معاملہ ہے جو آخری بحث ہے (۴۹-۱۲۸)۔

''سال اخیر، حجۃ الوداع، اختتام فرض نبوت'' کے وسیع عنوان کے تحت سیرت نبوی کا واقعاتی بیان اور تاریخی تسلسل پھر شروع ہوتا ہے اور کتاب تاریخی ترتیب کے مطابق آجاتی ہے۔ پہلے حجۃ الوداع کا مفصل بیان ہے جو تحریر شبلی واضافہ سلیمانی کا مرکب ہے، مناسک حج کی ادائیگی، خطبات نبوی وغیرہ کا مسلسل ومفصل ذکر ہے اور اسی پر یہ باب ختم ہوتا ہے (۷۰-۱۵۰)۔

''وفات'' کے مختصر عنوان سے سورۂ زمر کی آیت کریمہ (۱) کے بعد تاریخ وفات میں ربیع الاول

اا ھ مطابق مئی ۶۳۲ء کا ذکر کیا ہے اور کار نبوت کی تکمیل کے بعد دیباچہ وفات پر بحث کی ہے۔ بیماری اور اس کے زمانے کی تفصیلات اور حاشیہ میں مختلف امور متعلقہ پر بحثوں کے علاوہ تاریخوں کا زائچہ بھی نقل کیا ہے۔ واقعہ قرطاس، حضرت عائشہ کے حجرہ میں قیام، مسجد کی حاضری سے لاچاری، ابوبکر کی امامت، سریہ اسامہ کی تقرری، حضرت فاطمہ سے کلام نبوی، وفات کا حادثہ، تاریخ وفات، دوشنبہ ۱ ربیع الاول اور تدفین ۲ ربیع الاول سہ شنبہ وغیرہ کے علاوہ دوسری اہم تفصیلات ہیں (۸۶-۱۷۱)۔

اگلے چند ابواب ومباحث متعلقات سیرت ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی زندگی اور عظیم کردار کو اجاگر کرتے ہیں۔ پہلا باب اس نوع کا ''متروکات'' کے عنوان سے ہے جس کی ذیلی سرخیاں ہیں: متروکات پر تمہیدی اور اصولی بحث کے بعد زمین، جانور، اسلحہ، آثار متبرکہ جیسے موئے مبارک، نعلین، پیالہ، تلوار، کپڑے وغیرہ، مسکن مبارک، اسی میں دایہ اور خدام خاص کا بھی ذکر ہے (۹۸-۱۸۸)۔

''شمائل'' کے عنوان سے ''شکل ولباس وطعام ومذاق طبیعت'' کی بحث ہے جس میں حلیہ اقدس، مہر نبوت، موئے مبارک، گفتگو، خندہ وتبسم، عام لباس- پاجامہ، موزہ، عمامہ، ٹوپی، چادر، عبا، کمبل، حلہ حمراء- نعلین، انگوٹھی، خود، درزہ، عام غذا- مرغوب کھانے، پانی، دودھ، شربت- معمولات طعام، خوش لباس، مرغوب رنگ، نامرغوب رنگ- خوشبو، نظافت پسندی، سواری کا شوق، اسپ دوانی اور اسی پر یہ باب ختم ہوتا ہے (۲۱۱-۱۹۹)۔

معمولات کے باب کے ذیلی عناوین ہیں: صبح سے شام تک کے معمولات، خواب، عبادت شبانہ، معمولات نماز، معمولات خطبہ، معمولات سفر، معمولات جہاد، معمولات عیادت وعزاء، معمولات ملاقات، اور معمولات عامہ (۲۴-۲۱۲)۔

''مجالس نبوی'' کے عنوان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں اور نشستوں کی خوبصورت بحث ہے۔ اس کی اہم سرخیاں یہ ہیں: دربار نبوت، مجالس ارشاد، آداب مجالس، اوقات مجالس، عورتوں کے لئے مخصوص مجالس، طریقہ ارشاد، مجالس میں شگفتہ مزاجی اور فیض صحبت (۳۳-۲۲۵)۔

اگلا عنوان ومبحث ''خطابت نبوی'' ہے جس میں آپ کی فصاحت وبلاغت، جوامع الکلم اور دوسرے متعلقہ امور پر گفتگو کی ہے۔ طرز بیان، خطبات نبوی کی نوعیت، جس میں بہت سے خطبات کے اہم اور دلنشیں ٹکڑے دئے ہیں اور ان کی انواع سے بحث کی ہے۔ اثر انگیزی پر اس بحث کا خاتمہ ہوتا

ہے(۵۰-۲۳۵)۔اس بحث میں مختلف مواقع کے خطبات اوران کی حکمتوں سے بحث کر کے کلام الٰہی اورکلام نبوی کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

''عبادات نبوی'' کے باب میں خالص سلیمانی قلم کی کارفرمائی ہے،سورۂ انشراح کی آخری آیات کے بعد جو اہم سرخیاں ہیں وہ یہ ہیں: دعاء اور نماز ،مختلف نمازیں، تلاوت قرآن اوراس سے متعلقہ معمولات، روزہ کے عبادات نبوی، زکوۃ وخیرات کے نبوی معاملات، حج کے معمولات، دوام ذکرالٰہی، ذوق وشوق، میدان جنگ میں یادالٰہی ،خشیت الٰہی، محبت الٰہی ،توکل علی اللہ،صبروشکر، یہ پورا باب اسوہ نبوی کا بہترین نمونہ وپیکر پیش کرتا ہے(۸۶-۲۵۱)۔

اخلاق نبوی سلیمانی تالیف لطیف ہے: اخلاق کی تعریف الٰہی (آیت کریمہ سورہ قلم ۴) اوراخلاق نبوی ہمہ تن قرآن ہونے کا بیان شروع میں ہے۔اوراخلاق کے دونوں پہلوؤں- جمال وجلال- پر بحث کر کے متعدد فصول میں اس کی وضاحت کی ہے جیسے اخلاق نبوی کا جامع بیان، مداومت عملی، حسن خلق جو بہت مفصل ہے، حسن معاملہ، عدل وانصاف، جودوسخا، ایثار، مہمان نوازی، گداگری اورسوال سے نفرت، صدقہ سے پرہیز، ہدایا اور تحفے قبول کرنا، ہدایا اور تحفے دینا، عدم قبول احسان، عدم تشدد، تقشف ناپسند تھا، عیب جوئی اور مداحی کی ناپسندیدگی، سادگی اور بے تکلفی ، امارت پسندی سے اجتناب، مساوات ،تواضع تعظیم اورمدح مفرط سے روکتے تھے، شرم وحیا، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، دوسروں کے کام کردینا، عزم واستقلال، شجاعت ،راست گفتاری، ایفائے عہد، زہدوقناعت، عفووحلم، دشمنوں سے عفوودرگذر اورحسن سلوک، کفاراورمشرکین کے ساتھ برتاؤ، یہودونصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ محبت وشفقت، دشمنان جان سے عفوودرگذر، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، بچوں پرشفقت، غلاموں پر شفقت، مستورات کے ساتھ برتاؤ، حیوانات پر رحم، رحمت ومحبت عالم، رقیق القلبی، عیادت وتعزیت وغمخواری وعزاء، لطف طبع، اولاد سے محبت، (۲۸۷-۴۰۱)۔ یہ پورا باب کہا جاسکتا ہے کہ ان کی سیرۃ النبی کی معاملات والی جلد جو کبھی پوری نہیں ہوسکی کا خاکہ پیش کرتا ہے۔اوراس کی تکمیلی فصول وابواب ہیں: ازواج مطہرات کے ساتھ معاشرت جو دراصل ازواج مطہرات کی سوانح ہے(۴۰۲-۲۱) جس میں تاریخی ترتیب کے ساتھ الگ الگ عنوان سے تمام ازواج مطہرات کا سوانحی خاکہ دیا ہے اوران کی خدمات بھی اجاگر کی ہیں اوراس کے بعد باب ہے اولاد کرام پر (۴۲۲-۳۱)۔ازواج مطہرات کے

ساتھ معاشرت آخری بحث ہے جو حسن معاشرت کا نمونہ اسلامی پیش کرتی ہے (۴۳۲-۴۰)۔ اہل وعیال کے مصارف پر بحث بہت مختصر پانچ سطری ہے۔ سیرۃ النبی جلد دوم اسی پر تمام ہوتی ہے۔

سیرۃ النبی کی جلد سوم خالصتاً سید سلیمان ندوی کی تالیف ہے اور ۸۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا موضوع سیرت نبوی کا ایک اہم پہلو ''دلائل ومعجزات'' ہے۔ فہرست مضامین کے بعد مقدمہ مولف بلا عنوان ہے جس میں مولف گرامی کا یہ اعتراف برسر قرطاس ثبت ہے کہ اس جلد میں مولانا فراہی اور مولانا عبدالسلام ندوی نے قلمی امداد کی اور مولانا عبدالباری ندوی نے ''معجزات اور فلسفہ جدیدہ'' کی بحث پوری کی پوری لکھ کر دی ہے۔ اسی میں مآخذ کی روایات کا مختصر حوالہ بھی ہے پھر دیباچہ طبع سوم ہے (۲-۱/۲-۱)

متن کتاب کا آغاز ''دلائل ومعجزات'' کے عنوان اور سورۂ مائدہ سے ہوتا ہے اور اس کے بنیادی نکات ومباحث یہ ہیں: روحانی نوامیس کا وجود، نبوت کے فطری اور روحانی آثار، نبوت کے روحانی نوامیس کی حکمرانی اور ان سے انسانی لاعلمی، اصل نبوی معجزہ انبیاء کا وجود مسعود، معجزات سے فوائد، معاندوں کی ان سے محرومی، معجزہ کی اصطلاح اور اس کے معانی، معجزات اور سیرت انبیاء اور سیرت محمدی سے تعلق اور عقل انسانی (۱۱-۱)۔

''دلائل ومعجزات اور فلسفہ قدیم وعلم کلام'' دوسرا مبحث ہے جس میں مسلم فلاسفہ کے نظریات سے بحث ہے، ان میں خاص فارابی کی فصوص الحکم ہے جس کی ہمنوائی ابن سینا، ابن مسکویہ، غزالی، رازی اور مولانا رومی نے بھی کی ہے۔ پھر ان کی تین شرائط وخصوصیات نبوت- امور غیب کی اطلاع، ملائکہ کا مشاہدہ وکلام، خوارق عادت کا ظہور- پر الگ الگ سرخیوں کے تحت بحث ہے (۱۸-۱۲)۔

وحی ومشاہدہ کے نظریات پر اگلی بحث ہے جو الہام فطری، الہام نوعی، انقطاع حواس عن المادیات، قوت نبوت، حواس کی غیر محدودیت، عالم مثال خاص کر امام غزالی وشاہ ولی اللہ دہلوی کی تشریحات پر مشتمل ہے (۳۸-۱۹)۔ ''معجزات'' کے عنوان سے اگلا مبحث ہے جو متکلمین کے نظریات سے متعلق ہے۔ اس میں معجزات کے امکانات، ان کے دلائل، معتزلہ اور اشاعرہ کے خیالات، حکمائے اسلام کی غلطی اور اس کا سبب، سلسلہ اسباب وعلل اور اس کے مسائل، علت حقیقی قدرت الٰہی، مولانا روم کا نظریہ اسباب ومعجزات، پھر اسباب وعلل پر زیادہ بحث کر کے واضح کیا ہے کہ تجربیات کی بنا شہادت اور روایت وتاریخ پر ہے۔ تاریخی شہادتوں، مسلمانوں کا علم روایت، روایت آحاد، واقعہ اور شہادت، یقین معجزات اور اس

کے نظریات غزالی، معجزہ اور سحر کا فرق، نبوت کے بعد ولایت کا وجود، رازی، رومی کے افکار، معجزہ کا صدور اور ان پر ایمان، صحابہ اور رسالت محمدی کا یقین دوسرے اہم مباحث ہیں (۱۱۶-۳۹)۔

مولانا عبدالباری ندوی کا نوشتہ حصہ ''دلائل و معجزات اور عقلیات جدیدہ'' کا باب مفہوم نبوت، مفہوم معجزہ، امکان معجزہ، شہادت استبعاد، یقین وغایت معجزات کی ذیلی تقاسیم پر مشتمل ہے اور اس میں ہیوم، اسٹورٹ مل، ہکسلے وغیرہ کے خیالات سے بحث ہے (۳۹-۱۱۷)۔ بقیہ ذیلی عناوین میں بھی مغربی فلاسفہ سے بحث کر کے معجزات کے امکانات، صدور اور وقوع کو ثابت کیا گیا ہے (۲۰۱-۱۴۰)۔ اس میں بعض اعتراضات کو بھی دور کیا گیا ہے۔

سلیمانی نوشتہ پھر شروع ہوتا ہے اور ''آیات و دلائل اور قرآن مجید'' کے عنوان سے معجزات کو کلام الٰہی سے ثابت کرتا ہے۔ اس کے اہم مباحث ہیں: انبیائے کرام اور آیات و دلائل، معجزہ کے لئے لفظ قرآنی آیت کا استعمال، دونوں کی حقیقت، آیات اللہ، آیات و دلائل کی دو ظاہری اور باطنی قسمیں، نبوت کی باطنی نشانیاں واقعات کی روشنی میں، قرآن مجید اور نبوت کی باطنی علامات، ظاہری آیات اور نشانیاں، کفار اور طلب معجزہ، معاندین کو معجزہ سے بھی ایمان کی دولت نہیں ملتی، معجزہ کے انکار یا تاخیر کے اسباب، عقیدۂ معجزات کی اصلاح، اسباب و علل اور قرآن مجید، علت حقیقی مشیت الٰہی، سنت اللہ کا مفہوم، فطرۃ اللہ کا مفہوم، معجزہ کی باعتبار خرق عادت کی چار قسمیں، اہل ایمان کے لحاظ سے دو قسمیں، اور اتنی ہی قسمیں کفار کے لحاظ سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور معجزہ ہدایت، شق قمر، معجزۂ ہلاکت، جیسے غزوہ بدر وغیرہ، ساحر اور پیغمبر میں فرق، معجزات باعث ہدایت وغیرہ (۳۲۰-۲۱۱)۔

''آیات و دلائل نبوی کی تفصیل'' اگلا باب ہے جس کے تحت بہت مفصل مباحث آئے ہیں اور کتاب/جلد کے آخر تک وسیع ہیں۔ ان کی ترتیب یہ ہے: خصائص النبوۃ، آیات و دلائل مذکورہ در قرآن، صحیح و مستند روایات سے ثابت شدہ آیات و دلائل، غیر مستند روایات اور ان پر تنقید، کتب سابقہ کی بشارات، اور خصائص محمدی (۲۲-۳۲۱)۔

خصائص النبوۃ کے ذیلی مباحث ہیں: مکالمہ الٰہی، وحی اس کے معانی و انواع، نزول ملائکہ-جبریل، مکائیل، عام ملائکہ وغیرہ- عالم رویا، علماء اسلام کے افکار، اقسام تمثیلی و عینی- مشاہدات و مسموعات- عالم بیداری (۹۲-۳۲۳)، اسراء یا معراج (۴۵۲-۳۹۳) میں علماء اسلام، اہل سیر و محدثین کے افکار سے

بحث ہے اور دوسرے مسائل سے بھی جیسے بیداری میں جسم کے ساتھ، رویت الٰہی تھی کہ نہیں وغیرہ۔ ''قرآن مجید اور معراج'' کے عنوان سے جو بحث ہے وہ یہ بتاتی ہے کہ پوری سورۂ اسراء معراج کے حقائق واسراء، نتائج وعبر اور احکام واعلانات سے معمور ہے صرف ابتدائی آیات ہی نہیں جیسا کہ عام خیال ہے۔ اس میں نبی القبلتین ہونا، معراج کے احکام وشرائع، اسرائیلی مدت تولیت، انعامات، احکام ووصایا، ہجرت اور عذاب، پنجگانہ نماز کی فرضیت، حضرت موسیٰ سے استشہاد وغیرہ (۴۸۳-۴۵۳) شامل ہیں۔ اس کے بعد شق صدر یا شرح صدر پر باب ہے جس میں اس کی صحیح وضعیف روایات، حقیقت، مقام، کیفیت، دوبار شق صدر ہونے کی حقیقت اور موقع وحکمت ومصلحت پر بحث ہے (۵۰۴-۴۸۴)۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے اس کے بعد کے باب کا عنوان قائم کیا ہے: ''آیات ودلائل نبوی قرآن مجید میں'' اور اس میں یہ بحث کی ہے کہ آپ کے تمام معجزات کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں ہے، قرآن آپ کے صاحب معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ پھر الگ عنوان سے معجزہ قرآن پر مفصل بحث ہے جس کے مباحث خاص یہ ہیں: قرآن مستقل معجزہ محمدی، وجوہ اعجاز قرآن۔نظم ونظام، مفاہیم، عبارت، عمدہ کلام، امی کی زبان سے کلام وغیرہ۔ علماء ومتکلمین کے افکار ونظریات، فصاحت وبلاغت، قوت تاثیر، یکسانی اور عدم اختلاف، بے مثال ولا جواب کلام، حفظ وبقا کا وعدہ، (۵۰۵-۲۹)۔ خصائص النبوۃ کے تحت ہی سید صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت سے بحث کی ہے (۵۳۰-۴۱)۔ اگلی بحث ذات نبوی کی حفاظت الٰہی سے متعلق ہے کہ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا (۵۴۲-۴۶)۔ پھر لیلۃ الجن یعنی جنات کا اسلام لانا مذکور ہے (۵۴۷-۵۹)۔ ''شق قمر'' پر اگلی بحث ہے جو بہت مدلل ہے اگرچہ خاصی مختصر ہے (۵۶۰-۶۷)۔ سورۂ روم آیت: ۲-۱ کے حوالہ سے غلبہ روم کی پیشگوئی کو آپ کے معجزات وخصائص میں سے بیان کیا ہے (۵۶۸-۷۴)۔ ''دیگر آیات ودلائل نبوی قرآن مجید'' کے باب میں طیراً ابابیل کی نشانی، شہاب ثاقب کی کثرت، مکہ سے بیت المقدس کے سفر، قریش پر قحط سالی کا عذاب، ہجرت کی نشانیاں، خواب میں کفار کا کم دیکھنا، فرشتوں کی آمد، لڑائی کے دوران نیند طاری ہونا، بارش ہونا، غزوات بدر واحزاب وحنین وغیرہ کی آیات، مہاجرین کو بشارت، قبائل عرب کی شکست وغیرہ بہت سی نشانیوں کو واقعات کے ذریعہ اور آیات کی روشنی میں واضح کیا ہے (۵۷۵-۶۰۳)۔

''آیات ودلائل نبویہ بروایات صحیحہ'' کے باب کے تحت علامات نبوت قبل بعثت، اشیاء میں اثر،

شفائے امراض، استجابت دعا، اشیاء میں اضافہ، پانی جاری ہونا، اطلاع غیب، اہل کتاب کے سوالات کا جواب دینا، اخبار غیب یا پیشین گوئی پر بحث ہے (۲۰۷-۶۰۴)۔ معجزات نبوی کے متعلق غیر مستند روایات پر بحث بھی کافی مفصل ہے (۷۷-۲۰۷)۔

بشارات کے باب میں کتب سابقہ تورات وانجیل کے حوالے سے اور قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں رسالت محمدی کے بارے میں بشارتیں بیان کی ہیں (۸۳۰-۷۷۸)۔ خصائص محمدی کے تحت آپ کے خصائص ذاتی جیسے نبوت اور لوازم نبوت، امور متعلقہ نکاح، نماز شبانہ، نماز چاشت، اور قربانی، عصر بعد نماز دوگانہ، صوم وصال، صدقہ وزکوۃ کی حرمت کا بیان ہے پھر خصائص نبوی کے تحت رعب ونصرت، سجدہ گاہ عام، پیروؤں کی کثرت، دعوت عام، جوامع الکلم، تکمیل دین، دائمی معجزہ، ختم نبوت، شفاعت اولین، خصائص اخروی کا ذکر خیر ہے (۶۸-۸۳۱)۔ اور اس پر سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی جلد سوم ختم ہوتی ہے۔

سیرۃ النبی سلیمان ندوی کی جلد چہارم منصب نبوت پر مشتمل ہے اور اس کے کل صفحات ہیں ۸۸۸ فہرست ودیباچوں کے علاوہ۔ مقدمہ میں منصب نبوت کی تشریح ہے۔ جس کے اہم مباحث ہیں: نبوت کی حقیقت اور خصوصیات اور ثبوت کے طریقے، نبی کی عصمت ومحبوبیت، نبی کی دو بعثتیں، بعثت کے لئے قوم وزمانہ وغیرہ کا انتخاب، نبی اور غیر نبی کے امتیازات، نبوت کے لوازم وخصوصیات جیسے وہبی استعداد، غیبی علم، غیب کی حقیقت، وحی متلو وغیر متلو، احادیث وقرآن، نبی کی بشریت، اجتہاد نبوی اور خطا اور اس کے معانی، پانچ اجتہادی امور پر تنبیہ الٰہی، ملکہ نبوت، حکمت وکتاب کی تعلیم علم وحکم، شرح صدر، بیان تشریح کتاب الٰہی، تزکیہ، نور، آیات وملکوت کی رویت، نبوت کی غرض وغایت (۲۰۹-۱)۔

شب ظلمت'' کے عنوان سے سید صاحب نے یہ بتایا ہے کہ ''پیغمبر اسلام کی بعثت کے وقت دنیا کی مذہبی اور اخلاقی حالت کیا تھی۔ اس میں دنیا کی اقوام کا ذکر ہے جیسے مجوس فارس، عیسائی روم، ہندوستان، یہود عرب وغیرہ (۴۶-۲۱۰)۔ اس میں آخری بحث عرب کی مذہبی واخلاقی حالت سے متعلق ہے جو ظہور اسلام کے وقت تھی۔ وہ گویا شبلی کی سیرۃ النبی کی جلد اول میں اس باب کی کمی پوری کرتی ہے (۹۹-۲۴۴)۔ عربوں کی خصوصیات کے تحت ان کے خیر الامم بننے کی اہلیت اور ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے جس میں اہم مباحث ہیں: صحت نسب، محکومی سے آزاد، کسی دوسرے

مذہب کے پابند نہ تھے، کتابی فاسد تعلیم سے نا آشنا تھے، زمین کے وسط میں آباد تھے۔ ان میں اخلاقی خوبیاں تھیں: شجاع، حق گو، پرجوش، عقلمند، دانشمند، ذہین و تیز حفظ والے، مساوات پسند، عملی تھے، اس کے بعد ان اوصاف کی مصلحت و حکمت پر بحث کی ہے (۱۰-۳۰۰)۔

''صبح سعادت'' کے عنوان سے سید صاحب نے ان مشکلات و مسائل کا ذکر کیا ہے جو دعوت اسلام کی راہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں (۴۴-۳۱۱)۔ اگلی بحث تبلیغ نبوی اور اس کے اصول اور اس کی کامیابی کے اسباب سے متعلق ہے جو مفصل بھی ہے اور مدلل بھی (۹۸-۳۱۱)۔

''اسلام یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبرانہ کام'' کے عنوان سے جو باب قائم کیا ہے اس میں اسلام کی حقیقت اور تعریف وغیرہ بیان کر کے پہلے اسلام کے عقائد - ایمان کی حقیقت و اہمیت، اللہ پر ایمان (۴۵۹-۳۹۹)، توحید اور اس کے ایجابی اصول و ارکان (۵۵۳-۴۶۰)، دلائل توحید، اسماء وصفات ان کی اقسام وغیرہ بیان کی ہیں۔ اسی میں الٰہی محبت و خشیت کا بھی ذکر ہے۔ فرشتوں پر ایمان (۷۶-۵۵۴)، رسولوں پر ایمان (۹۳-۵۷۷)، کتب الٰہی پر ایمان (۶۳۱-۵۹۴)، آخرت پر ایمان (۶۸-۶۳۲) جس کا عنوان ہے ''پچھلے دن اور پچھلی زندگی پر ایمان''۔ اس کی دوسری فصول ہیں: برزخ، آخرت کی دوسری اور حقیقی منزل، قیامت اور جزائے اعمال، جزاء اور سزا وغیرہ کا ذکر ہے پھر دوزخ کا باب کھولا ہے (۸۱۱-۷۶۹)، جنت کی بشارت و بحث کافی دلپذیر و مفصل ہے (۵۹-۸۱۲)، قضا وقدر کا مشکل فلسفہ او ر مبحث ہے (۸۰-۸۶۰) اور آخری بحث ہے ایمان کے نتائج (۸۸-۸۸۱)۔ اور اسی پر سید سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی کی جلد چہارم ختم ہوتی ہے۔

سیرۃ النبی کی جلد پنجم عبادات اسلامی پر مشتمل ہے جو منصب نبوت کا دوسرا حصہ قرار دیا گیا ہے اور وہ نسبتاً مختصر ہے کہ اس کے کل صفحات ۳۷۶ ہیں۔ دیباچہ کے بعد پہلی بحث عمل صالح، اس کی اقسام، عبادات، اخلاق و معاملات پر ہے (۷-۱)۔ پھر عبادات کے اسلامی تصور پر بحث ہے جس میں اس کی خصوصیات اور اس کی وسعت شامل ہے (۳۸-۳۷)۔ اگلا مبحث عبادات چہارگانہ کو اعمال چہار گانہ کا عنوان قرار دے کر نماز اور اس کے توحیدی رشتہ، حقیقت، غرض و غایت، آداب و شرائط، نظام وحدت، جسمانی حرکات، ارکان، دعا اور انبیاء کی دعاء، اوقات، اور ان کی ضرورت و مصلحت وغیرہ پر ہے (۸۶-۳۸)۔ اوقات کی تکمیل کے عنوان سے ایک اور متعلقہ بحث ہے جس میں مختلف کیفیات،

اصطلاحات، پنجگانہ نمازوں کی مصلحت، تہجد، نفل، قبلہ، تعداد رکعات، اقامت صلوۃ، قنوت، خشوع، تبتل، تضرع، اخلاص، فہم وتدبر، خدا کا خوف، اجتماعیت وغیرہ بہت سی چیزوں اور مصلحتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے (۱۴۷-۸۶)۔

زکوۃ اور اس کے مسائل ومتعلقات دوسرا باب ہے (۲۰۹-۱۴۸)، پھر روزہ پر بحث ہے (۲۱۰-۴۱)، حج پر اگلی بحث ہے (۹۸-۲۴۲)، پھر جہاد کا باب ہے جس میں اس کی تشریح اور اس کی قسموں، اکبر واصغر، جہاد بالمال، جہاد بالعلم، جہاد بالنفس اور دائمی جہاد کی بحثیں ہیں (۳۰۹-۲۹۹)۔ ''عبادات قلبی'' کے باب میں تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر وشکر کی بحث ہے (۶۷-۳۱۰)۔ آخر میں ضمیمہ ہے جو بعض دوسرے مسائل پر روشنی ڈالتا ہے (۷۶-۳۶۹)۔ اور خاتمہ جلد کا ایک باب ہے۔ اس پر سیرۃ النبی سلیمان کی جلد پنجم تمام ہوتی ہے۔

علامہ ندوی کی سیرۃ النبی کی جلد ششم تعلیمات اخلاقی پر مشتمل ہے اور تیسری اور چوتھی جلدوں کی طرح ضخیم ہے اور کل صفحات ۴۷۲ رکھتی ہے، فہرست مضامین اور دیباچہ کے بعد متن کتاب تعلیمات نبوی کے تیسرے باب - اخلاق - سے شروع ہوتا ہے۔ اخلاق کی تعریف کے بعد اسلام اور اخلاق حسنہ کا تعلق واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے مباحث ہیں: تزکیہ، حکمت، حقوق، عبادت کی اہمیت، اخلاق کا تعلق عبادت سے، ایمان، تقویٰ وغیرہ سے، اہل ایمان کے اخلاقی اوصاف، اخلاق کا اسلام میں درجہ اور اخلاق کا پرتو الٰہی ہونا (۲۷-۳)۔

اگلا باب اخلاقی معلموں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیاز سے بحث کرتا ہے اور مختصر ہے (۳۸-۲۷)۔ پھر اسلام کے فلسفہ اخلاق پر مفصل ومدلل بحث ہے جس میں بے غرضی، نیت، ایمان کی شرط، غرض وغایت وغیرہ بہت سی چیزوں پر بحث ہے (۱۱۲-۳۸)۔ ''اسلام کی اخلاقی تعلیم کا تکمیلی کارنامہ'' نامی باب تفصیل وہمہ گیری، احاطہ، تورات وانجیل کے احکام اور ان سے اسلام کے اخلاقی احکام کے امتیاز، قرآنی اخلاق کی فہرست، استقصاء، اور دوسری اخلاقی تعلیمات کی کمی پر بحث کرتا ہے (۸۵-۱۱۳)۔ پھر ایک مختصر باب تعلیم اخلاق کے طریقے واسلوب پر ہے (۲۰۲-۱۸۶)۔ ''اخلاقی تعلیمات کی قسمیں'' اگلی بحث ہے جس میں حقوق وفرائض، فضائل اخلاق اور ان کے رذائل وآداب کو زیر کلام لایا گیا ہے اور ان کی الگ الگ سرخیوں/فصول کے تحت مفصل بحث آتی ہے جیسے حقوق

وفرائض کی بحث کافی مدلل ہے (۵۰-۲۰۴) جس میں معنی، وسعت، ترتیب کے بعد صاحبان حقوق وفرائض کا ذکر ہے جیسے والدین، اولاد، زوجین، اہل قرابت، ہمسایوں، یتیموں، بیواؤں، حاجتمندوں، بیماروں، غلاموں، مہمانوں، مسلمانوں، انسانی برادری اور جانوروں کے حقوق۔ پھر فضائل اخلاق کا وسیع باب کھلتا ہے جس میں سچائی، سخاوت، عفت، دیانت وامانت، شرم وحیا، رحم، عدل وانصاف، عہد کی پابندی، احسان، عفوودرگذر، رفق ولطف، تواضع وخاکساری، خوش کلامی، ایثار، اعتدال ومیانہ روی، عزت نفس، خودداری، شجاعت، استقامت، حق گوئی، استغناء وغیرہ پر کلام ہے (۵۰۷-۳۵۱)۔

پھر رذائل کا باب ہے جس میں اس کے معنی، فحشا ومنکر، بغی وطغیان کے معانی، اخلاق ذمیمہ کی برائی کی وجہ اور ان کی اقسام جیسے جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، غداری، دغابازی، خیانت، بددیانتی، بہتان، چغلخوری، بدگوئی، دورخاپن، بدگمانی، مداحی، خوشامد، بخل وحرص، چوری، ناپ تول میں کمی بیشی، رشوت، سودخواری، شراب خواری، غیظ وغضب، بغض وکینہ، ظلم وفخر، ریا، خودبینی ونمائی، فضول خرچی وغیرہ شامل ہیں (۵۰۸-۷۸۶)۔ آخری باب ''آداب'' کے عنوان سے ہے اور اس کے مباحث ہیں: فطری آداب طہارت، کھانے پینے، مجلس، ملاقات، گفتگو، باہر نکلنے اور چلنے پھرنے، سفر، خواب، لباس، مسرت، ماتم وغیرہ کے علاوہ متفرق آداب اور آداب کا فلسفہ اور حکمت ربانی کا چشمہ نور آخری بات ہے (۷۸۷-۸۲۰) اور اسی پر سیرۃ النبی کی جلد ششم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

سیرۃ النبی جلد ہفتم مولف گرامی کی وفات کے بعد ان کے بعض متفرق اور منتشر مضامین کو یکجا کر کے چھاپ دینے سے وجود میں آئی۔ ان میں بہر حال کافی مناسبت وترتیب ہے جو ان کو جلد ہفتم کا مستحق بتاتی ہے لیکن ہے ناقص۔ اس کے اہم ترین مباحث یہ ہیں: سترہ صفحات پر مشتمل مولانا ابوالحسن علی ندوی کا مقدمہ، پھر مولف مرحوم کا مقدمہ جس میں یہ تصریح ہے کہ یہ جلد ساتویں معاملات سے متعلق ہے۔ اس کی دوسری بحثیں ہے: معاملات کے حدود، مراد، اس کی اشکال، دوسرے مذاہب کے تصورات وتعلیمات معاملات، قانون کی بیچارگی، قانون الٰہی کی ضرورت، کتاب اور میزان، قانون کی دائمی یکسانی، فطری حقوق ومعاملات کی یکسانی، قانون الٰہی کی بنیاد وعمومیت (۱-۱۷)۔ دوسرا باب اسلام میں حکومت کی حیثیت واہمیت سے بحث کرتا ہے (۱۸-۶۳) جس میں آیات کریمہ سے زیادہ بحث ہے اور آخر میں سیرتی واقعات سے بھی۔ اگلا باب ''عہد نبوی میں نظام حکومت'' ہے (۶۴-۱۲۵)۔ اس کے بعد ''سلطنت اور دین کا تعلق''

واضح کیا ہے (۶۴-۱۲۶)۔ ''امت مسلمہ کی بعثت'' اس سے اگلی بحث ہے (۸۵-۱۶۵)۔ ''قوت عاملہ یا قوت آمرہ'' کی بحث میں یہ واضح کیا ہے کہ وہ جماعت کی تنظیم وحفاظت کے لئے ضروری ہے (۹۴-۱۸۶)۔ پھر یہ بحث ہے کہ ''حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ'' ہے (۲۱۴-۱۹۴)۔ اور اسی پر سیرۃ النبی کی جلد ہفتم اور کارنامہ سلیمانی تمام ہوتا ہے۔

# قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

## مؤلف رحمۃ للعالمین

## (۱۲۸۴-۱۳۴۹ھ/ ۱۸۶۷-۱۹۳۰ء)

اردو سیرت نگاری کا زریں دور بیسویں صدی عیسوی کے آغاز سے وجود میں آتا ہے اور اس کی اولیت کا سہرا ایک اعتبار سے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے سر بندھتا ہے کہ ان کی کتاب سیرت اپنے پورے ذخیرۂ سعادت میں سب سے پہلے منظر عام پر آئی گرچہ تکمیل اس کی بعد میں ہوسکی۔ ڈاکٹر انور محمود خالد نے اس دور کا سراغ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں شائع ہونے والی سیرت محمد یہ مولفہ مرزا حیرت دہلوی (کرزن پریس دہلی ۱۸۹۵ء) سے لگایا ہے اور مرزا موصوف کی دوسری ضخیم کتاب سیرت رسول (کرزن پریس دہلی ۱۰-۱۹۰۲ء) کو قدیم ترین بتایا ہے۔ ان کے ایک معاصر فیروز الدین ڈسکوی نے ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں سیرت النبی (پیارے نبی کے پیارے حالات) رفاہ عام پریس لاہور سے تین جلدوں میں شائع کی۔ لیکن ان کتابوں میں بقول ڈاکٹر موصوف "قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی تصنیف رحمۃ للعالمین کو جو شہرت و مقبولیت ہوئی وہ (شبلی و سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی کو چھوڑ کر) کسی اور کتاب کے حصے میں نہیں آئی"۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری دراصل ان سیرت نگاران عالی مقام کے سلسلہ زریں کا ایک حلقہ مستحکم ہیں جس نے اس عظیم فن کے اعلیٰ تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی۔ انہوں نے نہ صرف سیرت نبوی کے اصل مصادر و مآخذ کی طرف رجوع کیا بلکہ دوسرے مآخذ و منابع سے بھی فیض یابی کی اور اپنی تحقیقات و تعبیرات سے سیرت نبوی کو نئی جہات و وسیع امکانات سے مالا مال کیا۔ ان کے تمام

پیشرو سیرت نگاروں کا میدان زیادہ تر میلاد نامے رہے یا عام انداز کی کتب سیرت جن میں یا تو مستشرقین یا ناقدین کی یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کا جواب تھا یا عام قاری کی ضروریات کو پورا کرنے کا ارادہ۔ علمی انداز بھی ان کا نہ تھا۔ قاضی منصور پوری کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے علمی انداز اپنایا اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ اسلوب و ادا کی سادگی بھی نہ چھوڑی۔ ان کے علاوہ بھی بعض اور خصوصیات ہیں جنہوں نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی مقبولیت و شہرت عطا کرنے کے علاوہ ان کو علمی انداز میں کتاب سیرت تالیف کرنے کی اولیت و افضلیت بھی بخش دی۔

## نام ونسب

اصل اسم گرامی محمد سلیمان ہے اور سلمان تخلص، قاضی عہدہ و منصب تھا اور منصور پوری نسبت وطنی، ان کا خاندان قضاۃ کا تھا۔ ان کے والد ماجد قاضی احمد شاہ ریاست پٹیالہ میں نائب تحصیلدار تھے۔ بقول مقالہ نگار اردو دائرہ معارف اسلامیہ ان کا گھرانا دیندار اور علمی تھا۔

## ولادت

ریاست پٹیالہ پنجاب کے ایک گاؤں منصور پور میں ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔

## تعلیم وتربیت

قاضی موصوف کی ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد کی آغوش تربیت میں ہوئی۔ قرآن مجید اور عربی کی بعض کتابیں قاضی احمد شاہ سے پڑھیں۔ ۸۵-۱۸۸۴ء میں مہندرا کالج پٹیالہ سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے۔ جدید علوم کے ساتھ ساتھ انہوں نے دینی علوم بھی باقاعدہ پڑھے تھے اور عربی زبان و ادب کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کا مطالعہ اتنا وسیع و عمیق تھا کہ وہ ان دونوں علوم اصلیہ کے رمز شناس تھے اور ان کے دقیق مسائل سے بھی واقف تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کی تفصیلات بہت کم مل سکی ہیں۔ علماء و مشائخ سے ان کی تحصیل علم کا بھی علم نہیں ہو سکا۔ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ درسی علوم تو انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات کے ذریعہ ہی حاصل کئے تھے مگر اسلامیات کا وسیع علم ان کے اپنے مطالعہ اور کسب فیض کا نتیجہ تھا۔ وہ اصطلاحی لحاظ سے طبقہ

علماء سے متعلق نہ تھے۔لیکن اپنے علم وعمل کے لحاظ سے وہ ایسے سربرآوردہ فضلاء میں شمار ہوتے تھے جن کا احترام واکرام علماء ومشائخ بھی کرتے تھے۔

## مشاغل حیات

تعلیم کی تکمیل کے بعد قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی وطنی ریاست کی ملازمت اختیار کرلی۔وہ اس کے مختلف محکموں جیسے تعلیم، مال اور دیوانی میں کام کرتے رہے تا آنکہ سیشن جج کے منصب تک پہونچے اور اسی سے پینشن یاب ہوئے، قاضی موصوف اسی عہدے کے سبب قاضی کے لقب سے معروف ومشہور ہوئے۔مختلف مقامات کے علاوہ مدتوں بھٹنڈہ میں تعینات رہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو متعدد میادین حیات سے دلچسپی تھی۔جن میں سے ایک تعلیم کا شعبہ بھی ہے۔خاص کر مسلم امت کے معاملات سے ان کو گہرا شغف تھا۔اس لئے ان کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے انہوں نے ایک مسلم ہائی اسکول کی بنیاد رکھی تھی، وہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بھلائی کے لئے ہمہ تن اور ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔

ان کو اسلام کی حمایت ومدافعت سے گہری دلچسپی تھی اس لئے وہ تحریری اور تقریری دونوں قسم کے جہاد میں مسلسل شریک رہتے تھے۔تبلیغ دین اور دفاع اسلام کے لئے وہ ملک کے اطراف واکناف میں منعقد ہونے والے دینی جلسوں میں اپنے خرچ پر شرکت فرماتے اور منتظمین سے ایک حبہ وصول نہ کرتے۔اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے عہدے اور منصب کے لحاظ سے ہمیشہ اعلیٰ درجہ میں اور بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ سفر فرماتے تھے۔انہوں نے اسی جذبہ خدمت کی سرشاری میں آریوں، ہندوؤں، سکھوں اور قادیانیوں وغیرہ سے مناظرے کئے اور ان پر اسلام کی خوبیاں واضح کرنے کے علاوہ دین مبین کی حمایت ونصرت کی۔بھٹنڈہ میں ایک مدت تک وہ التزام کے ساتھ درس قرآن دیتے رہے اور سات دورے مکمل کئے۔وہ مختلف انجمنوں، اداروں اور مدرسوں کے رکن یا صدر بھی رہے۔دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس عاملہ کے مدتوں رکن رہے۔دارالمصنفین سے بھی ان کا گہرا تعلق تھا۔مئوناتھ بھنجن میں منعقدہ اہل حدیث کانفرنس کی صدارت کے بعد دارالمصنفین میں قیام کیا تھا۔

## وفات

قاضی موصوف نے ۲۹-۳۰ رمئی ۱۹۳۰ء میں اپنے دوسرے سفر حج سے واپسی پر جہاز ہی میں انتقال فرمایا۔ بقول جہانیاںؒ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ’’اللہ کرے میں جناب الٰہی میں پاک صاف حاضر ہوں۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی۔ دوسرے حج سے واپسی میں وفات پائی اور اس طرح پاک وصاف حاضر خدمت ربانی ہوئے۔ مولانا اسماعیل غزنوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ’’مرحوم کا جسد مبارک سمندر کی پاک وشفاف لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ انہیں کا ایک مصرعہ ان پر خوب صادق آتا ہے: مری عمر رواں آب رواں معلوم ہوتی ہے۔

## آل اولاد

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے ایک ہی فرزند تھے اور ان کا نام نامی قاضی عبدالعزیز تھا۔ وہ جدید علوم بالخصوص انگریزی زبان کے ماہر تھے۔ انہوں نے اپنے نامور والد کی کتاب رحمۃ للعالمین کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا جو پاکستان ٹائمز میں ۶۱-۱۹۵۹ء میں مسلسل چھپتا رہا۔ قاضی عبدالعزیز کی ایک دختر کی شادی میجر جنرل غلام عمر سے ہوئی تھی۔ اور انہوں نے اس ترجمہ میں اپنے خسر معظم کی مدد کی تھی۔ قاضی عبدالعزیز کے ایک فرزند عبدالباقی صاحب تھے اور دوسرے قاضی حسن معزالدین جنہوں نے اپنے جد امجد قاضی منصور پوری کی کتابوں کی طباعت کی اجازت محمد حنیف یزدانی اور مکتبہ نذیریہ کو دی تھی۔

## مقام ومرتبہ

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان کے ماتم نامہ میں لکھا ہے ’’وہ علم وعمل، زہد وکمال اور فضل وورع دونوں کے جامع تھے۔ روشن دل اور دماغ تھے۔ ان کے جدید وقدیم دونوں خیالات حد اعتدال پر تھے۔ عربی زبان اور علوم دین کے مبصر عالم تھے۔ تورات وانجیل پر فاضلانہ وناقدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ غیر مسلموں سے مناظرہ کے شائق تھے مگر ان کے مناظرہ کا طرز سنجیدگی، متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ تھا۔ مسلکا اہل حدیث تھے مگر اماموں اور مجتہدوں کی دل سے عزت اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی

پوری قدر کرتے تھے۔'' علامہ موصوف سے قاضی صاحب کا تعارف ندوۃ العلماء کی رکنیت دیرینہ کے سبب ہوا جو دونوں کے گہرے روابط میں ڈھل گیا۔ بقول علامہ ندوی ''بلند قامت، خوش رو، خوش لباس، وجیہ، گھنی داڑھی، سپید صافہ باندھا کرتے تھے۔''

بقول جہانیاں قاضی سلیمان منصور پوری صاحب دل، مرد مومن، ولی اللہ تھے۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران امام مسجد نبوی نے ایک بار ان کی جوتیاں سیدھی کردی تھیں اور استفسار قاضی پر فرمایا تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں حکم پر کہ ''محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے اس کی ہر طرح عزت کرنا'' ایسا کیا تھا۔ ایسی ہی ''ہدایات'' نبوی پر ان کی کتاب سیرت کی طلبی کے خطوط دفتر رحمۃ للعالمین میں آتے ہوئے بیان کئے گئے ہیں۔

راوی خوش بیان نے یہ روایت بھی کی ہے کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو ان کے بلند کردار، مومنانہ انداز، خدا ترسی، عدل وانصاف، اور راستی کی وجہ سے دربار پٹیالہ میں اکرام واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا حتی کہ راجہ صاحب نے ان کے عقائد کے منافی درباری آداب سے ان کو مستثنیٰ کردیا تھا۔ سید نصیر احمد نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے کہ حکمران ریاست کی سفر ولایت سے واپسی پر استقبالیہ میں قاضی صاحب نہ صرف کورنش نہیں بجالائے بلکہ ''استغنا کی تصویر بنے کھڑے رہے'' اور راجہ نے ان کو گلے لگالیا۔ انہوں نے کبھی رشوت وحرام کی کمائی سے اپنے کردار کو داغدار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ زہد وقناعت کی زندگی بسر کی۔ جہانیاں نے علم حدیث پر ان کی دسترس اور قرآن فہمی کے متعدد واقعات بھی بیان کئے ہیں۔

مولانا ابوالخیر خیر الدین احمد سرسوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ متعدد علماء واہل کمال سے ان کے گہرے تعلقات تھے اور وہ سب ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ جوہر شناس تھے اور اچھے ذی استعداد نوجوانوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ جہانیاں کا بیان ہے کہ موصوف نے ان کو درس قرآن کا التزام کرنے کی ہدایت اس وقت کی تھی جب وہ نوجوان تھے اور اس نے ان کو بہت فائدہ پہنچایا۔ قاضی موصوف بہت مرنجان مرنج، صاف دل، خوش کلام بزرگ تھے اور ان کا ہر حلقہ میں احترام کیا جاتا تھا۔

قاضی موصوف خوش بیان شاعر بھی تھے۔ شرح الاسماء الحسنیٰ کے آخر میں ان کی بعض منظومات بھی شامل ہیں جیسے حمد، نعت اور شرح الاسماء الحسنیٰ پر نظم جن میں تمام اسماء کو نظم کردیا ہے۔ وہ سلمان تخلص کرتے تھے۔

## تصانیف

قاضی محمد سلیمان منصور پوری فاضل یگانہ اور قاضی معدلت گسترانہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند مصنف ومولف بھی تھے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی ''مرحوم نے اسلام کے فضائل میں اور تفسیر اور تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے''۔ قاضی صاحب کی تصانیف میں سیرت نبوی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ وہ اس موضوع پر تین طرح کی کتابیں لکھنا چاہتے تھے۔ ایک مختصر جو ''مہر نبوت'' کے نام سے لکھی اور چھاپی تھی۔ دوسری متوسط جو رحمۃ للعالمین کے روپ میں دنیا کے سامنے آئی اور تیسری ضخیم ومفصل جو صفحہ ذہن سے ورق قرطاس پر منتقل نہ ہوسکی۔ تفسیر ان کا دوسرا محبوب موضوع تھا جس پر ان کی دو کتابیں کم از کم موجود ہیں۔ تاریخ وتذکرہ میں بھی ان کی دو کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ قادیانیوں اور آریوں پر نقد پر بعض رسالے اور کتابیں ہیں اور ایک تحریر ان کے سفرنامہ حج پر ہے جو قدیم انداز کے سفرناموں کی روایت کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان رسائل اور کتابچوں کے علاوہ ان کی بعض منظومات بھی ملتی ہیں جیسے اسماء حسنی کی نظم یا بعض حمد ونعت وغیرہ۔ وہ اچھے خوش گو شاعر بھی تھے اگرچہ شاعری ان کے لئے وجہ افتخار وشہرت نہ تھی۔

۱۔ **رحمۃ للعالمین:** قاضی سلیمان منصور پوری کی سب سے بہترین کتاب ہے اور اس سے ان کی شہرت دوام بھی قائم ہے۔ بقول مولانا مودودیؒ وہ ''صحیح واقعات پر مبنی کتب سیرت میں سرفہرست ہے''۔ علامہ ندویؒ نے لکھا ہے کہ ناظرین دیکھیں گے کہ ایک عاشق رسول کے قلم نے عشق ومحبت کے نشہ وسرور میں علم وعقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ رسی اور دیدہ وری کی کیا کیا صنعت کاریاں کی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا لہریں لیتا رہے گا، رحمۃ للعالمین کے یہ کاغذی سفینے مسلمانوں کی سلامتی ایمان کے لئے اس میں چلتے پھرتے تیرتے اترتے رہیں گے''۔ رحمۃ للعالمین کی جلد اول ۱۹۱۲ء میں دوسری ۱۹۲۱ء میں اور تیسری ان کے انتقال کے بعد ۱۹۳۳ء میں سید سلیمان ندوی کی جمع وترتیب کے بعد شائع ہوئی۔ اس کا عربی ترجمہ جامعہ سلفیہ بنارس کے وکیل وعالم بے مثال ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے چھاپا ہے۔ رحمۃ للعالمین متعدد جامعات ملکی وغیر ملکی کے نصاب میں شامل ہے۔

۲۔**الجمال والکمال**: سورۂ یوسف کی بڑی دلآویز تفسیر ہے جس میں بہت سے عمدہ نکات وتشریحات ہیں۔ پہلی بار مولف نے خود چھپوائی تھی۔ دوسرا ایڈیشن غلام رسول مہر کے مختصر مقدمہ کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں مکتبہ الرحمانیہ سے شائع ہوا۔

۳۔**مہر نبوت**: ۱۸۹۹ء میں چھاپ کر شائع کی، وہ کل ۴۸ صفحات پر مشتمل مختصر کتاب تھی۔ یہ بچوں کے لئے ایک اچھی کتاب ہے۔ بعد میں اس کے دوسرے ایڈیشن سبحان اکیڈمی لاہور نے ۱۹۷۵ء میں اور شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے بھی شائع کئے۔

۴۔**معارف الاسماء شرح اسماء اللہ الحسنیٰ** بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کا جدید ایڈیشن مکتبہ نذیریہ لاہور سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا جو لگ بھگ ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء حسنیٰ کی عمدہ تفسیر پیش کرتا ہے۔

۵۔**تاریخ المشاہیر**: تقریباً پچاس مسلم مشاہیر کا تذکرہ ہے۔

۶۔**سبیل الرشاد**: سفر نامہ حج

۷۔**غایت المرام**: پہلے تائید الاسلام کے عنوان سے دو حصوں میں دفتر رحمۃ للعالمین، کریمی پریس لاہور سے ۱۳۴۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد وافکار سے بحث اور ان پر نقد کرتی ہے۔

۸۔**بدر البدور المعروف بہ اصحاب بدر**: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابہ کے حالات بیان کرتی ہے اور شروع میں ایک مختصر حصہ سیرت بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین بدری تھے۔

۹۔**سید البشر** (دو حصے): قاضی صاحب کی سیرت النبی کے موضوع پر چار تقاریر کا مجموعہ ہے جسے ان کے ہموطن قاضی ابوالفضل حبیب الرحمٰن الفارق نے مرتب کر کے مصنف کی وفات کے پندرہ سال بعد ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں شائع کیا۔ اس کے پبلیشر شیخ قمر الدین لاہور ہیں۔

۱۰۔**تبیان الاسلام**: دفتر رحمۃ للعالمین: پٹیالہ، آرمی پریس شملہ ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء

۱۱۔**تبلیغ اسلام**: دفتر رحمۃ للعالمین، آرمی پریس شملہ ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء، آریوں کے عقائد پر نقد کرنے والا مختصر کتابچہ ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے متعدد رسائل اور کتابچے آریوں، قادیانیوں اور دوسرے

مذاہب باطلہ اور افکار غیر صالحہ، پر نقد کرنے اور اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لئے لکھے اور شائع کئے تھے۔ ان تمام کتابوں اور رسالوں سے ان کو نہ نام ونمود کی خواہش تھی اور نہ نفع ومنفعت کی۔ اسی لئے انہوں نے بقول جہانیاں ''پٹیالہ کے ایک غیر معروف شخص خلیفہ شیخ ہدایت اللہ صاحب دروازہ عطر والا ایسے شخص کا انتخاب کیا جو کہ اس فن سے بھی ناواقف تھے''۔ بہرحال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی موصوف نے شیخ ہدایت اللہ کے تعاون واشتراک سے اپنا اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا جس کا نام اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت کے نام پر ''دفتر رحمۃ للعالمین'' رکھا تھا اور اس سے اپنی متعدد کتابیں اور رسالے شائع کئے تھے۔ قاضی صاحب موصوف کے متعدد خطبات صدارت بھی چھپ چکے ہیں جو انہوں نے مختلف انجمنوں کے اجلاسوں میں عنایت فرمائے تھے جس طرح ان کی بعض تقاریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان سب کا ذکر کرنا طول کلام کا موجب ہوگا۔ بہ حال ان سے ان کی تصنیفی کمال کا اندازہ ہوتا ہے اور اس سے زیادہ ان کے رجحان طبع کا۔ حضرت قاضیؒ کی حمایت ونصرت ایمانی ان سب پر مستزاد تھی۔

## طریقہ تالیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی کتاب رحمۃ للعالمین سیرت نبوی پر ان کی کتاب متوسط ہے۔ اس سے قبل وہ مہر نبوت کے نام سے ایک کتاب مختصر لکھ چکے تھے اور مستقبل قریب میں وہ اس مقدس موضوع پر ایک کتاب مطول لکھنا چاہتے تھے مگر زندگی نے کتاب متوسط ہی کی تکمیل کا موقعہ نہ دیا اور اس کی آخری جلد ان کی وفات کے بعد شائع ہو سکی۔ اس دوران شبلی وسلیمان ندوی کی سیرۃ النبی کی اول تا چہارم چار جلدیں چھپ چکی تھیں۔ ان دونوں مصنفوں کی کتابوں میں موضوع ومواد کی بڑی مماثلت ہے۔ ان کے موازنہ ومقابلہ اور کتاب رحمۃ للعالمین کے موضوعاتی تجزیہ سے قاضی منصور پوری کے طریقہ تالیف کو بخوبی اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

کتاب رحمۃ للعالمین کی سب سے بڑی خصوصیت اور مولف گرامی کے طریقہ تالیف کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ سیرت نبوی کو محض سوانحی پس منظر اور سیرتی تناظر میں نہیں مطالعہ کرتا بلکہ اسلام کے وسیع تناظر میں اس کو دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولف رحمۃ للعالمین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت وسوانح کے واقعات وحالات کے ساتھ اسلام کے بہت سے دوسرے پہلو اور ان سے متعلق معلومات شامل کر دی ہیں جن کا سوانحی/سیرتی ادب سے براہ راست تعلق نہیں ہے جیسے جلد دوم کا باب ہشتم جو اسلامی تقویم سے متعلق ہے یا سیرت انبیا سے متعلق بحثیں۔ رحمۃ للعالمین اس بنا پر موضوعاتی کتب سیرت ہے جس میں اندرونی تاریخی ترتیب کا تو لحاظ رکھا گیا ہے مگر واقعات ومباحث کو تاریخی ترتیب یا زمانی تنظیم کے ساتھ نہیں تالیف کیا گیا ہے۔

مواد واخبار کی ترتیب کے لحاظ سے رحمۃ للعالمین کے مولف گرامی کا طریقہ بہت زیادہ سائنٹفک یا منظم نہیں ہے۔ وہ سیرتی موضوعات میں ہر ایک موضوع کو ایک جگہ بیان نہیں کرتے بلکہ کئی جگہ یا کم از کم ایک سے زیادہ مقامات پر ایک ہی موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں مثلاً جلد اول میں مقدمہ انبیائے سابقین کی سیرت وسوانح سے بھی متعلق ہے اور دوسری چیزوں کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو ان کی سیرت وسوانح سے جوڑا ہے پھر اسی رشتہ نبوت سے جلد دوم کے باب اول کی فصل دوم میں انبیائے سابقین کی سیرت وحالات بیان کئے ہیں۔ بعض دوسرے مقامات پر بھی سیرت انبیاء کا مواد لایا گیا ہے جیسے جلد دوم کا باب چہارم اور باب پنجم پھر سیرت انبیاء کرام پیش کرتا ہے۔ اسی طرح جلد اول میں جہاں سیرت نبوی کا بیان باب اول میں شروع ہوتا ہے وہاں شجرہ نسب پر بحث ہے اگرچہ مختصر ہے پھر جلد دوم کا باب اول ''النسب'' کے عنوان سے نہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک پر بحث کرتا ہے بلکہ کئی فصول میں انبیاء سابقین کے نسب سے بھی متعلق ہے۔ اس میں طول طویل بحثیں ہیں۔ کتاب (جلد دوم) کا ایک چوتھائی سے زیادہ حصہ اسی کے لئے وقف کیا گیا ہے جو بہر حال سیرت نبوی سے زیادہ متعلقات سیرت کے خانے میں آتا ہے۔ دوسرے متعلقات سیرت میں جلد دوم وسوم کے بیشتر مباحث آتے ہیں مثلاً جلد دوم کی بحث آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین حصہ، جو فرزندان ودختران گرامی سے متعلق ہے، تو کتاب سیرت کا ایک باب بنتا ہے مگر دوسرا حصہ جو ابنائے فاطمہ کے عنوان سے ہے وہ تاریخ اسلامی کا باب ضرور ہے مگر اس کو سیرت میں شامل کیا گیا ہے۔ ازواج مطہرات کی طویل بحث بہر حال سیرت کا ایک باب ہے اور اس کے بعد غزوات وسرایا کی دوسری بحث آتی ہے جو جلد اول کی بحث کی تجزیاتی تحلیل ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری کی کتاب سیرت تو دراصل جلد اول ہے، باقی دوسری جلدیں سید

سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی کی جلد سوم تا ہفتم کی مانند متعلقات و مباحث سیرت سے متعلق ہیں جن میں بہت سے مباحث آئے ہیں جو قیمتی ہیں مگر سیرت سے بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔

جلد اول رحمۃ للعالمین ایک ہی نظر اور ایک ہی جلد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو بہت مختصر انداز میں پیش کر دیتی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ سوانحی لحاظ سے یہ اختصار معلومات کی محدودیت اور جزئیات وتفصیلات کی قلت کا بھی مظہر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی حیات طیبہ کے واقعات وحالات کی ایک مجمل اور ادھوری تصویر سامنے آتی ہے۔ مکی واقعات کا بیان سو صفحات سے بھی کم میں آیا ہے اور مدنی حالات لگ بھگ ڈیڑھ سو صفحات میں ہیں۔ باقی دوسرے، بہت قیمتی اور معلوماتی مباحث سہی، مفصل بیان وتشریح کے حقدار ٹھہرے ہیں حالانکہ ان میں سے بیشتر کا تعلق سوانح نبوی سے نہیں ہے۔ اختصار سوانح کے سبب بہت سے اہم معلومات آنے سے رہ گئی ہیں مثلاً رضاعت نبوی کے باب میں ثویبہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غزوات نبوی کا بیان بھی بہت تشنہ ہے۔ مکی دور کے بیشتر مباحث زیادہ بحث کے طالب ہیں۔

رحمۃ للعالمین کی ایک بہت اہم خصوصیت واقعات وروایات کی صحت ہے۔ مولف گرامی اگر چہ سندی عالم نہ تھے، جامعاتی فاضل تھے تاہم وہ روایات وواقعات میں ضعیف روایتوں سے بالعموم گریز کرتے ہیں اور صحیح ترین روایات کو قبول و بیان کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بالخصوص شجرۂ نسب کے سوانحی حصہ میں۔ ایام طفولیت، مکی زندگی کے بعض واقعات، بعثت نبوی کی کیفیت وتوقیت، ہجرت مدینہ وحبش، ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے واقعات اور دوسرے مباحث میں اس کی یہ خصوصیت دیکھی جاسکتی ہے۔ دراصل مؤلف گرامی نے اپنے مصادر و مآخذِ سیرت بہت احتیاط سے چنے تھے اور ان سے روایات لینے میں بھی کافی احتیاط برتی تھی۔

مولف گرامی کے مصادر کتاب بھی اس کی ایک امتیازی خصوصیت رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب نے یوں تو حواشی اور متن دونوں میں موقع بہ موقع اپنے مصادر کا ذکر کیا ہے اور ان کے اقتباسات بھی دئے ہیں مگر اسی کے ساتھ انہوں نے بعض جلدوں کے اواخر میں اپنی کتابیات بھی فہرست وار دے دی ہے۔ مثلاً جلد دوم کے اواخر میں ایک فہرست کتب موجود ہے۔ انور خالد محمود نے متن وحواشی کے تجزیہ کے بعد ان کے تمام مصادر کا استقصاء کرنے کی کوشش کی ہے۔

رحمۃ للعالمین کے مولف کا ایک کمال یہ ہے کہ وہ سیرت نبوی کو ایک تاریخی ترتیب کے مطابق واقعات کا ایک صحیفہ نہیں بناتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کو اسلامی تاریخ کا ایک تمدنی اور تہذیبی اور معاشرتی مرقع بھی بنائیں۔ سوانحی حصہ میں یہ خصوصیت موجود ہے۔ دوسری جلدوں اور حصوں میں نہیں ہے کہ وہ دوسرے پہلوؤں سے بحث کرتی ہیں۔ قبل بعثت کے حالات کے تناظر میں وہ دوسروں کے مقابلہ میں یہ دکھانے میں زیادہ کامیاب ہیں کہ جہالت کی تیرہ و تاریک دنیا میں ایک آفتاب عالمتاب کی ضرورت تھی اور سیرت نبوی اس کی تکمیل کرتی ہے۔ مکی اور مدنی واقعات میں بھی انہوں نے یہ طریقہ فکر قائم رکھا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ واقعات و سوانح کی تفصیلات و جزئیات نظر انداز کر دی ہیں کہ ان کے سبب تشکیل نظریہ اور تعمیر منصوبہ میں خلل اندازی ہوتی ہے۔ حلف الفضول، مخالفت قریش، تبلیغ واشاعت اسلام کے مباحث میں مکی زندگی کی حد تک اور تعمیر معاشرہ، غزوات وسرایا وغیرہ میں مدنی حالات کے تحت یہ خصوصیت اجاگر ہوتی ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین کی ایک نمایاں خصوصیت بالخصوص اس کے سوانحی حصہ میں یہ نظر آتی ہے کہ وہ بعض بہت مشہور نظریات اور مقبول زاویوں کی روشنی میں سیرت نبوی کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ استدلال واستشہاد کی روشنی میں ان کو زیر بحث لاتے ہیں اور بعض مہم مباحث میں بالکل نیا اور اچھوتا طرز اختیار کرتے ہیں اور نئی باتیں پیش فرماتے ہیں۔ مثلاً تاریخ ولادت نبوی میں وہ تقویمی طریقہ پر بحث کرتے ہیں اور دوشنبہ کی اہمیت در حیات نبوی اجاگر کرتے ہیں۔ قاضی صاحب کا یہ بھی خیال معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعثت نبوی اور تنزیل قرآن کو دو الگ الگ واقعات مانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ غار حراء میں حضرت جبریل سے اولین ملاقات نبوی میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اظہار کرتے ہیں اور قرآن کی تنزیل کا حوالہ نہیں دیتے۔ حضرت ورقہ بن نوفل سے اولین ملاقات کا ذکر بھی نزول قرآن سے پہلے کا واقعہ بتاتے ہیں اور یہی قرین صواب ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور رقرآن کی تنزیل میں کچھ مدت (غالباً چھ ماہ) کا فصل تھا۔ رحمۃ للعالمین میں ایسی منفرد خصوصیات کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ ان سب پر بحث تو طول کلام کا موجب ہوگی لہٰذا ان کے بعض عناوین مباحث پیش ہیں: اولین مہاجرین کی امارت حضرت عثمان کی تھی، قبائل عرب کو دعوتی اسفار کے ضمن میں سفر طائف کا بیان، اسباب ہجرت، استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ، غزوات

وسرایا کی نوعیت وحقیقت کے لحاظ سے تقسیم، قریش کی سازشوں کے تحت غزوات کی تشریح، یہود کی فتنہ انگریزی کے تحت ان کے خلاف غزوات وغیرہ۔

مولف رحمۃ للعالمین نرے واقعات نگار اور سوانح نویس نہ تھے، وہ سیرت وسوانح میں بحث ومباحثہ اور تحلیل وتجزیہ کے بھی قائل تھے لہذا وہ بہت سے مباحث میں ان دونوں درایتی ہتھیاروں سے بھی خوب کام لیتے ہیں۔ عرب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجوہ اس کا اولین مبحث ہیں۔ تاریخ ویوم ولادت، بحیرا راہب سے دوران سفر شام ملاقات، حلف الفضول، بعثت ورسالت اور تبلیغ کے مراحل، قریش کی مخالفت دعوت اور اس کے اسباب، اسباب ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ، معراج واسراء، مدینہ میں اسلام کی وسعت اور امن بسیط کا قیام، غزوات وسرایا کی تقسیم وغیرہ ان کی تجزیاتی اور تحلیلی بحث کی دوسری مثالیں ہیں۔

جس زمانے اور ماحول میں رحمۃ للعالمین لکھی گئی تھی وہ ہندوپاک برصغیر میں انگریزی راج کے عروج کا زمانہ تھا لہذا قاضی محمد سلیمان منصور پوری جیسے ماہر وقت اور نباض عصر کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے معاصر حالات وواقعات کا بھی لحاظ رکھیں چنانچہ اس کا عکس کہیں کہیں ان کی سیرت نبوی میں نظر آتا ہے لیکن اس سے زیادہ اہم یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے سیرت نبوی میں برطانوی حکمرانوں کے پاس خاطر سے ان کی مذہبی کتابوں۔تورات وانجیل وزبور۔سے اپنے بیشتر مباحث کو مدلل وآراستہ کیا ہے۔ غالباً سیرت نگاروں میں وہ واحد صاحب قلم ہیں جنھوں نے اس قدر فراوانی سے سابقہ کتب مقدسہ سے مواد لیا ہے اور اس سے اسلامی مصادر کی تصدیق وتائید اور اثبات فراہم کیا ہے اور کہیں کہیں ان کی تحریفات سے بھی تعرض کیا ہے۔ انبیائے سابقین اور امم سابقہ کے علاوہ جہاں جہاں قاضی صاحب نے ان مذہبی کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان میں سے اہم ترین یہ ہیں: نسب نبوی، تاریخ ولادت نبوی، ہجرت نبوی میں خاص کر مدینہ منورہ میں داخلہ کو کبۂ نبوی، بعثت نبوی کے انتظار میں یہودی اور مسیحی علماء کی بشارات، یہود مدینہ کی تاریخ، عیسائیوں سے آویزش، سلاطین عرب وعجم سے مراسلت، وفود عرب کی آمد وتسلیم وغیرہ۔

مولف رحمۃ للعالمین چونکہ قاضی اور جج بھی تھے لہٰذا بعض دستوری اور قانونی مباحث میں ان کے پیشہ ورانہ نقطۂ نظر کا بھی اظہار ہے مثلاً معاہدہ امن میں، حلف الفضول اور غزوات وسرایا میں قیدیوں

کے ساتھ سلوک کے ضمن میں وہ قانونی نکات واستدلالات سے بھی کام لیتے ہیں۔

قاضی صاحب بسا اوقات ظاہری واقعات وروایات سے بھی متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کو اسی حیثیت سے قبول کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں تجزیہ وتحلیل کا کام ادھورا رہ جاتا ہے مثلاً بعض روایات کے دباؤ میں سیرت نگاروں نے یہ لکھ دیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل مکہ میں گنتی کے مسلمان رہ گئے تھے قاضی صاحب نے بھی اسے قبول کرلیا ہے حالانکہ کل مسلم آبادی کا تجزیہ بتاتا ہے کہ ہجرت مسلمانان مکہ کے بعد اور ہجرت نبوی کے بعد بھی مکہ میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد باقی رہ گئی تھی جو مختلف وجوہ سے ہجرت نہیں کرسکی تھی۔

زبان وبیان اور اسلوب کے لحاظ سے قاضی سلیمان منصور پوری کی کتاب سیرت اگرچہ سادہ وسلیس نثر کا نمونہ ہے تاہم اس پر قدامت کی چھاپ موجود ہے۔ عام قاری کے لئے بھی اور پڑھے لکھے قاری کے لئے بھی ان کی زبان بسا اوقات مطالعہ کی راہ کا روڑا بن جاتی ہے۔ اس میں قوت ایمان اور جذبہ وجوش کی کمی نہیں لیکن فصاحت وبلاغت کی خاصی کمی ہے۔ اس وجہ سے وہ بہت زیادہ متداول اور مقبول نہیں ہوسکتی بالخصوص موجودہ زمانے میں، جس زمانے میں وہ لکھی گئی تھی تب اس کا مذاق عام تھا لہذا مقبول ہوئی مگر اب یہی طرز بیان اس کی ایک خامی بن گیا ہے۔

# مصادر و مآخذ


| | | |
|---|---|---|
| اردو ڈائجسٹ لاہور | مقالہ قاضی موصوف پر | بحوالہ امین اللہ وثیر، غیر مورخہ |
| امین اللہ وثیر | مقالہ "محمد سلیمان سلمان" | اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور |
| انور سدید | اردو ادب میں سفر نامہ | مغربی پاکستان اردو اکادمی لاہور ۱۹۸۷ء، حج ناموں کے تحت قاضی صاحب کے سبیل الرشاد کی بحث |
| انور محمود خالد | اردو نثر میں سیرت رسول اللہ ﷺ | اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۹ء، ۵۰۰-۵۳۵ |
| جہانیاں، حکیم محمد عبداللہ | سیرت سلمان | یعنی حالات مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب، سلمان منصور پوریؒ بطور ضمیمہ، شرح الاسماء الحسنیٰ، مکتبہ نذیریہ لاہور، ۱۹۷۳ء، ۲۵۱-۵۶ |
| قاضی حسن معز الدین | حالات زندگی قاضی محمد سلیمان" | (نسخہ خطی مملوکہ قاضی حسن معز الدین) |
| سید سلیمان ندوی | | معارف، جولائی ۱۹۳۰ء/صفر ۱۳۴۹ھ<br>یاد رفتگاں، اعظم گڑھ، ۱۹۸۶ء، ۷-۱۰۶ |
| مقدمہ رحمۃ للعالمین حصہ سوم | | شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۵۳ء، ص ۷-۱۰ |
| محمد یٰسین مظہر صدیقی | اردو میں حج نامے - ایک تجزیاتی مطالعہ | فکر و نظر، علی گڑھ جلد ۳۲، شمارہ ۳، ۱۹۹۵ء، ۲۴-۴۵ |

# قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین

بیسویں صدی کے آغاز میں جو کتب سیرت اردو زبان میں تالیف کی گئیں ان میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ بلاشبہ وہ اس دور کی اہم ترین تصانیف سیرت میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ اس کے بعد اردو میں جو کتابیں اس عظیم و کریم موضوع میں تصنیف کی گئیں ان کے مولفین گرامی پر اس کتاب کا بہت اثر پڑا اور اردو میں اس نے رجحان ساز کردار ادا کیا۔ بقول ڈاکٹر انور محمود خالد اگر شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی تالیف نہ کی ہوتی تو قاضی موصوف کی رحمۃ للعالمین اس برصغیر کی سب سے اہم اور بہترین کتاب سیرت ہوتی۔

رحمۃ للعالمین تین جلدوں میں ہے اور شروع میں اس کی تین الگ الگ جلدیں شائع ہوئیں۔ جلد اول ۱۹۱۲ء میں، جلد دوم ۱۹۲۱ء میں اور جلد سوم ۱۹۳۳ء میں۔ آخری جلد تو مولف علام کی وفات کے بعد ہی منظر عام پر آسکی۔ ان تینوں جلدوں کی ترتیب وتدوین اور تالیف واشاعت میں لگ بھگ دس دس سال کی مدت درمیان میں حائل رہی تھی۔ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی تالیف میں لگ بھگ ربع صدی کا عرصہ لگا۔ بعد میں تینوں کو یکجا ایک ہی مجلد میں شائع کیا گیا اگرچہ ان کی جلد کی تقسیم اسی طرح قائم رہی۔ ہمارے زیر مطالعہ جو نسخہ ہے وہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی اگست ۱۹۸۰ء کا مطبوعہ نسخہ کامل تین جلدوں پر مشتمل ایک مجلد میں ہے اور اس کے کل صفحات ایک ہزار بیس ہیں: جلد اول ۲۸۸ پر، جلد دوم ۳۷۳ پر، اور جلد سوم ۳۱۹ پر مشتمل ہے۔

جلد اول میں عرض ناشر اور فہرست (۲۰-۲) کے بعد مصنف گرامی کا پیش لفظ شروع ہوتا ہے جس میں انہوں نے وضاحت کی ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد اور منصوبہ یہ رہا کہ سیرت نبوی پر تین کتابیں۔مختصر، متوسط اور مطول۔شائع کریں اور ان میں مختصر سب سے پہلے مہر نبوت کے نام سے

شائع کی اور پھر متوسط رحمۃ للعالمین کے نام سے لکھی۔ مطول کا منصوبہ ہی رہا اور وہ کبھی مکمل نہ ہوسکی کہ متوسط ہی حیات مؤلف میں پوری نہ ہو پائی تھی۔ پھر کتاب سیرت کی تصنیف کے مقصد پر روشنی ڈالی ہے، اس کے بعد مولف گرامی کے قلم سے طبع ششم کا پیش لفظ ہے جس میں چند در چند معلومات کے اضافہ کا دعویٰ کیا گیا ہے (۲۴-۲۱)۔

مولف گرامی کا مقدمہ سیرت انبیاء پر مشتمل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت، ان کے بعد اوران کے کام سے شروع ہوتا ہے۔ تاریخ وسیرت ابراہیمی میں حضرت اسماعیل واسحاق کی مختصر سیرت ہے پھر بنو اسرائیل کے انبیاء کرام حضرات موسیٰ، داؤد وغیرہ کے مختصر حوالہ کے بعد حضرت اسماعیل واسحاق کی مختصر سیرت ہے، پھر بنواسرائیل کے انبیاء کرام حضرات موسیٰ، وداؤد وغیرہ کے مختصر حوالہ کے بعد حضرت اسماعیل اوران کی نسل کی بابت لکھا ہے اور سلسلۂ کلام آباء واجداد نبوی سے جاملایا ہے۔ عرب ملک کے جغرافیہ اوراس کے پڑوسی ممالک کا ذکر کر کے عربوں کی سماجی وسیاسی اور تمدنی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ عرب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد، آپ کے کام کی عظمت ووسعت کواسلام کی تاریخ کے چند واقعات کے حوالہ سے اجاگر کیا ہے۔ اسی میں آپ کی حیات مبارکہ کے بعض واقعات بھی آئے ہیں اور آپ کے کردار واخلاق کے بعض معالم بھی۔ دوسرے انبیاء کرام سے آپ کے کام اور آپ کے کردار کا موازنہ بھی کیا ہے اوران میں مماثلت بھی دکھائی ہے (۳۷-۲۵)۔

سیرت نبوی کا آغاز بلاعنوان فصل/ باب سے ہوتا ہے جس میں آپ کا مختصر شجرہ نسب، اسماء گرامی- محمد احمد- نسل اسماعیل اوران کے اسماء گرامی اور مقام ولادت نبوی- مکہ- کا ذکر کیا ہے۔ اسماء گرامی کی لغوی اور دوسری تشریح وتفسیر حواشی میں کی ہے اور تورات وانجیل کے علاوہ صحیح بخاری کا حوالہ بھی دیا ہے۔ شجرہ نسب کو آپ سے شروع کر کے عدنان تک لے گئے ہیں۔ پدری نسب کے بعد مختصراً مادری نسب بھی دیا ہے اور آپ کے خاندان کو دونوں جانب سے بہترین قبیلہ اور قوم قرار دیا ہے۔

تاریخ ولادت دوشنبہ ۹ر ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکری بتائی ہے اور وقت صبح صادق بتایا ہے۔ حواشی میں تاریخ ولادت پر اختلاف اہل سیر کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اپنی مختار تاریخ کی تصدیق کے تقویمی دلائل دیئے ہیں۔ والد ماجد کی وفات قبل از ولادت نبوی کا مختصر حوالہ دے کر آپ کے اسم گرامی پر تعجب قریش کا ذکر بطور خاص ذکر کیا۔ پھر ذیلی

سرخیوں کے تحت حیات نبوی کے اہم مراحل مکی کا ذکر ہے جو حسب ذیل ہے:

ایام رضاعت (رضاعت حلیمہ سعدیہ کا ذکر ہے (ثویبہ کا نہیں ہے)، والدہ مکرمہ کا انتقال، بحیرا راہب کی ملاقات، (سفر شام کے دوران)، اس باب میں روایات واحادیث کا ذکر بھی ہے اور ان پر محاکمہ بھی، تجارت کا خیال (حضرت خدیجہ کے مال تجارت کے ساتھ)، نکاح (حضرت خدیجہ سے) ، قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد (حلف الفضول اور اس کی شرائط)، ملک کی طرف سے صادق وامین کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا (تعمیر کعبہ کے ذیل میں)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا (تعمیر کعبہ کے حوالہ سے)۔ حواشی میں تورات وزبور وغیرہ سے آپ کی صفات وعلامات پر عمدہ بحث ہے اور دوسرے امور ومعاملات پر بھی تبصرے ہیں۔ قرب زمانہ بعثت کی سرخی کے تحت روشنی اور چمک کے ظہور اور غار حراء میں عبادتیں کرنا دوسری ذیلی بحثیں ہیں۔ پیدائش کے حوالہ سے دوشنبہ کے دن کی اہمیت بھی اجاگر کی ہے۔

بعثت ونبوت کی سرخی کے تحت آپ کی نبوت کی تاریخ ۹ ربیع الاول دوشنبہ مطابق ۱۲ر فروری ۶۱۰ء بیان کرنے کے بعد غار حراء میں روح الامین کی آمد اور آپ کی منصب پیغمبری پر سرفرازی کا ذکر کیا ہے اور تنزیل قرآن کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ اس کے بعد غار حراء سے واپسی، گھر میں استراحت اور حضرت خدیجہ کی تسلی وشہادت آپ کے اخلاق کی سند پر بیان کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ورقہ بن نوفل سے ملاقات کی تفصیل ہے جس میں حضرت ورقہ کے رشتہ، علمیت، کلام اور تصدیق نبوی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے کچھ دن بعد قرآن کی تنزیل کا ذکر اور سورۂ اقرأ کے تلاوت کرنے کا حوالہ ہے۔ ذیلی سرخیوں کے تحت نماز کا آغاز، تبلیغ کا آغاز، علانیہ تبلیغ کا حکم بیان کیا گیا ہے جس میں خفیہ تبلیغ میں اولین مسلمان ہونے والوں کا ذکر خیر ہے اور یہ سب بہت مختصر مباحث ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد دوسری ذیلی سرخی ہے جس میں آپ کے فرائض تطہیر وتزکیہ اور تعلیم کا نمبروار ذکر کیا ہے: بعد میں سرخی لگائی ہے: تبلیغ کے پنجگانہ مراتب جس میں جغرافیائی اعتبار سے تبلیغ کے دائرہ کو وسیع ہوتا بتایا ہے: یعنی پہلے قریب ترین اعزہ کو، پھر قوم وشہر کے بہت سے لوگوں کو، پھر مکہ کے اطراف وجوانب کے قبیلوں کو، پھر عرب کے جملہ حصص اور قبائل کو اور پانچویں مرحلہ میں دنیا کی جملہ متمدن اقوام اور جملہ مشہور مذاہب کو دعوت دینے کا ذکر کیا ہے۔

بعثت کے وقت عالم کی جہالت کی نئی سرخی کے تحت بنو اسرائیل، یورپ، ایران، ہندوستان، چین، مصر وغیرہ کی جہالت کی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے اور پھر عرب کی حالت بیان کر کے آپ کی بعثت کی ضرورت بیان کی ہے۔

تبلیغ نبوی کو مختلف مراحل کے اعتبار سے مختلف ذیلی سرخیوں کے تحت مختصر مختصر بیان کیا ہے جیسے اپنے کنبہ میں تبلیغ، اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر، پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو تبلیغ تبلیغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششیں، آپ کے وعظ کی بڑی بڑی باتیں، منڈیوں اور میلوں میں آنحضرت کا تبلیغ فرمانا۔ ان مباحث میں حواشی نہیں ہیں۔

قریش کی مخالفت کے عنوان سے ان کی مخالفت کے چھ وجوہات بیان کی ہیں پھر اسلام کے خلاف قریش کی تدبیریں کی سرخی لگائی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی تعذیب کا مختصر حوالہ ہے کہ اگلی سرخی اسلام لانے والوں پر قریش کے جور وستم کے تحت اس کی تفصیل دی ہے، تعذیب کی اقسام بیان کر کے پہلے کمزور مسلمانوں کی تعذیب کا نام بنام ذکر کیا ہے پھر قریش کے اپنے عزیزوں اور فرزندوں پر مظالم کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں اگلی بحث ہے جو نسبتاً کچھ مفصل ہے اور اس میں تاریخ طبری اور بخاری کے حوالے بھی ہیں۔ ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں اگلی بڑی اور بزرگ تر سرخی ہے جس کے تحت ان کمیٹیوں کا الگ لگ عنوان سے ذکر ہے جیسے مستہزئین کی جماعت، دوسری سرخیاں یہ ہیں: دشمنوں کا عجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف سے، دشمنوں کے ریزولیشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف (۵۶-۴۷)۔

ہجرت حبش الگ اہم بحث ہے جس کی ذیلی سرخیاں کافی عمدہ ہیں: اولین ہجرت کے اسباب، مہاجرین کی تعداد اور حضرت عثمان کی امارت کے ذکر کے بعد قریشی تعاقب اور مسلم مہاجرین کے دوسرے گروہ کی تعداد، حضرت جعفر کی تقریر دربار نجاشی، اس ضمن میں مکہ کے سردار عتبہ بن ربیعہ کی تقریر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کلام و مکالمہ کا ذکر کیا ہے، قریشی وفود اور ان کے ابوطالب سے گفتگو کرنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اس پر آپ کی صلابت وغیرہ کے واقعات اسی ضمن میں بلاعنوان نو بیان کر دیئے ہیں (۶۳-۵۶)۔ دوسرے مباحث یہ ہیں: امیر حمزہ کا اسلام،

عمر فاروق کا اسلام لانا، نبی اپنے قبیلہ میں تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور ہے۔ابو طالب کا انتقال، خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال، نبی صلعم کا تبلیغ کے لئے مختلف قبائل کی جانب سفر کرنا (جس میں سفر طائف بلا عنوان تو موجود ہے)، مختلف مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغ کے لئے جانا، سوید بن صامت کا ایمان لانا، سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا/ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا، اسی ضمن میں بعض دوسرے قبائلی سرداروں جیسے ضماد ازدی وغیرہ کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے (۷۰-۶۳)۔

معراج کا بیان الگ عنوان وسرخی سے کیا ہے جس میں شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ سے بڑی طویل عبارت نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ دیا ہے اور بعض دوسرے مصادر کا بھی حوالہ دیا ہے۔معراج کی مختلف تاریخیں اور ان پر محاکمہ بھی موجود ہے (۷۴-۷۰)۔ان کے علاوہ اس دور/کی عہد کے دوسرے واقعات یہ ہیں: طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا، ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانا (۷۶-۶۵)۔

اسباب ہجرت کی سرخی کے تحت پہلے چھ خزرجیوں کے اسلام کا ذکر کیا ہے پھر بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کا بیان ان کی سرخیوں کے تحت ہے۔دوسری ذیلی سرخیاں یہ ہیں: مصعب کے وعظ پر اسید کا ایمان لانا، مصعب کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا، تمام قبیلہ (بنو عبدالاشہل) ایک دن میں مسلمان ہوا، عقبہ ثانیہ پر آنحضرت کا وعظ، نبی صلعم کے بارہ نقیب، قریش کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا، مسلمانوں کو ترک وطن کی اجازت مل گئی، ہجرت کی دشواریاں (جس کے تحت اولین مسلمانوں کی مشکلات ومصائب کا بیان ہے: (۸۴-۷۶)

ہجرت کے عنوان کے تحت اس کا مفصل بیان مختلف سرخیوں کے ذریعہ پیش کیا ہے ''مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے'' کے دعوے کے بعد لکھا ہے آنحضرت کو قتل کرنے کے لئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس، نبی کے قتل کی تدبیر، قاتلوں کے انتخاب کا طریق، انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر، ایک لڑکی (اسماء بنت ابی بکر صدیق) کی ایمانی قوت، غار کا قیام، غار سے روانگی (سراقہ کا تعاقب)، خیمہ ام معبد پر آنحضرت صلعم کا آرام لینا، حلیہ مبارک بزبان ام معبد جو زادالمعاد سے منقول ہے۔ اس کے بعد ''نبوت کے تیرہ سال مکہ میں'' عنوان کے تحت بعض اہم مباحث لائے ہیں جیسے سابقین اولین کی شان، اثناء راہ میں حضرت بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا، قباء میں پہونچنا، خطبہ (نماز جمعہ اولین) کے تحت خطبہ کا متن اور اس کا ترجمہ طبری سے ہے مگر کتاب طبری کا نام حاشیہ میں ''تاریخ

المآل والامم' چھپا ہے۔ ''مدینہ کا داخلہ'' اسلامی مصادر کے علاوہ تورات وزبور کے حوالے بھی حواشی میں رکھتا ہے۔ پھر ''مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ'' عنوان لگا کر چند بحثیں اٹھائیں ہیں کہ مکہ میں کیا صورت تھی اور مدینہ میں کیا پیش آیا۔ بعض عناوین ذیلی ہیں: یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے، عیسائیان مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے، عبداللہ بن ابی اور اس کی فکر وطریقہ پر بھی مختصر بحث اسی ضمن آئی ہے (۹۹-۸۴)۔

باب اول بلاعنوان ہے مگر اسکے تحت بعض ذیلی سرخیاں ایک ہی جگہ لگادی ہیں جن سے مباحث آئندہ کا اندازہ ہوتا ہے: استحکام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدہ، قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے، یہود کی عہد شکنی، مسلمانوں کی کامیابی، منادان اسلام کو وعظ وانداز میں آزادی ملنا، اسلام کی وسعت، امن بسیط کا قیام، ان سرخیوں کے بعد جو مباحث آئے ہیں وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں: جملہ اقوام سے معاہدۂ امن کے متن کا کچھ (بارہ) دفعات مع ترجمہ، گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع جو مختلف غزوات وسرایا کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔ قریش نے مدینہ پہونچ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش (جس میں عبداللہ بن ابی کے نام قریشی سرداروں کے خط اور مسلم ردعمل کا ذکر ہے)، دوسری سازش (کے عنوان سے یہود مدینہ سے سازباز کرنے کا ذکر ہے)، قریش مکہ کی دھمکی، قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ/ کرز بن جابر (فہری) کا مدینہ پر حملہ اور مویشیوں کی لوٹ، لشکر قریش کی تعداد اور ان کے قطعی ارادے کا یقین (جو دیباچہ غزوہ بدر ہے)، اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی، حکم جہاد کی ضرورت، اجازت جہاد کا پہلا حکم (سورہ حج ۶۴) اور اس کی تشریح مولف، مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر (جو خاصی مختصر فصل ہے)، قریش کی تیسری سازش اور نبی صلعم کے قتل کی تیاری، عمیر (بن وہب کا حملہ) اور اسلام لانا، قریش کا تیسرا حملہ/ غزوہ السویق یا قرقرۃ الکدر، قریش کا چوتھا حملہ یا جنگ احد (جس میں بعض مختصر مختصر سرخی کے تحت مباحث ہیں)، یہ فصل زیادہ مفصل ہے (۱۱۱-۱۰۸)۔ قریشی حملوں کے بعد واقعہ بئر معونہ اور رجیع کا دوسرے عناوین سے ذکر ہے، حضرت خبیب کے واقعہ جان نثاری کو تفصیل سے طبری وابن ہشام کی عبارتوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اسی میں قریش مکہ کا پانچواں حملہ عہد شکنی یا فتح مکہ (۲۶-۱۱۴) ہے اور اس کے دوسرے ضمنی واقعات بھی جیسے عورتوں سے بیعت وغیرہ اور مجرموں کی سزا وغیرہ، فتح مکہ کے ضمن میں حضرت یوسف کی حیات وکردار سے موازنہ بھی کیا ہے۔ پھر فتح مکہ کے نتائج اور اسلام میں بکثرت داخلہ کی وجوہات بیان کی

ہیں۔اس کے بعد جنگ حنین کی تفصیل ہے(۲۹-۱۲۶)۔ یہ پوری فصل معہ ذکر غزوات قریش کے حوالہ سے ہے(۱۲۹-۹۹)۔

فصل بلاعنوان کے تحت (یہودیوں کی شرارتیں،عہد شکنی، حملے اور مسلمانوں کی مدافعتوں) کی ضمنی سرخیاں ہیں۔ پہلے یہود کی مختصر تاریخ بیان کی ہے پھر غزوات بنوقینقاع ،بنونضیر، جنگ احزاب وخندق، بنوقریظہ ، اوران کے انجام کا ذکر کیا ہے ۔ قاضی صاحب غالباً پہلے مورخ وسیرت نگار ہیں جنہوں نے غزوہ احزاب کو یہود سازشوں اور یہودی کے خلاف غزوات میں شمار کیا ہے(۳۴-۱۲۹)۔

اگلی بلاعنوان فصل عیسائیوں سے جنگ سے متعلق ہے اوراس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر کر کے بعض غزوات وسرایا کا بیان پایا جاتا ہے جیسے جنگ موتہ، جیش عسرت، سفر تبوک، موخر الذکر کے ضمن میں بیان بھی مفصل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا متن مع ترجمہ موجود ہے اور دوسرے ضمنی واقعات وحالات کا بھی ذکر ہے۔اس فصل کا خاتمہ حضرت کعب بن مالک اوران کے رفقائے کرام کے امتحان وابتلاء کے واقعہ پرانہیں کی زبانی بیان کیا گیا ہے(۴۶-۱۳۴)۔

اسیران جنگ کے الگ عنوان سے مولف گرامی نے یہ بحث کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات وسرایا کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک فرماتے تھے۔ یہ بحث تاریخی، قانونی بھی ہے اور مختلف غزوات وسرایا کے حوالہ سے بھی (۴۸-۱۴۶)۔

باب دوم سلاطین عرب وعجم کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراسلت کے لئے خاص ہے۔ دیباچہ میں آپ کی آفاقی اور عالمی نبوت ورسالت کی وضاحت کر کے قرآن مجید واحادیث سے استدلال کیا ہے اور پھر مختلف بادشاہوں کے پاس مکاتیب گرامی بھیجنے کا الگ الگ عنوان سے بیان ہے۔ترتیب قاضی سلیمان یہ ہے: بادشاہ حبش کے نام، منذر بن ساویٰ شاہ بحرین، حکمرانان عُمان کے نام مع مکالمات سفراء اور بادشاہان گرامی، بالخصوص موخر الذکر بہت مفصل ہے۔،منذر بن حارث دمشق کے حاکم، ہوذہ بن علی حاکم یمامہ، جریج بن متیٰ الملقب بہ مقوقس شاہ اسکندریہ ومصر کے نام، فرامین نبوی بمعہ مکالمات سفراء گرامی، ہرقل شاہ قسطنطنیہ/ روما اور ابوسفیان وہرقل کے مکالمات مع تفصیلات، خسرو پرویز شاہ کسریٰ ایران کے نام فرمان نبوی، اس بحث میں بعض متون بھی منقول ہیں لیکن ہرقل کے نام نامہ مبارک کا متن نہیں ہے۔آخری بحث چند والیان ملک کے مشرف بہ اسلام ہونے سے متعلق ہے۔

ان میں ثمامہ (نجد)، جبلہ (غسان)، فروہ (خزاعہ/شامی علاقہ)، اکیدر (دومہ)، ذوالکلاع حمیری (یمن وطائف) کے اسلام لانے کا مختصر ذکر کیا ہے (۱۶۱-۱۴۹)۔

باب سوم وفود کے حوالہ سے اشاعت اسلام کے متعلق ہے۔ مختصر تمہید کے بعد حسب ذیل قبائل کے وفود کا ذکر کیا ہے، درمیان میں دوسری بحثیں بھی ہیں، دوسی: دعوت اسلام کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات ، صداء: مخبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے، وفد ثقیف: زنا حرام ہے، شراب کا استعمال حرام ہے، وفد عبد القیس: کرنے کا کام، وفد بنی حنیفہ، وفد طے، وفد اشعریین، وفد ازد، ایمان کی حقیقت، فروہ بن عمرو الجذامی کی سفارت، وفد ہمدان، وفد طارق بن عبد اللہ، وفد تجیب/ التماس دعا، وفد بنی سعد ہذیم، آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے۔ وفد بنی اسد، وفد بہراء ، وفد عذرہ، وفد خولان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ، وفد محارب: اسلام سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے، وفد غسان، وفد بنی الحارث: مغلوب نہ ہونے کی باتیں، وفد بنی عبس، (نجران)، وفد غامد، وفد بنی فزارہ: خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا، وفد سلامان، وفد نجران، یہ کافی مفصل فصل ہے (۹۰-۱۸۳) ، وفد نخع: ایک خواب اور اس کی تعبیر، چوتھا خواب اور تعبیر اور اس پر یہ باب ختم ہوتا ہے۔ قاضی صاحب نے زاد المعاد، ہدایہ، بلاذری کی فتوح البلدان، آیات قرآنی، آیات تورات وزبور وغیرہ کا حوالہ دیا ہے لیکن بنیادی ماخذ زاد المعاد ہے۔ (۹۲-۱۶۲)

باب چہارم ''مدینہ میں دہ سالہ قیام نبوی صلعم کے اہم واقعات ووفات'' سے متعلق ہے۔ اہم واقعات یہ ہیں: تعمیر مسجد نبوی، عبد اللہ بن سلام کا اسلام لانا، فاضل راہب، (ابو قیس صرمہ بن ابی انس) کا اسلام، نماز، مواخات میں پندرہ جوڑے بھائیوں کے گنائے ہیں جن میں سرفہرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کو رکھا ہے، اذان ، سلمان پارسی کا اسلام لانا، تحویل قبلہ، (جس میں آیات قرآنی کے علاوہ تورات وغیرہ سے بھی آیات نقل کی ہیں) اور عربی آیات اور ان کے اردو انگریزی ترجمہ کیا ہے اور کافی طویل بحث کی ہے۔ زکوۃ اور اس کے فوائد ، رمضان/ روزہ اور اس کے مفاتح ، بعض سرداروں اور بزرگوں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بھی ہیں جیسے ثمامہ بن اثال کا قبول اسلام صلح حدیبیہ مقدس، عمرۃ القضاء اور ان کے بعد جنگ خیبر کا ذکر کیا ہے (۲۳-۹۲۱۸)، خالد بن ولید کا ایمان، عمرو بن عاص کا اسلام، عدی بن حاتم طائی کا ایمان، مع ان کے قصہ کے، حج اور اس کی حکمت،

حج ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع، نئے عنوان سے آپ کے خطبہ حجۃ الوداع کا متن اور اس کا ترجمہ دیا ہے اور اس کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ یہ بحث بھی کافی طویل ومفصل ہے جس میں تورات وزبور وغیرہ سے آیات اور بشارتیں وغیرہ نقل کی ہیں (۴۳-۲۲۸)۔ خاتمہ میں خطبہ غدیر دیا ہے اور آپ کی بیماری سے قبل کے بعض واقعات بیان کئے ہیں (۲۴۵-۱۹۳)۔

اسی باب کی اگلا عنوان بحث مرض نبوی سے متعلق ہے جس میں مختلف سرخیاں ہیں جیسے آغاز مرض، آخری ہفتہ، پانچ یوم قبل از رحلت، چار یوم قبل از رحلت، دو یا ایک یوم قبل از رحلت، ایک یوم قبل از رحلت، آخری دن، حالت نزع رواں، غسل وتکفین، نماز جنازہ (۵۴-۲۴۶)۔

باب پنجم خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ جس کے مقدمہ/تمہید میں آپ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں بعض تفصیلات فرنچ مصنف سیدیو، حجۃ الاسلام غزالی، حکم الامت شاہ ولی اللہ، صحیح بخاری وغیرہ کے ذریعہ بیان کی ہیں۔ دوسرے ذیلی مباحث یہ ہیں: سکوت اور کلام، ہنسنا رونا، غذا کے متعلق ہدایت، مرض اور مریض، طبیب نادان، عیادتِ بیماران، علاج، خطبہ خوانی، صدقہ وہدیہ، اپنی تعریف، اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح، مصلحت عامہ کا لحاظ، بشریت ورسالت، بچوں پر شفقت، بوڑھوں پر عنایت، ارباب فضل کی قدر ومنزلت، خادم کے لئے دعا، ادب وتواضع، شفقت وپرداخت، عدل ورحم، اعداء پر رحم، جودوکرم، شرم وحیا، صبر وحلم، عفوورحم، صدق وامانت، عفت وعصمت، زہد، ضیف ضعیف، (عورتوں) کی اعانت اور ان کی آسائش کا خیال، اسیران جنگ کی خبرگیری، مردانہ ورزشیں، تیر افگنی، گھوڑ دوڑ، مردم شماری، تعلیمات رسالت، خدا کا حق بندوں پر، بندوں کا حق خدا پر، رحمت الٰہیہ کا بیان، خدمت والدین، نصرت باہمی، مسلمان کون ہے؟ ایمان کا کمال، شیرینی ایمان، پسندیدہ اعمال، اعمال شاقہ سے ممانعت، محنت کی تعریف مانگنے کی برائی، کن لوگوں پر رشک کرنا چاہئے، بہترین اخلاق کی تعلیم، اخلاق رذیلہ سے بیزاری اور اخوت کا حکم، ہمسایہ اور مہمان کا حق، کلام اور خاموشی، نجات کے لئے رسول کی ضمانت، صبر وشکر، پہلوان کون ہے؟ منادیان اسلام کا فرض، اثر محبت، قیدیوں مسکینوں اور بیماروں سے برتاؤ کا حکم، درخت لگانے کا ثواب، حیوانات سے ہمدردی، لونڈیوں کی تعلیم، لڑکیوں کی تعلیم وادب، منافق کون ہے؟ تاجر کون ہے؟ قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا، بادشاہ کی اطاعت کا حکم، وغیرہ۔ بعض اور اسی طرح کی سرخیاں ہیں (۷۷-۲۵۵)۔ آخر میں قرآن مجید

پر ایک فصل ہے (۹۷-۲۷۷)۔ اس میں الٰہیات کے عنوان سے ایک فصل ہے جس کے بعض عناوین ہیں: ذات خداوندی کا عرفان، سچے دین کی تعریف، بندہ کے اعمال سے اللہ کو کیا مطلوب ہے، شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے، نبی کے فرائض، اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دی جاتی ہیں اور موت کے بعد بھی، سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں، انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے مثمر بنتی ہے، صبر و پرہیزگاری کا درجہ وغیرہ (۸۴-۲۸۰)۔ پھر سلطنت کے اصول کے عنوان سے ایک بحث ہے اور اس میں حاکمان عدالت کے لئے علم ہونا نقض امن کی ممانعت ظلم باعث زوال ہے، نیکوکاری باعث قیام ہے وغیرہ کے فرامین ہیں (۲۸۵)۔ تعلیم و تعلم کے عنوان سے تبلیغ و تہذیب اخلاق کی بحث چند ذیلی سرخیوں کے ساتھ ہے (۸۸-۲۸۶)۔ اس میں کل پندرہ سرخیاں ہیں اور اسی پر قاضی سلیمان کی رحمۃ للعالمین کی جلد اول ختم ہوتی ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین کی جلد دوم کے ابتدائی مباحث میں عرض ناشر اور تمہید مصنف کے بعد باب اول شروع ہوتا ہے جو النسب کے عنوان سے ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب گرامی سے بحث کرتا ہے۔ اس مبحث کا اولین حصہ قبل اسلام کی تاریخ اور آبا و اجداد نبوی کی سوانح سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ تاریخ اسلامی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دختروں کی اولاد کے کردار و سوانح سے بحث کرتا ہے۔ درمیان درمیان میں دوسرے متعلقہ مباحث بھی آتے گئے ہیں۔ باب اول کے بنیادی مباحث حسب ذیل ہیں: شجرہ طیبہ کو مؤلف گرامی نے تین حصوں میں منقسم کیا ہے: حصہ اول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک شجرہ اور اس کے قد آور بزرگان قریش کا ذکر ہے۔ ابتداء حافظ ابن عبد البر سے کی ہے، نسب پدری اور نسب مادری میں تاریخ طبری، طبقات ابن سعد اور الکامل ابن اثیر بنیادی مصادر ہیں۔ اس مختصر تمہیدی فصل میں نسب نبوی کی وضاحت و صراحت پر کلام کیا ہے پھر حصہ دوم میں نسب گرامی کا ذکر معد بن عدنان سے اوپر تک کیا ہے۔ اس میں محدثین، تورات و انجیل، سبائک الذہب از سویدی، کتاب رحلہ الشافعی مصنفہ جلال الدین سیوطی کے علاوہ سر سید احمد علیہ الرحمہ کے خطبات اور ابن سعد کی طبقات، تاریخ طبری کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ کہاں کہاں سے کیا کیا مواد جمع کیا ہے اور حصہ سوم میں حضرت اسماعیل سے حضرت آدم تک نسب گرامی کی تفتیش کی ہے اور تورات وغیرہ سے اصل نام معہ عمر بیان کر کے ان کی درمیانی نسلوں سے بحث کی

ہے (۱۲-۱)۔ یہ ضروری تمہیدات کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اصل بحث شروع ہوتی ہے۔

شجرہ طیبہ کا حصہ اول جدول کی شکل میں ہے جس کے مندرجات بالترتیب یہ ہیں: نمبر شمار، آبائہ الکرام و امہاتہ العظام، امہات کے ددھیال اور ننھیال جس میں نانا، نانی کا شجرہ نسب ہے اور جہاں وہ نسب پدری سے جاملتا ہے۔ اس کے بعد سلسلہ پدری دیکھنے کی ہدایت درج ہے۔ بعض اسماء گرامی کی مزید نسبی وضاحت کے لئے حواشی میں تفصیلات دی ہیں۔ یہ جدول عدنان تک ۲۱ پشتوں کا ذکر کرتی ہے (۱۵-۱۳)۔

حصہ دوم نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی بشکل جدول ہے اور اس کے اندراجات یہ ہیں: نمبر شمار بروایت مندرجہ طبری (۱) بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر، توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔ اس میں حواشی کی توضیحات اصل عربی عبارتوں پر مبنی ہیں۔ اس جدول میں ۲۲ تا ۶۰ پشتوں کا ذکر ہے اور قیدار آخری بزرگ ہیں (۱۹-۱۶)۔

حصہ سوم حضرت اسماعیل تا حضرت آدم علیہم السلام بھی بصورت جدول ہے جس کے اندراجات مختلف ہیں: نمبر شمار، نام اور عمر- یہ ۶۱ ویں پشت سے ۸۰ پشت تک ہے مثلاً: ۶۱ - اسماعیل علیہ السلام / ۱۳۷ سال کی عمر پائی۔ اس میں دو حاشیے اردو میں ہیں (۲۰-۱۹)۔

''یسوع مسیح کا نسب نامہ'' کے عنوان سے بھی ایک شجرہ نسب ہے۔ وہ بھی تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے: حصہ اول از یوسف (شوہر مریم) تا زرّو بابل،۔ اس میں بزرگان شجرہ کا ذکر بصورت جدول ضرور کیا گیا ہے اور انجیل لوقا اور انجیل متی کے مطابق دو الگ الگ خانوں میں- کل میزان پشتہائے حضرت مسیح تیس بیان ہوا ہے جس میں سے انجیل متی میں صرف گیارہ ہیں (۲۱-۲۰)۔ اس میں بھی بعض حواشی اردو میں ہیں۔ بعد میں پانچ پیراگراف میں ان پر بحث اور ان کے اختلاف پر کلام ہے۔

حصہ دوم سیالتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک وسیع ہے اور وہ بالترتیب تین الگ الگ خانوں میں لوقا، متی اور بائیبل پر مبنی ہے پھر اس میں ان کی تنقیدی اور تجزیاتی بحث ہے (۲۷-۲۲)۔

حصہ سوم حضرت داؤد تا حضرت آدم علیہم السلام پر مبنی ہے۔ مختصر تمہید کے بعد جدول ہے جس کے ایک خانہ میں نام ہے اور دوسرے میں کنیت کے عنوان سے کچھ عمر، حکمرانی، حالات کا ذکر ہے مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کی کیفیت یہ بیان کی ہے ''۳۰ سال کی عمر میں سلطنت پائی، ۴۰ سال سلطنت کے بعد

قریبا ۱۵-۱قبل مسیح رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔اس حساب سے ان کی ولادت قبل مسیح ۹۴۵ سال میں تھی"۔ بعض میں زوجہ کا نام ہے، کسی میں کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت کا ذکر ہے(۲۸-۲۷)۔

اس باب کی فصل دوم کا عنوان ہے:"شجرہ عالیہ نبویہ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات" اور اس میں حضرات آدم، نوح، اور ان کی اولاد امجاد- سام، حام، یافث- اور ان کی اولادوں کا حال معہ مختصر شجرۂ نسب مذکور ہے۔ اسی میں سامی زبانوں کی ترقی اور عربی کی بقا اور باقی السنہ کی تباہی کا ذکر ہے۔"سامی زبانیں" کے عنوان سے عربی سے ان کی مماثلت بیان کی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام، سیدنا اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق، حضرت اسماعیل کی اولادوں کا ذکر ہے۔اس میں آیات قرآن وتورات وزبور کے علاوہ احادیث بخاری وغیرہ کا بھی حوالہ ہے۔ پھر عدنان کی اولادوں اور ان کی اولادوں کا ذکر نام بنام ہے جو معد سے شروع ہوتا ہے اور بالترتیب نزار، مضر، الیاس، مدرکہ، خزیمہ، کنانہ، نضر، مالک، فہر، غالب، لوی، کعب، مرہ، کلاب، قصی، عبد مناف، ہاشم، عبد المطلب اور ان کی اولادوں حارث اور لوی کے فرزندوں، ابوطالب اور ان کے خاندان، حضرت علی کی اولاد امجاد، حمزہ، ابولہب، عباس اور ان کی اولاد گرامی اور زبیر کا ذکر کرتا ہے۔اس میں شروع کے تمام بزرگوں کے شجرہ ہائے نسب بھی ہیں اور اسلامی خاندانوں کے صرف حالات ہیں، اس کے بعد عمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ ترسرخی کے تحت آپ کی چھ پھوپھیوں -ام حکیم بیضاء، امیمہ، عاتکہ، صفیہ، برہ، اروی- کا مختصر مختصر ذکر کر کے سلسلہ نسب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ سے ملا دیا ہے اور ان کے حالات بیان کر کے والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کا نسب اور حالات بیان ہیں (۱۰۵-۲۹)۔

فصل دوم آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے، حصہ الف کے تحت تین فرزندوں- قاسم ،عبداللہ اور ابراہیم- کا ذکر ہے اور موخر الذکر کا ذکر خیر خاصا مفصل ہے بلکہ اصل بحث انہیں پر ہے اور اس حصہ کا خاتمہ کسوف شمس کی جدول پر ہوتا ہے(۱۱۲-۱۰۶)۔

حصہ(ب) کے تحت بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، پہلے تمہید میں ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی بزرگی وغیرہ پر بحث کی ہے پھر بالترتیب زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن کا ذکر ہے۔ظاہر ہے کہ موخر الذکر کا بیان سب سے زیادہ ہے، سب سے کم حضرت ام کلثوم کا حال بیان کیا ہے(۲۹-۱۱۲)۔

"ابنائے فاطمہ علیہ السلام" کے لئے الگ سرخی لگائی ہے اور ترتیب سے ان کی اولاد امجاد کا ذکر

کیا ہے: (۱) امام حسن علیہ السلام سبط النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اولاد امام حسن علیہ السلام - بارہ فرزندان گرامی کا مختصر ذکر (۲) امام حسین علیہ السلام سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معہ واقعہ کربلا، اوران کی اولاد امجاد - زین العابدین، عبداللہ الباہر، زید الشہید، عمر الاشرف، حسین الاصغر، علی الاصغر، امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی الرضا، امام محمد الجواد، امام علی النقی، امام حسن عسکری - کا ذکر ان کے اسماء گرامی کے عناوین کے تحت ہے اور آخری امام محمد کا گیارہویں امام کے ساتھ (۴۷-۱۳۰)۔ ان تمام فصول ومباحث میں مولف گرامی نے قرآن وحدیث کے علاوہ تاریخی آثار وروایات بھی نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض ائمہ کرام کے اولاد واخلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔

باب دوم امہات المومنین کیلئے وقف کیا ہے۔ پہلے تعدد ازواج پر عیسائی اعتراضات کا جواب قانون اور مذہب کی رو سے دیا ہے اور ایشیا کے مشہور مذاہب کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ تعدد ازواج کے قائل ہیں اور قانون سے بحث کا آغاز کیا ہے۔ ''منہاج نبوت اور تعداد زوجات'' کے عنوان کے تحت انبیائے کرام کے بزرگ ہونے کا ذکر تورات وزبور سے کرنے کے بعد ان کے تعدد ازواج پر عمل اوران کی ازواج مطہرات کی تعداد بیان کی ہے اوران کے نام بیان کئے ہیں جیسے حضرت ابراہیم کی تین بیویاں - ہاجرہ، سارہ، اور قتورہ - تھیں۔ حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت موسیٰ کی بے تعداد بیویاں تھیں، حضرت داؤد نو بیویوں، دس حرموں کا ذکر بائیبل سے کیا ہے۔ حضرت سلیمان کی ایک ہزار عورتیں کے عنوان سے بحث کی ہے۔ یہ فصل پوری ایک بحث رکھتی ہے (۵۴-۱۴۷)۔

دوسری فصل کے تحت ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کثرت زوجات'' کے عنوان سے بحث کی ہے۔ آپ کے نکاحوں اور شادیوں کے مقاصد حسنہ اور اغراض طیبہ کی وضاحت مختلف ازواج کے حوالہ سے کی ہے مثلاً حضرت صفیہ سے شادی کے بعد یہود سے کوئی جنگ نہیں ہوئی، حضرت ام حبیبہ سے شادی کے بعد قریش مکہ کے سردار ابوسفیان کی دشمنی تمام ہوئی وغیرہ (۵۷-۱۵۴)۔

اگلی فصل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں قائم کی ہے اور ہر فضیلت کی بحث مختلف نکات وبیانات کے تحت کی ہے۔ کل نو فضائل بیان کئے ہیں اوران کی ذیلی بحثیں دی ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث سے یہ فصل مدلل ہے (۶۹-۱۵۷)۔

اس کے بعد کی فصل کا عنوان ہے: ''ازواج مطہرات کے ساتھ نبی صلعم کا حسن سلوک'' اس

کے تحت ان کے ساتھ حسن سلوک ومعاشرت کا ذکر، لباس، غذا، وقت، خوش مذاقی، توقیر واکرام، دلنوازی وغیرہ کے حوالہ سے کیا ہے۔ پھر ان کے کاموں اوران کے نقد مہر کا ذکر مختصر ہے اور آخری ایک جدول ہے جس میں یہ دکھایا ہے کہ انساب امہات المومنین کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب کس پیڑھی میں جاملتا تھا (۷۲-۱۶۹)۔

امہات المومنین میں سے ہر ایک کے مفصل حالات کیلئے ایک جداگانہ فصل قائم کی ہے۔ اور ترتیب کے ساتھ حضرات خدیجہ، سودہ، عائشہ، حفصہ، زینب بنت خزیمہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، جویریہ، ام حبیبہ، صفیہ اور میمونہ بنت الحارث کے سوانحی خاکے دئے ہیں جس میں ان کے حالات وکوائف کے علاوہ ان کی حدیثی مرویات، ان کے نکاح اور اس سے متعلق معاملات واختلافات اور ان کے اعزہ واقارب کا بھی ذکر کیا ہے۔ بعض مستشرقین کے اعتراضات کا بھی جائزہ لیا ہے جو وہ حضرت زینب بن جحش اور بعض دوسری ازواج مطہرات کے ضمن میں کرتے ہیں۔ یہ باب پورا کا پورا بہت قیمتی معلومات پر مبنی ہے۔ خاتمہ میں امہات المومنین کے بارے میں ایک تاریخی جدول دی ہے جس کے بالترتیب اندراجات حسب ذیل ہیں: نمبر شمار، نام زوجہ مطہرہ، سنہ نکاح، ام المومنین کی عمر بوقت نکاح، عمر (بوقت وفات)، سنہ وفات، مقبرہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی مدت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بوقت نکاح، کیفیت (۲۲۵-۱۷۳)۔

باب سوم غزوات وسرایا سے متعلق ہے۔ تمہید میں مکی سرداروں کے مختلف گروہوں کی مخالفت وعداوت اسلام اور تعذیب مسلمین کا ذکر کرنے کے بعد ہجرت کے بعد کی اسلامی کامیابی پر قریش حسد وجلن کی وضاحت کی ہے اور اسے اولین وجہ جنگجوئی قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف النوع اور کثیر المقاصد سرگرمیوں اور نقل وحرکت کا نام غزوات وسرایا رکھ دیا ہے حالانکہ ان کے مقاصد مختلف تھے۔ غزوہ وسریہ کی تعریف اور محدثین کرام کے مطابق کل تعداد غزوات وسرایا بیان کرنے کے بعد ان کی ایک تاریخی جدول بھی دی ہے جس کے اندراجات حسب ذیل ہیں: نمبر شمار، غزوہ وسرایا کا نام مع تاریخ، لشکر اسلام کی تعداد مع نام سردار، لشکر دشمن کی تعداد مع نام سردار، مسلمانوں کا نقصان جس کے دوضمنی خانے ہیں: ایک زخمی یا اسیر اور دوسرا شہداء، اسی طرح دشمن کے نقصان کے دو خانے ہیں۔ ساتواں اندراج نتیجہ کا ہے اور پھر کیفیت ہے۔ کل غزوات وسرایا کی تعداد بیاسی نقل کی ہے۔ پھر ان

کے ساتھ حواشی بھی ہیں اور ان سے متعلق بعض امور و معاملات کی تشریح بھی کی ہے جو غزوات وسرایا کے مقاصد و محرکات پر روشنی ڈالتے ہیں (۲۱۵-۱۸۳)۔ مولف گرامی نے اس باب میں غزوات وسرایا کے نتائج کا بھی تجزیہ کیا ہے۔

ایک اور فصل میں مولف قاضی محمد سلیمان نے یہ بحث کی ہے کہ دس برسوں پر محیط غزوات وسرایا میں کم سے کم جانی نقصان ہوا اور مختلف مصادر سے شہیدوں اور مقتولوں کی تعداد جمع کی ہے اور تمام غزوات وسرایا کی جدولیں تیار کی ہیں۔ پہلی شہدائے بدر کی ہے پھر بالترتیب غزدہ سویق، غزوہ احد، یوم رجیع، بئر معونہ، مریسیع، خندق، بنو قریظہ، غابہ، ذوالقصہ، سریہ وادی القریٰ، عرنیین، غزوۂ وادی القریٰ، خیبر، مکہ، حنین، طائف اور مشاہد مختلفہ۔ شہدا کے اسماء گرامی کے ساتھ ان کے سوانحی حالات بھی مختصر کیفیت کے خانے میں دئے ہیں (۳۴-۲۱۵)۔

باب چہارم انبیائے سابقین علیہم السلام کے حالات و واقعات کے لئے خاص کیا ہے۔ ترتیب سے اس میں ذکر خیر ہے: حضرات آدم، نوح، ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، داؤد، سلیمان، ایوب، زکریا، یحییٰ اور مسیح علیہم السلام کا۔ مولف گرامی نے قرآن مجید اور تورات، انجیل وزبور وغیرہ کے بیانات کا موازنہ کیا ہے اور قرآن مجید کے بیانات سے اپنے مقصد کی تائید فراہم کی ہے کہ دوسری کتب مقدسہ میں تحریف و تبدیلی کی گئی ہے (۵۵-۲۳۵)۔

پانچویں باب کا عنوان ہے: افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ تمہید میں آپ کی افضلیت کی اہمیت دکھا کر اور علماء متقدمین ابو نعیم اصفہانی، عیاض مالکی وغیرہ کی تصانیف اور تحریروں سے استدلال کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام انبیائے کرام کے فضائل آپ کی ذات اقدس میں پوری طرح سمو دئے گئے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مجموعۂ خیر و خوبی تھے بلکہ تمام انبیائے کرام کے صفات و فضائل کے جامع و حامل گرامی بھی تھے۔ قرآن و حدیث اور دوسرے مصادر سے ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں اور فضیلتوں پر کلام کیا ہے اور پھر آپ کی ذات میں ان کا اجتماع دکھایا ہے۔ حضرات آدم، ادریس، الیاس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، ہارون، الیسع، داؤد، سلیمان، یونس، ایوب، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ مسیح علیہم السلام کے بارے میں پہلے تمام آیات قرآنی سے فضیلتیں جمع کی ہیں پھر احادیث اور اشعار سے آپ کی افضلیت کے شواہد

اکٹھا کئے ہیں (۲۰۳-۲۵۶)۔اسی ضمن میں قاضی سلیمان منصور پوری نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بنیادی اسماء گرامی-محمد اور احمد- سے موسوم اسلامی محدثین ،مفسرین ،فقہا،شاہان وامراء کی فہرستیں بھی دی ہیں جو بالترتیب یہ ہیں: ائمہ محدثین کے دس اسماء ،فقہائے محققین کے انیس،عرفائے کاملین کے چار، وزراء وامراء کے چھ، شعراء وادباء کے بارہ اور نحویوں کے دو اسماء کی فہرستیں ہیں (۳۰۶-۳۰۴)۔اس کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اور صفات قرآنی -شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر- کی تفصیل وتشریح پیش کی ہے (۱۳-۳۰۶)۔

باب ششم کا عنوان آیت قرآنی ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ،اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالم کی صفت پر بحث ہے۔ پہلے ان آیات کو جمع کیا ہے جن میں مختلف اشخاص کے لئے رحمۃ للعالمین آیا ہے پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی ،اشخاص وافراد کے حوالہ سے اس کے اظہار کا ذکر کیا ہے۔ یہ پورا باب خطابیہ انداز زیادہ رکھتا ہے۔ اسی میں اسلام کی جنگی تعلیمات پر بحث کی ہے،وہ جنگ برائے امن قرار دیتا ہے کہ اسلام مذہب امن ہے (۲۵-۳۱۴)۔

ساتواں باب حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔محبت وعشق کے معانی بیان کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی اصل مراد بیان کی ہے اور آیات واحادیث واستدلالات سے واضح کیا ہے کہ آپ کی محبت ایمان کا جزو ہے۔قرآنی آیات ،انبیاء سابقین کے حالات وواقعات ،احادیث اور دوسرے حوالوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وفضائل کا ذکر کیا ہے۔آپ کے محاسن اخلاق کی تفصیل اس باب میں آئی ہے،وہ عنوان وار ہے اور بالترتیب وہ ہیں: جود وسخا، عدل وانصاف ،نجدت وشجاعت ،تواضع ،حیا، شفقت ورافت ،عفو وکرم ، زہد فی الدنیا، عام اخلاق ،اس کے بعد مختلف صحابہ کرام کی محبت اور ان کی زبان بلاغت کے بیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر پیش کیا ہے (۴۷-۳۲۶)۔

باب ہشتم کا عنوان ہے: "ولتعلموا عدد السنين والحساب" اور غرض وغایت ہے تقویم اسلامی کی تشریح یعنی سنہ ہجری کے بیان میں دن، تاریخ کی تطبیق ہو۔غرہ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ معلوم ہو جائے۔ چھ نقشہ غرہ سنین قمری ہجری دیا ہے جس کے مطابق مختلف سنین کی تاریخ معلوم ہو سکتی ہے۔دوسری تقویموں سے اس کا موازنہ کر کے اس کی افضیلت ثابت کی ہے، وہ تقویمیں ہیں:

جولین پیریڈ، سنہ عبرانی، نوح یا سنہ طوفان، کل جگ، سنہ ابراہیمی، بخت نصری، سنہ سکندری، بکرمی بروشٹہ، بکرمی قمری شمسی سال، عیسوی قدیم، عیسوی جدید، قبطی جدید، جلوس نوشیروانی، عام الفیل، ان سب میں شروع سنہ کے پہلے دن، سال کے پہلے مہینہ، مقدار سال، تعداد ایام وغیرہ پر مشتمل اندراجات کی جدولیں بھی ہیں اور خاتمہ میں ہے: ''جدول آغاز شہور قمری بابت نسب و سنہ سال نبوت محمد یہ صلعم'' بقیہ دوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحیہ' اس کے بعد ہے' جدول واقعات عظیمہ متعلقہ سیرت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ، جو ولادت تا وفات اہم واقعات کو یوم سنہ قمری اسلامی، سنہ شمسی عیسوی کی تاریخ و ماہ کے ساتھ پیش کرتی ہے (۶۸ - ۳۴۸)۔ خاتمہ میں وہ فہرست کتب ہے جن سے جلد دوم میں استفادہ کیا گیا ہے۔ پھر ایک قصیدہ ہے ''در حمد باری تعالیٰ'' اور یہی آخری اندراج ہے جلد دوم رحمۃ للعالمین کا۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین کی جلد سوم کے سرورق اور فہرست مضامین کے بعد مرتب مولانا سید سلیمان ندوی کا مختصر مقدمہ ہے اور پھر تمہید از مصنف ہے۔ یہ پوری جلد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خصوصیات و خصائص کے بیان پر مبنی ہے۔ باب اول خصائص النبی پر ہے اور تمام خصوصیت نمبروار گنائی اور بیان کی ہیں۔ یہ خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعداد میں چھبیس ہیں۔ پہلی خصوصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیت قرآنی (سورۂ فتح: ۵) ہے، دوسرے انبیائے کرام کے اسماء گرامی کے معانی و مفاہیم کی تشریح و تعبیر کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسم اعلیٰ کے مفاہیم و خصائص اجاگر کیے ہیں۔ اسی میں قرآنی آیات کے حوالہ سے انبیائے سابقین کی زبان سے لفظ رسول کی تشریح و تعبیر کی ہے۔ اسی طرح کی مختصر و مفصل تفصیلات و تشریحات دوسرے خصائص کے بارے میں بھی ملتی ہیں جو حسب ذیل ہیں: (۲) **رسولا منکم** (۳) **علمک مالم تکن تعلم** (۴) **الم نشرح لک صدرک** (۵) **ووضعنا عنک وزرک** (۶) **ورفعنا لک ذکرک** (۷-۹) **ماودعک ربک وما قلیٰ، وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**، (۱۰) **النبی الامی**، (۱۱) **الکوثر** (۱۲) سورۂ فتح کی اولین آیت (۱۳) **وما رمیت اذ رمیت**۔ یہ تیرہ خصائص وجود گرامی کی بتائی ہیں اور خصائص کا یہ اول حصہ ہے۔

خصائص کے دوسرے حصہ میں خصوصیات نبوت بھی اسی تعداد میں بیان کی ہیں جو یہ ہیں: (۱۴) تلاوت کلام الٰہی (۱۵) تعلیم نبوی (۱۶) تعلیم کتاب و حکمت (۱۷) اصر و اغلال (بوجھ) اتارنا (اس میں

اصلاح معاشرہ ودین کی تفصیلات انبیائے سابقین اور ان کی قوموں کے حوالے سے بیان کی ہیں، دوسرے اہل مذہب مجوس اور بدھ وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور اسلامی تعلیمات اور ان کے اثرات کی تشریح کی ہے، (۱۸) رسول قوم قریش (۱۹) عزیز علیہ ما عنتم (۲۰) حریص علیکم (۲۱) بالمومنین رؤف رحیم یہ چاروں سورہ توبہ پر مبنی ہیں، (۲۲) وما ارسلنک الا کافة للناس (۲۳) سورہ فتح کے حوالے سے آپ کے ہاتھ پر بیعت گویا دست الٰہی پر بیعت کرنی ہے (۲۴) رسول اللّٰہ وخاتم النبین (۲۵) رحمة للعالمین (۲۶) ''فبهداهم اقتده'' کہ انبیائے کرام کی روایت کی پیروی فرمائیں۔ اس میں آیت انعام رکوع ۹ میں مذکور انبیائے کرام کی ترتیب پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی حکمت بیان کی ہے پھر ان انبیاء کرام کے حالات وسوانح بھی بیان کئے ہیں الگ الگ نئی سرخیوں کے ساتھ اگرچہ مذکورہ بالا خصائص النبی کی تشریح قرآنی آیت پر مبنی ہے لیکن کہیں کہیں احادیث سے بھی استدلال کیا ہے اور اشعار سے بھی۔

فصل سوم کا عنوان ہے: خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے آغاز میں صحیحین کی ایک حدیث ہے اور اس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی تھیں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملی تھیں: رعب کے ذریعہ نصرت، تمام زمین مسجد و پاک، مغانم کی حلت، شفاعت اور عالمگیر نبوت اور رسالت، پھر اس کی تشریح کی ہے جو الگ الگ سرخیوں کے ساتھ ہے۔

اگلی خصوصیت معراج کی ہے جس کا بیان سورہ اسراء کی پہلی آیت سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے ذیلی مباحث ہیں: تعداد معراج، تعین زمانہ، راویان احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث (جو بشکل جدول ہے) پھر اس کی تشریح وتجزیہ کیا ہے۔ واقعات معراج، ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاء کی ملاقات کا راز، قرآن کریم اور معراج شریف، بیداری اور خواب کی بحث۔ اسی پر یہ فصل تمام ہوتی ہے۔

فصل چہارم معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ پہلے معجزہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی اور تعریفات بیان کی ہیں پھر لفظ قرآنی آیت کی تشریح آیات ولغت وغیرہ کے حوالہ سے کی ہے اور عقلی استدلال اور تجزیہ سے بھی کام لیا ہے۔ اس کے بعد ہر معجزہ کو الگ الگ اس کے عنوان عربی اردو کے ساتھ بیان کیا ہے:

(۱) پانی کا معجزہ، مختلف تاریخی واقعات اور زمان ومکان کی قید کے ساتھ (۲) دودھ کی برکت،

(۳) کثرتِ طعام (۴) نباتات پر اثر جس کے تحت حنین جذع کا واقعہ بیان کیا ہے، حیوانات پر اثر، افلاک پر اثر اور معجزہ شق القمر، اس معجزہ کے وقوع کے وقت کے متوازن اوقات ممالک غیر کا ایک نقشہ آخر میں دیا ہے۔ قاضی سلیمان منصوری نے ان معجزات کو قسم اول میں رکھا ہے۔

معجزات کی قسم دوم کی تفصیل یہ ہے: اطلاع اخبار مستقبلہ وواقعات آئندہ جیسے جہاد بحری کی اطلاع، مختلف واقعات کے بارے میں پیشگوئی، پیشگوئی متعلق فتوحات ممالک، فتح مصر کی پیشگوئی، ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیشگوئی، حضرت سراقہ کے بارے میں پیشگوئی۔ اسی میں بھی معجزات قسم دو کی پیشگوئیاں ہیں جیسے ۲۹۳ سال پیشتر کی پیشگوئی، ۶۵۴ سال پہلے کی پیشگوئی یعنی اخبار ماضیہ کی پیشگوئیاں، ان کے علاوہ معاصر زمانے کے واقعات وحالات سے ان کی تصدیق وشہادت پر بھی کلام کیا ہے۔

قسم سوم از معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت بعض دعاؤں کو بیان کیا ہے جیسے قتل سے مصئون رہنے کی دعاء، دعائے عفت، مختلف صحابہ کرام سائب بن یزید، عبدالرحمٰن بن عوف، انس بن مالک، مالک بن ربیعہ سلول کے لئے تکبر کی سزا، شکستہ استخوان کی درستی۔ اسی پر معجزات کا باب منصور پوری ختم ہوتا ہے۔

فصل پنجم اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وخصوصیات کیلئے قائم کی ہے جس میں آپ کے اسماء گرامی - محمد اور احمد - کی تشریح وتعبیر سے گفتگو شروع کی ہے اور پھر آپ کے تمام دوسرے اسماء گرامی جیسے امین، بشیر، نذیر، یتیم، خطیب، روح الحق، سید، صادق وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اس میں عام طور سے معروف ومشہور ننانوے اسماء گرامی کے علاوہ بہت سے دوسرے اسماء وصفات بھی شامل ہیں۔ آیات قرآنی، احادیث نبویہ سے برابر استشہاد کیا ہے، اشعار وغیرہ بھی نقل کئے ہیں جیسے قصیدہ کعب بن زہیر کے بعض اشعار اور جدید مفکرین کے اقوال وآثار بھی دیے ہیں۔

فصل ششم سنت مصطفویہ طریقہ محمدیہ سے بحث کرتی ہے جس میں قاضی عیاض کی کتاب الشفاء کے حوالہ سے بحث کا آغاز کیا ہے۔ ان کے علاوہ ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین وغیرہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ سنت وطریقہ محمدی کیا ہے، اس کی تعریف، حضرت علی کی روایت کردہ حدیث **المعرفۃ راس مالی الخ** کے حوالے سے کی ہے۔ اس میں مختلف دوسری احادیث اور تعلیمات ہیں اور قاضی صاحب

کی تفسیرات وتعبیرات بھی۔ تصوف کے نقطۂ نظر کی ترجمانی اکابرصوفیہ کی کتابوں، تحریروں اور مقالوں سے کی ہے۔ اس میں صبر وزہد، صدق وامانت، طاعت و جہاد، علم وعقل، حب وشوق، ذکر الٰہی، حزن وملال وغیرہ کی ہر ہر عنوان سے الگ الگ تشریح وتعبیر ملتی ہے جس کا خاتمہ نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے مشہور فقرے پر ہوتا ہے۔

باب دوم خصائص القرآن کے لئے وقف ہے۔ اس کی تعریف، اس کے اسماءِ گرامی کی تشریح اور دوسرے مباحث ابن قیم کی کتاب الشوق الی علوم القرآن کے حوالے سے لائے ہیں۔ اس کی متعدد فصول ہیں اور ان کے ذیلی مباحث وعناوین ہیں جو یہ ہیں: فصل اول ضرورت قرآن، فصاحت وبلاغت قرآن جس کے تحت اصول عبادت، شرف انسانیت، اوامر ونواہی محرمات، تعاون، عدم تعاون، وزن اعمال، عدل ورحم، عفو عام، وغیرہ پر لگ بھگ ۴۷ سرخیوں کے تحت بحثیں ہیں جو خاصی مختصر ہیں۔

فصل دوم معانی عالیہ اور مضامین نادرہ قرآنی پر بحث کرتی ہے: پہلے مضامین کے دو اعتبارات۔ وسعت اور عمدگی۔ بیان کر کے قرآن کے مضامین پر مختصر دو تین صفحات کی بحث لکھی ہے۔

فصل سوم تاثیر قرآن کے لئے وقف ہے، فصل چہارم میں نمونہ تعلیم دیا ہے۔ پھر دوسری بحثیں ہیں جیسے قبولیت قرآن، خصوصیات قرآن مجید جو زیادہ مفصل ہے۔ انہوں نے دوسری کتب مذہبی تورات وانجیل اور ویدوں وغیرہ سے موازنہ بھی کیا ہے۔

فصل پنجم قرآن مجید کا مصنف کا عنوان رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بطور متکلم ہونے پر بحث پیش کرتی ہے۔

فصل ششم ''قرآن ذی الذکر کی پیشگوئیاں'' کے عنوان سے ہے اور اس سے اگلی فصل میں قرآن عظیم سے متعلق سات پیشگوئیوں کا بیان ہے جو ترتیب وار بیان کی ہیں۔ اس میں نقشہ حروف تہجی بھی دیا ہے اور قرآن مجید کی تدوین عہد رسالت واسلامی خلافت بالخصوص دور عثمانی میں کی جانے والی خدمات کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد تیسری چوتھی وغیرہ پیشگوئیاں ہیں۔ پھر اسلام کے متعلق چار پیشگوئیاں بیان کی ہیں۔ اس میں تمہید کے بعد وہ چاروں پیشگوئیاں ترتیب وار اپنے عناوین سمیت آئی ہیں۔ اس کے بعد مہاجرین کے متعلق تین پیشگوئیاں نقل کی گئی ہیں۔ اہل ایمان سے متعلق پیش گوئیاں خاصی اہم اور مفصل بحث ہے اور اسلامی تاریخ اور عہد نبوی کے واقعات بالخصوص دشمنان اسلام کے سرداروں کے

حوالے سے بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اگلی بحث جملہ کفار عرب کیلئے پیشگوئیاں کا عنوان رکھتی ہے کہ مسلمان غالب ہوں گے اور دوسرے مغلوب ورسوا وغیرہ۔ اہل مکہ کے خلاف پیشگوئیاں، منافقین کے متعلق پیش گوئیاں، مخلصین جہاد کے متعلق دو پیشگوئیاں، غزوات نبوی میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق پیشگوئیاں (غزوات بدر، خیبر، احزاب کے بارے میں)، یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیشگوئیاں، ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں بیشی وافزونی کی پیشگوئی، یہودیوں کے متعلق پیشگوئیاں جو بالترتیب الگ الگ بیان کی ہیں۔ عیسایوں کے متعلق تین پیشگوئیاں، سلطنت روما وایران نیز قریش اہل ایمان سے متعلق دو پیشگوئیاں پھر ایک بلاعنوان فصل میں اخبار مستقبلہ کے علاوہ اخبار ماضیہ کے بارے میں اطلاع کو فراہم کرنے پر قائم کی ہے۔ یہ مختصرترین اور آخری فصل ہے۔

باب سوم اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتا ہے: فصل (۱) اسلام ہی دین التوحید ہے، (۲) اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے، (۳) اسلام ہی اخلاق حسنہ کا علم ہے، (۴) اسلام ہی نے رحم وعدل کے مسئلہ کو حل کردیا، (۵) اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے، (۶) اسلام ہی دین العمل ہے، (۷) اسلام ہی بانی اخوت ہے (بیان اخوت اسلام مع مواخات مکی ومدنی اور عہد نبوی)، (۸) اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند تر کیا، (۹) اسلام ہی غیر متعصب دین ہے، (۱۰) اسلام ہی دین المحبت ہے، (۱۱) اسلام ہی مساوات کا بانی ہے، (۱۲) اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا، (۱۳) اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے، (۱۴) اسلام ہی اپنے عہد وگہوارہ میں آج تک قائم ہے، (۱۵) اسلام ہی دین تمدن ہے (حقوق ومعاملات کا مختصر بیان)، (۱۶) اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کئے، (۱۷) اسلام ہی نے ہدایت الٰہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا، (۱۸) اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے، (۱۹) اسلام دین التقویٰ (پارسائی کا مذہب) ہے، (۱۰) اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے، (۲۱) اسلام ہی دین الحسن والجمال ہے۔ اسی پر قاضی سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد اور کل کتاب ختم ہوتی ہے۔

# مولانا عبدالرؤف داناپوری

## مؤلف اصح السیر

## (۱۲۹۱-۱۳۶۸ھ/۱۸۷۴-۱۹۴۸ء)

بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں سیرت نگاری کی اردو زبان وادب میں ایک نئی، صالح اور وسیع روایت قائم ہوئی۔ اس کے محرکات چند در چند تھے۔ اسلام اور پیغمبر آخر الزمان سے عقیدت ومحبت بنیادی محرک تھا جس نے اولین مولفین، جن کو فن سیرت کا سابقین اولین بجا طور سے کہا جاسکتا ہے، مہمیز کیا تھا اور جس نے ہر دور کے اہل قلم کو تحریک بخشی۔ علم فن کی خدمت اور بحر علوم کی غواصی دوسری وجہ تحریک تھی جس نے اپنوں کے علاوہ بیگانوں کو بھی متوجہ وسرشار کیا۔ لیکن عصر جدید میں جس سبب نے اس فن کی طرف ''اردو والوں'' کی عنان توجہ منعطف کرائی تھی وہ چند مستشرقین کی علمی، تحقیقی اور اسی قدر زہریلی تصانیف سیرت تھیں۔ اردو ادب میں جدید سیرت نگاری کی روایت تو شبلی نعمانی نے ذرا کچھ بعد میں ڈالی مگر اس کے غلغلہ نے ہندوستان کی علمی فضا میں جو ارتعاش پیدا کیا سو کیا، اردو سیرت نگاروں بالخصوص مخصوص اہل علم اور بعض مکاتیب فکر کے نمائندوں کے قلم کو مہمیز لگادی اور ان میں سے بعض نے شبلی نعمانی سے پہلے اپنی کتابیں پیش کر کے سبقت حاصل کر لی۔

لیکن منہج وطریقہ، اسلوب وادا، تحقیق وتدقیق، ترتیب وتبویب اور متعدد دوسری تصنیفی تکنیک میں کوئی بھی شبلی سے سبقت نہ لے جاسکا۔ ان کی سیرت نبوی ان کی وفات کے چار اور چھ سال بعد یکے بعد دیگرے دو جلدوں میں شائع ہوئی اور سیرت نبوی کی کلاسیک بن گئی۔ اس کے استقبال وتنقید، تعریف وتنقیص اور پیروی وروگردانی کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ مگر مولانا شبلی کے سحر قلم سے کوئی آزاد نہ

ہوسکا۔ اس دوررس نتیجہ کے ثمرات بھی بہت خوش آئند تھے۔ بعض ایسی کتب سیرت اردو میں ترتیب دی گئیں جوان خلاؤں کو پر کرتی تھیں جو شبلی نگارش میں راہ پائی گئی تھیں یا انہوں نے بعض دوسرے زاویوں سے اس راہ پر خار میں شہسواری کی۔ مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۲ء) کی نشر الطیب، قاضی سلیمان منصور پوری (م ۱۹۳۰) کی رحمۃ للعالمین، مولانا عبدالرؤف دانا پوری (۱۹۴۸-۱۸۷۴ء) کی اصح السیر، مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م ۱۹۷۴ء) کی سیرۃ المصطفیٰ اور متعدد دوسری کتب سیرت کسی نہ کسی شکل میں اسی جادونگار صاحب سیرت کی صدائے بازگشت یا آواز کوہ ندا تھیں۔ ان میں مولانا عبد الرؤف دانا پوری بوجوہ کافی اہمیت، موقر منزلت اور اہم ذکر کے مستحق و حقدار ہیں۔

مولانا عبدالرؤف دانا پوری ایک اہم ترین کتاب سیرت کے مولف گرامی ہونے کے باوجود ہل علم کی ناقدری، زمانہ کی بیدردی اور تاریخ کی قہر سامانی کا شکار ہیں۔ ان کے حالات اور کارنامے ونوں بہت کم علم ودانش کے دائرے میں آئے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان کے وارثوں، عقیدت مندوں، شاگردوں اور فن شناسوں نے بھی ان کی سیرت وشخصیت کو اجاگر کرنے کی کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی۔ لے دے کے چند ''وفیات'' قسم کے تعزیاتی مضامین اور تاثراتی مقالے ملتے ہیں اور ان میں بھی کام کی باتیں کم ہیں۔ ان میں ایک عظیم سیرت نگار اور جانشین شبلی گرامی علامہ سید سلیمان ندوی کا مضمون ہے جو ان کی سوانح اور کارناموں کی گرہ کسی حد تک کھولتا ہے۔ مولانا ندوی کا شکوہ ہے کہ ان کے صاحبزادوں نے مرحوم کے کچھ ابتدائی تعلیمی حالات پر اصرار و درخواست کے باوجود نہ لکھا اور اخبارات نے صرف ان کے انتقال کے تراشوں پر اکتفا کر لی۔

## نام ونسب

مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی اور خود مولف گرامی اور صاحب تذکرہ نے بھی نام و کنیت ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری لکھی ہے۔

مولانا عبدالرؤف کا وطن صوبہ بہار کے صدر مقام پٹنہ سے متصل شہر دانا پور تھا مگر وہ نقل وطن کر کے کلکتہ میں مقیم ہو گئے تھے اور ''وہی ان کا گھر ہو گیا تھا''۔

## تعلیم وتربیت

مولانا داناپوری کی تعلیم وتربیت کی تفصیلات نہیں مل سکیں مگر بقول سید سلیمان ندوی "گفتگو اور تحریر سے پتہ چلتا تھا کہ ان کو علوم دینیہ میں پوری دسترس حاصل تھی۔ پھر کلکتہ میں رہ کر اور سیاسی مجلسوں میں شرکت کے سبب سے وہ زمانہ کی ضروریات اور عصری خیالات وافکار سے پوری طرح آگاہ تھے اور ان علماء میں تھے جو قدیم علوم واعتقادات فقہ کو جدید خیالات وافکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔"

## مشاغل حیات

مؤلف اصح السیر ایک نامور و کامیاب طبیب تھے اور پرانے کلکتہ کے محلّہ چونا گلی میں رہتے تھے اور غالباً وہیں مطب کرتے تھے۔ یہ ان کا صرف وسیلہ حیات ہی نہیں ان کا وظیفہ خدمت بھی تھا کہ وہ اس کے ذریعہ سے بندگان خدا کے کام آتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کا بیان ہے کہ "میری ان کی پہلی جان پہچان اس وقت ہوئی جب میں ۱۹۱۲ء میں الہلال کلکتہ کی ادارت میں شرکت کے لئے کلکتہ پہونچا اور اس تقریب سے کئی مہینہ کلکتہ رہنے کا اتفاق ہوا تو مختلف جلسوں میں ان سے گفتگو، بات چیت اور میل جول کی نوبت آئی۔ پھر ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء میں مجلس علمائے بنگال کے صدر کی حیثیت سے جب میرا کلکتہ جانا ہوا....مرحوم سے ملنے کا موقع ہاتھ آیا اور خیال آتا ہے کہ ان کی قیامگاہ پر بھی جانے کا اتفاق ہوا جو چونا گلی میں تھا اور جہاں مرحوم نے وفات پائی"۔

مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ مولانا داناپوری کے تعلقات دوسرے علماء سے بھی تھے۔ ان کا تعلق جمعیۃ العلماء سے تھا اور سیاسیات میں وہ اسی کے نقطہ نظر کے حامل تھے اس لئے یہ بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس مسلک کے تمام علماء اور دانشوروں سے ان کے روابط تھے اور بعض سے بہت گہرے بھی رہے ہوں گے۔ سید سلیمان ندوی نے ان سے اپنی کئی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے جن میں جمعیۃ العلمائے کلکتہ کے اجلاس میں کلکتہ میں اور مسلم تعلیمی کانفرنس علی گڑھ کے اجلاس کلکتہ میں ملاقاتیں ہوئیں۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری جمعیۃ العلماء کے بعض جلسوں کی صدارت بھی کر چکے تھے۔ "لیکن آخر میں اس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں منسلک ہو گئے تھے اور جمعیۃ العلمائے اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور اس حیثیت سے وہ بنگال کی اسلامی سیاست پر بہت اثر انداز تھے"۔

## مقام ومرتبہ

علامہ سید سلیمان ندوی ان کے مقام ومرتبہ اور علوم وفنون پر دستگاہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔
''مرحوم علوم دینیہ کے علاوہ زمانہ حال کے حالات وخیالات سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ جس کا ثبوت ان کے وہ مختلف خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف جلسوں میں پڑھے۔ ان کا جمعیۃ العلماء کا خطبہ صدارت ان کی سیاسی بصیرت کا آئینہ ہے۔ چند سال ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں اسلام کے سیاسی ومعاشی اور دوسرے عصری مشکلات پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اہل بصیرت نے اس کی بے حد قدر کی۔ ان کی زندگی کا سب سے آخری کارنامہ ابھی چند ماہ ہوئے مشرقی بنگال کے ایک مذہبی وتبلیغی جلسہ میں ان کا حکیمانہ خطبہ ہے جس میں پاکستان کی سیاسی حیثیت اور سیاسی مجبوریوں کی بنا پر اصول خلافت کی بنیاد پر حکومت کی تاسیس کی معذوریوں کا بیان تھا۔ یہ خطبہ بھی ان کی سیاسی فہم وتدبر کا نمونہ ہے۔''

مرحوم ایک ممتاز طبیب، ایک مشہور عالم، ایک خوش بیان خطیب اور ایک مفکر ہونے کے ساتھ مصنف بھی تھے''... ''مولانا اونچا سنتے تھے اس لئے ہمیشہ ایک آلہ ساتھ رکھتے تھے جس کو لگا کر دوسروں کی بات سنتے تھے تاہم ان کے ملنے جلنے والوں کا بڑا حلقہ تھا اور کلکتہ میں ان کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اہل علم اور اہل سیاست دونوں میں ان کا خیر مقدم تھا۔ وہ متواضع، سادہ مزاج اور خلیق تھے۔ چھوٹے بڑے سب سے یکساں ملتے تھے''۔ مولانا داناپوری نے اپنے مقدمہ ودیباچہ میں اپنی صوفی نسبت قادری لکھی ہے کہ وہ کسی قادری شیخ کے مرید تھے۔

## تصانیف

ان کی سیاسی سماجی زندگی کی طرح ان کی تصنیفی زندگی اور تالیفی کارکردگی کے بارے میں بھی ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے مذکورہ بالا ''شذرۂ وفیات'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۶ء میں پنجاب کی ایک مسلم عورت شوہر کے مظالم کرنے اور نفقہ نہ دینے کی شاکی تھی اور اس نے ان اسباب سے علماء اسلام سے فتوی چاہا کہ اس کو ایسے شوہر سے چھٹکارا مل جائے۔ مفتی عبداللہ ٹونکی نے احناف کے مسلک کے مطابق فتوی دیا کہ عورت کو ان اسباب سے طلاق نہیں مل سکتی۔ اس پر

آریہ سماجی اخبارات نے اسلام ہی کو ہدف تنقید بنالیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے وکیل امرتسر اور صداقت کلکتہ وغیرہ میں مولانا ٹونکی کے مضامین کا رد لکھا اور کئی مقالات شائع کئے جن میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا کہ اگر شوہر تین ماہ کے بعد بھی نان نفقہ کا انتظام نہ کرے اور بیوی تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی زوجین میں تفریق کراسکتا ہے۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری نے کلکتہ کے اخبارات غالباً صداقت وغیرہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین کا رد لکھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ان تینوں صاحبوں کے فتووں پر ایک محاکمہ لکھا جو معارف اعظم گڑھ کے پہلے سال کے دو شماروں اکتوبر/نومبر ۱۹۱۶ء میں ''کشف حقیقت: مسئلہ زوجین غیر متفق علیہا'' کے عنوان سے شائع ہوا (۱۶-۵ اور ۲۴-۳ بالترتیب)۔ مولانا داناپوری نے اس محاکمہ کی داد دی۔

خطبات صدارت اور دوسرے خطبات اور مذکورہ بالا مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرؤف داناپوری نے تالیفی سلسلہ بھی برابر جاری رکھا تھا۔ غالباً وہ کم لکھتے تھے لیکن جب لکھتے تھے تو خوب لکھتے تھے اور نقطۂ نظر عالمانہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ ان کی دوسری تصانیف کا بالکل پتہ نہیں چل سکا۔

بہرحال سیرت نبوی پر ان کی واحد اور ناقص کتاب ''اصح السیر فی ہدی خیر البشر'' ان کے نام کو بطور مؤلف زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ ناقص ہونے کے باوجود اپنی جگہ کامل ہے کہ سیرت نبوی کا سوانحی حصہ پوری طرح اور کامل صورت میں پیش کرتی ہے۔

## وفات

مؤلف اصح السیر اپنی عمر عزیز کے چوہترویں برس میں تھے کہ ''۱۹/فروری ۱۹۴۸ء کی صبح کو جمعرات کے دن ۸/ بجے کے قریب ان کی علالت کی ابتداء ہوئی۔ فرمایا کہ بخار معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جاڑا معلوم ہوا۔ دن بھر کچھ بخار رہا۔ مغرب کی نماز تک کوئی خاص بات نہ تھی۔ ساڑھے سات بجے شام سے حالت بگڑی یہاں تک کہ رات کو ایک بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔'' ۲۰/فروری ۱۹۴۸ء جمعہ ان کی تاریخ وفات و تدفین ہے۔ صراحت تو نہیں مگر غالباً کلکتہ ہی میں ان کی تدفین ہوئی اور بقول سلیمان ندوی ''مرحوم کی وفات سے کلکتہ کی سرزمین علم و عرفان کے نور سے محروم ہوگئی۔''

## طریقہ تالیف

مولانا عبدالرؤف داناپوری کی اصح السیر شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کی جلد اول و دوم کے بارہ چودہ برس بعد شائع ہوئی اور اس کی شاعت سے قبل علامہ سید سلیمان ندوی کی جلد سوم و چہارم بھی آ چکی تھیں۔ بعض اور عمدہ کتب سیرت بھی چھپ چکی تھیں۔ اس لئے مولانا داناپوری کی کتاب سیرت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی نئی راہ نکالنے کی کوشش کی۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی سیرت النبی ناقص ہونے کے باوجود مکمل ہے کہ ایک ہی جلد میں (۶۵۶ صفحات میں) پوری سیرت نبوی پیش کرتی ہے۔ سوانحی اعتبار سے وہ کامل جلد ہے۔ دوسری جلد میں وہ جن مباحث کو پیش کرنا چاہتے تھے ان کا تعلق سیرت و سوانح سے زیادہ پیغمبرانہ کام یا منصب نبوت سے تھا۔

اصح السیر کا تالیفی طریقہ یا ترتیبی نظام موضوعاتی ہے اور تاریخی ترتیب کے مطابق بھی۔ انہوں نے بہر حال موضوعاتی ترتیب کو ترجیح دی ہے اور سنہ وار بیان واقعات کو اختیار نہیں کیا ہے۔ یہی شبلی وسلیمان کا طریقہ کار ہے۔ موضوعات میں بھی ایک ندرت یہ ہے کہ انہوں نے بعض مباحث کو موضوع و بحث کی مناسبت سے مقدم یا موخر کر دیا ہے جیسے ہجرت مدینہ کے معاً بعد مدینہ کے قبائل وطبقات پر بحث کرتے ہوئے جب یہودی قبائل پر کلام کیا تو اسی کے ساتھ ان کے تین اہم ترین قبائل۔ بنوقینقاع ، بنوالنضیر، بنوقریظہ۔ کے خلاف نبوی غزوات کی تفصیل بھی بیان کر دی اور بعد میں غزوات کے تاریخی بیان وترتیبی جائزے میں ان کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ اسی طرح کفار کے ساتھ معاملہ کی بحث میں ان کے خلاف جہاد کی اجازت الٰہی ملنے کے ضمن میں قریش کے خلاف کئے جانے والے بعد کے اقدامات کا ذکر بھی مقدم کر دیا ہے اگر چہ وہ پیش لفظ اور دیباچہ کلام کی صورت ہی میں ہے۔

شبلی کا اثر واضح طور سے ان کے مقدمہ کتاب میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے اپنے پیشرو کی مانند ایک علمی اور تحقیقی مقدمہ لکھا ہے جس میں بعض اہم مسائل وامور پر کلام کیا ہے لیکن وہ شبلی سے کافی فروتر ہے۔ البتہ دوسری اردو کتب سیرت میں ایسا مقدمہ سیرت نظر نہیں آتا۔ انہوں نے درایت اور عقل، عقل کی گمراہی، نصاریٰ کا جہاد پر اعتراض، عقل سلیم کے عنوان سے جو حصے لکھے ہیں وہ کلامی انداز کے ہیں لیکن بہر حال قیمتی ہیں۔

قدیم عرب کی تاریخ کو انہوں نے اپنے مقدمہ کا دوسرا حصہ بنا دیا ہے۔اس میں اور تمام مباحث کم وبیش موجود ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آباء واجداد کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اسماعیلی وابراہیمی نسب سے آپ کی نسبت جوڑی گئی ہے۔متن کتاب میں جہاں نسب نبوی کا بیان ہے وہاں صرف نسب کے بیان یا شجرہ نسب کی توضیح پر اکتفا کی ہے۔اولاد،شوہروں، بیویوں کا ذکر خیر عبد مناف سے کیا ہے اور اولاد ہاشم وعبدالمطلب پر ختم کر دیا ہے۔اس حصہ میں آباواجداد کے سوانحی حالات بالکل نہیں ہیں جیسے کہ شبلی یا دوسرے مولفین سیرت کے ہاں ملتے ہیں ۔ اسی طرح والدین کی شادی اوران کی دوسری کارکردگی کا بھی بہت کم حوالہ ملتا ہے۔

دراصل اصح السیر مکی حیات نبوی پر بہت مختصر ہے اور ساٹھ صفحات کے اندر ہی وہ تمام سوانحی حالات اور واقعات کو بیان کر دیتی ہے۔

رضاعت کے بیان میں حضرت حلیمہ کی کارکردگی اور اس سے متعلق واقعات ، کفالت عبدالمطلب اور ابوطالب کے حالات کو بھی تقریباً نظرانداز کر دیا ہے۔اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے حالات جو بنوسعد بن بکر کے ہاں قیام کے دوران پیش آئے تھے یا مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئے تھے جیسے بکریاں چرانا،والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ میں قیام کے دوران آپ کے کھیل وغیرہ اور دوسرے واقعات کو یکسر نظرانداز کر دیا ہے۔ماقبل بعثت کے دوسرے واقعات واخبار کے علاوہ نبوت کے بعد کے دوسرے بہت سے کوائف بھی ان کے ہاں بار نہیں پاسکے مثلاً دارارقم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام اور اس کی مرکزیت پر انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ابوطالب سے قریشی اکابر کی ملاقاتوں کا بیان البتہ بہت مفصل ہے۔

مدنی دورحیات کے واقعات فی الجملہ سب ہی بیان کئے ہیں،کچھ اختصار کے ساتھ اور کچھ تفصیل سے۔ان کے اپنے دعوے کے مطابق کتاب المغازی سب سے زیادہ مفصل ہے اور اس پر تقریباً کتاب کے نصف صفحات (۲۶۸ کے قریب) صرف کئے ہیں اگرچہ درمیان میں بعض دوسرے واقعات وحوادث کا بیان بھی درآتا ہے۔بہرصورت وہ اصح السیر کا سب سے مفصل باب ومبحث ہے۔اس کی وجہ ان کے بقول ''ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ آپ کا مغازی وسرایا کی تہذیب وترتیب میں صرف ہوا اس واسطے یہ آپ کی سیرت کا بہت ہی مہتم بالشان حصہ ہے''۔زمانی توسیع یا عرصہ کی درازی کے

اعتبار سے یہ صحیح ہے کہ لگ بھگ سات برس کا زمانہ اس کاروبار جہاد میں صرف ہوا مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے ۔ درمیان درمیان میں غزوات وسرایا بھی آتے رہے مگر وہ توجہ نبوی کے کلی مستحق نہ تھے۔ دوسرے غزوات وسرایا کو عمومی نقطۂ نظر کی بنا پر مولف گرامی نے بھی جنگ وجدال کا باب سمجھ لیا ہے حالانکہ وہ غیر شعوری طور پر بسا اوقات ان کی اصل حقیقت کا بھی طائرانہ ادراک کر لیتے ہیں۔ کتاب المغازی میں مولانا داناپوری نے زمانی ترتیب اپنائی ہے اور درمیان کے واقعات کو بھی انہیں کے درمیان بیان کر دیا ہے۔ لیکن ان کا دعویٰ پوری طرح صحیح نہیں ہے۔ وہ غزوات وسرایا کا صحیح مواد جمع نہیں کرتے۔ ایک دو روایات پر یا ایک دو مآخذ پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اسی سبب سے ان کے بیان میں تاریخیں اور بعض دوسری تفصیلات تشنہ و ناقص ہیں۔ وہ مختلف روایات میں صحیح محاکمہ نہیں کرتے۔ متن میں ابن اسحاق کا بہت سی جگہوں پر حوالہ دیتے ہیں لیکن اکثر غزوات وسرایا کا بیان بلا حوالہ وسند ہے۔ بہت سے روایات واخبار بلا تنقید قبول کر لیتے ہیں جیسے بنو ہاشم کے میدان بدر سے واپس نہ لوٹنے کی وجہ مگر بنو زہرہ و بنو عدی کی واپسی کا ذکر نہیں کرتے۔ غزوہ احد میں حضرت مصعب کی شہادت کے بعد لواء (پرچم) حضرت علی کو عطا کرنے کا بیان دیتے ہیں مگر اس کا حوالہ نہیں دیتے۔ ان کی کتاب المغازی روایت پرستی کے علاوہ ان کی غیر مورخانہ طریق نگارش کی نمائندہ ہے اور تجزیہ وتحلیل سے قطعی عاری ہے۔

مآخذ ومصادر کے استعمال کی بات آگئی ہے تو یہ مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بیشتر مباحث میں ثانوی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور چند مصادر اصلی سے لیکن وہ جب فقہی مباحث وامور کو چھیڑتے ہیں تو زیادہ مصادر سے بھی رجوع کرتے ہیں اور ان سے زیادہ استفادہ بھی کرتے ہیں۔

بقول مولانا سلیمان ندوی اور ڈاکٹر انور محمود خالد، مولانا عبدالرؤف داناپوری سیرت نبوی کے ڈانڈے فقہی مباحث سے ملا دیتے ہیں اور ان سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی فقہی مباحث سے نہ صرف دلچسپی تھی بلکہ ان کے مصادر پر خاص دسترس بھی تھی۔ ''احکام فقہیہ متعلق خیبر''، متعہ کی بحث' اول ودوم، نکاح محرم کی فقہی بحث، حکم اراضی ومکانات مکہ وغیرہ ان کے فقہی مہارت اور شعور کے بولتے ہوئے نمونے ہیں، ان کی کتاب الاموال بھی خاصے کی چیز ہے اور سیرت کے پورے ادب میں ایک نیا باب پیش کرتی ہے۔ اس کتاب میں بھی ان کے فقہی مباحث بہت عمدہ ہیں۔ اسی طرح ازواج مطہرات کے باب میں زیادہ تفصیلات کے علاوہ حجاب یا پردہ شرعی پر خصوصی فقہی بحث دیکھنے کو ملتی ہے۔

مولف اصح السیر نے دوسری کتب سیرت کے مقابلہ میں بعض نئی باتیں کہی ہیں جن کی تصدیق روایات و مآخذ سے نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو اس کا حوالہ وسند انہوں نے نہیں دیا مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے باب میں وہ دو جگہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت موصوف نے بعثت کے دو سال بعد اسلام قبول کیا تھا جب کہ عام طور سے ان کے قبول اسلام کی تقریباً متفقہ تاریخ ۵ نبوی بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایات کی بنیاد پر امام زہری کو اولین مولف سیرت و مغازی بتاتے ہیں۔ اولاد عبد المطلب میں حضرت عباس کو "سب سے چھوٹا" بتاتے ہیں جب کہ دوسرے مآخذ سے حضرت حمزہ کا ان سے کم عمر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ کو مدینہ کھجور لانے کے لیے بھیجنے کا ذکر کرتے ہیں جب کہ دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شام سے واپس آتے ہوئے وہاں بیمار ہوئے اور وفات پائی۔ حرب فجار اور تعمیر کعبہ میں شرکت کے بیان کو نہ صرف خلط ملط کیا ہے بلکہ ان کی تاریخ بھی مختلف ذکر کی ہے خاص کر شرکت حرب فجار کی۔ بیعت عقبہ ثالثہ کے بیان میں دو مستورات کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ نقباء میں شریک تھیں یا بیعت کرنے والوں میں۔

مولانا عبدالرؤف داناپوری کی سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ بسا اوقات محدثین کی روایات پر اہل سیرت کی روایات کی ترجیح دیتے ہیں یا محدثین کی غلطی یا رواۃ کی خامی پر نقد کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ "محدثین اپنے اسانید عالیہ کے باوجود واقعات کو سمجھنے کے لئے اصحاب سیر کے محتاج ہوتے ہیں بلکہ بعض جگہ اپنے نقص کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں"۔ ان نقائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ام حبیبہ کے نکاح کے سلسلہ میں مسلم کی روایت کی غلطی تسلیم کرتے ہیں اور واقعہ افک میں اہل سیر کے نقطۂ نظر اور تاریخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض فقہی مباحث میں بھی ان کا یہی نقطۂ نظر سامنے آتا ہے۔

بعض بعض مباحث میں وہ ایک سے زیادہ روایات یا اقوال بیان کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے اور نہ ان پر نقد و نظر سے کام لیتے ہیں جیسے تاریخ ولادت نبوی ۲/، ۸/، یا ۱۲/ ربیع الاول بتاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بہت سے مقامات پر بیان دینے کے بعد واللہ اعلم لکھ کر اس کی صداقت وصحت کے بارے میں شبہ پیدا کر دیتے ہیں جیسے دربار نجاشی میں تقریر حضرت جعفر، لیلۃ المعراج کی تاریخ ومقام، آغاز قبلہ کی تاریخ، حرمت خمر، تاریخ غزوہ بنی قریظہ وغیرہ، منافقین کی مغفرت سے ممانعت الٰہی،

غزوہ بواط میں حضرت سائب بن مظعون کی خلافت نبوی، نجران کی جغرافیائی پوزیشن وغیرہ کے ضمن میں۔

یوں تو مولانا داناپوری کی زبان شستہ اور اسلوب سادہ ہے لیکن جگہ جگہ دونوں میں ناہمواری کا احساس ہوتا ہے جو ان کے مقامی رنگ وآہنگ کو ظاہر کرتا ہے۔ کئی جگہ الفاظ کا استعمال بھی غلط ہے، تراکیب اور جملے جھول سے خالی نہیں۔ عربی طرز تحریر کے برے اثرات کا سایہ بھی لہراتا نظر آتا ہے، مجموعی طور سے ان کی زبان کو ادبی اور اسلوب کو انفرادی نہیں کہا جاسکتا۔

## مآخذ ومصادر

سیدسلیمان ندوی یادرفتگان اعظم گڑھ ۱۹۸۶ء مضمون مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری" ۶۵-۳۶۲، جو پہلے معارف مئی ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا تھا۔

معارف جلد اول ۴و۱۵ اکتوبر نومبر ۱۹۱۶ء ۱۶-۱۵ اور ۲۴-۳، مضمون "کشف حقیقت: مسئلہ زوجہ غیر متفقہ علیہا"

ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری اصح السیر دیباچہ ومقدمہ مولف

مولانا عبدالروف داناپوری کی کتاب

# اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

اردو میں شبلی وسلیمان کی سیرۃ النبی نے جو تحریک وارتعاش پیدا کیا اس نے بہت سے اہل قلم کو سیرت نگاری کی طرف متوجہ کیا بالخصوص جدید علمی اور تحقیقی انداز میں کتب سیرت لکھنے کی طرف۔ لیکن زیادہ تر سیرت نگارانِ اردو طبقہ علماء کرام سے تعلق رکھتے تھے اور فن تاریخ نگاری سے ناواقف تھے۔ ان کا سرمایہ علم اور طریقہ نگارش سراسر عالمانہ اور محققانہ ہے مگر مورخانہ نہیں۔ شبلی وسلیمان اور قاضی سلیمان منصور پوری صاحب رحمۃ للعالمین نے کسی حدتک اردو سیرت نگاروں کے لئے نہ صرف مواد فراہم کردیا تھا بلکہ مصادر و مآخذ کی نشاندہی کردی تھی اور طریقہ تحریر اور انداز ادا بھی عطا کردیا تھا۔ علامہ شبلی کے بعض تسامحات، تعبیرات اور تشریحات سے اختلاف نے بعض سیرت نگاروں کو مہمیز کیا اور انہوں نے ان کی خامیوں کو دور کرنے، ان کے تسامحات پر گرفت کرنے اور ان کی تعبیرات وتشریحات سے اختلاف کرکے ان کے بالمقابل دوسری تعبیرات ونقطہ ہائے نظر پیش کرنے کیلئے بھی اپنی اپنی کتابیں لکھیں۔ ان میں مولانا عبدالرؤف داناپوری کلکتہ کی اصح السیر اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ نمایاں مقام کی حامل اور خصوصی تذکرہ کی مستحق ہیں۔

مولانا عبدالرؤف داناپوری نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں اعتراف کیا ہے کہ ''بظاہر حضور کی سیرت پر کوئی نئی کتاب لکھنی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اس لئے کہ بے شمار کتابیں سیرت اور مغازی پر لکھی جاچکی ہیں... لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے اور کثرت تصنیف ہی کثرت اختلاف کا باعث ہے کہ جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش اہل نظر ہی کرسکتا ہے دوسرا نہیں.... اردو میں سیرت پر

بہتر کتاب صرف ایک ہی لعب تک لکھی گئی ہے یعنی مولانا شبلی کی سیرت نبوی مگر انہوں نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے بادل ناخواستہ، اس میں جو کچھ خامیاں ہیں، اہل علم سے مخفی نہیں ہیں....'' مولانا داناپوری نے اپنی کتاب کی جن دوسری خصوصیات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ حسب ذیل ہیں: ''اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے...''''میں نے صرف احادیث اور فقہ کی مدد سے اس میں کتاب الاموال مرتب کیا ہے۔ بعض جگہ سیرت کی روایتوں سے مدد لی ہے... یہ چیز علماء اور طلباء کے خاص توجہ کی ہے''۔ ارکان اسلام، حجۃ الوداع،''اور بعض معرکۃ الآرا فقہی مسئلہ پر ایسی جامع مکمل اور مبسوط بحث لکھ دی ہے کہ... اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی'' تاہم حضور کے اعمام وعمات اور ان کی اولاد، امہات المومنین اور ان کے انساب جا بجا صحابہ کے آپس کے رشتے جتنی تفصیل سے اس کتاب میں ہیں شاید ایک جگہ ان کا ملنا ممکن نہیں۔ مشتبہ اسماء، مشکل الفاظ اور مقامات کے نام کا صحیح اعراب بتادیا ہے اور معنی کی توضیح بھی کردی ہے۔''

اصح السیر کے مآخذ پر بھی مولانا داناپوری نے بحث کی ہے۔ ابن سعد کی روایتیں طبقات مطبوعہ یورپ سے نہیں لی ہیں بلکہ اصحاب نقل جیسے ابن قیم، نووی، ابن حجر، عینی، ابن اثیر، زرقانی، قسطلانی (شرح بخاری)، عبدالحق محدث دہلوی سے لی ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات بھی ان سے یا سنن کی روایتوں سے لیکن بعض صرف سیرۃ ابن ہشام سے، ان کے بارے میں بھی اصحاب نقل کو ترجیح دی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام، صحاح ستہ، زادالمعاد، تفاسیر رازی، بغوی، بیضاوی اور سیوطی ابتدائی مباحث اور آیات کریمہ کے ضمن میں، الفاظ کی تصحیح وتعریب میں نہایہ ابن اثیر اور قاموس فیروزآبادی کے علاوہ زرقانی، نیل الاوطار شوکانی، اصابہ ابن حجر، فتح الباری، اور مغنی سے مدد لی گئی ہے، سنین کے طریقہ کے مطابق ترتیب نہیں دی بلکہ موضوعات کے اعتبار سے مولف گرامی جلد دوم بھی لکھنا چاہتے تھے مگر اسکی تکمیل نہ کرسکے۔ موجودہ کتاب جلد اول پر مشتمل ہے اور کامل سیرت نبوی پر بھی۔ ہمارے پیش نظر نور محمد، اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی کا مطبوعہ ۱۹۵۷ء کا نسخہ ہے۔ پہلا ایڈیشن بقول ڈاکٹر اور محمود خالد ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا، پیش نظر نسخہ میں مولف گرامی نے اپنے دیباچہ میں تاریخ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ/ مطابق ستمبر ۱۹۳۲ء دی ہے۔

مولانا شبلی کی سنت کی پیروی میں مولانا داناپوری نے بھی ایک مبسوط مقدمہ سیرت لکھا ہے جو

دیباچہ اور فہرست مضامینِ کتاب کے بعد نئے صفحات سے شروع ہوتا ہے اور لگ بھگ چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے اہم مباحث یہ ہیں: حمد وصلوۃ کے بعد تاریخ انبیاء کا اختصار اور کتب سابقہ کی تحریف اور ان کے انبیائے کرام کے حالات کی نایابی، قرآن شریف کی محفوظیت اور اس کی حفاظت کے طریقے، سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث کی ترسیل اور تدوین، سیرۃ کے فن کی تاریخ و تدوین اور محدثین سے ان کا اختلاف منہج، سیرۃ کا تحریری مواد، سیرۃ کی تدوین، جس میں امام زہری کو اولین مغازی نگار قرار دے کر بیشتر سیرت نگاروں اور ان کی کتابوں پر بحث کی ہے۔ابن سعد کی طبقات مطبوعہ یورپ کو اس لئے مجروح اور نا قابل اعتماد قرار دیا ہے کہ وہ عیسائیوں کی مرتبہ ہے۔سیرۃ کی تین کتابیں-موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق/ابن ہشام اور ابن سعد- امہات کتب ہیں۔اس''سیرت کی ترتیب'' کے عنوان سے اپنے طریقہ تالیف پر روشنی ڈالی ہے۔اس میں عہد نبوی کے تین ادوار اور ان سے متعلق روایات پر محاکمہ، درایت اور عقل کی بحث اور اس کے متعلقہ مسائل، اسلامی مسائل وامور پر نصاریٰ وغیرہ کے اعتراضات کا تجزیہ کرنے کے بعد عرب کی قدیم تاریخ پر بحث کی ہے۔اس کے مندرجات ہیں: قدیم عرب، اقوام عاد وثمود، عرب کی تاریخ-بائدہ، عاربہ، مستعربہ وغیرہ- بنوقحطان وغیرہ اور ملوک سبا وغیرہ، حیرہ کی لخمی حکومت، ملوک غسان اور خلاصہ کے تحت یمن کی تاریخ اور اس کے اثرات وغیرہ (۱-۴۴)۔

سیرت نبوی کا بیان''نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' سے ہوتا ہے جس میں صرف عدنان تک شجرہ دیا ہے اور اس کو متفقہ بتا کر اور اگلے حصہ کو اختلافی قرار دے کر ذکر نہیں کیا ہے۔اجداد وجدات کے عنوان سے جد اعلیٰ عبد مناف کی آٹھ اولادیں ایک ماں اور بقیہ دوسری ماؤں سے بیان کی ہیں۔اولاد ہاشم، اولاد عبدالمطلب - اعمام وعمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔کا ذکر ابن ہشام وابن اثیر کے حوالے سے کیا ہے۔''حضرت عباس کو فرزند اصغر، مامون الرشید اور ان کے زمانے میں بنی عباس چھ لاکھ تھے''۔ تینوں بیانات غلط ہیں۔تمام دادیوں اور ان کی اولادوں کا ذکر کر کے''عمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی سرخی کے نیچے ان کے شوہروں اور اولادوں کا ذکر کیا ہے اور صرف حضرت صفیہ کے اسلام پر اتفاق اور اروی اور عاتکہ کے اسلام پر اختلاف کا ذکر کیا ہے۔''والدہ ماجدہ'' کا شجرہ نسب پر نانی تک دیا ہے اور جدی نسب بیان کیا ہے (۴۵-۴۹)۔

''ولادت اور یتیمی'' کے عنوان سے والد کی وفات کا ذکر کیا ہے کہ''خواجہ عبدالمطلب نے ان کو

کھجور کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ وہیں انتقال ہو گیا۔'' ولادت نبوی کی تاریخ ۸ر یا ۱۲ر ربیع الاول بتا کر کہا کہ ہے کہ ''پیر کے دن صبح صادق کے وقت خاص بیت اللہ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے'' یہ بیان بھی محل نظر ہے۔ ''رضاعت'' میں ''ثوبیہ'' (بلا اعراب وتصحیح نام) ان کے رشتہ سے رضاعی برادروں، حضرت حلیمہ کی رضاعت اور ان کے رشتہ سے رضاعی بھائیوں بہنوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک ہی سرخی کے تحت ''والدہ ماجدہ اور عبدالمطلب کا انتقال'' آ گیا ہے اور اس میں کفالت ابوطالب کا حوالہ ہے۔ اگلی سرخی ''سفر شام اور بحیریٰ'' ہے جس کے نادر املائے علاوہ واقعہ کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ ''دوسرا سفر'' اگلا مختصر عنوان ومبحث ہے جس میں دوسرے سفر شام اور نسطورا راہب سے ملاقات کا ذکر ہے۔ ''خدیجہ بنت خویلد سے عقد'' کا بیان نسبتاً مفصل ہے جس میں عمر نبوی، حضرت خدیجہ کی منزلت، ابوطالب کے خطبہ نکاح کے متن وترجمہ اور حضرت ورقہ کے خطبہ کا ترجمہ، عمر خدیجہ اور ان کے سابق نکاحوں اور اولادوں کا ذکر ہے (۵۵-۴۹)۔ اسی سے متصل آپ کی اولاد کی فصل ہے (۶۵-۵۵)۔ قصہ تحکیم کے تحت تعمیر کعبہ میں آپ کی شرکت وحکمت کے علاوہ حرب فجار میں دوبار شرکت بھی بیان کی ہے۔ ''زید بن عمر سے گفتگو'' کے عنوان سے موحدین سے ملاقات، اور توحید وہدایت کے بارے میں آپ کے غور وفکر کا بیان ہے (۵۸-۵۶) اور اسی پر سیرت نبوی کی قبل نبوت زندگی کا اختتام ہوتا ہے۔

''بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' سے سیرت نبوی کا اصل حصہ شروع ہوتا ہے۔ مولف گرامی نے پہاڑوں کے شعب اور غار حراء کے علاوہ دوسرے غاروں میں وقت گذاری واستغراق، ''آثار وعلائم ہدایت وحی'' پر استعجاب نبوی اور حضرت جبریل کے ذریعہ اقراء کی آیات کریمہ کی تنزیل کے بعد متواتر وحی آنے کی نئی باتیں کہی ہیں۔ پھر ''سابق اولین'' کی فصل میں سابقین اولین کی فہرست ہے اور حواشی میں ان کے مختصر سوانح۔ ان میں سے بعض اسماء گرامی نئے ہیں جیسے حضرت عباس کی زوجہ محترمہ حضرت لبابہ بنت الحارث جن کو حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلی مسلم خاتون قرار دیا ہے۔ اکثر نومسلموں کا سن بیس برس سے کم بتایا ہے۔ پھر ''غرباء'' کے قبول اسلام کا ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں حضرت حمزہ کے اسلام کا ذکر کیا ہے کہ بعثت کے دوسرے سال... مسلمان ہوئے۔'' جو تمام تصریحات کے خلاف ہے۔ ''تعذیب'' کے عنوان سے صرف غلاموں کی ایذا کا ذکر کیا ہے۔'' آغاز دعوت اور اس کا طریقہ' دعوت نبوی کا طریقہ/ بلکہ طریقے اور واقعات بیان کرتا ہے جو پوشیدہ دعوت کے زمانے سے متعلق

تھے۔ "دعوت کا دوسرا دور" علانیہ تبلیغ کا ذکر کرتا ہے اور اس کے بعد خواجہ ابوطالب کے پاس پہلا، دوسرا، تیسرا وفد و اجتماع زیر بحث آیا ہے اور اس کے دوران ان کے اضطراب کا حوالہ بھی۔ "کفار کے مظالم" کے تحت عام مسلمانوں کی تعذیب کا ذکر ہے اور اشاعت اسلام کے تحت عمومی تبلیغ نبوی کا۔

بعض دوسرے مباحث ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر مشہور کرنا"، "حضرت حمزہ کا اسلام" (تاریخ وہی بعثت کے دو برس بعد۔ نئی سرخی کے ساتھ) "عقبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا"، کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اجتماع"، "کفار کا یہود سے مشورہ"، استہزاء کا مشورہ، قرآن پاک کی کشش، ابتلاء صحابہ، حبشہ کی طرف پہلی ہجرت، مراجعت و ہجرت ثانیہ، کفار کا حبشہ آدمی بھیجنا، اسلام عمر بن الخطاب، کفار کا تحریری معاہدہ، نزول سورۃ کافرون، معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا، حضرت طفیل دوسی کا اسلام، قصہ اراشی، رکانہ سے مصالحت، نجران کے نصاریٰ، آپ کے پڑوسی اور ہم جوار، عام الحزن، طائف کا سفر، لیلۃ المعراج، تبلیغ میں سعی و کوشش، مقدمہ ہجرت، عقبہ ثالثہ، صحابہ کی ہجرت، دارالندوہ کا مشورہ، ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی (۱۰۹-۵۸)۔ پوری مکی زندگی کے واقعات کو مولانا داناپوری نے ساٹھ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بیان کافی مختصر بلکہ تشنہ ہے۔ اس میں مولانائے مرحوم کے بہت سے تفردات ہیں اور نئی معلومات بھی مگر ان کے مآخذ و مراجع مذکور نہیں سوائے چند عمومی حوالوں کے۔

حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں قیام کا مختصر ذکر کرنے کے بعد "عیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے خاندان رسالت و صدیق کی ہجرت مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ "قبلہ" کے عنوان سے مسجد نبوی اور حجرات نبوی کی تعمیر کا عرصہ ایک سال بتایا ہے اور اسی میں حضرت فاطمہ کی شادی اور تحویل قبلہ کا ذکر ہے۔ "مواخات اور تنظیم" کی فصل میں متعدد یہودی اور انصاری قبائل اور ان میں اختلاف، مہاجرین و انصار اور مہاجرین مہاجرین اور انصار انصار میں مواخاۃ، وراثت اخوت اور اس کی تنسیخ اور صحیفہ نبوی کا ذکر ہے، کفار و مشرکین مدینہ کے عنوان سے منافقین، یہود، غیر مسلموں اور مسلمانوں سے ان کی دشمنی کا ذکر کیا ہے اور مابعد کے متعدد واقعات کا حوالہ دیا ہے (۱۴۳-۱۰۹)۔

"حکم جہاد و قتال" کے تحت دفاعی جہاد کی اجازت الٰہی، اس سے قبل بعض صحابہ کرام کی لڑائی، جہاد کی اقسام و شروط کا بیان ہے پھر "قبائل یہود" کی سرخی سے بنوقینقاع، بنوالنضیر اور بنوقریظہ سے

مسلمانوں کے معاہدہ اوراس کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں تینوں کے خلاف غزوات نبوی کا اسی مقام پر موضوع کی رعایت سے ذکر کردیا ہے (۲۰-۱۱۳)۔اس کے بعد عنوان جہاد کی رعایت سے کفار کے ساتھ معاملہ'' فتح مکہ کے واقعات تک کے حوالہ سے اور پھر منافقین اور مومنین صادقین کی دوسرخیوں کے تحت ان کے اعمال واخلاق کا بیان ہے (۲۳-۱۲۰)۔

اصح السیر کے مولف کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے کتاب المغازی سب سے مدلل ومفصل اور جامع ترین لکھی ہے۔مغازی وسرایا کے عنوان عام سے اس کا آغاز کیا ہے۔تمہید مختصر کے بعد ''غزوہ بدر سے پہلے'' تمام سرایا وغزوات-حمزہ،عبیدہ بن حارث،سعد بن ابی وقاص،ودان،بواط،سفوان،ذوالعشیرہ، عبداللہ بن جحش کا سریۂ نخلہ کا ان کی ذیلی سرخیوں کے ساتھ مختصر حال ہے (۲۸-۱۲۳) پھر ''غزوہ بدر القتال'' کا باب ہے جس میں متعدد ذیلی سرخیاں ومباحث ہیں (۴۲-۱۲۸)۔''غزوات بدر واحد کے درمیان'' کی مہمات جیسے غزوات بنی سلیم،سویق،بنی غطفان،بحران،بنی قینقاع،کعب بن اشرف کا مختصر مختصر ذکر کر کے غزوہ احد کا بیان نسبتاً مفصل ہے جس میں واقعات جنگ کی ذیلی تقاسیم وعنوانات نہیں ہیں لیکن شہدا کی تجہیز وتکفین میں ہے اور وہ بھی کافی مفصل ہیں (۵۹-۱۴۲)۔بیانات زیادہ تر بلا سند وبلا حوالہ ہیں کہیں کہیں چند حوالے ہیں وہ بھی ثانوی ماخذ کے۔

سرایائے ابوسلمہ،عبداللہ بن انیس،یوم الرجیع،واقعہ بئر معونہ،(اس کے تحت قنوت نازلہ،قنوت فی الفجر کی تفصیل) مذکور ہے۔غزوہ بنی النضیر کے ایک سطری حوالہ کے بعد غزوات ذات الرقاع ،بدر ثانیہ،دومۃ الجندل،بنی المصطلق (جس میں تاریخ غزوہ اور اس کے متعلق اختلافات محدثین واہل سیر کا ذکر کر کے اہل سیر کی تاریخ کو ترجیح دی ہے اس فرق کے ساتھ کہ وہ خندق سے پہلے ہوا تھا۔پھر واقعات غزوہ مابعد ہیں جیسے ام المومنین جویریہ،منافقین کی شرارت،قصہ افک جو بخاری کی روایت کا ترجمہ ہے،تیمم کے حکم کا نزول کا ذکر کیا ہے (۸۵-۱۵۹)۔

غزوہ خندق کا باب کافی مفصل اور مختلف فصول میں منقسم ہے جیسے تاریخ غزوہ خندق،غزوہ خندق کا بیان،اسی سے متصل غزوہ بنی قریظہ کا مختصر ذکر ہے (۹۶-۱۸۶)۔دوسرے غزوات وسرایا بالترتیب یہ مذکور ہیں: قتل ابورافع،غزوہ بنی لحیان،سریہ نجد،غزوہ ذی قرد،سرایائے عمر/محمد بن مسلمہ/ابوعبیدہ/ذوالقصہ، زید بن حارثہ/بنوسلیم،طرق بنی ثعلبہ،عیص،حسمی،علی/فدک،عبدالرحمٰن/دومۃ الجندل،زید/وادی

القریٰ، کرز فہری رعکل وعرینہ (۲۱۰-۱۹۶)۔ ان کے بعد صلح حدیبیہ کا بیان ہے جو بیعت الرضوان (شرائط صلح)، گفتگو، الہدنہ، بعض معجزات، نحر وحلق، فتح مبین، مستضعفین مکہ کے عناوین ومباحث کے تحت ہے (۲۷-۲۱۰)۔ خیبر اور اس کے واقعات متعلقہ، فدک، آراضی کی تقسیم، مجاہدین سوار وپیادہ کے حصص، مراجعت اہل حبشہ، زہر دینے کا واقعہ، حجاج بن علاط کا واقعہ اور خیبر سے متعلق احکام فقہیہ جیسے مخابرہ، ممنوعات خیبر، حقوق، قتال، شہر حرام، تحریم لحوم الحمر الاہلیہ، ممانعت متعہ کا حکم (جو سب سے زیادہ مفصل ہے)، فدک، وادی القریٰ، تیماء، مراجعت، ردمنائح الانصار، خیبر کا انتظام، رسول اللہ کی خاص زمینیں کے عناوین کے تحت مذکور ہیں (۶۰-۲۲۷)۔

''بعض سرایا'' کے عام عنوان کے تحت حضرات ابوبکر صدیق، عمر بن الخطاب، عبداللہ بن رواحہ، بشیر بن سعد، اسامہ بن زید، غالب لیثی / بنو الملوح، بشیر بن سعد، ابوحدرد اسلمی، ابوقتادہ، ومحلم بن جثامہ، عبداللہ بن حذافہ سہمی کا ذکر کیا ہے (۶۵-۲۶۰)۔ عمرۃ القضاء، نکاح محرم (حضرت میمونہ سے زواج نبوی)، قصہ بنت حضرت حمزہؓ، اسلام خالد بن الولید وعمرو بن العاص، غزوہ موتہ، غزوہ ذات السلاسل، سریہ خبط دوسرے اہم مباحث ہیں (۸۸-۲۶۵)۔

''فتح مکہ'' عام عنوان بحث ہے جس کے تحت مختلف عناوین ذیلی سے متعلقہ مباحث آتے ہیں (۳۱۱-۲۸۸)، پھر ''انہدام اصنام'' کے عنوان سے بتکدوں کی شکست کی سرایا کا ذکر ہے نام بنام (۱۳-۳۱۱)، حکم اراضی مکہ ومکانات مکہ کے تحت فقہی مباحث آئے ہیں اور خطبات عظیمہ اور متعہ کی بقیہ بحث کے تحت ان کے مسائل وامور (۲۱-۳۱۴)۔ اسی میں بعض قضایا جیسے سرقہ فاطمہ بنت ابی الاسد، زمعہ کی عورت کا لڑکا بھی ہیں۔ ''غزوہ حنین واوطاس'' کے عنوان عام سے حنین، اوطاس اور طائف کا ذکر مع ذیلی مباحث کے لائے ہیں اور دوسرے مسائل بھی جیسے وفد ہوازن، جعرانہ، تقسیم غنیمت بہ جعرانہ، مؤلفۃ القلوب کی فہرستیں، توضیح مقصد ومسئلہ کی حقیقت کے تحت انصار سے کلام نبوی، عمرہ، جعرانہ، غزوہ طائف کی تاریخ کی تعیین، عاملین صدقہ کا تقرر (۵۰-۳۲۱)۔

الگ الگ عناوین سے مختلف سرایا کا ذکر کیا ہے جیسے عیینہ / وفد بنی تمیم، قطبہ بن عامر / خثعم، ضحاک بن سفیان کلابی، علقمہ بن مجزز / حبشہ، علی / طے، واقعہ کعب بن زہیر (۶۱-۳۵۱)۔ غزوہ تبوک وجیش العسرۃ کا باب کافی مفصل ہے اور متعدد عناوین میں منقسم جیسے غزوہ کی وجہ، فوج کی تیاری،

ابوموسیٰ الاشعری، علیہ بن زید، معذورین، روانگی اور متخلفین، منافقین، حضرت علی وغیرہ متعدد صحابہ، دیار ثمود، اونٹ کا گم ہونا، منافقین کی شرارت، یوم تبوک، اطراف سے مصالحت، خالد کی مہم اکیدر، بقیہ قصہ تبوک وغیرہ مسجد ضرار اور واپسی نے واقعات (۸۵-۳۶۱)۔ آخر میں نفیر کا عام حکم، قصر صلوۃ، قضا علی الظاہر، صدقہ علی البشارۃ کے عناوین سے فقہی احکام ہیں۔ ''جمع غزوات'' کے عنوان سے ان کی تعداد اور بڑے غزوات کا ذکر کرنے کے علاوہ بہت سے متعلقہ مسائل و امور کو لائے ہیں جیسے نزول ملائکہ، حراست، حدی خوانی، جہاد کی فضیلت، آداب جہاد، کفار سے استعانت، تقدیم دعوت، احتیاط، بعض دستور، طعام غنیمت (۹۱-۳۸۵)۔

اسی صفحہ سے تسلسل میں ''کتاب الاموال'' شروع ہوتی ہے جس کے اہم عناوین حسب ذیل ہیں: زکوۃ کے احکام، اموال قابل زکوۃ، وقت، مقدار، نصاب، زراعت، تجارت، سونا چاندی، زکوۃ مویشی، جیسے اونٹ، گائے، غنم، طریق اخذ، مصارف زکوۃ، پھر غنائم کی بحث ہے جس کے ذیلی مباحث ہیں: تقسیم کا قاعدہ، صفی رسول اللہ، غیر حاضرین کا سہم، تنفیل، اسلاب کا حکم، خمس کا مصرف، غیر منقولات، فے کے اموال کا حکم، الجزیہ، ہدایا و تحائف، اموال مہجورہ، العشر والخراج، ان تمام مباحث میں مآخذ، علماء کے اقوال وافکار بھی ہیں (۴۲۶-۳۹۱)۔ اور یہ بحث کافی دلچسپ اور عمدہ ہے۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد'' کے عنوان سے سفیران نبوی اور ان کے ہمراہ سلاطین عرب وعجم کے نام فرامین نبوی بھیجے جانے کا ذکر ہے جیسے عمرو بن امیہ ضمری/ حبشہ، دحیہ کلبی/ قیصر روم، عبد اللہ سہمی/ شاہ ایران، حاطب لخمی/ مقوقس اسکندریہ، شجاع اسدی/ حارث غسانی، سلیط/ ہوذہ حنفی- یمامہ- ان کے بعد حضرات عمرو بن العاص/ عمان، علاء الحضرمی/ بحرین، مہاجر مخزومی/ یمن، ابوموسی اشعری/ یمن، معاذ بن جبل/ یمن وغیرہ کی تقرریوں کو بھی اسی ضمن میں زیادہ تر بلا حوالہ و بلا سند بیان کر دیا ہے۔ کل سولہ سفیروں/ قاصدوں کا بیان ہے جو مختصر مختصر ہے۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط'' کے عنوان کے تحت فرامین نبوی کے متون معہ ترجمہ و واقعات اور سند و حوالہ نقل کئے ہیں اور یہ فصل کافی مفصل ہے (۴۴-۴۲۷)۔

صدیق اکبر کا حج کے مبحث (۴۹-۴۴۴) کے بعد کتاب الوفود شروع ہوتی ہے جو بہت مفصل ہے۔ اس میں حوالے بھی ہیں اور مراجع بھی، متون فرامین بھی ہیں اور بعض دوسری تفصیلات بھی، سوانحی

خائے بھی ہیں اور علماء کے اقوال بھی، روایات پر نقد بھی ہے اور دوسرے غیر متعلقہ مسائل بھی۔ جن وفود کا عناوین ذیلی کے تحت ذکر کیا ہے وہ ہیں: ثقیف، عبدالقیس، بنی حنیفہ، طے، اشعریین، ازد، بنی حارث بن کعب، ہمدان، مزینہ، نجران (جس میں معاہدہ کی شرائط وغیرہ کی زیادہ تفصیلات ہیں)، فروہ جذامی، قدوم ضمام بن ثعلبہ، تجیب، سعد ہذیم، بنی فزارہ، بنی اسد، بہراء عذرہ، بلی، ذومرہ، خولان، محارب، صداء، غسان، سلامان، بنی عبس، غامد، بنی المنتفق اور وفد نخع، ان کے ساتھ ساتھ موقع بموقع بعض مسائل جیسے ضیافت کا حکم، غنم ضالہ کا حکم وغیرہ متعدد دوسرے فقہی مسائل واحکام کو بھی زیر بحث لائے ہیں (۹۹-۴۴۹)۔

''کتاب حجۃ الوداع'' اگلا مبحث ہے جس کے تحت اس کے واقعات کے علاوہ فقہی مسائل جیسے حج کی اقسام۔ افراد، قران وتمتع۔ تاریخ حج، حج نبوی، عمرات نبوی، علماء کے اختلافات، حج کی فرضیت، حج نبوی کے بارے میں اختلاف علماء کہ ان میں سے اول کون تھا۔ یہ بحث کافی مفصل ہے اور مدلل بھی۔ پھر واقعات حجۃ الوداع کا ذکر ہے جیسے روانگی کا دن، مدینہ سے خروج، منازل روحا، اثایہ، عرج، ابواء، مقام سرف، ذی طویٰ ومکہ، مروہ پر تشریعی حکم، فسخ الحج بالعمرہ کا اختلاف، حکم کے عام ہونے کی دلیلیں، دلائل تخصیص حکم بصحابہ، وہ حدیثیں جو فسخ الحج کی معارض ہیں۔ حج کا بقیہ حال، وقوف عرفہ، دین کی تکمیل، محرم کا انتقال، مزدلفہ ومنیٰ، منیٰ کا خطبہ، قربانی، حلق راس، طواف افاضہ، طواف سواری پر حضور نے طواف ان کے وقت میں کیا، ظہر کہاں پڑھی؟ مکہ سے رجوع اور منیٰ میں قیام، طواف وداع، غدیرخم کا خطبہ اور مسئلہ امامت جن میں سے آخری بہت مفصل ہے (۴۹۹-۵۴۴)۔

''آخری فوج اور وفات'' کے تحت سریہ اسامہ بن زید کے بارے میں تفصیلات دی ہیں (۵۴۴-۴۸)۔ وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت متعدد مباحث ہیں جیسے وفات لازمی تھی، حضور کو وفات کا علم اور وداع، پہلی اطلاع، ابتداء مرض، کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز بیمار رہے۔ اشتداد مرض اور حضرت عائشہ کے گھر قیام، حضرت عائشہ کے گھر میں مرض کی ترقی، مرض الموت کا خطبہ، روایات پر نقد وتطبیق، علماء واہل سیر کے اختلافات، محبوب ترین انسان، تقویٰ، حضرت فاطمہ کا رونا اور ہنسنا، لدود، واقعہ قرطاس اور آخری وصیت، انصار کا اضطراب اور حضور کا آخری خطبہ، حضور کی آخری نماز باجماعت اور حضرت صدیق کی امامت اور رسول اللہ کی تاکید، روافض کا عجیب شبہ، رحلت مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم، تاریخ وفات، وفات کا اثر، غسل، تکفین، صلوٰۃ جنازہ، تدفین، قبر، دفن کا دن، ان تمام مباحث میں روایات و مآخذ کا بہت زیادہ ذکر ہے اور بہت سے مباحث بھی ہیں (۸۸-۵۴۴)۔

''متروکات'' اگلی بحث ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ نقد، آراضی وغیرہ نبوی ملکیت ذاتی نہ تھیں بلکہ وہ صدقہ یا فے آراضی اور بیت المال کا مال تھا اور اسی طرح غلام، لونڈی وغیرہ، جانور اور نہ کوئی اور شے ترکہ میں چھوڑی تھی، مکانات ازواج مطہرات کی طرف اور انہیں کی ملکیت میں تھے۔ پھر ''زمینیں''، مکانات، مساجد، صفہ وغیرہ کی حیثیت ان کے عناوین سے الگ الگ واضح کی ہے اور ان کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ ''لباس'' کے عنوان سے آپ کے ملبوسات، سواری کے جانور کے عنوان سے گھوڑے، خچر، گدھے، اونٹ اور بکریاں کی سرخیاں اور ان کی تفصیل ہے پھر ''اسلحہ'' کے عنوان سے ہتھیاروں کا بیان ہے جس میں استعمال کے برتنوں کا بھی حوالہ ہے۔ بعض اور اسباب اور ان کی فہرست نقل کی ہے۔ موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب یا فصل میں آپ کے تمام غلاموں یا آزاد کردہ موالی کا ذکر خیر ہے جن کی تعداد اٹھارہ ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر نیا ہے۔ جیسے حنین، سندر، پھر ''عورتیں'' کی سرخی کے تحت آپ کی ''مولاۃ'' کنیزوں یا آزاد خادماؤں کا ذکر کیا ہے جن کی تعداد تیرہ ہے اور ان میں حضرت ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کا بھی شمار ہے۔ ان کے علاوہ چار کا صرف نام ہے۔ حضرت بریرہ کا شمار بھی مولاۃ النبی کے بطور کیا ہے حالانکہ خود معترف ہیں کہ وہ حضرت عائشہ کی کنیز اور انہیں کی آزاد کردہ مولاۃ تھیں۔ ان کے بعد دس (مرد) خدام کا ذکر ہے (۶۰۷-۵۸۸)۔

''موذنین'' کے عنوان سے چار بزرگوں- بلال حبشی، عمرو ابن ام مکتوم، (مدینہ میں)، سعد القرظ (قباء میں) اور ابومخدورہ (مکہ میں)۔ کا ذکر کیا ہے اور ان کے طریقہ اذان و اقامت- ترجیع یا بلا ترجیع- اور ان سے فقہاء کرام کے تمسک کا حوالہ بھی دیا ہے (۶۰۷)۔

''ازواج مطہرات'' کے عنوان سے پہلے حدیث نبوی بیان کی ہے جس میں آپ کی پسندیدہ چیزوں میں عورت، آپ کی قوت، طلاق و ایلاء اور رجعت کرنے اور ظہار نہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور حسن معاشرت کے سرخی ہی کے تحت آپ کے سلوک و رویہ کا بیان ہے۔ امہات المومنین کے عنوان سے قرآن مجید میں ان کے ذکر خیر اور ان کے امہات مسلمین ہونے کا ذکر اعلیٰ بھی ہے۔ ان کی تعداد، اس پر علماء کا اختلاف و اتفاق، ان کے اسماء گرامی، ان کی قومیت، ان کے مزاج، ان کی ترتیب نکاح کا بیان

ہے۔ پھر تاریخی ترتیب سے تمام ازواج مطہرات کے سوانحی خاکے ہیں، ان میں بعض دوسرے مسائل وامور بھی ہیں جیسے عدت کی مدت ختم ہونے پر علماء کا اختلاف، ان کے بعض اعزہ کا ذکر، نکاح کا پس منظر (حضرت ام سلمہ کے ضمن میں تفصیلات زیادہ ہیں)، حضرت زینب بنت جحش کے حوالہ سے حجاب/ پردہ شرعی اور متبنیٰ کی حیثیت اسلامی، ازواج مطہرات کے پردے وغیرہ پر روایات ومعلومات۔ مولانا دانا پوری نے اس فصل میں کافی معلومات جمع کی ہیں۔

''دوسری ازواج'' کی سرخی سے ان خواتین عالی مقام کا ذکر کیا ہے جن کے نکاح وشادی پر علماء کا اختلاف ہے۔ ان دونوں فصول میں علماء، فقہاء، اور محدثین واہل سیر کا ذکر خاص پایا جاتا ہے۔ سراری کے عنوان سے آپ کی چار کنیزوں کا ذکر کیا ہے اور پھر مہر نبوی پر تفصیل بیان کی ہے اور آخری فصل کتاب اسلام کی خدمت کے عنوان سے ہے جس میں امہات المومنین کی روایات حدیث، ان کی تعداد اور ان کی اہمیت اور مرفوع وغیر مرفوع اقسام پر بحث ہے، زیادہ توجہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی خدمات پر مرکوز کی ہے (۵۷-۶۰۷)۔ اسی پر مولانا عبدالرؤف دانا پوری کی کتاب اصح السیر کی جلد اول ختم ہوتی ہے۔ اور یہی ان کی کل تالیف سیرت ہے۔ جلد دوم وہ ''پیغمبرانہ زندگی یعنی دلائل نبوت، معجزات، معراج، مراتب، شمائل اور آپ کی تعلیمات واصلاحات'' وغیرہ پر پیش کرنا چاہتے تھے مگر بقول سید سلیمان ندوی وہ اس کی تکمیل نہ کر سکے۔

# مولانا محمد ادریس کاندھلوی

## مؤلف سیرۃ المصطفیٰ

(۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء/۱۳۱۷-۹۴ھ)

برصغیر پاک وہند نے سیرت نبوی اور حدیث رسول کی خدمت کی سعادت بالکل آغاز سے پائی ہے، حدیث نبوی کی خدمات ہندی کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی، قاضی اطہر مبارک پوری، محمد اسحاق اور متعدد دوسرے اہل قلم کی کتب و مقالات اہم ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ سیرت نبوی کے باب میں ابومعشر نجیح سندی (م ۱۷۰/۷۸۶) کی خدمات جلیلہ اس اسلامی خطہ کی نمائندگی کرتی ہیں۔ بعد کی صدیوں میں بھی سیرت نبوی پر کام ہندو پاک کے عظیم علاقے میں ہوتا رہا مگر وہ اتنا وقیع نہ تھا۔ زبان کے اعتبار سے برصغیر کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہاں عربی کے علاوہ فارسی اور اردو میں سیرت نبوی کی وقیع کتابیں لکھی گئیں۔

اردو سیرت نگاری کی تاریخ زیادہ قدیم نہیں کیونکہ خود زبان اردو دوسری زبانوں کے مقابلے میں بہت خورد اور متاخر ہے مگر اس مختصر مدت میں بھی اردو سیرت نگاری نے اپنا ایک ممتاز اور قابل رشک مقام بنالیا ہے، خاص کر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بیسوی صدی عیسوی کے اوائل تک اردو سیرت نگاری تقریباً تہی مایہ تھی اور جو چند کتابیں لکھی گئی تھیں وہ عقیدت مندانہ نذرانے اور اساطیری قسم کے قصے تھے۔ ان میں زیادہ تر مولود نامے تھے۔ دوسری قسم کی کتابوں کا معیار بھی بہت سطحی تھا۔

پھر بیسویں صدی کے آغاز میں ایک عبقری شخصیت ابھری جس کا نام شبلی تھا۔ اس شیر علم وفن اور شبلی فکر ونظر نے دوسرے موضوعات ومضامین کے علاوہ سیرت نبوی کی طرح نو ایجاد کی اور اردو زبان وادب کو علمی، تحقیقی، فکری، اور دینی سیرت نگاری کی وہ لازوال روایت عطا کی جس نے ایک طرف تو

اردو سیرت نگاری کو عربی سیرت نگاری کے ہمدوش وہم پلہ بنادیا اور دوسری طرف اردو سیرت نگاروں کی ایک بڑی نسل کی تخم ریزی کی اور ایک قابل فخر کارواں کی رہبری کی۔ برصغیر کے تمام اردو سیرت نگار دراصل شبلی دبستان کے پرداختہ و پروردہ ہیں اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی ان میں سے ایک گل سرسبز ہیں۔

## نام ونسب

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا نسلی تعلق مظفر پور/ سہارنپور (یوپی) کے ایک مردم خیز خطہ کاندھلہ کے ایک علمی خانوادہ سے ہے جس کا سلسلہ نسب حضرات شیخین۔ ابوبکر صدیق و عمر فاروق۔ رضی اللہ عنہما سے جاملتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹-۱۱۵۹ھ/۱۸۲۳-۱۷۴۶ء) کے داماد مولانا عبدالحیٔ کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (۱۲۴۵-۱۱۶۲ھ ۱۸۳۰-۱۷۴۹ء) مولانا مظفر کاندھلوی (۸۲-۱۲۳۰ھ ۶۵-۱۸۱۵ء) مولانا کمال الدین حافظ محمد اسماعیل، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (۱۳۳۴-۱۲۸۷ھ/ ۱۹۱۶-۱۸۷۱ء) مفتی اشفاق الرحمٰن، مولانا محمد الیاس کاندھلوی بانی امیر جماعت تبلیغی (۱۳۶۳-۱۳۰۳ھ/۱۹۴۴ء) اور ان کے جانشین فرزند مولانا محمد یوسف کاندھلوی (۸۴-۱۳۳۵ھ/ ۶۵-۱۹۱۷ء) اور جدید دور میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۱۴۰۲-۱۳۱۵ھ/۱۹۸۲-۱۸۹۷ء) جیسے متعدد اکابر اسی خاک پاک سے اٹھے۔

مولانا موصوف کا شجرہ نسب یہ ہے: محمد ادریس بن محمد اسماعیل بن محمد اسحاق بن محمد ابوالقاسم بن مفتی الٰہی بخش الخ۔ تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے مولف اور ان کے فرزند محمد میاں صدیقی نے امام فخرالدین رازی کے سلالۂ نسل ہونے پر شک کا اظہار کیا ہے تاہم یہ تسلیم کیا ہے کہ والدہ کی طرف سے فاروقی النسب تھے جیسا کہ امام رازی تھے۔

## ولادت

ان کی تاریخ ولادت بقول خود ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ ہے۔ مقام ولادت شہر علم وکمال بلدۂ بھوپال (مدھیہ پردیش) ہے جہاں ان کے والد ماجد مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی ریاست بھوپال کے محکمہ جنگلات کے مہتمم تھے۔ والد محترم نے مولانا کی ولادت کے بعد ملازمت سے استعفا دے دیا اور

کاندھلہ یعنی اپنے آبائی وطن میں سکونت پذیر ہو گئے اور جامع مسجد کاندھلہ میں درس حدیث دینے لگے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مقدمہ تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ ''بھوپال میری جائے ولادت ہے اور کاندھلہ وطن''۔

## تعلیم وتربیت

وطن وخاندان اور علاقے میں علم دین، تعلیم وتدریس اور تصوف وطریقت کا چرچا تھا اس لئے مولانا کاندھلوی کی تعلیم وتربیت اسی فضا میں ہوئی۔ مولانا کے والد جید عالم دین اور حافظ قرآن ہونے کے علاوہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳۱۷-۱۲۳۳ھ/۱۸۹۹-۱۸۱۸ء) کے مرید اور اس رشتہ سے مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲-۱۲۸۰ھ/۱۹۴۳-۱۸۶۳ء) کے پیر بھائی تھے۔ ''خاندان کی مذہبی روایات کے مطابق تعلیم کی ابتداء حفظ قرآن سے کرائی گئی۔ نو برس کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے''۔ حفظ قرآن کے بعد مولانا مرحوم کے والد ماجد نے نوخیز ادریس کو مولانا اشرف علی تھانوی کے مدرسۂ خانقاہ میں داخل کرا دیا جہاں انہوں نے دینی علوم کی ابتداء کی۔ مولانا تھانوی نے صرف ونحو کی پہلی کتاب پڑھائی اور مولوی عبداللہ صاحب تیسیر المنطق نے بھی بعض کتابوں کا درس دیا۔

خانقاہ امدادیہ اور مدرسہ اشرفیہ تھانہ بھون میں ابتدائی تعلیم پوری کرنے کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخل کیا گیا۔ وہاں مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۴۶-۱۲۶۹ھ/۱۹۲۷-۱۸۵۳ء) کی تربیت میں مولانا تھانوی خود لے کر گئے۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور دوسرے مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ وہاں کے اساتذہ میں مولانا خلیل احمد کے علاوہ حافظ عبداللطیف اور مولانا ثابت علی جیسے علماء سے استفادہ کیا اور انیس برس کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند جا کر دوبارہ دورہ حدیث کیا تاکہ علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، میاں اصغر حسین اور مفتی عزیز الرحمٰن جیسے مایہ ناز اساتذہ سے تعلیم کی سعادت پائیں۔

## تدریس وتربیت

درسی تعلیم وتربیت کی تکمیل کرنے کے بعد مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے تدریس ومعلمی کا معزز

پیشہ اپنایا اور ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۱ء سے دہلی کے مشہور مدرسہ امینیہ میں مولانا مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم کے زیرِ نگرانی اپنے تدریسی سلسلہ کا آغاز کیا اور صرف ایک سال تک وہاں مقیم رہ سکے۔ کیونکہ جلد ہی دارالعلوم دیوبند کی کشش ان کو وہاں کھینچ لے گئی۔ مولانا کا بیان ہے کہ دارالعلوم کے اس وقت کے صاحبِ علم و معارف پرور مہتمم مولانا حافظ محمد احمد فرزند دلبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، نائب مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی برادر بزرگ علامہ شبیر احمد عثمانی نے دعوت دے کر بلکہ مجبور کر کے بلایا تھا۔ مولانا کاندھلوی نے شروع سے اہم اور اعلیٰ کتابوں جیسے ہدایہ، مقاماتِ حریری وغیرہ کی تعلیم دی۔ بعد میں تفسیر وحدیث، علم کلام وغیرہ کی خدمت بھی سپرد رہی۔ تدریس کا یہ دور تقریباً نو برس تک (۱۹۲۹ء تک) قائم رہا۔ آپ دارالعلوم کے شیخ التفسیر تھے اور بالعموم بیضاوی اور ابن کثیر کی تفاسیر کا درس دیتے تھے۔ ساتھ ہی آپ نے قرآن حکیم کے متن کا درس بھی دیا۔ جب مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند کے انتظامیہ سے اختلاف کی وجہ سے ڈابھیل چلے گئے تو مولانا کاندھلوی بھی وہاں ان کیساتھ گئے تھے لیکن جلد ہی وہ حیدر آباد دکن چلے گئے۔

۱۹۲۹ء میں مولانا کاندھلوی نے حیدر آباد دکن اور پھر بھوپال میں ملازمت کر لی جہاں تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ ان کو تصنیف و تالیف کے بھی زریں مواقع ملے۔ یہاں بھی نو سال قیام رہا اور حیدر آباد کے اکابر علم و دانش جیسے مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا مودودی سے بہت عمدہ تعلقات استوار ہوئے۔ اسی دوران نواب شاہ جہاں بیگم ریاست کی حکمران بن گئیں تو راتوں رات بھوپال کی ملازمت ترک کر کے وطن - کاندھلہ - کی راہ لی کیونکہ بیگم بھوپال سے ان کی تخت نشینی کے قبل ایک مسئلہ پر شرعی اختلاف ہو چکا تھا اور مولانا ہر قسم کے تکدر سے بچنا چاہتے تھے حالانکہ نواب/ والی بھوپال ان کے قیام و ملازمت کی خواہاں تھیں۔

۱۹۳۸ء کے لگ بھگ کاندھلہ میں کپڑے کی تجارت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مدرسہ نصرۃ العلوم قائم کر کے اس میں درس بھی دیا اور تصنیف و تالیف بھی فرمائی۔ لیکن پھر غالباً حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں جب مولانا شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور قاری محمد طیب مہتمم بن گئے تو ان کی درخواست پر شیخ التفسیر کے عہدہ پر دیوبند واپس آ گئے۔ جہاں بیضاوی، ابن کثیر کے علاوہ ابوداؤد اور طحاوی کا بھی درس دیتے رہے۔ اس بار دارالعلوم

دیوبند میں ۱۹۴۹ء تک قیام رہا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا ادریس کاندھلوی پاکستان چلے گئے اور جامعہ عباسیہ بہاول پور میں ملازمت کرلی جہاں ۱۹۴۹ء تا ۱۹۵۱ء قیام رہا۔ لیکن ان کو لاہور کی محبت وکشش جامعہ اشرفیہ کھینچ لائی اور ۱۹۵۱ء سے اپنی وفات ۱۹۷۴ء تک وہیں علم وفن کی خدمت کرتے رہے۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام کے علاوہ مولانا مرحوم وعظ وارشاد اور بیعت وتربیت کا کام بھی سرخوشی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

## وفات

مرحوم کے فرزند اکبر مولانا عبدالمالک کاندھلوی کے بقول مولانا کا انتقال ۱۲؍رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸؍جولائی ۱۹۷۴ء کی صبح نماز فجر کے بعد ہوا۔ مولانا کے دوسرے فرزند محمد میاں صدیقی نے اپنے تذکرہ میں ۸؍رجب کی تاریخ دی ہے جب کہ انگریزی تقویم کی تاریخ وہی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق مولانا کاندھلوی کی تدفین شادمان کالونی (اچھرہ) لاہور کے قبرستان میں ہوئی۔

## مقام ومرتبہ

مولانا محمد ادریس کاندھلوی بہت مرنجان مرنج، سادہ دل وصاف باطن اور پاک سرشت بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے اخلاق فاضلہ اور اوصاف جمیلہ سے آراستہ وپیراستہ فرمایا تھا۔ ان کے انتقال پر ان کے فرزندوں، استادوں، شاگردوں اور معاصروں، عالموں اور دانشوروں نے ان کے خصائل کا جو تذکرہ فرمایا ہے وہ ان کے تذکرہ میں موجود ہے اور ان کے کمالات واوصاف کا شاہد عدل ہے۔

مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ''عالم ہونے کے ساتھ تقی، نقی، محدث، مفسر، جتنے علوم دینیہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں کمال عطا کیا تھا۔ خدا نے انہیں دنیا میں بھی مقبولیت دی تھی اور اپنے ہاں بھی انشاء اللہ مقبولیت سے نوازے گا۔'' مولانا عبدالمالک کاندھلوی اپنے نامور والد کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''جس زمانے میں اپنی مشہور ومعروف کتاب التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح طبع کرانے کیلئے دمشق تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال قیام فرمایا تو شام وعراق اور مصر کے اکابر علماء نے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا۔ ہر فن میں آپ کا مقام بہت

بلند تھا لیکن اپنے شیخ ومربی حضرت حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تفسیر قرآن اور علوم کتاب اللہ کی شرح وتحقیق کا رنگ سب پر غالب تھا''.... مفتی محمد شفیع مرحوم کا خیال تھا کہ ''باوجود ہم عصری اور تقریباً ہم عمری کے مولانا مرحوم علمی، عملی، اخلاقی تمام کمالات میں ہم سب سے سبقت لے گئے تھے''.... مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ''مولانا مرحوم ان جید علماء باعمل میں سے تھے جن پر ان کے اساتذہ کو فخر ہے''۔ علامہ سید سلیمان ندوی مولانا مرحوم کے علوم وفنون میں مہارت کے اتنے قائل تھے کہ ان کے علم کو چرانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ تفسیر وحدیث میں وہ ان کو مرجع سمجھتے تھے۔ مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ نہ صرف مولانا کاندھلوی کا احترام واکرام کرتے بلکہ اپنی بیماری ونقاہت کے باوجود دو برس تک ان کے درس بخاری میں شرکت کرتے رہے۔ حالانکہ وہ خود نہ صرف عالم بے بدل تھے بلکہ مولانا تھانوی کے خلیفہ وجانشین اور مولانا مرحوم سے کافی بڑے تھے۔ اسی طرح مولانا احمد علی لاہوری اپنی بزرگی کے باوجود ان کا احترام کرتے تھے۔

مولانا کاندھلوی کی قدر ومنزلت ان کے معاصرین کے علاوہ ان کے اساتذہ کرام کے دل میں بھی تھی اور وہ ان کو عالم بے مثال، مولف بے نظیر اور شارح عظیم گردانتے تھے۔ عظیم محدث شاہ انور کشمیری کہا کرتے تھے کہ ''مولانا کاندھلوی کتاب پڑھ کر اس کا جوہر اور خلاصہ نکال لیتے ہیں اور یہ بات ان کی تالیفات وتصنیفات کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے''.... ان کے دوسرے بلکہ پہلے استاد گرامی مولانا اشرف علی تھانوی ان کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے بہت قائل تھے جیسا کہ مولانا کاندھلوی کی کتابوں پر ان کی تقاریظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا کاندھلوی کو جب شیخ التفسیر کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند بلایا تو ان کے استقبال میں اساتذہ وطلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر مجھ سے پوچھا کہ صدر مہتمم کی حیثیت سے کیا خدمت انجام دی، تو کہوں گا کہ تیری کتاب کی تفسیر پڑھانے کے لئے مولوی ادریس کو بلایا تھا۔ مجھے یقین ہے میرے اس عمل پر اللہ تعالیٰ میری بخشش فرمادیں گے''۔ میاں اصغر حسین مرحوم بھی ان کے علوم وفنون کے قدرداں تھے اور ان کو برتر وفائق عالم سمجھتے تھے اور ان کی شرح مشکوۃ کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔

ہندوپاک کے علماء وفضلاء کے علاوہ عالم عرب کے متعدد علماء واہل دل نے مولانا کاندھلوی کے فضائل واخلاق اور خدمات کتاب وسنت کا اعتراف کیا ہے۔ ان میں شام کے جلیل القدر عالم شیخ بہجۃ

البیطار اور علامہ محمد بن رشید العطار وغیرہ شامل ہیں۔ ان دونوں نے مولانا کاندھلوی کی شرح مشکوۃ کی علمی وتحقیقی حیثیت کی خاطر خواہ داد دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کاندھلوی کو چار بار حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت بخشی۔ پہلی بار ۱۹۳۲ء میں، دوسری بار ۱۹۳۴ء میں۔ اسی سفر کے دوران شام، لبنان، اور فلسطین کی بھی زیارت کی اور چھ ماہ دمشق میں قیام کر کے اپنی کتاب طبع کروائی۔ پاکستان میں سکونت پذیر ہونے کے بعد تیسرا حج ۱۹۵۷ء میں اور چوتھا ۱۹۶۵ء میں کیا۔ مولانا مرحوم نے ان چاروں مبارک اسفار کے دوران علماء سے ملاقاتیں کیں، علمی تحقیقی کام کئے اور بہت سی دینی خدمات انجام دیں۔

مولانا کاندھلوی بہت سادہ مزاج اور قناعت پسند بزرگ تھے۔ حیدرآباد دکن میں ایک خطیر رقم (ڈھائی سو روپیہ) ماہوار تنخواہ پاتے تھے مگر جب دارالعلوم دیوبند کی پچھتر روپے ماہوار تنخواہ کی پیشکش ہوئی تو فوراً اس کو قبول کر لیا۔ ان کو مادر علمی کی خدمت اور کتاب وسنت کی سعادت زیادہ عزیز تھی۔ اسی طرح جامعہ اشرفیہ لاہور میں جب بھی ان کی تنخواہ میں اضافہ کی پیشکش ہوتی تو اسے شان استغنا سے ٹھکرا دیتے کہ توکل ان کی زندگی تھی، ان کی امیدیں قلیل تھیں اور آرزوئیں جلیل۔

وہ طلبہ واہل علم کی علمی تشنگی بجھانے کے علاوہ عوام کی دینی رہبری اور شرعی تربیت بھی فرماتے رہتے تھے۔ جامع مسجد نیلی گنبد والی مسجد لاہور میں ۲۱، ۲۲ سال تک مسلسل وعظ وتقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ اپنے ہر ملنے والے سے محبت واخلاق سے ملتے تھے اور اس کی ہر طرح سے دلجوئی اور تربیت فرماتے تھے۔ صبر وقناعت کے علاوہ ان کو برملا حق گوئی سے بھی شغف تھا۔

برصغیر پاک وہند کی سیاسی فضا میں جب قومی اور دو قومی نظریات کی اتھل پتھل شروع ہوئی تو مولانا مرحوم موخر الذکر کے علمبردار بن گئے تھے اور اس خیال ونظریہ سے اتفاق میں ان کی کوئی سیاسی مصلحت یا منفعت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ دراصل مولانا مرحوم اسلام اور مسلم اقبال کی آگ سینہ میں دبی رکھتے تھے اور اسی نے ان کو بالآخر پاکستان پہونچا دیا۔ ان کو لاہور سے بے پناہ محبت تھی کہ وہ اسے منظور نظر سمجھتے تھے۔

پاکستان میں مولانا مرحوم نے عملی سیاست میں کبھی حصہ نہ لیا کہ وہ اس کیلئے بنے ہی نہ تھے البتہ دستور اسلامی کی تدوین میں حصہ لیا۔ اس مقصد کے لئے جنوری ۱۹۵۱ء میں جو نمائندہ اجتماع کراچی میں منعقد ہوا اس میں مولانا مرحوم بھی بھاولپور سے شریک ہوئے کہ وہ اس وقت اس جامعہ سے

وابستہ تھے اور پھر اس کے بعد دستور اسلامی کی تدوین کے ہر مرحلہ میں شریک و سہیم رہے۔ مولانا مرحوم اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے (جنوری ۱۹۷۴ء تا جولائی ۱۹۷۴ء)۔

عالم و فاضل ہونے کے ساتھ مولانا مرحوم کو شعر و ادب سے بہت حصہ ملا تھا۔ تصنیفی کاموں کے علاوہ مولانا نے متعدد قصائد بھی عربی میں لکھے۔ ان کو اردو، عربی، فارسی کے بلند پایہ اشعار یاد تھے جن کا وہ برمحل استعمال کرتے تھے۔ ان کا لامیۃ المعراج کافی مقبول ہوا۔ حضرت تھانوی کا مرثیہ فارسی میں لکھا۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند کی مدح وغیرہ میں کئی فارسی نظمیں لکھیں۔

مولانا ادریس کاندھلوی نے خود ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ طریقت میں چشتی تھے اور مسلک میں حنفی، مگر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نقشبندی اور مجددی بھی تھے۔ غالباً ان کو چاروں سلاسل سے نسبت تھی۔ وہ مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے مرید تھے لیکن مولانا تھانوی سے بھی استفادہ خاص حاصل تھا۔ مولانا نے خود بھی ہزاروں کو بیعت و ارشاد سے مستفید فرمایا۔ ان کے تلامذہ کی مانندان کے روحانی مرید بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔

## تصانیف

مولانا ادریس کاندھلوی صاحب درس و تدریس ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ مولف و مصنف بھی تھے۔ کہنا چاہئے کہ تعلیم و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف ان کا دوسرا عشق تھا۔ ڈاکٹر محمد اعظم قاسمی بن قاری محمد طیب مرحوم کی روایت ہے کہ مولانا مرحوم نے اپنے کمرے کے چاروں کونوں میں چار مسندیں بچھا رکھی تھیں اور وہ باری باری ان پر متمکن ہو کر تفسیر، حدیث، کلام اور سیرت وغیرہ پر لکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جگہ کی تبدیلی ان میں نشاط پیدا کرتی اور تکان دور کرتی ہے۔ بلاشبہ مولانا مرحوم نے مختلف علوم و فنون میں بہت عمدہ تصانیف چھوڑی ہیں مگر ان میں سے چند ہی متداول ہوسکیں اور کئی ایک تو اہل فکر و نظر کی بے اعتنائی کے سبب مخطوطہ کی شکل میں ہی رہ گئیں۔ ذیل میں ان کی تمام تصانیف کی فہرست پیش ہے:

## تفسیر/علوم قرآنی

(۱) معارف القرآن: اردو تفسیر ہے جس کے ۲۳ پارے مکمل ہیں، باقی سات کو مربوط کرنا باقی ہے۔
(۲) الفتح السماوی بتوضیح تفسیر البیضاوی: عربی شرح بیضاوی ابھی تک مخطوطہ ہے۔ ۴۲ ضخیم جلدوں میں ہے۔
(۳) دلائل القرآن علی مذہب النعمان: عربی میں ہے اور چھپ چکی ہے۔
(۴) شرائط مفسر و مترجم: اردو کتاب ہے اور مطبوعہ ہے۔
(۵) اعجاز القرآن: بھی اردو مطبوعہ کتاب ہے۔

## حدیث

(۶) التعلیق الصبیح شرح مشکاۃ المصابیح: آٹھ جلدوں میں عربی میں ہے اور دمشق سے طبع ہو چکی ہے۔
(۷) مقدمۃ الحدیث: ابھی تک مخطوطہ ہے۔
(۸) منحۃ الحدیث فی شرح الفیۃ الحدیث: بھی مخطوطہ ہے۔
(۹) کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ: اردو کتاب مطبوعہ ہے۔
(۱۰) القول المحکم: اردو مطبوعہ ہے۔
(۱۱) لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم: اردو مطبوعہ ہے۔
(۱۲) الدین القیم: اردو مطبوعہ کتاب ہے۔
(۱۳) احسن البیان فی مسئلۃ الکفر والایمان: یہ بھی اردو میں ہے اور چھپ چکی ہے۔
(۱۴) نہایۃ الادراک فی حقیقۃ التوحید والاشراک: اردو رسالہ ہے اور مطبوعہ ہے۔
(۱۵) فتح الغفور شرح منظومۃ القبور: بھی اردو کتاب ہے اور مطبوعہ ہے۔

## سیرت و سوانح

(۱۶) سیرۃ المصطفیٰ: مطبوعہ ہے اور تین جلدوں میں ہے۔

**(۱۷) خلافت راشدہ:** بھی اردو میں چھپ چکی ہے۔

## عقائد و علوم کلام

**(۱۸-۲۹) تاتیہ القضاء والقدر:** عربی میں ہے اور مطبوعہ۔ اس کے علاوہ گیارہ اور کتابیں اس فن میں ہیں جن کے نام ہیں: **عقائد اسلام، اصول اسلام، علم الکلام، دعوت اسلام، اثبات وصانع عالم، حدوث مادہ وروح، بشائر النبیین، احسن الحدیث، مسک الختام، اسلام اور نصرانیت اور اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف**۔ یہ تمام کتابیں اردو میں ہیں اور سب چھپ چکی ہیں۔

## متفرق رسائل و کتب

تذکرہ نگار محمد میاں صدیقی نے اس عنوان کے تحت تیرہ اور اردو کتابوں کی فہرست دی ہے جو حسب ذیل ہے: دستور اسلام، نظام اسلام، اسلام اور اشتراک، عقل اور اس کی فضیلت، نبوت کبریٰ، مقاصد بعثت، محاسن اسلام، شرح حدیث اور افتراق امت، عقل اور اسلام، شرائط نبوت، دعاوی مرزا، اوراد مبارکہ اور پیام اسلام۔

تذکرہ نگار موصوف نے اس کے بعد یہ تبصرہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "یہ فہرست وفات سے کافی عرصہ قبل مرتب کی تھی، اس کے بعد بھی متعدد کتب و رسائل تالیف کئے"۔ مگر ان کا نام نہ لکھا اور نہ جامع فہرست بنائی۔ یہ دراصل اہل علم کی لاپرواہی اور بے اعتنائی کی زندہ مثال ہے۔

## طریقۂ تالیف

بقول ڈاکٹر انور خالد محمود "مولانا کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ کلاسیکی انداز کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ ان قارئین کے لئے خاص طور پر مفید ہے جو اردو زبان میں عربی امہات کتب سیرت کی سی وسیع معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن جدید سانچے میں ڈھلے ہوئے قارئین کے لئے شاید اس کے مباحث، افادات، زبان اور طرز استدلال میں زیادہ کشش نہ ہو"۔

مولانا کاندھلوی نے اپنی کتاب سیرت کو قدیم کتب سیرت کی مانند تاریخی و زمانی ترتیب واقعات کے انداز میں مرتب کیا ہے۔ تمہیدی مقدمہ میں بعض اصولی مباحث اٹھائے ہیں لیکن ان کا یہ

مقدمہ بہت کمزور ہے۔ کیونکہ ان میں جو دعوے کئے گئے ہیں، ان کی تصدیق یا اثبات ان کے مباحث وموضوعات سے نہیں ہوتا۔ خاص طور پر یہ دعویٰ کہ ان کے مباحث محدثین کے طریقہ سے سرتابی نہیں کرتے۔ غزوہ مریسیع وغیرہ کی تاریخ کے سلسلہ میں انہوں نے محدثین کرام سے اختلاف کیا ہے۔

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت بہر حال اس ضمن میں یہ ہے کہ وہ محدثین واہل سیر کے اختلافات کو دور کر کے ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرتی ہے مثلاً مریسیع کے غزوہ میں کہ احادیث واہل سیر کی روایات میں تعارض نہیں مانا ہے۔ بلکہ اطلاع کر کے حملہ کرنے یا اطلاع نہ کرنے کی بحث میں تطبیق سے کام لیا ہے۔ بعض دوسرے مقامات پر بھی وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

البتہ یہ واضح ہے کہ مولانا کاندھلوی بہر طور اہل سیر کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ وہ ابن ہشام اور زرقانی کے طریقہ کے اتباع میں پوری طرح ملوث ہیں۔ ان پر شبلی کی سیرۃ النبی کے طریقہ کا بھی بہت واضح اثر نظر آتا ہے۔ ان دونوں کے مطالعہ سے خاص کر ان کے موازنہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شبلی کی سیرۃ النبی ان کے سامنے تھی جس میں وہ اپنے ذوق، رجحان اور نظریہ کے مطابق اضافے کرتے چلے گئے۔

بلاشبہ مولانا کاندھلوی کے مآخذ ومصادر حدیث وسیرت کے تمام ذخیرہ پر حاوی نظر آتے ہیں لیکن ایسا بظاہر ہی ہے۔ وہ صحاح ستہ، موطا، مسند احمد، طبرانی، ابن حبان، بیہقی، قسطلانی، ابن حجر عسقلانی، ابونعیم اصبہانی، سیوطی، دارقطنی اور بہت سے دوسرے محدثین کرام اور ان کی کتابوں کے حوالے دیتے ہیں جن میں ان کے بعض ہندی شیوخ اور دوسرے شارحین حدیث بھی شامل ہیں۔ اسی طرح وہ سیرت کی کتابوں میں ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، طبری، ابن کثیر، ابن اثیر، سیوطی، سہیلی، زرقانی، ابن سید الناس، ابن عبد البر (الاستیعاب) وغیرہ متعدد کتب کا متن اور حاشیہ دونوں میں برابر حوالہ دیتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے چند مآخذ ہیں۔ حدیث میں فتح الباری اور سیرت میں زرقانی سب سے اہم ہیں۔ ان کے علاوہ ابن سید الناس، ابن کثیر اور سیوطی کی الخصائص الکبریٰ سے بہت زیادہ اضافہ واستفادہ کیا ہے۔ دوسرے مآخذ میں بھی کافی کتب ہیں لیکن وہ سیرت کے بنیادی مسائل وموضوعات سے بحث نہیں کرتی ہیں بلکہ ضمنی مباحث سے ان کا تعلق ہے۔

سیرت المصطفیٰ میں یوں تو ہر واقعہ وروایت کا ماخذ مذکور ومعلوم ہے لیکن کہیں کہیں مؤلف گرامی

نے بلاسند وحوالہ بھی روایت نقل کردی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ترکہ کی روایت، عبد المطلب کی رویائے صادقہ کے ذریعہ رہبری۔

مولانا موصوف نے درایت پر نہ صرف تکیہ نہیں کیا بلکہ اس کو تنقید وتضحیک کا نشانہ بنایا ہے اور روایت پر کلی انحصار کیا ہے۔ وہ روایت کے لحاظ سے مستند روایت وخبر کو بہر حال قبول کرتے ہیں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ مبشرات، معجزات اور سیرت وسوانح کے واقعات میں کئی روایات وبیانات غیر معتمد اور ناقابل ذکر ہیں جیسے بحیرا اور نسطورا راہب کے قصے اور اسی قسم کے بعض دوسرے قصص وحکایات۔

ماخذ ومصادر کی بحث میں سیرۃ المصطفیٰ کو ایک یہ امتیاز حاصل ہے کہ عام وخاص سیرت نگاروں کے برعکس واقدی کی توثیق وتصدیق کرتی ہے اگرچہ ان سے براہ راست روایات لینے سے عملاً گریز بھی کرتی ہے۔

اس کتاب سیرت کو مولف علام نے اسوۂ نبوی اور مثالی نمونہ بنانے کی کوشش کی ہے اس لئے وہ واقعات سیرت سے ہر جگہ مسلمانوں کیلئے درس عبرت بھی تلاش کرتے ہیں۔ فوائد ونکات کے ذریعہ ان کی وضاحت کرتے ہیں۔ اقوال علماء ومشائخ اور حکایات سے مدلل کرتے ہیں اور صوفیانہ پہلوؤں سے بھی بحث کرتے ہیں جیسے حجاب کے احکام، تشبہ بالکفار کی بحث۔

مولانا ادریس مرحوم نے تقریباً ہر مقام ومحل پر فقہی مسائل وامور کا بھی استنباط کیا ہے، فقہی آراء وافکار سے تعرض کیا ہے۔ ان میں شراب، متعہ وغیرہ کی حرمت، تیمم اور وضو کی حیثیت وغیرہ شامل ہیں۔

اس کتاب کا ایک انتہائی کمزور پہلو یہ ہے کہ وہ اصل موضوع سیرت اور اس کے ضمنی مباحث سے گریز کرکے تبلیغی ودعوتی انداز اختیار کرلیتی ہے اور غیر متعلق مباحث میں جا پھنستی ہے اور بہت دور تک چلی جاتی ہے۔ جب مولف کو احساس زیاں ہوتا ہے تو اصل واقعہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جیسے حجاب وپردہ کی بحث، تشبہ بالکفار کی بحث، انبیاء کرام کی خطائے اجتہادی کی تحقیق، وطنی قومیت کی نزاکت وغیرہ۔ وہ موضوعات خاص کر فقہی ودینی موضوعات میں ترتیب بھی ٹھیک سے نہیں قائم کرتے اس لئے تکرار اور بلاوجہ کی تکرار آتی ہے جیسے حرمت متعہ کی بحث، دین کے بنیادی عقائد کی بحث، نہ صرف بے محل ہے بلکہ تشنہ اور نامکمل ہے، بعض ضروری مباحث سیرت کو نظر انداز کرکے غیر متعلق چیزوں میں الجھ گئے ہیں۔ تقریباً ایک تہائی کتاب غیر متعلق مباحث پر ہے۔

نقد وتنقید کے لئے مولانا کاندھلوی نے شبلی نعمانی کو ہدف خاص بنایا ہے یا بعض دوسرے اہل رائے وفلسفہ کو۔ انہوں نے مآخذ کی روایات پر نقد سے نہیں کام لیا ہے۔ سارا نقد موجودہ مولفین یا جدید علماء کے نظریات کے لئے وقف ہے۔ قدیم روایات میں البتہ وہ تاریخ کے ضمن میں کسی روایت کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اور اہل حدیث اور روایت وسیرت کی کمزور سے کمزور روایت کی توجیہ کر لیتے ہیں۔

مولانا کاندھلوی کی زبان قدیم اور مولویانہ ہے۔ عربی کے ثقیل الفاظ اور نامانوس تراکیب استعمال کرتے ہیں۔ فصاحت وبلاغت سے خالی ہے اور اسلوب بہت غیر دلچسپ ہے۔

## مآخذ ومصادر


محمد میاں صدیقی — تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی — مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ، لاہور ۱۹۷۷ء

ڈاکٹر انور محمود خالد — اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم — اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۹ء ۵۳-۶۴۷

محمد اعظم قاسمی — زبانی روایات وعینی مشاہدات

محمد ظہیر الدین صدیقی — مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی علمی خدمات اور احوال وآثار

تحقیقی مقالہ ایم اے عربی ۱۹۷۴ء

پنجاب یونیورسٹی (اورینٹل کالج لاہور)

# مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ

اردو سیرت نگاری کی جو محکم و معتبر روایت شبلی نعمانی نے ڈالی تھی بعد کی تمام کتابیں اسی کی پروردہ ہیں۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس صدی میں جتنی کتابیں لکھی گئیں خواہ وہ زمانی لحاظ سے ان سے کچھ پہلے چھپ گئی ہوں وہ بھی انہیں کی تحریک سیرت سے متاثر ہوئی تھیں کیونکہ شبلی نعمانی نے آوازہ سیرت اتنی بلند آہنگی کے ساتھ لگایا تھا کہ متعدد اہل قلم کی توجہ اس فن شریف کی طرف ہوئی، کچھ نے جوش رقابت اور خروش مسابقت میں اور کچھ نے اخلاص و خلوص کے زیر اثر لیکن تقلید و اتباع انہی کی کی تھی۔ مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ اسی روایت کی ایک کڑی ہے۔ اگرچہ اس کے مولف گرامی کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جو شبلی نعمانی کے ناقد سمجھے جاتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر انور خالد محمود ''کلاسیکی انداز'' کی یہ ضخیم سیرت نبوی پہلے ہندوستان میں ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۱ء میں چھپی، تب اس کی تین جلدیں تھیں۔ چوتھی جلد پاکستان میں ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔'' اب چاروں جلدیں ۱۲۷۱ صفحات پر مشتمل کا تازہ ایڈیشن مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور کی طرف سے حال ہی میں شائع ہوا ہے۔'' ڈاکٹر موصوف نے اس کا سنہ اشاعت نہیں دیا ہے مگر یہ تسلیم کیا ہے کہ ''سیرۃ المصطفیٰ کا انداز وہی ہے جو عربی کی امہات کتب سیرت کا تھا۔ چنانچہ مصنف نے اس دعوے کے ساتھ کتاب لکھی ہے کہ ''اس کتاب میں کسی جگہ محدثین حضرات کے اصول سے سرتابی نہیں پائیں گے۔'' یہ دونوں دعوے محل نظر ہیں۔ کتاب سیرۃ المصطفیٰ نہ تو امہات کتب کی طرز کی ہے نہ محدثین کے اصول کے مطابق۔ وہ شبلی دبستان کی خوشہ چینی کرتی ہے جیسا کہ اس کے بنیادی مباحث سے اور شبلی وسلیمان کی سیرۃ النبی کے موازنے سے معلوم ہوگا۔ ہمارے سامنے جو نسخہ ہے وہ ہندوستان میں دارالکتاب دیو بند کا غیر مورخہ نسخہ ہے اور تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس طباعت میں پاکستانی چاروں جلدوں کو سمو دیا گیا ہے۔ سیرۃ المصطفیٰ ایک خاص مکتب فکر کی نمائندگی کرتی ہے اور اس کے باوجود وہ اردو کی اہم ترین کتب سیرت میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔

سیرۃ المصطفیٰ کی جلد اول کا آغاز سرورق کے دوسرے صفحہ پر تصحیح غلاط اور فہرست مضامین سے ہوتا ہے جس کے بعد مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے تعارفی کلمات بابرکات ہیں (۸-۱)۔ متن کتاب سیرت نبوی کی ضرورت کے بیان سے شروع ہوتا ہے جس میں مولف گرامی نے اصول سیرت نگاری، محدثین کے جرح وتعدیل کے قواعد، کتب حدیث جیسے صحاح بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان اور منتقیٰ ابن جارود میں صحیح روایات سیر کی موجودگی، دوسری کتب حدیث میں صحت کا عدم التزام، مولانا محمد قاسم نانوتوی کی سہ گانہ تقسیم کتب حدیث، اسباب وعلل غزوات وسرایا، عیون الاثر، زاد المعاد اور زرقانی شرح مواہب کی تنقیح روایات، درایت کی بدعت پر مولف کا نقد، سہیلی، ابن قیم اور زرقانی کے بیان لطائف وحکم سیرت، مولف کا دعوائے پیروی محدثین، جدید سیرت نگاروں پر جدید یورپی فلاسفہ کے اثر کی بنا پر تنقید، اپنی سیرت کی صحیح ومعتبر روایات پر بنا اور غیر مستند سے پرہیز، نیز اپنی رائے وقیاس سے گریز کا ذکر کیا ہے۔ اس میں بعض آیات، احادیث واقوال کے علاوہ اشعار بھی ہیں (۱۲-۹)۔

سیرت نبوی کا اولین باب ''نسب مطہر'' پر ہے جس میں زرقانی، تفسیر ابن کثیر، صحیح بخاری/ ابن حجر کی فتح الباری، ابن قیم، ابن سعد، سہیلی، ابن کثیر کی تاریخ، عینی کی عمدۃ القاری اور بعض آیات قرآنی کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پدری اور مادری نسب بیان کیا ہے اور اس کے شرف، صحت وبزرگی اجاگر کی ہے۔ زیادہ روایات زرقانی اور فتح الباری سے ہیں بلکہ بنیاد اول الذکر پر ہے۔ درمیان میں کہیں کہیں ابن اسحاق وغیرہ کا بھی حوالہ دیا ہے مگر وہ بھی زرقانی کے واسطہ ہی سے ہے (۳۴-۱۳)۔ اس میں بعض انبیاء اور آباء واجدادِ نبوی کے بارے میں نئی معلومات بھی ہیں اور قیاس سے بھی کام لیا ہے۔

''چاہ زمزم اور عبد المطلب کا خواب'' دوسرا ذیلی عنوان ہے جو ابن سعد، خصائص کبریٰ، زرقانی اور البدایہ والنہایہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اگلی سرخی ''عبد المطلب کی نذر'' فرزند کی قربانی کے مسئلہ سے متعلق ہے اور حضرت عبد اللہ کی قربانی کے بارے میں البدایہ والنہایہ، خصائص کبریٰ، زرقانی، صحیح مسلم، طحاوی اور بعض آیات واشعار کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان خاص کر بنو ہاشم کی فضیلت، عبد المطلب وعبد اللہ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ عبد المطلب کے متعدد فضائل واوصاف

میں یہ بھی ذکر ہے کہ ان کی رویائے صالحہ صادقہ سے رہبری کی جاتی تھی۔ بعض فضائل اخلاق عرب کا بھی ذکر ہے جیسے سخاوت و شجاعت وغیرہ (۴۲-۴۴)۔

''حضرت عبداللہ کا حضرت آمنہ سے نکاح'' کی نئی ضمنی سرخی کے تحت اس عظیم الشان واقعہ کا ذکر ابن سعد، دلائل ابی نعیم، تاریخ طبری اور زرقانی کے حوالے سے کیا ہے۔ زرقانی کی بیان کردہ روایاتِ حاکم، ذہبی اور ابن تیمیہ وغیرہ نقل کی ہیں۔ حضرت عبداللہ کی وفات، تاریخ، عمر، ترکہ وغیرہ بیان کرنے کے علاوہ بعض روایات کی اسناد پر بحث بھی کی ہے۔ حضرت ام ایمن کا نام برکت لکھا گیا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے (۴۴-۴۶)۔ ترکہ عبداللہ کی روایت اور بعض دوسری روایات بھی بلا حوالہ و سند ہیں۔

''واقعہ اصحاب فیل'' کی سرخی کے تحت واقعہ کا بیان ہے جس کے متن میں سورہ قرآن و کتب تفاسیر میں اس واقعہ کی عمومی حوالے کے بعد پورا واقعہ زرقانی سے نقل کیا ہے۔ ''ارہاص'' کی ذیلی سرخی کے تحت وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد وہ خوارق عادت ہیں جو نبی کی ولادت کے قریب ظاہر ہوں اور واقعہ فیل کو اسی کا ایک حصہ بتایا ہے۔ فائدہ جلیلہ کے تحت ماوردی کی کتاب **اعلام النبوۃ** سے نسب نبوی کی شرافت و نجابت پر ایک اقتباس دیا ہے اور اجداد نبوی کو ملت ابراہیمی کا پیرو اور صحیح الفطرت و سلیم الطبیعت قرار دیا ہے (۴۶-۵۰) جو ایک دلچسپ نظریہ ہے۔

''ولادت باسعادت'' کے باب میں ۸/ربیع الاول عام الفیل میں، واقعہ کے پچاس یا پچپن روز کے بعد مطابق ماہ اپریل ۵۷۰ء کی تاریخ قبول کی ہے اور بعض دوسری تواریخ پر جرح کی ہے۔ زیادہ تر بحث زرقانی سے ماخوذ ہے، کہیں کہیں خصائص کبریٰ، خلاصہ، تہذیب، فتح الباری، نوادر الاصول، مجمع الزوائد، ابن سعد اور بعض آیات کریمہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ایک خاص ذیلی عنوان کے تحت ''ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا اور نہر ساوہ کا خشک ہوجانا'' طبری، ابن سید الناس، اصابہ عسقلانی، زرقانی وغیرہ سے ثابت کیا ہے۔ شبلی پر نقد بھی کیا ہے۔ احادیث و روایات پر اسناد کی بحث بھی ہے۔ بحث کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون و مسرور اور پاک پیدا ہونے کی روایات نقل کی ہیں (۵۱-۶۱)۔ ''عقیقہ اور تسمیہ'' کی ذیلی سرخی کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں روز عقیقہ اور تسمیہ کے علاوہ اسم گرامی کی فضیلت فتح الباری، سہیلی، زرقانی کی شرح موطا، نووی کی شرح مسلم، مصفی شاہ ولی اللہ، مستدرک حاکم وغیرہ سے واضح کی ہے۔ زیادہ بحث اسم گرامی کی فضیلت و کنیت پر ہے۔ اس

میں بعض آیات کریمہ بھی موجود ہیں (۶۸-۶۱)۔ ''حضانت و رضاعت'' کی ذیلی سرخی کے تحت آپ کی رضاعت، مرضعات - والدہ ماجدہ، ثویبہ، حلیمہ سعدیہ، انا ام ایمن کا ذکر خیر ہے۔ ثویبہ کے بارے میں کافی روایات ہیں بلکہ ان کا سوانحی خاکہ بھی ہے اور پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت اور اس کے متعلقہ واقعات جیسے شق صدر (نئی سرخی کے ساتھ) کا ذکر کیا ہے۔ مآخذ میں بخاری، البدایہ والنہایہ، سہیلی، ابن اثیر (نہایہ) ابن ہشام، خصائص کبریٰ، مجمع الزوائد کا ذکر ہے۔ شق صدر پر بحث کافی مفصل ہے (۷۳-۸۵×۶۸-۷۳)۔

''عبدالمطلب کی کفالت'' عبدالمطلب کا انتقال، ''ابوطالب کی کفالت'' شام کا پہلا سفر اور قصہ بحیرا راہب'' دوسری ذیلی سرخیاں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بعض اہم مراحل کے بارے میں روایات بیان کرتی ہیں۔ ان میں خصائص کبریٰ، مستدرک، عیون الاثر، ابن سعد، دلائل ابی نعیم، زرقانی، جامع ترمذی، اصابہ، عراقی کی الفیہ کے حوالے ہیں اور بحیرا کے واقعہ کے سلسلہ میں شبلی پر نقد بھی ہے جس کی تصدیق کے لئے سیوطی کی تدریب الراوی وغیرہ کو نقل کیا ہے (۹۳-۸۶)۔ 'حرب الفجار'' کا بیان سہیلی اور ابن ہشام سے نقل کیا ہے پھر'' حلف الفضول میں آپ کی شرکت'' کی فصل سہیلی، ابن سعد، ابن قتیبہ کی غریب الحدیث سے مروی ہے۔ شغل تجارت اور امین کا خطاب'' سیوطی کی تلخیص النہایہ، ابوداؤد، خلاصہ اور اصابہ سے اور'' آپ کا بکریاں چرانا'' بخاری، شرح مصابیح، ابن حجر سے نقل ہے پھر نکتہ کے تحت بکریوں ہی چرانے کی حکمت بیان کی ہے (۹۹-۹۳)۔ ''شام کا دوسرا سفر اور نسطورا راہب سے ملاقات'' ابن سعد، سہیلی، زرقانی، اصابہ، فتح الباری، ابن سعد، خصائص کبریٰ، عیون الاثر وغیرہ سے منقول ہے اور ابن تیمیہ کی الصارم المسلول کے حوالہ سے واقدی کی حیثیت اور رواۃ کے مرتبہ پر بھی بحث کی ہے (۱۰۱-۹۹)۔ سیرت کے بیان سے گریز کرکے مولانا کاندھلوی نے ''تحقیق و توثیق قصہ میسرہ'' کے ضمن میں موسیٰ بن عقبہ، محمد ابن اسحاق اور واقدی کی سوانح و مقام پر بحث کی ہے اور اس میں محدثین و مورخین اور سیرت نگاروں کی روایات و احادیث بیان کی ہیں (۱۰۷-۱۰۱)۔ پھر ''روایات واقدی در سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان کے تحت اصول سیرت نگاری اور بعض روایات واقدی کا تجزیہ پیش کیا ہے (۱۱۰-۱۰۸) جس کا خاتمہ ان فوائد پر کیا ہے جو میسرہ کے واقعہ میں معجزات سے نکالے ہیں۔

''حضرت خدیجہ سے نکاح'' کے باب میں عیون الاثر اور زرقانی کے حوالہ سے قدیم

سیرت نگاروں کا بھی ذکر کیا ہے، زوجین کی مشہور عام عمر، خطبہ، مہر نکاح کا ذکر ہے (۱۲-۱۱۱)۔ ''تعمیر کعبہ اور آپ کی تحکیم'' کے عنوان سے تعمیر کعبہ کی تاریخ اور اپنے زمانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی بحث دی ہے۔ قرآنی آیات کے علاوہ فتح الباری، اصابہ، ابن ہشام، الفیہ عراقی، طبری اور زرقانی کے حوالے ہیں۔ اس میں مابعد کی اسلامی تعمیرات کا بھی حوالہ ہے۔ ''رسوم جاہلیت سے خداداد تنفر اور بیزاری'' کے عنوان کے تحت ابن ہشام، خصائص کبریٰ اور بعض دوسری کتابوں سے بحث کی ہے (۲۰-۱۱۳)۔ ''بدء الوحی اور تباشیر نبوت'' کے عنوان کے تحت آیات قرآن، بخاری مسلم وغیرہ کی احادیث، تفسیر ابن کثیر، قاضی عیاض، کنز العمال، المنقذ من الضلال وغیرہ کے حوالے سے یہ بحث کی ہے کہ انبیاء کرام کو نبوت کے آغاز سے قبل بعض مبشرات وتباشیر سے نوازا جاتا ہے اور پھر بخاری کی حدیث عائشہ سے ابتداء وحی کی بحث اور آپ کے رسول ہونے کا ذکر مفصل کیا ہے۔ اس میں جابجا شبلی پر نقد بھی ہے (۳۳-۱۲۰)۔

''آفتاب رسالت کا فاران کی چوٹیوں سے طلوع'' کے تحت غار حراء میں نزول قرآن کے واقعہ اور اس سے متعلق مابعد کے واقعات جیسے ''ماانابقاری'' کا مفہوم، حضرت جبریل کے نزول، فرشتوں کے بھیجنے، وحی کی گرانباری، ورقہ کی تصدیق، فترہ وحی، حزن نبوی، حضرت خدیجہ کی تصدیق، تاریخ بعثت وغیرہ کا ذکر عیون الاثر، زرقانی، بخاری، فتح الباری، عبد الحق محدث دہلوی، نور الحق دہلوی کی شرح بخاری، خصائص کبریٰ، طبری، ابن ہشام، دلائل ابی نعیم، عمدۃ القاری، مسلم، بہجۃ النفوس وغیرہ سے کیا ہے اور خاتمہ اس کے فوائد ولطائف پر کیا ہے جن میں چالیس برس کی عمر میں نبوت سے سرفرازی کی حکمت، خلوت کی ضرورت، فرشتہ کے معانقہ وغیرہ پر بحث ہے (۵۲-۱۳۳)۔

''توحید ورسالت کے بعد سب سے پہلا فرض'' نیا عنوان بحث ہے جس کے تحت مولانا کاندھلوی نے وضو/نماز پر بحث کی ہے (۵۴-۱۵۳)، اس میں دلائل ابی نعیم، الاصابہ، سہیلی اور بعض آیات قرآنی کے علاوہ عیون الاثر کا حوالہ ہے۔ پھر اسی کے تحت ''سابقین اولین'' کی سرخی آتی ہے جس میں پہلے مسلمانوں پر مفصل بحث ہے (۷۱-۱۵۴)۔ بعض صحابہ کرام کے قبول اسلام کے لئے سرخیاں لگائی ہیں جیسے اسلام ابی بکر وغیرہ اور بعض کا ذکر اسی کے تحت بلاعنوان کیا ہے۔ اس کے مآخذ البدایہ والنہایہ، عیون الاثر، زرقانی، اصابہ، ابن سعد، خصائص کبریٰ، مستدرک کے علاوہ بعض اشعار بھی ہیں۔

''مسلمانوں کا دارارقم میں اجتماع'' کے تحت مختصر فصل ہے جو اصابہ اور الفیہ عراقی پر مبنی ہے۔ ''اعلان دعوت'' کی مختصر فصل میں آیات ہیں اور بخاری کی روایت۔ اسی سے متعلق ''دعوت اسلام اور دعوت طعام'' کی فصل ہے جس میں خاندان والوں کو دعوت دینے کا واقعہ منقول ہے اور وہ خصائص کبریٰ ،البدایہ سے منقول ہے۔ خاتمہ میں نکتہ اور فائدہ جلیلہ کے تحت استقامت نبوی وصحابہ پر بحث ہے اور اس میں قریش کی مخالفت بالخصوص ابولہب کی عداوت کا حال بھی ہے (۷۹-۱۷۱)۔

قریشی اکابر کی عداوت ومخالفت اسلام کے موضوع پر کئی سرخیاں اور عنوانات قائم کیے ہیں جو کافی طول طویل ہیں۔ ان کے تحت قریشی مخالفین کی تدابیر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے مباحثوں اور ان کے متعلقہ مباحث کو لائے ہیں۔ آیات قرآنی کے علاوہ متعدد مآخذ کا حوالہ دیا ہے جیسے البدایہ، زرقانی، المستدرک، سہیلی، خصائص کبریٰ، تفسیر طبری، عیون الاثر وغیرہ اور ان کے حوالے سے متعدد قدیم کتب ومآخذ۔ درمیان میں حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے۔ عتبہ سے ملاقات نبوی کے ضمن میں حم السجدہ کی تیرہ آیات نقل کرنے علاوہ سورہ کافرون کے نزول، مشرکین مکہ کے چند مہمل اور بیہودہ سوالات کے علاوہ ''تحقیق انیق'' کی سرخی کے تحت نبوت ورسالت کے دلائل کی بحث کی ہے۔ علماء یہود سے قریش مکہ کے مشورہ اور اس کے ضمن میں روح اور نفس پر طویل بحث ابن قیم کی کتاب الروح، شرح الصدر، سہیلی وغیرہ سے نقل کی ہے (۲۰۲-۱۷۹)۔

''کفار کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی'' اگلا عنوان سیرت ہے جس میں قریشی تعذیب اور اس کے متعلقہ مباحث لائے ہیں۔ مآخذ میں بخاری، کنز العمال، مسند احمد، خصائص کبریٰ، ابن ہشام، فتح الباری، زرقانی، عیون الاثر وغیرہ کا حوالہ ہے اور اسی میں حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت اور آل فرعون کے رجل مومن سے ان کی افضلیت کی بحث بھی ہے۔ پھر ایک سرخی کے تحت اسلام ضماد بن ثعلبہ کا واقعہ اصابہ، الفیہ عراقی اور البدایہ والنہایہ سے بیان کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ''دشمنان خاص'' کا باب باندھا ہے اور اس میں عام اہل مکہ کی دشمنی وعداوت کی انتہاء کے علاوہ ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف جمحی، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن مغیرہ وغیرہ متعدد اکابر قریش کا نام بنام ذکر کیا ہے۔ مآخذ میں ابن ہشام، ابن اثیر، اصابہ، ابن سعد، آیات قرآن اور ان کی تفاسیر روح المعانی وابن کثیر کا حوالہ ہے اور اسی کیساتھ دوسری ذیلی سرخی کے تحت تعذیب مسلمین کا باب ہے اور اس میں حضرات بلال، عمار بن یاسر،

صہیب بن سنان وغیرہ کمزور مسلمانوں کا تذکرہ اصابہ، ابن سعد، فتح الباری، استیعاب، ابن ہشام، مستدرک، زرقانی، عیون الاثر، البدایہ والنہایہ، بخاری وغیرہ کے حوالے سے ہے (۳۶-۲۰۳)۔

''معجزہ شق القمر'' اگلا عنوان ہے جس کے تحت کافی مفصل بحث ہے روح المعانی، البدایہ، فتح الباری کے حوالہ سے، پھر معجزۂ ردشمس کا ذکر خیر ہے نسیم الریاض قاری اور زرقانی کے حوالہ سے اور تیسرا معجزہ حبس شمس انہیں مآخذ سے مذکور ہے (۴۰-۲۳۶)۔ ''ہجرت اولیٰ بجانب حبشہ'' کی فصل عیون الاثر اور فتح الباری کے حوالہ سے اور ہجرت ثانیہ بجانب حبشہ ابن ہشام وعیون الاثر، زاد المعاد، فتح الباری، دلائل ابی نعیم، مجمع الزوائد، مسند احمد، البدایہ والنہایہ وغیرہ کی سند پر ہے۔ اس میں دونوں ہجرتوں کے مرد وعورت مہاجرین کی فہرست ہے اور زیادہ بحث حضرت جعفر کی تقریر اور قریشی وفد سے ان کے مباحثہ پر ہے (۵۸-۲۳۶)۔

''اسلام عمر بن الخطابؓ ۶ نبوی'' کے عنوان کے تحت حضرت عمر فاروق کے مسلمان ہونے کا واقعہ زرقانی، فتح الباری، احمد، ترمذی، عیون الاثر، ابن سعد وغیرہ کی سند پر نقل کیا ہے (۶۴-۲۵۸)۔ اسی کے بعد'' مقاطعہ بنی ہاشم اور صحیفہ ظالمہ کی کتابت غرہ محرم الحرام، ۷ نبوی'' کے عنوان سے مسلمانوں کے مقاطعہ کی بحث ہے جس میں فتح الباری، ابن سعد، عیون الاثر، ابن ہشام، زاد المعاد، سہیلی، اصابہ، تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ کے حوالے ہیں اور اس میں مقاطعہ کا ذکر بھی ہے۔ اس کے بعد ''ہجرت ابی بکرؓ'' کے عنوان سے ان کی ہجرت کا واقعہ نقل کیا ہے فتح الباری، زرقانی، بخاری کے حوالے سے، پھر ''عام الحزن والملال — ابوطالب اور خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال'' کا عنوان/ واقعہ ہے زرقانی، احمد، مسلم، بخاری، نسائی، عیون الاثر، سہیلی، فتح الباری، اصابہ وغیرہ سے اور اسی میں شبلی پر نقد بھی ہے (۷۴-۲۶۴)۔

''دعوت اسلام کے لئے طائف کا سفر'' کے عنوان سے اس واقعہ سیرت کا بیان طبرانی، ابن اسحاق، زرقانی، عیون الاثر، اصابہ، البدایہ والنہایہ، بخاری اور فتح الباری سے نقل کر کے ''ایک ضروری تنبیہ'' کے عنوان سے آپ کی رحمت ورافت اور حضرت نوح علیہ السلام کی شدت پر بحث کی ہے۔ پھر ''طائف سے واپسی اور جنات کی حاضری'' کے عنوان کے تحت آیات قرآنی، زاد المعاد، البدایہ والنہایہ، ابن سعد، عیون الاثر کی روایات دی ہیں۔ اسلام طفیل بن عمرو دوسی کے عنوان کے تحت ان کے واقعہ اسلام کو بیان کیا ہے۔ مآخذ ہیں: اصابہ، استیعاب، الخصائص الکبریٰ، ابن سعد، ابن ہشام، دلائل ابی نعیم وغیرہ (۸۶-۲۷۴)۔

''اسراء و معراج'' کا باب کافی مفصل ہے اور اس کے مآخذ زاد المعاد، فتح الباری، روح المعانی، زرقانی، الخصائص الکبریٰ، تفسیر ابن کثیر، نسیم الریاض خفاجی، الدر المنثور وغیرہ ہیں، اس بحث کو متعدد ذیلی عناوین کے تحت لائے ہیں (۲۸۷-۳۱۱) پھر حبس شمس کے معجزہ کا ذکر زرقانی، الخصائص الکبریٰ سے بیان کیا ہے اور ''لطائف و معارف اور اسرار و حکم'' کے تحت اسراء سے متعلق بہت سے مباحث پیش کئے ہیں۔ خصائص کبریٰ، زرقانی، درمنثور، فتح الباری ان کے اہم مآخذ ہیں۔ اس کے بعد ''ملاحدہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات'' کی بحث اس عنوان سے لائے ہیں (۳۱۱-۲۶)۔

''موسم حج میں دعوت اسلام'' کے تحت قبائل کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنے کی بحث پیش کی ہے جو ابن ہشام، سہیلی، البدایہ والنہایہ، اسد الغابہ، مجمع الزوائد، اصابہ کے حوالے رکھتی ہے۔ آخری بحث اسلام بن معاذ ہے (۳۲۶-۳۰) اسی کے بعد ''مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتدا، ۱۱ نبوی'' کا مبحث نو ہے جو زرقانی، ابن ہشام، ابن کثیر، عیون الاثر، طبری، سہیلی، اصابہ، وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں پہلی بیعت، دوسری بیعت، مدینہ میں جمعہ کا قیام، دوسری بیعت کے تمام شرکاء کی فہرست، نقباء، بیعت کی تعریف اور اس کی شرائط، مدینہ میں اسلام کی اشاعت وغیرہ کا بیان ہے اور بعض نکتے اور فائدے بھی ہیں (۳۳۱-۵۱)

اگلا باب ''ہجرت مدینہ منورہ'' سے متعلق ہے جو آیات کے علاوہ زرقانی، سہیلی، خصائص کبریٰ، ابن کثیر، ابن سعد، عیون الاثر، فتح الباری، ابن ہشام، تہذیب الکمال اور اصابہ سے ماخوذ ہے۔ ہجرت کے ذیلی مباحث جیسے دار الندوہ میں قریش کا اجتماع اور آپ کے قتل کا مشورہ، ہجرت نبوی اور اس کے مراحل، ہجرت سے متعلق لطائف و معارف، ثانی اثنین، اور دوسرے الفاظ قرآنی کی تشریح، متعدد آیات متعلقہ کی تفسیر، اشعار، رجوع بقصہ غار، قصہ ام معبد، قصہ سراقہ بن مالک، بریدہ اسلمی، تاسیس مسجد تقویٰ، تاریخ ہجرت، تاریخ اسلامی کی ابتداء، نماز جمعہ وخطبہ، اس کا متن، خواتین/لڑکیوں کے اشعار، ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام، علماء یہود کی حاضری اور بعض کا اسلام، حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام، تعمیر مسجد نبوی و حجرات، مواخاۃ، اذان، ان کے متعلق لطائف و معارف، یہود مدینہ سے معاہدہ اور اس کے متن کا ترجمہ، اسلام صرمہ بن ابی انس کا ذکر ہے (۳۵۱-۴۶۲)۔

۲ھ کے واقعات کا ذکر اس کی سرخی کے تحت کیا ہے جن میں تحویل قبلہ، صفہ و اصحاب صفہ ابن تیمیہ کی الجواب الصحیح، بخاری، فتح الباری کے حوالہ سے اور صوم رمضان، زکوۃ الفطر اور نماز عید، صلاۃ

الاضحیٰ اور قربانی، درود شریف، زکوۃ المال کا ذکر کیا ہے اور احکام القرآن جصاص، فتح الباری، بخاری، حلیۃ الاولیاء، الفیہ عراقی کے حوالے دیے ہیں۔ خاتمہ حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی اور حضرت فاطمہ کی شادی کے دوسطری ذکر پر بلاسند کیا ہے (۴۶۲-۴۷۳)۔ منذر بن ساویٰ کے خط اور ان کے نام فرمان نبوی، شاہ نجاشی کے نام فرمان نبوی کے عکس آخرِ جلد میں ہیں اور اسی پر جلد اول سیرۃ المصطفیٰ مولانا کاندھلوی ختم ہوتی ہے (۴۷۳-۴۷۶)۔

سیرۃ المصطفیٰ کی جلد دوم تمام تر غزوات وسرایا کے بیان پر مشتمل ہے۔ ان کے درمیان درمیان بعض دوسرے سیاسی، سماجی اور دینی معاملات وامور بھی زیر بحث آئے ہیں۔ فہرست مضامین وغیرہ (۱-۸) کے بعد ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے عنوان سے متن شروع ہوتا ہے اور وہ جہاد کی حکمت، مشروعیت، وافادیت سے بحث کرتا ہے جس میں آیات کریمہ بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ ''حکم جہاد'' کے عنوان سے حیات نبوی میں اس کی فرضیت، اغراض ومقاصد، حقیقت، خلاصہ وغیرہ پر بحث ہے اور ''قوم پرستوں کا ایک مغالطہ'' وطن کی بنیاد پر قومیت کے نظریہ کی نفی کرتا ہے۔ پھر ''آداب جہاد'' کی بحث ہے اور جہاد کی اقسام، غرض وغایت بیان کرکے ''اسلام اور جبر'' کے تحت موخر الذکر کی نفی کی ہے۔ اس کے بعد کی سرخی ''اسلام اور مسئلہ غلامی'' سے تعرض کرتی ہے (۹-۴۳)۔ اس تمہیدی باب کے مآخذ ہیں: آیات قرآنی، زرقانی، ابن قیم، تفسیر ابن کثیر، بخاری، فتح الباری، مسلم، نسائی، ابن حبان، مثنوی مولانا روم، فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم۔

شبلی کی مانند غزوات وسرایا کے لئے سلسلہ غزوات وسرایا کا عنوان لگایا ہے جس کے ذیلی مباحث ہیں: تعداد غزوات، تعداد سرایا جس کے بنیادی ماخذ زرقانی ہیں اگر چہ بعض کتب صحاح وحدیث کا حوالہ بھی دیا ہے۔ سرایائے حمزہ، عبیدہ بن حارث، سعد بن ابی وقاص، غزوات ابواء، بواط، عشیرہ، بدر اولیٰ، سریہ عبد اللہ بن جحش، (نخلہ) اور اس کے حوالے سے اسلام میں پہلی غنیمت (۴۳-۵۵) کے بنیادی مآخذ ابن ہشام، زرقانی، سہیلی، ابن سید الناس، ابن سعد، ابن قیم، ابن اثیر، فتح الباری، تاریخ الخمیس، حسن الصحابہ وغیرہ ہیں۔ غزوہ بدر کبریٰ کا باب مفصل ہے اور ابن اسحاق/ابن ہشام، زرقانی، ابن کثیر، فتح الباری، ابن سعد، ابن سید الناس، مستدرک حاکم، مجمع الزوائد، الاصابہ، خصائص کبریٰ، ابن الاثیر، مجمع الزوائد، صحیح بخاری، مسلم، تفسیر قرطبی، ابن تیمیہ کی الصارم السلول، مستدرک، ترمذی، درمنثور، جصاص کی احکام القرآن، کنز العمال، استیعاب، قسطلانی کی ارشاد الساری

وغیرہ کے علاوہ آیات قرآنی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس میں متعدد ذیلی فوائد، نکات، شبہات کے ازالے، تنقیدات ہیں، فہرستیں بھی گئی ہیں جیسے شرکاء بدر یین، اسیران، ملائکہ وغیرہ ''غزوہ بدر پر دوبارہ نظر'' کے عنوان کے تحت شبلی پر نقد کیا ہے (۱۶۴-۵۵)۔

قتل عصماء یہودیہ زرقانی، ابن تیمیہ، ابن سعد اور ابن سید الناس کے حوالہ سے منقول ہے (۶۶-۱۶۴)، غزوہ قرقرۃ الکدر زرقانی سے (۷-۱۶۶)، قتل ابی عفک یہودی، اصابہ، ابن تیمیہ، زرقانی، ابن سید الناس، اور الفیہ عراقی سے (۸-۱۶۷) مذکور ہے۔ غزوہ بنی قینقاع کی بحث آیات قرآنی کے علاوہ البدایہ والنہایہ سے ہے۔ آخر میں فائدہ ہے جس میں مکتوبات مجدد الف ثانی کا حوالہ ہے (۷۰-۱۶۸)۔ غزوہ سویق زرقانی سے نقل کر کے عید الاضحیٰ کی ادائیگی کا حوالہ مذکورہ بالا سے ہے (۷۱-۱۷۰)، پھر حضرت فاطمہ کی شادی کا بیان ابن سعد اور زرقانی (۳-۱۷۱) سے اور غزوہ غطفان البدایہ، زرقانی سے، غزوہ بحران ابن سعد سے، قتل کعب بن اشرف یہودی فتح الباری سے نقل کیا ہے۔ موخر الذکر میں ابن ہشام، زرقانی، ابن عبد البر، ارشاد الساری کے حوالے بھی ہیں (۸۰-۱۷۳)، اسلام حویصہ بن مسعود (۲-۱۸۱)، اس کے بعد دو سرایا۔ سریہ زید بن حارثہ قتل ابی رافع - کا ذکر ابن سعد، زرقانی طبری، البدایہ، اور فتح الباری اور الفیہ عراقی کے حوالے سے ہے (۸۵-۱۸۲)۔

غزوہ احد کا بیان بہت مفصل ہے جس میں متعدد ذیلی سرخیاں ہیں جو البدایہ، زرقانی، ابن سعد، تاریخ طبری، ابن سعد، فتح الباری، اصابہ، عیون الاثر، ابن ہشام، مجمع الزوائد، سہیلی، الخصائص الکبریٰ، استیعاب، بخاری، سیرۃ مغلطائی کے علاوہ بہت سی آیات بھی مآخذ میں ہیں (۲۴۵-۱۸۵)۔ اس کے بعد غزوہ حمراء الاسد کا بیان ہے (۶-۲۵۵)۔ واقعات متفرقہ کے تحت حضرت حفصہ سے شادی، حضرت حسن کی ولادت اور حضرت حسین کا حمل اور شراب کی حرمت (۶-۲۵۵) بیان ہوئی ہے۔

۴ھ کے تحت مختلف سرایا اور غزوات کا ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں: سریہ ابی سلمہ، سریہ عبداللہ ابن انیس، واقعہ رجیع، بئر معونہ، غزوہ بنی نضیر، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ بدر موعد کے علاوہ واقعات متفرقہ (۸۷-۲۵۷)۔ ان کے مآخذ میں زیادہ تر مذکورہ بالا ہیں جیسے زرقانی، فتح الباری، خصائص کبریٰ، ابن سید الناس، البدایہ والنہایہ وغیرہ۔

۵ھ کے غزوات وسرایا کے مباحثِ کاندھلوی ہیں: غزوات دومۃ الجندل، مریسیع یا بنی

المصطلق، واقعہ افک، اور اس سے متعلق احکام خاص کر امہات المومنین پر تہمت لگانے کے احکام، نزول تیمم (۳۱۲-۲۷۹)۔مولانا کاندھلوی نے مریسیع کے بیان میں اہل سیر اور محدثین کرام کی روایات میں تطبیق دے کر ثابت کیا ہے کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اور شبلی پر نقد کیا ہے۔ اپنے خیالات وافکار کی تائید میں زرقانی، فتح الباری، بخاری، اصابہ، ابوداؤد، خصائص کبریٰ، ترمذی، ابونعیم، مسلم، احمد، عبد الوہاب، شعرانی وغیرہ متعدد دوسرے مآخذ کو نقل کیا ہے لیکن ان میں سے بیشتر کا تعلق غیر ضروری یا ثانوی تفصیلات سے ہے۔ آخری مباحث میں متعدد نکات ولطائف اور فوائد بھی ہیں۔

''غزوہ خندق واحزاب شوال ۵ھ'' کے تحت پہلے تاریخ غزوہ پر اختلاف اہل سیر سے بحث کی ہے۔ محدثین واہل سیر کی روایات میں پھر تطبیق دی ہے۔ اسباب ومحرکات اور واقعات غزوہ کو مفصل بیان کیا ہے۔ کتب وحدیث اور طبری، ابن سید الناس، ابن سعد، ابن ہشام، زرقانی اور آیات قرآنی اس کے اہم مآخذ ہیں۔ منجنیق کے استعمال کے حوالہ سے نکتہ اور اقدامی جہاد کے اعتبار سے تنبیہ لکھی ہے اور شہداء خندق کی فہرست پر بیان ختم کیا ہے (۲۷-۳۱۳)۔ ۵ھ کے غزوات میں غزوہ بنی قریظہ کا بیان انہیں مآخذ پر کافی مفصل ہے۔ نماز عصر کی ادائیگی سے متعلق حدیث نبوی کی فائدہ میں تشریح کی ہے۔ نکتہ حضرت ابولبابہ سے متعلق ہے (۳۶-۳۲۷)۔ حضرت زینب سے نکاح اور نزول حجاب دو موضوعات اس سنہ کے اور ہیں جو آیات قرآنی اور البدایہ کے حوالے سے ہیں (۳۷-۳۳۶)۔

۶ھ کے واقعات ہیں: قرطاء کا سریہ محمد بن مسلمہ انصاری، ثمامہ بن اثال حنفی کے قبول اسلام کے حوالے سے، مسائل استیعاب اور ابن سعد کے حوالہ سے، غزوہ بنی لحیان، زرقانی اور ابن سعد سے، غزوہ ذی قرد، ابن سعد، بخاری، فتح الباری، (جس میں اہل سیر کی روایت کو بخاری پر ترجیح دی ہے) کے حوالے سے، سریہ عکاشہ/غمر، سریہ محمد بن مسلمہ/ذوالقصہ، اور سرایائے عبیدہ بن جراح/ذوالقصہ، جموم وعیص، طرف، حسمیٰ، وادی القریٰ/ زید بن حارثہ، دومۃ الجندل/عبدالرحمٰن بن عوف، فدک/علی، ام قرفہ/زید، عبد اللہ بن عتیک/قتل ابی رافع یہودی، عبد اللہ بن رواحہ/ اسیر بن رازم، کرز فہری/عرینہ، عمرو بن امیہ ضمری/مکہ کا عام اہل سیر کی روایات پر نقل کیا ہے (۵۲-۳۴۷)۔ عمرۃ الحدیبیہ کا باب خاصا مفصل ہے اور کتب حدیث اور اہل سیر دونوں کی روایات کا مجموعہ ہے (۷۹-۳۵۳)۔ ذیلی سرخیاں ہیں: بیعۃ الرضوان، شرائط صلح، فوائد ولطائف اور مسائل واحکام، بیعت کی فضیلت، الحاصل کے تحت نتائج

ہیں۔ اسی کے متصلاً بعد ''بادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط'' کے عنوان سے عرب اور شام ومصر، حبشہ وایران وغیرہ کے حکمرانوں کے نام فرامین نبوی کی بحث ہے۔ جس میں خطوط کے متون ،ترجمہ، سفیروں کی تقاریر، بعد کے واقعات ،فوائد ولطائف ،حکمرانوں سے سفیران نبوی کے مکالمات انہیں مآخذ پر بیان ہوئے ہیں اور فوائد پر ختم ہوئے ہیں (۲۱۸-۳۷۹)۔

غزوہ خیبر نئے عنوان وسرخی اور اعادۂ بسملہ سے شروع ہوتا ہے اور کافی مفصل بیان کاندھلوی رکھتا ہے جس میں آیات قرآنی کے علاوہ بخاری ، مسلم ، فتح الباری ، زرقانی ، مسند احمد ، ابن ہشام ، عیون الاثر وغیرہ کے حوالہ سے قلعہ بہ قلعہ کی فتوحات خیبر بیان کی ہیں۔ پھر فتح ،فدک کا ایک صفحی بیان ہے جو فتح الباری اور ابن ہشام کی سند پر بیان ہوا ہے۔ ''زہر دینے کا واقعہ'' دوسری سرخی ہے، یہود خیبر سے صلح کو مخابرہ کا عنوان دیا ہے۔ مختصر دوسطری روایت ابوہریرہ کی آمد کے بارے میں ہے۔ پھر ''غنائم خیبر کی تقسیم'' کی بحث ہے۔ ''فائدة للمدرسين ''کی سرخی کے تحت علامہ قاری کی عربی عبارت شہسواری وپیادہ کے حصوں کے بارے میں دی ہے اور ترجمہ نہیں دیا۔ پھر شرکاء غنائم پر بحث کی ہے (۳۴-۲۱۸)۔

اس برس کے دوسرے واقعات میں، جن کا ذکر مولانا کاندھلوی نے کیا ہے، حسب ذیل ہیں: رد منائح الانصار یعنی مہاجرین کی طرف سے انصار کی باغات کی واپسی'' مسائل واحکام، شہر حرام میں قتال، تقسیم آراضی، ممنوعات خیبر-تحریم متعہ، حرمت متعہ، ابتداء اسلام میں کس قسم کا متعہ مباح تھا، ''خلاصہ کلام، بلکہ'' حرمت متعہ کی ایک وجدانی دلیل''، مہاجرین حبشہ کی حبش سے واپسی ، فتح وادی القریٰ وتیماء، مراجعت اور لیلۃ التعریس، فوائد، اور زفاف ام حبیبہؓ۔ ان کے مآخذ کتب حدیث وسیر ہیں جیسے عمدۃ القاری ،قسطلانی ، البدایہ وغیرہ (۴۹-۳۴۴)۔ اس کے بعد عمرۃ القضاء کی بحث ہے اور حضرت میمونہ سے نکاح اور سریہ اخرم بن ابی العوجاء پر یہ سنہ ختم ہوتا ہے (۵۳-۴۴۹)۔ مآخذ وہی ہیں۔

سریہ غالب بن عبداللہ لیثی / کدید سے ۸ھ کے واقعات کا آغاز کیا ہے اور بعض سرایا کے عنوان سے غیر متعین سرایا کا حوالہ زرقانی سے دیا ہے۔ ''اسلام خالد بن الولید وعثمان بن طلحہ وعمرو بن العاص'' کے عنوان سے ان کے قبول اسلام کا واقعہ مذکور ہے۔ البدایہ کے حوالہ سے (۵۹-۴۵۳)، غزوہ موتہ زرقانی اور فتح الباری ، صحیح بخاری ، البدایہ ، الخصائص وغیرہ کی سند پر بیان کیا ہے۔ حضرات خالد وعبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نکتہ ہے۔ اور'' حکایت'' کے عنوان سے محمود غزنوی کی بت شکنی کے

حوالے سے حضرت عبداللہ بن رواحہ کے واقعہ کی توضیح کی ہے۔ سریہ "عمرو بن العاص بسوئے ذات السلاسل" اور سریہ ابوعبید بسوئے سیف البحر" اس جلد کی آخری دو بحثیں ہیں اور دونوں کے آخر میں الگ الگ فائدہ ہے جس میں فقہی حکم بیان کیا ہے (۳۵۹-۷۳)۔

مولانا کاندھلوی کی سیرۃ المصطفیٰ کی جلد سوم فہرست مضامین وغیرہ کے بعد فتح مکہ مکرمہ کے بیان سے شروع ہوتی ہے اور حسب ذیل ضمنی مباحث پر مشتمل ہے: تمہیدی، تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی، قصہ حاطب بن ابی بلتعہ، حضرت حاطب کے خط کا مضمون، مدینہ منورہ سے روانگی، مقام مرالظہران میں پڑاؤ، ابوسفیان کا اسلام، مکہ مکرمہ میں داخلہ، مسجد حرام میں داخلہ، باب کعبہ پر خطبہ، حجابت وسقایت، باب کعبہ پر اذان، مردوں اور عورتوں سے بیعت، دوسرا خطبہ، مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ، عفو عام کے بعد مجرمان خاص کے متعلق احکام، الحاصل کے تحت اشتہاری مجرموں کا ذکر، اسلام ابی قحافہ، اسلام صفوان بن امیہ، اسلام سہیل بن عمرو، اسلام عتبہ ومعتب، اسلام معاویہ، مآخذ میں کتب وحدیث وسیر مذکورہ بالا ہیں (۵۳-۱)۔

"بت خانوں کی تخریب کیلئے سرایا کی روانگی" کے تحت ہدم عزیٰ، ہدم سواع اور ہدم مناۃ کی سرخیوں کے تحت بیان کی ہے (۵۵-۵۳) پھر غزوہ حنین واوطاس وطائف کا مفصل بیان ہے (۷۲-۵۵) جس کے ذیلی مباحث ہیں: محاصرہ طائف، تقسیم غنائم حنین، عمرۂ جعرانہ، واقعات متفرقہ، لطائف ومعارف، ان مباحث کے اہم ترین مآخذ فتح الباری، زادالمعاد، زرقانی وغیرہ ہیں۔

"تقرر عمال" کے عنوان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف عاملوں، افسروں کا تقرر واضح کیا ہے اور ۹ھ کے تحت ان کی فہرست دی ہے (۷۳-۷۲)۔ سریہ عیینہ بن حصن فزاری بسوئے بنی تمیم اور اس سے متصلاً بعد فائدہ جلیلہ ہے۔ پھر دوسرے عنوانات ہیں: خطبہ عطارد بن حاجب تمیمی، خطبہ ثابت بن قیس، بعث ولید بن عقبہ بن ابی معیط بسوئے بنی المصطلق، سریہ عبداللہ بن عوسجہ اور دوسرے سرایائے قطبہ بن عامر، ضحاک بن سفیان، علقمہ بن مجزز مدلجی، علی بن ابی طالب برائے بت شکنی قبیلہ طی، اسلام کعب بن زہیر (۸۶-۷۳)۔

غزوہ تبوک اگلا عنوان ومبحث ہے جو بہت مفصل ہے (۱۰۰-۸۶)۔ اس کے ذیلی مباحث ہیں:
"حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی" کی شرح، اور اسی میں سفر تبوک کا ذکر بھی ہے بلکہ

پورے واقعہ کا، اس کے بعد مسجد ضرار کا ذکر الگ عنوان سے دیا ہے، ''متخلفین'' کے عنوان سے غزوہ میں شرکت نہ کرنے والوں کا ذکر ہے، مآخذ معلوم و مذکور ہیں اور اسی پر غزوہ تبوک اور اس کے متعلقات کا باب ختم ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ بلا فصل ۹ھ کے دوسرے واقعات میں، ''حج ابی بکر صدیق'' واقعات متفرقہ کا بیان ہے (۱۰۳-۱۰۰)۔

۱۰ھ اور عام الوفود'' کے تحت بہت مفصل بیان ہے جو ان تمام قبائل کا ذکر کرتا ہے جو خدمت نبوی میں حاضر ہوئے (۴۲-۱۰۳)۔ ان کا ذکر الگ الگ سرخی سے کیا ہے اور کل تعداد (۳۵) دی ہے۔ پھر یمن میں تعلیم اسلام، سرایائے خالد بن الولید و علی بن ابی طالب کا ذکر ہے جو بالعموم زرقانی سے مروی ہے۔ سریہ خالد کے ضمن میں عربی عبارتِ (فرمان نبوی) دی ہے اور ترجمہ بھی (۴۸-۱۴۲)۔

''حجۃ الوداع'' کا باب متصلاً سابقہ بحث کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور کافی مختصر ہے (۵۲-۱۴۸) جس کے بعد جبریل امین کی آمد کا ذکر ہے اور آخری فوج ظفر موج سریہ اسامہ بن زید کے تحت آخری سریہ کا ذکر مختصر ہے (۵۵-۱۵۲)۔

''سفر آخرت کی تیاری'' کی بحث سے مرض وفات نبوی کا بیان متصلاً شروع ہوتا ہے جس کے اہم ثانوی مباحث ہیں: علالت کی ابتداء، حضرت فاطمہ کا رونا، ہنسنا، واقعہ قرطاس، آخری خطبہ، آخری نماز نبوی اور امامت ابی بکر صدیق، یوم الوصال، عالم نزع، تاریخ وفات، عمر شریف، صحابہ کا اضطراب، صدیق اکبر کا خطبہ، سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع، تجہیز و تکفین اور غسل، نماز جنازہ تدفین، لطائف و معارف، (۲) واقعہ قرطاس پر دوبارہ بحث، امامت صدیق اکبر کے بارے میں شیعہ وغیرہ کے اعتراضات کا جواب، پھر تاریخ وفات کی بحث دوبارہ لائے ہیں (۹۹-۱۵۵)۔ بعض فوائد کے علاوہ بیعت خلافت پر بحث کی ہے جو بہت مفصل ہے (۲۴۹-۱۹۹) جس میں شیعہ سنی اختلاف اور اس کے اسباب جیسے باغ فدک وغیرہ کی حیثیت پر بھی بحث ہے، خاتمہ میراث نبوی پر ہوتا ہے۔ اسی سے متصل حیات نبوی پر بحث ہے جو قدیم و جدید علماء کے افکار پر مبنی ہے (۲۴۹-۷۶) اور اسی پر حیات و سیرت نبوی کا بیان ختم ہوتا ہے۔

متعلقاتِ سیرت میں باقی ابواب و فصول کتاب ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ازواج مطہرات (۲۷۷-۳۶۳) جس میں نکاح، معاشرت، ان سے متعلق مسائل جیسے حجاب وغیرہ، فضائل و مناقب، تعدد ازواج، اس کے اسباب و عوامل وغیرہ پر بھی بحث ہے۔

اولاد کرام کا باب بھی اس کے متصلاً شروع ہوتا ہے اور زیادہ مفصل نہیں ہے (۷۱-۳۶۳)۔

حلیہ مبارک، مہر نبوت، ریش مبارک، مردوں کی ڈاڑھی اور عورتوں کی چوٹی، عورت و مرد کا فرق وغیرہ کا ذکر ہے (۸۱-۳۷۲)۔

لباس نبوی، نعلین مبارکین، معہ ان کے نقشہ کے، خرقہ نبوی، لباس نبوی، لباس ابراہیمی و اسماعیلی تھا، قومی اور وطنی لباس نہ تھا۔ تشبہ بالکفار پر مفصل بحث اجمالی نظر کے عنوان سے ہے (۴۲۲-۳۸۲)۔

''دلائل نبوت و براہین رسالت یعنی معجزات نبوی'' کی بحث کافی مفصل و مدلل ہے (۴۲۳) جس میں تمہید کے بعد تعداد، اقسام معجزات عقلیہ، مذہب اسلام کی آمد، معجزات حسیہ اور ان کی تعداد، معجزہ کی تعریف،، معجزات علمیہ و عملیہ، وجوہ اعجاز قرآن، اعجاز حدیث، علمائے امت (۵۲-۴۲۳)۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء سابقین کی پیشین گوئیاں'' کے مفصل مبحث میں تورات و زبور و انجیل وغیرہ کتب مقدسہ اور قرآن مجید سے پچیس بشارتوں کا ذکر کیا ہے (۵۴۶-۴۵۲)۔

انباء الغیب یعنی آئندہ واقعات کے متعلق قرآن و حدیث کی پیشین گوئیاں'' کا عنوان اس بحث کو پیش کرتا ہے (۶۳-۵۴۶)۔ معجزات یمن و برکت (۷۲-۵۶۶) اور معجزات عیسوی سے ان کا فرق، مقصد نبوت، امین کے تین بنیادی اصول اور خصائص نبوی دوسری بحثیں ہیں اور اسی پر کتاب ختم ہوتی ہے (۸۳-۵۷۲)۔

خطبات و مقالات سیرت
پروفیسر عبدالجبار شاکر
صلی اللہ علیہ وسلم
سیرت النبی ﷺ اور مستشرقین
مرتب: حافظ عبدالغفار
محمد رسول اللہ

سیرت نبوی ﷺ
پر
اعتراضات کا جائزہ
ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی
اطرافِ سیرت ﷺ
ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

MUHAMMAD
A Biography of the Prophet
محمد
پیغمبر اسلام کی سوانح حیات
عہد نبوی میں اختلافات
جہات۔ نوعیتیں اور حل

روایات سیرت ﷺ کا تنقیدی جائزہ
علامہ محمد ناصر الدین البانی
ترجمہ و تخریج
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
رابطہ عالم اسلامی ایوارڈ یافتہ
سیرت خاتم النبیین ﷺ
ڈاکٹر ماجد علی خان
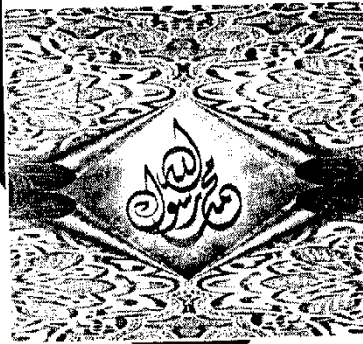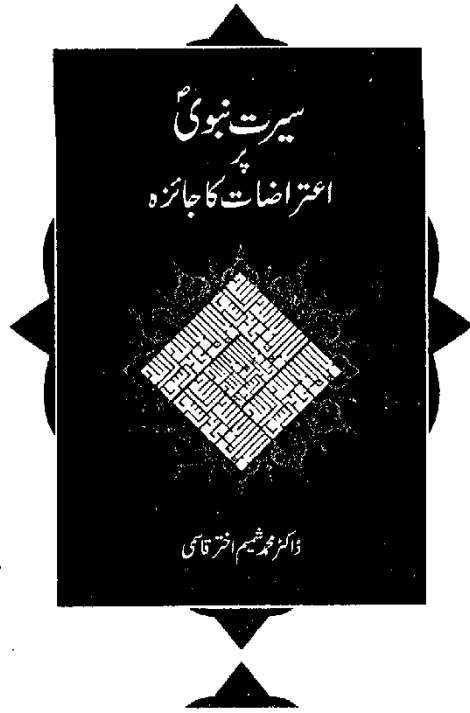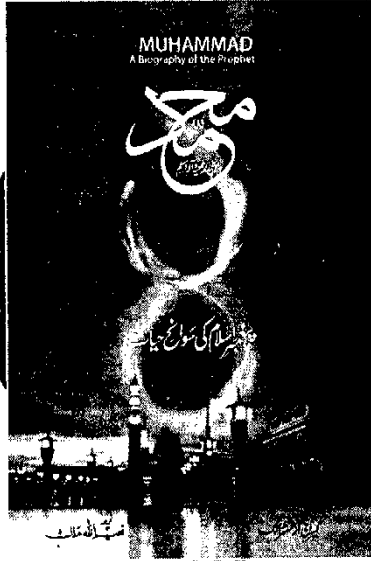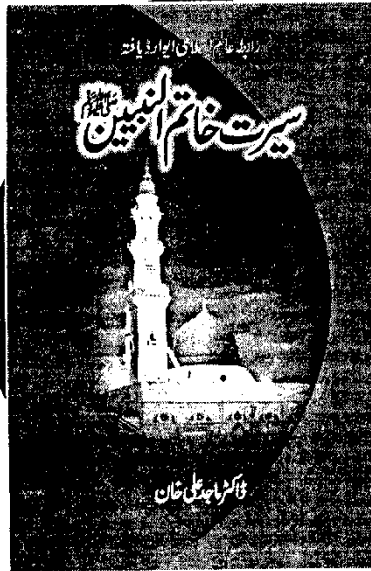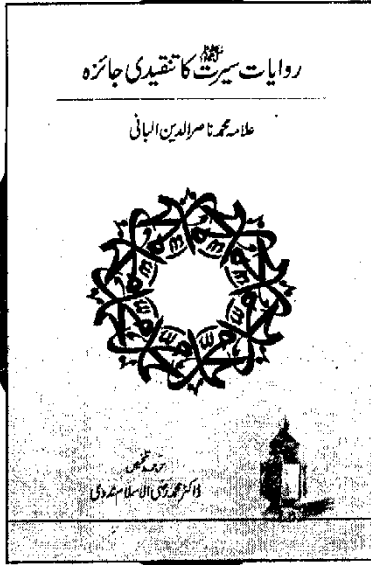
| کتاب | مصنف |
| --- | --- |
| اسلام پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر | ڈاکٹر سید عبدالقادر جیلانی |
| اسوہ کامل (صدارتی ایوارڈ یافتہ) | ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر |
| اسوہ حسنہ | مولانا ظفیر الدین ندوی |
| اطراف سیرتؐ (ایوارڈ یافتہ) | ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر |
| بلغ العلی بکمالہ (منظوم سیرت) | خورشید ناظر |
| پیغمبر اسلامؐ اور معجزات (ایوارڈ یافتہ) | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر اسلامؐ اور فصاحت و بلاغت | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر اسلامؐ اور اہل بیت | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر اسلامؐ اور خلق عظیم | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر اسلامؐ اور ترک رذائل | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر اسلامؐ اور غزوات سرایا | حکیم محمود احمد ظفر |
| پیغمبر انقلاب | ڈاکٹر محمد شریف چوہدری |
| حضورؐ بحیثیت سپہ سالار | محمد فتح اللہ گلن |
| حیات سرور کائناتؐ | ملا واحدی دہلوی |
| حیاتی حضورؐ دی (پنجابی) صدارتی ایوارڈ یافتہ | اصغر علی جاوید |

| کتاب | مصنف |
|---|---|
| خطباتِ مقالاتِ سیرتؐ | پروفیسر عبدالجبار شاکر |
| دروسِ سیرتؐ (فقہ السیرۃ) | ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی |
| ربیع الاول کے واقعات | پروفیسر عبدالجبار شاکر |
| روایاتِ سیرت کا تنقیدی جائزہ | علامہ محمد ناصر الدین البانی |
| سیرت خاتم النبیینؐ (رابطہ عالم اسلامی ایوارڈ یافتہ) | ڈاکٹر ماجد علی خاں |
| سرورِ دو عالمؐ | فضل کریم خاں درانی |
| سیرت رحمت عالمؐ | ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری |
| سیرت پیغمبر اسلامؐ (فقہ السیرۃ) | علامہ محمد غزالیؒ |
| سیرت النبیؐ اور مستشرقین | رسالہ معارف سے ماخوذ |
| سیرت النبیؐ پر اعتراضات کا جائزہ | ڈاکٹر شمیم اختر قاسمی |
| صحابہ کے سوال نبی رحمتؐ کے جواب | سلمان نصیب وحدوح |
| عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء (ایوارڈ یافتہ) | ڈاکٹر نثار احمد |
| عہد نبوی کا تمدن (صدارتی ایوارڈ یافتہ) | ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی |
| عہد نبوی میں اختلافات | ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی |
| کلکی اوتار اور حضرت محمدؐ | ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے |
| مقالات سیرت طیبہؐ | سیرت کانفرنس جامع سلفیہ بنارس |
| مرقع سیرتؐ | پروفیسر عبدالجبار شاکر |
| مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء | ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی |
| محمدؐ: پیغمبر اسلام کی سوانح حیات (ایوارڈ یافتہ) | کیرن آرم اسٹرانگ۔ مترجم: نعیم اللہ ملک |
| محمدؐ: پیغمبر عہد رواں | کیرن آرم اسٹرانگ۔ مترجم: نعیم اللہ ملک |
| نبی کریمؐ اور خواتین | ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی |

## تالیف مصادر سیرت نبویؐ

تمام علوم وفنون میں مسلم اہل قلم کے قابل فخر عطایا پر مشتمل انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکو اسٹڈیز، نئی دہلی کے وسیع الجہات منصوبہ وراثت علمی کا ایک جز ہے یہ جزء خود مکمل و ہمہ گیر ہے۔ ادارہ مطالعات معروضی کی یہ پیشکش صرف چودہ صدیوں کی سیرتی تصنیف و تحقیق کی روئداد وخزینہ نہیں بلکہ صدی بہ صدی اور علاقہ بہ علاقہ سیرتی ادب کے ارتقاء و کمال اوران کے اسالیب ورجحانات کی بھی امین ہے۔ وہ عظیم ومحبوب موضوع اسلام کی ترقی کے پہلو بہ پہلو اس کے تواتر وتسلسل کو سامنے لاتی ہے اور اصل قدیم مصادر پر متاخرین سیرت نگاروں کے اضافات وکمالات کی بھی آئینہ دار ہے۔ وہ یہ حقیقت بھی ظاہر کرتی ہے کہ سیرت نبویؐ صرف اہل السیر اور مورخین کی اجارہ داری میں نہیں رہی بلکہ محدثین ومفسرین، فقہاء ومتکلمین اور تمام دوسرے مسلم اہل قلم کی اولین اور محبوب صنفِ تصنیف وتحقیق رہی۔ کاشغر سے اندلس تک اور عرب وشام سے برصغیر پاک وہند کی زرخیز زمینوں میں بھی اس نے بال وپر نکالے۔ اردو سیرت نگاری اپنی بلندی اور مرتبت میں قابل فخر بھی ہے۔ بلاشبہ اس مختصر ومحدود دائرۃ المعارف سیرت میں چند کی عدم شمولیت نگاہ نکتہ چیں کو کھٹکے گی مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سفینہ محدود میں جواہر بیکراں کی شمولیت انتخاب کی رہین منت رہی، انتخاب بہرحال انتخاب ہے اور شخصی بھی، تاہم ادارہ کی یہ پیشکش مصادر سیرت نبویؐ کے جوہر کامل کی جامع ہے۔ کہنے کو وہ صرف پچاس کتابوں کا تعارف نامہ ہے مگر اصلاً کئی سو تصانیف سیرت کا دائرۃ المعارف ہے۔ ضخامت کے سبب اسے دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے، مگر وہ مسلسل تصنیف ہے اور اول وآخر ایک سلسلہ تالیف و تحقیق سے منسلک ہے جیسے حیات انسانی کی سانسیں۔

مصادر سیرت نبویؐ بہرحال انسانی کاوش ہے جسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جاسکتی ہے، تاہم اتنا ضرور ہے کہ وہ سیرت نبویؐ کے مصادر ومآخذ کی تفہیم وتحقیق کا ایک عظیم دریچہ کھولتی ہے اور اہل علم وشوق کو مضامین نو کے انبار لگانے اور خرمن کے خوشہ چینوں کو مزید گل کھلانے کا یارا عطا کرتی ہے۔ ادارہ اس کے کارکنان، صدر وسربراہ اور مولف ومنشی اپنی زندگی کا ایک حسین وجمیل کام کرنے پر فخر کریں نہ کریں سجدہ شکر ضرور بجالاتے ہیں۔